

صدر وفاق المدارس  
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبہم  
کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

طَبَقُ الْكِبَرِ

امام نووی کی مشہور کتاب

رِضَا الْحَبِیْبِ

کی سلیس و جامع اردو شرح

مؤلف: امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱-۶۷۶

مترجم و شارح: مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوة جامعہ دارالعلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمن شارح موطا امام مالک

مقدمہ: مفتی احسان اللہ شائق مبین مفتی دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی

دارالاشفاق

اردو بازار کراچی



# طریق السائکین

امام نوویؒ کی مشہور کتاب

رضی اللہ عنہ

کی سلیس و جامع اردو شرح







صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی تقریر کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، شرح حدیث تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج اور جامع اسلوب

# طریق السائکین

امام نوویؒ کی مشہور کتاب

رضی اللہ عنہ

کی سلیس و جامع اردو شرح

جلد اول

مؤلف: امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح: مولانا ذاکر ساجد الرحمن صدیقی، مہتمم ریس تخصص فی الدعوة جامعہ دارالعلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمن شارح موطاء امام مالک

مقدمہ: مفتی احسان اللہ شائق مین دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی

اردو بازار ایم ایس بیچلر روڈ  
کراچی پاکستان 2213768

دارالاشاعت



## اردو ترجمہ و شرح اور کمپیوٹر کتابت کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی  
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علی گرافکس  
صفحات : 776 صفحات

### قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

### ..... ملنے کے پتے.....

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور	ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت العلوم 20 نا بھروڈ لاہور	بیت القرآن اردو بازار کراچی
یونیورسٹی بک انجمن خیبر بازار پشاور	بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد	مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ رولج بازار راولپنڈی	مکتبۃ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور

### انگلینڈ میں ملنے کے پتے

**Islamic Books Centre**  
119-121, Halli Well Road  
Bolton BL 3NE, U.K.

**Azhar Academy Ltd.**  
54-68 Little Ilford Lane  
Manor Park, London E12 5Qa

### امریکہ میں ملنے کے پتے

**DARUL-ULOOM AL-MADANIA**  
182 SOBIESKI STREET,  
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

**MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE**  
6665 BINTLIFF, HOUSTON,  
TX-77074, U.S.A.



## تقریظ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

**JAMIA FAROOQIA**

P.O.Box 11020, KARACHI 25, P.C. 75230 PAKISTAN

www.farooqia.com email: info@farooqia.com



**الجامعہ الفاروقیہ**

ب. پ. دفتر 11020، کراچی 25، پ. ک. 75230 پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد اللہ تعالیٰ رنستینہ ونومن بہ ونوکل غلبہ ونصلی ونسلم علی حبیب رب العالمین وخاتم الانبیاء والمرسلین وبعد۔  
شریعت کا علم ضروری ہے کہ اس کے بغیر حقیقی کامیابی نہ دنیا میں مل سکتی ہے، نہ آخرت میں یہ وہ سدا بہار حقیقت ہے کہ اس کا فیض اور برکتیں لامحدود ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے علم کے دریا میں غرق ہونے والے انسان کبھی نہیں ڈوبتے، علم ایسا پھول ہے، جس کی خوشبو ہر طرف محسوس کی جاسکتی ہے، علم ایسی شمع ہے جو جتنی جلتی ہے، اتنی ہی زیادہ روشنی دیتی ہے، علم انسان کے ذہن کو سب سے زیادہ معطر کرنے والی خوشبو ہے، علم ایسا سمندر ہے جس کی نہ تو کوئی تہ ہے نہ کوئی کنارہ ہے، علم ایسا آئینہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مستقبل کی جھلک دیکھ سکتا ہے، علم سے تکبریتیں جب کہ جہالت سے نفرتیں جنم لیتی ہیں اور یہ علم شریعت کا اور وحی کا علم ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿وعلیمک ما لم تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً﴾ (سورہ نساء آیت: ۱۱۳) ﴿یرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات﴾ (سورہ مجادلہ آیت: ۱۲)

اللہ بزرگ و برتر نے سید الاولین والآخرین حبیب رب العالمین خاتم الانبیاء والمرسلین (جو پہلے ہی اوتیت علم الاولین والآخرین کا مصداق تھے) صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں رب زدنی علما کی دعا تلقین کی ہے۔ رب زدنی ایمان۔ رب زدنی اخلاص۔ رب زدنی عبادۃ۔ رب زدنی معرفۃ۔ رب زدنی عبدیۃ وغیرہ کی تلقین نہیں کی اس لیے کہ علم کی فراوانی اور زیادتی ان کا اور دوسری تمام خوبیوں کا خود بخود احاطہ کر لیتی ہے۔

محی السنۃ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ نے اسی شرعی علم کو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے ذریعہ اپنی تالیف ریاض الصالحین میں جمع کیا ہے بقول علامہ نوویؒ اس کتاب میں زہد و تقویٰ کا سبق بھی ہے، ریاضیت نفس اور تہذیب اخلاق کا بیان بھی ہے، طہارت قلب کا ذکر بھی ہے اور امراض قلب کا علاج بھی ہے، اعضاء انسانی کی سلامتی کا بھی بیان ہے اور ان کی کبھی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی ہے۔

طریق السالکین اردو شرح ریاض الصالحین کے ذریعہ شارح علام نے اردو داں طبقے کے لیے ریاض الصالحین عربی سے استفادہ



کرنے کے لیے یہ شرح لکھی ہے زبان سلیس، شستہ اور عام فہم ہے تفسیری نکات بیان کیے گئے ہیں، تخریج احادیث کا اہتمام کیا گیا ہے، احادیث پر اعراب لگائی گئی ہیں اور لغات کی صرفی، نحوی تحقیق بھی کی گئی ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول حسن سے سرفراز فرمائیں، مطالعہ کرنے والے اس سے مستفید ہوں اور شارح کے لیے یہ صدقہ جاریہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

سلم اللہ خان

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۲۰۰۷ء



## فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	فہرست	۷
۲	مقدمۃ الحدیث	۳۵
۳	مقدمۃ	۶۳
۴	جملہ اعمال و اقوال اور ظاہری و باطنی حالات میں اخلاص اور حسن نیت کا بیان	۶۶
۵	تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے	۶۷
۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۸
۷	دنوی عذاب نیک و بد دونوں پر آتا ہے	۷۰
۸	فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہو گئی	۷۱
۹	جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت باقی ہے	۷۲
۱۰	عذر کی وجہ سے جہاد سے رہ جانے والوں کا ثواب	۷۲
۱۱	نقلی صدقہ نیت کا مدار	۷۳
۱۲	وصیت تہائی مال تک جائز ہے	۷۴
۱۳	اللہ تعالیٰ اخلاص اور اعمال کو دیکھتا ہے	۷۷
۱۴	جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے	۷۸
۱۵	کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی سزا جہنم ہے	۸۰
۱۶	جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت	۸۰
۱۷	مساجد بہترین جگہیں ہیں	۸۱
۱۸	اعمال صالحہ کی نیت پر بھی ثواب ہے	۸۱
۱۹	اعمال صالحہ کے برکات کا ظہور دنیا میں	۸۳
۲۰	ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک	۸۶
۲۱	توبہ کا بیان	۸۷
۲۲	رسول اللہ ﷺ کا کثرت استغفار	۸۸
۲۳	بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی	۸۹
۲۴	مغرب سے سورج طلوع ہونے تک توبہ قبول ہوگی	۹۱
۲۵	اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب	۹۱



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۹۲	روح خلق تک پہنچنے تک توبہ قبول ہوتی ہے	۲۶
۹۳	تخلیق آسمان و زمین کے دن سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے	۲۷
۹۵	موزوں پر مسح کا مسئلہ	۲۸
۹۶	سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ بھی قبول ہوگی	۲۹
۹۸	غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کا واقعہ	۳۰
۱۱۱	ایمانی جذبہ کچی توبہ پر ابھارتا ہے	۳۱
۱۱۲	موت کی یاد حرص کا علاج ہے	۳۲
۱۱۳	مال کی حرص انسان کو غافل بنا دیتی ہے	۳۳
۱۱۴	قاتل و مقتول دونوں جنت میں داخل ہوئے	۳۴
۱۱۵	صبر کا بیان	۳۵
۱۱۶	اللہ کی زمین وسیع ہے	۳۶
۱۱۶	برائی کا بدلہ بھلائی ہے	۳۷
۱۱۷	صبر و نماز سے مدد حاصل کریں	۳۸
۱۱۷	صفائی نصف ایمان ہے	۳۹
۱۱۹	انسان کی زندگی مسلسل ایک تجارت ہے	۴۰
۱۱۹	رسول ﷺ کی سخاوت	۴۱
۱۲۰	قناعت و استغفار	۴۲
۱۲۰	مؤمن ہر حال میں فائدہ میں	۴۳
۱۲۱	ہر تکلیف کے بعد راحت	۴۴
۱۲۲	عزیز و اقارب کی موت پر صبر کرنا	۴۵
۱۲۲	معصوم بچے کا اپنی ماں کو صبر کی تلقین کرنا (اصحاب الاخدود کا واقعہ)	۴۶
۱۲۸	اصل صبر صدمہ کے وقت ہوتا ہے	۴۷
۱۲۹	بچہ کی موت پر صبر کا بدلہ جنت ہے	۴۸
۱۳۰	طاغون پر صبر کا ثواب شہید کے برابر ہے	۴۹
۱۳۰	نا بینا ہونے پر جنت کی بشارت	۵۰
۱۳۱	مرگی کی بیماری پر صبر کا اجر	۵۱



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۲	قوم کی ایذا کے باوجود ان کے لیے دعاء مغفرت	۱۳۲
۵۳	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۳۲
۵۴	مومن کی ہر تکلیف کا اجر ہے	۱۳۳
۵۵	رسول اللہ ﷺ کے بخار کی شدت	۱۳۴
۵۶	انبیاء علیہم السلام صبر و استقامت کے پہاڑ	۱۳۴
۵۷	موت کی دعاء کرنا ممنوع ہے	۱۳۵
۵۸	ہر دور میں ایمان والوں پر آزمائش ہوتی ہے	۱۳۶
۵۹	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نا انصافی کی نسبت عظیم گناہ ہے	۱۳۸
۶۰	دنوی تکالیف موجب اجر ہے	۱۴۰
۶۱	بچہ کی موت پر صبر کا واقعہ	۱۴۱
۶۲	غصہ کے وقت نفس پر قابو رکھیں	۱۴۳
۶۳	غصہ کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم	۱۴۴
۶۴	قدرت ہوتے ہوئے غصہ پینے کی فضیلت	۱۴۵
۶۵	غصہ نہ کرنے کی وصیت	۱۴۶
۶۶	مصائب کفارہ سینات ہیں	۱۴۷
۶۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ پر قابو کرنا	۱۴۸
۶۸	حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنا	۱۴۹
۶۹	جنت کی تمنا کی ممانعت	۱۵۱
۷۰	عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۵۲
۷۱	صدق کا بیان	۱۵۳
۷۲	بچ اور جھوٹ کا بدلہ	۱۵۴
۷۳	مشکوک باتوں کا ترک کرنا	۱۵۴
۷۴	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۵۵
۷۵	کفر کی حالت میں بھی سچائی اختیار کرنا	۱۵۶
۷۶	شہادت کی بھی تمنا	۱۵۷
۷۷	مالی غنیمت کا حلال ہونا امت محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے	۱۵۷



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۵۹	سچائی سے تجارت میں برکت ہوتی ہے	۷۸
۱۶۱	مراقبہ کا بیان	۷۹
۱۶۲	حدیث جبرائیل علیہ السلام	۸۰
۱۶۶	علامات قیامت	۸۱
۱۶۶	ہر حال میں خوفِ خدا دامن گیر رہنا چاہیے	۸۲
۱۶۷	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۳
۱۶۸	تقدیر پر پختہ ایمان ہونا چاہیے	۸۴
۱۷۰	ہر گناہ اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے	۸۵
۱۷۱	حرام کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے	۸۶
۱۷۱	بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ	۸۷
۱۷۳	عقلمند کون ہے؟	۸۸
۱۷۶	لا یعنی باتوں سے اجتناب کرنا ایمان کا تقاضہ ہے	۸۹
۱۷۷	تقویٰ کا بیان	۹۰
۱۷۹	تقویٰ حصولِ عزت کا سبب ہے	۹۱
۱۸۰	دنیا پر فریب ہے	۹۲
۱۸۱	رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع دعاء	۹۳
۱۸۲	قسم توڑنے میں بہتری ہو تو توڑ دینا چاہیے	۹۴
۱۸۳	حجۃ الوداع کے موقع پر اہم نصیحتیں	۹۵
۱۸۵	یقین اور توکل کا بیان	۹۶
۱۸۸	توکل کی برکت سے ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے	۹۷
۱۹۰	حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تمنا پوری ہوئی	۹۸
۱۹۰	توکل کے بارے میں ایک جامع دعاء	۹۹
۱۹۱	حبیبنا اللہ و نعم الوکیل کی فضیلت	۱۰۰
۱۹۳	نرم دل لوگ جنت میں جائیں گے	۱۰۱
۱۹۳	غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ	۱۰۲
۱۹۷	رات کو سوتے وقت پڑھنے کی ایک خاص دعاء	۱۰۳

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۹۸	سونے کا مسنون طریقہ	۱۰۳
۱۹۹	اللہ تعالیٰ کی معیت کا کامل استحضار	۱۰۵
۲۰۰	گھر سے نکلنے وقت کی دعاء	۱۰۶
۲۰۱	دوسروں کی خدمت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے	۱۰۷
۲۰۳	استقامت کا بیان	۱۰۸
۲۰۳	دین پر استقامت مراہیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے	۱۰۹
۲۰۵	دین پر مضبوطی سے جمے رہنے کا حکم ہے	۱۱۰
۲۰۷	اللہ کی عظیم مخلوقات میں غور و فکر، فنائے دنیا احوال آخرت اور دیگر امور میں تفکر نفس کی کوتاہی اور اس کی تہذیب اور اسے آمادہ استقامت کرنے کا بیان	۱۱۱
۲۰۸	آسمان و زمین کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے	۱۱۲
۲۱۰	نیک کام میں جلدی کرنا اور طالب خیر کو شوق سے اور بلا تردد نیکی پر آمادہ کرنا	۱۱۳
۲۱۱	اعمال صالحہ زیادہ سے زیادہ انجام دیئے جائیں	۱۱۴
۲۱۱	قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہوگا	۱۱۵
۲۱۲	رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کرنے کا ایک واقعہ	۱۱۶
۲۱۳	عمر و بن حمام کے دخول جنت کا شوق	۱۱۷
۲۱۳	صحت کے زمانہ میں صدقہ کرنے کا زیادہ ثواب ہے	۱۱۸
۲۱۴	حضرت ابو ذر جانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ	۱۱۹
۲۱۵	قرب نبی کا زمانہ بہتر ہے	۱۲۰
۲۱۶	فرصت و صحت میں خوب اعمال صالحہ کی پابندی کرو	۱۲۱
۲۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	۱۲۲
۲۱۹	مجاہدہ کے بیان میں	۱۲۳
۲۱۹	کوشش کرنے سے راہیں کھلتی ہیں	۱۲۴
۲۲۰	دنیا سے منہ موڑ کر ایک اللہ سے تعلق جوڑو	۱۲۵
۲۲۱	اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کے قدر دان ہیں	۱۲۶
۲۲۲	اعمال صالحہ سے بندے کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے	۱۲۷
۲۲۳	صحت و فراغت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں	۱۲۸



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۲۴	اعمال کے ذریعہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا	۱۲۹
۲۲۵	آخری عشرہ میں عبادت میں جان کھپانا	۱۳۰
۲۲۶	قوی مؤمن ضعیف سے بہتر ہے	۱۳۱
۲۲۷	جنت خلاف طبع باتوں سے مستور ہے	۱۳۲
۲۲۸	نفل نمازوں میں طویل قرأت	۱۳۳
۲۳۰	میت کے تین ساتھیوں کا ذکر	۱۳۴
۲۳۱	جنت و جہنم انسان کے قریب ہیں	۱۳۵
۲۳۱	جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت	۱۳۶
۲۳۳	کثرت سجدہ کرنے کی فضیلت	۱۳۷
۲۳۴	نیک اعمال کی توفیق کے ساتھ طویل عمر سعادت ہے	۱۳۸
۲۳۴	غزوہ احد میں ایک صحابی کے جذبہ شہادت کا واقعہ	۱۳۹
۲۳۶	اخلاص کے ساتھ تھوڑا صدقہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہے	۱۴۰
۲۳۷	بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم	۱۴۱
۲۴۱	باب الحث علی الازدیاد من الخیر فی او اخر العمر عمر کے آخری حصے میں کار خیر میں زیادتی کی ترغیب	۱۴۲
۲۴۱	ساتھ سال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تعجب خیز ہے	۱۴۳
۲۴۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرآن فہمی	۱۴۴
۲۴۴	آخری عمر میں استغفار میں کثرت کا اہتمام	۱۴۵
۲۴۶	موت اچھی حالت میں آنے کی فکر کریں	۱۴۶
۲۴۸	طرق خیر کی کثرت	۱۴۷
۲۴۹	لوگوں کی ایذا سے بچانا بھی صدقہ ہے	۱۴۸
۲۵۰	بھلائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے	۱۴۹
۲۵۱	راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ایمان کا حصہ ہے	۱۵۰
۲۵۲	تسبیحات کی پابندی کرنا	۱۵۱
۲۵۳	معمولی درجہ کی نیکی کی بھی قدر کریں	۱۵۲
۲۵۴	تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ	۱۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵۴	اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی	۲۵۵
۱۵۵	ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں	۲۵۶
۱۵۶	ایک کتے کو پانی پلانے کی برکت سے دخول جنت	۲۵۸
۱۵۷	راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی برکت	۲۵۹
۱۵۸	مسجد میں لوگوں کو ایذا دینے سے بچنا	۲۶۰
۱۵۹	وضو کی برکت سے گناہوں کی مغفرت	۲۶۱
۱۶۰	پانچ وقت نمازیں اور جمعہ کفارہ سینات کا ذریعہ ہیں	۲۶۲
۱۶۱	فجر و عصر کی نماز کی پابندی	۲۶۳
۱۶۲	بیماری کے زمانہ میں صحت کے زمانہ کے اعمال کا ثواب	۲۶۸
۱۶۳	درخت لگانے کا اجر و ثواب	۲۶۶
۱۶۴	مسجد کی طرف جاتے ہوئے ہر قدم پر ثواب	۲۶۷
۱۶۵	تیز گرمی میں مسجد آنے کی فضیلت	۲۶۸
۱۶۶	کسی کو دودھ والی بکری عاریت میں دینا	۲۶۹
۱۶۷	اللہ جل شانہ سے ہم کلامی	۲۷۰
۱۶۸	اللہ جل شانہ کی نعمت استعمال کر کے شکر بجالائے	۲۷۱
۱۶۹	ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے	۲۷۲
۱۷۰	اطاعت میں میانہ روی	۲۷۳
۱۷۱	تین صحابہ کا اہم واقعہ	۲۷۷
۱۷۲	دین میں غلو و تشدد کی ممانعت	۲۷۸
۱۷۳	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے آپ کو رسی سے باندھنے کا واقعہ	۲۸۰
۱۷۴	نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز نہ پڑھے	۲۸۰
۱۷۵	خطبہ و نماز میں اعتدال	۲۸۱
۱۷۶	مہمان نوازی مہمان کا حق ہے	۲۸۲
۱۷۷	حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۲۸۷
۱۷۸	نذر صرف ایسی عبادت کی ہوتی ہے جو شرعاً مقصود و مطلوب ہو	۲۸۹
۱۷۹	محافظت اعمال	۲۹۰



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۹۲	جس عبادت کا معمول ہے اس کو چھوڑ دینا برا ہے	۱۸۰
۲۹۳	رسول اللہ ﷺ کا تہجد کی قضاء کرنا	۱۸۱
۲۹۴	فی الأمر بالمحافظۃ علی السنۃ وأدابہا سنت و آداب سنت کی محافظت کے بیان میں	۱۸۲
۲۹۸	رسول اللہ ﷺ سے بے جا سوالات کی ممانعت	۱۸۳
۲۹۹	اطاعتِ امیر کی تاکید	۱۸۴
۳۰۰	اطاعتِ رسول اللہ ﷺ دخولِ جنت کا سبب ہے	۱۸۵
۳۰۱	الٹے ہاتھ سے کھانا تکبیر کی علامت ہے	۱۸۶
۳۰۱	نماز کی صفیں سیدھی رکھنے کا حکم	۱۸۷
۳۰۲	سونے سے قبل آگ بجھانے کا حکم	۱۸۸
۳۰۳	دین کو قبول کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں	۱۸۹
۳۰۵	امت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی رسول اللہ ﷺ کی انتھک کوشش	۱۹۰
۳۰۶	کھانے سے فراغت کے بعد برتن اور انگلیوں کو چاٹنے کا حکم	۱۹۱
۳۰۷	حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقمہ اٹھا کر کھانے کا واقعہ	۱۹۲
۳۰۷	بدعتی قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے قرب سے محروم ہوں گے	۱۹۳
۳۰۸	سنتِ رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا واقعہ	۱۹۴
۳۱۰	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرِ اسود کو خطاب	۱۹۵
۳۱۱	فِي وَجُوبِ الْإِنْقِيَادِ لِحُكْمِ اللَّهِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ دَعَى إِلَى ذَلِكَ وَأَمْرٍ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ اللہ کے حکم کی اطاعت واجب ہے، اور جسے اس اطاعت کے لئے بلایا جائے اور جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے وہ کیا کہے	۱۹۶
۳۱۲	اللہ اور رسول کا حکم سن کر سب دطاعت اختیار کرنا	۱۹۷
۳۱۵	فی النہی عن البدع ومحدثات الأمور، بدعت اور نئی باتوں کی ایجاد کی ممانعت	۱۹۸
۳۱۶	ہر بدعت مردود ہے	۱۹۹
۳۱۷	بہترین کتاب، کتاب اللہ ہے	۲۰۰
۳۱۹	فیمن سنّ سنة حسنة أو سيئة اچھا یا برا طریقہ قائم کرنے والا	۲۰۱

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۱۹	صدقہ خیرات کی ترغیب	۲۰۲
۳۲۲	قتل ناحق کے گناہ میں قاتیل کا بھی حصہ ہوتا ہے	۲۰۳
۳۲۳	باب فی الدلالة علی خیر والدعاء إلی هدی أو ضلالة بھلائی کی طرف راہنمائی اور ہدایت یا ضلالت کی طرف بلانا	۲۰۴
۳۲۴	نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے	۲۰۵
۳۲۶	دعوت و نصیحت سے کوئی ایک آدمی راہِ راست پر آجائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے	۲۰۶
۳۲۸	جو بیماری کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکے اس کو بھی اجر ملتا ہے	۲۰۷
۳۲۹	فی التعاون علی البر والتقویٰ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون	۲۰۸
۳۳۰	مجاہدین کو سامان فراہم کرنے والے کا اجر	۲۰۹
۳۳۱	مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کرنے والا اجر میں برابر کا شریک ہوگا	۲۱۰
۳۳۱	نابالغ بچے کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا	۲۱۱
۳۳۲	دوسرے کا صدقہ امانت داری کے ساتھ آگے پہنچانے والے کو برابر ثواب ملے گا	۲۱۲
۳۳۲	باب فی النصیحة نصیحت	۲۱۳
۳۳۵	دین خیر خواہی کا نام ہے	۲۱۴
۳۳۶	ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت	۲۱۵
۳۳۷	جو بات اپنے لیے پسند ہو اپنے بھائی کے لیے بھی اسی کو پسند کرو	۲۱۶
۳۳۸	فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۲۱۷
۳۳۲	ایمان کا ادنیٰ درجہ برائی کو دل سے برا سمجھے	۲۱۸
۳۳۲	منکرات سے روکنے کے تین درجات ہیں	۲۱۹
۳۳۳	منکرات کو کم از کم دل سے برا سمجھنا ضروری ہے	۲۲۰
۳۳۵	ہر موقع پر حق بات کہے اس میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرے	۲۲۱
۳۳۶	حکام کے خلاف شرع امور پر نکیہ کرنا ضروری ہے	۲۲۲
۳۳۷	اعلانِ گناہ کا ہونا یہ امت کی ہلاکت ہے	۲۲۳
۳۳۸	راستے میں بیٹھنے والے راستے کا حق ادا کریں	۲۲۴



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۴۹	مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے	۲۲۵
۳۵۰	رعایا پر ظلم کرنے والے بدترین حکمران ہیں	۲۲۶
۳۵۰	امت برائی سے روکنا چھوڑ دے گی تو ان کی دعا قبول نہ ہوگی	۲۲۷
۳۵۱	حاکم کے سامنے حق کہنا یہ بھی جہاد ہے	۲۲۸
۳۵۲	بھلائی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا باعثِ رحمت ہے	۲۲۹
۳۵۳	ظالم کو ظلم سے نہ روکنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے	۲۳۰
۳۵۶	تغلیظ عقوبۃ من أمر بالمعروف و نہی عن منکر و خالف قوله فعله امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، قول و فعل کا تضاد اور اس کی سزا	۲۳۱
۳۵۷	بے عمل و اعظ کی سزا	۲۳۲
۳۵۹	باب الامر باداء الأمانة امانت ادا کرنے کا حکم	۲۳۳
۳۶۰	منافق کی علامتیں	۲۳۴
۳۶۰	امانت داری کا ختم ہونا علاماتِ قیامت ہے	۲۳۵
۳۶۲	رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا	۲۳۶
۳۶۳	میت کے مال میں سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا	۲۳۷
۳۶۹	باب تحريم الظلم والأمر برد المظالم ظلم کی تحریم اور ردِ مظالم	۲۳۸
۳۶۹	ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی شکل میں ہوگا	۲۳۹
۳۷۰	سینگ والی بکری سے بھی ظلم کا بدلہ لیا جائے گا	۲۴۰
۳۷۰	دجال کی نشانیاں	۲۴۱
۳۷۲	ناحق زمین دبانے والے کی سزا	۲۴۲
۳۷۲	اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے	۲۴۳
۳۷۳	مظلوم کی بددعاء سے بچو	۲۴۴
۳۷۴	چندہ وصول کرنے والوں کے لیے ایک تنبیہ	۲۴۵
۳۷۵	دنیا ہی میں حقوق والوں کے حقوق ادا کر دیے جائیں	۲۴۶
۳۷۶	مسلمانوں کو ہاتھ و زبان کی ایذا سے محفوظ رکھیں	۲۴۷

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۷۷	مال غنیمت میں چوری کی وجہ سے جہنم رسید ہوا	۲۳۸
۳۷۸	مسلمانوں کی جان و مال و عزت محترم ہیں	۲۳۹
۳۸۰	جھوٹی قسم کے ذریعہ دوسرے کا مال دبانے والا جہنم میں داخل ہوگا	۲۵۰
۳۸۰	مال غنیمت میں خیانت بڑا گناہ ہے	۲۵۱
۳۸۱	شہید سے حقوق العباد معاف نہیں	۲۵۲
۳۸۳	حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والا مفلس ہے	۲۵۳
۳۸۳	باطل و غوی کے ذریعہ مال غصب کرنا جہنم کی آگ کو قبول کرنا ہے	۲۵۴
۳۸۵	ناحق خون بہانے سے دینی کشادگی ختم ہو جاتی ہے	۲۵۵
۳۸۵	ناحق مال کھانے پر جہنم کی وعید	۲۵۶
۳۸۷	باب تعظیم حرمت المسلمین و بیان حقوقہم والشفقة علیہم ورحمتہم مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت و رحمت	۲۵۷
۳۸۸	مومن ایک دوسرے کے لیے مضبوطی اور قوت کا ذریعہ ہیں	۲۵۸
۳۸۹	اسلحہ لے کر چلتے ہوئے احتیاط سے کام لے کر ناک حق دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے	۲۵۹
۳۸۵	تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں	۲۶۰
۳۹۰	شفقت سے اپنی اولاد کا بوسہ لینا	۲۶۱
۳۹۱	اولاد کو پیار کرنا	۲۶۲
۳۹۲	جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا	۲۶۳
۳۹۲	امام معذوروں کا خیال کر کے ہلکی نماز پڑھائے	۲۶۴
۳۹۳	امت پر رحم کھاتے ہوئے عمل چھوڑ دیتے تھے	۲۶۵
۳۹۳	امت کے لیے صوم وصال ممنوع ہے	۲۶۶
۳۹۵	بچوں کے رونے کی وجہ سے آپ کا نماز کو مختصر کرنا	۲۶۷
۳۹۵	فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے	۲۶۸
۳۹۶	جو مسلمان کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے	۲۶۹
۳۹۷	کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے	۲۷۰
۳۹۸	مسلمان کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا حرام ہے	۲۷۱



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۹۹	جو اپنے لیے پسند کرے اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے	۲۷۲
۴۰۰	ظالم کو ظلم سے باز رکھ کر اس کی مدد کرو	۲۷۳
۴۰۰	ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں	۲۷۴
۴۰۱	سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت	۲۷۵
۴۰۳	ستر عورات المسلمین والنہی عن إشاعتها لغير ضرورة مسلمانوں کی پردہ پوشی اور ان کے عیوب کی تشہیر کی ممانعت	۲۷۶
۴۰۳	مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم	۲۷۷
۴۰۴	گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے	۲۷۸
۴۰۴	باندی بار بار زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو	۲۷۹
۴۰۵	شراب پینے والے کی سزا	۲۸۰
۴۰۷	باب فی قضاء حوائج المسلمین مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کا بیان	۲۸۱
۴۰۷	اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے فضائل	۲۸۲
۴۰۸	جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں	۲۸۳
۴۱۰	باب الشفاعة شفاعت کا بیان	۲۸۴
۴۱۱	حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی سفارش	۲۸۵
۴۱۲	باب الاصلاح بین الناس لوگوں کے درمیان مصالحت	۲۸۶
۴۱۳	جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ لازم ہوتا ہے	۲۸۷
۴۱۳	تین مواقع میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے	۲۸۸
۴۱۵	حق کا کچھ حصہ ساقط کرنے کی سفارش	۲۸۹
۴۱۶	امام کو فتح دینے کے لیے سبحان اللہ کہنا	۲۹۰
۴۱۹	فضل ضعفة المسلمین والفقراء والخاملین ضعیف اور گناہ مسلمانوں کی فضیلت	۲۹۱
۴۱۹	جنتی اور جہنمیوں کی پہچان	۲۹۲
۴۲۰	گناہم آدمی شہرت یافتہ سے بہتر	۲۹۳

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۲۱	جنت و جہنم کی بحث و تکرار	۲۹۳
۲۲۲	قیامت کے روز اعمال سے وزن ہوگا	۲۹۵
۲۲۲	مسجدوں میں جھار دینے والے کا مرتبہ	۲۹۶
۲۲۳	بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتے ہیں	۲۹۷
۲۲۳	جنت میں داخل ہونے والے عام افراد	۲۹۸
۲۲۵	جرح رحمہ اللہ کا عبرت ناک واقعہ	۲۹۹
	ملاطفۃ الیتیم و البنات و سائر الضعفاء و المساکین و المنکسرین و الإحسان إلیہم و الشفقة علیہم و التواضع معہم و خفض الجناح لہم یتیم بچوں، لڑکیوں اور تمام کمزوروں، مساکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی، شفقت، احسان اور تواضع سے پیش آنا	۳۰۰
۲۲۹	فقراء مسلمین کی اللہ کے ہاں قدر	۳۰۱
۲۳۰	رسول اللہ ﷺ فقراء مسلمین کی حمایت	۳۰۲
۲۳۲	یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ	۳۰۳
۲۳۳	حقیقی مسکین جو اپنے کو سوال سے بچار کھے	۳۰۴
۲۳۳	براویمہ جس میں فقراء کو شریک نہ کیا جائے	۳۰۵
۲۳۵	بچیوں کی پرورش کی فضیلت	۳۰۶
۲۳۷	لڑکیاں قیامت کے دن آگ سے حجاب بن جائیں گی	۳۰۷
۲۳۷	کمزور اور یتیموں کا حق	۳۰۸
۲۳۸	ضعفاء کی برکت سے رزق ملنا	۳۰۹
۲۳۹	مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو	۳۱۰
	باب الوصیۃ بالنساء عورتوں کو وصیت	۳۱۱
۲۴۱	عورتوں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم	۳۱۲
۲۴۲	عورتوں کی اچھی خصلتوں کو دیکھیں	۳۱۳
۲۴۲	عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو	۳۱۴
۲۴۶	بیوی کے حقوق	۳۱۵



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱۶	بیوی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا	۴۴۷
۳۱۷	عورتوں کو بلاوجہ مارنے کی ممانعت	۴۴۷
۳۱۸	حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ عورتوں پر مردوں کے حقوق	۴۵۰
۳۱۹	خاوند کو ناراض کرنے والی پرفرشتوں کی لعنت	۴۵۱
۳۲۰	شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ کی ممانعت	۴۵۲
۳۲۱	اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے	۴۵۳
۳۲۲	شوہر کو راضی کرنے والی جنت میں جائے گی	۴۵۳
۳۲۳	حوروں کی ناراضگی	۴۵۵
۳۲۴	عورتیں فتنہ ہیں	۴۵۵
۳۲۵	النَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان	۴۵۷
۳۲۶	اہل و عیال کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے	۴۵۸
۳۲۷	افضل ترین صدقہ	۴۵۸
۳۲۸	اپنی اولاد پر خرچ کرنے پر بھی اجر ملتا ہے	۴۵۹
۳۲۹	صرف رضاء الہی کے لیے خرچ کرنا باعث اجر ہے	۴۶۰
۳۳۰	اہل و عیال پر خرچ کرتے ہوئے بھی ثواب کی نیت کرے	۴۶۱
۳۳۱	ماتحت افراد کے حقوق ضائع کرنا گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے	۴۶۱
۳۳۲	مال خرچ کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں	۴۶۲
۳۳۳	دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے	۴۶۳
۳۳۴	الْإِنْفَاقُ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنْ الْحَيِّدِ محبوب اور عمدہ شے کو اللہ کے راستے میں دینا	۴۶۴
۳۳۵	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا باغ وقف کرنا	۴۶۵
۳۳۶	وَجُوبُ أَمْرِ أَهْلِهِ وَأَوْلَادِ الْمُتَمَيِّزِينَ وَسَائِرِ مَنْ فِي رِعْيَتِهِ بِطَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيبِهِمْ وَمَنْعُهُمْ عَنْ إِرْتِكَابِ مَنْهَى عَنْهُ اہل خانہ کو متمیز بچوں کو اور متعلقین کو اللہ کی اطاعت کا حکم دینا اور اس کی مخالفت سے روکنا، تادیب کرنا اور انہیں منہیات سے باز رکھنا اور اس کا وجوب	۴۶۷

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۴۶۷	سادات کے لیے زکوٰۃ حرام ہے	۳۳۷
۴۶۸	کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا	۳۳۸
۴۷۰	ہر شخص سے اپنے ماتحت افراد کی دینی تربیت کے بارے میں سوال ہوگا	۳۳۹
۴۷۱	سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو	۳۴۰
۴۷۱	بچوں کو نماز سکھلاؤ	۳۴۱
۴۷۳	حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک	۳۴۲
۴۷۴	جبریل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی مسلسل تاکید کرتے تھے	۳۴۳
۴۷۴	پڑوسی کو ہدیہ دینے کی خاطر شور بہ بڑھانا	۳۴۴
۴۷۵	ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے	۳۴۵
۴۷۶	پڑوسی کو ہدیہ دیا کریں اگرچہ معمولی چیز ہو	۳۴۶
۴۷۷	پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے	۳۴۷
۴۷۷	مہمانوں کا اکرام کریں	۳۴۸
۴۷۸	اچھی بات کرے یا خاموشی اختیار کرے	۳۴۹
۴۷۹	جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو وہ ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے	۳۵۰
۴۷۹	بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی	۳۵۱
۴۸۱	بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةُ الْأَرْحَامِ برا والہ دین اور صلہ رحمی	۳۵۲
۴۸۲	سب سے محبوب عمل	۳۵۳
۴۸۳	باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بہترین طریقہ	۳۵۴
۴۸۵	مومن کو صلہ رحمی کرنا چاہیے	۳۵۵
۴۸۵	جو صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے	۳۵۶
۴۸۷	احسان کرنے کا سب سے زیادہ حق دار والدہ ہے	۳۵۷
۴۸۸	والدین بڑھاپے میں حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں	۳۵۸
۴۸۸	جو قطع رحمی کرے اس سے بھی صلہ رحمی کیا جائے	۳۵۹
۴۸۹	صلہ رحمی کے دو نقد فائدے	۳۶۰



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۴۹۰	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ وقف کرنے کا واقعہ	۳۶۱
۴۹۱	والدین کی خدمت جہاد سے افضل ہے	۳۶۲
۴۹۲	صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کی جائے	۳۶۳
۴۹۳	صلہ رحمی کرنے والے کے لیے	۳۶۴
۴۹۴	صدقہ رشتہ داروں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے	۳۶۵
۴۹۵	مشرک والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے	۳۶۶
۴۹۶	کیا بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟	۳۶۷
۴۹۷	ہر قل کے دربار میں ابوسفیان کی تقریر	۳۶۸
۴۹۸	آپ ﷺ کی پیشین گوئی	۳۶۹
۴۹۹	اہل قرابت کو جہنم کی آگ سے ڈرانا	۳۷۰
۵۰۰	مؤمنین کے دوست اللہ اور نیک لوگ ہیں	۳۷۱
۵۰۱	جنت کے قریب کرنے والے اعمال	۳۷۲
۵۰۱	اقطار بھجور سے کرنا سنت ہے	۳۷۳
۵۰۲	کیا والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا چاہیے؟	۳۷۴
۵۰۳	والد جنت کا بہترین دروازہ ہے	۳۷۵
۵۰۴	خالہ کا احترام والدہ کی طرح ہے	۳۷۶
۵۰۶	تَجْرِيمُ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت	۳۷۷
۵۰۷	والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے	۳۷۸
۵۰۸	جھوٹی قسم کھانا بھی کبیرہ گناہ ہے	۳۷۹
۵۰۹	والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے	۳۸۰
۵۱۰	قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم ہوگا	۳۸۱
۵۱۱	اللہ تعالیٰ نے ان چھ چیزوں کو حرام کیا ہے	۳۸۲
۵۱۳	فَضْلُ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِّ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُنْدَبُ اِكْرَامُهُ والد، والدہ، رشتہ دار، بیوی اور وہ تمام لوگ جن کا اکرام مستحب ہے، ان کے احباب کے ساتھ حسن سلوک	۳۸۳

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۱۳	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کا واقعہ	۳۸۴
۵۱۵	والدین کی وفات کے بعد ان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے	۳۸۵
۵۱۶	حضرت اُسید بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۸۶
۵۱۶	رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک	۳۸۷
۵۱۸	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت	۳۸۸
۵۱۹	اِکْرَامُ اَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيَانُ فَضْلِهِمْ اہل بیت رسول ﷺ کا اکرام اور ان کے فضائل	۳۸۹
۵۱۹	کتاب اللہ اور اہل بیت رسول ﷺ دونوں کا احترام ضروری ہے	۳۹۰
۵۲۱	اہل بیت کی تکریم و تعظیم کا حکم	۳۹۱
۵۲۳	تَوْقِيرُ الْعُلَمَاءِ وَالْكَبَارِ وَاهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيمُهُمْ عَلَى غَيْرِهِمْ وَرَفْعُ مَجَالِسِهِمْ وَإِظْهَارُ مَرْتَبَتِهِمْ علماء کبار اور اہل فضل کی توقیر ان کو دوسروں پر مقدم رکھنا انکی مجلس کی قدر اور ان کے مرتبہ کا اظہار	۳۹۲
۵۲۳	امامت کی شرائط	۳۹۳
۵۲۳	علماء اور نماز کے مسائل سے واقف لوگوں کو امام کے قریب کھڑا ہونا چاہیے	۳۹۴
۵۲۶	مجلس میں گفتگو کرنے کا حق بڑے کو ہے	۳۹۵
۵۲۸	ہر معاملہ میں بڑے کا حق مقدم ہے	۳۹۶
۵۳۰	لوگوں سے ان کے مرتبہ اور حیثیت کے موافق معاملہ کرو	۳۹۷
۵۳۱	مجلس شوری کے ارکان اہل علم و تقویٰ ہوں	۳۹۸
۵۲۳	بڑے عالم کو ہی مسائل بیان کرنا چاہئیں	۳۹۹
۵۳۳	جو بوڑھے کی عزت کرے گا اس کی عزت کی جائے گی	۴۰۰
۵۳۳	زِيَارَةُ اَهْلِ الْخَيْرِ وَ مُجَالَسَتُهُمْ وَصُحْبَتُهُمْ وَمَحَبَّتُهُمْ وَطَلَبُ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءُ مِنْهُمْ وَزِيَارَةُ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ زیارت اہل خیر ان کے ساتھ مجالست ان کی صحبت اور ان سے محبت ان سے ملاقات کر کے درخواست دعاء اور متبرک مقامات کی زیارت	۴۰۱
۵۳۵	حضراتِ شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لیے جانا	۴۰۲
۵۳۶	حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات	۴۰۳



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۳۷	اللہ والوں سے محبت کرنے کا صلہ	۴۰۴
۵۳۷	مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے کی فضیلت	۴۰۵
۵۳۸	نیک لوگوں کی مجلس کی مثال مشک کی طرح ہے	۴۰۶
۵۳۹	نکاح کے لیے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم	۴۰۷
۵۴۰	حضرت جبریل علیہ السلام کی زیارت	۴۰۸
۵۴۱	مومن سے دوستی رکھو اور کھانا متقی کو کھلاؤ	۴۰۹
۵۴۱	دوستی دیکھ کر نیک لوگوں سے رکھے	۴۱۰
۵۴۲	آدمی کا حشر دوست کے ساتھ ہوگا	۴۱۱
۵۴۳	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ذریعہ نجات ہے	۴۱۲
۵۴۴	نیک لوگوں سے محبت کی وجہ سے جنت میں ان کی معیت نصیب ہوگی	۴۱۳
۵۴۴	لوگ معادن کی طرح ہیں	۴۱۴
۵۴۶	حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کا تذکرہ	۴۱۵
۵۴۸	رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاؤں کی درخواست	۴۱۶
۵۴۹	مسجدِ قبا کی فضیلت	۴۱۷
۵۵۱	فَضْلُ الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْحَبِّ عَلَيْهِ وَأَعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّهُ، أَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُولُ لَهُ، إِذَا أَعْلَمَهُ	۴۱۸
۵۵۱	اللہ کے لئے محبت اور اس کی فضیلت جس شخص سے محبت ہو اسے بتا دینا اور اس کا جواب	۴۱۹
۵۵۲	تین خصلتوں سے حلاوتِ ایمان نصیب ہوتی ہے	۴۲۰
۵۵۳	عرش کے سایہ کی جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا تذکرہ	۴۲۱
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا اجر	۴۲۲
۵۵۵	سلام کی اشاعت دخولِ جنت کا سبب ہے	۴۲۳
۵۵۶	اللہ تعالیٰ کی خاطر مسلمان بھائی کی زیارت کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعاء	۴۲۴
۵۵۶	انصار صحابہ سے محبت ایمان کی علامت	۴۲۵
۵۵۷	اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے مہر پر ہوں گے	۴۲۶
۵۵۷	اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوگئی	۴۲۷

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۵۹	جنس مؤمن سے محبت ہوا سے خبر کر دو	۴۲۷
۵۵۹	رسول اللہ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت کی اطلاع دینا	۴۲۸
۵۶۰	محبت کی اطلاع دینے والے کے حق میں دعاء	۴۲۹
۵۶۱	علامات حب اللہ تعالیٰ العبد و الحث علی التخلق بہا و السعی فی تحصیلہا اللہ سبحانہ کی اپنے بندے سے محبت کی علامات محبت والے اعمال کو اختیار کرنا اور ان کے حصول کی سعی کرنا	۴۳۰
۵۶۲	اللہ تعالیٰ اپنے والی کی مدد فرماتے ہیں	۴۳۱
۵۶۳	نیک آدمی کی قبولیت آسمان سے زمین پر اتار دی جاتی ہے	۴۳۲
۵۶۳	سورۃ اخلاص سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوئی	۴۳۳
۵۶۵	التَّحْذِيرُ مِنْ اِيْذَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالضَّعْفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ نیک لوگوں، کمزوروں اور مساکین کو ایذا پہنچانے پر تحذیر	۴۳۴
۵۶۶	فجر کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آ جاتا ہے	۴۳۵
۵۶۸	اَجْرَاءُ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَ سَرَائِرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی اجراء احکام کا تعلق ظاہر سے ہے اور باطنی احوال اللہ کے سپرد ہیں	۴۳۶
۵۶۸	غلبہ دین تک قتال جاری رکھنے کا حکم	۴۳۷
۵۶۹	ایمان قبول کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہے	۴۳۸
۵۶۹	میدان جنگ میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان سمجھا جائے گا	۴۳۹
۵۷۰	حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص واقعہ	۴۴۰
۵۷۲	کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے	۴۴۱
۵۷۳	ایمان و کفر کا فیصلہ ظاہری اعمال پر ہے	۴۴۲
۵۷۴	بَابُ الْخَوْفِ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان	۴۴۳
۵۷۷	انسان کو عمل کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے	۴۴۴
۵۷۸	جہنم کی ستر ہزار لگا میں ہوں گی ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ لائیں گے	۴۴۵



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۷۹	سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا	۴۴۶
۵۷۹	بعض کو آگ گردن تک پکڑے گی	۴۴۷
۵۸۰	قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے	۴۴۸
۵۸۱	رسول اللہ ﷺ کو جنت و جہنم کے حالات دکھائے گئے	۴۴۹
۵۸۲	قیامت کے دن آدمی کا پسینہ لگام کی طرح ہوگا	۴۵۰
۵۸۳	قیامت میں آدمی کا پسینہ زمین میں بھی ستر ہاتھ سرایت کرے گا	۴۵۱
۵۸۴	جہنم کی گہرائی کی حالت	۴۵۲
۵۸۵	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ختم ہو جائے گا	۴۵۳
۵۸۵	فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چرچراتا ہے	۴۵۴
۵۸۷	قیامت کے دن ہر آدمی سے یہ سوالات ہوں گے	۴۵۵
۵۸۷	قیامت کے دن زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال کی گواہی دے گی	۴۵۶
۵۸۸	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوف	۴۵۷
۵۸۹	اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے	۴۵۸
۵۹۰	قیامت کے دن لوگ ننگے، بغیر ختنے کے اٹھائے جائیں گے	۴۵۹
۵۹۲	بَابُ الرَّجَاءِ رجاء کا بیان	۴۶۰
۵۹۳	جس کی موت تو حید و رسالت کے اقرار پر آجائے وہ جنت کا مستحق ہے	۴۶۱
۵۹۴	برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا	۴۶۲
۵۹۵	شرک سے بچنے والے کے لیے جنت ہے	۴۶۳
۵۹۶	صدق دل سے توحید کے اقرار کرنے والے پر جہنم حرام ہے	۴۶۴
۵۹۷	غزوہ تبوک میں معجزہ نبوی کا ظہور	۴۶۵
۵۹۸	جو اخلاص کے ساتھ ”لا الہ الا اللہ“ کہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہے	۴۶۶
۶۰۰	اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت کی ایک مثال	۴۶۷
۶۰۲	میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی	۴۶۸
۶۰۲	اللہ تعالیٰ کی سورتوں میں سے ایک زمین پر اتاری گئی ہے	۴۶۹

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶۰۴	توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں	۴۷۰
۶۰۵	گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے	۴۷۱
۶۰۶	لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری	۴۷۲
۶۰۷	حضرت انبیاء علیہم السلام کی اپنی اپنی امتوں کے حق میں دعاء	۴۷۳
۶۰۸	حق اللہ اور حق العبد کی تفصیل	۴۷۴
۶۰۹	مؤمن کی قبر میں شہادتین کا اقرار	۴۷۵
۶۱۰	کافر کے نیک کاموں کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے	۴۷۶
۶۱۰	پانچوں نمازوں کی مثال	۴۷۷
۶۱۱	جس خوش نصیب کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں	۴۷۸
۶۱۲	جنت میں سب سے زیادہ تعداد امت محمدیہ علیہم السلام کی ہوگی	۴۷۹
۶۱۳	یہود و نصاریٰ کی جنت کے حصے مسلمانوں کو ملیں گے	۴۸۰
۶۱۴	دنیا میں پردہ پوشی آخرت میں مغفرت	۴۸۱
۶۱۵	نماز کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں	۴۸۲
۶۱۶	نماز سے صغیرہ گناہ خود معاف ہو جاتے ہیں	۴۸۳
۶۱۷	کھانے پینے کے بعد حمد سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں	۴۸۴
۶۱۸	اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ لوگ توبہ کریں	۴۸۵
۶۱۸	حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ	۴۸۶
۶۲۲	نبی کا انتقال پہلے ہونا قوم کے لیے خوشخبری ہے	۴۸۷
۶۲۳	بَابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ رجاء کی فضیلت	۴۸۸
۶۲۴	اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں	۴۸۹
۶۲۵	اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم	۴۹۰
۶۲۶	گناہ کی مقدار جتنی بھی ہوگی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں	۴۹۱
۶۲۸	الْجَمْعُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ خوف اور رجاء دونوں کو جمع رکھنے کا بیان	۴۹۲

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶۳۰	کافر کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا علم ہو جائے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو	۴۹۳
۶۳۰	نیک صالح شخص کا جنازہ کہتا ہے جلدی پہنچاؤ	۴۹۴
۶۳۱	جنت کا قرب	۴۹۵
۶۳۳	فضل البکاء من خشية الله تعالى و شوقاً اليه گریہ از خشیت الہی اور شوق لقاء باری	۴۹۶
۶۳۴	رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا	۴۹۷
۶۳۵	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خشیت الہی سے گریہ طاری ہونا	۴۹۸
۶۳۶	جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار جمع نہیں ہو سکتے	۴۹۹
۶۳۶	تہائی میں اللہ کو یاد کر کے آنسو بہانا	۵۰۰
۶۳۷	رسول اللہ ﷺ کی خوف خدا کی کیفیت	۵۰۱
۶۳۸	حضرت ابی بن کعب کو سورۃ بینہ سنانا	۵۰۲
۶۳۹	اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یحییٰ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زلزلے کا واقعہ	۵۰۳
۶۳۹	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے امام مقرر فرمایا	۵۰۴
۶۴۰	حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کفن کا ناکافی ہونا	۵۰۵
۶۴۱	دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں	۵۰۶
۶۴۳	فضل الزهد فی الدنیا والحث علی التقلل منها و فضل الفقر زہد فی الدنیا کی فضیلت اس میں کمی کی ہدایت اور فقر کی فضیلت	۵۰۷
۶۴۳	دنیاوی زندگی کی مثال	۵۰۸
۶۴۴	دنوی زندگی محض ایک کھیل کود ہے	۵۰۹
۶۴۵	لوگوں کے شہوات اور عورتوں کی محبت محبوب بنادی گئی	۵۱۰
۶۴۶	مال و دولت کی بہتات نے غافل بنادیا	۵۱۱
۶۴۷	دنیا کی کشمکش میں ہلاکت کا خوف	۵۱۲
۶۴۸	مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث ہے	۵۱۳
۶۴۹	دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچو	۵۱۴
۶۵۰	میت کے تین ساتھی	۵۱۵
۶۵۱	جہنم میں غوطہ لگانے کے بعد آدمی دنیا کے ناز و نعمت کو بھول جائے گا	۵۱۶
۶۵۲	دنیا کی قدر و قیمت	۵۱۷



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶۵۲	آپ ﷺ کا مردہ بکری کے بچہ کے پاس سے گزر رہا	۵۱۸
۶۵۳	احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو صدقہ کردوں	۵۱۹
۶۵۴	بقدر دین مال کے عولاء کا صدقہ	۵۲۰
۶۵۵	دنیا میں اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو دیکھنا چاہیے	۵۲۱
۶۵۶	درہم و دنیا کے غلام کے لیے بددعاء	۵۲۲
۶۵۷	اصحاب صفہ کے فقر کی حالت	۵۲۳
۶۵۷	مؤمن کی دنیوی زندگی ایک قید خانہ ہے	۵۲۴
۶۵۸	دنیا میں مسافروں کی طرح رہو	۵۲۵
۶۵۹	محبوب بننے کے نسخے	۵۲۶
۶۶۰	آپ ﷺ کی بھوک کی کیفیت	۵۲۷
۶۶۰	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت	۵۲۸
۶۶۱	رسول اللہ ﷺ کا ترکہ	۵۲۹
۶۶۲	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر	۵۳۰
۶۶۳	دنیا کی قدر و منزلت چھڑ کے پر کے برابر بھی نہیں	۵۳۱
۷۷۴	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب معلون ہے	۵۳۲
۶۶۵	جانید اور دنیا سے دنیا میں رغبت ہوتی ہے	۵۳۳
۶۶۵	دنیاوی زندگی کی مدت بہت قلیل ہے	۵۳۴
۶۶۶	امت محمدیہ ﷺ کا فتنہ مال ہے	۵۳۵
۶۶۷	ابن آدم کا حق دنیا میں کیا ہے؟	۵۳۶
۶۶۸	انسان مال سے کتنا استفادہ کرتا ہے؟	۵۳۷
۶۶۹	رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے فقر کے لیے تیار رہیں	۵۳۸
۶۷۰	حرص کی مثال بھوکے بھیڑیے کی طرح ہے	۵۳۹
۶۷۰	آپ ﷺ کا چٹائی پر سونا	۵۴۰
۶۷۱	فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے	۵۴۱
۶۷۲	جنت میں اکثر فقراء کو دیکھا گیا	۵۴۲
۶۷۳	اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی باطل ہے	۵۴۳

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶۷۴	فَضْلُ الْجُوعِ وَخَشَوَةِ الْعَيْشِ وَالْإِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيلِ مِنَ الْمَا كُولِ وَالْمَشْرُوبِ وَالْمَلْبُوسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حَظْوِظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ بھوک جفاکشی اور اکل و شراب اور لباس میں کم سے کم پر اقتصار اور حظ نفس اور ترک خواہشات کی فضیلت	۵۴۴
۶۷۴	بعد میں آنے والوں نے نماز ضائع کی خواہشات کے پیروکار رہے	۵۴۵
۶۷۴	قارون کی دولت	۵۴۶
۶۷۶	آپ ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دودن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا	۵۴۷
۶۷۷	دودن مہینے آپ ﷺ کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا	۵۴۸
۶۷۸	جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی	۵۴۹
۶۷۹	آپ ﷺ نے میز پر رکھ کر کبھی کھانا نہیں کھایا	۵۵۰
۶۷۹	ردی کھجور سے بھی پیٹ نہیں بھرا	۵۵۱
۶۸۰	آپ ﷺ نے زندگی بھر چھلنی نہیں دیکھی	۵۵۲
۶۸۱	آپ ﷺ حضرات شیخین کو لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے	۵۵۳
۶۸۳	دنیا منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے	۵۵۴
۶۸۵	جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت فرمایا	۵۵۵
۶۸۵	حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا	۵۵۶
۶۸۶	یا اللہ بقدر ضرورت روزی عطا فرما	۵۵۷
۶۸۷	رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ	۵۵۸
۶۹۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو جانا	۵۵۹
۶۹۱	رسول اللہ ﷺ کے انتقال ان کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی	۵۶۰
۶۹۲	اصحاب صفہ کی ناداری	۵۶۱
۶۹۳	آپ ﷺ کا بچھونا	۵۶۲
۶۹۳	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقر کی حالت	۵۶۳
۶۹۳	سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے	۵۶۴
۶۹۶	بقدر ضرورت مال اپنے پاس رکھنا جائز ہے	۵۶۵
۶۹۶	صحت اور ایک دن کی غذا مل جائے	۵۶۶

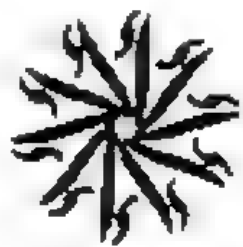
صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶۹۷	وہ خوش نصیب ہے جس کو ایمان کے بعد بقدر کفاف روزی مل جائے	۵۶۷
۶۹۸	آپ ﷺ کئی کئی رات بھوکے رہتے تھے	۵۶۸
۶۹۹	بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھوک کی وجہ سے نماز میں گر جاتے تھے	۵۶۹
۷۰۰	پیٹ کی تین حصے کرنا چاہیے	۵۷۰
۷۰۱	سادگی ایمان کا حصہ ہے	۵۷۱
۷۰۱	عنبر مچھلی ملنے کا واقعہ	۵۷۲
۷۰۳	آپ ﷺ کی آستین کی لمبائی	۵۷۳
۷۰۳	جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت	۵۷۴
۷۰۸	آپ ﷺ کا معجزہ، تھوڑا سا کھانا اتنی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا	۵۷۵
۷۱۲	بَابُ الْقِنَاعَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْإِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالْإِنْفَاقِ، وَدَمَّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ قناعت و عفاف معیشت و انفاق میں اقتصاد اور بلا ضرورت سوال کی مذمت	۵۷۶
۷۱۲	اصل فقیر وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے	۵۷۷
۷۱۳	میانہ روی شرعاً پسندیدہ ہے	۵۷۸
۷۱۳	اصل مالداری دل کا غمی ہونا ہے	۵۷۹
۷۱۳	اشراف نفس سے ممانعت	۵۸۰
۷۱۵	غزوہ ذات الرقاع	۵۸۱
۷۱۶	رسول اللہ ﷺ کا عمرو بن حرام کے استغناء کی تعریف	۵۸۲
۷۱۹	بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو	۵۸۳
۷۱۹	مانگنے میں اصرار نہیں کرنا چاہیے	۵۸۴
۷۲۰	لوگوں سے سوال نہ کرنے پر بیعت	۵۸۵
۷۲۱	مانگنے والوں کا چہرہ قیامت کے دن گوشت سے خالی ہوگا	۵۸۶
۷۲۲	دینے والا لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے	۵۸۷
۷۲۲	مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگنا آگ کے انگارے جمع کرنا ہے	۵۸۸
۷۲۳	بھیک مانگنے والا اپنے چہرہ زخمی کرتا ہے	۵۸۹
۷۲۳	لوگوں کے سامنے فقر ظاہر کرنے کی مذمت	۵۹۰



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷۲۳	سوال نہ کرنے پر جنت کی ضمانت	۵۹۱
۷۲۵	تین آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے	۵۹۲
۷۲۶	اصل فقیر وہ نہیں جو لوگوں کے گھروں کا چکر کاٹے	۵۹۳
۷۲۸	بَابُ جَوَازِ الْأَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا تَطَّلُعِ إِلَيْهِ جو شے بلا طلب اور بغیر خواہش مل جائے اس کے لینے کا جواز	۵۹۴
۷۲۹	الْحَبْتُ عَلَى الْأَكْلِ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ وَالتَّعَفُّفُ بِهِ عَنِ السُّوَالِ وَالتَّعَرُّضُ لِلْإِعْطَاءِ اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا سوال سے احتراز اور دوسروں کو دینے کی تاکید	۵۹۵
۷۲۹	جنگل کی لکڑیاں بیچ کر کھانا بھیک مانگنے سے بہتر ہے	۵۹۶
۷۲۹	مزدوری کرنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے	۵۹۷
۷۳۰	حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے	۵۹۸
۷۳۰	حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے	۵۹۹
۷۳۱	سب سے بہتر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے	۶۰۰
۷۳۲	الْكَرَمُ وَالْجُودُ وَالْإِنْفَاقُ فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ ثَقَّةٌ بِاللَّهِ تَعَالَى کرم اور جود اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ جود و خیر میں انفاق	۶۰۱
۷۳۲	جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے اس کا اجر ضرور ملے گا	۶۰۲
۷۳۳	دو آدمی قابل رشک ہیں	۶۰۳
۷۳۳	انسان کا اپنا مال وہی ہے جو صدقہ کیا	۶۰۴
۷۳۴	صدقہ کے ذریعہ جہنم سے بچو	۶۰۵
۷۳۴	رسول اللہ ﷺ نے بھی سوال کرنے والے کو ”نہیں نہیں“ کہا	۶۰۶
۷۳۵	سخاوت کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعاء	۶۰۷
۷۳۶	خرچ کر و تم پر خرچ کیا جائے گا	۶۰۸
۷۳۶	سلام کرنا، کھانا کھانا بہترین عمل ہے	۶۰۹
۷۳۹	ضرورت سے زائد صدقہ کر دینا بہتر ہے	۶۱۰
۷۳۹	آپ ﷺ کی سخاوت عظیم کی مثال	۶۱۱
۷۴۰	اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو عطیہ دینا	۶۱۲
۷۴۱	میں نہ بخیل ہوں اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل	۶۱۳

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷۴۲	غزوہ حنین کا مختصر خاکہ	۶۱۴
۷۴۳	معاف کرنے سے عزت میں تواضع سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے	۶۱۵
۷۴۳	صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی	۶۱۶
۷۴۵	صدقہ کیا ہوا سارا مال باقی ہے	۶۱۷
۷۴۵	اللہ تعالیٰ کی راہ میں ماں کو گن گن کر خرچ مت کرو	۶۱۸
۷۴۶	بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال	۶۱۹
۷۴۷	صرف حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے	۶۲۰
۷۴۸	صرف کرنے والے کی زمین پر بارش برسنے کا واقعہ	۶۲۱
۷۵۰	النَّهْيُ عَنِ الْبَيْعِ وَالْبُخْلِ وَالشَّحِّ بخل اور حرص کی ممانعت	۶۲۲
۷۵۰	مرنے کے بعد اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا	۶۲۳
۷۵۰	جو شخص بخل سے بچا رہے وہ کامیاب رہے	۶۲۴
۷۵۱	ظلم قیامت کے روز اندھیرے کا باعث ہوگا	۶۲۵
۷۵۲	الْإِيْثَارُ وَالْمُوَاسَاةُ ایثار و مواسات	۶۲۶
۷۵۲	انصارِ مدینہ کی تعریف	۶۲۷
۷۵۲	ضرورت کے باوجود مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں	۶۲۸
۷۵۲	مہمان کی خاطر چراغ گل کرنے کا واقعہ	۶۲۹
۷۵۳	دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے	۶۳۰
۷۵۳	جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہو وہ دوسرے کو دیدے	۶۳۱
۷۵۵	رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی کو کفن کے لیے اپنی چادر عطیہ کرنا	۶۳۲
۷۵۷	اشعریین کی تعریف	۶۳۳
۷۵۸	التَّنَافُسُ فِيْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاَسْتِكْنَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ امورِ آخرت میں تنافس اور اشیاءِ متبرکہ کی کثرت کی رغبت	۶۳۴
۷۵۸	دائیں طرف سے تقسیم کرنا مستحب ہے	۶۳۵
۷۶۰	حضرت ایوب علیہ السلام پرنڈیوں کی بارش	۶۳۶

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷۶۱	فَضْلُ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ أَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَجْهِهِ وَصَرَفَهُ فِيهِ وَجُوهَهُ الْمَأْمُورُ بِهَا غنی شاکر کی فضیلت یعنی جو مال جائز طریقے پر حاصل کر لے اور ان مصارف میں صرف کرے جن میں صرف کرنے کا حکم ہے	۶۳۷
۷۶۱	کس کو نیک اعمال کی توفیق ملے	۶۳۸
۷۶۱	اللہ کی خاطر مال دینے والا جہنم سے محفوظ رہے گا	۶۳۹
۷۶۲	چھپا کر صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے	۶۴۰
۷۶۲	اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب چیز صدقہ کرنا	۶۴۱
۷۶۳	قابل رشک مسلمان	۶۴۲
۷۶۳	صرف دو آدمیوں پر حسد جائز ہے	۶۴۳
۷۶۳	تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت	۶۴۴
۷۶۷	ذِكْرُ الْمَوْتِ وَقَصْرُ الْأَمَلِ موت گویا دکرنا اور آرزوؤں کو کم کرنا	۶۴۵
۷۶۷	ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے	۶۴۶
۷۶۸	موت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لے	۶۴۷
۷۶۸	مرنے کے بعد دنیا میں آنے کی تمنا	۶۴۸
۷۷۰	کیا مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وقت نہیں آیا	۶۴۹
۷۷۱	دنیا میں مسافر کی طرح رہو	۶۵۰
۷۷۱	وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھے	۶۵۱
۷۷۲	بہی امیدیں باندھنا درست نہیں	۶۵۲
۷۷۲	آدمی حوادث سے بچ سکتا ہے، موت سے نہیں	۶۵۳
۷۷۲	سات حالات سے پہلے موت کی تیاری کر لیں	۶۵۴
۷۷۵	موت کو کثرت سے یاد کرو	۶۵۵
۷۷۵	رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو آخرت یاد دلانا	۶۵۶





## مقدمة الحديث

آزمولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد

علم حدیث شروع کرنے سے پہلے حدیث کے متعلق بعض اہم امور اور ضروری باتیں معلوم ہونا ضروری ہے جن سے حدیث اور اس کی شرح سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ایسی بعض باتوں کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

**حدیث کا لغوی معنی:**

حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے۔ لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری نے اپنی کتاب ”صحاح“ میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں کہ:

الحديث الكلام قليله وكثيره وجمعه احاديث.

**حدیث کی اصطلاحی تعریف:**

اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعاله و تقريراته.

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے۔ تقریرات سے مراد صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اس کو حدیث تقریری کہا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ”فتح المغیث“ میں اس طرح تعریف فرمائی کہ:

والحديث ضد القديم، واصطلاحاً ما اضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم قولاً له او فعلاً او

تقريراً او صفة حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام.

**حدیث کی وجہ تسمیہ:**

حدیث کو حدیث کیوں کہا جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ لفظ حدیث ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ سے ماخوذ ہے۔ کہ یہاں نعمت سے مراد شرائع کی تعلیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن شرائع کی تعلیم فرمائی ہے ان کو آپ دوسروں تک پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اس حکم قرآنی کی تعمیل فرمائی، لہذا آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا نام ”حدیث“ رکھا گیا ہے۔ (مقدمہ فتح المغیث)

استاذ محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک صاف اور بے غبار بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے لیے لفظ ”حدیث“ کو مخصوص کر لینا استعارۃ العام للخاص کی قبیل سے ہے اور اس استعارہ کے ماخذ خود رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات ہیں، جن میں خود آپ ﷺ نے اپنے افعال و اقوال کے لیے لفظ ”حدیث“ استعمال فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

حدثوا عني ولا حرج . (صحيح مسلم كتاب الزهد : ۴۱۴/۲)

اسی طرح ارشاد ہے:

من حفظ علي امتي اربعين حديثا في امر دينها بعثه الله فقيها و كنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا .

(مشکوٰۃ کتاب العلم فی الفصل الثالث : ص ۳۲)

بہر حال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقوال و افعال نبی کو حدیث کہنا کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت

ہے لہذا اس سلسلہ میں دُرازا کا تو جیہات کی کوئی حاجت نہیں۔ (درس نرمدی : ۱۱/۱۹)

### چند متقارب الفاظ:

حدیث کے معنی میں چند الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں یعنی، روایت، اثر، خبر اور سنت، صحیح یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ علماء حدیث کی اصطلاح میں مرادف ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، بعض حضرات نے ان اصطلاحات میں فرق بھی کیا ہے، البتہ جہاں تک روایت کا تعلق ہے اس کا اطلاق بالاتفاق حدیث کے لغوی مفہوم پر ہوتا ہے یعنی کوئی بھی واقعہ یا کوئی بھی قول خواہ وہ کسی کا ہو ”روایت“ کہلاتا ہے، باقی چار کے بارے میں اختلاف ہے۔

### علم حدیث کی تعریف:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعال واحواله .....

وہ علم جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال کا علم حاصل ہو۔

### علم حدیث کی اقسام:

علامہ ابن الاکفالی رحمہ اللہ نے ارشاد القاصد میں لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداء دو قسمیں ہیں:

(۱) علم رواية الحديث (۲) علم دراية الحديث

علم دراية الحديث کی تعریف یہ ہے:

هو علم بنقل اقوال النبي صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله بالسماع المتصل وضبطها

وتحريها .

اور علم رواية الحديث کی تعریف یہ ہے کہ:

هو علم يتعرف به انواع الرواية واحكامها وشروط الرواية واصناف المرويات واستخراج

معانيها .

لہذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ فلاں کتاب میں فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے، یہ علم رواية

الحدیث ہے اور اس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے یا منقطع، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے اگر ہے تو کیوں مکرر رفع کیا جاسکتا ہے، یہ سب باتیں علم درایۃ الحدیث سے متعلق ہیں۔

### علم حدیث کا موضوع:

علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ چنانچہ علامہ کرمانی شارح بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

موضوع علم الحدیث ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ رسول .

آپ ﷺ کے افعال و اقوال علم روایت حدیث کا موضوع ہیں اور سند و متن علم درایت حدیث کا۔

### علم حدیث کی غرض و غایت:

الاهتداء بہدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

یعنی رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اتباع ہے۔ اب دین کا مدار علم حدیث پر ہے، کیونکہ اصل دین قرآن پاک تو مجمل ہے اس کی تبیین اور توضیح کی ضرورت ہے اور وہ احادیث ہی سے ہو سکتی ہے، قرآن پاک میں نماز و زکوٰۃ کا تو ذکر ہے لیکن ان کی رکعات اور تعداد وغیرہ کچھ مذکور نہیں یہ سب احادیث سے ثابت ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک متن ہے حدیث شرح تو قرآن پاک جو مدار دین ہے اس کو سمجھنے کے لیے حدیث کا پڑھنا انہم ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث پڑھنے کے لیے ایک غرض یہ کافی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کلام ہے اور ہم محبت رسول ہیں اور آپ سے سچی محبت کے دعویدار ہیں لہذا آپ کے کلام کو محض اس لیے پڑھنا چاہیے کہ ایک محبوب کا کلام ہے اور جب اس کو محبت کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت و حلاوت و رغبت پیدا ہوگی جیسے اگر کوئی عشق میں پھنسا ہوا ہو اور اس کے معشوق کا خط آجائے تو اگر وہ حدیث پاک کے بھی سبق میں ہوگا تو بھی پہلے اس کو پڑھے گا اور اگر کھانے کے درمیان آجائے تو کھانا بند کر دے گا اور نماز کے اوقات میں جیب پر نظر رہے گی تو جب اس کا خط کو پڑھنے کا اتنا شوق اور ذوق ہے تو پھر حضور ﷺ کا پاک کلام تو اس سے بدرجہا قابل صداہتمام ہے۔ (ماخوذ از تقریر بخاری)

### علم حدیث کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے ایسے خوش نصیبوں کے حق میں دعاء فرمائی ہے جو علم حدیث پڑھنے پڑھانے امت تک پہنچانے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : نضر اللہ امرا ، سمع منا حدیثا فحفظہ

وبلغہ غیرہ فرب حامل فقه لیس بفقیہہ . (کتاب العلم والعلماء : ص ۳۹)



رسول اللہ ﷺ نے دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و تر و تازہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر یاد کرے پھر دوسرے تک پہنچائے، کیونکہ بعض حدیث کو یاد کرنے والے حدیث کے مفہوم سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔

عن محمد بن سيرين قال نبئت أن ابا بكرة حدث قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى فقال : الا فليبلغ الشاهد منكم الغائب فإنه لعله أن يبلغه من هو اوعى له منه أو من هو احفظ له .

(كتاب العلم والعلماء : ۱۱/۱)

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے موجود لوگ میری احادیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ ہو سکتا ہے جس تک حدیث پہنچائی جا رہی ہے وہ زیادہ سمجھدار اور دین کو زیادہ محفوظ کرنے والا ہو۔

وروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " اللهم ارحم خلفائي قلنا يا رسول الله ! ومن خلفاءك ؟ قال الذين يأتون من بعدي يروون احاديثي ويعلمونها الناس . "

(أخرجه الهيثمي في مجمع الزوائد : ۱۲۶/۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھلائیں گے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على صلوة .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں تو حدیث کے پڑھنے پڑھانے وغیرہ کا مشغلہ اختیار کرنے میں اس فضیلت کے حصول کا زیادہ موقع ہے۔

**حدیث روایت کرنے میں احتیاط کی ضرورت:**

حدیث پڑھنا، پڑھانا یقیناً بہت ہی اجر و ثواب کا کام ہے، اسی طرح حدیث روایت کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات عام کرنا بھی ضروری ہے جس کی تعلیم اوپر کی احادیث میں موجود ہے۔ تاہم جس روایت کے متعلق یقین نہ ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اس کو حدیث کہہ کر روایت کرنا یا یہ کہ جھوٹی بات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا بڑا گناہ ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔

عن سمرة بن جندب ومغيرة بن شعبه رضي الله عنهما قالوا قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم :

من حدث عني بحديث يري أنه كذب فهو أحد الكاذبين . (رواه مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جھوٹی حدیث روایت کی وہ بھی جھوٹ باندھنے والوں کے حکم میں ہوگا۔

وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتقوا الحديث

عني الا ما علمتم فمن كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار . رواه الترمذي

(مشکوٰۃ کتاب العلم : ۱/۳۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث روایت کرنے میں احتیاط سے کام لو صرف وہی حدیث روایت کرو جس کا حدیث ہونا تمہیں معلوم ہو، کیونکہ جو کوئی میری طرف جھوٹی حدیث منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

خلاصہ یہ ہے صحیح حدیث کا علم حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا، آگے امت تک پہنچانا انتہائی ضروری ہے۔ اس کو چھپانا، روگردانی کرنا جائز نہیں۔ نیز فضائل بیان کرنے کے شوق میں جھوٹی حدیث بنانا صوفیہ وغیرہ کے اقوال یا سنی سنائی بات کو حدیث کہہ کر آگے بیان کرنا یہ بھی بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حاصل ہو تو دونوں ہی باتوں پر عمل کرنا آسان ہے۔

اللہم إنا نسئلك علما نافعا و عملا صالحا و قلبا خاشعا متبیا .

### صبیۃ النصیبت

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی، نظریاتی تسلط بڑھا تو کلمہ علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرعوب تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر تقلید مغرب کے حاصل نہیں ہو سکتی، لیکن اسلام کے جہت سے احکام اس کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، اس لیے اس نے اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا، تاکہ اسے مغربی افکار کے مطابق بنایا جاسکے، اس طبقہ کو ”اہل تجدّد“ کہا جاتا ہے، ہندوستان میں سرسید احمد خان، مصر میں طہ حسین، ترکی میں ضیاء گوک الپ اس طبقہ کے رہنما ہیں، اس طبقہ کے مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے تھے جب تک حدیث کو راستہ سے نہ ہٹایا جائے، کیونکہ احادیث میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ایسی مفصل ہدایات موجود ہیں جو مغربی افکار سے صراحتہ متصادم ہیں، چنانچہ اس طبقہ کے بعض افراد نے حدیث کو حجت ماننے سے انکار کیا، یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکار حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بوضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی اس کی صحت سے انکار کر دیا..... خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا، اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا، اور بہت سے مغربی نظریات کو سند جواز دی گئی۔

ان کے بعد نظریہ انکار حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقہ کا بانی تھا جو اپنے آپ کو ”اہل قرآن“ کہتا تھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیہ انکار کرنا تھا، اس کے بعد اسلم جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے ایک منظم نظریہ اور مکتب فکر کی شکل دیدی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زباناں میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا، یہاں ہم اس فتنہ کے بنیادی نظریات پر مختصر گفتگو کریں گے۔

## منکرین حدیث کے تین نظریات:

منکرین حدیث کی طرف سے جو نظریات اب تک سامنے آئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

۱- رسول کریم ﷺ کا فریضہ صرف قرآن پہنچانا تھا، اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے، آپ ﷺ کی اطاعت ”من حیث الرسول“ نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے (معاذ اللہ) اور وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے، نیز قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث کی حاجت نہیں۔

۲- آنحضرت ﷺ کے ارشادات صحابہ پر تو حجت تھے لیکن ہم پر حجت نہیں۔

۳- آپ ﷺ کے ارشادات تمام انسانوں پر حجت ہیں، لیکن موجودہ احادیث ہمارے پاس قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس لیے ہم انہیں ماننے کے مکلف نہیں۔

منکرین حدیث خواہ کسی طبقہ یا گروہ سے متعلق ہوں ان کی ہر تحریر ان تین نظریات میں سے کسی ایک کی ترجمانی کرتی ہے، اس لیے ہم ان متضاد نظریات میں سے ہر ایک پر مختصر کلام کرتے ہیں۔

## نظریہ اولیٰ کی تردید:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾

اس آیت میں ارسال رسول کے علاوہ ”وحیا“ ایک مستقل قسم ذکر کی گئی ہے، یہی وحی غیر متلو ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ﴾

اس میں ”القبلة“ سے مراد بیت المقدس ہے، اور اس کی طرف رخ کرنے کے حکم کو باری تعالیٰ نے جعلنا کے لفظ سے اپنی جانب منسوب فرمایا، حالانکہ پورے قرآن میں کہیں بھی بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا اور اسے اپنی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ وحی غیر متلو کا حکم بھی اسی طرح واجب التعمیل ہے جس طرح وحی متلو کا۔

﴿عَلِمَ اللَّهُ أَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ﴾

اس آیت میں لیالی رمضان کے اندر جماع کرنے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا اور بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم یہ واضح کر رہا ہے کہ اس سے پہلے حرمت جماع کا حکم آیا تھا، حالانکہ یہ حکم قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا، اور اس کی مخالفت قرآن کریم کی نظر میں خیانت تھی۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ (إلى قوله تعالى) وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ ﴿

یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کی پشتگونی فرمائی تھی، حالانکہ یہ پشتگونی قرآن میں کہیں مذکور نہیں، ظاہر ہے کہ وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی۔



﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ﴾

اس میں بھی جس وعدہ کا ذکر ہے وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ ہوا تھا، کیونکہ قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

﴿وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾

اس میں صاف مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پورا واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر ظاہر فرمادیا

اور قرآن میں کہیں یہ واقعہ مذکور نہیں، لامحالہ یہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا۔

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لَتَأْخُذُوا هَذَا زُرُونًا نَتَّبِعُكُمْ يُرِيدُونَ

أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ﴾

اس میں یہ مذکور ہے کہ منافقین کے غزوہ خیبر میں شریک نہ ہونے کی پشتگوئی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادی تھی، ظاہر ہے کہ یہ

پشتگوئی بھی وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی، کیونکہ قرآن میں کہیں اور اس کا ذکر نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾

ان آیتوں میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ کا مقصد محض پیغام پہنچا دینا نہیں بلکہ تعلیم کتاب و حکمت کی تشریح بھی تھا ظاہر بات ہے

قرآن کریم کی تشریح کے لیے اپنی طرف سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اگر آپ کی بات حجت نہ ہو تو تعلیم کا کیا فائدہ

ہے؟

نظریہ ثانیہ کی تردید:

اس نظریہ کے مطابق احادیث صحابہ کے لیے حجت تھیں، لیکن ہمارے لیے حجت نہیں، یہ نظریہ اتنا بدیہی البطلان ہے کہ اس کی تردید

کے لیے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں، اس کا خلاصہ تو یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کی رسالت صرف عہد صحابہ تک مخصوص تھی،

حالانکہ مندرجہ ذیل آیات اس کی صراحت تردید کرتی ہیں:

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

(۲) ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾

(۳) ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

(۴) ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾

## نظریہ ثالثہ کی تردید:

یہ کہنا بالکل باطل ہے کہ احادیث حجت تو ہیں لیکن ہم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس نظریہ کے بطلان پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

ہم تک قرآن بھی انہی واسطوں سے پہنچا ہے جن واسطوں سے حدیث آئی ہے، اب اگر یہ واسطے ناقابل اعتماد ہیں تو قرآن سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا، منکرین حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن نے ”انالہ لحافظون“ کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، حدیث کے بارے میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی، لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ”انالہ لحافظون“ کی آیت بھی تو ہم تک انہی واسطوں سے پہنچی ہے، جو بقول آپ کے ناقابل اعتماد ہیں، تو اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت کسی نے اپنی طرف سے نہیں بڑھائی، دوسرے اس میں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور قرآن باتفاق اصولیین نام ہے نظم اور معنی دونوں کا۔ اس لیے یہ آیت صرف الفاظ قرآن کی نہیں بلکہ معانی قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم حدیث میں ہوئی۔

(ماخوذ از مقدمہ درسی ترمذی، وارشاد القاری شرح بخاری)

خلاصہ یہ ہے کہ منکرین حدیث کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہیں، حدیث دین کی بنیاد قرآن کی تشریح ہیں، وحی غیر مکتوبے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر دین و ایمان نامکمل ہے، بلکہ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

## تدوین حدیث

تدوین حدیث کے بارے میں بعض لوگ اس مغالطہ میں ہیں کہ یہ تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئی ہیں، یہ خیال محض غلط ہے۔ ابتداء اسلام میں باقاعدہ کتابت سے ممانعت تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اس وقت قرآن کریم باقاعدہ مدون نہ ہوا تھا دونوں مستقل طور پر لکھی جائیں تو دونوں میں گٹھ بٹھ جانے کا خطرہ، لیکن انفرادی طور پر احادیث لکھنے کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بعض موقع پر اس کا حکم فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : قيد والعلم بالكتابة قلت وما تقيده قال كتابته .

(مستدرک: ۱۰۶/۱، کتاب العلم)

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب فذكر قصة في الحديث

فقال ابو شاه اكتب لي يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اكتبوا لابي شاه وفي

الحديث قصة هذا حديث حسن صحيح . (ترمذی: ۱۰۷/۲، ابواب العلم)

چنانچہ نہایت سے صحابہ کرام نے احادیث کا مجموعہ جمع کر لیا تھا ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) الصحيفة الصادقة : لعبد الله بن عمرو بن العاص .

(۲) صحيفة علي : ابو داؤد ۲۷۸/۱ کتاب المناسک باب تحریم المدينة کے تحت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے :

ما كتبنا عن رسول الله الا القرآن وما في هذه الصحيفة :

(۳) کتاب الصدقة :

اس میں زکوٰۃ، صدقات، عشر وغیرہ کے احکام تھے ان احادیث کا آنحضرت ﷺ نے املا کروایا تھا۔

(۴) صحف أنس بن مالک :

(۵) صحيفة ابن عباس :

(۶) صحيفة سعد بن عبادہ :

(۸) صحف أبي هريرة :

(۹) صحيفة جابر بن عبد الله :

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا، ہاں یہ درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ تمام کوششیں انفرادی نوعیت کی تھیں، اس کے علاوہ حفاظت حدیث کے لیے حفظ روایت کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا، نیز تعامل یعنی رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال پر مجسما عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے بہت سے صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا:

هكذا رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل :

یہ طریقہ بھی حفظ حدیث کا نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے۔

بہر حال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، انہوں نے محسوس کیا کہ اگر باقاعدہ طور پر حدیث کو مدون نہ کیا جائے تو علم حدیث کے مٹنے کا خطرہ ہے، چنانچہ انہوں نے مدینہ طیبہ کے قاضی ابوبکر ابن حزم کے نام خط لکھا، جس میں ان کو حکم دیا:

انظر ما كان من حديث رسول الله فاكتبه فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء :

(صحيح البخاري : ۱/۲۱۱ باب كيف يقبض العلم)

چنانچہ ان کی نگرانی میں تدوین حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجے میں کئی کتابیں وجود میں آئیں۔

(۱) كتب أبي بكر بن حزم :

(۲) رساله سالم بن عبد الله في الصدقات :

(۳) دفاتر الزهري :

(۴) كتاب السنن لمكحول وغيره :

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت تک حدیث کی یہ ساری کتابیں وجود میں آچکی تھیں۔ اس



سے ثابت ہوا یہ کہنا غلط ہے کہ تدوین حدیث کا عمل تیسری صدی ہجری کا ہے، بلکہ دور صحابہ سے ہی حدیث محفوظ کرنے کا سلسلہ جاری تھا، جس پر مذکور بالا تحریر شاہد ہے۔

بعض کتب حدیث کے مصنفین کے حالات:

”کتاب الآثار“

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا نام نعمان ہے، ابو حنیفہ کنیت ہے، اور امام اعظم لقب ہے، والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔  
پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔

ائمہ اربعہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ تابعی ہیں، دو صحابی رسول ﷺ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول ﷺ متوفی ۹۳ھ

(۲) حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۰ھ

امام صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی پھر کوفہ کے مشہور عالم امام حماد رحمہ اللہ کے درس میں مکمل دو سال شریک ہوئے اور پوری توجہ سے فقہ حاصل کی، اس کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، حدیث میں امام صاحب کے مشہور اساتذہ، امام شعبی رحمہ اللہ، سلمہ بن کہیل، محارب بن دثار، ابواسحاق سبعی رحمہم اللہ، عون بن عبد اللہ، سماک بن حرب، ابراہیم بن محمد رحمہم اللہ، عدی بن ثابت اور موسیٰ بن ابی عائشہ رحمہم اللہ ہیں۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت حماد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو اہل کوفہ نے استاذ کی جانشینی کے لیے تمام شاگردوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا انتخاب کیا اور درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست قبول فرمائی اور بڑے استقلال سے درس دینے لگے، تھوڑے ہی دنوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور دور دور سے طلبہ ان کی درس گاہ میں آنے لگے، اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

امام صاحب کے اوصاف کا اجمالی خاکہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کچھ اوصاف بیان کرو، قاضی صاحب نے امام صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق و عادات پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی جو حسب ذیل ہے:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت با اخلاق اور پرہیزگار بزرگ تھے، اوقات درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے غور و فکر میں مصروف ہیں، اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دیدیتے تھے ورنہ خاموش رہتے، نہایت سخی اور فیاض تھے، کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے، اہل دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے، کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، اگر ذکر آتا تو بھلائی سے یاد کرتے تھے، بہت بڑے عالم اور مال کی طرح علم کے خرچ کرنے میں بھی فیاض تھے۔

## تدوین فقہ حنفی:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے چند مخصوص شاگردوں کا انتخاب کیا، جن میں قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ بہت ممتاز ہیں، مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لیے ایک مجلس قائم فرمائی اس مجلس نے ۱۲۱ھ میں کام شروع کیا اور امام صاحب رحمہم اللہ کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی آخر عمر قید خانہ میں گزری، وہاں بھی یہ کام جاری تھا، غرض یہ کہ کم و بیش تیس سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کر لیا گیا، جس میں ”باب الطہارۃ“ سے لے کر ”باب المیراث“ تک تمام مسائل موجود تھے۔

## امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت حدیث:

امام اعظم رحمہ اللہ کو فقہ کے مدون اول ہونے کے ساتھ ساتھ خدمت حدیث میں بھی اولیت کا مرتبہ حاصل ہے، چنانچہ کتاب الآثار اس کا شاہد عدل ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، علم حدیث میں اس کا پایہ بہت بلند ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس ہزار احادیث میں سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا ہے۔

## ذکرہ الموفق فی مناقب امام ابو حنیفہ

اس کتاب کے کئی نسخے ہیں، بروایت امام محمد، بروایت امام ابو یوسف، بروایت امام زفر رحمہم اللہ اور یہ کتاب ”موطا امام مالک“ سے زماناً مقدم ہے، ادھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تالیفات سے استفادہ کیا، اس لیے یہ کتاب اپنی طرز تدوین میں موطا امام مالک کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ علم حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی براہ راست مرتب کردہ کتاب یہی ”کتاب الآثار“ ہے اس کے علاوہ مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے جو مختلف کتابیں ملتی ہیں وہ خود امام صاحب کی تالیف نہیں ہیں، بلکہ آپ کے بعد بہت سے حضرات محدثین نے آپ کی مسندات تیار کیں، بعد میں علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کر دیا جو جامع المسانید الامام الاعظم کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت برصغیر پاک و ہند میں جو مسند امام اعظم رحمہ اللہ درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ درحقیقت امام عبد اللہ حارثی کی تالیف ہے جس کا اختصار علامہ ہسکفی رحمہ اللہ نے کیا اور ملا محمد عابد سندھی رحمہ اللہ نے اس کی ابواب فقہیہ پر ترتیب دی ہے۔

## وفات حشر آیات:

رجب ۱۵۰ھ میں قید خانہ کے اندر ہی منصور نے امام صاحب کو زہر دلوایا امام صاحب نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے حبران کے مقبرہ میں دفن کیا جائے، پھر سجدہ میں گر گئے اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات ۱۵ / رجب ۱۵۰ھ ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ مسند امام اعظم / درس ترمذی)

## حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا  
نام: محمد، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا ایمان جعفری کے ہاتھ  
مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ولادت: ۱۳ شوال ۱۹۲ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

حالات: آپ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطا فرمادی، امام بخاری کو  
بچپن سے ہی حدیثیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کی تمام کتابوں کو یاد کر لیا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ  
اور اپنے بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آ گئے مگر آپ حجاز مقدس میں  
حدیث پڑھنے کے لیے رک گئے، پھر آپ نے مکہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، واسط، الجزائر، شام، بلخ، ہرات اور نیشاپور وغیرہ کا سفر کیا۔  
خواب اور بخاری شریف کی تصنیف:

امام بخاری رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں آپ کے جسد اطہر پر کھیاں بیٹھنا چاہتی ہیں مگر امام بخاری ان  
مکھیوں کو اڑا دیتے ہیں اس کی تعبیریوں ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صحیح بخاری لکھوائی۔ آپ نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب  
کر کے سولہ برس کی محنت شاقہ کے ساتھ تصنیف فرمائی۔ بخاری میں کل احادیث نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہیں۔ اگر کمرات کو حذف کر  
دیا جائے تو دو ہزار سات سو اکٹھ (۲۷۱) ہیں۔ امام بخاری ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ  
سے دعا مانگ کر لکھتے تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد نوے ہزار ہے۔

وفات: باسٹھ (۶۲) برس کی عمر میں شب شنبہ عید الفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت ۲۵۷ھ میں وفات پائی اور خرتگ  
نامی گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مدفون ہوئے۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے  
امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: مسلم، کنیت ابو الحسین، والد کا نام حجاج تھا اور لقب عساکر الدین ہے بنی قشیر قبیلہ کی نسبت کی وجہ سے قشیری کہلاتے تھے،  
نیشاپور کے رہنے والے ہیں، جو خراسان کا بہت ہی خوب صورت اور مردم خیز شہر ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ میں یا ۲۰۳ھ بعض نے ۲۰۴ھ کہا ہے، بارہ سال کی عمر سے احادیث کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ طلب حدیث  
کے لیے عراق، حجاز، شام، بصرہ اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔

استاذہ: آپ کے استاذہ میں سے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، عبد اللہ بن مسلمہ  
وغیرہ، آپ کے شاگردوں میں امام ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ تین لاکھ احادیث امام مسلم کو آواز برتھیں۔



وفات: ۵۵ سال کی عمر میں ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ھ کو انتقال ہوا اور نیشاپور کے محلہ نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں مکررات کے بعد ۴ ہزار احادیث جمع کی ہیں۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے  
امام ترمذی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

نام و ولادت: آپ کا نام محمد، کنیت ابو عیسیٰ، بوغ جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں ۲۰۹ھ میں ۱۷ رجب کو پیدا ہوئے۔

اساتذہ: آپ نے امام بخاری و مسلم جیسے قابل قدر اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم حدیث کے حصول کے لیے ہزاروں میل کا سفر کیا۔

عام زندگی: آپ اپنے دور کے بے مثال عابد و زاہد تھے، شب بیداری اور خوفِ الہی سے گریہ و زاری کے سبب سے پہلے آنکھوں میں آشوبِ چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔

وفات: ۲۷ رجب شبِ دو شنبہ ۲۷۹ھ کو انتقال ہوا اور ترمذی شہر میں مدفون ہوئے۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایش نوشید ز جام دہر مے کل من علیہا فان  
امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: سلیمان، والد کا نام اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نے بھی حصولِ علم کے لیے دور دراز کا سفر کیا اور پھر اپنے زمانے کے یکتا محدث بن گئے۔ آپ کے اساتذہ میں ہزاروں محدثین ہیں، پھر عمر بھر آپ حدیث کا درس دیتے رہے اس لیے آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ ان کے شاگردوں میں امام ترمذی اور نسائی جیسے محدث بھی ہیں۔

بغداد کے ایک بڑے عالم ہل بن عبد اللہ تستری ایک دن امام ابوداؤد کی ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے کہا: اپنی زبان باہر نکالے انہوں نے زبان باہر نکالی تو انہوں نے ان کی زبان کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اس زبان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

وفات: ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲ شوال ۲۷۵ھ بصرہ ہی میں انتقال ہوا۔

تعدادِ روایات: امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں سے انہوں نے اپنی اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کو جمع کیا۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں رخصت اسے بزمِ جہاں! سوئے وطن جاتا ہوں میں

## امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: احمد، آپ خراسان کے علاقہ نساء کے رہنے والے تھے اس لیے نسائی کہتے ہیں۔

ولادت: ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نہایت عابد و زاہد آدمی تھے، صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے، امراء اور سلاطین کے درباروں سے سخت متنفر اور ایسے لوگوں کی ملاقاتوں سے ہمیشہ پرہیز کیا کرتے تھے۔

وفات: آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان کیے جس پر خارجیوں نے اتنا مارا کہ اسی میں انتقال ہو گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو صفاء و مروہ کے درمیان دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ بقول شاعر  
ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے  
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے  
امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات:

نام: محمد، کنیت ابو عبد اللہ، ربیع قزوینی نسبت ہے۔ مگر عام طور سے ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماجہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

ولادت: آپ ایران کے شہر قزوین میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: علم حدیث کے حصول کے لیے حجاز، عراق، شام، خراسان، بصرہ، کوفہ، بغداد، دمشق وغیرہ کا سفر کیا۔ پھر عمر بھر علم حدیث کے درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور بلند پایہ محدثین میں شمار ہوئے۔

وفات: ۲۱ رمضان ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قزمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے بھائی ابوبکر اور عبد اللہ اور آپ کے فرزند عبد اللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

تعداد روایات: پندرہ سو ابواب میں چار ہزار روایات کو اس کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔

## امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

حقیقت میں زمانہ نہیں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زہار

نام: عبد اللہ، کنیت ابو محمد، والد کا نام عبد الرحمن دارمی ہے۔

ولادت: ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی تمیم میں ایک خاندان دارم بن مالک بن حظلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے دارمی جانتے ہیں۔

وفات: ۲۵۵ھ میں چوبیس سال کی عمر میں ہوئی۔

(ماخوذ از بستان المحدثین لشاہ عبد العزیز : ۱۷۰ و روضۃ الصالحین)

## امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عامر بن الحارث بن غیمان بن غنیل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا اور بعض نے تین سال کہا ہے۔ آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔

حدیث میں آپ کی مایہ ناز کتاب ”موطا“ کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے آپ سے سنا ہے اور حدیث میں آپ سے سند ملی ہے آپ کے وصال کے بعد اس کتاب کو دنیا کے اسلام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل اسلام اس سے فیضاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

(ماخوذ از بستان المحدثین، و مقدمہ مظاہر حق جدید)

## حدیث کی بعض اصطلاحات اور ان کی تعریفات:

صحابی: اس خوش نصیب انسان کو صحابی کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

تابعی: اس خوش قسمت شخص کو تابعی کہتے ہیں جس کو بحالت ایمان کسی صحابی سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہو اور ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہو۔ تبع تابعی: ان حضرات کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر فوت ہوئے ہوں۔ حدیث باعتبار الفاظ کے دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سند یا اسناد اور متن۔

سند یا اسناد: متن حدیث کے سلسلہ روایت یعنی نبی کریم ﷺ سے لے کر صاحب کتاب تک حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند یا اسناد کہتے ہیں۔

متن: حدیث کے ان الفاظ کو متن کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اب تک بحسنہ نقل ہوتے چلے آئے ہیں، مثلاً:

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده.

اس حدیث میں ”حدثنا“ ہے ”ابی ہریرہ“ تک اسناد ہے اور اس کے بعد سے آخر تک کے حصہ کو متن کہیں گے۔

بلحاظ اسناد حدیث کی تین قسمیں ہیں: مرفوع، موقوف، مقطوع۔

## مرفوع:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے، اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں، جیسے کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، نبی کریم ﷺ نے یہ کام کیا، نبی کریم ﷺ نے اس قول و فعل پر تقریر فرمائی۔ یعنی سکوت فرمایا، یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ



سے مرفوعاً ثابت ہے، یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو رفع کیا۔ تو اس حدیث کو جس کی سند نبی کریم ﷺ پر جا کر ختم ہوتی ہو، حدیث مرفوع کہا جائے گا۔

### موقوف:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اسے حدیث موقوف کہتے ہیں، مثلاً: اس طرح کہیں کہ ”ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح کیا“ یا ایسے ہی کہا جائے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

### مقطوع:

اسی طرح جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے اسے حدیث مقطوع کہتے ہیں، بعض حضرات کے نزدیک ”موقوف اور مقطوع“ کو اثر بھی کہتے ہیں، یعنی اس طرح ”حدیث“ کا اطلاق تو صرف نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر پر ہوگا اور صحابی و تابعی کے اقوال، افعال اور تقریر کو ”اثر“ کہا جائے گا۔

روایات کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) متصل (۲) منقطع (۳) متصل

(۴) معلق (۵) مرسل

### حدیث متصل:

اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے راوی شروع سے آخر تک پورے ہوں اور درمیان میں سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو۔

### حدیث منقطع:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہو گئے ہوں۔

### حدیث متصل:

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے بتصرف یا بلا تصرف مصنف ساقط ہوں۔

### حدیث معلق:

وہ حدیث ہے جس کی اوائل سند سے بتصرف مصنف ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں۔

### حدیث مرسل:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اخیر سند سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو، جیسے کوئی تابعی حدیث روایت کرتے ہوئے کہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ الخ

مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ صحیح: جو اعلیٰ مرتبہ کی حدیث ہوتی ہے۔

۲۔ حسن: جو اوسط مرتبہ کی ہوتی ہے۔

۳۔ ضعیف: جو ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

حدیث صحیح:

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک سب کے سب صاحب عدالت اور صاحب ضبط ہوں، نیز حدیث کی روایت کے وقت مسلمان، عاقل، بالغ ہوں۔

”صاحب عدالت“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاحب تقویٰ و تقدس ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور اگر بتقاضائے بشریت کبھی گناہ کبیرہ صادر ہو گیا ہو تو اس سے توبہ کر لی ہو، گناہ صغیرہ سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہو اور ان پر دوام نہ کرتا ہو، اسباب فسق و فجور سے پرہیز کرتا ہو، صاحب مروت ہو، یعنی ایسے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی معاشرہ میں معیوب سمجھے جاتے ہوں، مثلاً بازار میں ننگے سر گھومنا، ہر راہ سب کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا، راستہ چلتے ہوئے یا برسر بازار کھڑے ہو کر کھانا، پینا وغیرہ۔

”صاحب ضبط“ کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہایت ہوشیار و سمجھدار ہو، قوی حافظہ رکھتا ہو تا کہ حدیث کے الفاظ بجنسہ یاد رکھ سکے۔ اور روایت حدیث کے وقت کسی قسم کی بھول چوک اور شک و شبہ کی گنجائش نہ رہ سکے۔

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جتنے راوی ہیں اگر ان صفات و خصوصیات کے معیار پر پورے اترتے ہوں تو ان کی روایت کردہ حدیث ”صحیح“ کہلائے گی۔

اب اگر یہ تمام صفات راوی میں پوری پوری پائی جائیں گی تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ”صحیح لذاتہ“ کہیں گے لیکن راوی میں اگر ان صفات میں سے کسی شق سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی اور قصور کثرت طرق سے پوری ہو جاتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ”صحیح لغیرہ“ کہیں گے۔

حدیث حسن:

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک راوی میں سے کسی ایک راوی میں ان مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کثرت طرق سے پوری بھی نہ ہوتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ”حدیث حسن“ کہا جاتا ہے۔

حدیث ضعیف:

حدیث صحیح اور حدیث حسن کی مذکورہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط اگر راوی میں مفقود ہوں، مثلاً حدیث کا راوی صاحب عدالت نہیں ہے یا صاحب ضبط نہیں ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث ”ضعیف“ کہلائے گی۔

بایں حیثیت کہ ہم تک پہنچی حدیث کی چار قسمیں ہیں: متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کو ابتداء سے انتہاء تک یکساں بلا تعین عدد اسانید کثیرہ سے اتنے راویوں نے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر متفق

ہونا یا ان سے اتفاق یہ بھی جھوٹ کا صادر ہونا عقلاً محال ہو۔  
مشہور:

وہ حدیث غیر متواتر جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین یا تین سے زیادہ ہوں، بعض محدثین کے نزدیک ”مشہور“ کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔  
عزیز:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم دو ضرور ہوں۔  
غریب:

وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو جس کا کوئی شریک نہ ہو، غریب کو ”فرد“ بھی کہتے ہیں۔  
باعتبار اختلاف کے حدیث کی چار قسمیں ہیں: شاذ، محفوظ، منکر، معروف۔

شاذ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی تو ثقہ ہو مگر وہ کسی ایسے ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو، جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے بڑھا ہوا ہو۔  
محفوظ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی اوثق ہو مگر وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے کم تر ہو۔  
منکر:

وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو قوی راوی ہے۔  
معروف:

وہ حدیث ہے جس کا راوی قوی ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضعیف ہے۔

اصطلاحات حدیث کا یہ اجمالی تعارف ہے، یوں تو حدیث کی اصطلاحات بہت زیادہ ہیں جو حدیث کی مختلف تقسیم پر مبنی ہیں لیکن ان سب کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا اور دوسرے یہ کہ صرف ان ہی اصطلاحات پر اکتفا کر لیا جائے تو اس کتاب کے سمجھنے اور حدیث کی حقیقت کو جاننے کے لیے کافی ہوگا نیز دوسری تمام اصطلاحات کا سمجھنا بھی عوام کے لیے بہت مشکل ہوگا اس لیے یہاں ان ہی اصطلاحات کی تعریف پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

صحاح ستہ:

فن حدیث کی وہ چھ کتابیں جو باعتبار نقل حدیث کے اعلیٰ درجہ کی ہیں اور جن کی نقل کردہ احادیث محدثین کی تحقیق اور نقد و نظر کی کسوٹی پر سب سے اعلیٰ اور صحیح مرتبہ کی ثابت ہوئی ہیں ”صحاح ستہ“ کہلاتی ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی



شریف اور ابن ماجہ شریف صحاح ستہ میں شامل ہیں۔

بعض حضرات بجائے ابن ماجہ شریف کے مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں، بخاری اور مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب میں صحیح، حسن، ضعیف تینوں درجے کی احادیث ہیں جن کی تشریح و توضیح ہر ایک صاحب کتاب نے اپنی اپنی جگہ کر دی ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ مظاہر حق جدید)

## شیخین:

حضرات صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اور محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم کو اور فقہاء کے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کو شیخین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(تدریب الراوی حاشیہ: ۱۰۰، ۹۹)

## متفق علیہ:

محدثین کی اصطلاح میں متفق علیہ کا مطلب جس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متن اور سند دونوں میں متفق ہوں یا بعض کے نزدیک دونوں ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔ (سبل السلام: ۱۶/۱)

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام نے احادیث کو حفظ یا کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور متعدد صحابہ کرام نے احادیث کا مجموعہ تیار کر لیا تھا بعد کے زمانہ میں بھی حفظ حدیث کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ یہاں ایسے لوگوں کی مختصر فہرست لکھی جاتی ہے۔

**صحابہ کرام کے علاوہ احادیث کو حفظ کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی:**

اس امت کے جن افراد نے رسول اللہ ﷺ کے عشق و محبت میں احادیث کو حفظ کیا اس کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تھی ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) سلیمان بن مہران الاعمش المتوفی ۱۲۸ھ ان سے چار ہزار احادیث مروی ہیں اور وہ سب زبانی بیان کرتے تھے۔

(تاریخ خطیب بغدادی: ۵/۹)

(۲) امام محمد بن سلام المتوفی ۲۲ھ ان کو پانچ ہزار احادیث یاد تھیں، محدث عجل فرماتے ہیں کہ ان کو سات ہزار احادیث یاد

تھیں۔ (تہذیب التہذیب: ۲۲۲/۹)

(۳) امام عبد الرحمن بن مہدی ان کو دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۴۳/۱)

(۴) امام ابو حاتم کو بھی دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تہذیب التہذیب: ۱۸۴/۴)

(۵) امام محمد بن عیسیٰ بن نجیح المتوفی ۲۲۳ھ کو چالیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳۵۵)

(۶) محدث محمد بن موسیٰ المتوفی ۳۲ھ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تہذیب التہذیب: ۳۹۴/۹)

(۷) امام عبدان رحمہ اللہ المتوفی ۳۰ھ ان کو بھی ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (میزان الاعتدال: ۱۴۱/۳)

(۸) امام بخاری ۲۵۶ھ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں، جن میں سے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح۔

(تذکرۃ الحفاظ : ۲/۲۳۳)

(۹) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۲/۱۲۳)

(۱۰) امام مسلم کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تاریخ خطیب بغدادی : ۴/۴۱۹)

حفاظ محدثین کی لاکھوں مثالیں ہیں طوالت کے خوف سے چند پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی قریب کے زمانے میں احادیث کو یاد کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی:

قریب کے زمانے میں بھی بہت سے لوگوں نے احادیث کو یاد کیا ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا شیخ فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو چار ہزار احادیث یاد تھیں اور وہ عالمگیر اور نگریب المتوفی ۱۱۱۸ھ کے بارے

میں فرماتے ہیں کہ ان کو بارہ ہزار احادیث یاد تھیں۔ (رسالہ الالفاء : ص ۱۷ بابت ماہ رمضان ۱۳۵۶ھ)

(۲) مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ محمد فرخ کو ستر ہزار احادیث متن اور سند کے ساتھ یاد تھیں۔

(نظام تعلیم و تربیت : ص ۱۲۳)

(۳) شیخ حسین بن محسن القاری کو بخاری کی مشہور شرح، فتح الباری کی چودہ جلدیں حفظ یاد تھیں۔

(رسالہ الرحیم بابت ماہ جنوری ۱۹۶۵ء)

(۴) مولانا داؤد کشمیری متوفی ۱۰۹۷ھ ان کو مشکوٰۃ زبانی یاد تھی اس وجہ سے ان کو مشکاتی کہا کرتے تھے۔

(نزہۃ الخواطر)

(۵) عجمرات کے ایک آدمی جن کا نام محدث تاج الدین تھا ان کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحاح ستہ زبانی یاد

تھیں۔ (نزہۃ الخواطر : ۴/۲۱۸)

(۶) حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں کہ ان کو بخاری شریف حفظ یاد تھی۔

(حقائق السنن)

گھر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

یہ چند پر ہی اکتفاء کر دیا ہے حالانکہ اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

**حفظ حدیث میں عورتوں کا کارنامہ:**

دین کا علم حاصل کرنا اس کی تبلیغ و اشاعت میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ رہا ہے، صحابہ کرام کی طرح صحابیات نے بھی اس

میدان میں حصہ لیا ہے، چنانچہ مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ایک دو نہیں ہزاروں عورتیں ہیں جنہوں نے احادیث کو حفظ کیا۔ امام

ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظات حدیث کے نام لکھے ہیں:

- ۱- حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۲- ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث مطلقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۳- ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۴- ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۵- ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۶- حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۷- حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ
- ۸- حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۹- حضرت ام عطیہ نسیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۱۰- ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۱۱- حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۱۲- ان کی بہن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۱۳- حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پر وہ لٹکا ہوا کرتا تھا جس کے پیچھے سے وہ حدیث بیان فرماتی رہتی تھیں۔

قاہرہ کی مشہور محدثہ نفیہ حدیث کا درس دیتی تھیں جن کے درس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی فائدہ اٹھایا۔

بخاری کے مشہور نسخوں میں سے ایک نسخہ احمد کی بیٹی کریمہ کا ہے جو اپنے وقت کی استاذ حدیث تھیں۔

چھٹی صدی کے مشہور محدث علی بن عساکر کے اساتذہ میں سے زیادہ مقدار خواتین اساتذہ کی ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے

کہ ام احمد زینب چوراسی سال کی عمر تک احادیث پڑھاتی رہیں۔ نیز فرماتے ہیں ”وازدحم علیہا الطلبة“ ان کے یہاں طلبہ کا ازدحام رہتا تھا۔

نیز ام عبد اللہ زینب کمال الدین کے بارے میں لکھا ہے:

”وتکاثروا علیہا وتفردت وروت کبارا رحمہا اللہ“

ان کے یہاں طلبہ کی کثرت آتی تھی وہ بہت سی احادیث روایت کرنے میں منفرد تھیں انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

احادیث کو صحیح وضعیف قرار دینے کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ صرف صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں منحصر ہیں، نیز بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین



میں نہ ہو وہ لازماً کمزور ہوگی اور وہ کسی حال میں بھی صحیحین کی حدیث کا معارضہ نہیں کر سکتی، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے، کیونکہ کسی حدیث کی صحت کا اعتبار اس کے بخاری یا مسلم میں ہونے پر نہیں بلکہ اس کی اپنی سند پر ہے، خود امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں احادیث صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا، لہذا یہ عین ممکن ہے کہ کوئی حدیث صحیحین میں نہ ہو اور اس کے باوجود اس کا رتبہ سند کے اعتبار سے صحیحین کی بعض احادیث سے بھی بلند ہو، مثلاً مولانا عبدالرشید نعمانی نے ”ما تمس الیہ الحاجة“ میں ابن ماجہ کی بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن کے بارے میں محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی سند بخاری کی سند سے بھی افضل ہے۔ لہذا صحیحین کو جو ”اصح الکتاب بعد کتاب اللہ“ کہا جاتا ہے وہ مجموعی اعتبار سے ہے نہ کہ ہر ہر حدیث کے اعتبار سے، اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی ”انہاء السکن الی من یطالع اعلاء السنن“ قابل دید ہے۔

### حدیث کو صحیح کہنے کا مطلب:

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جب ہم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی یقیناً صحیح ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی وہ فنی شرائط موجود ہیں جو محدثین نے صحیح کے لیے مقرر کی ہیں، لہذا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہوگی، اس لیے کہ نفس الامر کی صحت کا یقین تو اتر کے بغیر نہیں ہوتا، لہذا صحیح میں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ نفس الامر پر کوئی غلطی رہ گئی ہو، کیونکہ خطا و نسیان ثقہ سے بھی ممکن ہے اور اس کا امکان ہے کہ کسی راوی سے کوئی وہم ہوا ہو، البتہ اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس احتمال کا ثبوت دوسرے قرائن و دلائل قویہ سے نہ ہو جائے، لہذا اگر دوسرے دلائل قویہ اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ اس حدیث صحیح پر کسی راوی کو وہم ہوا ہے تو اس حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً یہ کہ زیادہ صحیح احادیث اس کے معارض ہوں یا وہ حدیث قرآن کریم کی کسی واضح آیت کے خلاف ہو، اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی واقعہً جھوٹی ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح یا حسن کی فنی شرائط نہیں پائی جاتیں جن کی وجہ سے وہ اتنی قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکے، ورنہ یہ احتمال موجود ہے کہ ضعیف راوی نے بالکل سچی بات نقل کی ہو، اس لیے کہ ضعیف راوی ہمیشہ غلطی نہیں کرتا لیکن اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے دلائل قویہ اس کو ثابت نہ کر دیں اب بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مجتہد کے پاس ایسے دلائل قویہ موجود ہوتے ہیں جن کی بناء پر وہ اس ضعیف احتمال کو رائج قرار دے کر کسی حدیث صحیح کو ترک کر دیتا ہے، یا حدیث ضعیف کو اختیار کرتا ہے تو اس صورت میں اس کو حدیث صحیح کا تازک یا حدیث ضعیف پر عامل نہیں کہا جاسکتا یہ بات ایک مثال سے واضح ہوگی:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”کتاب العلل“ میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں کہ جن پر کسی فقیہ کا عمل نہیں ہے، ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من

غير خوف ولا مطر: (ترمذی: ۴/۱ باب ما جاء في الجمع بين الصلوتين)

حالانکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قابل استدلال ہے، دوسری حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه .

(ترمذی : ۲۰۹/۱ ابواب الحدود باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه)

حالانکہ یہ حدیث بھی قابل استدلال ہے، ان دونوں حدیثوں کے ظاہر کو باجماع امت ترک کر دیا گیا ہے، کیونکہ دوسرے دلائل قویہ ان کے خلاف موجود تھے، لیکن ان حدیثوں کے ترک کرنے کی وجہ سے کسی کو بھی تارک سنت نہیں کہا گیا۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”ابواب النکاح باب ما جاء في الزوجين المشرکین یسلم احدهما“ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

رد النبي صلى الله عليه وسلم ابنته زينب رضي الله تعالى عنها على ابي العاص بن الربيع بعد

ست سنين بالنكاح الاول ولم يحدث نكاحا .

اس حدیث کا صریح تقاضا یہ ہے کہ اگر زوجہ مشرکہ کے اسلام لانے کے چھ سال بعد بھی اس کا پرانا شوہر مسلمان ہو جائے تو نکاح جدید کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس پر کسی بھی فقیہ کا عمل نہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”هذا الحديث ليس باسناده بأس ولكن لا نعرف وجه الحديث ولعله قد جاء هذا من قبل داود

بن الحصين من قبل حفظه .“

یہاں پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیث صحیح میں راوی کے وہم کے احتمال کو دوسرے دلائل کی وجہ سے رائج قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس حدیث ضعیف پر بعض اوقات دوسرے دلائل کی وجہ سے عمل کر لیا جاتا ہے، چنانچہ اسی باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رد ابنته زينب على ابي

العاص بن الربيع بمهر جديد ونكاح جديد .

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا حديث في اسناده مقال والعمل على هذا الحديث عند اهل العلم الخ (ثم قال) وهو قول

مالك بن انس والاوزاعي والشافعي واحمد واسحاق .

کیا ان تمام ائمہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عامل ”بالحدیث الضعیف“ ہیں، ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حدیث کو اس لیے اختیار کیا کہ دوسرے دلائل سے اس کی تائید ہو رہی تھی، لہذا اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کسی مقام پر حدیث ضعیف کو دوسرے دلائل کی وجہ سے اختیار کریں تو وہ تنہا نشانہ ملامت کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بحث تفصیل کے ساتھ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی کتاب ”انہاء السکن“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ درس ترمذی)

## ریاض الصالحین کے مصنف رحمہ اللہ کی حالات نام و نسب و پیدائش:

محی الدین ابو زکریا محی بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النوادی، آپ ماہ محرم ۶۳۰ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جو ارض حوران میں اعمال دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ وفیہ یقول الشاعر

لَقِيتَ خَيْرَ اَيَّانَوِي      وَوَقِيتَ مِنْ اَمِّ النَوِي  
فَلَقَدْ نَشَابَكَ عَالَمٌ      لِّلَّهِ اَخْلَصَ مَا نَوِي  
وَعِلَا عِلَالَهُ وَفَضْلَهُ      فَضْلُ الْحُبُوبِ عَلٰى النَوِي

اس لیے نسبت میں نوادی کہلاتے ہیں اتحاد میں سال ولادت ۸۱ھ ہے جو ناٹھن کی تحریف ہے۔  
**تحصیل علوم:**

ابتداء میں اپنے شہر میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۲۹ھ میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواجیہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری، رضی بن برہان، زین الدین بن عبدالداؤم، عماد الدین بن عبدالکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرفی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

وَبَرَعَ فِي الْعُلُومِ وَصَارَ مُحَقِّقًا فِي فَنُونِهِ مُدَقِّقًا فِي عَمَلِهِ      حَافِظًا لِلْحَدِيثِ عَارِفًا بِأَنْوَاعِهِ  
عُلُومٍ مِّنْ بَهِتِ نَمَائِيَا، فَنُونٍ مِّنْ مُحَقِّقٍ، عَمَلٍ مِّنْ مُدَقِّقٍ      حَافِظَ حَدِيثٍ أَوْرَاسِ كَ الْأَنْوَاعِ سَ بَاخِرِ تَحَقِّقِهِ  
**حالات زندگی:**

۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی، آپ بہت ہی سربلغ التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے

لَئِنْ كَانَ هَذَا الدَّمْعُ بِحَرِي صَبَابَتِهِ      عَلَى غَيْرِ سَعْدِي فَهُوَ دَمْعٌ مُضْبِعٌ  
آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

## افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ”حسن المحاضرہ“ میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر برس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علماء سے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کے لیے رعیت سے مال لے سکتا ہوں، چنانچہ تمام علماء



نے اس کی رائے کے مطابق فتویٰ دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتویٰ نہ دیا ہو؟ علماء نے کہا ہاں! شیخ محی الدین نووی ہیں، ظاہر شاہ نے آپ کو بلوا کر فتویٰ کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتویٰ نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بندقدار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے حاکم بنادیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کروفر کا یہ تمام مال صرف کر چکا تب رعیت سے مال لینے کا فتویٰ دے سکتا ہوں۔

آئیں جو ان مرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی یہ سن کر ظاہر نہایت غضبناک و برہم ہوا اور امام نووی سے کہا کہ تو میرے شہر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا: ”السمع و الطاعة“ چنانچہ آپ دمشق سے نوی آگئے، علماء نے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت چاہی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا، اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔

### تصانیف:

آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام ”المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج“ ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے، ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں:

(۱) تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیے ہیں جو مختصر مزنی، تہذیب و سیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لیے اس کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔

- |   |                              |   |
|---|------------------------------|---|
| (۲) الروضہ                                  | (۳) شرح المہذب               | (۴) کتاب الاذکار                        |
| (۵) کتاب المناسک                            | (۶) الاربعون                 | (۷) التبیان فی آداب حملۃ القرآن         |
| (۸) الاشارات فی مبہمات الحدیث               | (۹) التحریر فی الفاظ التنبیہ | (۱۰) الخلاصہ                            |
| (۱۱) الارشاد                                | (۱۲) التقریب فی اصول الحدیث  |   |
| (۱۳) التیسیر بمختصر الارشاد                 | (۱۴) تحفۃ الطالب             | (۱۵) شرح التنبیہ                        |
| (۱۶) نکت علی الوسیط                         | (۱۷) شرح الوسیط              | (۱۸) شرح البخاری، کچھ حصہ               |
| (۱۹) ردوس المسائل                           | (۲۰) رسالہ فی الاستقاء       | (۲۱) رسالہ فی استحباب القیام لایل الفضل |
| (۲۲) رسالہ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط | (۲۳) الاشارات علی الروضہ     |   |
| (۲۴) شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔             |                              |   |

## وفات:

جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چار شنبہ ۱۲ رجب ۶۷۱ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدومی علیہم      ویسائروری یوم سیری الیہم  
وفی رحلتی یصفو مقامی وحیذا      مقام بہ خط الرحال الیہم  
ولا زاد علی الا یقین بانہم      لہم کرم یغنی الوفود علیہم  
انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رأی الناس منه زهد یحیی سمیہ      وتنقوا فیہما کان یدی ویخفیہ  
فطوبی لہ ما شاقہ طب مطعم      ولا طیس لانت ورقہ حواشیہ  
تضی ولہ علم تجدد ذکرہ      وینشرہ فاندھر صیہات یطویہ  
ولاح علی وجہ العلوم کاتبہ      تخبران العلم قدمات محییہ  
تحلی باوصاف النبی وصحبہ      وتابعہم ہدیا فمن ذایدانبہ  
یسر اذا ماسدوا الخصم حجة      وان ضل عن مقصد الحجة یہدیہ  
بکی فقدہ علم الحدیث واہلہ      مداویہ والکتب الصحاح وقاریہ

از طبقات الشافعیہ، مقدمہ تدریب الراوی، الرسالة المستطرفہ، التعليقات السنیہ، حسن المحاضرہ وغیرہ۔

(ماخوذ از ظفر المحصلین)

## ریاض الصالحین کا تعارف و اہمیت:

علامہ نووی شارح مسلم کی تصنیفات میں ”ریاض الصالحین“ انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ انیس سو مخشب احادیث کا مجموعہ ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کا کیا مقصد ہے، اس کو خود مصنف رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

فرأیت أن اجمع مختصر من الاحادیث الصحیحة مشتملا علی ما یكون طریقا لصاحبہ الی  
الآخرۃ . ومحصلا لادابہ الباطنۃ والظاہرۃ جامعاً للترغیب والترہیب ، وسائر انواع اداب السالکین  
من احادیث الزہد ، وریاضیات النفوس وتہذیب الاخلاق وطہارۃ القلوب وعلاجہا ، وصیانۃ  
الجوارح ، وازالۃ اعوجاجہا وغیر ذلک من مقاصد العارفين . (مقدمۃ الكتاب)

یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اصلاح خلق کے متعلق آیات و احادیث اور اس پر ملنے والا اجر و ثواب کو دیکھتے ہوئے دل میں  
و امیہ پیدا ہوا کہ احادیث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار کروں جو اس کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے توشہ آخرت بنے، جس سے پڑھنے

والے کا ظاہر و باطن درست ہو جائے جس سے ترغیب و ترہیب دونوں ہی حاصل ہوں اور آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو، ان احادیث میں زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کا سبق بھی ہو اور نفس کو اعمالِ صالحہ پر ابھارنے کا سامان بھی ہو اور اخلاق و کردار کو سنوارنے اور دلوں کی صفائی تمام باطنی بیماریوں (ریا کاری، عجب و کبر، حسد و کینہ، بغض و عداوت، لالچ و حرص، حب مال و حب جاہ وغیرہ) سے نجات کا ذریعہ اور ان بیماریوں کا علاج ہو، انسانی اعضاء کو گناہوں سے بچانے کا آلہ اور ان کی کچی کو دور کرنے کا سبب ہو ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے جو مقاصد ہیں وہ ان احادیث سے پورے ہوں۔

یقیناً مصنف رحمہ اللہ کے بیان کردہ تمام مقاصد اس کتاب سے پورے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، اصلاحی مجالس میں اس کا درس ہوتا رہا اور تنہائی کے اوقات میں بھی یہ کتاب انیس بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی اور فکر آخرت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے، چنانچہ دکتور ماہر یاسین فحل جنہوں نے حال میں عربی زبان میں ریاض الصالحین کی شرح لکھی وہ مقدمہ میں ریاض الصالحین کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد! فبانی احمد الله اولا واخرا و ظاهرا و باطنا على انهاء العمل بهذا الكتاب العظيم "رياض الصالحين" ذلك الكتاب الذي كان اول كتاب العلم قراءة لي، وكنت دائما ارجع الى هذا الكتاب واحفظ من احاديثه وانصح الناس في العناية به، لانه كتاب كله نور، كيف لا وقد ضم بين دفتيه اهم ما يحتاجه المسلم في حياته وعباداته، لذلك انعقدت النية على العناية به عناية متميزة مع التاكيد في التعليق على اتباع منهج السلف الصالح.

کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ریاض الصالحین جیسی عظیم کتاب پر تعلیق و تحقیق کا کام مکمل کرنے کی توفیق دی یہ میرے لیے پہلی کتاب ہے جس کو میں نے نظر ثانی پڑھا ہے، پھر میرا یہ مشغلہ بن گیا، ہر وعظ و نصیحت کے موقع پر اس کتاب کی طرف مراجعت کرتا ہوں اور اس کی احادیث کو یاد کرتا ہوں اور لوگوں کو تاکید کرتا رہتا ہوں کہ اہتمام کے ساتھ اس کا مطالعہ جاری رکھیں کیونکہ یہ ایسی پر نور کتاب ہے جس میں ایک مسلمان کی ضرورت کی تمام باتیں موجود ہیں، عرب و عجم کے علماء اس کے درس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کو دیکھا وہ بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا درس دیتے ہیں ان کے درس کا خلاصہ جو "اصلاحی خطبات" کے نام سے شائع ہوتے ہیں اور ہورہے ہیں، ان کا غالب حصہ اس "ریاض الصالحین" کے درس کا خلاصہ ہے۔

نیز وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بنات کے مدارس کے نصاب میں اس کو داخل فرمایا نیز بنین کے لیے بھی اس کتاب کے مختلف ابواب داخل نصاب ہیں اور اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عربی، اردو اور دیگر مختلف زبانوں میں اس کی مختصر اور مفصل بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں، کسی کتاب کا مخدوم ہونا اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے، حال ہی میں ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر ساجد الرحمن صاحب زید مجدہم نے اردو زبان میں ریاض الصالحین کی بہت وسیع اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے یہ شرح کئی خصوصیات پر مشتمل

ہے۔ حل لغات، ترجمہ، تشریح اور متعلقہ حدیث سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل کی وضاحت وغیرہ۔

جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب کی درخواست پر بندہ نے اس شرح پر نظر ثانی کی، لیکن رسمی طور پر نہیں بلکہ شروع سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا چونکہ علامہ نووی رحمہ اللہ فقہ شافعی کے پیروکار ہیں، ان کے بیان کردہ بعض مسائل سے حنفی فقہ کے متبعین کو الجھن پیش آسکتی تھی اس لیے موقع بموقع اس کی وضاحت کر دی گئی کہ احناف کے ہاں مسئلہ یہ ہے نیز اصل شرح میں ہر ہر حدیث پر عنوانات نہیں تھے اس کی کوپوری کرنے کے لیے ہر حدیث پر عنوان قائم کر کے شرح سے استفادہ کرنے والوں کے لیے مزید آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے علاوہ علم حدیث پر ایک مختصر اور جامع مقدمہ کا اضافہ کیا گیا جو ان شاء اللہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے معین و مددگار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس شرح کو امت کے لیے نافع بنائے نیز اصل شارح، ناشر اور بندہ ناچیز کے لیے صدقہ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بندہ احسان اللہ شاکر عفا اللہ عنہ

خادم افتاء و تدریس

جامعہ الرشید، احسن آباد، کراچی

۵۱۴۲۸/۰۶/۱۱





## مُقَدِّمَةٌ

(از: (مع) معی الدین بن مرقس نورانی رحمہ اللہ)

جملہ ستائش اس اللہ واحد وقہار کے لیے ہیں جو غالب ہے اور بخشنے والا ہے، جو اصحاب قلب و نظر اور ارباب دانش و بینش کی نصیحت و عبرت کے لیے رات کو دن پر لپٹنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب فرما کر انہیں غفلت سے بیدار کیا اور دنیا کی زندگی میں انہیں زہد و تقویٰ سے سرفراز فرمایا، انہیں مراقبہ ذات اور مشاہدہ حق میں مشغول فرمایا اور انہیں ہر آن عبرت و نصیحت کا قبول کرنے والا بنایا اور انہیں توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کی فرماں برداری اور آخرت کی تیاری میں لگے رہیں، ان باتوں سے ڈرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بننے والی ہیں اور ان امور سے اجتناب کریں جو انہیں جہنم کا مستحق بنادیں اور زمانے کے ہر تغیر اور حالات کے ہر نشیب و فراز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مستقل مزاجی سے جڑے رہیں۔

میں اسی کی حمد کرتا ہوں، بلغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد ایسی حمد جو جملہ انواع کو شامل اور زیادہ نفع دینے والی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ نیکو کار اور رؤف و رحیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے حبیب و خلیل ہیں جو صراطِ مستقیم کی جانب راہنمائی کرنے والے اور دینِ توہم کی طرف بلا بنے والے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ان کی آل پر اور تمام صالحین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو۔

حمد و صلاۃ کے بعد!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میں نے تمام انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں

کہ وہ مجھے کھلائیں۔“ (سورۃ الذاریات: ۵۶، ۵۷)

یہ فرمان الہی واضح ہے کہ تمام انسان صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، بنا بریں ان پر لازم ہے کہ اپنے مقصد تخلیق پر نظر رکھیں، زہد و تقویٰ اختیار کریں اور لذائذِ دنیا سے گریز کریں کہ دنیا دار فانی ہے مقام دوام نہیں، عارضی سواری ہے منزلِ عشرت نہیں، شاہراہِ زندگی کا منقطع ہو جانے والا کنارہ ہے دائمی ٹھکانا نہیں۔ یہاں بیدار بخت وہی ہے جو اپنی زندگی بندگی رب میں گزارے اور دانا وہی ہے جو پرہیزگاری کو حاصلِ زیست بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”دنیا کی زندگی کی مثال آئین سے نازل کردہ پانی کی سی ہے، پس اس کے ساتھ سبز جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں

تک کہ زمین سبز سے خوش نما اور آراستہ ہو گئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دس سوس رکھتے ہیں مگر انہیں رات کو یاد دل کو

ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں، جو لوگ غور و فکر کرنے والے ہیں ان کے لیے

ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔“ (سورۃ یونس: ۲۴)

اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ کے بہت سے عاقبت اندیش بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا سے کنارہ کر لیا ہے، وہ دنیا کے فتنوں سے لرزاں و ترساں رہتے

ہیں۔

دنیا کو دیکھ کر وہ اس حقیقت سے آشنا ہو گئے کہ یہ جگہ ایک بیدار انسان کا وطن نہیں ہے اور انہوں نے جان لیا کہ دنیا ایک عمیق سمندر ہے جسے عبور کرنے کے لیے انہوں نے نیک اعمال کے سفینے بنالیے۔

جب دنیا کا یہ حال ہے جو میں نے بیان کیا اور ہمارا مقصد وجود وہ ہے جو میں نے ذکر کیا تو ہر باشعور مکلف انسان پر لازم ہے کہ نیکو کاروں کا مسلک اختیار کرے اور اہل دانش و بصیرت کے راستے پر چلے اور جو مقصد بیان ہوا ہے اس کی تیاری کرے اور اس امر کا اہتمام کرے جس کی جانب میں نے تنبیہ کی ہے اور اس کے لیے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی جانب سب سے زیادہ راہنمائی کرنے والا طریقہ وہ ہے جو اولین و آخرین کے سردار اور اگلے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہمارے نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو آپ ﷺ پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔“ (سورۃ المائدہ: ۲)

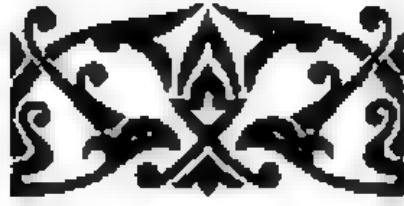
صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے“ مزید فرمایا: ”جو کسی کو کسی نیکی کی جانب راہنمائی کرے گا تو اس کو عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔“ اور فرمایا: ”جو کسی کو نیکی کی طرف بلائے گا تو اس کے لیے ان لوگوں کے مثل اجر ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور اس سے ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔“ اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”اللہ کی قسم! تمہارے واسطے سے اللہ تعالیٰ اگر ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“

ان امور کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا کہ احادیث نبوی ﷺ کا ایک ایسا مختصر مجموعہ مرتب کروں جو طالب حق کے لیے آخرت کا راستہ ہموار بنادے، جس سے اسے ظاہری و باطنی آداب حاصل ہو جائیں اور جو ترغیب و ترہیب اور آداب سالکین کی تمام انواع پر مشتمل ہو۔ اس میں زہد و تقویٰ کا سبق بھی ہو اور ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا بیان بھی، طہارت قلب کا بھی ذکر ہو اور امراض قلب کا علاج بھی، انسانی اعضاء کی سلامتی کا بھی بیان ہو اور ان کی کجی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی۔

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس کتاب میں صرف ایسی صحیح اور واضح احادیث ذکر کروں گا جو مشہور کتب احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور ہر باب کا آغاز میں آیات کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا کسی مخفی معنی کی توضیح کا محتاج ہوگا اسے میں

نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جس حدیث کے آخر میں متفق علیہ کہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب مکمل ہو کر طالب حق کو بھلائی کے راستے پر لے جانے والی اور برائیوں اور مہلک گناہوں سے بچانے والی ہوگی۔ میں اپنے اس بھائی سے جو اس کتاب سے مستفید ہو در خواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے میرے والدین اور مشائخ کے لیے تمام احباب اور جملہ مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کرے۔ اللہ کریم ہی پر میرا اعتماد ہے، میرا بھروسہ اور سپردگی اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو گناہوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے وہی غالب اور حکیم ہے۔



(الباب (۱)

الإِخْلَاصُ وَاحْتِضَارُ النِّيَّةِ فِي جَمِيعِ الْأَعْمَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالْأَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ  
جملہ اعمال و اقوال اور ظاہری و باطنی حالات میں اخلاص اور حسن نیت کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

۱. ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور

زکوٰۃ ادا کریں اور یہی شہادین ہے۔“ (سورۃ البینہ: ۵)

**تفسیری نکات:** اخلاص عمل اور حسن نیت کے بارے میں یہ تین آیات کریمہ جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر فرمائی ہیں انتہائی اہم اور وسیع معنی کی حامل ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البینہ کی ہے۔ جس میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اسلام سے قبل اہل کتاب کو یہی حکم ہوا تھا کہ ہر طرح کے شائبہ شرک و ضلال سے پاک ہو کر صرف ایک اللہ کی بندگی کریں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر احبار اور رہبان کو ارباب بنا لیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ ہر فکری کجی اور ہر عملی زلغ سے بچ کر دین ابراہیم پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے۔ غرض انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص عمل اور حسن نیت اختیار کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی اخلاص عمل، حسن نیت اور نماز و زکوٰۃ دین اسلام کی اساس ہیں، پھر قبول اسلام سے گریز کیوں؟ (تفسیر عثمانی، سورۃ البینہ)

وَقَالَ تَعَالَى:

۲. ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۝﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۲): ”اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“

(سورۃ الحج: ۳۷)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت سورۃ الحج کی ہے جس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ محض جانور ذبح کرنے اور اس کا خون گرانے سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے، کہ یہ گوشت اور خون بارگاہ الہی تک نہیں پہنچتا۔ اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ یہی وہ



تقویٰ ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى :

۳. ﴿قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ بُشْدُوهُ يَعْلَمَهُ اللَّهُ﴾

نیز اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

(۳): ”آپ فرمادیجئے، تم اپنے دل کی بات چھپائے رکھو یا اسے ظاہر کر دو، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔“

(سورۃ آل عمران: ۲۹)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت آل عمران کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنی نیت اور دل کی بات دوسرے لوگوں سے چھپائے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا عمل ہر شئی کو محیط ہے۔

(تفسیر عثمانی، سورۃ الحج)

## تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے

۱. وَعَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلٍ بْنِ عَبْدِ الْعَزَى بْنِ رِيَّاحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَانَوِيٌّ : فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِلدُّنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ امْرَأَةً يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ : رَوَاهُ إِمَامَا الْمُحَدِّثِينَ : أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَةَ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُورِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي كِتَابَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

(۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی پس جس شخص نے اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی اس نے نیت کی۔“

اس حدیث کو امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری اور امام المحدثین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں کتب حدیث میں صحیح ترین کتابیں ہیں۔

**تخریج حدیث (۱):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحي، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ما جاء انما

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات

**راوی حدیث:** حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص تھی اور الفاروق لقب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں اسلام لائے، آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام سے مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت حاصل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں عراق، مصر اور شام فتح ہوئے۔ کتب حدیث میں آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۵۳۹ ہے۔ ۲۳ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ۴/۲۶۴)

**کلمات حدیث:** اعمال: عمل کی جمع ہے۔ عمل بعمل عملاً (باب مع) کام کرنا۔ بالارادہ کوئی کام کرنا عمل ہے جبکہ ہر انسانی حرکت خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو فعل ہے۔ نیت: نیت کی جمع ہے، جس کے معنی قصد و ارادہ اور عزم قلب کے ہیں۔ نَوَى يَنْوِي نَوَاءً وَنِيَةً (باب ضرب) ارادہ کرنا۔ نیت کرنا۔ ہجرت کے معنی ترک کرنے اور چھوڑنے کے ہیں۔ هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا وَهَجْرَانًا (باب نصر) قطع کرنا، وصل کی ضد ہے۔ هَجَرَ الشَّيْءَ، اس شے کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا۔ ہجرت کا شرعی مفہوم آزمائش کے خوف سے دارالکفر سے دارالاسلام آجانا اور حقیقت ہجرت یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دینا جو اللہ سبحانہ کو ناپسند ہو۔ چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ مہاجر وہ ہے جو ہر اس بات کو ترک کر دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو۔ دُنِيَ دُنُوًّا سے بنا ہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں چونکہ انسان اس جہاں میں اس وقت موجود ہے اس لیے یہ قریب ہے اور بعد میں آنے والا جہاں آخرت ہے کہ وہ بعد میں آئے گا۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث جوامع الکلم میں ہے اور اپنے معانی کی وسعت اور اپنے مفاہیم کی ہمہ گیری کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے ثلث اسلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ فقہ کے ستر ابواب پر مشتمل ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی: ۱۳/۴۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں کتاب الایمان کے آغاز میں اور باب بدء الوحی سے پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنے ایک خطبہ میں اس حدیث کو ذکر فرمایا اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے خطبہ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ حدیث ارشاد فرمائی جو اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مکی زندگی مدنی زندگی کے لیے بطور مقدمہ تھی اور اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مقدمہ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ابن المیز فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے آغاز سے پہلے ہی خلوت پسند فرمانے لگے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر غار حرا میں معتکف ہو جاتے، آپ ﷺ کی یہ غیر اللہ سے الی اللہ ہجرت مقدمہ تھی نزول وحی کا، اس لیے مناسب ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو بدء الوحی (آغاز وحی) سے متعلق حدیث سے پہلے ذکر فرمائیں۔ (فتح الباری: ۱/۲۲۲)

درحقیقت یہ حدیث ان آیات کریمہ کا بیان ہے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر کی ہیں۔ دین اسلام کی اساس اخلاص عمل اور حسن نیت ہے، چنانچہ ہر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالصتاً لوجہ اللہ کیا گیا ہو اور صحیح نیت کے ساتھ انجام دیا جائے۔ ایسے ہی عمل کا اجر و ثواب ہے، جبکہ ریاکاری اور دنیاوی اغراض کی آمیزش کے ساتھ کیا جانے والا عمل بے اثر اور بلا ثمر بن جاتا ہے، لیکن یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جس طرح نیت فاسدہ سے کیا جانے والا اچھے سے اچھا عمل بے ثمر اور بے نتیجہ ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی برا عمل محض نیت کے خوب ہونے سے اچھا نہیں بن جاتا۔ برا عمل ہر حالت میں برا ہے خواہ اسے کتنا ہی حسن نیت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔ اچھا عمل وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اچھا قرار دیا ہے، برا عمل وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں برا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام فی نفسہ برے ہیں اور ان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان میں حسن نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں کو بزرعم خود اچھی نیت سے کرنا ان کی قباحت اور برائی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کا منشا یہ ہے کہ اگر اعمال صالحہ میں رضائے الہی مقصود نہ ہو بلکہ ان کی غرض دنیاوی فائدہ ہو تو وہ اعمال دنیاوی اعمال بن جاتے ہیں۔ اعمال صالحہ میں نماز سب سے مہتمم بالشان عمل ہے لیکن اگر ریاکاری سے پڑھی جائے تو عند اللہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ کی رضا کے حصول کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر دارالاسلام میں جا کر آباد ہونا بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے مگر شرط یہی ہے کہ ہجرت کی غرض و غایت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح مقصود نہ ہو۔ ایک صاحب مدینہ منورہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے اس نے شرط لگائی کہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ جاؤ، چنانچہ یہ صاحب ہجرت کر کے گئے اور اس عورت سے نکاح کر لیا اور مہاجر ام قیس کہلائے کہ یہ عورت ام قیس کے نام سے متعارف تھی۔ اسی واقعہ کے پیش نظر حدیث میں دنیا کے ذکر کے بعد عورت سے نکاح کا ذکر فرمایا۔ اگر کوئی بات یا کوئی واقعہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کی وجہ بنا ہو اسے سبب ورود الحدیث کہتے ہیں، جس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے جو علوم حدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

(فتح الباری : ۲۲۲/۱، صحیح مسلم لشرح النووی : ۴۶/۱۳، مظاهر حق : ۷۴/۱، دلیل الفالحین : ۲۹/۱)

احادیث میں جن اعمال کے لیے نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے ان سے اعمال مقصودہ مراد ہیں یعنی ایسے اعمال جن کا کرنا شریعت میں مطلوب اور دین میں مقصود ہو، جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یہ اعمال بغیر نیت معتبر نہیں ہیں اور نہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، جملہ فقہاء کے نزدیک نماز کے لیے نیت لازمی ہے اور بغیر نیت نہ تو نماز صحیح ہے اور نہ عند اللہ مقبول ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حنفی فقہاء کے نزدیک نیت شرط نماز ہے اور نیت کا نماز کی صحت کے لیے شرط ہونا اجماع سے ثابت ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک نیت نماز کا رکن ہے۔ اعمال غیر مقصودہ سے مراد ایسے اعمال ہیں جو مقصود نہ ہوں، البتہ کسی دوسرے امر کی بناء پر ضروری قرار پائے ہوں، جیسے وضو اور غسل کہ یہ فی ذاتہ مقصود نہیں ہیں۔ اعمال غیر مقصودہ میں نیت کے لازمی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل بغیر نیت بھی معتبر ہیں، البتہ ان اعمال میں نیت سنت اور مستحب ہے۔ نیت کے معنی دل سے قصد کرنے کے ہیں اس لیے زبان سے کہنا شرط نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک سنت یا مستحب ہے۔

نیت کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور عالم ہونا یعنی جو عمل کر رہا ہے اس کی اہمیت و حقیقت سے واقف ہونا ضروری ہے اور چوتھی شرط یہ ہے کہ نیت کے منافی کوئی کام نہ کرے۔ (الفقه على المذاهب الاربعة : ۱/۱۷۲، مظاهر حق جدید : ۱/۷۶)

### دنوی عذاب نیک و بد دونوں پر آتا ہے

۲. وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَغْزُو جَيْشُ الْكُفَّةِ فَإِذَا كَانُوا بَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخَسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخَسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخَسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَابَتِهِمْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کے ارادے سے نکلے گا۔ جب وہ چٹیل میدان میں پہنچے گا تو ایک سرے سے دوسرے تک سب زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں بعض دکانداری کرنے والے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو قتالین میں سے نہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب زمین میں دھنسا دیے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۲): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت۔

راوی الحدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب حمیراء اور ام عبد اللہ کنیت تھی۔ غزوہ احد اور غزوہ بنی المصطلق میں شرکت فرمائی۔ مکثرین صحابہ میں سے تھیں، یعنی ان صحابہ کرام میں سے جن میں ہر ایک سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے جن میں سے ۱۷۲ متفق علیہ ہیں۔ ۵۲ احادیث صرف صحیح بخاری میں اور ۶۸ صرف صحیح مسلم میں موجود ہیں، ۶۳ سال کی عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(طبقات ابن سعد : ۷/۲۷۱)

کلمات حدیث: غزا یعنی غزو (باب نصر) حملہ آور ہونا۔ اسی سے غازی بروزن قاضی ہے جس کی جمع غزاة بروزن فضاة ہے۔ خسف یعنی خسوف (باب ضرب) زمین پھٹ کر اس میں دھنس جانا۔ خسف القمر: چاند گرہن ہونا۔ چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں۔ بعث یعنی بعثا (باب فتح) کسی کو بھیجنا یا روانہ کرنا۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ اسی سے یوم البعث ہے یعنی وہ دن جب سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ بیداء: وسیع اور چٹیل میدان۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وسیع چٹیل میدان۔



**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک سے دین اسلام میں نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کا مدار نیت پر ہے اور آخرت میں بھی جزا و سزا کا مدار نیت پر ہوگا۔ لشکر کے اندر شامل بہت سے لوگ براہ راست جنگجو نہیں ہوتے بلکہ وہ صرف مقاتلین کے مددگار ہوتے ہیں، لیکن جب لشکر سارا کا سارا زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور روز قیامت ان کا حساب و کتاب ان کی نیت کے مطابق ہوگا۔ برا کام بھی برا ہے اور برا کام کرنے والوں کے ساتھ شرکت کرنا، ان کے کام سے راضی ہونا اور سکوت اختیار کرنا بھی برا ہے، ضروری ہے کہ جس قدر ہمت اور قدرت ہو برائی کا راستہ روکے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اسے برا کہے یہ بھی نہ ہو سکے تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں برا سمجھے۔ (فتح الباری: ۱/۱۱۰۵)

یہ حدیث دراصل اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے:

﴿وَأَتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾

”اور اس آزمائش (عذاب) سے ڈرو جو خاص ظلم کرنے والوں ہی پر نہیں آئے گا۔“ (بلکہ عام ہوگا) (الانفال: ۲۵)

اگر کسی قوم کے اکثر افراد معصیت اور ظلم کا راستہ اختیار کر لیں تو جو لوگ اس عام حالت سے کنارہ کش ہیں اور مدد و ہمت کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ نہ نصیحت نہ فہمائش اور نہ اظہار نفرت، تو اس حالت پر جب اللہ کی پکڑ آئے گی تو سب اس میں شامل ہوں گے۔ چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو وہ سب پر نازل ہوتا ہے پھر انہیں روز قیامت ان کی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔“

## فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہو گئی

۳. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ" وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَكَّةَ لِأَنَّهَا صَارَتْ دَارَ إِسْلَامٍ.

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور

نیت باقی ہیں تو جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔ متفق علیہ

مطلب یہ ہے کہ اب مکہ سے ہجرت باقی نہیں رہی کہ وہ اب دارالاسلام بن گیا ہے۔

**تخریج حدیث (۳):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب وجوب التنفیر و باب فضل الجہاد: صحیح مسلم، کتاب

الامارہ، باب المبايعۃ بعد فتح مکة على الإسلام والجہاد والخیر.

**کلمات حدیث:** إِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا: یعنی جب امام وقت تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے تو اس کے حکم پر لبیک کہو اور نکل

کھڑے ہو۔ نَفَر يَنْفِرُ نَفُورًا (باب نصر) نفرت الدابة، جانور بھاگ گیا۔ نَفَر يَنْفِرُ نَفُورًا وَنَفَارًا (باب ضرب) لوگ کسی کام یا جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

## جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت باقی ہے

**شرح حدیث:** مکہ مکرمہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان کفار قریش کے ظلم و ستم کا شکار تھے، ستم بالائے ستم یہ کفار مسلمانوں کو ان کے فرائض دینی کے ادا کرنے سے بھی روکتے تھے اسی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت واجب تھی جب مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا تو یہ فضیلت والی اور اعلیٰ مرتبہ والی ہجرت باقی نہیں رہی۔ بلکہ اس کی جگہ اخلاص نیت کے ساتھ اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے ساتھ جہاد نے لے لی۔ بہر حال فتح مکہ کے بعد بھی اگر مسلمان کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں وہ آزادی کے ساتھ شعائر اسلام کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو ایسے مقام سے بھی ہجرت واجب ہے اس کی تائید اس فرمان نبوی ﷺ سے ہوتی ہے کہ

”جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔“

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصر نبوی ﷺ میں ہجرت کی دو صورتیں تھیں، ایک صورت تو یہ تھی کہ اگر کسی جگہ کے لوگ اسلام لے آتے تو انہیں وہاں اذیتیں دی جاتیں اور کافرانہیں تکلیف پہنچاتے تو انہیں ہجرت کا حکم دیا جاتا کہ تکالیف سے محفوظ رہیں اور اسلام پر قائم رہیں۔ دوسری صورت ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت تھی مکہ میں مسلمان کمزور اور قلیل تعداد میں تھے وہاں جو اسلام قبول کرتا اس پر ہجرت فرض ہو جاتی کہ مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ ﷺ کے نور نبوت سے مستفید ہوں، مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ حکم ہوا کہ اپنے وطن میں قیام کریں اور نیت جہاد کے ساتھ تیار رہیں کہ جب حکم جہاد ہوا اس کے لیے روانہ ہو جائیں۔

(دلیل الفالحین: ۱/۳۴، فتح الباری: ۲/۱۵۸)

## عذر کی وجہ سے جہاد سے رہ جانے والوں کا ثواب

۴. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لِرَجُلًا مَاسِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطْعْتُمْ وَاِدِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ حَبْسَهُمُ الْمَرَضُ، وَفِي رِوَايَةٍ: إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أَقْوَامًا خَلَفْنَا بِالْمَدِينَةِ (۱) مَا سَلَكْنَا شُعْبًا وَلَا وَاِدِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا، حَبْسَهُمُ الْعُذْرُ.

(۴) حضرت ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جس جگہ سے گزرتے ہو اور جو وادی عبور کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ”وہ اجر و ثواب میں تمہارے شریک ہیں“ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم جس گھاٹی سے گزرتے ہو اور جو وادی عبور کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگرچہ عذر کی بناء پر وہ جسمانی طور پر

ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من حبسہ العذر عن الغزو، صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض أو غیرہ۔

**راوی الحدیث:** حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو عبد اللہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شریک رہے، علم حدیث کے حصول کا اس قدر شغف تھا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت شام میں رہتے تھے، ایک حدیث جانتے ہیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ خریدا اور ایک ماہ کی مسافت قطع کر کے پہنچے اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی۔ ان کی روایات کی تعداد ۵۲۰ ہے۔ ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے ۹۴ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۳۴، تہذیب التہذیب: ۱/۴۰۷، طبقات ابن سعد: ۴/۲۹۲)

**کلمات حدیث:** قطع قطعاً (باب فتح) کاٹنا، عبور کرنا۔ حبس حبساً (باب ضرب) رک جانا، قید کرنا۔ شر کو کم: شریک

ہونا۔ شرك شرکاً (باب سمع) اشر کہ فی امرہ اسے اپنے کام میں شریک کیا۔ رجع: لوٹنا، پھرنا۔ رجع رجوعاً (باب ضرب)

**شرح حدیث:** خیر کے کاموں کی نیت کرنے کا بھی اجر و ثواب ہے اگرچہ کوئی بر بنائے عذر اس عمل خیر کو انجام نہ دے سکے بلکہ جس

قدر اپنی محرومی پر افسوس کرے گا اسی قدر اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ دراصل اس حدیث میں اس آیت مبارکہ کی جانب اشارہ ہے۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”یہ اس واسطے کہ نہیں پہنچتی جہاد کرنے والوں کو کوئی پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے خفا

ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھ جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا حق

ضائع نہیں کرتا۔“ (التوبہ: ۱۲۰)

یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر باتیں مثلاً بھوک پیاس لگنا یا تکلیف پہنچنا، اختیاری امور نہیں ہیں پھر بھی نیت جہاد کی برکت سے ان

غیر اختیاری امور کے مقابلے میں بھی ان کے نامہ اعمال میں حسنات درج کر دیے جائیں گے اور اللہ سبحانہ ان کو اس تکلیف کے بدلے

اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ اور نیت حسنہ کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا۔ (تفسیر عثمانی: التوبہ)

### نفلی صدقہ نیت کا مدار

۵. وَعَنْ أَبِي يَزِيدَ مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الْأَخْنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَهُوَ وَأَبُوهُ وَجَدَهُ، صَحَابِيُّونَ، قَالَ

: كَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا :  
فَقَالَ : وَاللَّهِ مَا يَأْكُ أَرَدْتُ ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "لَكَ مَا نَوَيْتَ  
يَا يَزِيدُ ، وَلَكَ مَا أَخَذْتُ يَا مَعْنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵) حضرت معن بن یزید بن اخص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے (معن، ان کے والد اور دادا تینوں صحابی ہیں) میرے  
والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کے لیے نکالے اور مسجد میں ایک شخص کو دے آئے (کہ کسی مستحق کو دیدے) میں نے وہ دینار اس سے لے  
لیے اور اپنے والد کے پاس لے آیا، میرے والد بولے قسم بخدا میں نے یہ رقم تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا ہم اپنا یہ معاملہ رسول اللہ  
ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور اے معن جو مال تم نے لے لیا وہ تمہارا ہے۔  
(صحیح بخاری)

**تخریج حدیث (۵):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب إذا تصدق علی ابنه وهو لا يشعر.

**راوی حدیث:** حضرت معن بن یزید بن اخص کی کنیت ابو یزید تھی۔ معن ان کے والد یزید اور دادا اخص تینوں اصحاب رسول ﷺ  
تھے اور تینوں نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی تھی۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں، مروان کے زمانے میں شہید ہوئے۔

(تہذیب التہذیب : ۴۸۶/۵)

**کلمات حدیث:** أخرج دنانير: دینار صدقہ کے لیے نکالے اور انہیں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو سپرد کر دیا کہ کسی  
مستحق کو دیدیں۔ فحبت فأخذتها: میں آیا اور میں نے وہ دینار لے لیے، یعنی بیٹا مستحق تھا اس نے اس شخص سے خود لے لیے۔  
فخاصمته: میں نے یہ معاملہ (تنازعہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا، خصم، فریق معاملہ، مقابل۔ الدال الخصام: سخت جھگڑالو،  
خصمہ خصماً (باب ضرب) غالب آنا، خصم مخاصمة (باب مفاعلة) جھگڑا کرنا۔

**شرح حدیث:** معن کے والد یزید نے کچھ دینار بیت صدقہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کے سپرد کیے کہ وہ کسی  
مستحق کو دیدیں، معن خود ضرورت مند تھے اور انہوں نے اپنی ضرورت کو مقدم سمجھا اور ان صاحب سے وہ دینار لے لیے اور والد کے پاس  
آئے اور انہیں بتایا، والد نے کہا کہ میں نے تو تمہیں دینے کی نیت نہیں کی تھی، غرض دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے  
فرمایا کہ یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے یعنی معن چونکہ ضرورت مند تھے اس لیے صدقہ ان کو مل گیا  
اور ان کے والد کو ان کی نیت کا ثواب مل گیا۔ (دلیل الفالحین : ۳۶/۱)

## وصیت تہائی مال تک جائز ہے

۶. وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ مَالِكِ بْنِ أَهْيَبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ بْنِ زُهْرَةَ ابْنِ كِلَابِ بْنِ  
مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ الْقُرَشِيِّ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَحَدِ الْعَشْرِ الْمَشْهُودِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، رَضِيَ اللَّهُ



عَنْهُمْ قَالَ : جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي أَفَاتَصَدَّقُ بِثُلثِي مَالِي؟ قَالَ : لَا، قُلْتُ : فَالشَّطْرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ : لَا، قُلْتُ : فَالثُّلُثُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَوْ كَبِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرُ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجَرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِي فِي أَمْرَاتِكَ قَالَ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْلَفَ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخْلَفَ فَتَعْمَلْ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَرَدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرَفْعَةً، وَلَعَلَّكَ أَنْ تُخْلَفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضْرِبَكَ آخَرُونَ : اَللَّهُمَّ اأْمُضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنَّ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرِثُنِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں بیمار ہو گیا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری بیماری کی شدت آپ دیکھ رہے ہیں، میں مال دار شخص ہوں اور صرف ایک بیٹی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آدھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک تہائی اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں نادار چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو خرچ رضائے الہی کے لئے کرو گے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں دو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیچھے رہ جانے کی صورت میں جو عمل اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس سے تمہارے درجہ میں زیادتی اور بلندی ہوگی اور امید ہے کہ تمہیں مزید زندگی ملے گی اور کچھ لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں گے اور کچھ دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو پورا فرما اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۶):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب رثاء النبی ﷺ سعد بن خولہ . صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث.

**راوی حدیث:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، انیس سال کی عمر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور مشرف باسلام ہوئے، ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں شرکت کی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ستر سال کی عمر میں

۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۷۱ ہے جن میں سے ۱۵ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہیں۔

**کلمات حدیث:** یعودنی: عود سے ہے جس کے معنی پلٹنے اور واپس آنے کے ہیں۔ عیاد عوداً (باب نصر) بیمار پر سی کرنا عیاد کے معنی آخرت اور مصیر کے ہیں یعنی وہ مقام جہاں انسان کو واپس جانا ہے۔ عیادت مریض کی مزاج پر سی کرنا۔ وجع کے معنی بیماری کے ہیں اور اس کی جمع اوجاع ہے۔ وجع وجعاً (باب سمع) مریض ہونا۔ اشتد علیہ المرض: فلاں کی بیماری شدت اختیار کر گئی، بیماری بڑھ گئی۔ یرثی، وراثت (باب حسب) وارث ہونا۔ الإرث شطر: نصف، آدھا۔ الوارثۃ: میت کا ترکہ۔ یتکفنون تکفیف سے ہے یعنی مائتے کے لیے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا نا۔ اُخلف میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ خلف خلافة (باب نصر) جانشین ہونا۔ تخلف (باب تفعل) پیچھے رہ جانا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں صحابہ کرام کی جماعت تھی۔ حجۃ الوداع کو حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال کسی کافر نے حج نہیں کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس سفر حج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں سخت بیمار ہوں ایک بی بی ہے اور میرے پاس مال ہے کتنا صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے ایک تہائی صدقہ کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ دست چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کیا جائے خواہ وہ اپنی بیوی کو ہی کھلانا ہو اس کا بھی اجر ملے گا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں میں پیچھے نہ رہ جاؤں یعنی کہیں میں مکہ ہی میں نہ مرجاؤں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو عمل بعد میں کرو گے اس سے تمہارے درجات بلند ہوں گے اور لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے اور کافروں کو نقصان پہنچے گا، یعنی آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طول حیات کی جانب اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کرنا۔ یہ حدیث مبارک متعدد نکات پر مشتمل ہے، جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ جملہ امور خیر میں مال خرچ کرنا مستحب ہے اور اس کا مدار نیت ہے اگر نیت رضائے الہی کی ہو تو مباح اور جائز امور بھی عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا اور اس کے منہ میں لقمہ دے دینا ایک امر مباح ہے، بلکہ اس کا تعلق بظاہر حظ دنیا سے ہے اور یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب بیوی سے بے تکلفی اور رغبت کا اظہار مقصود ہو لیکن یہ عمل بھی اگر رضائے الہی کی نیت سے ہو تو یہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ غرض اللہ کی رضا کے لیے کھانا، پینا، سونا اور آرام کرنا تمام کام عبادت ہیں۔

اس بیماری کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سندرست ہو گئے اور زندہ رہے یہاں تک کہ عراق فتح کیا اور فی الواقع ان سے اسلام اور اہل اسلام کو فائدہ پہنچا اور کافروں نے نقصان اٹھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں فرمایا: لیکن البائس سعد بن خولہ (مگر بے چارے سعد بن خولہ) اس کے بعد کے الفاظ: اُن کے لیے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے، راوی حدیث کے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ

بات خود سعد بن ابی وقاص نے کہی اور بعض نے کہا کہ یہ امام زہری کا کلام ہے۔ سعد بن خولہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ جبکہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہجرت بھی کی تھی اور جنگ بدر میں بھی شہادت کی تھی پھر کسی وجہ سے مکہ گئے اور وہاں انتقال ہو گیا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں انتقال کر جانے پر ان کے لیے دعائے رحمت فرماتے تھے کہ انہیں ہجرت کا مکمل ثواب نہیں ملا اور صحابہ کرام کے لیے ہجرت کے مکمل ہونے کی دعا فرمائی۔

(فتح بخاری : ۱ : ۷۷۶)

## اللہ تعالیٰ اخلاص اور اعمال کو دیکھتا ہے

۷۔ وَغُنَّ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَخْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَامِكُمْ، وَلَا إِلَى صُورِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ.

(روافہ مسلم)

(۷) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور

تمہارے چہروں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۷):** صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب

الخسف بالحیث الذی یومر البیت

**راوی حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد الرحمن بن صخر تھا، لیکن کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعارف

ہوئے اور یہ کنیت انہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی کیونکہ ان کے پاس بیٹی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ازراہ ملاحظت انہیں ابو ہریرہ (بیٹی کا

باپ یا بی والہ) کہہ کر مخاطب فرمایا۔ فتح خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور پھر اللہ کے رسول ﷺ جب تک اس دنیا میں رہے ساتھ نہ

چھوڑا۔ دنیا کا کوئی مشغلہ نہ تھا شب و روز حفظ حدیث میں مصروف رہتے تھے۔ آپ سے ۵۳۷۲ احادیث مروی ہیں، جن میں سے تین

سوفیق غنیہ ہیں اور ۷۳ صرف صحیح بخاری میں ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جاتے تھے وہیں ۷۸ برس کی

عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب : ۶ / ۴۴۷)

**کلمات حدیث:** نظر کے معنی دیکھنے کے ہیں لیکن یہاں حق سبحانہ کے متوجہ ہونے کے ہیں، قلب کے معنی دل کے ہیں اس کی جمع

قلوب ہے۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا کران میں اپنی روح پھونکی پھر ان سے اور ان کی بیوی سے

تمام انسان پیدا فرمائے۔ اس لیے سب انسان اللہ کے بندے ہیں اور سب مساوی ہیں ان کے درمیان رتبہ و نسل یا زبان و وطن کا کوئی

فرق نہیں ہے ان میں اتنے ہیں جو اللہ سے زیادہ ذرے والے اور اپنی اس دنیا کی زندگی میں زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے ہیں

اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے وجود اور اس کی صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ حق سبحانہ کے یہاں اگر کسی کی کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے تو وہ اس کے قلب میں جاگزیں تقویٰ اور حسن نیت کی ہوتی ہے کہ قلب ہی تمام اعمالِ حسنہ کا مرکز اور مصدر ہے اسی وجہ سے اہل باطن اصلاحِ قلب کو ظاہری اعمال پر مقدم قرار دیتے ہیں کہ قلب کی درستگی اور اصلاح ہو جانے کے بعد انسان کے جملہ اعمال درست اور صحیح ہو جاتے ہیں کیونکہ بندے کی عبادت اسی وقت درست ہوتی ہے جب وہ صاحبِ ایمان ہو، اسے معلوم ہو کہ کس قدر عظیم بستی نے اسے بندگی کا مکلف بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کا قلب خالق و مالک کی محبت اور اس کی خشیت سے نبریز ہو، ظاہر ہے کہ یہ تمام احوالِ قلب ہیں۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱)

اسی لیے ارشاد فرمایا:

”الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی

القلب“

”سمجھ لو کہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ

جاتا ہے، جان لو کہ وہ دل ہے۔“

قلب کی اصلاح اور اس کی درستگی سے مراد اخلاصِ عمل حسن نیت اور ہر عمل خیر کو محض رضائے الہی کے لیے انجام دینا ہے اسی کا نام احسان ہے اور وہی عمل عند اللہ مقبول ہے جو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ انجام دیا گیا ہو کہ نیتِ فاسدہ کے ساتھ اچھے سے اچھا عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

### جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے

۸. وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً أَى ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۸) ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص بہادری دکھانے کے

لئے لڑتا ہے، کوئی حمیت کی خاطر اور کوئی دکھاوے کے لئے۔ ان میں سے کون سا اللہ کے راستے میں جہاد ہے آپؐ نے فرمایا جو شخص اللہ کا

کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہے۔

**تخریج حدیث (۸):** صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم علماً جالساً، صحیح مسلم، کتاب

الامارہ، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا.

**راوی حدیث:** حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے، اپنے قبیلے کے سردار تھے، اسلام قبول کرنے



کے بعد واپس گئے تو آپ کی دعوت پر پچاس آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۳۶۰ ہے ان میں سے ۵۰ متفق علیہ ہیں۔ اکٹھ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۴۲)

**کلمات حدیث:** حمیت: کسی کام سے عار محسوس کرنا، حمی حمیہ (باب سمع) عار ہونا، غیرت آنا۔ شجع شجاعۃ (باب کرم) بہادر ہونا۔ عیاء، بلند جہد۔

**شرح حدیث:** مثل رسول اللہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا) دریافت کرنے والے صاحب کا نام لاحق بن خمرہ بابلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل مقبول ہے جو اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کیا گیا ہو۔ جہاد بھی وہی صحیح ہے جو اعلاء کلمہ اللہ کے لیے ہو، یہ حدیث بھی حسن نیت اور اخلاص عمل کو موکد کرتی ہے کہ جب جہاد جیسے عظیم عمل میں نیت کی اس قدر اہمیت ہے تو باقی تمام اعمال میں اخلاص اور حسن نیت کی اہمیت و ضرورت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری: ۱/۳۱، دلیل الفالحین: ۱/۴۲)

-----

۹. وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نَفِيعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹) حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان تلوار سونت کر باہم جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قاتل جہنم کا حقدار ہے مگر مقتول کیوں؟ فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۹):** صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب إذا التقى المسلمان بسيفيهما، صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما.

**راوی حدیث:** حضرت نفیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائف کے قبیلہ ثقیف کے رہنے والے تھے، ابو بکرہ ان کی کنیت تھی۔ بکرہ لکڑی کی اس چرخی کو کہتے ہیں جس کی مدد سے پانی کھینچا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تو یہ اس چرخی کو کھینچ رہے تھے وہیں سے کود گئے اور اسلام قبول کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ میں انتقال فرمایا آپ سے ۱۳۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۵/۶۲۳)

**کلمات حدیث:** التقى التقاء (باب افعال) باہم ملنا۔ يوم الشلاقی: قیامت کا دن۔ حریصا: لالچی، حرص رکھنے والا۔ حرص حرصا (باب سمع)

## کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی سزا جہنم ہے

**شرح حدیث:** اگر دو مسلمان عصبیت کے لیے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں کیونکہ قتل مسلم حرام ہے اور صرف تین یثنی زانی محسن، قاتل اور مرتد کا قتل کرنا جائز ہے اس کے سوا کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَقَدْ حَزَّ آوُهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

”اور جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور اس کی لعنت

ہوگی۔ (اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے)“ (النساء: ۹۳)

حدیث میں الفاظ ہیں کہ مقتول بھی اپنے قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا یعنی اس نے اس معصیت پر اپنے نفس کو جمایا ہوا تھا کہ اگر اسے موقع ملے تو وہ قتل کر دے گا۔ غرض عتاب عزم معصیت پر ہے اگر عزم نہ ہو صرف خیال ہو تو عتاب نہیں ہے اور اگر اس خیال کو بھی رخصت الہی کے لیے ترک کر دے تو اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ (دلیل الفلاحین: ۱: ۵۳)

## جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

۱۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بَضْعًا وَعَشْرِينَ دَرَجَةً وَذَلِكَ إِنْ أَخَذَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤِ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَخُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَأَتْكَ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ يَقُولُونَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ تَبَّ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا الْفُطْرُ مُسْلِمٌ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَنْهَزُهُ“ هُوَ بَفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّائِ: أَيْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهَضُهُ.

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت سے پڑھی ہوئی نماز اس نماز سے کچھ اوپر بیس درجے فضیلت رکھتی ہے جو وہ بازار میں یا گھر میں پڑھتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تم میں سے کوئی شخص جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد آتا ہے اس حال میں کہ نماز کے سوا اس کی کوئی اور نیت نہیں ہوتی کوئی اور بات اسے نہیں اٹھاتی سوائے نماز کے تو جو قدم وہ اٹھاتا ہے اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ فرشتے تم میں سے ایک

ایک کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک نمازی اسی جگہ رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم کر اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس کی طرف توجہ فرما۔ جب تک وہ ایذا نہ پہنچائے جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

ینہزہ یاء ہاء اور زاء کے ساتھ اور یاء کے زبر کے ساتھ ہے یعنی نماز ہی اسے کھڑا کرتی اور باہر نکالتی ہے۔

**تخریج حدیث (۱۰):** صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مسجد السوق۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة۔

**کلمات حدیث:** بضع: عربی زبان میں تین سے نو تک کے درمیانی عدد کے لیے بضع کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، لہذا بضعاً و عشرين درجہ کے معنی ہوئے ہیں اور کچھ اوپر۔ بعض دیگر روایات میں وضاحت کے ساتھ مسجد کی باجماعت کو گھر کی نماز سے پچیس یا ستائیس درجے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ینہزہ: نہز نہزاً (باب فتح) اٹھنا، لا ینہزہ الا الصلوۃ اسے نماز کے سوا کسی اور بات نے نہ اٹھایا ہو۔ خطوة: ایک بار قدم اٹھانا، خطوة: دو قدم کا درمیانی فاصلہ جو پیمائش کے حساب سے چھ قدم کا ہوتا ہے۔ لم یخط خطوة: کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ خطوات الشیطان: شیطان کی راہیں، اسکے طریقے اور اس کے نقش ہائے پا۔ خطاً خطواً (باب نصر) قدم اٹھانا۔

### مساجد بہترین جگہیں ہیں

**شرح حدیث:** فرمان نبوی ﷺ کے مطابق دنیا کی سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں اور جملہ اعمال خیر میں نماز سب سے بہترین عمل ہے، سب سے اچھا اور سب سے بہترین عمل سب سے بہترین جگہ پر انجام دیا جائے تو اس عمل کی خوبی اور اس کے درجات کی بلندی میں کیا شائبہ باقی رہ جاتا ہے؟ مسجد میں باجماعت نماز کی فضیلتیں متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہیں، یہ حدیث اپنے نفیس کلمات اور حسین عبارات کے اعتبار سے بے مثال ہے کہ گھر کی نماز سے مسجد کی باجماعت میں سے زائد درجات بلند ہے آدمی کا وضو کرنا اور خوب تر وضو کرنا اور اپنی جگہ سے محض نماز کے لیے اٹھنا اور چل کر مسجد پہنچنا اور نماز باجماعت ادا کرنا۔ یہ تمام اعمال حسنہ اس نماز کے درجات کو بند کرنے والے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس قدر وقت نمازی مسجد میں نماز کے انتظار میں رہے گا وہ عند اللہ اسی طرح اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، جیسے وہ سارا وقت نماز میں رہا ہو اس کے لیے فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ گھر میں نماز تو ہو جاتی ہے لیکن نمازی اتنی عظیم فضیلتوں سے محروم رہ جاتا ہے جو اس حدیث مبارک میں بیان ہوئی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۴۴)

### اعمال صالحہ کی نیت پر بھی ثواب ہے

۱۱. وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا

کَتَبَهَا اللَّهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هُمْ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هُمْ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور ساری برائیاں لکھ لی ہیں پھر انہیں بیان فرمادیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو انجام دے لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سيئة. صحيح مسلم، کتاب الایمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت.

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش شعب ابی طالب میں ہوئی، آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی اپنی والدہ ام الفضل کے ساتھ اسلام لائے۔ ۸ھ میں جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو سب گھر والوں نے ہجرت کی اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم نبوت کے حصول کے بے حد مشتاق تھے، رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد گرم دوپہر میں کسی صحابی کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتے، دھول مٹی چہرے پر پڑتی مگر ذرا پروانہ کرتے جب وہ صحابی باہر آتے تو ان سے حدیث نبوی ﷺ کے سنانے کی درخواست کرتے۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۶۶۰ ہے جن میں ۷۵ متفق علیہ ہیں۔ ۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب: ۱۷۰/۳)

**کلمات حدیث:** هُمْ هُمَا (باب نصر) هُمْ بالشيء ارادہ کرنا، چاہنا، پختہ ارادہ کرنا۔ جس بات کا ارادہ کیا جائے یا جس کام کے کرنے کی فکر کی جائے۔ مُهِم: شدید معاملہ۔ المهمات من الامور: اہم معاملات۔ ضعف ضعفاً (باب فتح) دگنا ہونا، بڑھنا۔ ضعف الشيء: کسی چیز کا دگنا ہونا۔ أضعف الشيء: بڑھانا، دگنا کرنا۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ اپنے بندوں پر بڑے رحیم و کریم ہیں ان کی رحمت تمام جہانوں پر پھیلی ہوئی اور ہر شے کو محیط ہے۔ یہ ان کا محض فضل و احسان ہے کہ وہ بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمادیتے ہیں، نیکیوں کو بڑھاتے پروان چڑھاتے اور انہیں نشوونما دیتے ہیں اور برائیوں کو اپنے بندوں کے نامہ اعمال سے محو کر دیتے ہیں۔ اگر اللہ سبحانہ اپنے بندوں سے ان کی خطاؤں پر مواخذہ فرمانے لگیں تو کوئی بھی باقی نہ بچے۔ اس حدیث مبارک میں بڑی خوبصورت اور بڑی دلکش بات بیان فرمائی گئی ہے جس سے اہل ایمان کے دل مضبوط ہوں اور اہل عمل اپنے اعمالِ حسنہ میں پختگی اختیار کریں، وہ بات یہ کہ اگر بندہ برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کر لے تو ایک برائی نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے لیکن اگر محض برائی کا ارادہ کرنے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے اس کے برعکس اگر نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ



کرے تو یہ ایک نیکی کامل لکھی جاتی ہے اور اگر نیک کام کا ارادہ کر کے اسے انجام بھی دے لے تو دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں، پھر اللہ سبحانہ ان نیکیوں کے اجر و ثواب میں اس قدر اضافہ فرماتے رہتے ہیں جس کا کوئی شمار اور حساب نہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (۲۶۱)

”مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ مزید بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔“ (البقرہ: ۲۶۱)

(دلیل الفالحین: ۱/۴۸)

### اعمال صالحہ کے برکات کا ظہور دنیا میں

۱۲. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّىٰ أَوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلَىٰ غَارٍ فَدَخَلُوهُ فَإِنَّ حَذْرَتَ صَخْرَةٍ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُجِيبُكُم مِّنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ: قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: االلَّهُمَّ كَانَ لِي أَبُوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَىٰ بِي طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّىٰ نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غُبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدْحُ عَلَىٰ يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتَيْقَاقَهُمَا حَتَّىٰ بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصَّبِيَّةُ يَتَضَاعَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غُبُوقَهُمَا: االلَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَأَنْفَرَجْتُ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهُ: قَالَ الْآخَرُ: االلَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي ابْنَةٌ عَمِّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَفِي رِوَايَةٍ: كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَأَرَدْتُهَا عَلَىٰ نَفْسِهَا فَأَمْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّىٰ آلَمْتُ بِهَا سَنَةً مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عَشْرِينَ وَمِائَةً دِينَارٍ عَلَىٰ أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلْتُ، حَتَّىٰ إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا وَفِي رِوَايَةٍ: ”فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اَاتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفْضُ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَأَنْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أُعْطِيتُهَا: االلَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ، فَافْرِجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْفَرَجَتْ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا وَقَالَ الثَّالِثُ: االلَّهُمَّ اسْتَاجَرْتُ أَجْرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَرْتُ أَجْرَهُ حَتَّىٰ كَثُرَتْ مِنْهُ

الْأَمْوَالِ فَجَاءَ نَبِيَّ بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ اذْ إِلَىٰ أَجْرِي فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرَىٰ مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِى! فَقُلْتُ لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ، فَاسْتَأْذَنَهُ، فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اَللَّهُمَّ إِنَّ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهِكَ فَأَفْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَأَنْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد کسی سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ رات گزرنے کے لیے ایک غار میں داخل ہونے پر مجبور ہو گئے، اچانک پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر آئی اور ان کے نکلنے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس افتاد سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کی جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں انہیں اپنے اہل و عیال سے پہلے دودھ پلایا کرتا تھا ایک دن لکڑیوں کی تلاش میں دور نکل گیا جب میں شام کو ان کی طرف لوٹا تو وہ سوچکے تھے میں نے انہیں جگانا پسند نہیں کیا اور مجھے یہ بھی اچھا نہ لگا کہ ان سے پہلے اہل و عیال کو دودھ پلاؤں میں دودھ کا پیالہ لئے ان کے سر ہانے ساری رات اس لئے کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو ان کو دودھ پلاؤں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے روتے چلاتے رہے۔ غرض جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تب میں نے انہیں دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو جس میں ہم مبتلا ہیں دور فرما۔ چٹان تھوڑی سی سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ دوسرا بولا۔ کہ اے اللہ میری ایک چچا زاد تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کسی مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ میں نے اس سے تکمیل خواہش کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اسے قحط سالی نے آدبا یا وہ میرے پاس آئی میں نے اس کے ساتھ تخلیہ کی شرط پر اسے ایک سوئس دینار دیئے۔ جس پر وہ راضی ہو گئی لیکن جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور بغیر حق اس مہر کو نہ توڑ۔ یہ سکر میں اسے چھوڑ کر چلا آیا حالانکہ مجھے اس سے شدید محبت تھی اور سونا جو اسے دیا تھا وہ بھی چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ تیسرے نے کہا کہ اے اللہ میں نے کچھ مزدور اجرت پر رکھے سب اپنی مزدوری لے گئے سوائے ایک کے کہ وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو تجارت میں لگایا جس سے میرے پاس کافی مال جمع ہو گیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد وہ شخص آیا اور بولا اے اللہ کے بندے میری مزدوری دیدے میں نے کہا کہ جو مال اونٹ گائے بکری اور غلام تم دیکھ رہے ہو سب تمہارا ہی ہے وہ کہنے لگا بندہ خدا میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ غرض وہ تمام مال لے گیا اور اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ اسپر وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ باہر نکل کر اپنی راہ چل پڑے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۲):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم، صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب قصۃ اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الاعمال۔

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی، علم کا سمندر تھے اور عابد و زاہد تھے۔ فقہاء صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ۱۶۳۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷۰ متفق علیہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ۲۰۳/۳)

**کلمات حدیث:** نفَرَ تین یا تین سے زیادہ گردن سے کم افراد کو کھلاتے ہیں۔ جمع انفار ہے۔ یوم النفر حجاج کا منی سے مکہ معظمہ کی طرف واپس ہونے کا دن یعنی ذی الحجہ کی ۱۲ تاریخ۔ انحدرت: جد سے جس کے معنی ہیں نیچے اترنا، انحدرت من الجبل الی المدینۃ: میں پہاڑ سے اتر کر شہر کی طرف آیا۔ الحدر: ڈھلوان۔ حَذَرَ حَذَرَ حَذراً: (باب نصر و کرم) نیچے اترنا۔ فسدت: سد (باب نصر) سدا لباب: دروازہ بند کرنا۔ سد الإناء: برتن کا منہ بند کرنا۔ السد: دو چیزوں کے درمیان آڑ۔ غبق: شام کے وقت کوئی شے پلانا۔ غبق الغنم: شام کے وقت بکری کو پانی پلایا یا شام کے وقت دودھ نکالا۔ غبق غبقاً (باب نصر و ضرب) شام کو پینے کی چیز پلانا۔ لبث لبثاً (باب سمع) رکنا، ٹھہرنا۔ لبث بالمکان: اقامت کرنا۔ بتضاغون: تضاغی بھوک یا مار سے بلبلانا۔ ضغی ضغواً (باب نصر) حاضری کرنا۔ تفض: فض ختم الكتاب، مہر توڑنا۔ فض فضاً (باب نصر) فض الشنی: توڑ کر ٹکڑے کرنا۔

**شرح حدیث:** ایمان کے بعد انسان کی زندگی کو سنوارنے اور اس کو فلاح کے مقام تک پہنچانے میں سب سے زیادہ موثر اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت اور آخرت کی فکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت میں خشیت الہی اور فکر آخرت پیدا کرنے کے لیے بطور خاص کوشش فرمائی کبھی اس خوف اور فکر کے فوائد اور فضائل بیان فرمائے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور آخرت کے سخت احوال کو یاد دلایا اور کبھی ان امور کو سابقہ امتوں کے حالات اور ان کے واقعات بیان فرما کر اجاگر فرمایا۔ (معارف الحدیث: ۲۵/۲)

یہ حدیث مبارک بھی ایک ایسے ہی واقعہ کے بیان پر مشتمل ہے جو اپنے اندر نصیحت کے صد ہا پہلو اور عبرت کے بے شمار گوشے سمیٹے ہوئے ہے۔ اس واقعہ میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اور جس قدر عاجزی مسکنت اور زاری کے ساتھ دعا کی جائے اتنا ہی جلد باب قبولیت کھلتا ہے۔ قرآن کریم میں سورہ مریم میں جس طرح ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور وقت دعا عاجزی اور انکساری اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان ہوا ہے وہ اہل دل کے لیے سرمہ بصیرت ہے انہوں نے تاریکی شب میں پست آواز اور دبے لہجے میں اپنے رب کو پکارا۔ میرے رب میری ہڈیاں بڑھاپے سے سوکھنے لگی ہیں اور سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے میرے رب میں کبھی محروم نہیں رہا۔ غرض حضور حق میں عاجزی اور انکساری سے مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ فوراً در قبول وا ہو جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ دنیا کے مصائب بھی ٹل جاتے ہیں فرمان نبوی ﷺ ہے: لا یرد القضاء إلا الدعاء کہ دعا کی برکت سے قضا بھی ٹل جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا کہ غار میں بند اللہ کے تین بندوں نے دعا کی برکت سے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے وقت انسان کا اپنے کسی اچھے عمل کو وسیلہ بنانا اور

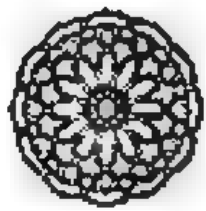
یہ کہنا کہ اے اللہ فلاں کا رخصت میں نے آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اگر اے اللہ وہ آپ کے علم میں خالص آپ کی رضا کے لیے تھا تو اسے میرے رب اس کے وسیلہ سے میری مصیبت دور فرمادے۔

### ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

بروالدین یعنی ماں باپ سے حسن سلوک کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں زیر نظر حدیث بھی ان میں سے ایک ہے، جس میں والدین کی خدمت کا ایک مادر اور غیر معمولی انداز بیان ہوا ہے کہ ساری رات دودھ کا پیالہ لیے ماں باپ کے سر ہانے کھڑا رہا اور بچے پاس ہی بھوک سے بلکتے رہے، اٹھایا اس لیے نہیں کہ ان کے آرام میں خلل پڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ماں باپ کے سامنے ”ہوں“ بھی نہ کہو اور ایک حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کو حاصل نہیں کیا۔ (تقویٰ و طہارت کی زندگی اور صنفی آلودگی سے پاک زندگی یقیناً ایک مثالی زندگی ہے غلبہ شہوت کے وقت صرف اللہ کے خوف سے اپنی خواہش نفس کو دبا لینا ایک بڑی ریاضیت بھی ہے اور عبادت بھی)

امانت و دیانت کی خوبی اور اس کی فضیلت جا بجا متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ”لا دین لمن لا امانة له“ (جو امانت کے وصف سے خالی ہے اس کے پاس دین بھی نہیں ہے) امانت و دیانت کے ساتھ دین اسلام نے اہل اسلام کو خیانت سے اور ہر طرح کے اکل حرام سے منع فرمایا ہے۔ اور اکل حلال کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام نے مال کو ”قیاماً للناس“ کہا ہے کہ اس سے انسان کی دنیاوی زندگی کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں لیکن مال و دولت، دنیاوی چیز نہیں ہے جن سے محبت کی جائے اور دل میں بسایا جائے، مؤمن کا دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت کیلئے خالی ہونا چاہئے۔

مزدور نے مزدوری کو کم سمجھا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن آجر کی امانت کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ اس نے اس ذرا سی مزدوری کو نشوونما دیا اور بڑھایا اور جب ذرا سی مزدوری مال و دولت کا ڈھیر بن گئی اس نے یہ ساری دولت مزدور کے حوالہ کر دی جس کی مزدوری اس کے پاس رہ گئی تھی۔





## باب التوبة

## توبہ کا بیان

قَالَ الْعُلَمَاءُ: التَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَإِنْ كَانَتْ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ آدَمِي فَلَهَا ثَلَاثَةُ شُرُوطٍ: أَحَدُهَا أَنْ يُقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالثَّانِي أَنْ يَنْدَمَ عَلَى فِعْلِهَا، وَالثَّالِثُ أَنْ يَعْرِضَ أَنْ لَا يَعُودَ إِلَيْهَا أَبَدًا، فَإِنْ فُقِدَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهُ، وَإِنْ كَانَتْ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِآدَمِي فَشُرُوطُهَا أَرْبَعَةٌ هَذِهِ الثَّلَاثَةُ وَأَنْ يَرَامِنْ حَقَّ صَاحِبِهَا، فَإِنْ كَانَتْ مَالًا أَوْ نَحْوَهُ رَدَّهُ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ حَدًّا قَذْفٍ وَنَحْوَهُ مَكَّنَهُ مِنْهُ أَوْ طَلَبَ عَفْوَهُ، وَإِنْ كَانَ غِيْبَةً اسْتَحْلَاهُ مِنْهَا وَيَجِبُ أَنْ يَتُوبَ مِنْ جَمِيعِ الذُّنُوبِ، فَإِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهُ، عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذَلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِي وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاجْتِمَاعُ الْأُمَّةِ عَلَى وَجُوبِ التَّوْبَةِ.

علماء فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ لازم ہے۔ اگر معصیت اللہ اور بندے کے درمیان ہو اور اس سے کسی دوسرے انسان کا حق متعلق نہ ہو، تو توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس معصیت کو اس وقت ترک کر دے۔ دوسرے یہ کہ اس پر نادم ہو۔ تیسرے یہ کہ پختہ عزم کرے کہ پھر کبھی اس معصیت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر اس معصیت سے کسی دوسرے انسان کا بھی حق وابستہ ہے تو توبہ کے صحیح ہونے کی چار شرائط ہیں۔ یعنی مذکورہ تینوں شرائط اور چوتھی یہ کہ اس شخص کے ذمے سے بھی بری ہو جس کا کوئی حق اس پر ہو یعنی اگر اس کا کوئی مال وغیرہ اس کے ذمے ہے تو اسے ادا کرے۔ اور اگر حد قذف ہے یا کوئی اور بات ہے تو اسے بدلہ لینے کا موقعہ دے یا معاف کرائے اور اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اسے معاف کرائے اگر کچھ گناہوں سے توبہ کی تو اہل حق کے نزدیک یہ توبہ صحیح ہے اور باقی معصیتوں سے توبہ کرنا اس پر واجب ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے دلائل معصیت سے توبہ کے واجب ہونے پر شاہد ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿۴﴾ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۴۱﴾

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

”اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔“ (النور: ۴۱)

**تفسیری نکات:** اسلام نے دین اور دنیا کی انفرادیت اور اجتماعیت میں ایک حسین امتزاج پیدا فرمایا ہے، بندگی اور عبادت ہر ہر فرد کا ذاتی فرض بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ اعمال صالحہ پر کار بند رہنا اور معاصی سے اجتناب کرنا ہر شخص پر بھی لازم ہے اور پوری جماعت پر بھی اسی طرح لازم ہے کہ ہر فرد بھی اللہ کے حضور توبہ کرے اور اہل ایمان کی پوری جماعت بھی توبہ کرے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

۵. ﴿ اَسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ (ہود: ۳)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ اپنی لغزشوں، کوتاہیوں غلطیوں اور گناہوں پر، مستقل استغفار کرتے رہو اور

خالص توبہ کرو اور بندگی و اطاعت پر استقامت کے ساتھ جے رہو، آگے فرمایا کہ اگر تم یہ روش اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں اس دنیا کی زندگی میں فوائد کثیرہ منافع عظیمہ اور رزق واسع سے سرفراز فرمائے گا اور اچھا عمل کرنے والوں کو اچھی جزا عطا فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

۶. ﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے پکی اور خالص توبہ کرو۔“ (تحریم: ۲۸)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں ”توبۃ نصوحاً“ کے الفاظ ہیں جن کا مفہوم ہے ایسی خالص اور سچی توبہ کہ دل سے گناہ کا اثر

تک مٹ جائے اور پھر اس گناہ کی طرف پلٹنے کا خیال تک باقی نہ رہے بلکہ توبہ کے بعد سچے دل سے گناہوں سے مجتنب ہو جائے اور اپنے آپ کو بندگی کا خوگر بنائے اور عمل صالح والی زندگی پر استقامت اختیار کر لے۔

### رسول اللہ ﷺ کا کثرت استغفار

۱۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”وَاللَّهِ

إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً“ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دن بھر میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کی

جناب میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

**تخریج حدیث (۱۳):**

صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی اليوم والليلة.

**کلمات حدیث:** غفر غفراً (باب ضرب) غفر الشئ: کے معنی کسی شے کو ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں۔ غفر له الذنب اس

کے گناہ کو معاف کر دیا۔ استغفار: اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور ان کی پردہ پوشی کا خواہاں ہونا۔ تاب توباً و توبۃ

(باب نصر) تاب إلی اللہ: گناہ چھوڑ کر اللہ کی جانب رجوع ہونا، جس طرح ایک کمزور و ناتواں حقیر و فقیر مبتلائے مصائب آدمی کسی

ایسے شخص کی طرف رجوع ہو جو غنی ہو اور طاقتور ہو اور اس کی کلفت آلام کو دور بھی کر سکے، بالکل اسی طرح بندہ عاجز و فقیر اپنے خالق و مالک

اور جملہ کائنات کے مالک فرماں روائے دو جہاں کی جانب رجوع اور متوجہ ہو تو یہ توبہ ہے انابت ہے اور رجوع الی اللہ ہے۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلال و جبروت کے بارے میں جس بندے کو جس درجے کا شعور و احساس ہو گا وہ اسی درجہ میں اپنے آپ کو ادائے حقوق عبودیت میں قصور وار سمجھے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ یہ چیز بدرجہ کمال حاصل تھی اس لیے آپ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ عبودیت کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار فرماتے تھے اور اس کا اظہار فرما کر امت کو تعلیم دیتے تھے۔ (فتح الباری: ۲۹۳/۳۔ معارف الحدیث: ۱۹۹/۵)

-----

۱۴. وَعَنْ الْأَعْرَبِيِّ يَسَارِ الْمُزْنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ وَاسْتَغْفِرُوا فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴) حضرت اعرب بن یسار مزنئی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور استغفار کرو کہ میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔" (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۴):** صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منه.

**راوی حدیث:** حضرت اعرب بن یسار مزنئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں اور ان سے کتب ستہ میں صرف یہی حدیث مروی ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۲۸۹/۱)

**شرح حدیث:** حضور اکرم ﷺ کے استغفار کی تعداد ستر اور سو مرتبہ سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھی کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ کے حضور میں عرض کرتے تھے: "رب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الغفور." "اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو توبہ کو بہت قبول کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔"

(معارف الحدیث: ۱۹۹/۵)

-----

## بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی

۱۵. وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلَّهِ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضٍ فَلَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لِلَّهِ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَأْسِهِ بَارُضٌ فَلَاةٌ فَأَنْفَلَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ، وَشَرَابُهُ، فَأَيَسَ مِنْهَا فَاتَى شَجَرَةً فَبَاضَ طَجَعَ فِي ظِلِّهَا وَقَدْ آيَسَ مِنْ رَأْسِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهُ، فَاخَذَ بِخَطَمِهَا ثُمَّ

قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ، اَخْطَا مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ .

(۱۵) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کا چٹیل میدان میں اونٹ گم ہو گیا ہو اور پھر مل گیا ہو۔

(متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو کھلے اور وسیع میدان میں اپنی سواری پر تھا اچانک وہ سواری اس سے چھوٹ گئی اور گم ہو گئی، اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر تھا۔ مایوس ہو کر یہ شخص ایک درخت کے سائے میں آکر لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ سواری اس کے پاس کھڑی ہوئی ہے، وہ اس کی مہار پکڑ لیتا ہے اور مارے خوشی کے کہتا ہے: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، یعنی خوشی کی شدت میں زبان چل جاتی ہے اور غلط الفاظ نکل جاتے ہیں۔

**تخریج حدیث (۱۵):** صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب

الحض علی التوبة.

**راوی حدیث:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، آٹھ یا نو سال کے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اسلام لائے ان کی والدہ ام سلیم

رشتہ میں حضور ﷺ کی خالہ تھیں۔ والدہ نے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، چنانچہ آپ سفر و حضر میں آپ ﷺ کی خدمت

میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ مکثرین صحابہ میں سے تھے کتب حدیث میں ان کی روایات کی تعداد ۱۲۸۶ ہے ان میں ۱۳۸

متفق علیہ ہیں۔ ۹۳ھ میں سو سال سے زائد عمر میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب النہذیب: ۱/۲۹۶)

**کلمات حدیث:** ضَلَّ ضَلَالًا (باب سَمْعٍ وَضَرْبٍ) ضلال کے معنی ہیں بھٹکنا گم راہ ہونا راہ حق سے ہٹ جانا۔ فَلْتٌ فَلْتًا (باب

ضَرْبٍ) رہا ہونا، چھوٹنا۔ اَبَسَ اَبَسًا (باب سَمْعٍ) ناامید ہونا۔ اَبَسَ: پچاس سال یا زیادہ عمر والی عورت۔ واضطجع: پہلو کے

بل لیٹنا۔ ضَجَعَ ضَجْعًا (باب فَتْحٍ) ضَجَعَ عِطَامٌ: نکیل مہار جمع خُطْمٌ خُطْمًا (باب ضَرْبٍ) نکیل لگانا۔ خَطَمَهُ بِالْكَلامِ:

خاموش کر دینا۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ، کا فضل و احسان اس قدر عظیم ہے کہ تمام مخلوقات کو شامل اور محیط ہے وہ اس قدر مہربان اور رحیم ہیں کہ

کائنات کا کوئی ادنیٰ اور حقیر ذرہ بھی ان کی رحمت سے باہر نہیں ہے انکی رحمت وسیع ہے اور ہر شے کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس

قدر مہربان ہے کہ اگر بندے اطاعت و فرماں برداری کا طریقہ اختیار کریں تو وہ ان سے راضی ہوتا ہے کیونکہ وہ قدر دان ہے اور سب کچھ

جاننے والا ہے۔ اس حدیث مبارک میں ایک دلنشین مثال کے ذریعہ توبہ کی قبولیت اور توبہ پر اللہ کی رضا کو جس قدر خوبصورت انداز میں

بیان کیا گیا ہے کون ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور وہ متاثر نہ ہو، اس کا وجود لرز نہ اٹھے اور وہ توبہ کی جانب راغب نہ ہو۔

ذرا تصور کیجئے اس مسافر کا جو تنہا اپنی اونٹنی پر سوار اور راستہ بھر کا کھانے پینے کا سامان اسی پر لاد کر دور دراز کے سفر پر کسی ایسے راستہ



سے چلا جس میں کہیں دانہ پانی ملنے کی امید نہیں پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں سایہ دیکھ کر اتر اور آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اونٹنی اپنے ہارے ساز و سامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بے چارہ حیران و سراسیمہ ہو کر اس کی تلاش میں دوڑا بھاگا یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا، اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیابان میں لکھی تھی اور اب بھوک پیاس میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے یہاں مرنا ہی میرے لیے مقدر ہے، اس لیے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے کے لیے آ کے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر جھپکی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹنی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ بھاگی ہوئی اور گمشدہ اونٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کر اس مسافر کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لیے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوگی۔ صادق و مصدق ﷺ نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ اللہ کی قسم! بندہ جب جرم و گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہے تو اس رحیم و کریم کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس مسافر کو اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگی۔

(معارف الحدیث: ۵/۲۱۹)

## مغرب سے سورج طلوع ہونے تک توبہ قبول ہوگی

۱۶. وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا: رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۶) حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ ہر شب اپنا

دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ دن کا گناہگار تائب ہو جائے اور ہر دن اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ رات کا گناہگار تائب ہو جائے۔

اللہ سبحانہ، اسی طرح فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔ (صحیح مسلم)

**تخریج حدیث (۱۶):** صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ.

**کلمات حدیث:** بَسَطَ، بَسَطًا (باب نصر): پھیلا نا۔ طَلَعَ طُلُوعًا (باب نصر): نکلنا طلوع ہونا۔

## اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ کے دست رحمت پھیلانے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شان مغفرت اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ جس نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ سر شام نادام ہو جائے اور اللہ کی طرف پلٹ آئے اور توبہ کر لے اور جس نے رات کو گناہ کیا ہے وہ دن کو انابت اور رجوع الی اللہ اختیار کر لے اور تائب ہو جائے۔ غرض اس حدیث میں اللہ کے فضل و کرم ان کے جو دو کرم اور ان کی رحمت کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو ہر وقت مائل کرم ہیں اگر کوئی ان کی طرف تائب ہو کر پلٹنے والا ہو۔

۱۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے توبہ کی اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالتے ہیں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۷):** صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار.

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ ہر وقت قبول فرماتے ہیں اور وقت تک قبول فرماتے رہیں گے جب تک بندے پر نزع کا عالم طاری نہ ہو جائے یا سورج مغرب سے نہ نکل آئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ أَيْدٍ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾

”جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی کسی کا ایمان لانا کام نہ آئے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کی

تھی۔“ (الانعام: ۱۵۸)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہدایت کی حد پوری ہو جائے گی اور قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو توبہ قبول ہونے کا دروازہ بند ہو جائے گا، صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ وہ نشانی جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا اور نہ عاصی کی توبہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جب ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے برخلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جو قوانین قدرت اور قوانین طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم و نسق میں کار فرما تھے ان کی میعاد ختم ہوئی اور نظام شمسی کے الٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا اسی طرح مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان اور توبہ معتبر نہ ہو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کے قریب آ جانے کے وقت آدمی کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے تحت زندگی سے مایوس ہو جائے مگر اس وقت تک اس پر عالم برزخ کے احوال منکشف

نہ ہوئے ہوں، اس کو حالت یاس کہتے ہیں۔ اس حالت میں بالاتفاق توبہ قبول ہے، مؤمن ہو یا کافر۔

دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی کو فرشتے نظر آنے لگتے ہیں اور عالم برزخ کے حالات منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں اس حالت میں

توبہ قبول نہیں ہوتی۔ حدیث مذکور میں اسی حالت کا بیان ہے اور قرآن کریم میں بھی اس جانب اشارہ موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِيمَانَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ ۱۸ ﴾

”اللہ ضرورتاً قبول فرماتا ہے ان لوگوں کی جو نادانی سے برا کام کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور ان لوگوں کی توبہ معتبر نہیں جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت ان کے سامنے آ جاتی ہے تو کہتے ہیں اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی توبہ جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔“ (النساء: ۱۷، ۱۸)

اللہ سبحانہ نے اپنے فضل و احسان سے اور اپنی رحمت و اسعہ سے قبول توبہ کا ذمہ لے لیا ہے، مگر یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نادانی اور نادانیت سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جوں ہی متنبہ ہوتے ہیں اسی وقت شرمسار اور نادام ہو جاتے اور توبہ کرتے ہیں ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرما دیتا ہے البتہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کیے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آگئی تو اب کہنے لگا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (تفسیر عثمانی، الجامع للترمذی: ۴۸۴/۹)

### روح حلق تک پہنچنے تک توبہ قبول ہوتی ہے

۱۸. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْرِغْ رِوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۱۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک

قبول فرماتے ہیں جب تک اس پر حالت نزع نہ طاری ہو جائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

**تخریج حدیث (۱۸):** الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب التوبة مقبولة قبل الغرغرة.

**کلمات حدیث:** غَرَّغَرُ غَرَّةً: ہانڈی کا جوش کھا کر آواز کرنا۔ غَرَّرَ الرَّجُلُ: موت کے وقت خرخر کرنا۔ غرغره: حالت نزع، جانکنی۔

### مخلیق آسمان و زمین کے دن سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

۱۹. وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى

الْخُفَّيْنِ فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا زُرُّ؟ فَقُلْتُ: ابْتِغَاءُ الْعِلْمِ فَقَالَ: إِنَّ الْمَلِيكَ تَضَعُ أَجْبَحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ

رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقُلْتُ : إِنَّهُ قَدْ حَكَ فِي صَدْرِي الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَكُنْتُ أَمْرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَسْأَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي ذَلِكَ شَيْئًا؟ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا. أَوْ مُسَافِرِينَ أَنْ لَا تَنْزِعَ خِفَا فَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الْهُوَى شَيْئًا؟ قَالَ : نَعَمْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِي بِصَوْتٍ لَهُ جَهْرِيٌّ : يَا مُحَمَّدُ، فَاجَابَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّنْ صَوْتُهُ هَاؤُمُ فَقُلْتُ لَهُ : وَيَحْكُ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نُهِيتَ عَنْ هَذَا : وَاللَّهِ لَا اغْضُضْ : قَالَ الْأَعْرَابِيُّ : الْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى ذَكَرَ أَبًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِيرَةً عَرَضَهُ أَوْ يَسِيرُ الرَّايِبُ فِي عَرَضِهِ أَرْبَعِينَ أَوْ سَبْعِينَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ أَحَدُ الرُّوَاةِ : قَبْلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مَفْتُوحًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۱۹) حضرت زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال کے پاس آیا اور ان سے موزوں کے مسح کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے پوچھا زہ کیسے آئے؟ میں نے جواب دیا کہ علم کی جستجو لائی ہے، فرمایا کہ طالب علم کے لئے فرشتے اس کی طلب پر خوشنودی کے طور اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بول و براز سے فراغت کے بعد خفین پر مسح کرنے کے بارے میں مجھے شبہ ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں اس لیے آپ سے پوچھنے آیا ہوں کیا آپ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ کہنے لگے ہاں! جب ہم سفر میں ہوتے تو آپ ﷺ ہمیں فرماتے کہ ہم تین دن تین رات بول و براز اور سونے کے بعد خفین (موزے) نہ اتاریں سوائے اس کے کہ غسل کی حاجت ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے؟ کہا ہاں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک موقع پر جب ہم آپ ﷺ کے پاس تھے ایک اعرابی نے اونچی آواز سے پکارا اے محمد! آپ ﷺ نے بھی اسے زوردار آواز سے کہا آگے آ۔ میں نے کہا خیال کرو اپنی آواز پست کرو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ وہ بولا قسم بخدا میں آواز پست نہیں کروں گا۔ وہ اعرابی کہنے لگا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر وہ ابھی ان سے نہیں ملا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی روز قیامت ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسلسل بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مغرب کی طرف ایک دروازے کا ذکر کیا جس کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا سوار اس کی چوڑائی میں ساٹھ یا ستر برس تک چلتا رہے گا۔ حدیث کے ایک راوی سفیان نے کہا کہ شام کی طرف اس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پیدا فرمادیا تھا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا یہ دروازہ کھلا ہوا ہے بند نہیں ہوگا تا آنکہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔



(بروایت ترمذی اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

### تخریج حدیث (۱۹):

الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل التوبة والاستغفار.

**راوی حدیث:** زبیر بن حبیش تابعی ہیں اور مخضرم ہیں انہوں نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور زمانہ جاہلیت بھی دیکھا حضرت عمرؓ اور

حضرت علیؓ سے علم حدیث اخذ کیا ۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ صفوان بن عسال صحابی ہیں، بارہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت

فرمائی۔ ان سے ۲۱ احادیث مروی ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ۶/۴۱۴، تہذیب التہذیب: ۲/۵۴۹)

**کلمات حدیث:** ابتغاء: طلب، تلاش۔ بھی سے ہے جسکے معنی طلب کرنے اور تلاش کرنے کے ہیں۔ بَغْيًا وَبُغْيَةً (بار۔

ضرب) اجنحة: جناح کی جمع ہے جس کے معنی پر کے ہیں۔ جھوری: بلند آواز عالی الصوت، جہر کے معنی ہیں آواز بلند ہونا یا کرنا۔

أجهر بالقراءة: بلند آواز سے پڑھنا۔ ويحلك: وح کلمہ ترحم۔

**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک میں بیان ہوا ہے کہ زبیر بن حبیش جو تابعی ہیں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے صفوان بن

عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے جو کہ صحابی رسول ﷺ تھے، انہوں نے آمد کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ علم کی جستجو آپ کے دروازے

پر لائی ہے اس پر صفوان نے حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ طالب علم سے فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے

راستے میں پر بچھاتے ہیں، طلب علم اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں اور ان سب میں علم سے مراد ”علم دین“ ہے۔ غرض

زبیر نے صفوان سے مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا۔

### موزوں پر مسح کا مسئلہ

جمہور فقہائے امت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسافر تین دن اور تین رات خفین (موزوں) پر مسح کر

سکتا ہے جبکہ مقیم کے لیے یہ مدت ایک شب و روز ہے۔ یہ حکم حدیث اصغر کا ہے حدیث اکبر کی صورت میں فقہائے احناف کے نزدیک غسل

رجلین (پاؤں کا دھونا) ضروری ہے۔

زبیر نے حضرت صفوان سے دریافت کیا کہ آپ نے مسح علی الخفین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے تو آپ نے فرمایا

ہاں سنا ہے اور آپ نے اس حدیث میں ذکر کیا کہ اعرابی آیا اور اس نے با آواز بلند آپ ﷺ کو پکارا تو میں نے اسے متنبہ کیا اور کہا کہ اللہ

کے رسول ﷺ کی جناب میں آواز کے پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾

”اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور ان سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکابریت

نہ ہو جائیں تمام اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“ (الحجرات: ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ میں سے ہیں، قرآن، رسول کریم ﷺ، کعبہ

اور نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام اور ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔

(تفسیر عثمانی : الحجرات)

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے اپنی آواز پست کر لی تھی اور آہستہ بات کرنے کو اپنی عادت بنالیا تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آواز سے گفتگو فرماتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آ جاتی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ میں بھی حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعرابی کو متنبہ کیا۔

اس حدیث مبارک میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی، یہ سوال اس اعرابی کا ہی نہ تھا بلکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی حضور سے یہ استفسار کیا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا جس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنا اس بات سے مسرور ہوئے یہی وجہ ہے علماء نے فرمایا ہے کہ نیک لوگوں سے محبت رکھنے والا ان کے ساتھ ہوگا اس لیے اصحاب صلاح و تقویٰ سے تعلق خاطر رکھنا چاہیے۔

اس حدیث مبارک میں ایک اور اہم بات بھی مذکور ہوئی وہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اسی وقت بابِ توبہ بھی وجود میں لے آیا اس وقت سے لے کر تا قیام قیامت اس کا دروازہ کھلا رہے گا اور یہ دروازہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر اس کی چوڑائی میں کوئی سوار چالیس یا ستر برس تک چلتا رہے تو بھی یہ مسافت طے نہ ہوگی۔

## سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ بھی قبول ہوئی

۲۰. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كَانَ فَيَمَنُ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ نَفْسًا ، فَسَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَذَلَّ عَلَى رَأِيهِ فَاتَاهُ فَقَالَ : إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ : لَا ، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَذَلَّ عَلَى رَأْيِ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ : نَعَمْ ، وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضٍ كَذَّاءَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوءٍ ، فَانْطَلِقْ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى ، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ : إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ ، فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ ، أَيْ حَكَمًا ، فَقَالَ : قِيَسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتَهُمَا كَانَ أَذْنَى فَهُوَ لَهُ ، فَقَاسُوا فَوَجَدُوهُ أَذْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ مُتَّفِقِينَ عَلَيْهِ : وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ " فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ

الصَّالِحَةُ أَقْرَبَ بِشِيرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا“ وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي  
وَالِي هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي وَقَالَ : قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوَجَدُوهُ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِيرٍ فَغَفِرَ لَهُ ، ، وَفِي رِوَايَةٍ :  
”فَنَأَى بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا“

( ۲۰ ) حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے قتل کیے تھے، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ روئے ارض پر سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک راہب کا پتہ بتلایا گیا چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ اس نے ننانوے لوگوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے۔ راہب نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو کی تعداد پوری کر دی۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے، اسے ایک عالم کا پتہ بتلایا گیا وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے سو افراد کا قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا کیوں نہیں کون سی چیز ہے جو توبہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی بندگی اور عبادت میں مصروف ہیں تم بھی ان کے ساتھ شریک عبادت ہو جاؤ اور دیکھو اب اپنے ملک کی طرف نہ جانا وہ بری سرزمین ہے۔ وہ شخص چلا لیکن ابھی آدھے راستہ میں تھا کہ موت نے آلیا اب اس کے متعلق ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب میں اختلاف ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا کہ تائب ہو کر اپنے دل سے اللہ کی جانب متوجہ تھا۔ ملائکہ عذاب بولے کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس پر ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا، جس پر ان فرشتوں نے اسے اپنے درمیان ثالث بنالیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی زمین ناپ لو جس طرف کی مسافت کم ہوگی اسی طرف کے لوگوں میں شمار ہوگا پیمائش کی گئی تو جس طرف جانے کا ارادہ تھا وہ مسافت کم نکلی اس پر ملائکہ رحمت نے اس کی روح قبض کی۔ (متفق علیہ)

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی بستی کی جانب ایک بالشت قریب نکلا۔

اور صحیح کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرکی زمین کو دور ہو جانے اور نیک لوگوں کی زمین کو قریب ہو جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے کی پیمائش کرو۔ فرشتوں نے اسے نیک لوگوں کی زمین کے ایک بالشت بھر قریب پایا اور اس کی مغفرت ہو گئی اور ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے بل سرک کر نیک لوگوں کی زمین سے قریب ہو گیا۔

**تخریج حدیث (۲۰):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر من بنی اسرائیل۔ صحیح مسلم، کتاب

التوبة، باب قبول توبه القاتل۔

**راوی حدیث:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بیعت عقبہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، بنا بریں انہوں نے مسلم گھرانے میں تربیت پائی، غزوہ احد کے بعد تمام غزوات میں حضور انور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکثرین صحابہ میں سے ہیں آپ سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۲۶ متفق علیہ ہیں۔ آپ نے ۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ کے ہاں وفات پائی۔

**کلمات حدیث:** راہب: رہب رهبہ (باب سمع) سے ہے جس کے معنی ہیں خوف کرنا، اسی سے رہبانیت (رہبانیت) ہے یعنی دنیا اور اس کے لذائذ سے بے تعلقی اختیار کرنا۔ اسی سے راہب ہے یعنی وہ شخص جس نے رہبانیت اختیار کر لی ہو۔ کَمْل: پورا کرنا، کامل: جو اپنے اجزاء یا اوصاف میں پورا ہو، اس کی ضد ناقص ہے۔ یَعْبُدُون: عبد سے ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ عِبَادَةُ وِعِبَادِيہ (باب نصر) خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خشوع اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا عبادت ہے اور بندگی اور اطاعت و فرماں برداری کے رنگ میں رنگ جانا عبودیت ہے۔ عبادت نام ہے بندگی کرنے کا اور عبودیت سراپا بندگی ہے۔ فَعَلْتُ: کبھی نہیں۔ مَفْعَلْتُ ہذا قَط: میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ اِنَّہ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَط: اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ شہر: بالشت جمع اشار۔

**شرح حدیث:** نبی رحمت ﷺ نے گزشتہ اقوام کے کسی شخص کے اس واقعے کے بیان میں دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وسعت اور اس کے کمال کو بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث کی روح اور اس کا پیغام یہی ہے کہ بڑے سے بڑا گناہگار جس نے سزا کا حق ہوں اور کبھی کوئی نیک کام نہ کیا ہو اگر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے آئندہ کے لیے فرماں برداری والی زندگی اختیار کرنے کا عزم کر لے تو وہ بھی بخش دیا جائے گا اور ارحم الراحمین کی رحمت بڑھ کر اس کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اگرچہ اس توبہ و انابت کے بعد وہ فوراً ہی اس دنیا سے اٹھالیا جائے اور اسے نیک عمل کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے اور اس کا اعمال نامہ بالکل اعمال صالحہ سے خالی ہو۔

(معارف الحدیث: ۲۰۹/۵)

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہونے کے ساتھ اس کے دشمنوں کو بھی راضی کر لیتے ہیں۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ قاتل عہد کی بھی توبہ قبول ہے اور اسی رائے پر فقہاء امت کا اتفاق ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا وَلَتُنْظِرَهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾

”مگر جو توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔“ (الفرقان: ۷۰)

## غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کا واقعہ

۲۱. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ:

سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيثِهِ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: قَالَ كَعْبُ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا

قَطُّ إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي قَدْ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ، إِنَّمَا خَرَجَ



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ يُرِيدُونَ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ تَعَالَى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ : وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاقَفْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ لِي بِهَا مَشْهَدٌ بَذَرٍ، وَإِنْ كَانَتْ بَذَرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا وَكَانَ مِنْ خَبَرِي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَاللَّهُ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةَ الْأَوْزَى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ فَعَزَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرِّ شَدِيدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَقَارًا وَاسْتَقْبَلَ عَدُوًّا كَثِيرًا، فَجَلَى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرُهُمْ لِيَتَاهَبُوا أَهْبَةً غَزَوْهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ كَثِيرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ "يُرِيدُ بِذَلِكَ الدِّيَارَ" قَالَ كَعْبٌ : فَقُلْ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ الْأَظْنَ أَنْ ذَلِكَ سَيُخْفَى بِهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحَى مِنَ اللَّهِ، وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثَّمَارُ وَالظَّلَالُ فَأَنَا إِلَيْهَا أَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَطَفِئْتُ أَغْدُو لِكَيَّ أَتَجَهَّزَ مَعَهُ، فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا وَأَقُولُ : فِي نَفْسِي. أَنَا قَادِرٌ عَلَى ذَلِكَ إِذَا أَرَدْتُ فَلَمْ يَزَلْ يَتِمَادَى بِي حَتَّى اسْتَمَرَ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جِهَازِي شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يَتِمَادَى بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَهَمِمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأَذَرْتُ كَهْمُ فَيَا لَيْتَنِي فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدِّرْ ذَلِكَ لِي فَطَفِئْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِي إِنِّي لَا أَرَى لِي أَسْوَأَ الْأَرْجَاءِ مَعْمُوصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ : مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِي عَطْفِيهِ : فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ ابْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : بَشِيرٌ مَا قُلْتُ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ رَأَى رَجُلًا مُبَيَّضًا يَزُولُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ فَإِذَا هُوَ أَبُو خَيْثَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِي تَصَدَّقَ بِضَاعِ التَّمْرِ حِينَ لَمَزَهُ الْمُنافِقُونَ قَالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ فَأَيْلًا مِنْ تَبُوكَ حَضَرَنِي بَشِيرٌ فَطَفِئْتُ أَتَذْكُرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ : بِمِ أَخْرَجُ مِنْ سَخِطِهِ غَدًا وَاسْتَعِينُ عَلَى ذَلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي، فَلَمَّا قِيلَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَااحَ عَيْنِي

الْبَاطِلُ حَتَّى عَرَفْتُ أَنِّي لَمْ أَنْجُ مِنْهُ بِشَيْءٍ أَبَدًا فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكِعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ جَاءَهُ الْمُخْلَفُونَ، يَتَعَذَّرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ، وَكَانُوا بِضْعًا وَثَمَانِينَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ عِلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَّلَ سَرَايِرَهُمْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالِ فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتِغَتْ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ إِنِّي سَاخِرُجٌ مِنْ سَخِطِهِ بِعُذْرٍ، لَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا وَلِكِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَنْ حَدَّثُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضَى بِهِ عَنِّي لِيُوشِكَنَّ اللَّهُ (أَنْ) يُسَخِطَكَ عَلَيَّ وَإِنْ حَدَّثُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَا رُجُوفِيهِ عَقَبِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ، وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ. وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي: وَاللَّهِ مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هَذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُخْلَفُونَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيكَ ذَنْبَكَ اسْتَغْفَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا زَالُوا يُتَوَبُّونَنِي حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْذَبَ نَفْسِي، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هَذَا مَعِيَ مِنْ أَحَدٍ قَالُوا: نَعَمْ لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ وَقِيلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعُمَرِيُّ، وَهَلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ قَالَ: فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي. وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ: فَاجْتَنِبْنَا النَّاسَ. أَوْ قَالَ تَغَيَّرُوا النَّاسَ حَتَّى تَنْكَرْتُ لِي فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ بِأَرْضٍ الَّتِي أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً: فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَاتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلِمَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَّكَ شَفْتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا؟ ثُمَّ أَصَلَّى قَرِيبًا مِنْهُ وَأَسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَاحِبِي نَظَرَ إِلَيَّ وَإِذَا التَفْتُ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي حَتَّى إِذَا طَالَ ذَلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِينَ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعَلَّمْنِي أَحَبُّ اللَّهُ

وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَمَا شَدُّتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَمَا شَدُّتُهُ : فَقَالَ : اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ ، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي فِي سُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا  
نَبْطِيٌّ مِنْ نَبْطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ : مَنْ يَذُلُّ عَلَيَّ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ؟  
فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ ، إِلَيَّ حَتَّى جَاءَ نَبِيٌّ فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ ، وَكُنْتُ ، كَاتِبًا ، فَقَرَأْتُهُ  
فَإِذَا فِيهِ : أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ ، قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللَّهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مُضِيعَةٍ  
فَالْحَقُّ بِنَانُواسِكَ فَقُلْتُ حِينَ قَرَأْتُهَا : وَهَذِهِ أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّوَرَّ فَسَجَرْتُهَا حَتَّى إِذَا  
مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ وَاسْتَلَبْتُ الْوَحْيَ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا تَبْنِي  
فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعَزَلَ امْرَأَتَكَ ، فَقُلْتُ : أَطْلِقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ  
فَقَالَ : لَا بَلٍ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرُبْنَهَا وَأَرْسَلْ إِلَى صَاحِبِي بِمِثْلِ ذَلِكَ فَقُلْتُ لَا مَرَاتِي : الْحَقُّ بِأَهْلِكَ  
فَكُرِنِي عَنْهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَجَاءَتْ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هِلَالَ بْنِ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدَمَهُ ؟  
قَالَ : لَا وَلَكِنْ لَا يَقْرُبَنَّكَ فَقَالَتْ : إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا بِهِ مِنْ حَرَكَةٍ إِلَى شَيْءٍ وَاللَّهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ  
أَمْرِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي : لَوْ اسْتَاذَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
امْرَأَتِكَ فَقَدْ أَذِنَ لَامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدَمَهُ : فَقُلْتُ لَا اسْتَاذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَمَا يَذَرِينِي مَاذَا يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَاذَنْتُهُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ  
بِذَلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلْتُ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينِ نَهَى عَنْ كَلَامِنَا ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ  
خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِيَّتٍ مِنْ بِيُوتِنَا ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ  
عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ ضَارِحٍ أَوْفَى عَلَيَّ سَلْعٍ يَقُولُ بِأَعْلَى  
صَوْتِهِ يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ابْشِرْ ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنَّهُ ، قَدْ جَاءَ فَرَجٌ . فَأَذِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتُوبَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا ، فَذَهَبَ  
قَبْلَ صَاحِبِي مُبَشِّرُونَ وَرَكَضَ رَجُلٌ إِلَى فَرَسٍ وَسَعَى سَبَاحٍ مِنْ أَسْلَمَ قَبْلِي وَأَوْفَى عَلَى الْجَبَلِ ، وَكَانَ  
الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَ نَبِيَّ الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ، ثَوْبِي فَكَسَرْتُهُمَا إِيَّاهُ  
بِبُشْرَاهُ وَاللَّهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَتَاَمُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَيِّئُونَنِي بِالتَّوْبَةِ وَيَقُولُونَ لِي : لَتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ  
حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ <sup>لله</sup>



رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُهْرُولُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَانِي وَاللَّهُ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، فَكَانَ كَعَبٍ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةِ: قَالَ كَعَبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ، مِنَ السُّرُورِ: أَبَشِرْ بِخَيْرٍ يَوْمَ مَرَّ عَلَيْكَ مَدُّ وَلَدَتِكَ أُمُّكَ فَقُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ، حَتَّى كَانَ وَجْهُهُ قِطْعَةً قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرُ لَكَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْرٍ وَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِنَّمَا أَنْجَانِي بِالْصِّدْقِ وَإِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي اللَّهُ تَعَالَى وَاللَّهُ مَا تَعَمَّدَتْ كَذِبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هَذَا وَإِنِّي لَا رَجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللَّهُ تَعَالَى فِيمَا بَقِيَ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿إِنَّهُمْ رَوُوفٌ رَحِيمٌ﴾ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ قَالَ كَعَبٌ: وَاللَّهُ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ إِذْ هَدَانِي اللَّهُ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَكُونَ كَذِبْتُهُ فَاهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرًّا مَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (سَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ) إِلَيْهِمْ لِيُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجِسٌ وَمَا وَهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ يَخْلِفُونَ لَكُمْ لِيَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ قَالَ كَعَبٌ كُنَّا خَلَفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أَوْلِيكَ الَّذِينَ قَبْلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَلَفُوا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا حَتَّى قَضَى اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ بِذَلِكَ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا) وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ خَلَفْنَا تَخَلَّفْنَا عَنِ الْعَزْرِ وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ خَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقِيلَ مِنْهُ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِي رِوَايَةٍ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي عَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ" وَفِي رِوَايَةٍ: وَكَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ.



(۲۱) حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کو لے کر جاتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ سنا۔ انھوں نے بتایا کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کسی بھی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی سے محروم نہیں رہا۔ البتہ میں غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن اس غزوہ میں عدم شرکت پر کسی پر عتاب نہیں ہوا تھا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ کی نگرانی کے ارادے سے گئے تھے بلا ارادہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کروادیا عقبہ کی رات میں بھی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جہاں ہم نے اسلام پر جمنے رہنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میں بدر میں حاضر ہو جاتا اور شب عقبہ کی حاضری سے محروم رہ جاتا اگرچہ لوگوں کے درمیان بدر کا ذکر زیادہ ہے۔

غزوہ تبوک میں عدم شرکت کا قصہ اس طرح ہے کہ فی الواقع میں ان دنوں بہ نسبت دوسرے غزوات کے زیادہ قوت کا مالک اور بہت زیادہ مالدار تھا اللہ کی قسم میرے پاس اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں تھیں جبکہ اس غزوہ میں میرے پاس دو تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی محاذ پر جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کو پوشیدہ رکھتے اور کسی اور مقام کا اشارہ فرماتے۔ لیکن جنگ تبوک کی جب رسول اللہ ﷺ تیاری فرما رہے تھے تو گرمی شدت کی تھی سفر بعید تھا خشک اور بخر علاقہ قطع کرنا تھا اور دشمن کی بڑی تعداد کا سامنا تھا۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو واضح الفاظ میں بتا دیا تا کہ اس جنگ کی پوری تیاری کر لیں۔ اس موقع پر آپ نے اپنا ارادہ کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی بہت تھی اور اس وقت تک کسی رجسٹری میں ان کے ناموں کا اندراج نہ تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگ میں شریک نہ ہوتا تو جب تک اس کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چلتا۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ اس جنگ کے لئے روانہ ہو رہے تھے اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ خوش گوار ہو گیا تھا اور میں بھی انہی کی طرف میلان رکھتا تھا۔ غرض رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی، مگر میرا یہ حال تھا کہ ہر صبح آتا کہ آپ ﷺ کے ساتھ تیاری کروں مگر یونہی لوٹ جاتا اور فیصلہ نہ کر پاتا، دل میں کہتا کہ میں قادر ہوں اور جب چاہوں گا تیاری کر لوں گا، میری یہی کیفیت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے ایک صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ سب مسلمان روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہ کر پایا۔ پھر میں اگلی صبح آیا اور چلا گیا اور پھر بھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا۔ میری یہ کیفیت طویل ہوتی گئی مجاہدین تیزی سے نکلے اور آگے بڑھ گئے۔ میں نے پھر بھی ارادہ کیا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور انہیں جالوں اے کاش میں نے ایسا ہی کیا ہوتا لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد میں باہر نکلتا تو میں یہ دیکھ کر غمگین ہوتا کہ میرے جیسا کوئی نظر نہ آتا تھا سوائے اس شخص کے جس پر نفاق کی تہمت تھی یا کمزور لوگ جن کو اللہ نے معذور قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کو اس کی دو چادروں اور اپنے پہلوؤں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے، معاذ بن جبل

نے اسے جواب دیا تم نے بری بات کہی اللہ کی قسم یا رسول اللہ ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اسی دوران صحرا سے ایک سفید پوش آدمی دور سے آتے نظر آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابوخیثمہ ہو اور وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے یہ وہ تھے جنہوں نے ایک مرتبہ ایک صاع صدقہ کیا تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا۔

کعب کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپسی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تو مجھے رنج و غم نے آلیا اور میں سوچنے لگا کہ میں جھوٹا بہانہ کر دوں گا اور کہتا کہ کل کو میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا میں اس معاملے میں اپنے گھر کے ہر سمجھ دار آدمی سے بھی مدد لیتا رہا۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ آنے والے ہی ہیں تو میرے دل سے باطل خیال جاتا رہا اور میں جان گیا کہ میں جھوٹ بول کر ہرگز نہیں بچ سکتا اب میں نے سچ بولنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے پاس بیٹھتے۔ جب آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ آئے جو پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے اپنے عذر پیش کیے اور حلف اٹھائے، یہ کچھ اوپر اسی آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا ان سے بیعت لی۔

ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی حاضر ہو گیا جب میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس طرح تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی تبسم کرتا ہے۔ پھر فرمایا آگے آ جاؤ میں آگے بڑھ کر آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس بات نے جہاد سے پیچھے رکھا کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی۔ میں نے کہا

یا رسول اللہ ﷺ قسم بخدا اگر میں آپ ﷺ کے سوا دنیا کے کسی اور شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا مجھے بھی گفتگو کا سلیقہ ہے لیکن قسم بخدا میں بخوبی جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج جھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ مطلع فرما کر آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ ﷺ سے اس وقت سچ بولوں جس کی بنا پر آپ ﷺ مجھ سے خفا ہوں لیکن اس میں مجھے اللہ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ قسم بخدا مجھے کوئی عذر نہیں تھا فی الواقع میں ان دنوں جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا زیادہ قوت کا مالک اور زیادہ مالدار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ تم یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ فرمائے۔ میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے قبل تم کبھی گناہ کے مرتکب ہوئے ہو تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس طرح کوئی عذر کیوں نہ پیش کر دیا جیسا دوسرے پیچھے رہ جانے والے لوگوں نے کیا ہے تمہارے اس گناہ کی معافی کے لئے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کا استغفار کافی ہوتا۔ کعب کہتے ہیں کہ واللہ وہ لوگ مجھے مستقل سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میرے جی میں آیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جا کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں۔ بجائے اس کے میں نے ان سے پوچھا کہ جو صورت حال مجھے پیش آئی ہے یہ کسی اور کو بھی پیش آئی انہوں نے کہا کہ ہاں دو افراد اور تمہارے ساتھ ہیں انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے اور انہیں بھی اسی طرح جواب ملا ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ دو افراد کون ہیں انہوں نے بتایا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی۔

ان لوگوں نے ایسے دو آدمیوں کے نام بتائے جو نیک تھے اور جنگ بدر کے شرکاء میں سے تھے اور یہ دونوں میرے لیے قابل اتباع تھے اس لیے میں بھی اپنی بات پر قائم رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں سے ہم کلام ہونے سے منع فرمادیا۔ کعب کہتے ہیں کہ ہر کیا تو لاگ ہم سے مجتنب رہنے لگے یا بدل ہی گئے حتیٰ کہ مجھے زمین بھی بدلی ہوئی لگنے لگی اب یہ وہ زمین نہیں تھی جسے میں جانتا تھا۔ اس طرح ہم نے پچاس راتیں گزاریں، میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے اور گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔ لیکن میں جوان اور توانا تھا میں گھر سے نکلتا مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی مجھ سے کلام نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور جب آپ ﷺ نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کو سلام بھی کرتا اور دل میں سوچتا کہ آپ ﷺ نے سلام کے جواب کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی یا نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چپکے چپکے آپ ﷺ کو دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو آپ ﷺ میری طرف نظر فرماتے ہیں اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرما لیتے ہیں۔ الغرض جب مجھ سے مسلمانوں کی بے رخی دراز ہو گئی تو میں اپنے عم زاد اور اپنے محبوب دوست ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور اسے سلام کیا۔ اللہ کی قسم اس نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ اے ابو قتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہوں؟ وہ خاموش رہا، میں نے دوبارہ اسے قسم دی تو بھی وہ خاموش رہا پھر سہ بارہ بھی قسم دی اور پوچھا تو وہ بولا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، یہ سن کر میری آنکھیں ابل پڑیں میں پیچھے ہٹا اور دیوار پر سے اتر آیا۔

ایک روز مدینہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ شام کے بطنیوں میں سے ایک بطنی جو مدنیہ میں غلہ بیچنے آیا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا کوئی ہے کہ جو مجھے بتلا دے کہ کعب بن مالک کون ہے؟ لوگوں نے میری جانب اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔ میں پڑھا لکھا تھا سو میں نے خط پڑھا اس میں اس نے لکھا تھا۔ اما بعد، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم پر ظلم کیا ہے۔ اللہ نے تمہیں ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع ہونے کیلئے نہیں بنایا ہے، ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدی کریں گے۔ میں نے یہ خط پڑھا اور کہا کہ یہ ایک اور آزمائش ہے، میں اسے لے کر بڑھا اور تنور میں ڈال کر جلا دیا۔ جب پچاس میں سے چالیس روز گزر گئے اور ابھی تک میرے متعلق بذریعہ وحی کوئی حکم نہ آیا تھا کہ حضور ﷺ کا قصد میرے پاس آیا اس نے آ کر کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا کہ اسے طلاق دیدوں یا کیا کروں اس نے کہا کہ بس علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا پیغام میرے دونوں ساتھیوں کو بھی بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے میکے چلی جاؤ اور ان کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرمادے۔ اس کے بعد ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت کروں تو کیا حضور کی مرضی کے خلاف ہوگا فرمایا کہ نہیں لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم ان میں کسی چیز کی طرف حرکت کی طاقت نہیں ہے اور اللہ کی



قسم جب سے یہ واقعہ ہوا اس وقت سے اب تک وہ روئے جا رہے ہیں۔ مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دی ہے میں نے کہا کہ میں اس معاملے میں حضور ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا اور مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ سے پوچھوں تو آپ ﷺ مجھے کیا جواب دیں گے جبکہ میں جوان بھی ہوں۔ اس کے بعد میں نے دس راتیں اور گزاریں اور جب سے ہم سے بات کرنے سے منع کیا گیا تھا اس وقت سے پچاس راتیں ہو گئیں۔ میں نے پچاسویں رات کی صبح فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھی۔ نماز کے بعد اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تنگ دل تھا اور زمین بھی اپنی وسعتوں کے باوجود میرے اوپر تنگ ہو گئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر چڑھا ہوا با آواز بلند کہہ رہا تھا ”اے کعب بن مالک بشارت ہو۔ میں فوراً سجدے میں گر گیا اور میں سمجھ گیا کہ اللہ نے کشادگی کی صورت پیدا فرمادی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر سنا دی تھی اور لوگ ہمیں یہ خوشخبری سنانے دوڑ پڑے۔ کچھ میرے دونوں ساتھیوں کو یہ خوشخبری دینے گئے۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار میری طرف چل دیا۔ بنو اسلم کا ایک شخص میری طرف دوڑا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھڑ سوار سے پہلے مجھے پہنچی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی کہ مجھے بشارت دے رہا ہے میں نے اظہار تشکر کے طور پر اپنے بدن کے دونوں کپڑے اسے پہنا دیئے اور اللہ کی قسم اس وقت میرے پاس ان دونوں کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا میں نے عاریتاً مانگ کر دو کپڑے پہنے اور میں خدمت اقدس میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں مجھے گروہ درگروہ لوگ ملتے تھے اور قبولیت توبہ پر مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے گرد لوگ تھے مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری جانب لپکے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اللہ کی قسم طلحہ کے سوا کوئی مہاجر نہیں اٹھا اسی لئے کعب نے طلحہ کی یہ بات کبھی فراموش نہیں کی۔

کعب کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو میں نے دیکھا کہ چہرہ انور خوشی سے دمک رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: پیدائش سے لے کر آج تک سب سے اچھے دن کی بشارت قبول کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے، فرمایا نہیں بلکہ اللہ عز و جل کی طرف سے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ سرور ہوتے تو چہرہ انور اس طرح دمک اٹھتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، اور ہم سب آپ ﷺ کے اس انداز مسرت سے آشنا تھے۔

میں آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ توبہ کی قبولیت کی تکمیل میں میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کے حضور صدقہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھ لو۔ میں نے عرض کیا مجھے خیبر کے مال میں جو حصہ ملا ہے وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ اور میں نے مزید عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے مجھے سچ کی بدولت نجات عطا فرمائی ہے اب توبہ کی تکمیل میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں سچ ہی بولوں گا۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے صلے میں ایسا بہتر انعام فرمایا ہو جیسا اللہ نے



مجھ پر فرمایا۔ اس وقت سے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہی آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور امید ہے کہ اللہ باقی زندگی بھی میری حفاظت فرمائے گا۔ اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

”اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر مہاجرین و انصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت آپ کا ساتھ دیا توجہ فرمائی۔ (اس آیت تک)“ بے شک وہ ان پر بہت شفیق اور مہربان ہے اور ان تین شخصوں پر بھی رجوع فرمایا جو پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعتوں کے تنگ ہو گئی۔ (اس آیت تک) ”اللہ سے ڈرو اور پتھروں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

کعب کہتے ہیں کہ ”اللہ کی قسم جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے نوازا اس کے بعد کوئی نعمت مجھے اتنی عظیم نہیں محسوس ہوئی جتنی یہ نعمت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیچ بولا اور آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں بولا کہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح دوسرے ہلاک ہوئے، کیونکہ نزول وحی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی شدید مذمت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تمہارے لئے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سوان کی طرف التفات نہ کرنا، یہ ناپاک ہیں اور جو یہ کام کرتے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔“

کعب کہتے ہیں کہ ہم تین آدمیوں کا معاملہ ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جن کی عذرخواہی اور قسموں کو قبول کر لیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان سے بیعت فرمائی اور ان کے لئے استغفار فرمایا اور ہمارا معاملہ رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرما دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود فیصلہ فرما دیا۔

چنانچہ اس آیت ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا﴾ میں ہمارے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ کو ان لوگوں سے پیچھے کیا اور مؤخر رکھا۔ جنھوں نے حلف اٹھائے اور معذرت کر لی اور آپ ﷺ نے ان کی معذرت قبول فرمائی۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن روانہ ہوئے تھے اور آپ یہی پسند فرماتے تھے کہ جمعرات کو روانہ ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب سفر سے تشریف لاتے تو صبح کے وقت آتے سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور وہاں دو رعت نماز پڑھتے اور مسجد میں تشریف رکھتے۔

**تخریج حدیث (۲۱):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب توبۃ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

**راوی حدیث:** حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ۷۰ آدمیوں میں شامل تھے، غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی سوائے جنگ تبوک کے۔ آپ سے ۸۰ احادیث مروی

ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں، ۵۰ھ میں ۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

**کلمات حدیث:** تَخَلَّف: پیچھے رہ گیا، عَتَبَ عَتَباً (باب نصر و ضرب) عَتَبَ علیہ: سرزنش کرنا، ناراض ہونا۔ عتاب: سرزنش، تنبیہ، اظہار ناراضگی۔ تَوَاقَفْنَا، مَوَاقِفُ: معاہدہ کرنا، باہم عہد و پیمان کرنا۔ وَثِقَ، ثِقَةً وَوَثُوقاً (باب حسب) بھروسہ کرنا، قابل بھروسہ۔ مِثَاق: عہد جمع مَوَاقِفُ۔ وَرَى، تَوَرَّى: چھپانا۔ اَصْلُ بَاتِ چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا۔ لَبِثًا هَبُوا، اَهَبْ: کسی کام کے لیے تیار ہونا۔ جَهَّزَ: مہیا کرنا، تیار کیا۔ عَطَفَ: پہلو، شانہ۔ يَنْظُرُ فِي عَطْفِيہ: اپنے شانوں پر نظر رکھتا ہے یعنی متکبر ہے۔ السراب: ریگستان کی ریت کہ جب دھوپ میں چمکتی ہے تو دور سے دیکھنے والے کو پانی محسوس ہوتا ہے۔ سَخِطَ، سَخَطاً (باب سمع) غصہ ہونا، ناراض ہونا۔ سَخَطَ: ناراضگی۔ يَغْتَذِرُونَ، اعْتَذَارُ: عذر بیان کرنا۔ عَذَرَ عَذراً وَمَعْذَرَةً (باب ضرب) عذر قبول کرنا۔ جَدَلًا: بحث و گفتگو کی مہارت و سلیقہ۔ جَدَلَ جَدَلًا (باب سمع) جھگڑا لہونا۔ جَادَلَهُ مَجَادَلَةً: (باب مفاعله) جھگڑا کرنا۔ يَقْضِي: قضی قضاءً (باب ضرب) فیصلہ کرنا، قاضی فیصلہ کرنے والے، جمع قضاة۔ فَمَضَيْتُ: میں اپنے ارادہ پر برقرار رہا۔ مَضَى يَمْضِي مَضِياً (باب ضرب) پورا کرنا، قائم رہنا۔ ضَاقَتْ: تنگ ہو گئی (باب نصر و ضرب) ضَاقَ ضَيْقاً (باب ضرب) تنگ ہونا، ضَيْقٌ اور ضَيْقٌ: رنج و غم جس سے تنگ دلی ہو۔ خَرَرْتُ: خَرَّ خَرّاً: (باب نصر و ضرب) بلندی سے گرنا۔ خَرَّ لِلَّهِ سَاجِداً: سجدے میں گر پڑنا، فوراً سجدہ میں چلے جانا۔ رَكَضَ رَكْضاً: (باب نصر) دوڑنا پاؤں ہلانا، رَكَضَ الْفَرَسُ بِرَحْلِيہ: اپنے دونوں پیروں سے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ يُهَيِّئُونَ، تَهْنِئَةٌ: مبارکباد دینا۔

**شرح حدیث:** جنگ تبوک غزواتِ نبی ﷺ میں سب سے زیادہ سخت اور صبر آزما معرکہ تھا ہر طرح کی مشکلات جمع تھیں اور مصائب کی کثرت تھی۔ سخت اور شدید ترین گرمی، طویل مسافت، عظیم فوج کا مقابلہ اور ظاہری بے سرو سامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں کو ملتی اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور کئی صحابہ پہلے چوستے پھر اوپر سے پانی پی لیتے، دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری چلے جا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو جس طرف روانگی ہوتی اس سے مختلف سمت روانہ ہونے کا اشارہ فرماتے تاکہ دشمن کے جاسوس آپ ﷺ کے عزائم کی خبریں دشمن کو نہ پہنچا دیں لیکن غزوہ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں اعلان فرمادیا تاکہ صحابہ کرام مناسب تیاری کر لیں اور جو معرکہ درپیش ہے اس کی سختی اور شدت کا انہیں اندازہ ہو جائے۔

غرض رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام روانہ ہو گئے اور پیچھے یا منافقین رہ گئے یا بوڑھے اور معذور۔ مگر ان کے علاوہ صحابہ کی بھی ایک جماعت روانہ نہ ہو سکی یہ اسی سے زائد تھے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ مگر تین اصحاب کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن ربیع نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے صدق دل سے بیان کر دیا کہ ہم بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا معاملہ مؤخر فرمادیا اور فی الوقت کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ (دلیل الفالحین: ۷۱/۱)

اس حدیث مبارک میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے:

کعب کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار تھی حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم عام دیدیا اور سب مشغول ہو گئے میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً تیار ہو کر چلا جاؤں گا کیونکہ اللہ کے فضل سے اس وقت میرے پاس مال و اسباب کی کمی نہ تھی، اس طرح وقت گزرتا رہا اور حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو گئے میں نے سوچا کہ میں جلد ہی روانہ ہو کر حضور ﷺ کو راستہ میں چالوں گا۔ اسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا اور میں نہ جاسکا۔ اب آپ ﷺ کے بعد مجھے یہ دیکھ کر وحشت ہوتی تھی کہ مدینہ میں سوائے کچے منافقین اور چند بوڑھے اور معذور لوگوں کے کوئی بھی نہ تھا۔ پریشانی میں سوچنے لگا کہ جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو کوئی بہانہ کروں گا اور اس طرح آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو سارے جھوٹے بہانے جو سوچے تھے سب ہوا ہو گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ دربار نبوت ﷺ میں سچ کے سوا کوئی چیز نجات دلانے والی نہیں ہے کیونکہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو وحی کے ذریعے میرا جھوٹ اللہ کے رسول ﷺ پر منکشف ہو جائے گا۔ غرض میں مسجد میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گیا اور سارا حال جوں کا توں عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمادیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا تھا میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے اور شب و روز گھر میں وقف کر یہ دیکھتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا، مسجد میں جانا حضور ﷺ کو سلام کر کے دیکھتا کہ کیا لب مبارک کو جنبش ہوئی یا نہیں؟ میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ اعراض فرما لیتے، اقارب اور اعزہ سب بیگانے ہو گئے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے مجھے شاہ غسان کا خط دیا جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کے بعد دعوت تھی کہ میں اس کے ملک میں آ جاؤں وہاں مجھ سے اچھا برتاؤ ہوگا۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی مستقل امتحان ہے آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد دربار رسالت سے حکم ہوا کہ میں اپنی بیوی سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ میں نے اسے اس کے میکے روانہ کر دیا۔ اب میری پریشانی اور بڑھ گئی میں سوچتا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ بھی نہیں پڑھائیں گے اور اگر اس عرصے میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے پاس چلے گئے تو مسلمان ہمیشہ مجھ سے یہی معاملہ رکھیں گے، کوئی میرے جنازے کے قریب بھی نہ پھٹکے گا یہ وہ کیفیت تھی جس میں میرا عرصہ حیات تنگ ہو گیا اور زمین باوجود اپنی وسعتوں کے مجھ پر تنگ ہو گئی اور مجھے زندگی موت سے زیادہ سخت نظر آنے لگی۔ یکا یک ایک صبح جبل سلح سے آواز آئی۔ اے کعب بن مالک بشارت ہو، میں سنتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ آخر شب میں حق تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو ہماری توبہ کی قبولیت سے مطلع فرمایا گیا ہے، آپ نے بعد نماز فجر صحابہ کو مطلع فرمایا ایک سوار میری طرف دوڑا اور دوسرے شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا جس کی آواز سوار سے پہلے پہنچ گئی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز سے پکارنے والے کو دیدیئے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا لوگ جوق در جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ حضور انور ﷺ کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمائی۔

اس حدیث مبارک میں ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ بھی تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب



حضور ﷺ روانہ ہو چکے تھے تو اپنے باغ میں گئے وہاں خوش گوار سایہ تھا اہلیہ خوبصورت بھی تھیں اور شوہر کی خدمت کے لیے سراپا اشتیاق۔ انہوں نے پانی چھڑک کر فرش کو ٹھنڈا کیا چٹائی بچھائی اور تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد شیریں پانی حاضر کیا۔ نعمتوں کا یہ دسترخوان سجا ہوا دیکھ کر ابوخیثمہ کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوش گوار سائے اور ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ ایسی سخت گرمی اور لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ و بیاباں طے کرتے ہوئے محاذ جنگ پر جا رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی یکنخت اٹھ کھڑے ہوئے سواری منگوائی تلوار حمال کی نیزہ سنبھالا اور تپوک کے راستے پر چل پڑے۔ اونٹنی ہوا کی طرح اڑی جا رہی تھی آخر لشکو کو جا پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے دور سے دیکھا کہ کوئی سوار ریت کے نیلے قطع کرتا ہوا آ رہا ہے۔ فرمایا ابوخیثمہ ہیں، تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا

ہے، آیات یہ ہیں:

﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝۱۷ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۱۸ يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝۱۱۹﴾

”بیشک اللہ نے مہربانی کی پیغمبر اور مہاجرین و انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گمزی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے اور اے

اے ایمان اللہ سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو۔“ (التوبہ: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں بے شمار اور اس کا فضل و کرم بے حد وسیع ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر ﷺ پر مہربانی فرمائی اور آپ ﷺ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا اتباع نبوی جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مؤمنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈر گمانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی ﷺ سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور تسکینی فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات و وساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مؤمنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

حدیث مبارک میں جن منافقین کا ذکر ہوا کہ وہ بر بنائے نفاق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے ان کا بھی ذکر قرآن کریم میں

حسب ذیل آیات میں ہوا ہے:

﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لَنُغَرِّضَنَّ عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ



وَمَا وَلَهُمْ جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَخْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ  
فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

”جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سو تم ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔“ (التوبہ: ۹۵، ۹۶)

یعنی جس طرح تبوک روانگی کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے اسی طرح جب آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مدینہ واپس آئیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے بہانے پیش کر کے تمہیں راضی کرنا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مصمم ارادہ تھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع و عوائق پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے، آپ ﷺ فرمادیتے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے سارے عذر لغو اور بے کار ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کذب و نفاق پر پہلے ہی سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کر چکا ہے۔ غرض تبوک سے واپسی پر منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اپنی قسموں سے راضی اور مطمئن کر دیں تاکہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے درمیان سرخرو ہو کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم ان سے تعرض نہ کرو لیکن یہ اعراض راضی اور مطمئن ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہذا ان سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ (دلیل الفالحین: ۷۱/۱۔ تفسیر عثمانی: التوبہ)

### ایمانی جذبہ سچی توبہ پر ابھارتا ہے

۲۲. وَعَنْ أَبِي نُجَيْدٍ "بِضَمِّ التَّوْنِ وَفَتْحِ الْجِيمِ" عُمَرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ الْخَزَاعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزَّيْنَةِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمُّهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ: أَحْسِنُ إِلَيْهَا فَإِذَا وَضَعَتْ فَأَتِنِي ففَعَلَ فَأَمَرَهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا ثُمَّ أَمَرَهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا: فَقَالَ لَهُ: عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قِسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتُ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہو گئی تھی رسول اللہ

ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے جرم حد کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ ﷺ مجھ پر حد قائم کر دیجئے۔ رسول اللہ

ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب وضع حمل ہو جائے تب اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے پھر آپ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔

پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں جبکہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ کیا تم اس سے بہتر توبہ کا تصور کر سکتے ہو کہ اس نے اللہ کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا ہے۔ (مسلم)

### تخریج حدیث (۲۲):

صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا.

**راوی حدیث:** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بصرہ آباد ہو گئے تھے آپ کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے جن میں سے ۸ متفق علیہ ہیں ۵۲ میں بصرہ میں انتقال فرمایا:

**کلمات حدیث:** حُبْلَى: حاملہ۔ حَبْلٌ: حمل۔ حَبْلُ الْحَبْلَةِ: جانور کے بچے کا بچہ۔ حَبِلَتِ الْمَرْأَةُ حَبْلًا (باب سمع) حاملہ ہونا۔ رَجُمَ، رَجْمًا (باب نصر) پتھروں سے سنگسار کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت نے صحابہ کرام کو اتنا پاکیزہ میرت اور اس قدر اعلیٰ کردار کا حامل بنا دیا تھا کہ اگر غفلت یا نسیان سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو بے قرار ہو جاتے اور جب تک توبہ کے ذریعے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا اور استغفار کے ذریعہ وہ داغ دامن سے نہ دھل جاتا اس وقت تک بے چین رہتے تھے۔ ان کے دل ہر وقت خشیت الہی سے کانپتے رہتے تھے اور ان کے جسم آخرت کی گرفت سے لرزتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جن گناہوں کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کی دنیاوی سزا سخت ہے، ان کا بھی برملا اعتراف کرتے بار بار کرتے اور باصرار کرتے اور یہی خواہش ظاہر کرتے کہ جو کچھ بھی ہو ان پر سزا جاری کر دی جائے اس لیے کہ انہیں یہ بات معلوم تھی بلکہ ان کے لیے حق الیقین کے درجے میں تھی کہ آخرت کی سزا دنیا کی سزا سے کہیں زیادہ ہولناک ہوگی۔ چنانچہ وہ آخرت کی سزا پر دنیا کی سزا کو ترجیح دیتے تھے۔

اسلام نے زنا غیر محسن کی سزا اسی کوڑے اور محسن (شادی شدہ) زانی کی سزا سنگسار کرنا مقرر کی ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک عورت اگر حاملہ ہو تو اس پر سزا کا اجراء وضع حمل کے بعد ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی دلیل الفالحین: ۸۳/۱)

### موت کی یاد حرص کا علاج ہے

۲۳. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَوْ أَنَّ لَابْنَ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فرزند آدم کو ایک پوری وادی سونے کی مل جائے تو وہ یہی چاہے گا کہ دو وادیاں اور میسر آجائیں۔ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز آدمی کا منہ نہیں بھرتی۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۳):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یبقی من فتنۃ المال وقول اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا

أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب لو کان لابن آدم وادیین لا یبقی ثالثاً۔

**کلمات حدیث:** وادی: پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان پانی کی نشیبی گزرگاہ۔ جمع اودیۃ۔ ملاً یملاً: (باب فتح) مملؤ: بھرا ہوا۔ ملنی مملئاً (باب سمع) پُر ہونا، بھرنا۔ الملاً الاعلیٰ: مقرب فرشتے۔ تُراب: مٹی۔ ابو تراب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مال و دولت دنیا کو انسان کی دنیاوی زندگی کے قیام و بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ یعنی مال و دولت مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ذریعہ ہیں۔ خود انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے بھیجا گیا ہے اور اسے یہ تمام اسباب و وسائل اس لیے مہیا کیے گئے ہیں کہ وہ انہیں کام میں لا کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں مدد دے۔ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے اور یہ محبت اس قدر ہمہ گیر اور وسیع ہوتی ہے کہ اس کے دل میں گھر کر جانے اور مرکز ہو جانے کے بعد اس کے دل میں اتنی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ جب دنیا جگہ پاسکے۔ مگر جس قدر انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے اور اس کا تعلق حضرت حق سے منقطع ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں دنیا کی محبت گھر کرتی جاتی ہے اور یہ حرص دنیا اور حب مال اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اگر آدمی کو دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی مل جائیں تو اس کی تمنا ہو کہ تیسری بھی مل جائے لیکن آدمی کا منہ صرف قبر کی مٹی سے بھرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿الْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۝۱ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲﴾

”غفلت میں رکھاتم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ گئے۔“ (الحکاثر: ۱، ۲)

**مال کی حرص انسان کو غافل بنا دیتی ہے**

یعنی مال و دولت کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں مبتلا کیے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت میں اور اضافہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے قبر میں پہنچ کر پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی مال و دولت دنیا فانی ہے اور اصل زندگی اور ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں دنیا کا مال و اسباب کام نہ آئے گا بلکہ وہاں صرف اعمالِ صالحہ ہی کام آئیں

گے۔ (تفسیر عثمانی، معارف الحدیث : ۵۷/۱)

## قاتل و مقتول دونوں جنت میں داخل ہوئے

۲۴. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَضْحَكُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِلَهُ رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسَلِّمُ فَيُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ دو افراد کو دیکھ کر ہنسے گے جن میں سے ایک دوسرے کا قاتل ہوگا مگر اس کے باوجود دونوں جنت میں جائیں گے ایک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا ہوگا اور اس کو قتل کرنے والے کو توبہ کی توفیق ہوئی مسلمان ہوا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۴):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الکافر یقتل المسلم ثم اسلم فیسدد بعد ویقتل.

صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الرجل یقتل احدهما الآخر یدخلان الجنة.

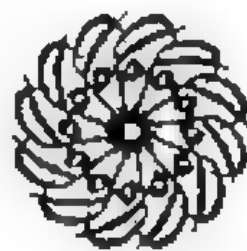
**کلمات حدیث:** ضحك، یضحک، ضحکا (باب سمع) ہنسنا۔ ضاحک : ہنسنے والا۔ مضحاک : بہت ہنسنے والا۔ یتشهد :

گواہی دیتا ہے، شہید ہو جاتا ہے، دراصل شہید ہو جانے والا اپنی جان کی قربانی دے کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جس دین پر وہ ایمان لایا تھا وہی سچا دین ہے، اس لیے اسے شہید کہا جاتا ہے۔ شہد شہادۃ : (باب سمع) گواہی دینا۔ شاہد : گواہ۔

**شرح حدیث:** ایک مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو گیا وہ تو بلاشبہ جنتی ہے، لیکن اتفاق یہ ہوا کہ اس مسلمان کو مارنے والا کافر

مسلمان ہو جاتا ہے اور پھر یہ بھی جہاد حق میں شرکت کرتا ہے اور بالآخر یہ بھی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ سبحانہ ان دونوں کو جنت میں دیکھ کر خندیدہ ہوتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں کہ قاتل جو کفر میں بھی مبتلا تھا اور مسلمان کا قاتل تھا وہ بھی جنت میں پہنچ گیا۔ غرض کفر اور قتل دونوں ہی بہت بڑے بڑے گناہ ہیں جب اس قدر بڑے گناہوں سے توبہ قابل قبول ہے تو انسان کو کسی بھی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیے کہ وہ رحیم و کریم ہے اور غفور و رحیم ہے۔

(دلیل الفالحین : ۹۴/۱)





## المَبَایِیْتُ (۳)

باب الصبر  
صبر کا بیان

۷. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَصْبِرُوا وَصَابِرُوا﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں بھی صبر کرو۔“ (آل عمران: ۲۰۰)

**تفسیری نکات:** صبر کے لفظی معنی رکنے کے ہیں، لیکن قرآن و سنت میں صبر کے معنی نفس کو خلاف طبع امور پر جمانا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کی تین صورتیں ہیں:

(۱) طاعتوں پر صبر یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام بجالانا اور تسلیم و رضا کے ساتھ تعمیل احکام میں استقامت اختیار کرنا۔

(۲) ان تمام امور سے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کر دیا ان سے اجتناب کرنا اور اس اجتناب پر قائم رہنا۔

(۳) مصائب اور تکالیف پر صبر۔

یہ آیت کریمہ سورہ آل عمران کی اختتامی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو نہایت جامع نصیحت فرمادی جو کہ درحقیقت اس پوری سورت کا خلاصہ ہے، یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اٹھا کر اور مصائب جھیل کر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر جمے رہو اور ہر چھوٹی بڑی معصیت سے مجتنب رہو اور دشمن کے سامنے ثابت قدمی اور مضبوطی دکھاؤ اور اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔ (تفسیر عثمانی: آل عمران)

۸. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”ہم خوف، فاقہ اور مال و جان اور پھلوں میں نقص و کمی کر کے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے پس آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

دے دیجئے۔“ (البقرہ: ۱۵۵)

**تفسیری نکات:** اس آیت سے ذرا پہلے ذکر و شکر اور ترک کفران کا ذکر ہوا جو درحقیقت جملہ طاعات اور منہیات کو محیط ہیں اور جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اس لیے ان کی سہولت کے لیے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر و صلاۃ سے مدد لو کہ ان کی مداومت سے تم پر تمام امور اہل کر دیئے جائیں گے اور جہاد کرو کہ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ ہم صبر میں تمہاری آزمائش بھی کریں گے ڈر سے اور بھوک

سے اور مال و جان اور پیداوار کے نقصان سے اور جوان آزمائشوں میں اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے تو آپ ایسے صابرین کو خوش خبری سنا دیجئے۔ (تفسیر عثمانی: البقرة)

۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا صلہ بے حد و حساب ملے گا۔“ (الزمر: ۱۰)

### اللہ کی زمین وسیع ہے

**تفسیری نکات:** اس آیت سے قبل فرمایا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، یعنی اگر کسی علاقے یا ملک میں مسلمان کو احکام الہی پر عمل کرنے میں دشواری ہو اور وہاں کے لوگ مسلمانوں کو شریعت پر عمل کرنے سے روکتے ہوں تو اللہ کی زمین کشادہ ہے، ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں احکام الہی کی تعمیل میں رکاوٹ نہ ہو، بلاشبہ اس ترک وطن میں تکالیف کا سامنا ہوگا اور مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور خلاف عادت امور پر صبر کرنا پڑے گا لیکن اللہ کے یہاں اس صبر پر اجر و ثواب بھی بے حساب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۱۱ ﴾

ارشاد الہی ہے:

”اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔“ (الشوری: ۴۳)

### برائی کا بدلہ بھلائی ہے

**تفسیری نکات:** اس آیت سے پہلے فرمایا کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، یعنی اگر کسی پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ اس زیادتی کا اتنا ہی بدلہ لے سکتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ معاف کر دے۔ غصہ کو پی جانا اور ایذا میں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص پر ظلم ہوا ہو اور وہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

۱۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۱۵۳ ﴾

اور فرمایا ہے:

”صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (البقرة: ۱۵۳)

## صبر و نماز سے مدد حاصل کریں

**تفسیری نکات:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ مصائب و مشکلات کے دور کرنے کا طریقہ دو امور ہیں: صبر اور نماز۔ جب کوئی مصیبت آئے اسے اللہ کی طرف سے سمجھے اس پر ناگواری کے بجائے صبر کرے اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھے اور صبر کے ساتھ نماز سے مدد لے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم بات پیش آتی تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے۔

(تفسیر عثمانی)

۱۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ﴾

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهِ كَثِيرَةٌ مَعْرُوفَةٌ.

نیز فرمایا ہے:

”اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔“

(محمد: ۳۱)

**تفسیری نکات:** مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ چاہتے ہیں کہ جہاد کی شدت اور اس کی مشکلات سے پتہ چل جائے کہ کون لوگ اللہ کے راستے میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحان میں ثابت قدم رہنے والے ہیں یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت اور انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی)

## صفائی نصف ایمان ہے

۲۵. وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأَانِ. أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ. كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسِهِ، فَمُبْتَغِيهَا أَوْ مُؤَبِّقُهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۵) ابومالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے الحمد للہ کہنا ترازو کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ الحمد للہ کے کلمات آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے صبر روشنی ہے اور قرآن کریم تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے ہر انسان جب صبح کو اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سودا کرتا ہے یا تو اسے آزاد کرالیتا یا ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۵):** صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الطہور.

**راوی حدیث:** حضرت ابومالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے بعض

غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور حجۃ الوداع میں بھی شرکت فرمائی۔ ان سے ۲۷ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔

**کلمات حدیث:** شَطْر: نصف، حصہ۔ شَطْر شَطْرًا (باب نصر) الشیء: کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔ طَهْر طَهْرًا و طَهَارَةً (باب نصر و کرم) پاک ہونا۔ الطُّهُور: پاکی۔ الطُّهُور: پانی جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ برہان: دلیل جمع براہین۔ فَمَعَتْهَا: عتق عِتْقًا (باب ضرب) آزاد ہونا۔ مَوْبِقُهَا، وَبَقْ، وَبَقًا (باب ضرب) ہلاک ہوا۔ مَوْبِق: ہلاک کرنے والا۔ جمع مَوْبِقَات۔ السبع الموبقات: سات بڑے گناہ جو آدمی کو تباہ کر دینے والے ہیں۔ موبق: جائے ہلاکت۔

**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے دین کے بہت سے حقائق بیان فرمائے ہیں، پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ طہارت و پاکیزگی ایمان کا خاص جزو اور اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ طہارت و پاکیزگی کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا اجر و ثواب اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت دینا ہے کہ ساری خوبیاں اور سارے کمالات جن کی بنا پر کسی کی حمد و ثناء کی جاسکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں اور اس لیے ساری حمد و ستائش بس اسی کے لیے ہے یہی تسبیح و تحمید حق تعالیٰ کی نورانی اور معصوم مخلوق فرشتوں کا خاص وظیفہ ہے۔ نحن نسبح بحمدک (اے اللہ! ہم تیری حمد و تسبیح میں مصروف رہتے ہیں) پس انسانوں کے لیے بھی بہترین وظیفہ اور مقدس ترین شغل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اور سارے عالم کے خالق و پروردگار کی تسبیح کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے کہ ایک کلمہ سبحان اللہ میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے اور اس سبحان اللہ کے ساتھ الحمد للہ بھی مل جائے تو ان دونوں کا نور زمین و آسمان کی ساری فضاؤں کو معمور و منور کر دیتا ہے۔ حمد و تسبیح کی اس فضیلت اور ترغیب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز نور ہے کہ نماز کی برکت سے قلب مؤمن نور سے منور ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ فواحش سے بچتا اور منکرات سے اجتناب کرتا ہے اور آخرت میں نماز نور بن کر مؤمن کے آگے آگے چلے گی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ دلیل برہان ہے یعنی اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ کرنے والا مؤمن اور مسلم ہے کیونکہ اگر دل میں ایمان نہ ہو تو اپنی کمائی کا صدقہ کرنا آسان نہیں ہے اور آخرت میں صدقہ کو اس کے ایمان کی دلیل اور نشانی مان کر اس کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صبر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ضیاء یعنی روشنی اور اجالا ہے۔ قرآن و حدیث کی زبان میں صبر کے معنی ہیں اللہ کے حکم کے تحت نفس کی خواہشات کو دبانا اور اس راہ میں تلخیاں اور ناگواریاں برداشت کرتے رہنا۔ اس لحاظ سے صبر گویا پوری دینی زندگی کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور اس میں نماز، روزہ، صدقہ، حج اور جہاد اور ان کے علاوہ اللہ کے لیے دین کے اور دین کے احکام کی پابندی میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنا سب ہی صبر کے مفہوم میں داخل ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صبر ضیاء ہے۔ قرآن کریم میں چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیاء فرمایا ہے ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا﴾ (سورہ یونس: ۵) اس لحاظ سے صبر اور نماز سے پیدا ہونے والی روشنیوں میں وہی نسبت ہوگی جو سورج



اور چاند کی روشنی میں ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ وہ یا تو تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا ہدایت نامہ ہے اب اگر تمہارا تعلق اور رویہ اس کے ساتھ عظمت و احترام اور اتباع کا ہوگا جیسا کہ ایک صاحب ایمان کا ہونا چاہیے تو وہ تمہارے لیے شاہد و دلیل بنے گا اور اگر تمہارا رویہ اس کے برخلاف ہوگا تو پھر اس کی شہادت تمہارے خلاف ہوگی۔

## انسان کی زندگی مسلسل ایک تجارت ہے

ان تنبیہات اور ترغیبات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کا ہر انسان روزانہ اپنے نفس اور اپنی جان کا سودا کرتا ہے پھر یا تو وہ اس کو نجات دلانے والا ہے یا ہلاک کرنے والا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایک مسلسل تجارت اور سوداگری ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رضا طلبی والی زندگی گزار رہا ہے تو اپنی ذات کے لیے بڑی اچھی کمائی کر رہا ہے اور اس کی نجات کا سامان کر رہا ہے اور اگر اس کے برعکس وہ نفس پرستی اور خدا فراموشی کی زندگی گزار رہا ہے تو وہ اپنی تباہی اور بربادی کما رہا ہے اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے۔ (دلیل الغالبین: ۹۷/۱ - معارف الحدیث: ۵۰/۳)

## رسول ﷺ کی سخاوت

۲۶. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفَدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ أَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهِ: مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرُ يَغْفِرُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يَغْفِرْ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ. وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا، آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دے دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا۔ سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ ہے میں اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا سب تقسیم کر دیتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ جو بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو غنا اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دیتے ہیں اور جو صبر اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتے ہیں اور کسی شخص کو کوئی عطیہ ایسا نہیں ملا جو صبر سے بہتر اور وسیع تر ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۶):**

صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الاستغناء من المسألة، صحیح مسلم، کتاب

الزکاة، باب فضل التعفف والصبر.

**کلمات حدیث:** فاعطاهم: پس انہیں عطا فرمایا، انہیں دیا۔ أعطی إعطاءً (باب افعال) دیا۔ غبطہ: اسی سے ہے۔ یغف:

عَفَّ، عَفَّةٌ وَ عَفَافاً (باب ضرب): حرام یا غیر مستحسن کام سے احتراز کرنا، پاکدامن ہونا۔ عَفِيفٌ: پاکدامن مؤنث عَفِيفَةٌ۔ یَسْتَغْنِی: استغناء سے یعنی بے نیاز ہونا۔ غَنِی غَنًی (باب مع) استغناء (باب استفعال)۔

### قناعت واستغفار

**شرح حدیث:** قناعت واستغفار ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتے ہیں اور اسے دنیا میں بھی دل کی بے چینی اور کڑھن کے سخت عذاب سے بھی نجات مل جاتی ہے قناعت اور استغناء کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ ملے وہ اس پر راضی اور مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص اور لالچ نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد احادیث میں استغناء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ استغناء یہ ہے کہ انسان اکل حلال پر قناعت کرے اور طلب دنیا میں اپنی غیرت نفس کو پامال نہ کرے، ہر وقت دنیا کی طلب میں لگے رہنا اور دنیا کے پیچھے دیوانہ وار دوڑنا اور جہاں ذرا سا فائدہ نظر آئے اس کے پیچھے جان کھپانا استغناء کے خلاف ہے۔ اللہ ہی ہے جو انسان کو رزق عطا کرتا ہے اس لیے رزق اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیے۔ (دلیل الفالحین: ۱/.....)

اس حدیث مبارک میں تعفف استغناء اور صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ  
الْحِكَاافًا﴾

”نادانقف ان ضرورت مندوں کو غنی گمان کرتے ہیں ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے حالانکہ تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان لو گے یہ لوگوں سے نہیں مانگتے پیچھے پڑ کر۔“ (البقرة: ۲۷۳)

### مومن ہر حال میں فائدہ میں

۲۷. وَعَنْ أَبِي يَحْيَىٰ صَهْبِ بْنِ سَنَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُفْلُهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۷) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ کیا خوب ہے، اس کی ہر بات اس کے لیے باعث خیر ہے اور یہ بات کہ اسے کوئی خوشی ہو تو شکر کرتا ہے اور کوئی تکلیف ہو تو صبر کرتا ہے اسی طرح ہر حالت اس کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۷):** صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب المؤمن امرہ کفله خیر.

**راوی حدیث:** حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی کہلاتے تھے رومی نہ تھے لیکن رومیوں نے انہیں بچپن ہی میں غلام بنا لیا تھا اور انہیں مکہ لا کر فروخت کر دیا تھا۔ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ قریش مکہ کی سختیوں اور تعذیب کا شکار ہوئے، ہجرت کا ارادہ کیا تو

مشرکین جانے کی اجازت نہ دیتے تھے انہوں نے اپنا سارا مال ان کے حوالہ کیا اور خود تنہا ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے حسرت کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خلیفہ کے تقرر تک تین دن تک امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ سے ۳۰ احادیث مروی ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب: ۵۵۶/۲)

**کلمات حدیث:** عجب اور عجاب: کوئی قابل تعجب بات، اسی سے عجیب اور اعجوبہ ہے۔ شکر: محسن کے احسان کی تعریف اور ستائش کرنا۔ انسان کا محسن اعظم اللہ تعالیٰ ہے اس لیے انسان پر اس کا شکر واجب ہے۔ ضراء: مصیبت، تکلیف۔

**شرح حدیث:** اس دنیا میں تکلیف اور راحت سب ہی کے لیے ہے اور ہر انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں ان سے واسطہ پڑتا رہتا ہے تکلیف و مصیبت پر جزع و فزع اور راحت و آرام پر فخر و غرور مؤمن کی شان نہیں ہے۔ اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ مصیبت ہو یا راحت تکلیف ہو یا آرام فراموشی ہو یا تنگی ہر حال میں اپنے خالق و مالک کے شکر گزار رہتے ہیں۔ انہیں اگر کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور جب انہیں راحت ملتی ہے تو حضور حق میں شکر بجالاتے ہیں اور چونکہ دکھ سکھ اور خوشی و ناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لیے ان بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر و شکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۱۹۱/۱)

### ہر تکلیف کے بعد راحت

۲۸. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: وَاکْرُبْ أَبَتَاهُ فَقَالَ لَيْسَ عَلَيَّ أَيْبُكَ كَرُبْتُ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا أَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَا وَادُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جَبْرِئِلَ نُنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور کرب کی وجہ سے آپ پر غشی سی طاری ہوتی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکاراٹھیں آہ! میرے باپ کی تکلیف! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب آپ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں آہ میرے باپ! آپ ﷺ نے پروردگار کے بلاوے کو قبول فرمایا، اے میرے باپ! جنت الفردوس آپ ﷺ کا ٹھکانہ ہے اے میرے باپ! ہم جبرئیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کا پرستہ دیتے ہیں اور جب آپ ﷺ کی تدفین ہوگئی تو فاطمہؓ نے تمہیں جیسے گوارا ہو گیا کہ تم اللہ کے رسول

ﷺ کو تہ خاک دفن کرو۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۸):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته۔

**کلمات حدیث:** ثقل، ثقلًا (باب کرم): بیماری کا شدت اختیار کرنا۔ کرب: رنج و مشقت جمع کروب۔ تحنوا، حنوا، حنواً

(باب نصر) مٹی ڈالنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کو مرض الموت میں جب شدت ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرط غم سے بے چین ہو

گئیں اور شدت غم کے باوجود ان کا کمال صبر یہ تھا کہ صرف اتنا ہی زبان سے نکلا اے میرے باپ! اور جسد اطہر کی تدفین کے بعد کہنے

لگیں کہ ”تمہیں کیسے گوارا ہوا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو تہ خاک کر دو۔“ حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے لیے یہ اتنا بڑا صدمہ تھا کہ

سب قلق و اضطراب میں ڈوب گئے اور صدمہ سے نڈھال ہو گئے لیکن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح سب ہی نے کمال صبر اختیار کیا اور

ثابت قدم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صبر کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رحلت

کے صدمہ سے بڑھ کر صحابہ کرام کے لیے کون سا صدمہ ہو سکتا تھا اور اس مصیبت سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی تھی لیکن انہوں نے اس

پر بھی صبر فرمایا اور اپنے اس عمل سے امت کو صبر کی تعلیم دی۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۰۴)

### عزیز و اقارب کی موت پر صبر کرنا

۲۹. وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهِ وَابْنِ

حَبِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ، أُرْسِلْتُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ابْنِي قَدْ اخْتَضَرَ فَأَشْهَدُنَا

فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ: إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ

وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لِيَا تَبْنِيهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَبِي بْنُ

كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَرَفَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيَّ

فَأَقْعَدَهُ فِي حِجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَقْعَقُعُ، فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَا هَذَا؟

فَقَالَ: هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ تَعَالَى فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ“ وَفِي رِوَايَةٍ: فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا

يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَى ”تَقْعَقُعُ“: تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ.

(۲۹) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ، رسول اللہ ﷺ کے غلام، آپ کے محبوب اور محبوب کے فرزند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا عالم نزع میں ہے آپ ﷺ تشریف

لائیے۔ جواب میں آپ ﷺ نے بعد از سلام کہلوا یا کہ جو اللہ نے لیا وہ اسی کا دیا ہوا تھا اور ہر وہ شے جو اس نے دی ہے اسی کی ہے اور



اس کے ہاں ہر شے کی مدت مقرر ہے، اس لیے صبر کرو اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھو۔ صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دے کر کہلوا یا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور کچھ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے اسے گود میں لیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ودیعت فرمادیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تفصیل: کے معنی ہے حرکت و اضطراب۔

**خروج حدیث (۲۹):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب الميت ببكاء اهله علیہ۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البكاء علی الميت۔

**راوی حدیث:** حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعثت نبوی ﷺ سے سات سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد حضرت زید رسول اللہ ﷺ کے متبقی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ حضرت اسامہ کو سریہ کا سربراہ بنا کر بھیجا وفات سے ذرا قبل بھی آپ ﷺ نے انہیں ایک سریہ کا امیر مقرر کیا تھا جس میں کبار صحابہ بھی شامل تھے اور یہ سریہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد روانہ ہوا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ محبوب رکھتے تھے اسی طرح ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اور اسامہ ان کے والد زید بن حارثہ یعنی دادا، بیٹا اور پوتائیں صحابی تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۲۸ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷ متفق علیہ ہیں۔ ۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (نہذیب التہذیب: ۱/۱۹۴)

**کلمات حدیث:** اجل: مدت مقررہ جمع آجال۔ اجل مسمی: متعین اور مقرر وقت۔ تَفْعُفَع: مضطرب و متحرک ہونا۔ شدت، حرکت اور اضطراب سے آواز پیدا ہونا۔ فاض، فیضاً (باب ضرب): جاری ہوا، فیضان مصدر ہے۔ فاضت عینہ: آنسو بہہ نکلے۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کی یہ صاحبزادی جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور یہ بچہ اگر لڑکا ہے تو محتمل یہ ہے کہ اس کا نام علی ہے جو حضرت زینب کے صاحبزادے تھے اور اگر یہ بچہ لڑکی ہے تو مراد امامہ بنت زینب ہیں جو زندہ رہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ ہو سکتا ہے کہ بحکم رب حضرت زینب کے صبر اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے وہ اس وقت شفا پا گئی ہوں اور زندہ رہی ہوں۔ اگر ایسا ہے تو یہ بات رسول اللہ ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ہے۔

غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بچہ بیمار تھا اور اس کی زندگی کی امید منقطع ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو بلوایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ جو چیز واپس لے لے وہ بھی اسی کی ہے اور جو اس نے دیا ہے وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے۔“ یعنی مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو چیز بھی ہمارے پاس ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اس نے بطور امانت انسان کو دی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی امانت واپس

لے لے۔ تو اس پر جزع و فزع کے بجائے سیر کرنے والے امانت والے کے سپرد کر دینی چاہیے، لیکن چونکہ مرنے والے سے وارثوں کو قلبی تعلق ہوتا ہے اور اللہ ہی نے انسانوں کے دلوں میں محبت و الفت اور رحمت و ودیعت فرمائی ہے اس لیے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بچہ گود میں لیا اور اس کی تکلیف اور بے چینی دیکھی تو چشم ہائے مبارک سے آنسو ابل پڑے اور فرمایا کہ یہ وہ رحمت ہے جو اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببكاء اہله دلیل الفالحین : ۱۰۶/۱)

### معصوم بچے کا اپنی ماں کو صبر کی تلقین کرنا (اصحاب الاخذ و دکا واقعہ)

۳۰. وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ فَأَبْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أَعْلِمُهُ السِّحْرَ : فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ وَكَانَ فِي طَرِيقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ وَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ مَرًّا بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ. فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ : إِذَا خَشِيتُ السَّاحِرَ فَقُلْ : حَبَسَنِي أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتُ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ إِذْ لَنِيَ عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ : الْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمْ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ ؟ فَأَخَذَ حَجْرًا فَقَالَ : اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَاتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ : فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيُّ بَنِي أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى فَإِنْ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ : وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَاتَاهُ بِهِدَايَا كَثِيرَةً فَقَالَ مَا هَذَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفِيتَنِي فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ تَعَالَى فَإِنْ آمَنْتَ بِاللَّهِ تَعَالَى دَعَوْتُ اللَّهَ فَشَفَاكَ فَأَمَّنَ بِاللَّهِ تَعَالَى فَشَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى فَاتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ : فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصْرَكَ ؟ قَالَ رَبِّي قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي ؟ قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ : فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجَنَّى بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : أَيُّ بَنِي قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ : إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ تَعَالَى فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجَنَّى بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ : ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَابْنِي قَدْ عَا بِالْمُنْشَارِ فَوَضَعَ الْمُنْشَارُ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَاؤُهُ ثُمَّ جَنَّى بِجَلِيسِ الْمَلِكِ

فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمُنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَاةً فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلٍ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ. فَذْهَبُوا بِهِ فَصَعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ : اَللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ بِأَصْحَابِكَ فَقَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ تَعَالَى، فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرُقُورٍ وَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْدِفُوهُ. فَذْهَبُوا بِهِ فَقَالَ : اَللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَأُنْكَفَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ : فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ بِأَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ تَعَالَى فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا أَمُرُكَ بِهِ قَالَ : مَا هُوَ؟ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَضْلِبُنِي عَلَى جَذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ : بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ. ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي، فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جَذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ : اَمْنًا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأَتَى الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ : أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللَّهِ نَزَلَ بِكَ حَذْرُكَ، قَدْ أَمِنَ النَّاسُ. فَأَمَرَ بِالْأَخْذِ بِأَفْوَاهِ السِّكِّ فَخُذْتُ وَأُضْرِمَ فِيهَا النَّيِّرَانِ وَقَالَ : مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ فَأَقْحِمُوهُ فِيهَا أَوْ قِيلَ لَهُ افْتَحِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتْ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ : يَا أُمَّهُ اصْبِرِي فَإِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

”ذُرْوَةُ الْجَبَلِ“ اَعْلَاهُ وَهِيَ بِكُسْرِ الدَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا ”وَالْقُرُقُورُ بِضَمِّ الْقَافِ نَوْعٌ مِنَ السُّفُنِ وَالصَّعِيدُ هُنَا الْأَرْضُ الْبَارِزَةُ وَالْأَخْذُودُ“ الشَّقُوقُ فِي الْأَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيرِ ”أُضْرِمَ أَوْقَدَ وَأُنْكَفَتْ : أَيْ : انْقَلَبَتْ وَتَقَاعَسَتْ : تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ.

(۳۰) حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس بادشاہ کے دربار میں ایک ساحر تھا۔ وہ ساحر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اگر کوئی بچہ میرے سپرد کر دو تو میں اسے سحر کی تعلیم دے دوں چنانچہ بادشاہ نے علم سحر سیکھنے کے لیے لڑکا ساحر کے سپرد کر دیا۔ لڑکے کے راستے میں ایک راہب تھا لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کی باتیں سنیں جو اسے اچھی لگیں۔ اب یہ ہوتا کہ وہ جب ساحر کے پاس آتا تو پہلے راہب کے پاس بیٹھتا اور جب ساحر کے پاس (دیر سے پہنچتا) تو وہ اسے مارتا۔ اس نے اس بات کا راہب سے شکوہ کیا۔ راہب نے کہا کہ جب تم ساحر سے اندیشہ محسوس کرو تو کہہ دیا کرو کہ گھروالوں نے روک لیا تھا اور جب گھروالوں سے خطرہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے سحر کرنے روک لیا تھا۔



ایک دن ایسا ہوا کہ ایک عظیم جانور لوگوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، لڑکے نے کہا کہ آج معلوم ہو جائے گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب افضل ہے؟ یہ سوچ کر اس نے پتھر اٹھایا اور کہنے لگا اے اللہ! اگر آپ کے نزدیک راہب کا معاملہ ساحر کے معاملے سے پسندیدہ ہے تو اس جانور کو مار دے تاکہ لوگ گزر سکیں اور اس نے یہ کہہ کر وہ پتھر اس جانور کے مارا جس سے وہ مر گیا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔ لڑکے نے راہب کو یہ واقعہ سنایا تو راہب نے کہا کہ اے میرے بیٹے! آج تجھے مجھ پر فضیلت حاصل ہو گئی ہے اور میرے خیال میں تو ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں تجھے آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اگر کوئی آزمائش آئے تو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ اب یہ لڑکا مادر زاد اندھوں، برص کے مریضوں اور لوگوں کی دیگر بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک مصاحب بھی اندھا ہو گیا تھا اس نے جب یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس تحائف لے کر آیا اور کہنے لگا یہ سب تحائف تمہارے ہیں اگر تمہارے علاج سے مجھے شفا ہو جائے۔ لڑکے نے کہا کہ میں شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں تمہارے لیے دعا کروں وہ تمہیں شفا دے گا۔ وہ شخص ایمان لے آیا اور اللہ کے حکم سے اسے شفا ہو گئی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور اسی طرح بیٹھ گیا جیسے بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری بینائی کیسے لوٹ آئی اس نے کہا کہ میرے رب کے حکم سے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا میرے سوا بھی کوئی رب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اس پر بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے تعذیب دینے کا حکم صادر کیا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے لڑکے سے کہا کہ صاحبزادے تمہارے سحر کا یہ حال ہے کہ تم مادر زاد اندھے اور مبروص کو درست کر دیتے ہو اور ایسے ایسے کام کرتے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا اور اسے بھی مبتلائے عذاب کیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر راہب کو بلوایا گیا اور اسے حکم ہوا کہ اپنا دین ترک کر دو اس نے انکار کیا جس پر اس کے سر پر آ رہ رکھ کر چلایا گیا کہ دونوں طرف کے ٹکڑے جدا ہو کر گر پڑے۔ پھر لڑکے کو بلایا گیا اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے دین کو ترک کر دو اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اسے اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے سپرد کیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ جب چوٹی پر پہنچ جاؤ تب دیکھو کہ اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو درست ورنہ اسے پہاڑ سے نیچے پھینک دو۔ غرض وہ اسے پہاڑ پر لے کر چڑھ گئے۔ اب اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ پہاڑ لرز اٹھا اور سب لوگ پہاڑ سے نیچے گر گئے اور لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے پھر لڑکے کو اپنے لوگوں کی ایک جماعت کے سپرد کیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے جاؤ اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو درست ورنہ اسے پانی میں پھینک دینا۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے۔ لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ کشتی الٹ گئی اور وہ سب غرق ہو گئے اور یہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ جو لوگ ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا اور اس کے بعد لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تو میری بات پر عمل نہ کرے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو وہاں مجھے لکڑی



کے تنے پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اسے کمان کے چلے میں رکھو اور یہ کہو کہ اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو۔ اس طرح کرنے سے تم مجھے مارنے میں کامیاب ہو جاؤ گے، چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا لڑکے کو ایک تنے پر باندھ کر لٹکایا اس کے ترکش سے تیر لیا اور کمان کے چلے میں تیر رکھ کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر اسے مارا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا اور مر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ پکار اٹھے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو خبر پہنچائی گئی اور کہا گیا کہ جس بات کا تجھے اندیشہ تھا وہ اب تیرے سامنے ہے لوگ ایمان لے آئے۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ راستوں کے کناروں پر گہری خندقیں کھودو، چنانچہ خندقیں کھود کر ان میں آگ دھکائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دو۔ لوگ باز نہ آئے اور انہیں آگ میں پھینک دیا گیا۔ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا وہ خندق میں کودنے سے ذرا ٹھنکی تو اس کے بچے نے کہا میری ماں صبر کر تو حق پر ہے۔ (مسلم)

ذِرْوَةُ الْجَبَل : پہاڑ کی چوٹی، یہ لفظ ذال کے زیر اور پیش دونوں سے ہے۔ فُرْقُور : دونوں قاف پر پیش ہے، کشتی کی ایک قسم۔  
صَعِيد : کھلا میدان : أَخْدُود : زمین میں نہر کی طرح کھائیاں۔ اضْرَم : آگ جلائی گئی۔ انْكَفَات : پلٹ گئی۔ كَفَأْ كَفَاءً (باب فتح) پھرنا، شکست کھانا۔ انْكَفَأ : (باب انفعال) متفرق ہونا، واپس ہونا۔ تَقَاعَسَتْ : ٹھٹھک گئی، بزدلی پیدا ہو گئی۔ فَعَسَ فَعْسًا (باب نصر) سینہ ابھار کر اور پیٹھ دھنسا کر چلنا۔ تَقَاعَسَ (باب تفاعل) عَنْ الْأَمْرِ : پیچھے ہٹنا۔

### تخریج حدیث (۳۰):

صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفاق، باب قصة اصحاب الاخدود والراہب والغلام۔

**کلمات حدیث:** الْمَلِك : بادشاہ جمع ملوک۔ مُلْك : ملکیت جمع املاک۔ مِلْك : ملکیت۔ مَلِك : فرشتہ جمع ملائک اور ملائکہ۔ ملکوت : آسمانوں میں فرشتوں کی جگہ۔ ساحر : جادوگر۔ سحر : باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، جادو۔ منشار : آ رہ جمع مناشیر۔ فشقہ : شق شقاً (باب نصر) پھاڑنا۔ رجف، رجفاً (باب نصر) ہلانا۔ أَرْجَفَتِ الْأَرْضُ : زمین لرز گئی، زلزلہ آ گیا۔ الرَّاحِفَةُ : قیامت کے روز صور کا پہلا نغمہ۔ رَجْفَةٌ : زلزلہ۔ فَرْقُور : کشتی کی ایک قسم۔

### شرح حدیث:

اس واقعہ کی جانب قرآن کریم میں اجمالی اشارہ ہوا ہے اور حدیث نبوی ﷺ نے اس واقعہ کو مفصل بیان فرمایا ہے جبکہ اغلب یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بالتفصیل بیان فرمایا اس وقت اہل عرب اس سے ناواقف تھے یا اسے فراموش کر چکے تھے۔ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ کا اس واقعہ کو بیان کرنا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے اور اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں وارد اجمالی امور کی تفسیر بغیر حدیث نبوی ﷺ کے ممکن نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا سنت قرآن کریم کا بیان ہے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کی جانب اس طرح اشارہ ہوا ہے:

﴿قِيلَ اصْحَبِ الْأَخْدُودِ ۖ ۱۱ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ ۚ ۱۲ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۖ ۱۳ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۖ ۱۴﴾

”مارے گئے کھائیاں کھودنے والے اور ان کو ایندھن والی آگ سے بھرنے والے جب وہ کناروں پر بیٹھے مسلمانوں کے ساتھ جو

وہ کر رہے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔“ (البروج: ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷)

برودر اور ہر زمانے میں اہل ایمان مصائب سے دوچار ہوتے ہیں سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام نے مصائب اور تکالیف برداشت کیں اور جس کا اللہ کے یہاں جتنا بلند مقام تھا اتنا ہی وہ تکالیف سے دوچار ہوا۔ اس واقعہ میں بھی اس وقت کے ظالم بادشاہ نے اہل ایمان کو آگ میں پھینکوا دیا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ خندقیں کھودوا کر انہیں آگ سے بھر دیا جائے اور جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دیا جائے ایک عورت کی گود میں بچہ تھا وہ اس بچہ کی محبت میں متاثر ہوئی تو بچہ بول پڑا ماں صبر کر تو حق پر ہے۔ چنانچہ وہ بھی آگ میں کود گئی اور بادشاہ اور اس کے حواری سنگدلی کے ساتھ کناروں پر بیٹھے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ کا غضب آیا وہی آگ پھیل پڑی اور بادشاہ اور اس کے درباریوں کو بھی پھونک دیا۔ مگر صحیح روایات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم (صحیح مسلم لشرح النووی دلیل الفالحین: ۱۰۸/۱۔ تفسیر عثمانی: سورۃ البروج)

### اصل صبر صدمہ کے وقت ہوتا ہے

۳۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ: اتَّقِي اللَّهَ، وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْبِ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ، بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: تَبْكِي عَلَى صَبِي لَهَا.

(۳۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ کہنے لگی۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیے تمہیں وہ صدمہ نہیں پہنچا جو مجھے پہنچا ہے وہ عورت آپ ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ بعد ازاں وہ نبی کریم ﷺ کے گھر آئی اسے دروازے پر دربان نظر نہ آئے۔ اس نے معذرتا کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہے۔ (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ اپنے بچہ پر رو رہی تھی۔

**تخریج حدیث (۳۱):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب

الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى۔

**کلمات حدیث:** باب: دروازہ جمع ابواب۔ صدمة: تکلیف، مصیبت۔ صدم صدماً (باب ضرب) ہٹانا، دفع کرنا۔ صدمہ ام

شدید: اس کے اوپر مصیبت آپڑی۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ حد درجہ متواضع اور بااخلاق تھے، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

چنانچہ ہر موقعہ اور ہر مرحلے پر امت کی تعلیم کا اہتمام فرماتے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت قبر پر بیٹھی رو رہی ہے آپ ﷺ نے اسے صبر کی تلقین فرمائی وہ آپ کو نہ جانتی تھی تو اس نے کہہ دیا کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں، کسی نے اس عورت کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں بعض روایات میں ہے کہ بتانے والے فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

بعد ازاں وہ عورت بطور معذرت آپ ﷺ کے گھر پر حاضر ہوئی، سوچا تھا سرداروں اور بادشاہوں کی طرح گھر پر دربان ہوں گے لیکن وہاں اسے ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبر تو ابتدائے مصیبت کے وقت ہونا چاہیے۔ انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ اس پر خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت آئے اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے صدمہ سے دوچار ہو وقت گزرنے کے ساتھ اس کے رنج و غم کی شدت میں کمی آتی جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ بالکل جاتا رہتا ہے اور یہ بھی اللہ کی رحمت ہے، ورنہ اگر انسان کے سارے رنج و غم اسی طرح تازہ رہا کرتے تو انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وقت گزرنے پر تو صبر آ ہی جاتا ہے اصل صبر تو وہ ہے جو انسان اس وقت کرے جب اس پر مصیبت آئے۔ ایک اور حدیث میں جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی دلیل الفالحین: ۱/۱۱۶۔ معارف الحدیث)

### بچہ کی موت پر صبر کا بدلہ جنت ہے

۳۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبِضْتُ صَفِيَّهُ، مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ اخْتَسَبَهُ، إِلَّا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اپنے مؤمن بندے کے لیے جب میں اہل دنیا میں سے اس کا محبوب واپس لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے جنت کے سوا کوئی اور بدلہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

**تخریج حدیث (۳۲):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یتغنی بہ وجہ اللہ.

**کلمات حدیث:** جزى بجزی جزاء (باب ضرب) بدلہ دینا۔ جزاء: بدلہ۔ قَبِضَ یَقْبِضُ قَبْضًا (باب ضرب): کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ صَفِیٌّ: مخلص دوست، ساتھی، جمع اصفیاء۔

**شرح حدیث:** اہل دنیا میں سے کوئی انسان کسی کا محبوب ہو، والد ہو بھائی ہو یا بیوی اور شوہر ہو اگر وہ وفات پا جائے اور یہ انسان اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اور اس کی جانب سے اجر و ثواب کی امید پر صبر کرے تو یہ صبر اس کے کمال ایمان کی نشانی ہوگا اور اللہ سبحانہ کے ہاں اس قدر مقبول ہوگا کہ اللہ سبحانہ اس بندے کو جنت عطا کیے بغیر راضی اور خوش نہ ہوگا۔

### طاعون پر صبر کا ثواب شہید کے برابر ہے

۳۳. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَهَا أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُونِ فَيَمُوتُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون عذاب الہی کی ایک صورت تھی اللہ جن لوگوں پر چاہتا مسلط فرمادیتا تھا اب اللہ نے اسے اہل ایمان کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ اب کوئی اللہ کا بندہ طاعون میں مبتلا ہو وہ صبر اور طلب ثواب کی نیت سے اپنے ہی شہر میں رہے اور اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کے برابر اجر ملے گا۔

**تخریج حدیث (۳۳):** صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون.

**کلمات حدیث:** مکث یمکث مکثاً (باب نصر): ٹھہرنا۔ بلد: شہر یا ملک جمع بلاد اور بلدان۔

**شرح حدیث:** طاعون یا کوئی اور وبائی بیماری کسی شہر یا بستی میں پھیل جائے تو اللہ پر ایمان رکھنے والے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ وہ جزع و فزع نہ کرے نہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جائے بلکہ یہ یقین کامل رکھے کہ جو کچھ اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر وہ اس وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پا جائے تو اللہ کے ہاں اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

”آپ کہہ دیجئے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گی کوئی بات مگر وہی جو اللہ نے لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ اہل ایمان بھروسہ کریں۔“ (التوبہ: ۵۱)

### ناہینا ہونے پر جنت کی بشارت

۳۴. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: إِذَا ابْتُلِيتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتِيهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ، يُرِيدُ عَيْنِيهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جب اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے میں اسے



جنت عطا کر دیتا ہوں۔ دو محبوب چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۳۴):**

صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره۔

**کلمات حدیث:** ابتلاء: آزمائش، امتحان۔ البلاء: آزمائش خواہ خیر سے ہو یا شر سے۔ بلا بلوا (باب نصر) آزمانا، امتحان لینا۔

حبیب: محبوب۔ حبیبین: دو محبوب چیزیں یعنی آنکھیں۔

**شرح حدیث:**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذی شعور اور ذی احساس مخلوق بنا کر پیدا فرمادیا، اسے عقل و فہم عطا کی اور اسے ناک، کان، ہاتھ، پیر اور آنکھیں عطا کیں۔ ہر نعمت اپنی جگہ پر بڑی عظیم نعمت ہے جس کا شکر ہر آن اور ہر لمحہ بندہ مؤمن پر واجب ہے لیکن آنکھیں ان اعضاء میں خاص اہمیت کی حامل ہیں کہ ان کے ضیاع سے انسان کے لیے پوری دنیا اندھیرے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتی۔ اس نعمت کے چلے جانے پر اگر اللہ کا بندہ صبر کرے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

## مرگی کی بیماری پر صبر کا اجر

۳۵. وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا أَرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلَى قَالَ: هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ آتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي أَصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ تَعَالَى لِي قَالَ: إِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُعَافِيَكَ فَقَالَتْ: أَصْبِرُ فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(۳۵) حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسی عورت نہ دکھاؤں جو جنت کی حق دار ہے۔ میں نے کہا ضرور۔ انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کی تھی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ ﷺ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کر لو اور تمہیں جنت ملے۔ اور اگر چاہو تو میں دعا کروں کہ اللہ تمہیں اس بیماری سے عافیت دے۔ اس عورت نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں لیکن یہ دعا ضرور فرمادیجئے کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی۔

**تخریج حدیث (۳۵):**

صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من بصرع۔ صحیح مسلم، کتاب البر،

باب ثواب المؤمن فيما يصيب من مرض او حزن او نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها۔

**راوی حدیث:** حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی تھے اور قرآن و حدیث کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عائشہ اور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے علم حدیث حاصل کیا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔

**کلمات حدیث:** أصرع، صرع، صرعاً: (باب فتح) پچھاڑ دینا زمین پر گرا دینا۔ صرع: مرگی۔ أنكشف، كشف، كشفاً:

(باب ضرب) ظاہر کرنا، کھولنا۔ تَکْشِفُ : ظاہر ہوا کھل گیا۔ یَعْفِيكَ : عافیت : صحت، بلاء اور مصیبت سے نجات۔ عَافِي مَعَاْفَاةً  
وَعَافِيَةً : صحت دینا، بلاء اور برائی سے محفوظ رکھنا۔

**شرح حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں  
ایک خاتون جنت دکھاؤں، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بتایا کہ یہ کالی عورت خاتون جنت ہے اس نے رخصت پر عزیمت کو ترجیح دی ہے اگر  
یہ چاہتی تو یہ اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کر کے مرگی کے مرض سے شفا یاب ہو جاتی لیکن اس نے دنیا کی تکلیف کو ترجیح دی تاکہ آخرت کی  
راحت حاصل کرے دنیا کی مصیبت پر صبر کیا تاکہ جنت میں جگہ پائے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، دلیل الفالحین : ۱/۱۱۹)

## قوم کی ایذا کے باوجود ان کے لیے دعائِ مغفرت

۳۶. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ ضَرْبَهُ قَوْمُهُ فَأَذْمُوهُ وَهُوَ  
يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ يَقُولُ، اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۶) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم  
السلام میں سے کسی کا ذکر فرما رہے تھے کہ انھیں ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ خون بہہ نکلا، لیکن وہ چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور  
کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو معاف فرما یہ جانتے نہیں ہیں۔

**تخریج حدیث (۳۶):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب  
الجهاد، باب غزوة احد.

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن  
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریاں چرا رہے تھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، حضرت ابوبکر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دودھ مانگا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں میرے پاس کسی کی امانت ہیں اس لیے میں ان کا دودھ نہیں  
دے سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی بکری ایسی بھی ہے جس نے بچے نہ دیئے ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں اور  
ایسی بکری لا کر پیش کی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا جو فوراً دودھ سے بھر گئے تینوں حضرات نے دودھ پیا اور حضرت عبداللہ بن  
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے ۲۷ھ میں کوفہ کے قاضی  
مقرر ہوئے اور دس سال تک یہ فریضہ ادا کیا۔ قراءت قرآن تفسیر اور فقہ کے ماہر تھے۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۸۴۸ ہے جن

میں سے ۶۲ متفق علیہ ہیں۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب: ۲۵۳/۳)

**کلمات حدیث:** حُکِی، یَحْکِی، حِکَایَہ (باب ضرب): کوئی بات یاد اقل نقل کرنا۔ مَسَح، مَسَحاً (باب فتح): پونچھنا۔

**شرح حدیث:** انبیاء کرام علیہم السلام عبودیت اور شانِ بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں، وداپنی امت دعوت کو اللہ کے احکام پہنچا دینے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی عملی زندگی سے ان احکام کی توضیح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر اذیتوں اور تکالیف پر استقامت کا حکم ہے تو خود استقامت کرتے ہیں اگر مصائب پر صبر کا حکم ہے تو خود صبر کا پیکر بن جاتے ہیں اور اگر غفور و درگزر کا حکم ہے تو اذیتیں سہہ کر بھی ظالموں کو عادی دیتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں معاف کر دے یہ نہیں جانتے۔ (دلیل الفالحین: ۱۲۰/۱)

### مؤمن کی ہر تکلیف کا اجر ہے

۳۷. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشُّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ"الْوَصَبُ": الْمَرَضُ.

(۳۷) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو جو تھکن مرض حزن و ملال اور تکلیف و غم پہنچتا ہے حتیٰ کہ اگر اس کو کانٹا بھی چھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلے میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وصب کے معنی مرض کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۳۷):** صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارة المرضی، صحیح مسلم،

کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض او حزن او نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها.

**کلمات حدیث:** نصب: تھکان۔ نصب نصباً (باب مع): تھکنا۔ وصب: بیماری، جسم کی لاغری، درد۔ حزن، حزنًا: (باب مع) (آرزو نہ ہونا۔ حزن: غمگین جمع حزان و حزانسی۔ اذی: تکلیف، ایذاء، تکلیف پہنچانا۔ اذیة: تکلیف۔ الشوكة: کانٹا جمع اشواک۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ پر ایمان کا مقتضایہ ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی اسی کی جانب متوجہ رہے اور یقین کامل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس ایقان کے ساتھ مصیبت تکلیف رنج اور پریشانی پر جزع فزع نہ کرے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرے تو معمولی سے معمولی تکلیف خواہ وہ پیر میں کانٹا لگ جانے ہی کے درجے میں ہو، اللہ کے یہاں کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور گناہوں کی معافی کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ غرض اللہ کے بندے سے جو کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو اس کا کفارہ بنا دیتے

ہیں اور اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے اور ایک گناہ ساقط فرما دیتے ہیں اور اگر اس مؤمن سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی ہو یا پہلے ہی معاف ہو چکی ہو تو اس کے درجات میں مزید بلندی ہوتی ہے اور مزید فضل و کرم سے نوازا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۵/۳)

### رسول اللہ ﷺ کے بخار کی شدت

۳۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِنَّكَ تُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا قَالَ أَجَلُ إِنِّي أُوَعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ، قُلْتُ: ذَلِكَ أَنْ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قَالَ: أَجَلُ ذَلِكَ كَذَلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقُهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْوَعَكُ "مَغْتُ الْحُمَى" وَقِيلَ الْحُمَى:

(۳۸) حضرت عبداللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ کو شدید بخار تھا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے لیے ثواب بھی دگنا ہے۔ فرمایا۔ ہاں اسی طرح ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے مثلاً کانٹا لگے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وعک کا لفظ بخار کی تیزی یا محض بخار دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

**تخریج حدیث (۳۸):** صحیح البخاری، کتاب المرض، باب شدة المرض، صحیح مسلم، کتاب البر، باب

ثواب المؤمن فيما يصيبه.

**کلمات حدیث:** یوعک، وعک، وعکا (باب ضرب): گرمی تیز ہونا، بخار چڑھنا۔ الموعوک: بخار والا۔ ورق: درخت کا پتہ جمع اوراق.

### انبیاء علیہم السلام صبر و استقامت کے پہاڑ

**شرح حدیث:** انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات اور درجات انتہائی بلند ہوتے ہیں۔ وہ صبر و استقامت میں بھی مثال ہوتے ہیں اور آزمائشوں کی شدتوں سے بھی زیادہ دو چار ہوتے ہیں، چنانچہ اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ آپ کو بخار تھا میں آپ ﷺ کے پاس گیا



میں نے چادر کے اوپر سے جسم پر ہاتھ رکھا تو مجھے چادر سے بھی جسم کی حرارت کا احساس ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہمارا یعنی انبیاء کا یہی حال ہے تکلیف بھی زیادہ اور ثواب بھی زیادہ۔ غرض انبیاء کرام علیہم السلام پر مصائب اور تکالیف کی شدت زیادہ ہوتی ہے، پھر علماء اور پھر صالحین مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۴۷/۳)

جس طرح ہر تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح بخار سے بھی گناہ جھڑتے اور معاف ہوتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”بخار خطاؤں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو“ اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”بخار میں مرجانا شہادت ہے۔“ (دلیل الغالین: ۱۲۲/۱)



۳۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ . وَضَبَطُوا "يُصِبُ" بِفَتْحِ الضَّادِ وَكُسْرِهَا .

(۳۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے کسی تکلیف میں

بتلا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری) بصب کا لفظ صاد کے زبر اور زمر دونوں کے ساتھ ہے۔

**تخریج حدیث (۳۹):** صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارة المرض.

**کلمات حدیث:** خیر: اچھائی، بھلائی، نیکی، جمع خیر، خیار، اختیار ہونا کسی شے کو پسند کرنا۔

**شرح حدیث:** دنیا کی زندگی کلفت و آزار سے خالی نہیں ہے اور کوئی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بالکل ہر دکھ اور غم سے بے فکر نہیں ہوتا، بلکہ زندگی کے مختلف مراحل میں نوع بہ نوع سختیوں سے گزرتا رہتا ہے، غرض ایسا کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں شاید ہی آتا ہو کہ ہر قسم کے تکلیفوں اور محنت و کلفت سے آزاد بالکل بے فکر ہو جائے حقیقت میں انسان کی ساخت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ ان سختیوں اور کھینچوں سے نجات نہیں پاسکتا۔ (تفسیر عثمانی)

لیکن اہل ایمان کا معاملہ مختلف ہے، مؤمن کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور راحت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور دونوں حالتیں اس کے لیے خیر ہی خیر ہیں۔ دنیا کی تکلیف، بیماری اور جان یا مال کا نقصان مؤمن کے لیے اس طرح خیر ہے کہ وہ اس طرح کے حالات میں خشیت و انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا اور اس کے حضور میں دعا کرتا ہے، اور جب بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو رحمت حق بھی مائل کرم ہوتی ہے اور اس طرح اس کے گناہ معاف ہو جاتے اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔



**موت کی دعا کرنا ممنوع ہے**

۴۰. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ

الْمَوْتُ لِضَرِّ أَصَابِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَأَعْلًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۰) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف آئے تو کبھی موت کی تمنائے

کرے اگر اس کے سوا چارہ نہ ہو تو یہ کہے اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھیے جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اس وقت مجھے وفات دیجئے جب میرے حق میں وفات پا جانا بہتر ہو۔

**تخریج حدیث (۴۰):** صحیح البخاری، کتاب المرَضَى، باب تمنى المريض الموت: صحيح مسلم، کتاب

الذکر، باب کراهة تمنى الموت لضر نزلہ به.

**کلمات حدیث:** اَحْيِنِيْ: مجھے زندہ رکھو۔ حَيٌّ، حَيَّةٌ، حَيَاةٌ: (باب سَمْع) زندہ رہنا۔ اَحْيَاءُ: زندہ کرنا۔ مَحْيِيٌّ: زندہ کرنے

والا۔ تَوَفَّنِيْ: مجھے وفات دیدے۔ وَفَى، يَفِي، وَفَاءً (باب ضَرْب) پورا کرنا۔ وَفَى: پورا حق دینا۔ تَوَفَّنِيْ: پورا حق لے لینا۔

تَوَفَّيْتُ مَنْ فَلَانٌ مَّالِي عَلَيْهِ: اس پر جو میرا حق تھا وہ میں نے پورا لے لیا۔ وفات بمعنی موت میں اس معنی کی رعایت ہے کہ جو روح اللہ تعالیٰ نے جسدِ خاکی میں ڈالی تھی وہ اس نے پوری واپس لے لی اور اب صرف مٹی کا ڈھیر ہے۔

**شرح حدیث:** بیماری یا تکلیف کی شدت میں موت کی تمنا کرنا اہل ایمان کی شان نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی تمنا صبرِ بکے خلاف

ہے اور صبر کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ انسان مستقبل میں آنے والے حالات سے نا آشنا ہے، ہو سکتا ہے جس تکلیف سے پریشان ہو کر آدمی

موت کی تمنا کر رہا ہے اس کے بعد ایسا عرصہ حیات آنے والا ہو جس میں وہ راحت و آرام سے لطف اندوز ہو اور پھر طولِ حیات کی آرزو

کرے، مزید یہ کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور موت کی تمنا کرنا مشیتِ الہی میں دخل دینا ہے جس کا انسان کو اختیار نہیں

ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴/۳۔ دلیل الفالحین: ۱۲۳/۱)

## ہر دور میں ایمان والوں پر آزمائش ہوتی ہے

۴۱. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ خَبَابِ بْنِ الْأَرْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَكُونَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ، فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَصِرُّ لَنَا أَلَا تَدْعُوْنَا؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ

قَبْلُكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيهَا، ثُمَّ يُوتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ

بِصُفَّيْنِ، وَيُمَشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ مَا يَصُدُّهُ، ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهُ لِيُتِمَّنَّ اللَّهُ

هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاِكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ وَالذُّبَّ عَلَى غَنَمِهِ،

وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ. (رواه البخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَقَدْ لَقِينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً.

(۲۱) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا، آپ ﷺ اس وقت کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے بعض لوگوں کو پکڑ لیا جاتا گڑھا کھودا جاتا اس میں اسے کھڑا کر کے اس کے سر پر آ رہ چلایا جاتا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا اس کے باوجود وہ اپنے دین سے باز نہ آتا۔ اللہ کی قسم! یہ امر ضرور مکمل ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک شخص مقام صنعاء سے لے کر حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا یا زیادہ سے زیادہ اسے بھیڑیے کا ڈر ہو گا کہ اس کی بکریوں کو نقصان نہ پہنچائے، لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور ہم مشرکین کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔

### تخریج حدیث (۲۱):

صحیح البخاری، کتاب علامات النبوة باب علامات النبوة فی الاسلام۔

**راوی الحدیث:** حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں، اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا، مشرکین مکہ نے ان کی تعذیب اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، ننگی پیٹھ انکاروں پر لٹا کر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ انکارے جسم سے نکلنے والے خون اور رطوبت سے ٹھنڈے ہو جاتے۔ تمام غزوات میں شرکت کی۔ ان سے ۳۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۳ متفق علیہ ہیں، ۳۷ میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب: ۸۴/۲)

**کلمات حدیث:** شگوناً: ہم نے شکوہ کیا۔ شکایشکو، شکایہ: (باب نصر) شکایت کرنا۔ تشکی: بیمار ہوا۔ شکوی: بیماری، شکایت۔ متوسد: ٹیک لگائے ہو۔ وسادة: تکیہ۔ یمشط: کنگھی کی جاتی ہے۔ مشط: کنگھی جمع امشاط۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے سائے میں آرام فرما رہے تھے، خباب بن ارت آئے اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہمیں ان کافروں پر غلبہ اور نصرت عطا فرمائے تاکہ ہمیں اس عذاب و ابتلاء سے نجات حاصل ہو جو ہمیں کفار مکہ سے برداشت کرنا پڑ رہا ہے، مکہ مکرمہ میں اسلامی تاریخ کے ابتدائی ایام سخت کٹھن تھے، گنتی کے چند افراد جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے، کفار قریش کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تو غلام تھے ان کی مالکہ لوہا آگ میں تپا کر ان کے سر پر رکھ دیتی تھی، کافر انہیں آگ پر لٹا دیتے اور آگ ان کے جسم سے ٹھنڈی ہو جاتی، بلال رضی اللہ عنہ کو پتی دو پہر میں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا جاتا اور وہ احدا حد پکارتے۔ سمیہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم مظالم اور تعذیب کا ہر وقت نشانہ بنے رہتے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دعائے نصرت کی درخواست کر رہے ہیں، مگر اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل ایمان کو ستایا گیا ہے اور سب سے زیادہ خود انبیاء کرام علیہم السلام کو تکالیف پہنچائی گئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تو سر پر آ رہ چلا کر سر چیر دیا جاتا تھا اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود اہل ایمان دین سے نہ پھرتے تھے، جلدی نہ کرو جلد ہی وہ وقت بھی آئے گا کہ صنعاء سے حضرموت تک اللہ تعالیٰ کا ماننے والا اس طرح سفر کرنے کا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔ یہ بشارت عظیم پوری ہوئی اور خیر قرون کے لوگوں نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ



جزیرہ نمائے عرب کی سرزمین کافروں کے وجود سے خالی ہوگئی اور اسلام غالب اور سر بلند ہو گیا۔ (دلیل الفالحین : ۱۲۶/۱)

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نا انصافی کی نسبت عظیم گناہ ہے

۴۲. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذَلِكَ، وَأَعْطَى نَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَأَثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ : وَاللَّهِ إِنَّ هَذِهِ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهَ اللَّهِ فَقُلْتُ : وَاللَّهِ لَا خُبْرَنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَ كَالصَّرْفِ ثُمَّ قَالَ : فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ قَالَ : يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ فَقُلْتُ : لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثًا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَقَوْلُهُ كَالصَّرْفِ هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ : وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ .

(۴۲) ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں غنیمت کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے بطور تالیف قلب کچھ لوگوں کو ترجیح دی، چنانچہ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیئے۔ اسی طرح اشرف عرب کو ترجیح دی اور انہیں عطا فرمایا۔ ایک شخص بولا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی رضا نظر نہیں رکھی گئی۔ میں نے سوچا کہ میں ضرور یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچاؤں گا چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی یہ سن کر چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو کر سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون انصاف کر سکے گا اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی انصاف نہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں اب کبھی اس طرح کی بات آپ ﷺ تک نہیں پہنچاؤں گا۔“ (متفق علیہ)

حدیث میں وارد ”صرف“ کا لفظ ”ص“ کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۴۲):** صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من اخبر صاحبه بما یقال فیہ۔ صحیح مسلم،

کتاب الزکاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبہم علی الإسلام .

**کلمات حدیث:** لاخبرن : میں ضرور خبر دوں گا۔ خبرہ و اخبرہ : آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔ یعدل، عدل، عدلا : (باب ضرب)

انصاف کرنا۔ عادل : انصاف کرنے والا۔ اعتدال : برابری، توسط۔ لا جرم : ضرور۔

**شرح حدیث:** حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ جب مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو آپ ﷺ نے بعض سرداران عرب کو بطور تالیف قلب زیادہ عطا فرمایا۔ تالیف قلب سے مراد دلجوئی ہے، رسول اللہ ﷺ بعض ایسے لوگوں کو جنہوں نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہو مال عطا فرمایا کرتے تھے



تاکہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں، جیسا کہ حضرت سعد سے مروی صحیح اور مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض اوقات کسی کو اس اندیشہ کے تحت دیتا ہوں کہ کہیں مال کی محرومی اس کے جہنم میں جانے کا سبب نہ بن جائے۔

غرض آپ ﷺ نے بعض سرداران عرب کو سو سوا دنٹ عطا فرمائے تو ایک شخص جو منافق تھا اور اس کا نام ذوالخویصرہ تھا معترض ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچا دیں تاکہ آپ ﷺ کو مسلمانوں کے درمیان موجود منافقین اور ان کے خیالات سے آگہی حاصل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس بات کو سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرتے تو اور کون ہے جو انصاف کر سکے گا؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرنے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو ایذا پہنچائی اس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ۖ يَنْقُومُ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ﴾

”اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو، جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“

(القف: ۵)

یعنی روشن دلائل اور کھلے معجزات دیکھ کر دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پھر بھی نازیبا حرکات اور بیہودہ باتوں سے مجھے ستاتے ہو؟ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیے چہ جائیکہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایسا برتاؤ کیا جائے کہ کبھی بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تو کہنے لگے موسیٰ تم اور تمہارا خدا جا کر ان سے لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نیز ایک اور مقام پر خود اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ ءَادُوا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ۖ﴾

”اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا، پھر جو وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان سے بری دکھلا

دیا وہ اللہ کے یہاں بڑے آبرو والے تھے۔“ (الاحزاب: ۶۹)

یعنی تم کوئی ایسی بات یا کام نہ کرنا جس سے تمہارے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے طرح طرح کی اذیت دہ باتیں کہیں مگر وہ اللہ کے یہاں بڑی وجاہت اور مقبولیت والے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو رد کر کے موسیٰ علیہ السلام کا بے داغ اور بے خطا ہونا ثابت کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقے سے اس کی تردید فرمادی، حضرت موسیٰ علیہ السلام شدت حیا کی بنا پر غسل کے وقت لباس نہ اتارتے تھے ان کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے اسے چھپاتے ہیں؟ ایک موقع پر جب آپ تنہا نہا رہے تھے آپ نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے، وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا آپ اس کے پیچھے بھاگنے لگے یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا کہ آپ بے عیب ہیں۔ قارون

نے کسی عورت کو ماں دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانے پر آمادہ کر لیا۔ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور عورت نے برملا کہا کہ اس نے تجھ کو بھڑکا دیا۔

مذکورہ بیان سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت ہو گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آرزو کی دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ وہ منافقین کی کوئی بات سن کر اسے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہنچائیں گے۔

(دلیل القالین: ۱/۱۲۶ - تفسیر عثمانی: الصف، الاحزاب)

### دنوی تکالیف موجب اجر ہے

۴۳. وَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُؤَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“  
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخَطَ فَلَهُ السُّخْطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۴۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا ہی میں اسے سزا دیدیتے ہیں جس کسی کے لیے برائی مقدر ہوتی ہے تو اس کو گناہوں میں ڈھیل دی جاتی ہے تاکہ وہ قیامت میں پکڑا جاتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجر و ثواب کی زیادتی ابتلاء کی زیادتی کے ساتھ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو محبوب جانتا ہے انکو آزمائشوں میں ڈالتا ہے جو اللہ کی رضا پر راضی رہا اس سے اللہ راضی ہوا اور جو ناراض ہوا اللہ اس سے ناراض ہوا۔ (ترمذی) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

**تخریج حدیث (۴۳):** الجامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء.

**کلمات حدیث:** عجل: جلدی کی۔ عجل، عجلًا، وعجلة (باب سمع) جلدی کرنا۔ عقوبة: سزا۔ معاقبة: بدلہ لینا۔ مسك: امسك: روکنا۔

**شرح حدیث:** مومن پر جب کبھی کوئی تکلیف و مصیبت آئے اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس سے کیا نیا خصلتیں سرزد ہوئی ہیں ان پر استغفار کرنا چاہیے اور اگر کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو اس سے معافی مانگنی چاہیے اور اس تکلیف پر صبر کرنا چاہیے اور جزا و فزع کے بجائے تقدیر پر راضی ہونا چاہیے۔ یہی طریقہ اس کے لیے خیر و فلاح کا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ دنیا کی زندگی قانی اور محدود اور آخرت کی زندگی ابدی اور غیر محدود ہے باقی پر قانی کو غیر محدود پر محدود کو ترجیح دینا عقلمندی نہیں ہے۔ تقاضائے حکمت یہی ہے کہ جو تکلیف اس دنیا میں پیش آئے اسے تقدیر جان کر راضی ہو جائے اور صبر کرے تاکہ اللہ اس کے گناہوں کو

معاف فرمائیں۔ خطاؤں کو درگزر فرمادیں اور اس کے درجات بلند فرمائیں۔ (معارف الحدیث)

### بچہ کی موت پر صبر کا واقعہ

۴۴. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ ابْنُ لَآبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَشْتَكِي، فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَبِضَ الصَّبِيَّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ أُمُّ الصَّبِيِّ: هُوَ اسْكَنَ مَا كَانَ فَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ الْعِشَاءَ فَتَعَشَى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ أَحْمِلُهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمْرَاتٍ فَقَالَ: أَمْعَهُ شَيْءٌ قَالَ: نَعَمْ تَمْرَاتٍ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأُوا الْقُرْآنَ. يَعْنِي مِنْ أَوْلَادِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَوْلُودِ وَفِي رِوَايَةِ لِمُسْلِمٍ: مَاتَ ابْنُ لَآبِي طَلْحَةَ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ لِأَهْلِهَا: لَا تُحَدِّثُوا أَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا أَحَدُهُ، فَجَاءَ فَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ عِشَاءً فَأَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ بَصَعَتْ لَهُ أَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصْنَعُ قَبْلَ ذَلِكَ فَوَقَعَ بِهَا فَلَمَّا أَنْ رَأَتْ أَنَّهُ قَدْ شَبِعَ وَأَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ: يَا أَبَا طَلْحَةَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنْ قَوْمًا أَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوا عَارِيَتَهُمْ أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ قَالَ: لَا فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ قَالَ فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ: تَرَكَتَنِي حَتَّى إِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ أَخْبَرْتَنِي بِابْنِي فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللَّهُ فِي لَيْلَتِكُمَا قَالَ: فَحَمَلْتُ قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُقًا فَذَنُوبًا مِنَ الْمَدِينَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتَسِبَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ وَأَنْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ وَأَدْخَلَ مَعَهُ إِذَا دَخَلَ وَقَدْ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرَى، تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَا طَلْحَةَ مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ أَنْطَلِقُ، فَأَنْطَلِقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِينَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا. فَقَالَتْ لِي أُمِّي: يَا أَنَسُ لَا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَعْدُو بِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ احْتَمَلْتُهُ فَأَنْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ.

(۲۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار تھے ابو طلحہ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ابو طلحہ واپس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم جو اس بچے کی ماں تھیں نے کہا پہلے سے بہتر ہے، پھر ان کیلئے رات کا کھانا لائیں انھوں نے کھانا کھایا اور بیوی سے قربت کی جب فارغ ہوئے تو بولیں کہ بچہ کو دفن کرنے کا انتظام کرو۔

صبح ہوئی تو ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے بیوی سے قربت کی۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کو برکت دے۔ چنانچہ ان کے بچہ پیدا ہوا حضرت انس کا بیان ہے کہ ابو طلحہ نے ان سے کہا:

اے اٹھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر چلو اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ کر دیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا بچہ کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں کھجوریں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کھجور لے کر اسے اپنے دہن مبارک میں چبا کر بچہ کے منہ میں رکھی اور اس کی تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری کا بیان ہے کہ اس عبداللہ کے بولڑکوں کو میں نے دیکھا کہ سب قرآن پڑھتے ہوئے تھے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابو طلحہ کا ام سلیم سے جوڑ کا فوت ہو گیا تھا ام سلیم نے اہل خانہ سے کہا کہ ابو طلحہ کو ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی نہ بتائے میں خود ہی ان کو اطلاع کروں گی۔ ابو طلحہ آئے تو انھوں نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا جو انھوں نے کھایا پیا۔ پھر اہلیہ نے معمول کے مطابق زیب و زینت کی اور ابو طلحہ نے ان سے قربت کی۔ جب دیکھا کہ کھانا بھی کھا چکے اور اس سے قربت بھی کر چکے تو بولیں کہ اے ابو طلحہ یہ تو بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کسی کے گھر والوں کو کوئی شے بطور عاریت دیدیں پھر اپنی دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان گھر والوں کو یہ حق ہے کہ وہ یہ چیز واپس نہ کریں۔ ابو طلحہ بولے نہیں۔ کہنے لگیں کہ پھر اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھو۔ یہ سن کر ابو طلحہ ناراض ہوئے۔ مجھے بتایا نہیں اور میں قربت کر بیٹھا اور اب بتا رہی ہوں۔ ابو طلحہ گھر سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تم دونوں کی رات میں برکت دے۔ بہر حال ام سلیم حاملہ ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تشریف لے گئے۔ تو (ابو طلحہ) اور وہ بھی ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ سفر سے جب مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو رات کو نہ آتے۔ جب سب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ام سلیم کو دروزہ شروع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ تو روانہ ہو گئے مگر ابو طلحہ ان کے پاس رک گئے۔ ابو طلحہ کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوں میں آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں اور جب آپ ﷺ واپس آئیں تو میں آپ کے ساتھ واپس آؤں۔ اے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ میں اس پریشانی میں رک گیا ہوں۔ ام سلیم کہنے لگیں ابو طلحہ اب مجھے وہ تکلیف نہیں رہی جیسی میں پہلے محسوس کر رہی تھی۔ اسلئے چلو۔ غرض ہم چل پڑے۔ پھر ام سلیم کو اس وقت دروزہ ہوا جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ان کے بچے کی ولادت ہوئی۔ میری ماں بولیں



اے انس بچے کو کوئی دودھ نہ پلائے صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانا۔ صبح ہوئی میں نے بچہ کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ اسکے بعد حضرت انسؓ نے باقی حدیث بیان کی۔

### تخریج حدیث (۴۴):

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة، صحیح مسلم،

کتاب الادب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته۔

### کلمات حدیث:

عشاء: رات کا کھانا۔ عشاء: صلوٰۃ العشاء۔ إعشاء: رات کا کھانا کھانا۔ تعشی: رات کا کھانا کھانا۔ عرس، عرساً (باب نصر): خوشی میں رہنا، جماع کرنا۔ عرس: دلہن۔ عروس: دلہا، دلہن۔ مضغ، مضغاً: چبانا۔ حنک: چبا کر نرم بنانا۔ تحنیک: کھجور وغیرہ چبا کر نوزائیدہ بچے کے تالو پر مل دینا۔

### شرح حدیث:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ انتہائی صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں انہوں نے اپنی سیرت و کردار سے ثابت قدمی استقلال صبر و تحمل اور شوہر سے وفاداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ ان کا ایک بچہ جس کا نام عمیر تھا پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور یہ وہی عمیر ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مزاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کا کیا ہوا؟“ دوسرے بچہ کا بھی انتقال ہو گیا شوہر گھر واپس آئے تو ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا تیار ہو کر آئیں اور بہر نوع شوہر کی دلداری کی۔ پھر بولیں اے ابو طلحہ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر ہم کسی گھر سے عاریتاً کوئی چیز لے لیں جو کچھ وقت ہمارے پاس رہے پھر چیز کے مالک اپنی چیز واپس مانگیں تو کیا ہم واپس نہ دیں۔ ابو طلحہ بولے واپس دینی چاہیے کہنے لگیں تمہارا بیٹا اللہ کا دیا ہوا تھا اللہ نے واپس لے لیا۔ ابو طلحہ ناراض ہوئے اور بولے اللہ کی بندی پہلے بتایا ہوتا پھر اٹھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو برکت کی دعا دی۔

ابو طلحہ ہر سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے ان کی اہلیہ ام سلیم بھی جایا کرتی تھیں اس واقعہ کے بعد پھر جانا ہوا۔ ام سلیم حاملہ تھیں۔ سفر سے واپسی میں دروزہ شروع ہو گیا رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہ دونوں میاں بیوی ٹھہر گئے۔ ابو طلحہ کو سرکارِ ﷺ کی مفارقت کا افسوس ہوا کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں تو میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب آپ واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تب بھی میں ساتھ ہی ہوتا ہوں اور میں اس پریشانی کی وجہ سے رک گیا اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوٹ گیا۔ مستجاب الدعوات تھے فوراً دعا قبول ہو گئی۔ ام سلیم کہنے لگیں اب تو مجھے تکلیف نہیں ہے۔ الغرض دونوں مدینہ منورہ پہنچ گئے پھر ولادت ہوئی۔ (فتح الباری: ۷۷۸/۱ - دلیل القالحین: ۱۲۹/۱)

### غصہ کے وقت نفس پر قابو رکھیں

۴۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيدُ

بِالْصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ، عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالصُّرْعَةُ بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّاءِ وَأَصْلُهُ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيرًا .

(۲۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو

غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (متفق علیہ)

صُرْعَہ کا لفظ صَاد کے پیش اور راء کے زیر سے ہے۔ اس کی اصل اہل عرب میں یہ ہے کہ جو شخص کئی لوگوں کو پچھاڑ دے۔

**تخریج حدیث (۲۵):** صحیح البخاری، کتاب الادب باب الحذر من الغضب . صحیح مسلم، کتاب البر، باب

فضل من يمسك نفسه عند الغضب .

**کلمات حدیث:** الشدید : بہادر، قوی، مضبوط۔ شد، شدأ (باب منصر): شد الشيء : باندھنا۔ شد على العدو : حملہ آور

ہونا۔ صُرْعَہ : لوگوں کو زیادہ پچھاڑنے والا۔ صرع، صرعاً (باب فتح) پچھاڑ دینا، زمین پر گرا دینا۔ صَارَعَهُ، مُصَارَعَهُ (باب مفاعلة) کشتی لڑنا۔

**شرح حدیث:** آدمی کا سب سے بڑا اور مشکل سے زیر ہونے والا دشمن اس کا نفس ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے اُعْدَى عَدُوَّكَ نَفْسُكَ

الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ (تیرا سخت ترین دشمن خود تیرا نفس ہے) غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا کہ اس سے کوئی برائی سرزد نہ ہو اصل قوت اور

طاقت ہے۔ بری عادات میں سب سے بری عادت غصہ کرنا اور طیش کھانا ہے کہ اس حالت میں آدمی کو نہ حدود الہی کا خیال رہتا ہے اور نہ

اپنے نفع اور نقصان کا۔ حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ منہ سے نکالنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ دین میں

جس غصہ کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر انسان اللہ کی مقرر کی

ہوئی حدود سے نکل جائے لیکن جو غصہ حق کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو وہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اور

ایمان کی علامت ہے۔ (معارف الحدیث : ۱۴۶/۲۔ فتح الباری : ۲۱۴/۳)

### غصہ کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم

۴۶. وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَجُلَانِ يَسْتَبَانِ وَأَحَدُهُمَا قَدْ أَحْمَرَّ وَجْهَهُ، وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنِّي لَا عَلِمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ : أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ذَهَبَ مِنْهُ

مَا يَجِدُ : فَقَالُوا لَهُ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۶) حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو آدمی ایک دوسرے کو برا

بھلا کہنے لگے اور ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو اسے

کہے اس کا غصہ جاتا رہے۔ اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے تو اس کی یہ حالت دور ہو جائے۔ صحابہ کرام نے اس شخص سے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لو۔

**خرق حدیث (۳۶):** صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده . صحیح مسلم، کتاب

البر، باب من یملک نفسه عند الغضب و بای شینی یذهب الغضب

**راوی حدیث:** حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ سے پندرہ روایات منقول ہیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے بعد شہید کیے گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱۳۵/۱)

**کلمات حدیث:** انتفخت او داجه : رگیں پھول گئیں۔ نفخ نفحاً (باب نصر) : منہ سے پھونک مارنا۔ انتفخ : پھولنا۔ نفاخه : پانی کا بلبلہ۔ او داج و دج کی جمع ہے۔ گردن کی رگ جو غصہ کے وقت پھول جاتی ہے۔ تعوذ : عاذ، عوداً (باب نصر) : پناہ مانگنا۔ العوذ : پناہ۔ العیاذ : پناہ کی جگہ۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے امت کو جن اخلاق و فضائل کی بہت تاکید اور اہتمام کے ساتھ تعلیم دی ہے ان میں سے ایک حلم اور بردباری ہے اور غصہ سے احتراز کرنا ہے۔ متعدد احادیث نبوی ﷺ میں غصہ پر قابو پانے اور غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بد انجام عادت ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو جس نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تھی فرمایا تھا غصہ مت کرو اور آپ ﷺ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے غصہ سے منع کرنے کے ساتھ متعدد مواقع پر غصہ کو دور کرنے کے طریقے بھی بتائے۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وہ خاموش ہو جائے۔“ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ”غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے تو جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔“ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینے کو غصہ کے علاج کے طور پر ارشاد فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱۳۵/۱۔ معارف الحدیث : ۱۴۸/۲)

## قدرت ہوتے ہوئے غصہ پینے کی فضیلت

۴۷. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ، وَتَعَالَى عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ مِنْ الْخُورِ الْعَيْنِ مَا شَاءَ رَوَاهُ أَبُو ذَاؤُدَّ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۴۷) حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غصہ پی جائے اس حال میں کہ وہ اس کو

کر گزرنے پر قادر ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت تمام مخلوقات کے سامنے اسے پکار کر بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ حور عین میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔ (ابوداؤد ترمذی اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۴۷):**

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً، الجامع للترمذی، ابواب صفة

القیامة، باب فضل الرفق بالضعیف والوالدین والمملوک

**راوی حدیث:**

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ جہینہ سے تعلق تھا۔ مصر میں جا کر آباد ہو گئے تھے ان کے صاحبزادے

سہل نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بعض احادیث امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ آپ

نے رسول اللہ ﷺ سے تیس احادیث روایت کی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۱۳۶/۱)

**کلمات حدیث:**

کظم، کظماً (باب ضرب): غصہ پی لینا۔ رؤوس جمع رأس سر۔ رأس رئاسة (باب ضرب) سردار ہونا،

سرداری کرنا۔ رئیس: سردار قوم جمع رؤساء۔

**شرح حدیث:**

جس شخص کو یہ قوت و قدرت حاصل ہو کہ وہ اپنے غصہ کا برملا اظہار کر سکے اور جس سے ناراض ہے اس پر اپنی

ناراضگی کا اظہار کر سکے اور اسے سخت ست کہہ سکے یا ضرب و شتم کر سکے، لیکن وہ قدرت ہونے کے باوجود محض رضائے الہی کے لیے غصہ کو

پی جائے اور درگزر سے کام لے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی جزا اس شکل میں عطا فرمائیں گے کہ ساری مخلوق کے سامنے سے اسے بلا کر

فرمایا جائے گا کہ اپنے دل کی چاہت کی اس قربانی کے بدلے آج حورانِ جنت میں سے جو خورچا ہوا اپنے لیے منتخب کر لو۔

(معارف الحدیث: ۱۴۹/۲)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں غصہ پی جانے والوں کی تعریف فرمائی ہے کیونکہ غصہ کو دبانادراصل

نفس امارہ کو قابو کرنا اور اسے برائی سے روکنا بہت بڑا جہاد ہے۔ (تحفة الاحوذی: ۲۳۹/۷)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾

”غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔“

(ال عمران ۱۳۴)

**غصہ نہ کرنے کی وصیت**

۴۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي قَالَ :

لَا تَغْضَبْ، فَرَدَّدَ مَرَّاتًا، قَالَ : لَا تَغْضَبْ “ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے

فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے یہ سوال کئی مرتبہ دہرایا۔ آپؐ نے ہر مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

**تخریج حدیث (۴۸):**

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب .



**کلمات حدیث:** اوصنی : مجھے وصیت کیجئے۔ وَصَّی، تَوْصِیۃً : (باب تفعیل) وَصَّی فُلَانًا : کسی کام کا عہد لیا، وصیت کی۔ اَوْصَی، اِیصَاء (باب افعال) وصیت کرنا، نصیحت کرنا۔ الوصیۃ : جس کی وصیت کی جائے جمع وصایا۔ فَرَدَّدَ مِرَارًا : بار بار دہرایا۔ رَدَّ، رَدًّا : (باب نصر) واپس کرنا، لوٹانا۔ رَدَّدَ الْقَوْلَ : بات کو دہرایا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں مذکور ایک شخص سے مراد جاریہ بن قدامہ ہیں۔ احمد ابن حبان اور طبرانی نے یہ حدیث نام کے ساتھ بھی ذکر کی ہے اور بغیر نام لیے بھی (یعنی جاریہ بن قدامہ کا نام نہیں لیا جیسا کہ زیر نظر روایت میں ہے) لیکن یہ حدیث دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی مختصر سی بات بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں پہنچانے والا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ فرد مراراً: سائل نے اپنا سوال کئی مرتبہ دہرایا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اسے مزید کوئی مفید بات معلوم ہو جائے لیکن محسن انسانیت ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ ”غصہ نہ کرو“ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک ہی بات تین مرتبہ فرماتے تاکہ مخاطبین بخوبی سمجھ لیں اور ذہن نشین ہو جائے۔ غصہ سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر حالات میں غصہ تکبر کی بنا پر پیدا ہوتا ہے اور تکبر بذات خود ایک بہت بڑی برائی ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور تواضع و انکساری کا حکم دیا ہے نیز غصہ سے بہت برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

ابن التین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ غصہ نہ کرو دنیا اور آخرت کی بے شمار مصالِح اور فوائد پر مشتمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس اور شیطان ہے اور غصہ یا تو نفس کی خواہش سے ہوتا ہے یا شیطان کی انگیزش سے اور جو شخص ان دونوں پر قدرت و غلبہ حاصل کر لے گویا اسے تمام برائیوں سے تحفظ حاصل ہو گیا۔ (فتح الباری : ۲/۲۱۴)

### مصائب کفارہ سیئات ہیں

۴۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ “ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۴۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن مرد و مومن عورت کی جان مال اور اولاد پر مصیبتیں

آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس حالت میں کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

الجامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء .

**تخریج حدیث (۴۹):**

**کلمات حدیث:**

البلاء: بلی، بلو، وبلاء (باب نصر) آزمائش، امتحان لینا۔ البلوی والبلیة: مصیبت۔

**شرح حدیث:**

حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے، یہاں نوع بہ نوع مصائب اور رنگ برنگ آلام ہیں۔ یہاں ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ مصیبت پر صبر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی تقدیر سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کرے کہ مؤمن پر جو بھی تکلیف یا پریشانی آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا بلکہ سارے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔

(تحفة الاحوذی: ۱۲۴/۷ - دلیل الفالحین: ۱۳۷/۱)

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ پر قابو کرنا**

۵۰. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَتَزَلَّ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرَيْثِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسٍ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْشُبَانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَاذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَاذَنْ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ. وَلَا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ: فَقَالَ لَهُ الْحُرُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ، (الاعراف: ۱۹۸) وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ، وَاللَّهُ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا، وَكَانَ وَقَافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ".

(۵۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے براور زاد حریث بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ یہ حریث قیس ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء جو حضرت عمرؓ کی مجلس میں بیٹھتے اور مشاورت میں شریک ہوتے تھے ان میں عمر رسیدہ بھی تھے اور جوان بھی عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اے بھتیجے کہ تمہارا امیر المؤمنین کے یہاں مقام ہے تم میرے لئے ان سے اجازت طلب کرو۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ جب وہ مجلس میں آئے تو بولے اے ابن الخطاب۔ قسم بخدا نہ تم نے ہمیں بہت دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ شدید ناراض ہوئے اور قریب تھا کہ انہیں ماریں۔ یہ حالت دیکھتے ہی حریث قیس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (معافی اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔

اللہ کی قسم اس آیت کی تلاوت کے بعد حضرت عمرؓ نے حرکت تک نہ کی وہ اللہ کی کتاب پر بہت زیادہ عمل کر نیوالے تھے۔ (صحیح بخاری)

**تخریج حدیث (۵۰):**

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الاعراف، باب اقتداء النبی ﷺ

**کلمات حدیث:** يُدْنِيهِمْ : دَنَا دُنُوًّا (باب نصر) قریب ہونا۔ ادْنَى ادْنَاءً : قریب کرنا۔ شَاوَرَ مُشَاوَرَةً (باب مفاعله) مشورہ کرنا۔ تَشَاوَرَ الْقَوْمُ : باہم مشورہ کرنا۔ الشوری : مجلس مشاورت۔ کَهُولًا : کھل کھلا (باب فتح) ادھیڑ عمر کا ہونا۔ کھل : تیس سے پچاس تک کی عمر والا، جمع کُھُول۔ الجزل، جزل، جزالة : (باب کرم) بڑا ہونا، موٹا ہونا۔ جزل : بہت فیاض، بہت دینے والا۔ أجزل العطاء : بہت انعام دیا۔

**شرح حدیث:** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں امور خلافت صحابہ کرام کے مشورہ سے انجام دیتے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایسے بڑی عمر والے جو تجربہ کار اور معاملات کو سمجھنے والے تھے اور وہ نوجوان صحابہ بھی تھے جو عالم اور فقیہ تھے۔ اسی طرح قراء آپ کی مجلس مشاورت کے ارکان تھے۔ یہ وہ اصحاب رسول ﷺ تھے جنہیں قرآن و حدیث کے معانی و مفہیم پر دسترس تھی اور علوم شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس مشاورت میں ایک صاحب حرب بن قیس تھے۔ یہ خود قراء میں سے تھے یعنی قرآن کا فہم رکھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کے پاس عمینہ بن حصن آئے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے اور مولفۃ قلوبہم میں سے تھے۔ یہ مرتد ہو گئے اور قید کر کے حضرت ابوبکر کے پاس لائے گئے تھے اور پھر اسلام قبول کر لیا تھا جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ غرض یہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور اس طرح مخاطب ہوئے کہ نہ تو آپ نے ہمیں کثرت سے مال دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید غصہ آیا اور آپ نے ارادہ کیا کہ ان کو تادیب اور سزائیں کریں لیکن جب حرب بن قیس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیت یاد دلائی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت تک نہیں کی کیونکہ آپ حکم قرآن پر بہت عمل کرنے والے تھے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۸)

### حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنا

۵۱. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي آثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكَرُ وَنَهَا قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .  
و"الْآثَرَةُ" : الْإِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهُ فِيهِ حَقٌّ .

(۵۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک دوسرے پر ترجیح کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ایسے امور سامنے آئیں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کیا حکم ہے فرمایا تم پر جو حقوق ہوں تم انہیں ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سوال کرتے رہو۔ (متفق علیہ)  
حدیث میں اثرہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ایسی کسی شے کو اپنے لئے خاص کر لینا جس میں دوسرے کا بھی حق ہو۔

**تخریج حدیث (۵۱):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوة فی الاسلام۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول۔

**کلمات حدیث:** اثر: دوسرے کے بالمقابل اپنے آپ کو ترجیح دینا، خود کو دوسرے پر ترجیح دینا۔

**شرح حدیث:** متعدد احادیث میں اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جب تک کھلا کفر ظاہر نہ ہو حکمرانوں کی اطاعت کرو اور ان کے جو حقوق تمہارے اوپر لازم ہیں ان کو ادا کرو اور اپنے حقوق کے بارے میں سوال کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائے اور حکمرانوں کے دلوں میں تمہاری خیر خواہی اور بھلائی ڈال دے۔ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جب ایسے حکمران آئیں جو تمہارے جائز حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کے مرتکب ہوں اور صاحب حق پر غیر مستحق کو ترجیح دینے لگیں تب بھی تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اللہ سے دعا کرنا کہ حکمرانوں کو عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

(فتح الباری: ۳/۶۹۴۔ دلیل الفالحین: ۱/۱۴۰)

۵۲. وَعَنْ أَبِي يَحْيَىٰ أَسِيدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فَلَانًا فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَهُ فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

و "أَسِيدُ" بِضَمِّ الهمزة. "وَحُضَيْرٌ" بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَضْمُومَةٍ وَضَادٌ مُّعْجَمَةٌ مَفْتُوحَةٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (۵۲) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر فرمادیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فلاں کو کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم ترجیحی سلوک دیکھو گے، پس تم صبر کرو یہاں تک کہ حوض کوثر پر تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ (متفق علیہ)

أَسِيدُ: الف کے پیش کے ساتھ ہے۔ حضیر: حاء کے پیش اور ضاد کے زبر کے ساتھ ہے۔

**تخریج حدیث (۵۲):** صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورًا تنکرونها۔

صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بالصبر عند الولاية واستشارتهم۔

**راوی حدیث:** حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے تعلق تھا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر عقبہ اولیٰ کے بعد اسلام قبول کیا۔ عقبہ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔ غزوہ احد میں شرکت فرمائی۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوبصورت آواز کے ساتھ کرتے تھے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اسید بن حضیر بہت اچھا آدمی ہے۔" آپ سے ۱۱۸ احادیث مروی ہیں جن میں متفق علیہ بقول ابن حزم کے یہی ایک حدیث ہے۔ ۲ھ میں انتقال فرمایا۔

**کلمات حدیث:** ألا تستعملنی: کیا آپ مجھے عامل نہ مقرر کر دیں۔ عمل سے عامل کام کرنے والا۔ عامل سرکاری فرائض کی انجام



ہی پر مامور شخص۔

**ریح حدیث:** رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور محسن انسانیت بنا کر مبعوث فرمائے گئے آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں انتہائی حکیمانہ ہدایات فرمائیں جو ہر اعتبار سے انسان کی صلاح و فلاح کی ضامن ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے عقائد ایمانیات، عبادات و اخلاق، معاشرت و معاملات کی طرح نظام حکومت اور حکمرانوں اور محکوموں کے حقوق و فرائض کے بارے میں واضح ہدایات فرمائیں اور خود اپنے طرز عمل سے اس شعبہ زندگی کے بارے میں بھی امت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں حاکم اور محکوم کے حقوق و واجبات کو جدا جدا بالتفصیل بیان فرمایا اور ہر باب میں واضح راہنمائی عطا فرمائی۔ حکمرانوں کو لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کی اور ان کے ساتھ مکمل خیر خواہی کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ کسی کو لوگوں کا حاکم اور نگران بنادے مگر وہ ان کی خیر خواہی کا فریضہ پوری طرح ادا نہ کرے تو ایسا حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔“ اور ارشاد فرمایا کہ ”اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ حکمران ہوں گے جو نرم خور، دل عادل و منصف ہوں گے اور بدترین وہ حکمران ہوں گے جو سخت دل ظالم اور غیر منصف ہوں گے۔“ اسی طرح محکوموں کو ”سمع و طاعت“ (حکم سننا اور اس پر عمل کرنا) کی مکرر تاکید فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ جب تم اپنے حکمرانوں کی طرف سے ایسی باتیں دیکھو جو تمہیں پسند نہ ہوں یا تم یہ سمجھو کہ حقوق کی ادائیگی میں عدل و انصاف کے بجائے ترجیحی سلوک روار کھا جاتا ہے تو صبر کرو اور بردباری کا مظاہرہ کرو یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔“<sup>(۱)</sup>

(دلیل الفالحین: ۱/۱۴۹)

## جنت کی تمنا کی ممانعت

۵۳. وَعَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَبَهَرَ حَتَّى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجَرِّى السَّحَابِ، وَهَازِمِ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ “مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

(۵۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ دشمن کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے، آپ نے قدرے انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا تو آپ نے فرمایا اے لوگو! دشمن کیساتھ مقابلہ کی تمنا نہ کرو اللہ سے عافیت طلب کرو۔ اور جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ اے کتاب کے نازل کرنے والے اے بادلوں کو چلانے والے اور اے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر غالب فرما۔ (متفق علیہ) وباللہ التوفیق

## تخریج حدیث (۵۳):

صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الجنة تحت بارقة السيف . صحیح مسلم،

کتاب الجہاد، باب کراهة تمنی لقاء العدو والامر بالصبر عند اللقاء .

## عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حالات

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے ابو اوفی کا نام علقمہ بن خالد تھا اور عبد

اور ابو اوفی دونوں صحابی ہیں۔ سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۹۵ ہے جن میں سے دس متفق علیہ ہیں۔ بنو امیہ کے آخری دور میں انتقال ہوا۔

**کلمات حدیث:** ظلال : ظل کی جمع : سایہ۔ ہازم : شکست دینے والا۔ ہزم : ہزماً (باب ضرب) دشمن کو شکست دینا۔ انہزم : انہزاماً

(باب انفعال) شکست کھانا۔ ہزیمۃ : شکست، جمع ہزائم۔ الأحزاب : جمع حزب : جماعت۔ تحزب القوم : اکٹھا ہونا، جمع ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کو جوامع کلم عطا کیے گئے تھے یعنی آپ ایسی گفتگو فرماتے جس کے کلمات خوبصورت ترکیب کلمات

بدیع اور جملے مختصر مگر گونا گوں معانی پر مشتمل ہوتے تھے۔ یہ حدیث اس کی عمدہ مثال ہے، چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث

مبارک نفیس اور بدیع کلام پر مشتمل اور بلاغت کلام کی اعلیٰ مثال ہے، کیونکہ یہ مختصر جملوں اور حسین کلمات کا ایسا دلکش مجموعہ ہے جس میں ہر

لفظ موتی کی طرح چمکدار اور خوبصورت ہے اور حسن استعارہ کے ساتھ معانی کثیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ یقیناً ایسا کلام ہے جس کی مثال سے

فصحاء عرب کا کلام خالی ہے۔ اس حدیث کے مختصر سے کلمات میں جہاد کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب بیان کر کے اہل ایمان کو جہاد کے

لیے آمادہ کیا گیا ہے، انہیں بتایا گیا ہے کہ وہ قتال و حرب کی تمنا سے گریز کریں لیکن جب دشمن سامنے آجائے تو ثابت قدمی اور صبر کے

ساتھ جم کر مقابلہ کریں اور یہ جان کر جہاد میں حصہ لیں کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ مجاہدین کے لیے یہی سایہ سایہ جنت ہے۔

جہاد میں سرفروشی اور میدان جنگ میں صبر و ثبات کے ساتھ ساتھ مجاہد کو چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اسی پر اعتماد کرے اور فتح و

کامرانی کے لیے اسی کے سامنے دست بدعا ہو اور یقین کامل رکھے کہ فتح و نصرت اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

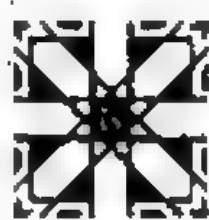
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”اے ایمان والو! جب تمہیں کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو شاید کہ تم

کامیاب ہو۔“ (الانفال: ۲۵)

معلوم ہوا کہ مادی ساز و سامان نہیں بلکہ صبر و ثبات اور کثرت سے اللہ کی یاد ہی فتح و کامیابی کی کلید ہیں۔

(فتح الباری: ۱۵۵/۲۔ دلیل الفالحین: ۱/۱۴۲)



الباب (۴)

## باب الصدق صدق کا بیان

۱۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّٰدِقِينَ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“ (توبہ: ۱۱۹)

**تفسیری نکات:** صدق اصل ایمان بھی ہے اور کمال ایمان بھی، جب ایک بندہ مؤمن ایمان لے آیا اور اس نے گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اب اس گواہی اور اس اقرار پر ثابت قدمی اور اسے زندگی کے ہر مرحلے میں قلب کی گہرائیوں سے اور اپنے قول و عمل سے سچ کر دکھانے والا صدیق ہے وہ ایسا شخص ہے جو دل کی گہرائیوں میں بھی اور بر ملا بھی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی صدیق ہے اس کے احوال اس کے اعمال کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے اعمال اس کے احوال کی تصدیق کرتے ہیں، وہ پیکر ایمان متقی جو کمال ایمان اور جمال تقویٰ کا جامع ہو وہ صدیق ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کا لقب تو دربار نبوت سے عطا ہوا مگر اس آیت مبارک کی تفسیر میں علامہ ضحاک فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یا تو تمام مہاجرین صحابہ مراد ہیں یا وہ تین صحابہ مراد ہیں جو غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ (زاد المسیر: ۳/۳۴۹۔ تفسیر مظہری: ۵/۴۴۲۔ دلیل الفالحین: ۱/۱۴۵)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صادقین کہا گیا ہے علماء اور صلحاء نہیں کہا گیا کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ صادقین کا لفظ فرما کر عالم و صالح کی پہچان بتادی کہ عالم و صالح وہ ہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو نیت و ارادہ کا بھی سچا ہو قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن: ۴/۴۸۵)

۱۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَالصَّٰدِقِينَ وَالصَّٰدِقَاتِ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

”اور سچے مرد اور سچی عورتیں۔“ (الاحزاب: ۳۵)

دوسری آیت میں مرد اور عورت دونوں کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ سچے مرد اور سچی عورتیں۔ اس سچے ہونے میں صادق القول ہونا بھی داخل ہے اور صادق العمل ہونا بھی اور ایمان اور نیت میں بھی سچا ہونا داخل ہے یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورت ایسے ہوتے ہیں کہ نہ ان کے کلام میں جھوٹ نہ عمل میں کم ہمتی اور نہ ہی ریاکاری وغیرہ۔ (معارف القرآن: ۸/۳۹)

## سچ اور جھوٹ کا بدلہ

۵۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الصَّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا. وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدق نیکی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾

صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم النمیمۃ و باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضله .  
کلمات حدیث: البر: نیکی۔ برّاً (باب سمع و ضرب) برّ فی قولہ: سچ بولنا۔ تبرّ: نیک ہونا۔ البرّ: نیکو کاری کی کرنے والا، جمع البرار۔ البر: اللہ تعالیٰ کا نام۔ فجور: برائی۔ فجور و فجوراً (باب نصر): جھوٹ بولنا، گناہ کرنا۔ فاجر: جھوٹا، جمع فجّار۔ الیمین الفاجرة: جھوٹی قسم۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے جن اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے اور جن کو ایمان اور اسلام کے لیے لازم اور ان کا جز قرار دیا ہے ان میں صدق (سچائی) اور امانت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حدیث مبارک صدق کی اہمیت و فضیلت اور اس کی افادیت کو بخوبی واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ صدق (زندگی کے ہر مرحلے میں اور معاملے میں قول میں اور عمل میں اور نیت میں سچا ہونا) مؤمن کا اعلیٰ ترین وصف ہے کیونکہ مؤمن صادق درجہ بدرجہ بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور مرحلہ بہ مرحلہ اس کی خوبیوں اور اس کے محاسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بالآخر وہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور اسے جنت کا مستحق قرار دے کر اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا ایک خبیث خصلت ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ آدمی میں فسق و فجور کا میلان پیدا کرتا ہے اور انسان کو برائی کی جانب دھکیلتا رہتا ہے اور اس کی پوری زندگی کو بدکاری اور برائی کی زندگی بنا کر اسے دوزخ تک پہنچا دیتا ہے۔

(معارف الحدیث: ۱۶۷/۲)

## مشکوک باتوں کا ترک کرنا

۵۵. وَعَنِ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ



اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: ”دَعْ مَا یُرِیْکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْکَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَٰنِیْنَةٌ، وَالْکَذِبَ رِیْبَةٌ“  
رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ.

قَوْلُهُ: ”یُرِیْکَ“: هُوَ بَفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّهَا: وَمَعْنَاهُ اَتْرُکْ مَا تَشْکُ فِیْ حِلِّهِ وَاعْدِلْ اِلٰی مَا لَا تَشْکُ فِیْهِ.

(۵۵) حضرت حسن بن علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا وہ امور ترک کر دو جو شک میں ڈالیں اور ایسے امور اختیار کرو جو شک و شبہ سے بالا ہوں۔ کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

یُرِیْکَ: یہ لفظ یاء کے زبر اور پیش کے ساتھ ہے مفہوم یہ ہے کہ وہ امر جس کے جواز میں شبہ ہو اسے ترک کر دو اور اسے اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔

الجامع الترمذی.

تخریج حدیث (۵۵):

### حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپؐ کی عمر ۸ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہو گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ آپؐ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں ۲۵ میں شہید ہوئے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۶۶)

کلمات حدیث: الریبة: شک۔ راب، ریباً (باب ضرب) شک میں ڈالنا۔ ارتاب: شک کیا۔ طمانیة: اطمینان، سکون، راحت۔ اطمأن، اطمئننا: آرام لینا، قرار پکڑنا۔ المطمئن من الارض: نرم پست زمین۔

شرح حدیث: ایسا صاحب ایمان شخص جس کے قلب میں نور ایمان داخل ہو گیا ہو اور وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایمان کی بشارت محسوس کرنے لگا ہو اور زندگی کے ہر مرحلے میں برابر ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت سے اس میں ایسا وصف پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خود بخود صدق پر مطمئن ہو جاتا اور کذب سے نفرت کرنے لگتا ہے ہر اچھی اور بھلائی کی بات پر اس کا قلب خود بخود مطمئن ہو جاتا ہے اگرچہ اسے اس بات کے خوب ہونے کا علم بھی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کا دل نور ایمان سے منور اور اعمال صالحہ کے دوام اور ان کی کثرت سے اس کی روح مصفا اور مسلسل اجتناب نواہی سے اس کا وجود مجلی ہو جاتا ہے تو بارگاہ حق سے اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اسے امور خیر کی جانب راغب کرتے رہتے اور امور شر سے اس کی طبیعت میں بے رغبتی کو ابھارتے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جہاں بری بات دیکھتا ہے ٹھٹھک جاتا ہے اور اچھائی کی جانب طبعاً

ماکل ہوتا ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۴۷)

غرض مفہوم حدیث یہ ہے کہ مکلف ہر کام یقین و اعتماد کے ساتھ کرے کسی قول یا عمل کے بارے میں شک یا تردد ہو تو اسے ترک کر دو کیونکہ صدق میں اطمینان و سکون اور راحت ہے اور کذب میں اضطراب نفس اور قلب کی بے چینی ہے۔ (تحفة الاحوذی: ۲۶۴/۷)

## کفر کی حالت میں بھی سچائی اختیار کرنا

۵۶. عَنْ أَبِي سَفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ. يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ قُلْتُ: يَقُولُ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (۵۶)

حضرت ابوسفیان ہرقل کے قصہ کی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرقل نے سوال کیا کہ وہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں۔ کہ میں نے جواب دیا کہ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے آباء جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور آپ ہمیں نماز صدق عفاف اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔

(متفق علیہ)

## تخریج حدیث (۵۶):

صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحي . صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب

كتب النبي ﷺ الى هرقل يدعو الى الاسلام .

راوی حدیث: حضرت ابوسفیان صحرا بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور غزوہ حنین میں شرکت کی بعد ازاں محاصرہ طائف اور جنگ یرموک میں شرکت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۱۴۸)

کلمات حدیث: العفاف: عفت، عفافاً، وعِفَّة (باب ضرب) پاک دامن ہونا غیر مستحسن کام سے باز رہنا۔ عقیف: پاک دامن جمع أعفَاء. الصلة: وصل، وصلًا و صلة (باب ضرب) ملانا، جوڑنا۔ و صلہ بآلف دینا ایک ہزار دینار دے کر اس کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ و صنف: رشتہ داروں اور ذی رحم قرابت داروں سے حسن سلوک کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ۶ھ میں غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ ایک خط قیصر روم ہرقل کو بھی روانہ کیا گیا۔ اس خط کے ملنے کے بعد اس نے شام سے ابوسفیان کو بلوایا اور ان سے نبی کریم کے حالات دریافت کیے یہ ایک طویل حدیث ہے جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں مذکور ہے۔ ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا آپ ﷺ فرماتے ہیں شرک نہ کرو اور صرف ایک اللہ کی بندگی کرو۔ زمانہ جاہلیت کے سارے غلط اور فاسد کام چھوڑ دو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو۔

(فتح الباری : ۱/۲۳۴ - دلیل الفالحین : ۱/۱۴۸)

## شہادت کی بھی تمنا

۵۷. عَنْ أَبِي ثَابِتٍ وَقِيلَ أَبِي سَعِيدٍ وَقِيلَ أَبِي الْوَلِيدِ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَهُوَ بِدْرِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ . بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۷) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق کے ساتھ اللہ

تعالیٰ سے شہادت طلب کرے اللہ سبحانہ اسے شہداء کے مقامات تک پہنچا دینگے اگرچہ اسکی وفات اپنے بستر پر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۷): صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ .

راوی حدیث: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں جنگ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت

فرمائی۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔ کوفہ میں ۳۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۴۹)

شرح حدیث: حسن نیت اخلاص قلب ایک عظیم نعمت ہے جو مومن کو عطا ہوتی ہے کہ اللہ کا ایک بندہ خلوص دل سے شہادت کی

دعا کرے تو اللہ سبحانہ اس کی حسن نیت کو اور اس کے اخلاص کو قبول فرماتے ہوئے اسے شہداء کے اعلیٰ مراتب عطا فرمادیں گے۔ اگرچہ اس

کی وفات میدان جہاد کے بجائے بستر مرگ پر ہوئی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”اگر کسی نے کسی نیک کام کی نیت کی لیکن اس کو انجام نہ

دے سکا تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اس کا خیر کا ثواب لکھ دیں گے۔“ جیسا کہ پہلے حدیث مبارک گزر چکی ہے کہ آپ

ﷺ نے فرمایا کہ ”مدینہ میں کچھ لوگ ہیں تم جو راستہ قطع کرتے ہو اور جس وادی سے گزرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔“ غرض اس

حدیث مبارک میں طلب شہادت کا مستحب ہونا اور عمل صالح کی نیت کا مستحب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۵۰)

## مال غنیمت کا حلال ہونا امت محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے

۵۸. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيُّ

مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهِ : لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ

يُنْسِيَ بِهَا وَلَمَّا يَنْ بَهَا وَلَا أَحَدٌ بَنَى بُيُوتًا لَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا وَلَا أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خِلْفَاتٍ وَهُوَ يَسْتَرْ

أَوْلَادَهَا . فَعَزَا فِدْنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَوةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيًّا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ : إِنَّكَ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا

مَأْمُورٌ، اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحَبَسَتْ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَغْنَمُ النَّارِ لَنَا كُلُّهَا

فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ : إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا فَلْيَبَا يَعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ : فِيكُمْ



الْغُلُولُ فَلْتَبَا يَعْنِي قَبِيلَتَكَ، فَلَزِقَتْ يَذَرُ جُلَيْنٍ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: فِيكُمْ الْغُلُولُ فَجَاؤُ وَابِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسٍ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَتْ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ أَحَلَّ اللَّهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”الْخِلَفَاتُ“ بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ: جَمْعُ خَلِيفَةٍ وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ.

(۵۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی نے جہاد کیلئے نکلتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ ایسا شخص نہ آئے جس نے ابھی نکاح کیا ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے مگر ابھی نہیں لایا۔ ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گھر بنایا ہو مگر گھر کی چھت نہ پڑی ہو اور ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گا بھن بکریاں اور اونٹنیاں خریدی ہوں اور اب ان کے بچوں کا منتظر ہو۔ غرض یہ نبی جہاد کیلئے روانہ ہوئے عصر کے قریب اس بستی کے پاس پہنچے جن سے جہاد کرنا تھا تو انھوں نے سورج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اسی کے حکم کا پابند ہوں اسے اللہ سورج کو روک لیجئے۔ سورج ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح سے نوازا۔ تمام غنیمتیں جمع کیں آگ آئی تاکہ انہیں جلادے لیکن نہیں جلایا۔ اس پر اس پیغمبر نے کہا کہ ضرورت میں کوئی خائن موجود ہے۔ اس لئے ہر قبیلے نے ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ ایک شخص کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے چپک گیا تو انھوں نے فرمایا کہ خیانت تمہارے قبیلے میں ہوئی ہے اب قبیلے کے سارے آدمی مجھ سے بیعت کریں اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم خائن ہو۔ چنانچہ یہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لائے اسے مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا آگ آئی اور سب سامان جلادیا آپ نے فرمایا ہم سے پہلے مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ضعف پر نظر فرماتے ہوئے ہمارے لئے غنیمت کو حلال فرمادیا ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث میں وارد لفظ خلفات خا کے برابر اور لام زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں گا بھن اونٹنیاں۔

**تخریج حدیث (۵۸):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم

الغنائم. صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحلیل الغنائم لهذه الامۃ خاصۃ.

**کلمات حدیث:** وهو يريد أن يبنى بها: اس کا ارادہ تھا کہ بیوی کو گھر میں لائے۔ بنی، بنیاً (باب ضرب) بنی البیت: گھر

بنایا۔ بنی علی اہلہ و بنی بها: بیوی کے ساتھ پہلی رات گزار لی۔ البنیان والبناء: عمارت جمع اُبنیۃ۔ غلول: غل، غلولا (باب

نصر) خیانت کرنا۔ فلزقت: لزق، لزوقاً (باب سمع) چمٹنا، چپکنا۔ لازقہ ملازقۃ (باب مفاعلہ) چپکانا۔

**شرح حدیث:** اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء میں سے کوئی نبی جہاد کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ حاکم نے کعب الاحبار سے روایت

کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ نبی یوشع بن نون تھے اور جس بستی کی جانب جہاد کے لیے جارہے تھے اس کا نام اریحا تھا۔ ایک صحیح حدیث

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج کو کبھی کسی کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے

یوشع بن نون کے کہ ان کے لیے اس موقع پر سورج کو ٹھہرایا گیا جب وہ بہ نیت جہاد بیت المقدس کی جانب سفر کر رہے تھے۔



حضرت یوشع بن نون سفر جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تین آدمی میرے ساتھ نہ جائیں، جس نے ابھی شادی کی ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے لیکن ابھی نہیں لاسکا۔ جو مکان تعمیر کر رہا ہے اور مکان نامکمل ہے اور اس حالت میں ہے کہ ابھی چھت بھی نہیں پڑی اور وہ شخص جس نے گا بھن جانور خریدے ہیں اس نیت سے کہ ان کے بچے ہو جائیں اور ریوز بڑھ جائے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان جب جہاد کے لیے نکلے تو اس کی نیت خالص رضائے الہی کا حصول ہو اور کسی اور جانب اس کا دل الٹا نہ ہوا ہو بلکہ یکسو ہو کر اور اجتماعی کے ساتھ جہاد میں شرکت کرے اور خلوص نیت کے ساتھ تمنائے شہادت ساتھ چلے۔

جب اس بستی کے قریب پہنچے جس کے باشندوں سے جہاد کا حکم ہوا تھا اور جس کا نام اریحا تھا تو عصر کا وقت قریب آچکا تھا۔ حضرت یوشع بن نون نے دعا کی کہ سورج ٹھہر جائے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور سورج ٹھہر گیا اور فتح ہو گئی اور غنیمتیں جمع کی گئیں کہ انہیں آگ آ کر جلادے چنانچہ آگ آئی مگر جلایا نہیں۔ جس پر یوشع نے کہا کہ کہیں کوئی خیانت ہوئی ہے غرض خیانت کے طور پر لی گئی چیز واپس لا کر رکھ دی گئی تو آگ نے سارا سامان جلادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں کے ضعف اور کمزوری کے پیش نظر غنیمت کو حلال فرمادیا۔ گزشتہ امتوں کو مال غنیمت حلال نہیں تھا اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا۔ (فتح الباری : ۱/۲۲۹۔ دلیل الفالحین : ۱/۱۵۰)

## سچائی سے تجارت میں برکت ہوتی ہے

۵۹. عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا" فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۹) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں اختیار باقی رہتا ہے اگر وہ دونوں سچ بولیں اور کھول کر بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر اصل بات چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت ختم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۹):** صحیح البخاری : کتاب البیوع، باب بین البیعان ولم یکتما ونصحا، صحیح مسلم،

کتاب البیوع، باب ثبوت خیاری المجلس للمبتایعین۔

**راوی حدیث:** حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے برادر زاد تھے۔ یہ ان صحابہ کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ اشراف قریش میں تھے ایک لاکھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دار الندوة فروخت کر کے تمام مال صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قریش کے وقار کی جگہ کو فروخت کر دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کے بعد عزت و وقار صرف تقویٰ کو

حاصل ہے۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۱۵۲)

**کلمات حدیث:** البیعان: بائع اور مشتری، خریدار اور فروخت کنندہ۔ باع، بیعا (باب ضرب) فروخت کرنا۔ الخیار: اختیار۔ خیار، خیرہ (باب ضرب) اختیار کرنا، پسند کرنا، منتخب کرنا۔ یتفرقا: فرق، فرقا: (باب نصر) جدا کرنا۔ فرّق تفریقاً (باب تفعیل) جدا کرنا۔ تفرق، تفرقا (باب تفعیل) جدا ہونا۔ محقت: محق، محققاً (باب فتح) محق الشئی باطل کرنا، مٹانا۔ امحق المال: ہلاک ہونا۔ ممحقۃ: باعث بے برکتی۔

**شرح حدیث:** ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلے میں صدق کو اختیار کرے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کرے اور دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ کاروبار اور تجارت میں بھی سچ بولنا اور ایک آپس میں خیر خواہی اختیار کرنا ضروری بھی ہے اور مفید بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی۔ اگر دو آدمی خرید و فروخت کر رہے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور اس معاملہ میں کوئی بات چھپانے کے بجائے ہر بات کھول کر بیان کر دیں تو اس سے دونوں کو دنیوی اور اخروی ہر طرح کے فوائد حاصل ہوں گے اور برکت حاصل ہوگی۔ جبکہ جھوٹ اور کتمان برکت کو مٹا دیں گے اور زائل کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی شخص نے کوئی عیب دار شے بغیر خریدار کو بتلائے فروخت کی تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

جس طرح ایک تاجر اگر اپنے کاروبار میں سچا اور مخلص ہو تو اس کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے اسی طرح اگر بندہ اپنے رب کے ساتھ معاملے میں سچا اور مخلص ہو اور اس کی بندگی میں کوئی ریا اور کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں اور اس کے اعمال صالحہ میں برکت ڈال دیتا ہے اور انہیں قبول فرما کر ان کے اجر و ثواب کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ سات سو گنا ہو جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآبِ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

”اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔“

(التوبہ: ۱۱۱)

کیسی عظیم الشان ہے یہ تجارت جس میں خریدار اللہ جل شانہ ہیں اور جو شے خریدی ہے یعنی ہماری فانی جان اور عارضی مال جو خود انہی کا دیا ہوا ہے اور جنت جیسا اعلیٰ ترین مقام اس کا ثمن ہے جہاں ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ ان کا تصور و خیال کسی کے دل میں آیا۔

## المبانی (۵)

## باب المراقبة

## مراقبہ کا بیان

۱۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿الَّذِي يَرَبُّكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَتَقَلُّبِكَ فِي السَّجِدِينَ ۖ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور تیرا پھرنا نمازیوں میں۔“ (الشعراء: ۲۱۹)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ﴿وَتَقَلُّبِكَ فِي السَّجِدِينَ﴾ ساجدین سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک نماز ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ آپ کو اس وقت بھی دیکھتے ہیں جب آپ تنہا نماز میں ہوتے ہیں اور اس وقت بھی آپ کو دیکھتے ہیں جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت نماز میں ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ جب آپ تہجد کے لیے اٹھتے ہیں اور متوسلین کی خبر لیتے ہیں کہ یا واللہ میں ہیں یا غافل یا جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور جماعت کی نماز میں رکوع و سجود کرتے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

اور ارشاد فرمایا:

”اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔“ (الحجید: ۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو کہ اللہ ہی جس کی قدرت اور مشیت پر نظام عالم قائم ہے اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آسکتی مگر اس کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر انسان کا وجود نہ قائم رہ سکتا ہے نہ کوئی کام اس سے ہو سکتا ہے اسکی مشیت و قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال میں اور ہر جگہ انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن: ۸/۲۹۳)

۱۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ﴾

اور فرمایا:

”اللہ ایسا ہے کہ کوئی شے زمین میں یا آسمان میں اس پر مخفی نہیں ہے۔“ (آل عمران: ۵)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا ہے کہ جس طرح نظام عالم کی کوئی شے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت سے باہر نہیں

ہے اسی طرح اس عالم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز اور کوئی ذرہ اس کے احاطہ علم سے خارج نہیں ہے۔ سب مجرم و بری اور تمام جرموں کی نوعیت و مقدار اس کے علم میں ہے اس لیے کوئی مجرم روپوش ہو کر کہاں جاسکتا ہے اور کس طرح اس کے قبضہ قدرت سے نکل سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۱۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (۱۴)

نیز فرمایا:

”بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔“ (الفجر: ۱۴)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں ارشاد ہوا کہ جس طرح کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا پھر وقت آنے پر اپنی معلومات کے موافق کام کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال کو دیکھتا ہے کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے والا اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کیے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہیں اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (۱۹)

اور فرمایا:

”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔“ (غافر: ۱۹)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو محیط ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن آنکھوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔

### حدیث جبرائیل علیہ السلام

۶۰. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ”بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ



عَلَيَّ فَخِذِيهِ وَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا : قَالَ صَدَقْتَ فَعَجَبْنَا لَهُ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ : أَنْ تَوْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ : صَدَقْتَ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ ؟ قَالَ : أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ : قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ : قَالَ : مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ : أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ : يَا عَمْرُؤُ اتَّذِرْ مَنْ السَّائِلِ ؟ قُلْتُ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ، يُعَلِّمُكُمْ أَمْرَ دِينِكُمْ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَمَعْنَى : ”تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا“ : أَي سَيِّدَتَهَا، وَمَعْنَاهُ أَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيُّ حَتَّى تَلِدَ الْأُمَّةُ السَّرِيَّةَ بَنَاتًا لِسَيِّدَتِهَا وَبَنَاتُ السَّيِّدِ فِي مَعْنَى السَّيِّدِ وَقِيلَ غَيْرُ ذَلِكَ ”وَالْعَالَةُ“ : الْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهُ ”مَلِيًّا“ أَي زَمَنًا طَوِيلًا وَكَانَ ذَلِكَ ثَلَاثًا.

(۶۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے۔ بظاہر اس پر نہ تو سفر کے آثار تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے زانو سے زانو ملا کر اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گیا اور کہا۔ اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ آپؐ سے سوالات بھی کر رہا ہے اور آپؐ کے جواب کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا اس نے کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ اسکو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ پھر مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا باندی اپنی مالکہ کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس بکریاں چرانے والوں کو عمارتوں کی تعمیر میں فخر کرتے ہوئے پاؤں گے۔ پھر وہ سائل چل حیا میں نے کچھ وقت انتظار کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھے وہ اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی باتیں سکھائیں۔ (مسلم)

اس حدیث میں وارد الفاظ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی کے معنی ہیں کہ باندیوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ باندی اپنے مالک کی بیٹی

جنے گی، اور مالک کی بیٹی بھی مالک ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ العالة کے معنی ہیں فقراء۔ ملیا کے معنی ہیں زمانہ طویل جو اس حدیث میں تین دن ہیں۔

**تخریج حدیث (۶۰):** صحیح مسلم، کتاب الایمان۔

**کلمات حدیث:** اماراتہا، الامارة: علامت، نشانی جمع امارات۔ الامرۃ: بیابان میں پتھر کا چھوٹا نشان۔ الحفاة: جمع الحافی ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) زیادہ چلنے سے پاؤں گھسنا۔ ننگے پاؤں چلنا۔ العراء: جمع عاری: ننگا، برہنہ۔ عری عرباً (باب سمع) العالة: عال، عیلا۔ (باب ضرب) محتاج کرنا محتاج ہونا۔ عائل: محتاج، جمع عالة۔ رعاء: رعى، برعى، رعياً (باب ضرب) جانور کا گھاس چرنا۔ الراعى: چرواہا جمع رعاة ورعاء۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک حدیث جبرائیل علیہ السلام کے نام سے متعارف ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھا کرو لیکن صحابہ کرام آپ ﷺ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ ﷺ کی شخصیت کا ان پر اس قدر رعب تھا کہ انہیں سوال کرنے میں تامل ہوتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ دین کی بنیادی باتوں کا سوال کریں اور آپ ﷺ کے جواب سے صحابہ کرام مستفید ہوں۔ بعض علماء نے اس حدیث مبارک کی جامعیت کی بنا پر ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح سورہ فاتحہ قرآن کریم کے تمام مضامین کی جامع ہونے کی بنا پر ام القرآن کہلاتی ہے اسی طرح یہ حدیث بھی سنت میں بیان کردہ علوم کی جامع ہونے کی بنا پر ام السنہ کہلانے کی مستحق ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں سائل کے جواب میں پانچ امور کا بیان فرمایا ہے: اسلام، ایمان، احسان، قیامت سے متعلق انبیا و اور علامات قیامت۔

اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام اسلام اسی لیے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے اور یہی اس کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾ ”تمہارا اللہ وہی الہ واحد ہے لہذا تم اسی کے فرماں بردار مطیع ہو جاؤ۔“ (الحج: ۲۲) نیز فرمایا کہ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ ”اور اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔“ (نساء: ۱۲۵) اور اسی اسلام کے متعلق اعلان فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ ”جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔“ (آل عمران: ۸۵) بہر حال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بشرط استطاعت اللہ کے گھر کا حج کرو۔ یہ پانچ ارکان اسلام ہیں۔

ایمان کے معنی ہیں کہ اللہ کے رسول ان امور کے بارے میں جو ہمارے ادراک و شعور اور عقل و فہم سے ماوراء ہیں جو کچھ تلائیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کر لیں۔ بہر حال شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیبی ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے احساس و ادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے اسی لیے ارشاد فرمایا:

﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾

فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر یوم آخرت پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر اسی کی جانب سے ہے۔ ایمان کے ان امور ششگاہ کا ذکر نہ صرف یہ کہ متعدد احادیث میں آیا ہے بلکہ قرآن کریم میں جا بجا متعدد آیات میں ان ایمانی امور کو اسی تفصیل اور تعین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک وحدہ لا شریک لہ خالق کائنات اور رب العالمین ہونے کا یقین کیا جائے عیب اور نقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف سمجھا جائے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ مخلوقات میں ایک نورانی مخلوق ہے جو ہر لحظہ حکم الہی کی تعمیل میں اور اس کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں اور ان کا وجود شر اور عصیان سے پاک ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی ہدایت دے کر بھیجا ہے اور انہوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں کو پہنچایا اور ان کو راہ راست پر لانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔

ایمان بالیوم الآخر یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کر دی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور جس نے یہاں جو کچھ کیا ہے ان تمام اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔

ایمان بالقدر یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہو رہا ہے جس کو وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا یہ کارخانہ اس کی منشا کے خلاف اور اس کی مرضی کے علی الرغم چل رہا ہو۔ بلکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اسی کے حکم سے ہوتی ہے۔

احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے کہ اللہ سبحانہ جو میرا مالک ہے وہ حاضر و ناظر ہے اور میرے ہر کام کو بلکہ میری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ اس تصور سے ایک خاص کیفیت اور بندگی میں ایک خاص شان نیاز مندی پیدا ہوگی۔ غرض احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے گویا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اسلام ایمان اور احسان کے بعد سائل نے قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ حضور اکرم ﷺ نے یہ طرز تعبیر اس لیے اختیار فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی بھی مسئول عنہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس حدیث کی اس روایت میں جو صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ لقمان میں ذکر فرمایا ہے۔

### علامات قیامت

ازاں بعد سائل نے علامات قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک علامت تو یہ ہے کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی عام ہو جائے گی حتیٰ کہ لڑکیاں جن کی سرشت میں ماؤں کی اطاعت اور وفاداری کا عنصر بہت غالب ہوتا ہے وہ ماؤں کی نافرمان ہو جائیں گی اور ان پر حکومت چلائیں گی، جس طرح ایک مالکہ اپنی زر خرید باندی پر حکومت کرتی ہے۔ دوسری علامت یہ بیان فرمائی کہ بھوکے ننگے اور بکریوں کے چرانے والے اونچے اونچے محل بنوائیں گے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قرب قیامت میں دنیوی دولت و بالائری ان اراذل کے ہاتھوں میں آئے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے ان کو بس اونچے اونچے شاندار محل بنوانے سے شغف ہوگا اور اسی کو وہ سرمایہ فخر و مباہات سمجھیں گے اور اسی میں اپنی اولوالعزمی دکھائیں گے اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد اور گفتگو حیات طیبہ کے آخر میں ہوئی تھی گویا تیس سال میں جس دین کی تعلیم مکمل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کے ان سوالات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب بیان کرا کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم کی تکمیل کر دی جائے اور ان کو اس امانت کا امین بنادیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین کا حاصل بس تین ہی باتیں ہیں:

۱۔ بندہ اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار بنادے اور اس کی بندگی کو اپنی زندگی بنالے اور اسی کا نام اسلام ہے اور ارکان اسلام اسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

۲۔ ان اہم غیبی حقیقتوں کو مانا جائے اور ان پر یقین کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بتلائیں اور جن کو ماننے کی دعوت دی اور اسی کا نام ایمان ہے۔

۳۔ اور اللہ نصیب فرمائے تو اسلام و ایمان کی منزلیں طے کر لینے کے بعد تیسری اور آخری تکمیلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایسا استحضار اور دل کو مراقبہ حضور و شہود کی ایسی کیفیت نصیب ہو جائے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی فرماں برداری و بندگی اس طرح ہونے لگے کہ گویا اپنے پورے جمال و جلال کے ساتھ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم کو دیکھ رہا ہے اور اسی کیف و حال کا نام احسان ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۵۵۔ معارف الحدیث: ۱/۴۶۔ الجامع للترمذی: ۷/۳۸۰)

### ہر حال میں خوف خدا و امن گیر رہنا چاہیے

۶۱. عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ



اللہ ﷻ قَالَ : اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّبِيلَ الْحَسَنَةَ تَمُحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۶۱) حضرت ابو ذر اور حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو برائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۶۱): الجامع للترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس .

### حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حالات

**راوی حدیث:** حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ دعوت اسلام کا چرچا سنا تو اپنے بھائی انیس کو تحقیق کے لیے بھیجا پھر خود ہی آئے اور حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے قبیلہ کی جانب داعی بنا کر روانہ فرمایا۔ قبیلہ کے نصف لوگ تو اسی وقت اسلام میں داخل ہو گئے باقی لوگوں نے ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا ہجرت نبوی ﷺ کے بعد حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ آپ سے ۲۸۱ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۲ متفق علیہ ہیں۔ ربذہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۶۳)

**کلمات حدیث:** اتقِ اللہ حیثما کنت : جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ وقی وقایۃ : (باب ضرب) حفاظت کرنا۔ تقی، یتقی، تقیۃ : پرہیز کرنا۔ التقوی : پرہیزگاری۔ اللہ کا خوف اور اس کے احکام پر عمل۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اس میں تین مختصر فقرے ہیں جو اپنے اندر معانی کا دریا سمیٹے ہوئے ہیں۔ پہلے فقرے میں فرمایا تم جہاں کہیں بھی جس حال میں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور زندگی کے ہر لمحے میں تقویٰ اس کا شعار رہتا ہے۔ تقویٰ دراصل ایک بہت جامع لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر عائد ہونے والے تمام حقوق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل اور اس نے جن امور سے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب تقویٰ ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہر حال اور زندگی کے ہر مرحلے میں احکام الہی کا پابند ہے لیکن انسان کے وجود اور اس کی سرشت میں خطا اور نسیان شامل ہیں۔ اس کے ساتھ نفس بھی موجود ہے جو اسے اپنی خواہشوں کی تکمیل پر اکساتا ہے اور انسان کا ازلی دشمن شیطان بھی جو اسے آمادہ گناہ کرتا رہتا ہے، اندریں صورت اگر بندہ مومن سے بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہو جائے یا کسی معصیت کا مرتکب ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ پھر عمل صالح اور نیکی کی طرف راغب ہو کہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾

”البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔“ (ہود: ۱۱)

یعنی نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو۔ حضرات مفسرین نے فرمایا کہ نیک کام سے تمام نیک کام مراد ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حسن خلق اور حسن معاملہ سب ہی شامل ہیں، مگر نماز کو ان سب میں اولیت حاصل ہے۔ اسی طرح سینات کا لفظ تمام برے کاموں کو حاوی اور شامل ہے خواہ وہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ، لیکن قرآن مجید کی ایک دوسری آیت نیز رسول کریم ﷺ کے متعدد ارشادات نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے معنی یہ ہیں کہ نیک کام جن میں نماز سب سے افضل ہے صغیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں اور ان کے گناہ کو مٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾

”یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کا خود کفارہ کر دیں گے۔“ (النساء: ۳۱)

(معارف القرآن: ۴/۶۷۷)

ازاں بعد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ یعنی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو انہیں کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ اور جس قدر ممکن ہو ان کی خدمت کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن امور کی تاکید فرمائی ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ انسانوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر امت کو اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“ نیز فرمایا کہ ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

(دلیل الفالحین: ۱/۱۶۴۔ معارف الحدیث: ۲/۱۰۷۔ تحفۃ الاحوذی: ۶/۱۱۲)

### تقدیر پر پختہ ایمان ہونا چاہیے

۶۲. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ”كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ:

يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ

وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ

قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ

غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفَ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَةِ وَاعْلَمْ أَنَّ

مَا أَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ

## الْفَرَجَ مَعَ الْكُرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا“

(۶۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپؐ نے فرمایا نو جوان میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد کا طالب ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا کے لوگ تجھے فائدہ پہنچانے پر مجتمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ قلم لکھ چکے ہیں اور تقدیر کے دفا تر خشک ہو چکے ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ فراخی کے زمانے میں اللہ کو یاد رکھو وہ تنگی میں تمہیں یاد رکھے گا۔ یقین رکھو کہ جو بات (تقدیر کی) تم سے خطا کر گئی وہ تم تک پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو بات تمہیں پہنچ گئی ہے وہ تم سے چوکنے والی نہ تھی۔ جان لو کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہے اور تکلیف کے ساتھ کشادگی ہے اور تنگی کے ساتھ کشادگی ہے۔

**تخریج حدیث (۶۳):** الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة.

**کلمات حدیث:** جفت : جف، جفافاً (باب ضرب) خشک ہونا، سوکھنا۔ الصحف : جمع صحیفہ، لکھا ہوا کاغذ، لکھے ہوئے اوراق۔ المصحف : مجلد کتاب، قرآن کریم۔

**شرح حدیث:** زندگی کے ہر لمحے اور ہر ساعت میں اللہ سبحانہ کی بندگی اور ان کے احکام کی اطاعت ہی بندہ مؤمن کی حیات ہے۔ اللہ سبحانہ کے تمام حقوق کی رعایت رکھنا اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل بندہ مؤمن کی حفاظت کا سامان ہے کہ اسے غوائل نفس سے مکائد شیطان سے اور مصائب دنیا سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِيْ أَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ﴾

”تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔“

یعنی اتباع اور اطاعت کا اپنا عہد پورا کرو اور میں اپنا عہد پورا کروں گا کہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دوں گا۔ (معارف القرآن : ۲۰۶/۱)

یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور اس کے مخاطب بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو علم و عمل کمال اخلاق اور حسن احوال میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے فرمایا کہ ہمہ وقت احکام الہی کی رعایت ملحوظ رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے کہ اس کی تائید و اعانت تمہیں حاصل ہوگی اور اس کے انس اور محبت سے سرفراز ہو کر تمام مخلوقات سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ جب بھی کوئی حاجت درپیش ہو اللہ ہی سے سوال کرو اور اسی سے مانگو۔ واسئلوا اللہ من فضله یعنی جب تم کسی کو کمال میں اپنے سے زائد دیکھو تو بجائے اس کے کہ اس خاص کمال میں اس کے برابر ہونے کی تمنا کرو تمہیں کرنا یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و کرم کی

درخواست کرو کیونکہ فضل خداوندی ہر شخص کے لیے جدا جدا صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کسی کے لیے مال و دولت فضل الہی ہوتا ہے اگر وہ فقیر ہو جائے تو گناہ و کفر میں مبتلا ہو جائے۔ اور کسی کے لیے تنگی اور تنگدستی ہی فضل ہوتا ہے اگر وہ غنی اور مالدار ہو جائے تو ہزاروں گناہوں کا شکار ہو جائے۔ اسی طرح کسی کی عزت و جاہ کی صورت میں فضل خداوندی ہوتا ہے کسی کے لیے گناہی اور کمپرسی ہی میں اس کے فضل کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق تم پر فضل کا دروازہ کھول دے۔

(معارف القرآن : ۱/۳۹۲)

حقیقت یہ ہے کہ تمام خزانے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے سوا نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ چھین سکتا ہے بات یقین کی ہے جس قدر یقین پختہ اور ایمان کامل ہوگا اللہ تعالیٰ پر اعتماد میں اضافہ ہوگا اور مخلوقات سے توجہ ہٹ جائے گی اور جس قدر یقین میں کمی اور غفلت ہوگی اسی قدر مخلوق کی جانب احتیاج بڑھے گی۔ اس لیے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ جو مانگے وہ اللہ سے مانگے اور جو استعانت طلب کرے وہ اللہ ہی سے کرے کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت اور قدرت حاصل نہیں ہے اور جب ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو ان سے مانگنا بھی فضول ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات کسی کو فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات مل کر کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ قلم تقدیر لکھ چکا اور دفاتر خشک ہو چکے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۶۶)

### ہر گناہ اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے

۶۳. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعْتَمِدُهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَوْبِقَاتِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .  
 قَالَ " الْمَوْبِقَاتُ " : الْمُهْلِكَاتُ .

(۶۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے کام کر لیتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک (ہلکے) ہیں لیکن ہم عہد رسالت ﷺ میں انہیں موبقات میں سمجھتے تھے۔ (صحیح البخاری)

موبقات کے معنی ہیں ہلاک کرنے والے۔

**تخریج حدیث (۶۳):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما يتقى من محقرات الذنوب .

**کلمات حدیث:** أدق : زیادہ باریک، زیادہ چھوٹا۔ دق، دقة (باب نصر) باریک ہونا، دشوار ہونا۔ الموبقات : جمع موبق : ہلاک کرنے والا۔ وبق، يبق، وبقاً (ض) ہلاک ہونا۔ السبع الموبقات : سات بڑے گناہ جو ہلاک کرنے والے ہیں۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیا تھا ان میں خشیت الہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی اور تزکیہ نبوی ﷺ سے ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے تھے اور ان کے قلوب مطہر ہو گئے تھے۔ وہ ذرا ذرا سی اور



معمولی معمولی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے لرزتے اور کانپتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ایسا محسوس کرتے جیسے جنت و دوزخ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب دربار نبوت ﷺ سے اٹھ آتے اور اس کیفیت میں کمی آ جاتی تو اس پر گھبرا اٹھتے کہ کہیں یہ نفاق کی تو کوئی صورت نہیں ہے بے چین ہو کر سرکار رسالت مآب ﷺ میں آتے اور جب تک آپ ﷺ سے دریافت نہ کر لیتے تسلی نہ ہوتی۔ اسی بنا پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جن باتوں کو معمولی سمجھ کر گزرتے ہو ہم انہیں اپنے لیے ہلاکت میں ڈالنے والی سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر خشیت الہی میں اضافہ ہوگا اسی قدر انسان گناہوں سے دور ہوگا۔ ایک حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ مؤمن گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے ایک بڑی چٹان ہے جو اس پر گرنے والی ہے اور کافر گناہ کو ایسا ہلکا سمجھتا ہے جیسا ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی۔ (دلیل الفالحین: ۱۷۰/۱)

### حرام کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے

۶۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يَأْتِيَ الْمَرْءَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَيُتَّفَقَ عَلَيْهِ. "وَغَيْرَةُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ: وَأَصْلُهَا الْأَنْفَةُ.

(۶۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندہ کسی ایسے کام کو کرے جس کو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ) غیرت کے اصل معنی خود داری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۲): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغيرة. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش.

کلمات حدیث: غار یغار غیرت: غیرت کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی جانب غیرت کی نسبت سے مراد یہ ہے کہ جن برے امور سے حق سبحانہ نے منع فرمایا ہے، ظاہر ہے ان سے باز رہنا خود انسان کے مفاد میں ہے کہ انسان گناہوں کے ارتکاب سے ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے، حق سبحانہ اس کو ہلاکت اور تباہی سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ اس تباہی کے غار میں گرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی انتہائی رحم دل مالک اور آقا اپنے ماتحت کو سختی سے کسی ایسے کام سے منع کرے جو مراسر اس کے نقصان کا ہے اس کے باوجود وہ اسے کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۶۲/۲۔ دلیل الفالحین: ۱۷۰/۱)

### بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ

۶۵. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي

اسرائیل ابرص واقرع واعمى اراد الله ان يتليهم فبعث اليهم ملكا فاتى ابرص فقال : اى شىء احب اليك ؟ قال : لون حسن وجلد حسن ويذهب عني الذي قد قدرني الناس فمسحه فذهب عنه قدره واعطى لونا حسنا فقال : فائى المال احب اليك ؟ قال الابل . او قال البقر . شك الراوى فاعطى ناقة عشر آء فقال : بارك الله لك فيها فاتى الاقرع فقال : اى شىء احب اليك ؟ قال شعر حسن ويذهب عني هذا الذي قدرني الناس فمسحه فذهب عنه واعطى شعرا حسنا ، قال : فائى المال احب اليك ؟ قال : البقر فاعطى بقرة حاملا قال بارك الله لك فيها فاتى الاعمى فقال : اى شىء احب اليك ؟ قال : ان يرد الله الى بصري فابصر الناس فمسحه فرد الله اليه بصره قال : فائى المال احب اليك ؟ قال : الغنم فاعطى شاة والدا ، فانتج هذان وولد هذا فكان لهذا واد من الابل ، ولهذا واد من البقر ولهذا واد من الغنم ثم انه اتى ابرص فى صورته وهيئته فقال : رجل مسكين قد انقطعت بى الجبال فى سفرى فلا بلاغ لى اليوم الا بالله ثم بك اسالك بالذى اعطاك اللون الحسن والجلد الحسن والمال بغيرا اتبلغ به فى سفرى ؟ فقال : الحقوق كثيرة . فقال كاتى اعرفك ، لم تكن ابرص يقدرك الناس فقيرا فاعطاك الله ؟ فقال انما ورثت هذا المال كابرا عن كابر ، فقال ان كنت كاذبا فصيرك الله الى ما كنت واتى الاقرع فى صورته وهيئته فقال له مثل ما قال لهذا ورد عليه مثل ما رد هذا فقال : ان كنت كاذبا فصيرك الله الى ما كنت . واتى الاعمى فى صورته وهيئته فقال : رجل مسكين وابن سبيل انقطعت بى الجبال فى سفرى فلا بلاغ لى اليوم الا بالله ثم بك اسالك بالذى رد عليك بصرك شاة اتبلغ بها فى سفرى ؟ فقال : قد كنت اعمى فرد الله الى بصري فخذ ماشيت ودع ماشيت فوالله اجهذك اليوم بشىء اخذته لله عز وجل . فقال : امسك مالك فانما ابتليتم فقد رضى الله عنك وسخط على صاحبيك " متفق عليه .

"والناقة العشر آء" بضم العين وفتح السين وبالمدة : هى الحامل قوله "انتج" وفى رواية "فتج" معناه تولي نتاجها والنتاج للناقة كالقابلة للمرأة . وقوله "ولد هذا" هو بتشديد اللام : اى تولي ولادتها وهو بمعنى نتج فى الناقة . فالمولد ، والنتاج والقابلة . بمعنى لكن هذا للحيوان ، وذاك لغيره . قوله : ، انقطعت بى الجبال : هو . بالحاء المهملة ، والباء الموحدة : اى الاسباب . وقوله : "لا اجهذك" معناه : لا اشق عليك فى رد شىء تاخذه او تطلبه من مالى . وفى رواية البخارى : "لا احمذك" بالحاء المهملة والميم ومعناه : لا احمذك بترك شىء تحتاج اليه كما قالوا : ليس على طول الحياة ندم : اى على فوات طولها .

(۶۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے،

مبروص، گنجا اور نابینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجا۔ فرشتہ ابرص (کوڑھی) کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور خوبصورت جسم اور اس گھٹاؤنی بیماری سے نجات جس کے سبب سب لوگ مجھ سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی وہ بیماری دور ہو گئی اور خوبصورت جلد نکل آئی۔ فرشتے نے پوچھا کہ کون سا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے کہا کہ اونٹ یا گائے، راوی کو اس میں شک ہے۔ اسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دیدی اور کہا کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ گنجه کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے اس نے کہا کہ خوبصورت بال نکل آئیں تاکہ وہ عیب دور ہو جائے جسکی وجہ سے لوگ مجھے برا سمجھتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج جاتا رہا اور خوبصورت بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھے کون سا مال محبوب ہے۔ اس نے کہا گائے۔ تو اسے ایک حاملہ گائے عطا کی گئی اور فرشتے نے کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اللہ میری نگاہ واپس کر دے میں لوگوں کو دیکھ سکوں فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اسکی بینائی لوٹادی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کون سا مال محبوب ہے اس نے کہا بکری۔ تو اسکو بچہ دینے والی بکری دیدی گئی۔ پھر دونوں کے جانوروں نے بھی بچے دیئے اور اسکے جانور نے بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کی ایک وادی اونٹ سے بھر گئی، دوسرے کی گایوں سے بھر گئی اور تیسرے کی بکریوں سے بھر گئی۔

فرشتہ پھر اپنی پہلی بنیت اور صورت میں مبروص کے پاس آیا اور کہا کہ میں مسکین ہوں، وسائل سفر سے محروم ہوں اب میرے لئے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تجھ سے اس ذات کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے خوبصورت رنگ اچھی جلد اور مال عطا فرمایا کہ مجھے ایک اونٹ دیدے تاکہ میں اس پر سوار ہو کر اپنی منزل کو پہنچ سکوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میرے ذمہ بہت حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو پہلے مبروص نہیں تھا اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو فقیر تھا اللہ نے تجھے مالدار بنادیا۔ وہ بولا: یہ مال و دولت تو میری موروٹی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے دیسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ فرشتہ پھر اپنی پہلے والی حالت و صورت میں گنجه کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو پہلے سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے دیسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ اسکے بعد فرشتہ اپنی پہلے والی حالت و صورت میں اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں مسکین مسافر ہوں، میرے وسائل سفر ختم ہو گئے اب میرے لئے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تم سے اللہ کے نام سے جس نے تمہاری بینائی لوٹائی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ تکمیل سفر کی کوئی صورت کروں۔ وہ بولا: بے شک میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بینائی عطا فرمائی۔ تم جتنا چاہو میرے مال میں سے لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم آج اللہ کے نام پر تم جو لینا چاہو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تمہارا مال تمہیں مبارک۔ یہ تو تمہاری آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔ (متفق علیہ)

النافۃ العُشراء عین کے ضمہ ش کے زبر اور مد کے ساتھ۔ حاملہ اونٹنی۔ انج اور دوسری روایت میں فنتج معنی ہیں اسکی پیداوار کا مالک



ہوا۔ ناتج وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے جیسے عورت کیلئے قابلہ (دایہ) ولد ہذا۔

یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا۔ ولد ایسے ہی ہے جیسے ناتج میں ناتج ہے، یعنی مولد ناتج اور قابلہ کے ایک ہی معنی ہیں، لیکن قابلہ انسان کیلئے ہے اور باقی دو الفاظ حیوان کیلئے ہیں۔ انقطعت بنی الحبال حاء مہملہ کیساتھ اور باء موحده کیساتھ یعنی اسباب۔ لا اجدک۔ یعنی میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا کہ تم میرے مال سے کیا طلب کرو اور کیا لے لو۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے لا اجدک حاء مہملہ اور میم کیساتھ اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو اور تم نہ لو تو میں تمہاری تعریف نہیں کروں گا (مجھے اچھا نہیں لگے گا) جیسے کہتے ہیں لیس علی طول الحیاة ندم یعنی عمر داز پر کوئی ندامت نہیں۔ یعنی عمر کے لمبا نہ ہونے پر۔

**تخریج حدیث (۶۵):**

صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب

الزهد

**کلمات حدیث:** اقرع : گنجامونٹ قراءاء، جمع قرعان . جبل اقرع : پہاڑ نباتات سے خالی۔ عود اقرع : چھال اتری ہوئی لکڑی۔ الأعمی : اندھا مونٹ عمیاء جمع عمیان : عمی، یعنی عمی (باب سمع) اندھا ہونا۔ لون: رنگ جمع الوان، لون تلویناً (باب تفعیل) رنگین کرنا۔ قدر قذراً (باب نصر) گندا کرنا۔ گندا ہونا۔ القذر : میل کچیل، جمع اقذار۔ عشراء : دس ماہ کی گا بھن اونٹنی جمع عشار . حبال : جمع حبل : رسی، وسائل و اسباب۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے دین کی سچائی اور اس کی صداقت کے بیان کے لیے متعدد اسلوب اختیار فرمائے ان اسالیب میں سے ایک اسلوب اہم سابقہ کے احوال بیان کر کے اور ان کے اعمال اور ان کے نتائج ذکر کر کے اپنی امت کو متنبہ فرمانا ہے کہ اعمال خیر کے کیا فوائد ہیں اور اعمال شر کے کیا مفسد اور نقصانات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر احسان فرمایا۔ مگر ان میں سے دو (مبروص اور اقرع) نے ناشکری اختیار کی اور نابینا بنے شکر و حمد و ثنا کا طریقہ اختیار کیا اور اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دینے کا ارادہ کیا جس پر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوئے اور باقی دو پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس مقام پر ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ برص اور قرع ایسی بیماریاں ہیں جو انسان کے مزاج میں فساد پیدا کر دیتی ہیں اور طبیعت کا یہ فساد ان کے احوال و اعمال پر بھی اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ ان دونوں نے وہ رویہ اختیار کیا جو بیان کیا گیا۔ جبکہ بینائی کا نہ ہونا انسان کے مزاج پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ نابینا شخص نے نرمی اختیار کی اور شکر کی روش اپنائی۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث ابرص واعمی و اقرع فی بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب

الزهد والرقاق . دلیل الفالحین : ۱/۱۷۰)

**عقل مند کون ہے؟**

۶۶. عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْكَيْسُ



مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ، هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ رَوَاهُ  
التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ، مِنَ الْعُلَمَاءِ: مَعْنَى "دَانَ نَفْسَهُ" حَاسَبَهَا.

(۶۶) حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو ہوائے نفس کا تابع ہو اور اللہ تعالیٰ سے توقعات وابستہ کرے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ دَانَ نَفْسَهُ کے معنی ہیں اپنے آپ کا محاسبہ کیا۔

**تخریج حدیث (۶۶):** الجامع الترمذی، ابواب القيامة، باب الكيس من دان نفسه.

**راوی حدیث:** حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تعلق تھا آپ اور آپ کے پورے خاندان نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ شداد علم اور علم دونوں کے مجمع البحرین ہیں۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۵۰ ہے، ۵۸ میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب، اسد الغابۃ: ۲/۳۸۸)

**کلمات حدیث:** کیس: داننا، سمجھدار جمع اکیاس۔ کاس، یکیس، کیسا (باب ضرب) ذہین ہونا، زیرک ہونا۔ ہوی: خواہش نفس۔ ہوی، بھوی (باب مع) آرزو کرنا، خواہش کرنا۔ تمنی: ارادہ کرنا۔

**شرح حدیث:** دنیا اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور آخرت غیر فانی اور جاودانی ہے اور وہاں کی زندگی بھی ابدی اور لافانی ہے، دنیا کی زندگی آلام و مصائب اور رنج و محن سے لبریز ہے، آخرت کی زندگی ہر کدورت سے خالی اور ہر فکر و پریشانی سے پاک ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر بکری کے ایک بوجے (کن کٹے) مردہ بچے پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی ہم تو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے، جتنا یہ مردار تمہاری نظر میں ہے۔

ظاہر ہے کہ عقلمند وہی ہوگا جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا اور شب و روز اپنی ذات کے محاسبہ میں مصروف رہے گا کہ ہر روز دیکھے کہ کون سے اچھے عمل کیے اور کون سے برے اعمال سے توبہ و استغفار کرے اور عزم کرے کہ اگلے روز ان برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا اور اپنے اعمال خیر میں اضافہ کرے گا۔ اپنی زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں اور آخرت کی تیاری میں محاسبہ نفس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۴۰/۱۰۔ معارف الحدیث: ۲/۴۵)

## لا یعنی باتوں سے اجتناب کرنا ایمان کا تقاضہ ہے

۶۷. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مِنْ حُسْنِ

إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْبَغِيهِ" حَدِيثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ.

(۶۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے حسن اسلام کی ایک علامت یہ ہے کہ لا یعنی

باتوں کو ترک کر دے۔ (ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

**تخریج حدیث (۶۷):** الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فیمن تکلم فیما لا ینبغیہ.

**کلمات حدیث:** لا ینبغیہ : جو اس کے لیے مفید نہ ہو بلکہ فضول ہو۔ عنی، یعنی، عنیا (باب سمح)

**شرح حدیث:** انسان اس دنیا میں عمل کے لیے بھیجا گیا ہے ایسا عمل جس میں اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہو انسان کی زندگی

مختصر ہے اور اس کو ایک محدود فرصت عمل دستیاب ہے وہ اگر اسے لا یعنی اور فضول باتوں میں صرف کر دے گا تو اس محدود مدت میں ان

کے اعمال کی کمی واقع ہوگی جو اس کی زندگی سنوارنے اور اس کی آخرت کو کامیاب بنانے میں مفید ہو۔ اس لیے تقاضائے فہم و دانش یہ ہے

کہ آدمی ان باتوں سے احتراز کرے جو غیر مفید اور غیر ضروری ہوں خواہ ان کا تعلق افعال سے ہو یا عمل سے۔ انسان کے لیے ضروری ہے

کہ ان امور مہمہ کو انجام دینے میں اپنی صلاحیت اور وقت کو صرف کرے جن میں اس کی معاش اور معاد کی اصلاح ہو۔ کمالات علمیہ اور

فضائل علمیہ کے حصول میں مصروف ہو اور اعمال صالحہ میں اپنے اوقات صرف کرے تاکہ اللہ کے یہاں سرخرو اور کامیاب ہو اور ہر وقت

اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس سے کوئی فضول بات یا غیر ضروری کام تو سرزد نہیں ہو گیا۔ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور

دریائے معانی پر مشتمل ہے اور ایک باعمل انسان کے لیے مشعل راہ ہے کہ اسلام کی خوبصورتی اور اس کا حسن لا یعنی اور فضول باتوں کا ترک

کر دینا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۷۷)



۶۸. عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَ ضَرَبَ

أُفْرَأَتَهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

(۶۸) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا۔ (ابوداؤد)

**تخریج حدیث (۶۸):** سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء.

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے انسان کی معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے انتہائی بہترین ہدایات عطا فرمائیں۔ ان میں

سب سے نمایاں ہدایت انسان کی عائلی نجی زندگی میں عدم مداخلت ہے اور اسی میں سے ایک بہترین ہدایت یہ ہے کہ آدمی دوسرے سے

اس کے اپنی بیوی کو مارنے کی وجہ دریافت نہ کرے کہ حیا اس سے مانع ہے کہ آدمی اپنی عائلی زندگی کے مسائل دوسرے کے سامنے بیان

کرے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۷۸)

## باب فی التقویٰ تقویٰ کا بیان

۲۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَائِهِ﴾

فرمان الہی ہے :

”مؤمنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔“ (آل عمران: ۱۰۲)

تفسیری نکات:

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے یعنی ان تمام امور سے بچنے کا اہتمام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان جملہ احکام و فرائض کی انجام دہی جن کا حکم فرمایا ہے۔  
تقویٰ کے معنی اجتناب کرنے اور بچنے کے ہیں اس کا ترجمہ ڈرنا اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر ہوتا ہے۔ تقویٰ کے کئی درجات ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا ہے اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان کو متقی کہا جاسکتا ہے۔ دوسرا درجہ جو اصل مطلوب ہے وہ ان تمام امور سے بچنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور ان تمام اعمال و افعال کو انجام دینا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ قلب کو غیر اللہ کی آلودگی سے بچا کر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھنا۔ (معارف القرآن: ۱۲۷/۲)

۲۲. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

وَهَذِهِ آيَةٌ مُّبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْأُولَىٰ.

نیز فرمایا:

”سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔“ (التغابن: ۱۶)

در اصل یہ آیت کی وضاحت ہے۔

تفسیری نکات:

دوسری آیت دراصل پہلی آیت کی تفسیر ہے اور اس کی وضاحت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ درحقیقت اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری قدرت میں ہے ﴿حَقَّ تَقَائِهِ﴾ کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دے تو حق تقویٰ ادا ہو گیا۔

۲۳. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾  
وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالتَّقْوَى كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

نیز فرمایا:

”مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہا کرو۔“ (الاحزاب: ۷۰)

تقویٰ کے حکم پر مشتمل آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ اے مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور قول سدید کہا کرو۔ یعنی جو بات منہ سے نکالو وہ سچی اور کھری ہو اس میں کوئی ملاوٹ اور کوئی کھوٹ نہ ہو وہ دل سے نکلنے والی اور دل میں اتر جانے والی ہو، اس میں خشیت الہی ہو وہ خوفِ خدا سے لبریز ہو۔ کہ اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

(تفسیر عثمانی)

۲۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ﴿۷۱﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

نیز فرمایا:

”جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے مخلص کی صورت پیدا فرما دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔“ (الطلاق: ۲-۳)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں بیان ہے کہ اللہ کا تقویٰ آدمی کے لیے مشکلات اور مصائب سے نکلنے کا راستہ بناتا ہے اور دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کا فور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

(تفسیر عثمانی)

۲۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۷۲﴾﴾

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.



مزید فرمایا:

”اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو کر دے گا تم میں فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا

ہے۔“ (الانفال: ۲۹)

تقویٰ سے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو معلوم و متعارف ہیں۔

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں اللہ سبحانہ نے تقویٰ کے تین فوائد اور نتائج بیان فرمائے ہیں، فرقان، کفارہ سیئات اور مغفرت۔ فرقان کے معنی ہیں وہ شے جو دو چیزوں میں واضح فرق کر دے اسی لیے فیصلے کو فرقان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کو بھی فرقان کہا جاتا ہے کہ اہل تقویٰ کو دشمن کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دوسری چیز جو تقویٰ کے صلے میں عطا ہوتی ہے کفارہ سیئات ہے یعنی جو خطائیں اور لغزشیں آدمی سے سرزد ہو جاتی ہیں اللہ ان کو دنیا ہی میں بدل دیتا ہے اور ان کا کفارہ کر دیتا ہے یعنی اس کو ایسے اعمال صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آ جاتے ہیں تیسری چیز جو تقویٰ کے صلے میں ملتی ہے وہ آخرت کی مغفرت اور سب گناہوں کی معافی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (معارف القرآن: ۴/۲۱۸)

### تقویٰ حصول عزت کا سبب ہے

۶۹. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: ”أَتَقَاهُمْ“ فَقَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسَأُ لَكَ قَالَ: قِيُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ”قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسَأُ لَكَ قَالَ ”فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَتَّهُوا“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

و ”فَقَّهُوا“ بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُورِ وَحُكْمِي كَسْرُهَا: أَيُ عِلْمُوا أَحْكَامَ الشَّرْعِ.

(۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ! کہ لوگوں میں کون زیادہ قابل اکرام ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ان میں زیادہ تقویٰ والا ہو۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مکرم انسان حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں۔ اور ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو عرب کے خاندانوں کے بارے میں سوال کر رہے ہو۔ سنو جو جاہلیت کے دور میں مکرم تھا وہی عہد اسلام میں بھی مکرم ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

فقہواق کے ضمیمہ کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس نے شریعت کے احکام کی فہم حاصل کر لی۔

**تخریج حدیث (۶۹):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ﴿وَ اتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیہ السلام.

**کلمات حدیث:** الفقہ : جاننا اور سمجھنا، احکام شرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ۔ فقیہ : علم فقہ کا جاننے والا جمع فقہاء۔ فقہاء اربعہ : امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ عدن، عدنا (باب نصر و ضرب) عدن بالمکنان: اقامت کرنا۔ معدن : سونے چاندی کی کان جمع معادن۔

**شرح حدیث:** امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ کرم کی اصل کثرت خیر ہے۔ جو شخص متقی ہے وہ دنیا میں کثیر الخیر اور آخرت میں صاحب درجات عالیہ ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سوال کے جواب میں کم کون زیادہ قابل اکرام ہے فرمایا کہ وہ جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہے۔ دوبارہ سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جو خود بھی نبی اور نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے تھے۔ ان سے بڑھ کر دینی روحانی کمال و شرافت میں کون ہوگا؟ اور تیسری مرتبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تم مجھ سے معادن عرب کے بارے میں پوچھ رہے ہو یعنی وہ لوگ جن میں زمانہ جاہلیت میں ایسی امتیازی شان اور خصوصیات موجود تھیں جن کی وجہ سے معزز و مکرم سمجھے جاتے تھے ان حضرات نے اسلام قبول کیا تو ان کی یہ خوبیاں مزید نکھر گئیں اور فہم دین نے ان کے محاسن کمال کو مزید اجاگر کر دیا۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۸۲ - عمدة القاری : ۱۴/۳۳۸)

### دنیا فریب ہے

۷۰. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةٍ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۷۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے کہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے مجتنب رہو اور عورتوں سے اجتناب کرو کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کا تھا۔ (صحیح مسلم)

**تخریج حدیث (۷۰):** صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء.

**کلمات حدیث:** حلوة: شیریں، میٹھا۔ حلا یحلو (باب نصر) میٹھا ہونا۔ خضر خضرأ (باب مع) سبز ہونا۔ سبز ہونا۔ خضر، سبزہ زار، سبز ٹہنی، سبز ترکاری۔ خضر مؤنث: خضر علیہ السلام۔ فتنہ آزمائش، جمع فتن۔

**شرح حدیث:** دنیا ہری بھری خوش رنگ اور دلکش ہے اس میں رعنائی ہے دلکشی ہے، اس میں کشش ہے جو انسان کو لبھانے والی اور اپنی طرف مائل کرنے والی ہے۔ مگر دنیا بقا اور دوام سے محروم اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ فنا سے دو چار اور ہر ساعت رو بہ زوال ہے۔ یہی اس کا فتنہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دانائی عطا فرمائی ہو وہ اپنے آپ کو اس کے فتنہ سے بچائے گا اور احتیاط کرے گا کہ کہیں وہ دنیا میں مبتلا ہو کر آخرت نہ فراموش کر بیٹھے۔ انسان کا اس دنیا میں وجود ہی اس کی آزمائش ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر کیا اعمال کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ

”فاتقوا دنیا“ (دنیا سے بچو)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بار میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ اقوام کے پاس جب مال و دولت دنیا آئی تو ان کی حرص و طمع میں اضافہ ہو گیا وہ دنیا کے دیوانے اور اسی کے متوالے ہو گئے اور اصل مقصد حیات کو فراموش کر بیٹھے پھر دنیا کی کشش اور طمع و لالچ نے باہم حسد اور بغض پیدا کر دیا اور بالآخر ان کی دنیا پرستی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا اس حدیث میں آپ ﷺ نے ازراہ شفقت امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں فقر و ناداری کا خوف نہیں بلکہ دنیا کی محبت میں پڑ کر تمہارے ہلاک و برباد ہو جانے کا زیادہ خوف ہے۔ (معارف الحدیث : ۵۵/۲)

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں سے بچے رہنا کہ عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت پر ہییزگاری اور پارسائی کے لئے بربادی کا سامان ہے اور افراد کیا یہ محبت بعض اوقات قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے، چنانچہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس سے بلعام بن باعوراء کی طرف اشارہ ہو جو اپنی بیوی کی غلط باتیں ماننے سے ہلاک ہوا۔

(دلیل الفالحین : ۱۸۳/۱)

## رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع دعاء

۷۱. عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ : ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتَّقَى وَالْعِفَافَ وَالْغِنَى“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے

ہدایت پر ہییزگاری پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

**تخریج حدیث (۷۱):**

صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب التعوذ من شر ما لم يعمل .

**شرح حدیث:** احادیث رسول کریم ﷺ عظیم الشان معارف علمی اور حقائق روحانی پر مشتمل ہیں، اور اسی طرح جو دعائیں آپ سے منقول (ماثور) ہیں وہ بھی اپنی فصاحت و بلاغت میں جزالت الفاظ میں اور معانی کی وسعت اور جامعیت میں انمول موتیوں کی طرح ہیں، یہ دعا بھی ایک عظیم الشان ہے جس میں چار امور کی دعاء کی گئی ہے، اولاً ہدایت کی، جس کی تعلیم خود اللہ سبحانہ نے سورہ فاتحہ میں فرمائی

ہے اور ارشاد فرمایا: ﴿أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ لفظ ہدایت کی بہترین تشریح امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے مفردات القرآن میں تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کے اصلی معنی کسی شخص کو منزل مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا۔

(معارف القرآن، تفسیر سورہ فاتحہ)

ثانیاً تقویٰ، یعنی اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، ایسی خشیت جس کے نتیجے میں انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام باتوں سے جن سے منع کیا گیا ہے رک جائے۔ ثالثاً عفاف یعنی پاک دامنی اس کے معنی ہر برائی اور ہر بری بات سے احتراز اور اللہ کو چھوڑ کر بندوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے اجتناب۔ رابعاً غنا یعنی مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ کا بندہ جو مانگے اور جب مانگے اللہ ہی سے مانگے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہ کرے، چنانچہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دولت مندی دل کا غنی ہونا ہے، اور ایک اور ماثور دعائیں یہ الفاظ آئے ہیں ”اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَنْ سِوَاكَ“ (اے اللہ تو اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا ہر مخلوق سے غنی بنادے)

### قسم توڑنے میں بہتری ہو تو توڑ دینا چاہیے

۷۲. عَنْ أَبِي طَرِيفٍ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ رَأَى اتَّقَى لِلَّهِ مِنْهَا فَلْيَاثِ التَّقْوَى“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۲) ابو طریف عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو

شخص قسم اٹھاتا ہے پھر اس سے کسی اور چیز کو بہتر پاتا ہے تو وہ بہتر کام کرے۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث (۷۲):

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نذوب من حلف یمیناً فرأى غیرہا خیراً منها :

راوی حدیث: حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ ظہور اسلام کے وقت قبیلہ طی کے سردار تھے، انواج اسلام قبیلہ طی کی طرف بڑھیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سارے خاندان کو لے کر شام چلے گئے، اتفاق سے ان کی ایک رشتہ دار خاتون پیچھے رہ گئیں اور گرفتار ہو کر مدینہ میں لائی گئیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بہت عزت و اکرام کا معاملہ کیا اور ان کو رخصت کیا، عدی کو جب آپ ﷺ کے اس حسن سلوک اور اخلاق عالیہ کا علم ہوا تو وہ کا شانہ نبوت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں گدے پر بیٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے عدی مسلمان ہو گئے، آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ قبیلہ طی کا امیر مقرر فرمایا۔ ۷۳۔ ۷۴ میں انتقال فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام: ۳۸۷/۲ - الاستیعاب: ۵۱۶/۲)

کلمات حدیث: حَلَفَ حَلْفًا (باب ضرب) اللہ کی قسم کھانا۔ الحلف: عہد و پیمان۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص کسی کام کے چھوڑنے یا کسی کام کے کرنے کا حلف اٹھالے پھر دیکھے کہ اس سے بہتر کام سامنے ہے تو اس کام کو کر لے، فقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہو اسے کرے معصیت والی قسم کو پورا



کرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی کسی معصیت کے کام کی قسم کھالے تو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ معصیت لعینہا ہے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں ہے، اور اگر معصیت لغیرہا جیسے عید کے دن کا روزہ تو اس کو کرنا بھی جائز نہیں ہے البتہ اس میں کفارہ لازم آئے گا۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۴۲۶)

### حجۃ الوداع کے موقع پر اہم نصیحتیں

۴۳. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ صَدِيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ "اتَّقُوا اللَّهَ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرَاءَكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي آخِرِ كِتَابِ الصَّلَاةِ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۴۳) حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے مہینے رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے امیروں کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (جامع ترمذی، آخر کتاب الصلوة، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۴۳): سنن الترمذی، ابواب الصلوة، باب صلاة الجمعة.

راوی حدیث: حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر کے غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا، ان کی نسائی سے ان کا پورا خاندان مشرف باسلام ہوا ان سے مروی احادیث کی تعداد ۲۵۰ ہے ۸۶ھ میں انتقال فرمایا، سو برس سے زائد عمر پائی۔ (الاصابة: ۳/۲۴۱، طبقات: ۷/۱۳۲، تہذیب التہذیب)

کلمات حدیث: یخطب، خطب خطبة (باب نصر) وعظ کہنا، تقریر کرنا۔ الخطابة: تقریر، فن تقریر، خطاب، بہت تقریر کرنے والا، خطیب، خطبہ پڑھنے والا، حج، خطباء۔

شرح حدیث: خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کہ یہ تمام امور کی اساس ہے مفہوم تقویٰ ہے ہر اس بات سے اجتناب کرنا جس سے منع کیا گیا ہے اور اس کام کو سرانجام دینا جس کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز، چنگانہ ادا کرو کہ یہ عبادت اللہ کے بندوں کی معراج ہے، روزے رکھو اور زکوٰۃ دو، اور امیروں کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ امیر کی امارت شرعی طریقے پر نافذ ہو جانے کے بعد تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے اجماع

نقل کیا ہے، نیز یہ کہ جب امارت کی شرائط کے مطابق امیر مقرر ہو جائے تو اس کی امارت سے بغاوت یا اس سے منازعت جائز نہیں ہے  
الایہ کہ اس کی طرف سے صریح کفر ظاہر ہو۔

(دلیل الفالحین: ۱/۱۸۵، شرح مسلم للنووی: ۲/۱۲۴، مشکوٰۃ المصابیح، مظاہر حق)

## باب فی الیقین و التوکل یقین اور توکل

۲۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝۲۲﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

”اور جب دیکھی مسلمانوں نے فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور سچ کہا اللہ نے

اور اس کے رسول ﷺ نے اور ان کو بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا۔“ (الاحزاب: ۲۲)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں اہل ایمان کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ جب ہر طرف سے کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر ان پر ٹوٹ پڑیں

اور کفر کی گھنائیں ہر سمت سے اٹھ کر آئیں (غزوہ احزاب) تو ان کے صبر و ثبات میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر

ان کا یقین اور پکا ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ اور رسول ﷺ نے پہلے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا

وعدہ ہو چکا تھا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہی ہمارا بہترین کارساز ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۷. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝۱۷۲ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝۱۷۱﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وہ لوگ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کفار نے تمہارے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا

اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے وہ بہت اچھا کارساز ہے، پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آئے تو ان کو کسی

قسم کا ضرر نہ پہنچا، اور اللہ کی رضا کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔“ (آل عمران: ۱۷۱، ۱۷۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں وارد ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ﴾ میں مراد اکثر اہل تفسیر کے نزدیک عبد القیس کے وہ

شتر سوار ہیں جو ابوسفیان کی طرف سے اس وقت خدمت گرامی میں پہنچے تھے جب آپ ﷺ حراء الاسد میں تھے، مجاہد اور عکرمہ کے

نزدیک الناس سے نعیم بن مسعود اشجعی ہے جو ابوسفیان اور اس کے مشرک ساتھیوں کی خبر لے کر مدینہ منورہ اس وقت پہنچا جب رسول اللہ

ﷺ غزوہ بدر صغریٰ کی تیاری میں مصروف تھے۔

غرض جب مسلمانوں سے کہا گیا کہ کفار تمہارے مقابلہ کی تیاری کر رہے ہیں اور اپنی جمعیت اکٹھی کر رہے ہیں تم ان سے ڈرو تو انہوں نے اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کی نہ ہمت ہارے بلکہ اللہ کے دین کی حفاظت کا عزم مصمم کر لیا جس پر اللہ سے ان کی قربت بڑھ گئی ان کے مراتب میں اضافہ ہو گیا اور ان کے ایمان میں ترقی ہو گئی اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہت اچھا وکیل ہے۔ (تفسیر مظہری: ۲/۲۸۴)

۲۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

”اور بھروسہ رکھو اس زندہ پر جو کبھی نہیں مرے گا۔“ (الفرقان: ۵۸)

۲۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

”اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔“ (ابراہیم: ۱۱)

تفسیری نکات: تیسری اور چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا ہر شے فانی ہے اور زائل ہو جانے والی ہے اور مؤمنوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

۳۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ

نیز فرمایا:

”جب کسی کام کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔“ (آل عمران: ۱۵۹)

توکل کے حکم پر مشتمل آیات متعدد ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں غزوہ احد کے اس فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا مدینہ منورہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مقابلہ کے لئے باہر نکلیں تو اکثر نو جوان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، جب آپ ﷺ زرہ پہن کر باہر تشریف لائے تو ان صحابہ کرام نے کہا کہ اندر رہ کر ہی مقابلہ کریں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ پر بھروسہ کر لیا ہے، یعنی جو بات مشورہ سے طے ہو جائے اس پر عمل کرو اور اللہ کی ذات پر اعتماد کرو۔

۳۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾



نیز فرمایا:

”جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔“ (الطلاق: ۳)

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں فرمایا کہ جو کوئی اللہ سبحانہ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کے لئے کافی ہو جائیں گے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے صبح کو اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے وہ وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے اور شکون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (معارف القرآن: ۲/۱۹۷)

۳۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٢﴾ وَالآيَاتُ فِي فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَّعْرُوفَةٌ.

مزید ارشاد فرمایا:

”مؤمن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ (الانفال: ۲)

فضائل توکل کے بارے میں بکثرت آیات موجود ہیں۔

**تفسیری نکات:** ساتویں آیت میں مؤمن کی ان مخصوص صفات کا بیان ہے جو ہر مؤمن میں ہونی چاہیں، اس میں ارشاد ہے کہ ہر مؤمن اپنی ظاہری اور باطنی کیفیات اور صفات کا جائز لیتا رہے اگر یہ صفات اس میں موجود ہیں تو اللہ کا شکر کرے اور اگر اس میں ان میں سے کوئی صفت نہیں یا اس میں ضعف ہے تو اس کے حصول اور اس کے توانا بنانے کی سعی میں لگ جائے۔

پہلی صفت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت ان کے دلوں میں رچی بسی ہے، یہاں خوف کی تعبیر وجلت قلوبہم سے کی گئی ہے۔ وجل کے معنی اس عظمت و ہیبت کے ہیں جو عظیم الشان فرماں رواں کے سامنے ہونے سے اس کی جلالت شان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم میں ایک دوسری آیت میں ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جنکے دل اللہ کی ہیبت سے اور اس کی کبریائی سے سہم جاتے ہیں اور کانپ اٹھتے ہیں، فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ یعنی خوش خبری دیدیجئے ان متواضع نرم خولوگوں کو جن کے دل سہم جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے، ان آیات میں جس ہیبت و خوف کا ذکر ہوا ہے وہ اس اطمینان قلب کے خلاف نہیں ہے جس کا ذکر دوسری

آیت میں ہوا ہے، فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (بیشک اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں) دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب بندہ مؤمن کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے یعنی ایمانی کیفیات میں اضافہ ہوتا ہے اور نور ایمان بڑھ جاتا ہے، ایمان کی زیادتی سے اعمال صالحہ کی جانب رغبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اعمال صالحہ سے نور ایمان بڑھتا ہے اور ترقی پاتا ہے، یہاں تک کہ برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اور عمل صالح عین فطرت بن جاتا ہے اسی کو حدیث نبوی ﷺ میں تلاوت ایمان سے تعبیر کی گیا ہے۔

تیسری صفت مؤمن کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنے تمام اعمال اور احوال میں اللہ ہی پر اعتماد اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ پر توکل کا مطلب ترک اسباب و تدبیر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب دنیا کو کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ بقدر قدرت و ہمت مادی اسباب فراہم کرے اور ضروری تدبیر کرے اور پھر اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی مسبب الاسباب ہیں۔ (معارف القرآن: ۴/۱۷۸)

### توکل کی برکت سے ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے

۷۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عُرِضَتْ عَلَى الْأَمَمِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْأَفْقِ فَظَنْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إِلَى الْأَخْرِ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي: هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ" ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ فِي أَوْلِيَّتِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وَلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا. وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا الَّذِي تَخَوْضُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: هُمْ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ "فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مُحْصِنٍ فَقَالَ: أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ: "أَنْتَ مِنْهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ: "سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"الرَّهْطُ" بِضَمِّ الرَّاءِ تَصْغِيرُ رَهْطٍ وَهُمْ دُونَ عَشْرَةِ أَنْفُسٍ: "وَالْأَفْقُ" النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ "وَعُكَّاشَةُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيفِهَا وَالتَّشْدِيدُ أَفْضَحُ.

(۷۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے

دیکھا کہ ایک نبی ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور ایک نبی ہے جس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں اور کوئی نبی ہیں جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے، اچانک مجھے ایک انبوہ نظر آیا میں نے خیال کیا کہ میری امت ہوگی، مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی امت ہے، ذرا آپ افتی کی طرف نظر اٹھائیے میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افتی پر بھی نظر ڈالیے تو مجھے وہاں بھی بڑی جماعت نظر آئی، مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ستر ہزار ان کے ساتھ ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ ﷺ اٹھے اور مکان میں تشریف لے گئے، لوگ بعد میں گفتگو کرنے لگے کہ کون لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کتاب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جنہیں آپ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے، بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جن کی پیدائش حالت اسلام میں ہوئی پس انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، اسی طرح کئی امور ذکر کئے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم میں کیا گفتگو کر رہے تھے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو بتایا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں بلکہ صرف اپنے اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں، یہ سن کر عکاشہ بن محسن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں شامل فرمادے، آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں شامل ہے اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمائے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (متفق علیہ)

رہط، رہط کی تصغیر، دس سے کم افراد، افتی، ناحیہ، اور جانب عکاشہ، عین کا ضمہ، کاف کی تشدید اور تخفیف، تشدید کے ساتھ فصیح ہے۔

### خریج حدیث (۷۴):

صحیح البخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ۔ صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الدلیل علی دخول الطوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب۔

**کلمات حدیث:** عُرِضَتْ: پیش کی گئی۔ عَرْضًا، عَرْضًا (باب ضرب) دکھلانا، پیش کرنا۔ رہط: قبیلہ، تین سے دس تک آدمی جن میں عورت نہ ہو۔ خَبَاضًا، خَوْضًا: (باب نصر) پانی میں گھسنا، کسی چیز کی گہرائی میں اترنا۔ یَرْقُونَ: منتر کرتے ہیں۔ رَقِي، رَقِيًا (باب ضرب) کسی نفع یا نقصان کے لئے منتر کرنا۔ رَقِيَةً: منتر، تعویذ۔ جَمَعَ رَقِيًا، رُقِيَات۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہوئی، اور آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور آپ ﷺ پر حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کی تعلیمات مکمل ہوئیں اور آپ ﷺ کو جو کتاب (قرآن کریم) عطا ہوئی وہ تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور ان کی جملہ تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اس لئے آپ ﷺ کے سامنے گزشتہ اقوام پیش کی گئیں اور آخر میں آپ ﷺ کی امت دکھائی گئی جس کی تعداد کثیر ہے، جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کتاب داخل ہوں گے، اور ستر ہزار کا لفظ بھی عدد کے بیان کے لئے نہیں ہے بلکہ بیان تکثیر کے لئے ہے۔

”لا یسرقون ولا یسرقون“ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرتے ہیں نہ کراتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں



اور نہ زمانہ جاہلیت کے طریقے کے مطابق پرندے کے داکیں یا بائیں اڑنے سے شگون لیتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے خطابِ رحمہ اللہ کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس جملے کی مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہو کر اسی پر بھروسہ اور توکل کریں گے اور ایسا نہیں ہوگا کہ انہیں تقدیر الہی میں تامل ہو یا اللہ پر ان کے اعتماد میں کمی ہو اور وہ اس یقین و اعتماد کی کمی کی بناء پر تعویذ اور جھاڑ پھونک کی طرف راجع ہوں بلکہ ان کا تقدیر الہی پر ایمان اس قدر زیادہ اور اللہ پر یقین اور بھروسہ اس قدر کامل ہوگا کہ وہ ان چیزوں کی طرف راغب ہی نہ ہوں گے۔

### حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تمنا پوری ہوئی

رسول کریم ﷺ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان میں سے بنا دے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو، پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، یعنی دعا کی فضیلت میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، رسول کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیوں کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ انتہائی اعلیٰ تھے اور آپ ﷺ کبھی کسی سے ایسی بات نہ کہتے تھے جو اسے ناپسند ہو، کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عکاشہ کے بارے میں وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو اور دوسرے شخص کے بارے میں وحی سے آپ ﷺ کو مطلع نہیں کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں ایک خوبصورت جواب سے تسلی دیدی، دوسرے صاحب کے بارے میں کہنا کہ وہ منافق تھا، دو وجوہ سے مناسب نہیں ہے ایک یہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اصل ایمان اور عدالت ہے کسی صحابی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں گے، اور جب تک حدیث سے کسی کے نفاق کی تصریح نہ ہو نفاق کا حکم صحیح نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جس موقع پر دعا کی درخواست کا ذکر ہے یہ موقع خود ایمان اور تصدیق کا متقاضی ہے اور منافق سے بعید ہے کہ وہ اس طرح کی درخواست کرے۔

مزید یہ کہ خطیب نے تصریح کی ہے کہ یہ دوسری مرتبہ درخواست دعا کرنے والے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور خطیب سے یہ قول کرمانی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(فتح الباری، کتاب الطب، شرح صحیح مسلم: ۷۸/۳، دلیل الفالحین: ۱۹۰/۱)

### توکل کے بارے میں ایک جامع دعاء

۷۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أُنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ: اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُصَلِّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.



وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ .

(۷۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں تیرا فرماں بردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لے آیا اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اپنا معاملہ تیری ہی جناب میں پیش کرتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے بھٹکنے نہ دے، تو زندہ ہے تجھے موت نہیں آئے گی لیکن تمام جن و انس مرجائیں گے، یہ الفاظ مسلم کے ہیں، بخاری نے انہیں مختصر روایت کیا ہے۔

**تخریج حدیث (۷۵):** صحیح البخاری کتاب التوحید، باب قوله تعالى ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ . صحیح

مسلم، کتاب الذکر والدعاء، (باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل)

**کلمات حدیث:** اسلمت، سلم، سلاماً، وسلاماً: (باب مع) نجات پانا، بری ہونا۔ اسلم: فرمان بردار ہونا، دین اسلام اختیار کرنا۔ اسلم امرہ الی اللہ: اللہ کے سپرد کر دینا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم میں اور احادیث نبوی ﷺ میں جو دعائیں منقول ہوئی ہیں انہیں ادعیہ ماثورہ کہتے ہیں انسان کی دنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح سے متعلق تمام امور ادعیہ ماثورہ میں آگئے، اور معاش و معاد سے متعلق کوئی امر ایسا نہیں جس کے لئے کوئی نہ کوئی ماثور دعا موجود نہ ہو، اس لئے چاہئے کہ ادعیہ ماثورہ کو اختیار کیا جائے، اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں دعا کا حکم فرمایا ہے: ﴿ادعونی استجب لکم﴾ (تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا) اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے جس کے لئے باب دعا کھول دیا گیا اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے گئے، نیز ارشاد فرمایا کہ دعا مؤمن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے، اور مزید فرمایا کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث مبارک میں مذکور یہ دعا بھی ادعیہ ماثورہ میں سے اور بہت جامع اور عمدہ دعا ہے جس کا ایک ایک لفظ اعتقاد کی گہرائی اور پختگی اور ایمان کی تازگی کا سبق دے رہا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ جملہ مسلمانوں کو اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

### حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی فضیلت

۷۶. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَيْضًا قَالَ: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ: ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ .

(۷۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو انہوں نے کہا کہ

ہمیں اللہ ہی کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں جمع ہو گئے ان سے ڈرنا چاہئے تو اس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا اور وہ بول اٹھے ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کو جب آگ میں پھینکا جانے لگا تو ان کا آخری کلمہ تھا ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“

### تخریج حدیث (۷۶):

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، آل عمران، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاحشواہم۔

**کلمات حدیث:** اَلْقَیْ: پھینک دیا گیا۔ الالقاء: ڈال دینا۔ الوکیل: وہ جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے یا وہ جس کے سپرد عاجز آدمی اپنا کام کر دے۔ وکلاء، الیہ الأمر: سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کر کے کام اس پر چھوڑ دینا۔ الوکیل: اللہ سبحانہ کے اسمائے حسنی میں سے ہے۔

**شرح حدیث:** غزوہ احد کے بعد جب کفار مکہ واپس پلٹے تو راستے میں انہیں افسوس ہوا کہ وہ فضول لوٹ آئے ایک زبردست حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیتے اور یہ مسئلہ ہمیشہ ہی کے لئے نمٹا دیتے، اس خیال کے زیر اثر پلٹنا چاہتے تھے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان کی ہمت جواب دے گئی اور سیدھے مکہ روانہ ہو گئے، لیکن راستے میں ملنے والے لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم پلٹ کر آرہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہو گئی، اس لئے آپ ﷺ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دو سو مجاہدین کھڑے ہو گئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے گا تو ستر حضرات کھڑے ہو گئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے اور دوسروں کے سہارے چلتے تھے، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے پھر یہ طے کیا ہے کہ دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کرے اور اہل مدینہ کا استیصال کرے، زخم خوردہ ضعیف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر وحشت اثر کو سن کر یک زباں ہو کر بولے کہ ہم اس کو نہیں جانتے ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ (اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے) (معارف القرآن: ۲/۲۳۹)

علماء نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبہ ایمان و انقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعاء مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا، غرض ہجوم افکار و مصائب کے وقت حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنا مجرب ہے۔

(معارف القرآن: ۲/۲۴۴)

## نرم دل لوگ جنت میں جائیں گے

۷۷. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفِيدَتْهُمْ مِثْلُ أَفِيدَةِ الطَّيْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قِيلَ مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُونَ، وَقِيلَ قُلُوبُهُمْ رَقِيقَةٌ.

(۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے

جن کے دل پرندوں کے دلوں کے مانند ہوں گے۔ (مسلم)

کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ توکل کرنے والے ہوں گے، اور کسی نے کہا کہ وہ نرم دل ہوں گے۔

**تخریج حدیث (۷۷):** صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب يدخل الجنة اقوام.

**کلمات حدیث:** افيدتهم: ان کے دل، ان کے قلوب۔ فواد: دل جمع افدة.

**شرح حدیث:** نرم دل نرم خو جن کے وجود سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے جنت میں جائیں گے کیوں کہ دین اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اور اس دین کا ماتنہ والا کاملہ اللہ کا فرماں بردار بن جاتا ہے اور اس کا مطیع ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی کی جملہ حرکات و سکنات اللہ کے حکم کی پابند ہو جاتی ہیں اس لئے اس کا وجود سراسر رحمت بن جاتا ہے اور اس کے کسی عمل سے یا اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات سے کسی کو ایذا نہیں پہنچتی، ایسا شخص جنت میں جائے گا۔

ایک اور مفہوم اس حدیث مبارک کا یہ ہے کہ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن کا اللہ پر اعتماد کامل ہوگا اور وہ اس کی ذات پر اس طرح بھروسہ کرتے ہوں گے جیسا کہ پرندے کرتے ہیں کہ صبح کو جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک کے ستائے ہوئے اور خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو پلٹتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، پرندے نہ دوسرے دن کی فکر کرتے ہیں اور نہ اگلے دن کے لئے غذا اکٹھی کرتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، دلیل الفالحین: ۱/۱۹۳)

## غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ

۷۸. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ فَأَذَرَ كَتَهُمُ الْقَائِلَةُ فِيهِ وَإِذْ كَثِيرُ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلَاتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ



الرِّقَاعِ فَإِذَا آتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظِلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفٌ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ : تَخَافُنِي؟ قَالَ : لَا قَالَ : فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ : اللَّهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيلِيِّ فِي صَحِيحِهِ قَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ : اللَّهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ فَآخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ فَقَالَ : كُنْ خَيْرًا اخِذْ فَقَالَ : تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ : لَا وَلَكِنِّي أَعَاهِدُكَ أَنْ لَا أُقَاتِلَكَ وَلَا أَكُونُ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَكَ فَخَلَّى سَبِيلَهُ فَأَتَى أَصْحَابَهُ فَقَالَ : جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ "قَوْلُهُ" : "قَفْلٌ" أَيْ رَجَعَ. "وَالْعِضَاهُ" الشَّجَرُ الَّذِي لَهُ شَوْكٌ، "وَالسَّمْرَةُ" بِفَتْحِ السِّينِ وَضَمِّ الْمِيمِ : الشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ : وَاخْتَرَطَ السَّيْفُ : أَيْ سَلَّهُ وَهُوَ فِي يَدِهِ. "صَلَّتَا" أَيْ مَسْلُولًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا.

(۷۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کے علاقے میں جہاد کے لئے گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو آپ ان کے ساتھ واپس ہوئے، کثیر خاردار درختوں کی وادی سے گزر رہے تھے کہ قیلولہ کا وقت ہو گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ اتر پڑے لوگ متفرق ہو گئے اور درختوں کے سائے میں چلے گئے رسول اللہ ﷺ بھی کیکر کے درخت کے نیچے اترے تلوار کو اس درخت سے لٹکایا، ہم تھوڑی دیر کے لئے سو گئے اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں پکار رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ اس نے میرے اوپر میری تلوار سونت لی، میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ نگلی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے کہا اللہ، تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسے سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے، ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا، ایک مشرک آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت میں لٹکی ہوئی تھی اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ مجھ سے ڈرتے ہو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔

ابو بکر اسماعیل کی صحیح میں مروی ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، اب تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور اس شخص سے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اچھے پکڑنے والے بن جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے جواب دیا نہیں لیکن میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کبھی جنگ نہیں کروں گا، اور تجھ سے لڑنے والوں کے ساتھ بھی نہ ہوں گا آپ ﷺ نے اسے جانے دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے تمہاری طرف آیا ہوں۔



قَفَلَ : واپس ہونا۔ عِصَا : کانٹوں والا جھاڑ یا درخت۔ سَمَر : کیلکرا درخت۔ اِخْتَرَطَ السیف : تلوار سونت لی، تلوار کھینچ لی، صلتاً : سوتی ہوئی۔

**تخریج حدیث (۷۸):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر۔ صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب توکلہ علی اللہ تعالیٰ وعصمة اللہ تعالیٰ من الناس۔

**کلمات حدیث:** قفل : واپس ہوا، پلٹا۔ قفل، قفلاً، قفولاً (باب نصر و ضرب) سفر سے واپس آنا۔ العِصَا : بڑا کانٹا دار درخت۔ سمر : بول کا درخت جمع اسم۔ اخترط السیف : تلوار سونت لی۔ خرط (باب نصر و ضرب) خرطاً، خرط الورق : ہاتھ مار کر پتے جھاڑنا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور ثواب آخرت کی امید رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو زندگی کے ہر پہلو کے لئے عملی نمونہ بنایا ہے چاہے کہ ہر حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، رسول اللہ ﷺ یقین و توکل علی اللہ اور جرأت و ہمت اور شجاعت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامل ترین نمونہ ہیں، اس حدیث میں ایک عجیب ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ کا بیان ہوا کہ سرکار رسالت مآب تنہا ایک درخت کے سائے میں آرام فرما ہیں ذرا پلک جھپکی کہ دشمن سر پر آن کھڑا ہوا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا کہ آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے پورے سکون و اطمینان سے فرمایا اللہ! وہ شخص توکل علی اللہ کی شان اور رسالت مآب ﷺ کے صبر و استقلال کو دیکھ کر لرز اٹھا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی، اب آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اس تلوار کے بہترین اٹھانے والے ہیں، آپ ﷺ جب تلوار اٹھاتے ہیں خیر ہی کے لئے اٹھاتے ہیں کیوں کہ آپ ﷺ سراپا خیر ہیں اور آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے انکار کیا لیکن اس سب کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا اور اسے جانے دیا، وہ شخص اپنے لوگوں کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ واقعہ غزوۃ ذات الرقاع (۶ھ) سے واپسی پر پیش آیا۔ اور اس کافر کا نام جس نے تلوار سونت لی تھی غورث تھا، ایک اور حدیث میں اس نوع کا ایک اور واقعہ مذکور ہے اس واقعہ میں کافر کا نام دعوڑ مذکور ہوا ہے اور ابن سید الناس نے بیان کیا کہ یہ واقعہ غزوۃ ذی قرد میں پیش آیا تھا، بہر حال غورث اسلام لے آیا تھا اور وہ صحبت نبوی ﷺ سے مشرف ہوا۔ (عمدة القاری : ۲۶۵/۱۴، دلیل الفالحین : ۱۹۴/۱)

۷۹. عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَوْ أَنَّكُمْ

تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ .

وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. مَعْنَاهُ تَذَهَبُ أَوَّلُ النَّهَارِ خِمَاصًا: أَيُّ ضَامِرَةً الْبُطُونِ مِنَ الْجُوعِ وَتَرْجِعُ الْخَرَّ النَّهَارِ بِطَانًا أَيُّ مُمْتَلِنَةً الْبُطُونِ.

(۷۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ پر پورا پورا توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق پہنچائے جیسے پرندوں کو پہنچاتا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ (ترمذی) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

معنی یہ ہیں کہ صبح کو پرندے گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو واپس چلتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

**تخریج حدیث (۷۹):** الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب فی التوکل علی اللہ

**کلمات حدیث:** تَغْدُو، غَدَاً غَدَوًا (باب نصر) جانا، صبح کو نکلنا۔ خِمَاصًا، خِمَاصُ خِمَاصًا (باب سمع) پیٹ خالی ہونا۔ النخمة: بھوک۔

**شرح حدیث:** اگر ایمان کے ساتھ یقین کامل ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ سبحانہ کا تابع فرمان ہے اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں کہیں کوئی پتہ بھی اللہ کی مرضی اور اس کے حکم اور اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا، جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے وہی پیدا کرنے والا وہی مارنے والا اور وہی رزق دینے والا ہے، اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی چھیننے والا نہیں ہے اگر ساری مخلوق اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کچھ دینا چاہے تو وہ کچھ نہیں دے سکتی اور اگر ساری مخلوق مجتمع ہو کر کسی سے کچھ چھیننا چاہے تو اللہ کے حکم کے بغیر نہیں چھین سکتی، اس ایمان و ایتقان کے ساتھ انسان سعی و تدبیر کرے اور اپنی کوشش کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے صرف اللہ پر توکل کرے تو اللہ اسے اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو عطا فرماتا ہے، وہ صبح کو گھونسلوں سے روانہ ہوتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے جسم سے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو چلتے ہیں تو وہ سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

توکل کے معنی تبطل اور تعطل کے نہیں ہیں، سعی و کوشش اور جائز حدود میں تلاش اسباب لازمی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توکل کے معنی ترک تدبیر اور ترک عمل کرنے کے نہیں ہیں اور اس طرح گھر کے کونے میں پڑ جانے کے نہیں ہیں جیسے کپڑا پڑا ہو، توکل کا یہ تصور جاہلوں کا ہے اور شریعت میں حرام ہے توکل سعی و عمل اور جدوجہد کے ساتھ اللہ پر ایمان کامل اور اس پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں محل توکل قلب ہے اور ظاہری سعی و عمل اس عمل قلب کے منافی نہیں ہے جبکہ بندہ یہ یقین واثق رکھتا ہو کہ رزق اللہ دیئے والا ہے، اور جو کچھ تنگی یا دشواری اور سہولت و آسانی پیش آئے وہ تقدیر الہی ہے۔

(تحفة الاحوذی: ۵۶/۷، دلیل الفالحین: ۱۹۷/۱)

## رات کو سوتے وقت پڑھنے کی ایک خاص دعاء

۸۰. عَنْ أَبِي عِمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا قَلَانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ : وَقَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَالْجَاثِ ظَهَرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ فَاِنَّكَ اِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلِكَ مِتُّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنْ اَصْبَحْتُ اَصْبَحْتُ خَيْرًا“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ الْبَرَاءِ : قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا آتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ وَذَكَرْنَحْوَهُ ثُمَّ قَالَ : وَاجْعَلْنِيْ اٰخِرَ مَا تَقُولُ .

(۸۰) حضرت ابو عمارۃ البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں جب تم بستر پر آؤ تو کہو اے اللہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا اور اپنے چہرے کو آپ کی طرف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور اپنی پیٹھ کو تیری طرف جھکا دیا، تیری جانب رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سوا نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ نجات کی راہ۔ میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے مبعوث کئے ہوئے رسول پر ایمان لایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اس رات مر جائے تو تو فطرت پر مرے گا اور بھلائی کو پہنچ جائے گا۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت براء بن العازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز والا وضو کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ پھر یہ کلمات کہہ، پھر فرمایا کہ ان کلمات کو بالکل آخر میں کہہ۔

**تخریج حدیث (۸۰):** صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب يقول اذا نام . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب ما يقول عند النوم واخذ المضجع .

**راوی حدیث:** حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے موقع پر چھوٹے تھے، غزوہ احد اور بیعت رضوان میں شرکت فرمائی، ان کے باموں حضرت ابو بردہ بن نبار جو بیعت عقبہ میں اسلام قبول کر چکے تھے ان کی برکت سے ان کے خاندان میں اسلام پھیلایا، آپ نے مجموعی طور پر پندرہ غزوات میں شرکت کی، ان کی مرویات کی تعداد ۳۰۵ ہے جن میں سے بیس (۳۲) متفق علیہ ہیں، حضرت مصعب بن الزبیر کے زمانے میں کوفہ میں انتقال کیا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۹۸، الاستیعاب، مسند احمد: ۴/۲۹۲)

**کلمات حدیث:** فوضت: میں نے سپرد کر دیا۔ فوض، تفویضاً (باب تفعیل) اپنا اختیار اور اپنا کام دوسرے کے سپرد کر دینا۔ رغبۃ، رغب، رغباً (باب سمع) چاہنا خواہش کرنا۔ رغبۃ، رغب، رغباً (باب سمع) خوف کرنا۔ رغبانۃ: دنیا سے لاتعلقی، ترک دنیا۔ راہب: عبادت کے لئے دنیا ترک کر دینے والا۔ جمع رهبان . ملجاء: پناہ کی جگہ۔ لَجَأ، لَجُوءاً (باب سمع) پناہ لینا۔ منجأ: نجات کی جگہ۔ نَحَاء، نَحَاة (باب نصر) نجات پانا، رہائی پانا۔

**شرح حدیث:** اس دعاء میں اللہ پر اعتماد اور تسلیم و تفویض کی روح بھری ہوئی ہے اور ساتھ ہی ایمان کی تجدید بھی ہے۔ اس مضمون کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب بھی اس سے بہتر الفاظ تلاش نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ یہ دعا رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ دعاؤں میں سے ہے۔ (معارف الحدیث: ۵/۱۲۷)

## سونے کا مسنون طریقہ

اس حدیث مبارک میں تین باتوں کی تعلیم دی گئی ہے:

- (۱) سونے سے پہلے وضو کرنا کہ اگر نیند کی حالت میں موت واقع ہو جائے تو آدمی انتقال کے وقت با وضو ہو نیز یہ کہ با وضو ہو کر سونے کی صورت میں اللہ کے فضل سے ملاعبت شیطان اور خواب میں اس کی تخویف سے محفوظ رہے گا بلکہ سچے خواب نظر آئیں گے۔
- (۲) داہنی کروٹ پر لیٹنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تیا من کو پسند فرماتے تھے نیز سیدھی کروٹ سونے والا جلد بیدار ہو جاتا ہے۔
- (۳) سونے سے پہلے اللہ کا ذکر، تاکہ دن بھر کی جدوجہد اور سعی و عمل کا اختتام اللہ کے نام پر ہو۔

اے اللہ میں نے اپنی جان کو اپنے وجود کو اور سراپا اپنے کو پوری طرح آپ کے سپرد کر دیا اور میں نے مکمل طور پر اپنا رخ آپ ہی کی طرف کر لیا، جو بھی میری احتیاج ہے اور جو میرے رکے ہوئے کام ہیں سب آپ کے سپرد ہیں آپ انہیں اپنی رضا اور اپنے علم و حکمت کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچا دیں، میں تیری طرف آگیا ہوں تیرے ثواب اور تیرے فضل و کرم کی خواہش میں اور تیرے عذاب اور تیری ناراضگی سے ڈر کر، کیوں کہ میرا ایمان واثق ہے کہ میرے پاس تجھ سے پناہ حاصل کرنے اور نجات پانے کی کوئی جگہ نہیں سوائے تیرے دامن رحمت کے سو تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے اور اپنی حفاظت میں لے لے اور اپنے فضل و کرم کی اور اپنے جود و کرم کی وسیع چادر سے مجھے ڈھانپ لے۔ میں تیری کتاب پر ایمان لے آیا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لے آیا جن کو تو نے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ (شرح صحیح مسلم: ۱۷/۲۷، دلیل الفالحین: ۱/۱۹۸)



۸۱. عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ غَامِرٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَعْبٍ بْنِ سَعْدِ بْنِ قَيْمٍ بْنِ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ بْنِ لُؤَيٍّ بْنِ غَالِبٍ اللَّقْرِ شَيْبَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَهُوَ وَابُوهُ : وَأُمُّهُ، صَحَابَةُ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ وَهُمْ عَلَى رُءُوسِنَا فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ : مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِإِثْنَيْنِ اللَّهُ تَالِيَهُمَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے، جن کے والد اور والدہ بھی صحابی تھے، سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے میں نے غار کے پاس مشرکین کے پاؤں دیکھے کہ وہ تو ہمارے سروں پر آگئے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پیروں تلے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے



جن کا تیسرا اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۸۱):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى ثانی اثین اذهما فی الغار، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصديق۔

**راوی حدیث:** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبد اللہ تھا، چھٹی پشت میں مرہ پر آپ کا نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے، آپ کو رسول اللہ ﷺ نے صدیق اور شقیق کا لقب عطا فرمایا، آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، بعثت سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ سے الفت و صداقت کا رشتہ ہے اور اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، جمع قرآن اور مرتدین کا استیصال آپ کے عظیم کارنامے ہیں، آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۱۲۲ ہے جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں ۱۳۔ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** الغار: غار، کھوہ، پہاڑ کے دامن میں جگہ، جمع اغوار۔

**شرح حدیث:** اس حدیث میں واقعہ ہجرت کی جانب اجمالی اشارہ ہے رسول کریم ﷺ کو جب آپ ﷺ کی برادری اور اہل وطن نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا تو سفر میں ایک صدیق کے سوا کوئی رفیق نہ تھا۔ دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے اور ایک غار میں پناہ لی تھی جس کے کنارے پر تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے۔ ذرا اپنے پیروں کے نیچے دیکھتے تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ کو وہ ثبات بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اظہار تشویش کے جواب میں فرمایا:

(لَا تَحْزَنْ اِنَّكَ اَللّٰهُ مَعَنَا) (تم گھبراؤ مت ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ بات کہنے کو تو دو لفظ ہیں مگر حالات کا پورا نقشہ سامنے رکھ کر دیکھئے کہ یہ اطمینان و سکون مادی اسباب پر بھروسہ کرنے والے کے لئے ممکن ہی نہیں، یہ تو ثمرہ ہے ایمان و یقین اور اللہ کی ذات پر توکل اور اعتماد کا۔ اس کا سبب اس کے سوا نہ تھا جس کو اگلے جملے میں خود قرآن کریم نے بیان فرمادیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرمادی اور ایسے لشکروں سے آپ کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔“

(فتح الباری، تفسیر سورۃ توبہ، شرح صحیح مسلم: ۱۵/۱۲۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۰۰، معارف القرآن: ۴/۳۸۰)

## اللہ تعالیٰ کی معیت کا کامل استحضار

۸۲. عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاَسْمَہَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ خَدِيْجَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِہٖ. قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ اَنْ اُضِلَّ (۳) اَوْ اُزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اُجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ "حَدِیْثُ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهُمَا بِاَسَانِیْدٍ صَحِیْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَهَذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ۔

(۸۲) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ تھا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے۔ اللہ کے نام کے ساتھ نکلا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، یا پھسل جاؤں یا پھسلا یا جاؤں یا ظلم کروں، یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں کسی کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۸۲):** الجامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب التعوذ من ان نجھل او یجھل علیا، سنن ابی

داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ۔

**راوی حدیث:** ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند تھا اور قریش کے خاندان بنو مخزوم سے تعلق تھا اسلام کے اولین دور میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوہ احد میں ان کے شوہر نے شہادت پائی اس کے بعد ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۸۳ احادیث مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں ۶۳ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

**کلمات حدیث:** اَزَلَّ، زَلَّ، زَلَّ (باب ضرب) پھسلنا۔ اَزَلَّہُ : پھسلانا۔ الزَّلْزَلُ : گناہ۔ الزَّلَّةُ : ایک مرتبہ کا گناہ۔ جَہَلٌ جَہْلًا (باب سمع) نہ جاننا۔ جَہَلٌ عَلٰی : بیوقوف بننا، جہالت کا اظہار کرنا۔

**شرح حدیث:** آدمی جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو مختلف حالات اور مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اس کے شامل حال نہ ہو اور اس کی دستگیری اور حفاظت نہ کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ظلوم و جہول بہک جائے اور کسی ناکردنی میں مبتلا ہو جائے یا کسی دوسرے بندے کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بن جائے یا کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے اور اس میں وہ کوئی ظالمانہ یا جاہلانہ حرکت کر بیٹھے یا خود کسی کے ظلم و ستم اور جہل و نادانی کا نشانہ بن جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے وقت اللہ کا پاک نام لینے اور اس پر اپنا ایمان اور اعتماد و توکل تازہ کرنے کے علاوہ ان سب خطرات سے بھی اس کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے عمل سے امت کو تعلیم دیتے تھے کہ ہم ہر قدم پر اللہ کی مدد و توفیق اور حفاظت و دستگیری کے حاجت مند ہیں۔ (معارف الحدیث : ۱۳۴/۵)

## گھر سے نکلتے وقت کی دعاء

۸۳. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ يَعْنِي إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ: بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ يُقَالُ لَهُ: هُدِيََتْ وَكُفِّتْ وَوُقِيتْ، وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ

زَادَ أَبُو دَاوُدَ: فَيَقُولُ. يَعْنِي الشَّيْطَانُ. لِشَيْطَانٍ آخَرَ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هَدَى وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟

(۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت کہے اللہ کے نام سے نکلا ہوں، اللہ پر توکل کیا، برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا کفایت کیا گیا اور بچایا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو ابو داؤد ترمذی اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، ابو داؤد نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ تیرا اس شخص پر کیا بس چلے گا جسے ہدایت دی گئی کفایت کی گئی اور اسے بچالیا گیا۔

**مخرج حدیث (۸۳):** الجامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء ما يقول اذا خرج من بيته. سنن أبي

داؤد، كتاب الادب، باب ما يقول اذا خرج من بيته.

**شرح حدیث:** اس مختصر حدیث کا پیغام اور روح یہ ہے کہ جب بندہ گھر سے باہر قدم نکالے تو اپنی ذات کو بالکل عاجز و ناتواں اور اللہ کی حفاظت و مدد کا محتاج سمجھتے ہوئے اپنے کو اس کی پناہ میں دیدے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لے گا اور شیطان اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا میں نے دریافت کیا کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کا کیا مطلب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی معصیت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ بچائے اور کسی طاعت کی آدمی میں کوئی ہمت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ اس کو ہمت عطا فرمائے۔ (معارف الحدیث: ۱۳۲/۵، دلیل الفسالحین: ۲۰۴/۱)

## دوسروں کی خدمت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے

۸۴. وَغُنَّ أَنَسُ بْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَخْوَانِي عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ “يَحْتَرِفُ“: يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ.

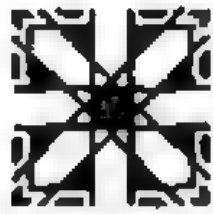
(۸۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ نبوت میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور دوسرا کوئی کام کرتا تھا، اس کام کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اس بھائی کا شکوہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو۔

**تخریج حدیث (۸۴):**

الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب التوکل علی اللہ .

**کلمات حدیث:** یَحْتَرِفُ : کام کرتا ہے۔ الْحِرْفَةُ : پیشہ۔ الْمُحْتَرِفُ : پیشہ ور۔ لَعَلَّ : حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ توقع اور امید کے معنی دیتا ہے۔ بعض اوقات لام حذف ہو کر صرف علی استعمال ہوتا ہے کبھی لعل پر ما کافہ لاتے ہیں جیسے علما، لعلما .

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں متعدد صحابہ کرام ہر طرف سے یکسو ہو کر علوم نبوت کی تحصیل میں مشغول ہو گئے، اسی طرح کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے کہ وہ دربار نبوت میں حاضر رہتے تھے اور ان کے بھائی کچھ کام کرتے تھے، اور ان کی بھی کفالت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کام کرنے والے بھائی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ کوئی کام نہیں کرتے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ شاید تمہیں بھی انہی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو، یعنی جب تم اس بھائی کی کفالت کرتے ہو جو دین کے حصول میں لگا ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہیں رزق عطا فرماتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک یہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ملتا ہے، اور اس واقعہ میں ایک نکتہ اور ہے کہ اگر کوئی انسان دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کے دین کے کام میں لگ جائے اور اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل کا انتظام فرما دیتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۰۵)





## باب الاستقامة استقامت

۳۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ﴾

اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے :

”سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجھے حکم ہے۔“ (ہود: ۱۱۲)

**تفسیری نکات:** ان تین آیات کریمہ میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے وہ استقامت ہے، استقامت کا لفظ اپنے معنی میں بے اندازہ وسعت کا حامل ہے، دین کا فہم حاصل کر کے اس پر پوری زندگی کے لئے بعینہ دین کے جملہ تقاضوں کے مطابق اور قرآن و سنت کے احکام کے موافق اور اسوۂ حسنہ کے مطابق جھے رہنا زندگی کے کسی مرحلے میں اور کسی موڑ پر احکام الہی کی خلاف ورزی نہ ہو اور سر مو کہیں کسی جگہ اس سے انحراف نہ ہو استقامت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء اور ارکان اور ان پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔

### دین پر استقامت گمراہیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

دنیا میں جتنی گمراہیاں اور عملی خرابیاں آتی ہیں وہ سب استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں عقائد میں استقامت نہ رہے تو بدعات سے شروع ہو کر کفر و شرک تک نہایت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات و صفات کے متعلق جو معتدل اور صحیح اصول رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائے اس میں ذرا سی کمی بیشی گمراہی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت و محبت کی جو حدود مقرر کر دی گئی ان میں ذرا سی کمی بھی گمراہی ہے اور زیادتی اور غلو بھی، اسی طرح معاملات و اخلاق اور معاشرت کے تمام ابواب میں قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں پر رسول کریم ﷺ نے اپنی عملی تعلیم کے ذریعے ایک معتدل اور صحیح راستہ قائم کر دیا ہے جس میں زندگی کے ہر مرحلے اور ہر موقع کے لئے ایک ایسا معتدل صراط مستقیم مسلمانوں کو دیا ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی ہے۔

۳۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا

تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۲۰﴾ نَحْنُ أَوْلِيَائُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ﴿۲۱﴾ نَزَّلْنَا مِنْ

عَفْوَ رَحِيمٍ ﴿۲۲﴾

نیز فرمایا:

”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے، اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی، غفور رحیم کی جانب سے مہمان نوازی ہے۔“ (حم السجدہ: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کر لیا اور اس کا اقرار بھی کر لیا یہ تو اصل ایمان ہوا، پھر اس پر مستقیم رہے یہ عمل صالح ہوا، اس طرح ایمان اور عمل صالح جمع ہو گئے، اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت کا لفظ تمام احکام الہیہ اور جملہ اوامر و نواہی کو مشتمل ہے، تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا ربُّنا اللہ حب ہی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال میں اور ہر قدم پر اللہ کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان طریق عبادت پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا قلب اور قالب اس کی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں۔

۳۵. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾<sup>۱۳</sup> أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

مزید فرمایا:

”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ (الاحقاف: ۱۳، ۱۴)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں کمال بلاغت کے ساتھ پورے ایمان و اسلام اور عمل صالح کو جمع کر دیا گیا ہے، رَبُّنَا اللہ کا اقرار پورا ایمان ہے اور اس پر استقامت میں ایمان پر تادم مرگ قائم رہنا بھی شامل ہے اور اس کے مقتضیات پر پورا پورا عمل بھی۔ اس استقامت کا صلہ دنیا اور آخرت کے ہر فکر و غم اور پریشانی سے نجات ہے، اور جنت کی بشارت ہے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

-----

۸۵. وَعَنْ أَبِي عُمَرَ وَقِيلَ أَبِي عُمَرَةَ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ: قَالَ: ”قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۵) حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اسلام کے بارے میں

ایسی بات بتائیے کہ پھر آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر

اس پر استقامت اختیار کرو۔ (مسلم)

### تخریج حدیث (۸۵):

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام

**راوی حدیث:** حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمرو اور ابو عمرہ تھی، طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف میں عامل مقرر کیا تھا، ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے جو مسلم کے علاوہ جامع ترمذی سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲۰۷/۱)

**شرح حدیث:** مطلب یہ ہے کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر ان کے جملہ احکام پر عمل کرنا اور زندگی کے ہر مرحلے پر طاعت و فرمان برداری کا پیکر بننا ہی ایمان کا تقاضا ہے، جس قدر ایمان مضبوط اور قوی ہوگا اسی قدر مومن کا جذبہ طاعت ابھرے گا اور وہ آمادہ عمل ہوگا اور جس قدر عمل میں کمزوری ہوگی تو وہ دلیل ہوگی ایمان کی کمزوری کی، غرض استقامت کمال ایمان کی علامت ہے کہ ایمان کے ساتھ مرتے دم تک عمل بھی کرتا رہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، دلیل الفالحین: ۲۰۷/۱)

## دین پر مضبوطی سے جھے رہنے کا حکم ہے

۸۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوا أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ" قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"وَالْمُقَارَبَةُ" الْقَصْدُ الَّذِي لَا غُلُوَّ فِيهِ وَلَا تَقْصِيرَ. "وَالسَّدَادُ" الْإِسْتِقَامَةُ وَالْإِصَابَةُ. "وَيَتَغَمَّدَنِي" يُلْبِسُنِي وَيُسْتُرُنِي. قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى الْإِسْتِقَامَةِ لُزُومُ طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى قَالُوا: وَهِيَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَهِيَ نِظَامُ الْأُمُورِ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

(۸۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دین پر چلو اور مضبوطی سے جھے رہو اور جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پائے گا، عرض کی اور آپ بھی نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا اور میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔ (مسلم)

مقاربہ کے معنی ہیں ایسی میانہ روی جو غلو اور تقصیر سے خالی ہو، سداد کے معنی استقامت اور درستگی کے ہیں، یتغمدنی مجھے پہنائے اور مجھے ڈھانپ لے، علماء فرماتے ہیں کہ استقامت کے معنی لزوم طاعت کے ہیں، اور فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے کہ امور دینی کا نظم اسی پر استوار ہے۔ وباللہ التوفیق

### تخریج حدیث (۸۶):

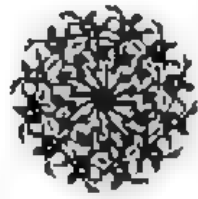
صحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب لن یدخل احد الجنة بعمله

**شرح حدیث:** اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ثواب و عقاب اور احکام شرعیہ قرآن اور سنت سے ثابت ہوتے ہیں عقل

سے ثابت نہیں ہوتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کو اپنی مخلوق پر پوری قدرت حاصل ہے جو وہ چاہتا ہے وہ اپنی حکمت سے اسے انجام دیتا ہے ﴿فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ﴾ اور جو اہل ایمان جنت میں جائیں گے اپنے عمل کی بنیاد پر نہیں داخل ہوں گے، بلکہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے داخل ہوں گے، اعمال صالحہ تو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے ہیں اور احکام کی تعمیل سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور رضائے الہی باعث بنتی ہے اس کے فضل و کرم اور رحمت کی۔ اس لئے جنت میں دخول صرف اللہ کی رحمت سے ہوگا۔ نیز یہ کہ خود دولت ایمان حاصل ہونا اور اس ایمان کے طفیل اعمال صالحہ کرنا بھی اللہ کی رحمت اس کے فضل اور توفیق سے ہے اور ہدایت ایمان بھی تو اللہ کی جانب سے ہے جب ایمان اور عمل صالح کی ابتداء اور اس کا آغاز اللہ کی رحمت اور اس کی توفیق پر موقوف ہے تو اس کا اختتام اور منتہا یعنی دخول جنت تو یہ بھی اسی کا فضل اور اس کی رحمت سے ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ خود اللہ کے محبوب اور خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین فرما رہے ہیں کہ میں بھی عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی، دلیل الفالحین : ۱/۲۰۸)





(الباب ۹)

فِي التَّفَكُّرِ فِي عَظِيمِ مَخْلُوقَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَأَهْوَالِ الْآخِرَةِ وَمَسَائِرِ  
أُمُورِهِمَا وَتَقْصِيرِ النَّفْسِ وَتَهْذِيبِهَا وَحَمَلِهَا عَلَى الْإِسْتِقَامَةِ  
اللَّهُ كِي عَظِيمِ مَخْلُوقَاتِ فِي غُورِ فِكْرٍ، فَنَاءِ دُنْيَا أَهْوَالِ آخِرَتِ اِبْرَدِيكَرِ اَمُورِ فِي تَفَكُّرِ  
نَفْسِ كِي كُوتَاہِي اِوَرِ اس كِي تَهْذِيبِ اِوَرِ اسے آمادۂ استقامت كرنے كا بِيَان

۳۶۰. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ إِنَّمَا أَعْظَمَكُم بَوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلَ خِثْلٍ خَفًّاءَ ۖ وَفِرْدَى ثَمَّ تَنْفَكُّرُوا ۖ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک اور غور کرو۔“ (سورۃ السہا: ۳۶)

تفسیری نکات:

آیات مذکورہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض کائنات میں غور و فکر کی دعوت دے رہی ہیں اور یہ دعوت عمومی ہے کہ ہر انسان غور کرے اور فکر و تدبر کرے کہ کیا یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی یا اس کا پیدا کرنے والا اور خود انسان کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں ہے جس نے ہر شے کو اپنی حکمت علم اور قدرت سے پیدا فرمایا کیا یہ کائنات عبث پیدا ہوئی یا خلق کون و مکان میں حکمتیں اور اسرار یہاں ہیں اور خود انسان ایک مقصد و وجود رکھتا ہے۔

پہلی آیت میں اہل مکہ پر اتمام حجت کی جارہی ہے اور انہیں کہا جا رہا ہے کہ تم ایک کام کرو کہ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو اور کئی کئی مل کر باہم مشورہ کرو اور الگ الگ تنہائی میں غور کرو اور سوچو کہ تمہارا یہ رفیق محمد رسول اللہ ﷺ جو چالیس برس سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں جس کے تمام حالات زندگی سے تم بخوبی واقف ہو اور اس کی امانت و دیانت صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم ہمیشہ معترف رہے ہو، کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ انہیں بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت و دانائی کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی فلاح اور دنیاوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے وہ تمہیں سخت خطرناک اور جاہلی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے تو قوموں کی تاریخیں سناتا ہے دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں ہیں یہ ان اولوالعزم پیغمبروں کے کام ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۳۷. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ إِنِّي فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا ۚ لَبِّبْتُ ۚ ﴾

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَطْلًا سُبْحَنَكَ ۖ

نیز فرمایا کہ

”بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی آمد و رفت میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے

اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔“

(آل عمران: ۱۹۰)

## آسمان وزمین کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے

**تفسیری نکات:** دوسری آیت کے شان نزول سے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور محدث ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا

ہے کہ عطاء بن ابی رباح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے عجیب واقعہ ہو وہ مجھے سنائیے، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کی کس شان کو پوچھتے ہو ان کی تو ہر شان عجیب تھی ہاں میں تمہیں ایک عجیب واقعہ سناتی ہوں ایک رات آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لحاف میں میرے ساتھ لیٹ گئے پھر فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، آپ ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی روئے، پھر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی اس قدر روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس قدر گریہ کیوں فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور شکر یہ میں گریہ و زاری نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿إِن كَفِی خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

یعنی عقلمند آدمی جب آسمان وزمین کی تخلیق اور ان کے نظام شمس و قمر اور ان کی حرکات نوع بہ نوع حیوانات اور رنگ برنگ نباتات اور ان سب میں پنہاں ایک مضبوط اور محکم نظام اور ان کے درمیان موجود ربط و ترتیب پر غور کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب و منظم سلسلہ ضرور کسی مختار کل اور قادر مطلق علیم و خبیر کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت اور اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کا انتظام فرما رکھا ہے کسی چیز کی مجال نہیں اپنے محدود وجود اور اپنے مقررہ دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔

غرض اہل دانش و سنش وہ ہیں جو کائنات میں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور گردش لیل و نہار کے بارے میں سوچتے ہیں اور بالآخر پکار اٹھتے ہیں کہ اے اللہ اے ہمارے رب تیرا یہ سالک کارخانہ عبث نہیں ہے اور اس کی کوئی چیز بھی بے کار نہیں ہے، اور اگر کائنات کا ایک ایک ذرہ بے کار نہیں ہے اور کسی نہ کسی کام میں لگا ہوا ہے تو انسان کیسے بے کار ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی نہ کوئی

مقصود وجود ہے اور مقصد حیات ہے جسے اسے سرانجام دینا ہے۔ (تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۳۸. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾﴾

مزید فرمایا:

”بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کہ کیسا اسے بلند کیا ہے اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے سو تو

سمجھائے جا کہ تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے۔“ (الغاشیہ: ۱۷، ۲۱)

تفسیری نکات:

تیسری آیت میں فرمایا کہ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اور جانوروں کی بہ نسبت یہ کیسا عجیب الخلق جانور ہے اور آسمانوں کی رفعت کو نہیں دیکھتے اور کیا پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ زمین پر کس طرح نصب کر دیئے گئے ہیں؟ کیا زمین کو نہیں دیکھتے جس پر رات دن چلتے پھرتے کاروبار کرتے اور زندگی گزارتے ہیں کہ یہ کس طرح مسطح کر کے بچھائی گئی ہے؟ کیا ان سب اشیاء کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کے حکیمانہ نظام کی طرف عقل متوجہ نہیں ہوتی، جس سے بعث بعد الموت کا ہونا اور آخرت کے احوال اور احوال کا یقین ہو جاتا، عرب صحرائین اور شترسوار تھے اور بکثرت اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے رہتے، حالت سفر میں انسان جب تنہا ہو تو وہ طبعاً مائل تفکر ہوتا ہے، اس لئے غور و فکر کی دعوت کا آغاز اونٹ سے ہوا کہ اس پر یہ مسافر سوار ہے، اسے کہا گیا کہ ذرا نظر اٹھا کر اوپر دیکھو تو آسمان ہے سامنے دیکھو تو پہاڑ ہے نیچے دیکھو تو زمین ہے، یہ جو بہت قریب ترین اشیاء ہیں ان پر غور کرو کہ کس طرح اللہ کے کمال خلق کی دلیل ہیں۔

(تفسیر عثمانی، دلیل الفالحین: ۱/۲۱۲)

۳۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا﴾

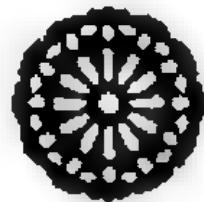
وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ. وَمِنَ الْأَحَادِيثِ الْحَدِيثُ السَّابِقُ. ”الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ.“

اور مزید فرمایا: ”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے۔“ (محمد: ۱۰)

آیات متعدد ہیں اور اس موضوع سے متعلق حدیث ”الکيس من دان نفسه“ گزر چکی ہے۔

تفسیری نکات:

چوتھی آیت میں کفار مکہ کو سرزنش اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں اور تم نے عادی و شہود کی بستیاں نہیں دیکھیں کہ ان کے مضبوط قلعوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اکھاڑ پھینکا، ہر جگہ حیات و ممات آبادی اور بربادی کا نقشہ بکھرا ہوا ہے اگر دیدہ بینا ہو تو عبرت کے لئے بہت سامان موجود ہے۔



(الباقی: ۱۰)

فِي الْمُبَادِرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَيْثُ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ  
نیک کام میں جلدی کرنا اور طالب خیر کو شوق سے اور بلا تردد نیکی پر آمادہ کرنا

۴۰. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

”نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔“ (البقرة: ۱۴۸)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ انسان اس دنیا میں اللہ کی بندگی اور طاعت رب کے لئے بھیجا گیا ہے جو مہلت دنیا میں کام کی ملی ہے، وہ بے حد کم اور وقت انتہائی محدود ہے، اس وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اسے فضول گنویا جائے تقاضائے عقل و دانش یہی ہے کہ اس وقت کو کام میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اعمال صالحہ کئے جائیں اور مسابقت اور جلدی کی جائے کہیں یہ نہ ہو کہ فرصت کے انتظار میں مہلت ختم ہو جائے اس لئے مبادرت اور سبقت ضروری ہے، آخرت کی زندگی میں صرف نیکیاں ہی کام آئیں گی وہاں مال و اولاد کچھ کام نہ آئے گی، مسابقت الی الخیرات میں سستی عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتی ہے جس کو اپنی آخرت اور اپنے انجام کی فکر ہو وہ ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہ سکتا اسے تو ہر گھڑی آخرت کی فکر لگی رہتی ہے اور ہر لمحہ وہاں کے ثواب اور حصول نجات کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۳۸۹)

۴۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾

نیز فرمایا:

”اور دوڑو مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی

ہے۔“ (آل عمران: ۱۳۳)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت اور مسارعت کا حکم دیا گیا ہے، مغفرت سے مراد اسباب مغفرت ہیں یعنی اعمال صالحہ کی طرف دوڑو اور مسابقت کرو کہ دنیا میں وقت اور مہلت کم ہے اور آخرت کا مرحلہ کٹھن اور وہاں کی پکڑ بڑی سخت ہے اور جو اللہ پر ایمان لا کر اور رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کر کے نیک اعمال میں مسارعت اور مسابقت کرے گا تو اللہ نے اس کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے جو اہل تقویٰ کے لئے ہے جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، انسان کے ذہن میں جو وسعت آسکتی ہے وہ زمین اور آسمانوں کی وسعت ہے لیکن یہاں جنت کی وسعت کو تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ فی الحقیقت جنت کی وسعت آسمانوں سے اور زمین سے بھی زیادہ ہے، عرض کے معنی قیمت کے بھی بیان کئے گئے ہیں یعنی جنت کوئی معمولی شے نہیں بلکہ



بہت قیمتی چیز ہے اس کی قیمت کا اندازہ کرنا چاہو تو کہ آسمانوں کی تہوں اور زمین کی پرتوں میں جس قدر خزانے چھپے ہوئے ہیں وہ سب بدل کر بھی اس کی قیمت نہیں بنتے۔ (معارف القرآن: ۱۸۲/۲)

### اعمال صالحہ زیادہ سے زیادہ انجام دیئے جائیں

۸۷. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ فَسَتَكُونُ فِتْنٌ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو، عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے ہوں گے، صبح کو آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر، دنیا کے تھوڑے سے مال کے بدلے اپنا دین فروخت کر دے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۸۷):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتنة.

**کلمات حدیث:** بَادِرُوا: جلدی کرو۔ مُبَادِرَةٌ (باب مفاعله) جلدی کرنا۔ بَذَرًا (باب نصر) جلدی کرنا۔ العرض: اسباب، سامان، جمع عروض۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ پر منکشف کیا گیا تھا کہ امت پر ایسے حالات بھی آئیں گے کہ رات کے اندھیرے کی طرح نوع بہ نوع فتنے لگا تار برپا ہوں گے، فتنوں کی کثرت سے ایسا ہو جائے گا کہ ایک آدمی صبح کو اس حال میں اٹھے گا کہ مؤمن ہوگا لیکن شام تک وہ مال کی محبت میں کسی گمراہی یا بد عملی میں مبتلا ہو کر اپنا ایمان برباد کر چکا ہوگا اور شام کو اگر حالت ایمان پر باقی ہوگا تو صبح کو ایمان کی دولت دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے فروخت کر چکا ہوگا۔

### قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہوگا

قیامت کے قریب فتنوں کی کثرت ہوگی اور اس طرح تیزی سے فتنے آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو پے درپے دانے گرتے ہیں اور ان فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ اللہ کا اور آخرت کے حساب کا خوف دل سے جاتے رہنا اور دنیا کی محبت کا دل میں جگہ بنا لینا ہے، لوگ دنیا ہی کو اپنا محبوب و مطلوب بنالیں گے ان کی اصل فکر و سعی دنیا ہی کے واسطے ہوگی اور آخرت کا تصور منہمکل ہو کر کمزور پڑ جائے گا، غرض طلب دنیا اور دنیا کی محبت میں انسان آخرت کو فراموش کر کے ہر اس کام کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس سے اسے دنیا حاصل ہو سکے اور اس طرح فتنے اس کو اس طرح جکڑ لیں گے کہ ہر صبح و شام اس کا ایمان خطرے میں ہوگا، ان حالات میں حکم یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے اور پھر اعمال خیر کی توفیق ہی نہ ہو، نیز اعمال صالحہ کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کی برکت سے فتنوں سے محفوظ فرما دے گا۔

(شرح صحیح مسلم نووی، دلیل الفالحین: ۲۱۵/۱، معارف الحدیث: ۹۷/۸)

## رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کرنے کا ایک واقعہ

۸۸. عَنْ أَبِي سُرُوعَةَ "بَكَسِرَ السَّيْنِ الْمُهْمَلَةَ وَفَتَحَهَا" عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ قَالَ : "ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرِّ عُنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ "كُنْتُ خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبَرًّا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ". "التَّبَرُّ" قِطْعُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ.

(۸۸) حضرت ابوسرودہ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نماز سے سلام پھیر کر جلدی سے لوگوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے ازواج میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، آپ ﷺ کی جلدی سے صحابہ کرام گھبرا گئے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور محسوس فرمایا کہ صحابہ فکر مند ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یاد آیا کہ ہمارے گھر میں چاندی کا ایک ٹکڑا ہے مجھے ناگوار گزرا کہ میں اسے رکھے ہوں تو کہہ کر آیا ہوں کہ اسے صدقہ کر دیں۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ صدقہ کے مال سے چاندی کا ایک ٹکڑا بچا ہوا تھا مجھے برا لگا کہ یہ ٹکڑا رات بھر گھر میں رہے۔ تیر کے معنی سونے یا چاندی کے پتھر کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۸۸):** صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجۃ فتخطاھم

**راوی حدیث:** ابوسرودہ عقبہ بن عامر، اہل نسب بیان کرتے ہیں کہ عقبہ اور ابوسرودہ بھائی تھے دونوں فتح مکہ کے وقت اسلام لائے، ابن الاثیر نے کہا کہ یہی صحیح ہے، صحیح بخاری میں ان سے تین احادیث مروی ہیں۔

**کلمات حدیث:** وراء الانسان: پیچھے، کبھی آگے کے معنی میں آتا ہے۔ تسخطی، خطا، غلطو (باب نصر) قدموں کے درمیان کشادگی کر کے چلنا۔ تسخطی: پھاندنا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ ﷺ کے لئے مکہ کی وادی کو سونے سے بھر دیا جائے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو ایسی فقیرانہ زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو ہو اور ایک دن کھانے کو نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے اٹھائے گئے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں عقبہ بن عامر بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز عصر تیزی سے گھر میں تشریف لے گئے، اور واپس آ کر صحابہ کرام کو متعجب پایا تو فرمایا کہ صدقات کے مال میں سے ایک چاندی کا پترا بچا ہوا تھا نماز میں اس کا خیال آ گیا، اور مجھے ناگوار گزرا کہ وہ رات بھر میرے گھر میں رہے، اس لئے کہہ آیا ہوں کہ اسے صدقہ کر دیں۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۱۵، معارف الحدیث: ۲/۷۱)

## عمرو بن حمام کے دخول جنت کا شوق

۸۹. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيُّنَ أَنَا؟ قَالَ "فِي الْجَنَّةِ" فَأَلْقَى تَمْرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے احد کے روز نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینکی پھر قاتل کیا اور شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۸۹):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة احد. صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنة الشهيد.

**کلمات حدیث:** تمرات: جمع نمرۃ کی۔ کھجور۔ تمرات، چند کھجوریں۔

**شرح حدیث:** ایک صحابی رسول ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں خطیب کہتے ہیں کہ ان صاحب کا نام عمرو بن الحمام انصاری تھا، ان صاحب کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں، انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے سبقت میں اتنی تاخیر پسند نہ کی کہ وہ کھجوریں کھالیں کہنے لگے اگر میں یہ کھجوریں کھانے میں لگا تو یہ تو بہت طویل وقفہ حیات ہے، چنانچہ کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑے اور شہادت پائی اس روز مسلمانوں میں شہادت پانے والے وہ پہلے شخص تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سیاہ فام شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا رنگ سیاہ ہے میرے جسم میں بو ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے اگر میں ان سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص آگے بڑھا اور شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تیرے چہرے کو سپید کر دے تیری بو کو پاکیزہ بنادے اور تجھے جنت کی دولت عطا کر دے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۱۶)

## صحت کے زمانہ میں صدقہ کرنے کا زیادہ ثواب ہے

۹۰. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَكْبَرُ؟ قَالَ: "أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَاحِبُ شَيْءٍ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْحُلُقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ". "الْحُلُقُومُ" مَجْرَى النَّفْسِ. وَ "الْمَرْنَى" مَجْرَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ.

(۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا اجر عظیم ہے؟ فرمایا وہ صدقہ زیادہ اجر کا موجب ہے جو تندرستی اور صحت کی حالت میں دے جب تو فقر سے ڈرتا ہو اور غنا کی امید رکھتا ہو۔ اتنی مہلت نہ لے کہ سانس اکھڑ جائے اور تو کہے کہ یہ فلاں کو دیدو اور یہ فلاں کو دیدو، وہ تو پہلے ہی فلاں کا ہو چکا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۹۰):** صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب ای الصدقة افضل، صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة المصحیح الشحیح.

**کلمات حدیث:** شحیح: بخیل اور حریص۔ شح کے معنی بخل مع حرص کے ہیں۔ حلقوم: حلق، جمع حلاقیم۔  
**شرح حدیث:** اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرنا ایک بہترین عبادت ہے، قرآن و سنت میں جا بجا انفاق کا حکم ہے، اور بہترین صدقہ وہ ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے جب آدمی تندرستی اور صحت کے ایسے عالم میں ہو جب اس میں مال کی طبعی خواہش اور فطری میلان موجود ہو اسے فقر کا اندیشہ ہو اور وہ تو نگری کا آرزو مند ہو، جب اس کی یہ ہے کہ اس حالت میں جو شخص اللہ کی راہ میں صدقہ کر رہا ہے اس کی نیت رضائے الہی کے حصول کی ہے اور وہ ایک عزم مصمم کے ساتھ اور شوق اور رغبت کے ساتھ اپنا مال اللہ کی راہ میں دے رہا ہے، لیکن اگر اس شخص کی بیماری یا عمر کی زیادتی سے مال و دولت کی رغبت ہی دم توڑ گئی ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ تو اب جانے ہی والا ہے چلو کچھ راہ خدا میں بھی دیدوں صاف ظاہر ہے کہ اس کا اجر و ثواب کم ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں صدقہ کرے اور انفاق فی سبیل اللہ کے حکم پر عمل کرے اور صحت و توانائی کے زمانے میں مال کی رغبت رکھتے ہوئے اسے اللہ کی راہ میں صرف کرے یہ نہ ہو کہ آج کل پر ناتا رہے اور اسی میں دم آخر آجائے اور پھر کہے کہ یہ فلاں کو دیدو، اب تو وہ پہلے ہی فلاں اور فلاں کا ہو چکا ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۲۴، دلیل الفالحین: ۱/۲۱۶)

### حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ

۹۱. الْخَنَاسُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هَذَا؟ فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا أَنَا قَالَ: فَمَنْ يَأْخُذْهُ، بِحَقِّهِ؟ فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ أَبُو دُجَانَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَا أَخُذْهُ، بِحَقِّهِ فَأَخُذْهُ، فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِينَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ



اِسْمُ اَبِي دُجَانَةَ سِمَاكُ بْنُ خُرْشَةَ قَوْلُهُ "اَحْجَمَ الْقَوْمُ" اَيُ تَوَقَّفُوا. وَ "فَلَقَ بِهِ" اَيُ شَقَّ "هَامُ الْمَشْرِكِينَ" اَيُ رُئُوسَهُمْ.

(۹۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ یہ مجھ سے کون لیتا ہے، سب نے ہاتھ پھیلا دیئے، صحابہ میں سے ہر ایک کہہ رہا تھا کہ میں میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے، اس پر سب جھجک گئے، ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں، چنانچہ انہوں نے اس سے مشرکین کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔ (مسلم)

ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے، اَحْجَمَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں رک گئے۔ فَلَقَ بِهِ سر پھاڑ دیا، هَامُ الْمَشْرِكِينَ، مشرکین کی کھوپڑیاں۔

**تخریج حدیث (۹۱):** صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی دجانة سماک بن خرشة رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

**کلمات حدیث:** اَحْجَمَ عَنِ الشَّيْءِ : ڈر کر باز رہنا۔ اَحْجَمَ الْقَوْمُ : رک گئے، باز رہے۔ فَلَقَ بِهِ : توڑ دیا، کاٹ دیا، پھاڑ دیا۔ هَامُ الْمَشْرِكِينَ : مشرکین کے سر۔

**شرح حدیث:** اللہ کے راستے میں جہاد و قتال ایک عظیم الشان عبادت ہے، اور شہادت ایک رتبہ بلند ہے جو جہاد میں شہید ہو جانے والوں کو حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مرکز حیات جاوداں حاصل کر لیتا ہے، غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار اٹھائی اور صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا، سب نے اپنے ہاتھ دراز کر دیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس کا حق ادا کرے گا، ابودجانہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا، آپ ﷺ نے تلوار ان کو عنایت فرمادی وہ تلوار لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور مشرکین کی گردنیں اڑا دیں اور بالآخر خود بھی شہید ہو گئے۔

سیرت ابن سید الناس میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی امیدواروں میں سے تھا اور میں نے حضور ﷺ سے تلوار مانگی تھی، مگر آپ ﷺ نے ابودجانہ کو دیدی تھی، میں نے سوچا کہ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کرتے ہیں انہوں نے ایک سرخ پٹی نکال کر پیشانی پر باندھی، انصار نے کہا ابودجانہ نے موت کی پٹی نکال لی وہ مشرکین کے لشکر میں گھس گئے اور جو سامنے آیا اسے قتل کرتے گئے، یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۲۰/۱۶، دلیل القالحمین: ۲۱۸/۱)

## قرب نبی کا زمانہ بہتر ہے

۹۲. السَّادِسُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَشَكُّونَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى

مِنَ السَّحَّاجِ. فَقَالَ: اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرُّهُ حَتَّى تَلْقُوا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۲) حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے ان کے سامنے حجاج کی زیادتیوں کا شکوہ کیا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو، جو بھی زمانہ آئے گا اس کے بعد آنے والا زمانہ اس سے برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو گے، میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ (صحیح البخاری)

**تخریج حدیث (۹۲):**

صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لا یأتی زمان الا الذی بعده شرمنہ.

**شرح حدیث:**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاج بن یوسف کی زیادتیوں کا شکوہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو کیوں کہ جو بھی زمانہ آئے گا وہ گزرے ہوئے وقت سے برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو، یہ بات میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے، اس لئے انسان کے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ تکالیف اور صعوبتوں کو نظر انداز کر کے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کر لے، اور بزم خود اس خیال میں نہ بیٹھا رہے کہ جب کوئی دور امن و سکون اور عافیت کا آئے گا تو میں اچھے اعمال کروں گا کیوں کہ زمانہ (وقت) تلوار ہے یا تم اپنے عمل خیر سے اسے کاٹو یا یہ تمہیں کاٹ دے گا، مشکاکہ نبوت سے جس قدر بعد ہوتا جائے گا اسی قدر زمانہ خراب ہوتا جائے گا کیوں کہ انسان اس دنیا میں ابتلاء و آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے مصائب و آلام رنج و محن تکالیف اور دشواریاں سب اس ابتلاء کا حصہ ہیں، شاید عمر بھر میں بھی کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب ہر قسم کے خروشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد اور اس لئے فکری سے فائدہ اٹھا کر کوئی کار خیر کرے۔ (فتح الباری: ۷۰۰/۳، دلیل الفالحین: ۲۱۸/۱)

## فرصت و صحت میں خوب اعمال صالحہ کی پابندی کرو

۹۳. السَّابِعُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا أَوْ غِنًى مُطْغِيًا أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا أَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا أَوِ الدَّجَالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ أَوِ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمَرُّ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں کے وقوع سے پہلے جلدی جلدی عمل صالح کر لو، آیاتم ایسے فقر کا انتظار کرو گے جو مت مار دے اور تم عمل کرنا بھی بھول جاؤ، یا ایسی ثروت جو سرکش بنا دے یا مرض جو جسم کو گھلا دے یا بڑھا پا کہ عقل ٹھکانے نہ ہو یا موت جو اچانک آدبوچے یا پھر دجال کا انتظار کرو گے جو ہر غائب شر سے بدتر ہے جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا اور قیامت تو بہت ہی ہولناک اور تلخ ہے۔ (ترمذی) اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

**تخریج حدیث (۹۳):**

الجامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل.

**کلمات حدیث:**

مُنْسِيًا، نَسِيًا، نَسِيًا، وَنَسِيَانًا (باب سمع) بھولنا۔ هَرَمًا، هَرَمًا، هَرَمًا (باب سمع) بہت بوڑھا ہونا۔ مُفْنِدًا،

بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں فتور پیدا ہو جانا۔ فَنَدَ فَنَدًا (باب سمع) بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اعمال صالحہ میں سبقت اور مبادرت کی تاکید ہے کہ انسان جس حال میں ہو ہر حالت میں اطاعت و بندگی کرتا رہے یہ انتظار نہ کرے کہ کوئی وقت فرصت کا اور عافیت کا میسر کروں گا کہ انسان کو کیا معلوم ہے کہ آنے والا وقت اپنے دامن میں اس کے لئے کیا آزمائش لے کر آ رہا ہے، اس لئے انسان ہر وقت عمل کرتا رہے اور عمل صالح کی طرف سبقت کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارک میں بہت پر اثر الفاظ میں اعمال صالحہ کی جانب مبادرت کی نصیحت فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں میں سے تمہیں کس بات کا انتظار ہے کیا فقر کا انتظار ہے کہ تنگی و ناداری کی کیفیت میں ساری اہم باتیں بھول جائیں اور سوائے تلاش و سعی رزق کے کوئی فکر دامن گیر نہ رہے دولت و ثروت کی ایسی فروانی کا انتظار ہے جس سے دماغ میں تکبر اور سرکشی پیدا ہو جائے، یا ایسی بیماری کا انتظار ہے جو جسم کو کھوکھلا کر دے اور انسان کو ایسا بد حال کر دے کہ وہ بندگی کے قابل ہی نہ رہے، یا بڑھاپے کا انتظار ہے جس سے عقل جاتی رہے یا موت کا انتظار ہے جو ساتھ لے جانے کے لئے سامنے تیار کھڑی ہو، یا دجال کا انتظار ہے جو اگر چہ غائب ہے مگر غائب ثروں میں سے سب سے بدترین شر ہے، یا پھر قیامت کا انتظار ہے جس کی ہولناکی ایسی ہوگی کہ دودھ پلانے والی ماں بچہ کو بھول جائے گی، قیامت کی دہشت بھی انتہاء کی ہے اور اس کا ذائقہ بھی بہت تلخ ہے۔

حدیث مبارک کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی بندگی میں لگا رہے اور اس طرح جلدی جلدی عمل صالح کرتا رہے گویا بس یہی اس کا آخری عمل ہے، فرصت کے لمحات کا انتظار فضول ہے، ہو سکتا ہے کہ فرصت کا وقت کبھی نہ آئے اور اس کی جگہ آدمی ان آفات میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ۔ (تحفة الاحوذی: ۷/۸، دلیل الخالصین: ۱/۲۲۰)

### حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۹۴۔ الثَّامِنُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَا أُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّأْيَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ " قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا أَحْبَبْتُ أَلَمَارَةً إِلَّا يَوْمَئِذٍ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءً أَنْ أَدْعَى لَهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا وَقَالَ: امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ " فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مَاذَا أَقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابَتِهِمْ عَلَى اللَّهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ: "فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسَّيْنِ الْمُثَمَّلَةِ أَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

(۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں یہ علم اس

شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے سرداری اور امامت اس دن کے علاوہ کبھی محبوب نہ لگی چنانچہ میں نے اپنے دل میں آرزو کی کہ شاید مجھے بلایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اور انہیں علم عطا فرمادیا اور فرمایا روانہ ہو جاؤ کسی طرف متوجہ نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح یاب فرمائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے ذرا آگے جا کر رکے اور بغیر رخ موڑے پکار کر پوچھا، یا رسول اللہ میں ان سے کس بات پر قتال کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے قتال کرو یہاں تک کہ یہ گواہی دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ اقرار کر لیں تو وہ اپنی جانیں اور اپنے مال اللہ کے دیئے ہوئے حق کے مطابق تم سے محفوظ کر لیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (مسلم)

فَتَسَاوَرْتُ: یعنی میں نے اس کی خواہش رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اونچا کیا۔

**تخریج حدیث (۹۴):** صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب من فضائل علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ .

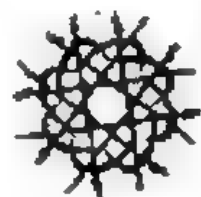
**کلمات حدیث:** الرأیة: جھنڈا۔ جمع رأیات. صَرَخَ، صراخاً، (باب نصر) زور سے پکارنا۔

**شرح حدیث:** غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دلانے والا ہے، بعض روایات میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی جو آپ ﷺ کے لعاب دہن لگانے سے جاتی رہی، اس واقعہ میں کئی معجزات ظاہر ہوئے مثلاً یہ کہ آپ ﷺ کے لعاب دہن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی اور آپ ﷺ نے معرکہ سے قبل ہی فتح کی خوشخبری دیدی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر ادھر ادھر التفات کے سیدھے چلو، اس حکم نبوی ﷺ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفظاً عمل کیا اور جب پکار کر آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کس بات پر ان سے قتال کروں تو اسی طرح بغیر ادھر ادھر التفات کے کہا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے اس بات پر قتال کرو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ یہ اقرار کر لیں تو ان کی جان بھی محفوظ ہوگی اور ان کا مال بھی محفوظ ہوگا۔

علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جنگ سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دی جائے اگر وہ قبول کر لیں تو ہمارے بھائی ہیں اور ان کے جان و مال محفوظ ہیں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں اور جزیہ پر آمادہ ہوں تو وہ ہمارے اہل ذمہ ہیں اور اگر اسلام لانے اور جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۵/۱۴۴، دلیل الفالحین: ۲۲۱/۱)





## فی المجاہدۃ مجاہدہ کے بیان میں

### کوشش کرنے سے راہیں کھلتی ہیں

۴۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

”اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔“

(العنکبوت: ۶۹)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب و رضایا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے، اور وہ باتیں سوچنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا بیشک اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کو ساتھ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۴۳. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

نیز فرمایا کہ

”اپنے رب کی بندگی کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔“ (الحجر: ۹۹)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ بندہ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اور یکسو ہو کر اللہ کی تسبیح و تحمید میں لگا رہے اللہ کا ذکر ایک عظیم دولت ہے جس سے قلب مطمئن رہتا ہے اور فکر و غم دور رہتے ہیں۔ بندگی اور عبادت اور عمل صالح ساری زندگی کے لئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، علماء نے اور جمہور سلف نے اس آیت میں وارد یقین کے لفظ کے معنی موت ہی بتائے ہیں، خود قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ہے: ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ يَوْمَ الدِّينِ﴾ حَتَّىٰ أَتَيْنَا الْيَقِينَ ﴿۱۷﴾ (ہم تو حساب کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آیا) (تفسیر عثمانی)

۴۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ اَيِ انْقَطِعْ إِلَيْهِ .

نیز فرمایا کہ

”اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔“ (المزمل: ۸)

### دنیا سے منہ موڑ کر ایک اللہ سے تعلق جوڑو

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ سب سے کٹ کر اور ہر تعلق سے لا تعلق ہو کر اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہو، اللہ کی یاد ہر تعلق اور ہر رشتہ پر غالب ہو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہئے، اللہ کی یاد اللہ کی بندگی اور اللہ کی عبادت صرف اور صرف اسی کی رضا کے لئے ہو اور ہر وقت اور ہر گھڑی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”كَانَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ حِينٍ“ (رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے) اور یہ جب ہی ہے کہ ذکر عام ہو ذکر لسانی ذکر قلبی اور ذکر جوارح کو، کہ آیت کی مراد یہی ہے کہ ذکر اللہ شب و روز ہمہ وقت جاری رہے اور یہ اسی عمومی مفہوم کے ساتھ ہوگا۔

(تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن، سورہ مزمل)

۴۵. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾

نیز فرمایا کہ

”جس میں ذرہ بھرنیکی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“ (الزلزال: ۷)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا جس نے ایمان کے ساتھ کوئی خیر کی ہوگی وہ اس کو اس کے ثواب اور جزاء کی شکل میں دیکھ لے گا، نیکی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے بغیر ایمان نیکی کا اعتبار نہیں خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے اس لئے صاحب ایمان خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ وہ بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری، معارف القرآن)

۴۶. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا﴾

مزید فرمایا کہ

”اور جو تم اپنے لیے اچھائی آگے بھیجتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور صلہ میں بڑھا ہوا پاؤ گے۔“ (المزمل: ۲۰)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں فرمایا کہ جو نیکی دنیا کی زندگی میں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ نہ سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے ایسا نہیں ہے یہاں سے تم جو نیکیاں آگے بھیج رہے ہو سب اللہ کے یہاں جمع ہو رہی ہیں اور ان میں اللہ سبحانہ کے فضل سے دس گناہ اور سات سو گناہ اور اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۴۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (۷۲)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

مزید فرمایا کہ

”اور نیکی کے کاموں میں جو مال خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو جانتا ہے۔“ (البقرہ: ۲۷۳)

غرض اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی موجود ہیں۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ جو مال تم دنیا میں خرچ کر گے اسے اللہ کے ہاں بڑھا ہوا پاؤ گے کہ وہ دنیا کے مال سے کہیں بہتر اور اجر و ثواب میں عظیم تر ہوگا۔

### اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کے قدر دان ہیں

۹۵. فَأَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

”آذَنْتُهُ“ اَعْلَمْتُهُ، بَانِي مُحَارِبٌ لَهُ، ”اسْتَعَاذَنِي“ رَوَى بِالنُّونِ وَبِالْبَاءِ.

(۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہو میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندہ کے لئے میرا قرب حاصل کرنے کی کوئی چیز نہیں سوائے ان فرائض کے جو مجھے بے حد پسند اور محبوب ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، تا آنکہ میں اسے محبوب بنالوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریعے سنتا ہے اس کی بینائی بن جاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ ان سے پکڑتا ہے اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں کہ ان سے چلتا ہے جب وہ مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنتہ: میں اس کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے میری جنگ ہے۔ استعاذنی: نون اور یاء کے ساتھ ہے۔

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع.

تخریج حدیث (۹۵):

کلمات حدیث: عَادَا يَعْدُوْا عَدُوًّا (باب نصر) ظلم کرنا۔ عَدِيْ يَعْدِيْ عَدُوًّا (باب سمع) بغض رکھنا۔ الحرب: جنگ، جمع

حروب، حَارَبَهُ، مُحَارَبَةً: جنگ کرنا۔

**شرح حدیث:** ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قریب رکھتا ہو یعنی اللہ کے تمام احکام پر عمل کرتا اور تمام نواہی سے مجتنب رہتا ہو، بکثرت عبادات نافلہ میں مشغول رہتا ہو، زبان اللہ کے ذکر سے کسی وقت خالی نہ ہو اور قلب میں نور معرفت کی ایسی روشنی موجود ہو کہ وہ اپنے قلب سے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو، وہ جب نظر ڈالتا ہے تو اللہ سبحانہ کے دلائل قدرت دیکھتا ہے جب سنتا ہے آیات الہی سنتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے اور جب حرکت کرتا ہے تو اس کی حرکت اللہ کی اطاعت اور رب کی فرمان برداری کے لئے ہوتی ہے، یہ ولی ہی ہے جو متقی ہے ﴿إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُنْقِبُونَ﴾ (اللہ کے ولی صرف اہل تقویٰ ہیں) ظاہر ہے کہ جس کے یہ اوصاف و خصائص ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے اور جو اللہ کے محبوب سے عداوت رکھے اللہ اس کے ساتھ اعلان جنگ فرما دیتے ہیں۔

ولایت اور شان محبوبیت کے حصول کے دو طریقے بیان فرمائے، فرائض کی ادائیگی اور نوافل کی کثرت، یعنی جملہ فرائض کی ادائیگی اور تمام منہیات سے اجتناب تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے، اس کے بعد تقرب بالنوافل یعنی تمام نقلی عبادات کا انجام دینا، مثلاً تلاوت، ذکر اللہ اور باطنی عبادات جیسے توکل، خشیت الہی، زہد اور تسلیم رضا۔

غرض پوری زندگی رضائے الہی کے مطابق گزارنا اور ہر لمحہ اس کی اطاعت اور بندگی میں گزارنا حسب الہی کا سبب بنتا ہے اور اللہ کی محبت اپنے بندے سے یہ ہے کہ وہ اس کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اور اس پر اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کو مزید اعمال صالحہ کی رغبت عطا فرماتے ہیں، اور اس کے دل میں اعمال صالحہ کی ایسی محبت ڈال دیتے ہیں کہ اسے ان اعمال کے انجام دینے میں کوئی کلفت باقی نہیں رہتی اور وہ ان کو اس طرح انجام دینے لگتا ہے جیسے وہ اس کی طبیعت ثانیہ بن چکے ہوں اور اس مرحلے پر پہنچ کر وہ دیکھتا ہے تو مظاہر قدرت دیکھتا ہے سنتا ہے تو آیات الہی سنتا ہے اور اس کے اعضاء حرکت کرتے ہیں تو کسی عبادت کی انجام دہی کے لئے کرتے ہیں۔

(فتح الباری: ۳/۳۹۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۲۴)

## اعمال صالحہ سے بندے کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے

۹۶. الثَّانِي عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَى شَيْءٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا آتَانِي يَمْشِي آتَيْتُهُ هَرَوَلَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ بالشت بھر میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں، وہ ایک ہاتھ میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں دو ہاتھ کے بقدر اس کے قریب ہوتا ہوں وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(البخاری)



**تخریج حدیث (۹۶):**

صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ.

**کلمات حدیث:** شَبْرٌ: بالشت، جمع أَشْبَار. ذراع: ہاتھ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک۔ باع: دونوں بازو پھیلا کر ان کی درمیانی مقدار جو تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے۔ هَرَوُلٌ: تیز چلنا، دوڑنا۔

**شرح حدیث:**

مفہوم حدیث یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری کرتا ہے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس رضا کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ بندے کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اجر جزیل عطا فرماتے ہیں اور اس پر انعام فرماتے ہیں اور اسے مزید توفیق عطا فرماتے ہیں کہ وہ طاعت رب میں مزید آگے بڑھے اور زیادہ فضل و کرم کا مستحق قرار پائے۔ اس کو تمثیلی انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ بندہ اگر ایک بالشت اللہ کی طرف آتا ہے یعنی بندہ کوئی معمولی سی عبادت اور کوئی چھوٹی سی نیکی کرتا ہے تو اللہ اس کو قبول فرما کر اس کو مزید بندگی کی اور مزید کار خیر کی توفیق عطا فرماتے ہیں، اسی طرح جب اور مزید بندگی کرتا ہے اتنی جیسے ایک ہاتھ آگے بڑھ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دونوں بازو پھیلانے بقدر قریب ہو جاتے ہیں اور جب بندہ گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی کے راستے پر کشاں کشاں چلنا شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان رحمت اس کے وجود کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۲۸)

**صحت و فراغت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں**

۹۷. الثَّالِثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ (۲) مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتوں کے بارے میں اکثر لوگ

گھانٹے میں ہیں صحت اور فراغ۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۹۷):**

صحیح البخاری کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق وان لا عیش الا عیش الآخرة.

**کلمات حدیث:**

مغبون، غَبْنٌ غَبْنًا (باب نصر) دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا۔

**شرح حدیث:**

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار اور بے حساب ہیں ہر سانس ایک نعمت ہے لیکن ان نوع بہ نوع نعمتوں میں دو نعمتیں بہت اہم بھی، عظیم بھی ہیں اور بے مثال بھی ہیں، اور انہی دو نعمتوں کے استعمال میں انسان سب سے زیادہ دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ یہ دو نعمتیں صحت اور فرصت، اگر یہ دو نعمتیں کسی کو ایک ہی وقت میں میسر ہوں تو گویا اس کے پاس ایک عظیم خزانہ ہے جسے وہ اپنے کام میں لا کر اپنی دنیا کی زندگی بھی سنوار سکتا ہے اور اپنی عاقبت بھی درست کر سکتا ہے، پس جس شخص کو یہ دو نعمتیں حاصل ہوں وہ ان کا شکر ادا کرے اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور اکثر لوگ گھانٹے کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر صحت مند ہے تو فکر معاش اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ کوئی نیک کام کر سکے، اور اگر غنی ہے تو

صحت بردا دے اور کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے، یا اگر صحت و فرصت دونوں موجود بھی ہیں تو سستی اور کاہلی اور عمل سے بے رغبتی کچھ کرنے نہیں دیتی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے انسان کی ایک بہترین مثال بیان فرمائی ہے کہ اسکی مثال ایک تاجر کی سی ہے ہر تاجر چاہتا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ محفوظ رہے اور تجارت میں کامیابی ہو اور منافع حاصل ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ خوب حزم و احتیاط سے تجارت کرے اور جس سے معاملہ کرے اس کے صدق و دیانت کو مد نظر رکھے اور پوری طرح محتاط رہے کہ کہیں کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور کاروبار میں گھانا نہ ہو جائے، اسی طرح صحت و فرصت اصل سرمایہ ہیں۔ ان کے ساتھ معاملہ چاہئے ایمان اور مجاہدہ نفس کے ساتھ تاکہ دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں حاصل ہوں۔ اس پر لازم ہے کہ نفس اور شیطان کے حیلوں سے محتاط رہے اور ان کے دھوکہ میں نہ آئے، یہی مضمون قرآن کریم میں بھی بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَجْرِفٍ تُجْحِكُكُمْ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ عَظِيمٍ﴾ (اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے) (القصف: ۱۰) یہ تجارت کیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد اور اس کا صلہ اللہ کی رضا اور آخرت کی دائمی نعمتیں اور جنت میں پاکیزہ اور بہترین مساکن اور ہر طرح کے آرام و عیش کی فراوانی۔

(فتح الباری: ۳/۳۴۵، دلیل الفالحین: ۱/۲۲۷)

### اعمال کے ذریعہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

۹۸. الرَّابِعُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَقْلًا أَحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَنَحْوُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

(۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ پاؤں پھٹنے کے قریب ہو جاتے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام فروگزاشتیں معاف فرمادی ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں صحیحین میں اس مضمون کی ایک اور روایت مغیرہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے۔

**تخریج حدیث (۹۸):** صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ، صحیح مسلم، کتاب المنافقین

باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادۃ.

**کلمات حدیث:** تَتَفَطَّرُ: یعنی قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ رات کو نماز تہجد پڑھاتے اور اس قدر طویل قیام فرماتے کہ اقدام مبارک پر ورم آجاتا اور پھٹ جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار فرمایا کہ اس قدر تعب کی کیا حاجت ہے جبکہ اللہ نے آپ ﷺ کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ عبدشکور بن جاؤں۔

اہل السنۃ جماعت کا اور جملہ سلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں کیوں کہ انبیاء کے لئے مقام نبوت اور ان کے شرف و فضل کا مقتضا یہی ہے، اس مقام پر ذنوب کا لفظ ان معنوں میں نہیں ہے جو عام امتیوں کے لئے مستعمل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت بہت بڑی ہے اور ان کی شان کبریائی بہت وسیع ہے اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عبودیت و بندگی تقاضا ہے حق سبحانہ کی عظمت شان کا اس میں کوئی فروگزاشت ہو جانا اور کسی طرح کی کمی واقع ہونا انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہیں اسی طرح اللہ کے انعامات کثیران کے احسانات عظیم اور ان کا فضل و کرم لامتناہی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے شکر میں کمی رہ جائے یہی کمی انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہے، خود حدیث مبارک میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں عبدشکور نہ بن جاؤں یعنی میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے احسانات کا اور ان کے فضل و کرم کا اور ان کے انعامات کثیرہ کا شکر ادا کر کے عبدشکور بن جاؤں، غرض عبودیت اور شکر میں کسی طرح کی فروگزاشت کو بھی اللہ سبحانہ نے آپ سے درگزر فرمادیا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۲۸)

### آخری عشرہ میں عبادت میں جان کھپانا

۹۹. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيَّقُظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدًّا لِمُنْزَرٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”وَالْمُرَادُ: “الْعَشْرُ الْآخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ” وَالْمُنْزَرُ “الْإِزَارُ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنْ اعْتِزَالِ النِّسَاءِ. وَقِيلَ: الْمُرَادُ تَشْمِيرُهُ، لِلْعِبَادَةِ يُقَالُ شَدُّتْ لِهَذَا الْأَمْرِ مِنْزَرِي: أَيُ تَشْمَرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَهُ“.

(۹۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں رات کو بیدار رہتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار فرماتے کوشش کرنے کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوتے اور کمر ہمت باندھ لیتے۔

(متفق علیہ)

مراد ہیں رمضان کے آخری دس دن، منزر ازار سے ہے، جو کنایہ ہے ازواج دور رہنے کا، اور بعض کے نزدیک مراد عبادت کے لئے مستعد ہونا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے ازار کس لیا ہے یعنی میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کر لیا ہے اور اس کے لئے فارغ ہو گیا ہوں۔

**تخریج حدیث (۹۹):** صحیح البخاری کتاب صلاة التراويح، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان . صحیح مسلم،

کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان

**کلمات حدیث:** المنزر اور المنزرة، تہیند، جمع مازر، شد للامر منزرة کسی کام کے لئے مستعد و تیار ہونا۔

**شرح حدیث:** جس طرح رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اس کا آخری عشرہ پہلے دو عشروں پر

فضیلت رکھتا ہے کہ اس آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کسی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے، لیلۃ القدر کی رات کو ایک ہزار مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اس رات کی بندگی اور عبادت ایسی ہے جیسے بندہ ایک ہزار مہینوں تک عبادت کرتا رہے اور اس رات کی یہ فضیلت اس لئے ہے

کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے حضور اکرم ﷺ پر اترنا شروع ہوا اور اس رات میں اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر

و برکت سے زمین والوں کو مستفید کریں، بہر حال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے، عشرہ اخیرہ کی ان تمام فضیلتوں کے پیش نظر رسول کریم ﷺ عبادت کا مزید اہتمام فرماتے خود بھی سعی و کوشش فرماتے اور اہل خانہ کو بھی

آمادہ کرتے اور ترغیب دیتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ“ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ

کرتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری، دلیل الفالحین: ۱/۲۲۸، معارف الحدیث: ۲/۳۵۴)

## توی مؤمن ضعیف سے بہتر ہے

۱۰۰. السَّادِسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ: مِنَ الْزُّبَنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلِّ خَيْرٍ إِحْرَصٌ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتِعْنُ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ. وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللَّهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ “ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۰۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن قوی اللہ

کے نزدیک مؤمن ضعیف سے زیادہ اچھا ہے اور زیادہ محبوب ہے اور خیر دونوں ہی میں ہے، اس عینے کی حرص کرو جو مفید ہو اور اللہ کی مدد مانگو اور کمزور نہ پڑو، اگر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا، لیکن کہو کہ اللہ کی تقدیر اسی طرح ہے جو اس نے چاہا وہ ہوا، اس لئے کہ اگر کالفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۰):** صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض

المقادير الى الله



**کلمات حدیث:** عَجَزَ عَجْزاً (باب ضرب وسمح) عاجز ہونا۔

**شرح حدیث:** مؤمن قوی وہ ہے جس کا دل قوت ایمانی سے مضبوط ہو اور اس کا اعتماد صرف اور صرف مسبب الاسباب پر ہو اور اسباب پر اس کی نظر نہ ہو، مؤمن قوی وہ ہے جسے امور آخرت کی رغبت ہو اور عبادت و بندگی میں مصروف رہتا ہو، اور مؤمن قوی وہ ہے جو دعوت و تبلیغ کے کام میں لوگوں کی طرف پہنچنے والی تکلیف اور ایذا پر صابر ہو اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہو اور علامہ قرطبی نے فرمایا کہ قوی بدن ہو اور جسمانی طور پر مضبوط ہوتا کہ خوب کوشش سے اور عمدگی سے فرائض و واجبات کو ادا کر سکے اور ان امور کی انجام دہی میں تعب نہ لاحق ہو، حقیقت یہ ہے کہ مؤمن قوی کا لفظ ان تمام معانی کو مشتمل ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی مؤمن میں ان میں سے کوئی ایک پہلو نمایاں ہو اور کسی میں دوسرا پہلو زیادہ نمایاں ہو، اسی لئے فرمایا کہ مؤمن ہر حال میں خیر ہے خواہ قوی ہو یا ضعیف کیوں کہ اساس خیر یعنی ایمان تو دونوں ہی میں موجود ہے لیکن اللہ کے یہاں مؤمن قوی زیادہ محبوب ہے کہ اس کی خیر مؤمن ضعیف سے زیادہ ہے۔

بہر حال مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں ان امور کی طرف متوجہ رہے جو مفید ہوں اور ان باتوں کی طرف التفات نہ کرے جو غیر مفید ہوں کیونکہ فرصت حیات محدود اور درپیش عمل زیادہ ہے، غیر مفید کاموں میں الجھ کر مفید کاموں سے رہ جائے گا، لیکن یاد رہے کہ اعمال صالحہ کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اسی سے استعانت طلب کرنی چاہئے اور حتی الوسع عمل میں اور کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے۔

مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور جو کچھ گزر چکا ہے اس کی سوچ و فکر میں نہ لگا رہے کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہو جاتا بلکہ یہ کہے کہ جو کچھ ہوا وہ میری تقدیر اور اللہ کا فیصلہ ہے اور میں اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں، کیوں کہ اگر کا لفظ شیطان کو بہکانے کا راستہ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۱۷۶، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۰)

## جنت خلاف طبع باتوں سے مستور ہے

۱۰۱. السَّابِعُ وَعَشْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حُفَّتْ" بَدَلُ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بِمَعْنَاهُ: أَيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هَذَا الْحِجَابُ فَإِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا.

(۱۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کو شہوات کے پردوں میں چھپا دیا

گیا ہے اور جنت کو ناگوار امور سے چھپا دیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں حجب کی جگہ حُفَّتْ آیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہیں کہ درمیان میں ایک حجاب ہے ان امور کا

ارتکاب کرنے والا داخل ہو گیا۔

**تخریج حدیث (۱۰۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجت النار بالشہوات۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها۔

**کلمات حدیث:** حُجِبَتْ: پردہ میں چھپائی گئی۔ حَحَب، حَحَبًا (باب نصر) پردہ میں چھپانا۔ مَكَارِه، جمع مُكَرِه: ناپسندیدہ ناگوار۔ شَهَوَات: جمع شَهْوَة: نفس کی خواہش۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور فصیح وبلغ کلام ہے، اس میں ایک بہت عمدہ اور دلنشین تمثیل کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ جنت کوناگوار امور سے چھپا دیا گیا ہے اور جہنم کو خواہشات نفس سے چھپا دیا گیا ہے اگر کوئی باہمت مکارہ کو برداشت کر کے اور کلفتوں کو انگیز کر کے اپنے آپ کو خواہشات نفس سے بچائے اور ہر برے کام سے اجتناب کرے اور اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے وہ جنت میں جائے گا، جو خواہش نفس کی پیروی کر کے دنیاوی لذتوں کے پیچھے دوڑے اور برائیوں کا ارتکاب کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ اس تمثیل کا فائدہ یہ ہے کہ جنت میں داخلہ اللہ کے احکام کی بجا آوری کی سعی و کوشش اور ان پر صبر ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے اسی طرح جو اتباع شہوات اور حصول لذات میں لگ جائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۷/۱۳۶، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۰)

## نفل نمازوں میں طویل قرأت

۱۰۲. الثَّامِنُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبُقْرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى: فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى، فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا قَرِيبًا مِّمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى» فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِّنْ قِيَامِهِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲) حضرت ابو عبد اللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی میں نے سوچا کہ آپ سو آیات تلاوت کے بعد رکوع میں جائیں گے مگر آپ تلاوت کرتے رہے میں نے سوچا سورہ بقرہ ختم کر کے رکوع میں جائیں گے مگر آپ نے سورہ النساء کی تلاوت شروع کر دی۔ سورہ النساء ختم کر کے سورہ آل عمران کی تلاوت شروع کر دی ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جا رہے تھے جب تسبیح والی آیت پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو أعوذ باللہ پڑھتے، اس کے بعد آپ نے رکوع فرمایا تو سبحان ربی العظیم کہتے رہے اور آپ ﷺ کا رکوع بھی آپ کے قیام کی طرح تھا، پھر آپ نے کہا کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پھر آپ نے طویل

قیام فرمایا آپ ﷺ کا یہ قیام بھی رکوع جیسا تھا پھر سجدہ کیا، اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کا سجدہ بھی قیام کے قریب تھا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۲):**

صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل

**راوی حدیث:** حضرت ابو عبد اللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی میں مکہ سے آکر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور مدینہ سے قبول اسلام کے لئے مکہ مکرمہ گئے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو منافقین کے بارے میں آگاہ فرمایا تھا، اس لئے آپ کا لقب صاحب السر تھا ۳۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس روز بعد انتقال فرمایا۔ آپ سے سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ متفق علیہ ہیں۔

**کلمات حدیث:** مُتَرَبِّلاً: یعنی آپ ﷺ نے ترتیل کے ساتھ حروف کی ادائیگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمائی۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نماز تہجد میں طویل قرآن فرمایا کرتے تھے، اس روایت میں بھی راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی میں نے سمجھا کہ سورہ بقرہ دو رکعتوں میں تلاوت فرمائیں گے مگر آپ تلاوت فرماتے گئے اور سورہ بقرہ ختم کر کے سورہ النساء کی تلاوت شروع کر دی پھر سورہ النساء کی تلاوت کر کے سورہ آل عمران تلاوت فرمائی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے ان اصحاب کے حق میں جن کے نزدیک قرآن کی سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے تو قیفی نہیں ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ترتیب سور واجب نہیں ہے نہ نماز میں نہ درس و تعلیم میں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین قرآن سے پہلے صحابہ کرام کے پاس موجود مصاحف کی ترتیب مختلف تھی، جن فقہاء اور علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب تو قیفی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے سورتوں کی ترتیب مقرر فرمائی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین سے قبل مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کے اختلاف کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ کرام کو اس توقیف اور تحدید کی اس وقت تک اطلاع نہ ہوئی ہو جو مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور جو نبی کریم ﷺ نے عرضہ اخیر میں قائم فرمائی ان حضرات نے اس حدیث میں مذکور امر کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ بھی قبل از توقیف کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے سورہ نساء کے بعد آل عمران تلاوت فرمائی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۵۴/۶، دلیل الفالحین: ۲۳۲/۱)

-----

۱۰۳. التَّاسِعُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قِيلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدْعُهُ، "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(۱۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ

ﷺ نے اس قدر لمبا قیام فرمایا کہ میں نے ایک غلط بات کا ارادہ کر لیا، پوچھا گیا کہ تم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ کہا کہ میں نے سوچا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۰۳):** صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلاة اللیل . صحیح مسلم،

کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل .

**کلمات حدیث:** هَمَمْتُ : میں نے ارادہ کیا۔ هَمَّ هَمًا (باب نصر) ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

**شرح حدیث:** علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ

اللہ کے نزدیک طول قیام افضل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ایک قول کے مطابق کثرت سجدہ افضل ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد میں تطویل اختیار فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوی تھے اور رسول اللہ

ﷺ کی اقتداء اور اتباع کیا کرتے تھے اس موقع پر انہوں نے تعب محسوس کیا اور بیٹھنا چاہا لیکن بیٹھے نہیں بلکہ اس ارادہ کو بھی برا سمجھا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کی اقتداء اور اتباع کا ترک کر دینا ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہ تھا اور یہی ادب ہے۔

(فتح الباری: ۱/۷۱۶، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۳)

## میت کے تین ساتھیوں کا ذکر

۱۰۴. أَلْعَاشِرُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ

ثَلَاثَةٌ: أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ يَرْجِعُ أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَيَبْقَى عَمَلُهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی

ہیں، اہل خانہ، مال اور عمل، اہل خانہ اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۰۴):** صحیح البخاری کتاب البرقاق، باب مَسْكَرَاتِ الْمَوْتِ . صحیح مسلم، کتاب الزُّهْد

والبرقاق .

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اسے مکرم اور محترم بنایا اور اسے ایک ذمہ دار اور جواب دہ مخلوق بنا کر اس دنیا میں

بھیجا گیا تاکہ وہ اس دنیا کی زندگی میں اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الہی کی تعمیل کرے اور ساری زندگی اپنے رب کی مرضی کے مطابق

گزارے اور آخرت کی زندگی میں اس کا ثواب اور اس کی جزا حاصل کرے اس طرح یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ انسان یہاں بوئے

گا وہ آخرت میں کاٹے گا، مرنے کے ساتھ یہ زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ سفر حیات جاری رہتا ہے اور مسافر کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ سفر کی

تیاری کرے، خالی ہاتھ سفر پر روانہ نہ ہو۔



انسان ساری زندگی جدوجہد کرتا کوشش اور سعی سے مال و دولت اکٹھی کرتا ہے اور اپنا خاندان بساتا ہے تاکہ آل و اولاد اکٹھے ہوں، لیکن جب روانگی کا وقت آتا ہے تو اسے اسی طرح خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے جس طرح وہ خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا، مال تو سانس نکلتے ہی ساتھ چھوڑ جاتا ہے اقارب اور اہل خانہ قبر تک چھوڑنے چلے جاتے ہیں اور قبر میں اتار کر وہ بھی رخصت ہو جاتے ہیں جانے والے کے ساتھ صرف اعمال رہ جاتے ہیں جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب مسکرات الموت: ۳/۴۰۰، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۳)

## جنت و جہنم انسان کے قریب ہیں

۱۰۵. الْحَادِي عَشْرُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَيَّ أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۰۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت تم سے ایک آدمی کے

جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۱۰۵):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب الي احدكم.

**کلمات حدیث:** شِرَاكِ: جوتے کا تسمہ۔ نَعْلٍ: جوتا۔

**شرح حدیث:** ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طاعت اور فرمان برداری جنت کی طرف لے جانے والی ہے اور معصیت اور گناہ جہنم کی طرف لے جانے والی ہے، ہو سکتا ہے کہ انسان بہت آسان اور سہل سی نیکی اس قدر خلوص نیت سے انجام دے کہ رحمت جوش میں آجائے اور وہ جنتی ہو جائے اور ممکن ہے کہ کسی وقت کی ادنی سی غفلت جہنم میں جانے کا سبب بن جائے، مؤمن کو چاہئے ہر وقت اطاعت حکم رب میں لگا رہے اور کسی نیکی کو کم سمجھ کر چھوڑ نہ دے وہی نیکی اللہ کی رضا کا سبب اور دخول جنت کا وسیلہ بن جائے، اور کسی برائی کو معمولی سمجھ کر اس کے ارتکاب سے گریز کرنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ اللہ سبحانہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور جہنم میں پہنچ جائے، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کا حصول سہل ہے، صرف ارادے کی تصحیح اور عزم طاعت درکار ہے اسی طرح جہنم بھی سامنے ہے ایک ہوائے نفس کی اتباع اور ارتکاب معصیت ہی تو درمیان میں ہے۔

(فتح الباری، الرقاق، باب الجنة اقرب الي احدكم: ۳/۳۸۴، دلیل الفالحین: ۱/۴۴۴)

## جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت

۱۰۶. الثَّانِي عَشْرُ عَنْ أَبِي فِرَاسٍ رِبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتِيَهُ

بَوْضُوْهُ وَحَاجَتُهُ فَقَالَ : "سَلْنِيْ" فَقُلْتُ اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ : اَوْغَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ : هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۶) ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لاتا اور آپ ﷺ کی حاجات کا خیال رکھتا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، میں نے عرض کی، جنت میں آپ کا ساتھ، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور نہیں، میں نے عرض کی کہ بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۶):** صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیہ .

**راوی حدیث:** حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں، صحیح مسلم میں ان سے یہی ایک روایت مروی ہے۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** درجہ: مرتبہ، رتبہ، جمع درجات۔

**شرح حدیث:** حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے خادم خاص تھے، آپ رات کو باب نبوت ﷺ کے آس پاس رہتے، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو کوئی حاجت پیش آتی آپ فوراً خدمت میں پیش ہوتے وضو فرماتے تو وضو کا پانی لا کر دیتے۔

نبی کریم ﷺ کریم تھے اور کرماء کی شان ہوتی ہے کہ وہ تعلق رکھنے والوں سے کرم نوازی سے پیش آتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ابوفراس سے ارشاد فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، آپ ﷺ اللہ کے خزانوں میں سے کچھ کسی کو عطا فرماتے تو اللہ اس کو رد کرنے والا نہیں تھا، سو آپ ﷺ نے فرمایا جو مانگنا چاہو مانگ لو، ابوفراس بولے کہ جنت میں آپ کا ساتھ، وہاں بھی اسی طرح ساتھ رہوں جس طرح یہاں ساتھ ہوں وہاں بھی اسی طرح قرب حاصل کروں جس طرح یہاں حاصل ہے وہاں بھی اسی طرح آپ کو دیکھ سکوں جس طرح یہاں دیکھتا ہوں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگ سکتے، یعنی اگر تم اس سوال سے رجوع کر کے کوئی اور سوال کر لو کیوں کہ تمہارے سوال کے نتیجے میں اگر کوئی عمل بتایا جائے جو تمہارے لئے دشوار ہو کیوں کہ جو مرتبہ بلند طلب کیا گیا ہے اس کے کچھ تقاضے بھی ہوں گے جنہیں پورا کرنا ہوگا، لیکن ابوفراس نے کہا کہ وہی مطلوب ہے یعنی میرا مدعا وہی مقام بلند ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو یعنی جس طرح طبیب مریض کی مساعت چاہتا ہے کہ طبیب جو علاج اور پرہیز بتائے مریض اس پر پوری طرح عمل کرے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں کہ کثرت سجود وسیلہ ہے تقرب الی اللہ کا اور اسی بناء پر اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ) حدیث مبارک میں ہے کہ سب سے زیادہ بندہ اللہ کے قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، کیوں کہ ہر سجدہ سے تقرب حاصل ہوگا اس لئے ہر بعد والے سجدے سے پہلے کی نسبت تقرب بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ

تقرب کا درجہ بلند ہو کر مرافقت حبیب ﷺ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ارشاد ہوا: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا) یعنی رسول کریم ﷺ سے قرب کا ذریعہ قرب الہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کے رسول ﷺ سے قرب نہ ہو، یہ دونوں قربتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں ایک قربت دوسری کے بغیر نہیں ہو سکتی اور ان دونوں محبتوں اور قربتوں کے حصول کا ذریعہ اتباع رسول ﷺ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۴/۱۷۳، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۴)

## کثرت سجدہ کرنے کی فضیلت

۱۰۷. الثَّالِثُ عَشْرَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَيُقَالُ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ، فَإِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةٌ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے مولیٰ تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر لازم ہے کہ کثرت سجدہ کر دو کیوں کہ تم جو بھی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اللہ تمہارا درجہ بلند فرمادے گا اور تمہاری خطا دور فرمادے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۷):** صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیہ.

**راوی حدیث:** حضرت ابو عبد اللہ ثوبان رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے بکثرت استفادہ کیا، آپ سے ۱۲۷ احادیث مروی ہیں ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة، الاستيعاب في معرفة الاصحاب)

**شرح حدیث:** کثرت سجود سے مراد کثرت نوافل ہے کیوں کہ محض سجدہ جو مشروع ہے وہ سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر ہے اس کے علاوہ صرف سجدہ کرنا مشروع نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ اپنے بندے کا تذلل تضرع اور عاجزی بہت پسند فرماتے ہیں اور سجدہ میں انتہائے تذلل اور تضرع ہے کیوں کہ سجدے میں انسان اپنے جسم کا وہ حصہ زمین پر رکھ دیتا ہے جو اس کے جسم میں اشرف ترین حصہ ہے، اس طرح انسان اپنے اشرف ترین اعضاء ناک اور پیشانی ارذل ترین جگہ یعنی زمین پر رکھ کر اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور بے کسی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اسے تقرب کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے: ”فَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ (سجدہ کر اور قریب ہو جا)

(شرح مسلم للنووی: ۴/۱۷۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۶)

## نیک اعمال کی توفیق کے ساتھ طویل عمر سعادت ہے

۱۰۸. الرَّابِعُ عَشَرَ عَنْ أَبِي صَفْوَانَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

"بُسْرُ" بِضَمِّ الْبَاءِ وَبِالْيَسِينِ الْمُهِمَلَةِ .

(۱۰۸) ابو صفوان عبد اللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا انسان وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔ (الترمذی)

### تخریج حدیث (۱۰۸):

الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء في طول العمر للمؤمن .

راوی حدیث: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے درازی عمر کی دعا کی تھی چنانچہ آپ نے ۹۴ برس کی عمر میں

انتقال کیا، آپ سے ۵۰ روایات مروی ہیں ۸۸ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب: ۵/۱۵، اسد الغابۃ: ۳/۱۸۳)

شرح حدیث: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقت انسان کے لئے رأس المال کی طرح ہے تاجر کو چاہئے کہ اپنے رأس المال کی

حفاظت کرے اور اس کو اس طرح کے کاروبار میں لگائے جس میں نفع زیادہ ہو اور گھائے کا اندیشہ نہ ہو، جس نے اس رأس المال سے فائدہ اٹھا لیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ خسارے میں پڑ گیا۔ اور اس برف بچنے والے کی طرح ہو گیا جس کی برف بکنے سے پہلے ہی پگھل گئی اور وہ خالی ہاتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۷/۳۸)

## غزوہ احد میں ایک صحابی کے جذبہ شہادت کا واقعہ

۱۰۹. الْخَامِسُ عَشَرُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ لِنِ الْإِلَهِ أَشْهَدُنِي قِتَالِ الْمُشْرِكِينَ لِيَرَيْنَ اللَّهُ مَا أَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ : اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِمِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ يَعْزِي الْمُشْرِكِينَ . ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَلْجَنَّةُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ . قَالَ سَعْدُ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَنَعَ قَالَ أَنَسُ : فَوَجَدْنَا بِهِ بَضْعًا وَثَمَانِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمِيَّةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَا قَدْ قُتِلَ وَمِثْلُ بِهِ الْمُشْرِكُونَ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتَهُ بِنَاتِهِ قَالَ أَنَسُ كُنَّا نَرَى أَوْ نَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ : مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ " إِلَى آخِرِهَا . (الاحزاب : ۲۳) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .



قَوْلُهُ: "لَيُرِينَ اللَّهُ" رُوِيَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: أَيُّ لِيُظْهِرَنَّ اللَّهُ ذَلِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ "وَاللَّهُ أَعْلَمُ".

(۱۰۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ پہلی جنگ جو آپ نے مشرکوں کے ساتھ لڑی ہے میں اس میں غیر حاضر رہا اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے جنگ کرنے کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ احد کے موقع پر جب مسلمان منتشر ہوئے تو وہ بولے اے اللہ میں ان لوگوں کے یعنی اصحاب کے فعل پر معذرت خواہ ہوں اور ان لوگوں سے یعنی مشرکین سے بری ہوں پھر وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوا، بولے اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم جنت، میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ سعد کہتے ہیں یا رسول اللہ میں بیان نہیں کر سکتا جو کچھ اس نے کیا۔ انس کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر آستی سے زیادہ تلوار اور نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانات پائے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہو گئے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا، ان کو صرف ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے یا ہمارا گمان تھا کہ یہ آیت: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کر لیتے ہیں اس میں سچے اترتے ہیں) ان کے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

لَيُرِينَ اللَّهُ ياء کے ضم اور راء کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے، یعنی اسے اللہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے اور دونوں حروف کے فتح کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ظاہر ہیں۔ واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۱۰۹):** صحیح البخاری کتاب الجہاد، باب من المؤمنین رجال صدقوا۔ صحیح مسلم، کتاب

الامارة، باب ثبوت الحنة للشہید۔

**کلمات حدیث:** غَابَ غَيْبًا وَغَيْابًا (باب ضرب) غَائِبٌ هُوَ، غَيْرُ حَاضِرٍ هُوَ۔ طَعَنَ طَعْنًا (نصرو فتح) نِزَهَ مَارِنًا، تَلَوَّارُكَ زَخْمٌ لَكَانَا، بَنَانُ: انگلیوں کے پورے۔

**شرح حدیث:** حضرت انس رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے جس کا انہیں بے حد افسوس تھا اور انہوں نے کہا کہ سب سے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا۔ آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری دیکھ لے گا۔

علامہ قرطبی المفسر میں فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ ان کے اللہ سے عہد و پیمان کے تھے کہ وہ جہاد و قتال میں سعی عظیم کریں گے چنانچہ احد کے دن مسلمانوں کو اول اول شکست ہوئی تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ ان لوگوں نے یعنی ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس کا عذر خواہ ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے تیرے سامنے اظہار بیزاری کرتا ہوں، کچھ انصار و مہاجرین ہتھیار ایک طرف رکھ کر غمگین بیٹھے ہوئے تھے یہ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے،

بولے تو آپ ﷺ کے بعد جی کر کیا کرو گے اٹھو اور جس دین کی خاطر رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے تم بھی اسی دین پر اپنی جان قربان کر دو، یہ کہہ کر مشرکین کی طرف بڑھے، احد سے ورے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی بولے سعد مجھے احد کے قریب جنت کی ہوا محسوس ہو رہی ہے پھر آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ شہید ہو گئے، جسم پر اتنی سے زیادہ زخموں کے نشانات پائے گئے، مشرکین نے مسئلہ کر دیا تھا اس لئے پہچانے نہ جاتے تھے، بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

براوی حدیث حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کر لیتے ہیں اور اس میں سچے اترتے ہیں)

(فتح الباری: ۲/۱۵۰، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۸، تفسیر مظہری: ۹/۲۲۴)

### اخلاص کے ساتھ تھوڑا صدقہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہے

۱۱۰. السَّادِسُ عَشَرَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقْبَةَ بْنِ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نَحَامِلُ عَلَى ظُهُورِنَا فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالُوا: مُرَّاءٌ وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوا: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعٍ هَذَا: فَنَزَلَتْ ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبة: ۷۹) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ)

”وَنَحَامِلُ“ بِضَمِّ النُّونِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: أَيُّ يَحْمِلُ أَحَدُنَا عَلَى ظَهْرِهِ بِالْأَجْرَةِ وَيَتَصَدَّقُ بِهَا. (۱۱۰) حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پیٹھوں پر لاد کر آتے (صدقہ کرنے کے لئے) ایک شخص آیا اور کثیر مال صدقہ کیا تو منافقین نے کہا کہ یہ ریاکار ہے ایک اور آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اس کے ایک صاع سے غنی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبة: ۷۹) (وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا) (متفق علیہ) الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

نَحَامِلُ ”ن“ کے پیش اور حاء کے ساتھ اس کے معنی ہیں ہم میں ایک شخص پشت پر بوجھ لاد کر مزدوری کرتا اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت کو صدقہ کرتا۔

**تخریج حدیث (۱۱۰):** صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقوا النار و لو بشق تمرہ، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحمل اجرہ يتصدق بها، والنہی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل۔

**راوی حدیث:** حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ نے عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا، غزوہ بدر میں شرکت فرمائی تھی جس کی بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے، لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ کسی وقت بدر کے مقام پر قیام کیا تھا اس لئے بدری کہلائے، آپ سے ”۱۰۲“ احادیث مروی ہیں ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** نَحَامِلُ: ہم بوجھ اٹھاتے۔ حَمَلَ حَمْلًا (ضرب) پیٹھ پر بوجھ اٹھانا۔ صَاع ایک پیانہ جو دوسیر سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ يَلْمِزُونَ: طعنہ دیتے ہیں۔ لَمَزَ لَمَازًا: (نصر، ضرب) عیب لگانا، طعنہ دینا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ تو ہم مزدوری کرتے پیٹھ پر بوجھ لادتے اور جو کچھ مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے غرض جس کو جتنا میسر ہوتا وہ صدقہ کر دیتا کم ہو یا زیادہ، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم یا چار ہزار درہم صدقہ کیا، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے چالیس اوقیہ سونا دیا، اس طرح کے اصحاب کے بارے میں منافقین نے یہ تبصرہ کیا کہ یہ دکھاوے کے لئے کر رہے ہیں، بعض ایسے اصحاب بھی تھے جنہوں نے ایک صاع یا دو صاع نذر کی، ان کے بارے میں منافقین نے یہ طعنہ دیا کہ اللہ ان کے صاع اور دو صاع سے مستغنی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنے محنت کا، جن صاحب نے ایک صاع کا صدقہ کیا تھا وہ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے رات بھر پانی کھینچ کر مزدوری کی جس پر دو صاع کمائے ایک صاع آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ان کی لائی ہوئی کھجوروں کو صدقات کے تمام مال پر بکھیر دیا، آیت میں المطوعین سے مراد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے اصحاب ہیں جبکہ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ سے مراد حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اصحاب ہیں۔

(فتح الباری، تفسیر مظہری، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۹)

## بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم

۱۱۱. السَّابِعُ عَشَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَوِي عَنْ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالُمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعَمُونِي أَطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكَسُونِي اكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا صَرِيَّ فَتَضُرُّونِي



وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّكُمْ كَانُوا عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمَخِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُخْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِلَيْهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيُحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ، قَالَ سَعِيدٌ: كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَرَوَيْنَا عَنْ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: لَيْسَ لِأَهْلِ الشَّامِ حَدِيثٌ أَشْرَفُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ.

(۱۱۱) حضرت ابوذر جناب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو گرجے میں ہدایت کر دوں پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو مگر میں جس کو لباس پہنا دوں پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو! تم شب و روز خطا نہیں کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں پس مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں معاف کر دوں گا، اے میرے بندو! تم مجھے نقصان پہنچانے پر قادر ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ مجھ کو نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تم سب اگلے پچھلے جن و بشر کسی انتہائی پرہیزگار انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تب بھی میرے ملک میں ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہ کر سکو گے۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اگلے پچھلے جن و بشر سب سے زیادہ بدکار انسان کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں ایک ذرہ کی بھی کمی نہ کر سکو گے۔

اے میرے بندو! تم سب اگلے پچھلے جن و بشر ایک ہموار میدان میں جمع ہو کر اپنی ضروریات طلب کریں اور میں سب ہی کی ضرورتیں پوری کر دوں تب بھی میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی جتنی سمندر میں ڈالی ہوئی سوئی پر لگی ہوئی تری سے ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا میں احاطہ کرتا ہوں پھر ان کی پوری پوری جزا دیتا ہوں جسے بھلائی جاصل ہو وہ اللہ کا شکر کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ کسی کو ملامت نہ کرے سوائے اپنے نفس کے۔

سَعِيدٌ کہتے ہیں کہ ابوادریس جب اس حدیث کو بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل گر جاتے۔ (مسلم)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل شام کے پاس اس سے زیادہ اشرف کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

**تخریج حدیث (۱۱۱):** صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحزیم الظلم۔



**کلمات حدیث:** جَائِعٌ : بھوکا۔ جَاْعٌ، جَوْعاً، (باب نصر) بھوکا ہونا۔ عَارٌ : برہنہ۔ عَارٌ، عَوْرَةٌ (باب سمع) ہر وہ امر جس سے شرم کی جائے، انسان کے وہ اعضاء جن کو حیا سے چھپایا جاتا ہے، جمع عورات، کَسَوْتُهُ، جسے میں کپڑا پہناؤں۔ کَسَا، کَسَواً (باب نصر) کسی کو کپڑے پہناتا۔ المَخِيطُ، سوئی۔ خَاطٌ، خَيْطٌ، سینا۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے بیان فرمائی ہو یعنی اس طرح کہا ہو کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے مالک ہیں اور دنیا کے تمام خزانے ان کے قبضہ قدرت میں ہیں، ان کی قدرت کا اختیار بھی لامتناہی ہے اور ان کے خزانوں میں بھی کوئی کمی نہیں آسکتی، انسان کی زندگی موت و ذلت، فقر و غنا اور ہدایت و گمراہی سب حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، بندوں کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کریں اور اس کے احکام کی کامل اطاعت کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا یعنی اللہ نے ارادہ فرمالیا ہے کہ وہ اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کریں گے اور یہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں کیوں کہ اس نے بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے۔

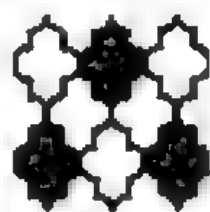
اللہ سبحانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے اور انہیں توفیق ایمان نصیب فرمائی کیوں کہ صرف وہی ہے جو ہدایت دے سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

اللہ کے بندے اگر ننگے اور بھوکے ہوں کوئی ان کو کپڑے دینے والا اور کوئی ان کو کھلانے والا نہیں سوائے اللہ کے وہی کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور وہی رزق عطا کرتا ہے، کیوں کہ ہر جاندار کو روزی پہنچانا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

سارے بندے خطا کار ہیں اور اللہ سبحانہ رحمن و رحیم ہیں وہ اپنے بندوں کی خطاؤں اور لغزشوں اور گناہوں کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرماتے رہتے ہیں، ساری دنیا کے لوگ اکٹھے ہو کر بھی کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے جس سے اللہ سبحانہ کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں اور اس کے اختیار میں کوئی کمی واقع ہو جائے اور ساری دنیا کے انسان مل کر بھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اس کے ملک میں کوئی ذرا سا اضافہ ہو جائے، اگر ساری دنیا کے انسان کسی ایسے انسان کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو تو اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی ایسے انسان کی طرح ہوں جو سب سے فاجر ہو تو اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اب تک جن و انس کی تمام مخلوقات اکٹھی ہو کر بیک وقت جو کچھ اللہ سے مانگنا چاہیں وہ اللہ سے مانگ لیں اور ان سب کو اللہ تعالیٰ اسی وقت عطا فرمادے تو اس عطاء و بخشش سے اللہ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں ہوگی جس قدر سوئی کو سمندر میں ڈبو یا جائے اور اس پر پانی کی تری لگ جائے جس قدر یہ تری سمندر کے پانی میں کمی کر سکتی ہے، اتنی بھی اللہ کے خزانے میں کمی نہیں ہو سکتی، اور یہ بیان بھی محض تمثیل ہے ورنہ اللہ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں ہو سکتی۔

حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور بندے کی عاجزی اور فقری کی ایک دلنشین تعبیر ہے اور اس حدیث کے آخر میں

وہ مصلحت اور حکمت بیان کر دی گئی جس کے تحت یہ نظام عالم کام کر رہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے بندے اللہ کے حکم پر چلیں اور اس کی اطاعت و فرمان برداری کریں تاکہ اس کے یہاں حسن جزا کے مستحق ہوں اور اس کے فضل و احسان کے حقدار ہو جائیں، جس کو کسی نیکی کی جانب ہدایت اور راہنمائی ہو جائے وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو انسان کو خود اپنی کجروی اور ناہنجی پر کف افسوس ملنا چاہئے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۱۰۸، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۹)



## باب الحث علی الازدیاد من الخیر فی اواخر العمر عمر کے آخری حصے میں کار خیر میں زیادتی کی ترغیب

۳۸. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ أَوْلَمْ نَعْمِرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُونَ مَعْنَاهُ أَوْلَمْ نَعْمِرْكُمْ سِتِّينَ سَنَةً وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيثُ الَّذِي سَنَدُ كُرْهُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَقِيلَ : مَعْنَاهُ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً وَقِيلَ : أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا. وَنَقَلُوا أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ كَانُوا إِذَا بَلَغَ أَحَدُهُمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِيلَ : هُوَ الْبُلُوغُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى : وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ " قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجَمْهُورُ : هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيلَ : الشَّيْبُ قَالَهُ عِكْرَمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔“ (فاطر: ۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محققین کہتے ہیں کہ معنی ہیں کہ کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے جو انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور کسی نے کہا کہ اٹھارہ سال اور ایک قول ہے کہ چالیس سال مراد ہیں، یہ قول حسن کلبی اور مسروق کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے، یہ بھی منقول ہے کہ اہل مدینہ میں سے کسی کی عمر چالیس برس ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتا، اور کسی نے کہا کہ بلوغ کی عمر مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ

ﷺ مراد ہیں، کسی نے کہا کہ بڑھا پانڈیر ہے یہ عکرمہ اور ابن عیینہ کی رائے ہے۔

**تفسیری نکات:** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عمر جس پر اللہ تعالیٰ نے گنہگار بندوں کو عار دلائی ساٹھ سال ہے اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت میں چالیس اور دوسری میں ساٹھ سال کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ وہ عمر ہے جس میں انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انسان کو کسی عذر کی گنجائش نہیں رہتی، ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ (معارف القرآن: ۷/۳۵۱)

## ساٹھ سال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تعجب خیز ہے

۱۱۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعَذَرَ اللَّهُ إِلَىٰ أَمْرِيءِ

اٰخَرُ اَجَلِهٖ، حَتّٰی بَلَغَ سِتِّیْنَ سَنَةً، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنَاهُ : لَمْ یَتْرُکْ لَهٗ عُذْرًا اِذَا اَمْهَلَهُ هَذِهِ الْمُدَّةُ.

یُقَالُ اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْعَايَةَ فِی الْعُذْرِ.

(۱۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر پورا کر دیا

جس کی اجل مؤخر کر دی یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کو پہنچ گیا۔ (بخاری)

علماء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جب اللہ نے اس شخص کو اتنی طویل مہلت دیدی تو اب اسکے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا، کہا

جاتا ہے ”اعذر الرجل“ کہ وہ عذر کے آخری مرحلے پر پہنچ گیا۔

**تخریج حدیث (۱۱۲):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله اليه في العمر

**کلمات حدیث:** اعذر، اعذاراً: کسی کو معذور سمجھنا، عذر قبول کرنا۔

**شرح حدیث:** حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی عمر ساٹھ سال ہوگئی اس کے لئے کوئی

عذر باقی نہیں رہا کہ وہ یہ کہے کہ میں کیا کرتا مجھے فرصت ہی نہ ملی یا مجھے مہلت ہی نہیں ملی، ساٹھ سال کا عرصہ اتنا ہے کہ اسے قدرت کی

نشانیاں دیکھ کر اور زندگی کے نشیب و فراز کا مزہ چکھ کر متغیہ ہو جانا چاہئے تھا اور سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا اور

اپنے کئے ہوئے اعمال کا جواب دینا ہوگا، اسے چاہئے تھا کہ وہ توبہ کرتا اور استغفار کرتا اور حضور حق میں سجدہ ریز ہو کر ہر برائی سے توبہ کر لیتا

اور بندگی اور اطاعت کے راستہ پر چلتا کہ اس کا انجام خیر ہوتا۔ غرض اللہ نے ہر طرح اتمام حجت فرمایا ہے اور کسی بندے کے لئے کوئی عذر

باقی نہیں چھوڑا ہے۔ (فتح الباری، دلیل الفالحین: ۱/۲۴۶)

## حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرآن فہمی

۱۱۳. الثَّانِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاحِ

بَذْرِ فَكَانَ بَعْضُهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ : لِمَ يَدْخُلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءُ مِثْلِهِ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ

عَلِمْتُمْ فَدَعَانِي ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَنِي مَعَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي

قَوْلِ اللَّهِ ”إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ (الفتح : ۱) فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أَمْرُنَا نَحْمَدُ اللَّهَ وَنُسْتَغْفِرُهُ إِذَا نَصَرَنَا

وَفَتَحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ ! فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِي : أَكْذَلِكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

فَقُلْتُ : لَا قَالَ : فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ لَهُ، قَالَ : ”إِذَا جَاءَ

نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ ”فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا“ (الفتح : ۳)

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .



(۱۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت کرنے والے کبار صحابہ کے ساتھ مجھے اپنی مجلس میں بلایا کرتے تھے، کسی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اس کو بھی ہمارے ساتھ بلایا جاتا ہے حالانکہ ہمارے بیٹے اس کی عمر کے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق کو تم جانتے ہو۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا اور ان بزرگوں کے ساتھ بٹھایا میرا خیال ہے کہ اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس لئے بلایا تھا تا کہ انہیں مجھے دکھلا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

(إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾) ان میں سے بعض حضرات نے کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں جب ہمیں نصرت اور فتح عطا ہوگئی، بعض دیگر حضرات خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا ابن عباس تم بھی اسی طرح کہتے ہو، میں نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی ہے اور فرمایا کہ جب فتح و نصرت آجائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے سو اب آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے رب کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس طرح سمجھتا ہوں جس طرح تم نے بیان کیا ہے۔ (بخاری)

### تخریج حدیث (۱۱۳):

کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة اذا جاء نصر الله . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب

ما یقال فی الركوع والسجود .

**کلمات حدیث:** اَشْبَاخ: شیخ کی جمع، بڑی عمر ہونا۔ ذَاتِ یَوْم: ذات مؤنث ہے، ذو کا جمع ذوات۔

**شرح حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بہت صاحب علم و فضل تھے انہوں نے بیت نبوت ﷺ میں تربیت پائی تھی اور علم نبوت ﷺ سے سرفراز ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسے دین کا فہم عطا کر، اس دعا کا ہی اثر تھا کہ آپ کا فہم دین بعض بزرگ صحابہ سے بھی بڑھا ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور مملکت اور دیگر امور میں مشورہ کے لئے بزرگ صحابہ کو بلا لیتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بلاتے اور ان کے علم و فضل اور ان کے خانوادہ نبوت سے تعلق کو پیش نظر ان کا اکرام فرماتے تھے، اس پر بعض صحابہ نے کہا کہ عمر ابن عباس کو بھی بلاتے ہیں ان جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں یعنی اس عمر کی ہماری اولاد ہے، یہ کہنے والے حضرت عبدالرحمن عوف رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ان کے خانوادہ نبوت سے تعلق ان کے علم و فضل اور ان کی ذہانت و فطانت سے بخوبی واقف ہیں۔ زہری کی روایت میں ہے کہ بعض مہاجرین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جس طرح آپ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاتے ہیں ہمارے بیٹوں کو بھی بلائیے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ نوجوان عمر رسیدہ لوگوں کی سی عقل رکھتا ہے، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا کہ دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں بلاتے ہیں یاد رکھو ان کا راز کبھی افشاء نہ کرنا ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان بزرگ اصحاب رسول ﷺ کو بھی بلایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بلایا اور سب حضرات سے استفسار فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں ”اذا جاء نصر اللہ والفتح“ کہتے ہیں کچھ حضرات خاموش رہے اور کچھ نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ فتح و نصرت کے حاصل ہو جانے کے بعد ہم اللہ کی حمد کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی گئی ہے کہ فتح و نصرت آگئی اور اللہ نے دین کو غلبہ عطا فرمادیا اور جو آپ ﷺ کا مقصد بعثت تھا وہ پایہ تکمیل کو پہنچا اب آپ تسبیح پڑھیے اپنے رب کی حمد و ثناء کیجئے اور استغفار کیجئے۔

(فتح الباری : ۲/۹۲۴، دلیل الفالحین : ۱/۲۴۸)

### آخری عمر میں استغفار میں کثرت کا اہتمام

۱۱۳. الثَّالِثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ إِلَّا يَقُولُ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ”مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهَا : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ. مَعْنَى : ”يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ“ أَيْ يَعْمَلُ مَا أَمَرَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : ”فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ“ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ عَائِشَةُ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحَدَثْتُهَا تَقُولُهَا؟ قَالَ : جُعِلَتْ لِي عَلَامَةٌ فِي أُمِّي إِذَا رَأَيْتُهَا قُلْتُهَا : ”إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلٍ : سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ : أَخْبَرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرَى عَلَامَةً فِي أُمِّي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا : ”إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ فَتُحْ مَكَّةَ ”وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا“

(۱۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ کے نازل

ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں کثرت سے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ

”اغفر لی“ کہا کرتے تھے، آپ قرآن کریم کی تاویل فرماتے یعنی قرآن کریم میں جو یہ حکم دیا گیا ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَأَسْتَغْفِرْهُ﴾ پر عمل فرماتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے کثرت سے ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ إِلَيْكَ“ پڑھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ یا کلمات ہیں کہ اب آپ یہ کلمات کہنے لگے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے میری امت میں ایک علامت قائم کی گئی ہے کہ جب میں اس کو دیکھوں تو یہ کہوں پھر آپ ﷺ نے سورۃ یہ تلاوت فرمائی: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ ۱۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر فرماتے ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَاتُوبُ إِلَيْهِ“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اب کثرت سے کہنے لگے ہیں ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَاتُوبُ إِلَيْهِ“ آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے بتایا کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا، جب یہ علامت دیکھ لوں تو کثرت کے ساتھ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَاتُوبُ إِلَيْهِ“ کہوں میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ ۲۔ ﴿وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ ۳۔ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَأَسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ ۴۔

**تخریج حدیث (۱۱۳):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح، صحیح

مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الركوع والسجود۔

**کلمات حدیث:** يَتَأَوَّلُ، تَأَوَّلَ، تَأَوَّلًا: تفسیر کرنا۔ افواجاً: جمع فوج گروہ، جماعت۔

**شرح حدیث:** نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نصر قرآن کریم کی آخری سورت ہے، یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں یوم النحر کو نازل ہوئی اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اکیاسی دن حیات رہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کے بعد آیت: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ نازل ہوئی، ان دونوں کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں صرف اسی (۸۰) روز رہے، ان دونوں کے بعد آیت کلامہ نازل ہوئی جس کے بعد عمر مبارک کے پچاس دن باقی رہ گئے، اس کے بعد آیت: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد حیات مبارک کے کل پینتیس (۳۵) روز باقی رہے، اس کے بعد آیت: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد صرف اکیس روز اور مقاتل کی روایت میں صرف سات روز کے بعد وفات ہوگئی۔ (معارف القرآن بحوالہ القرطبی، فتح الباری: ۲/۹۲۴)

حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی بھر اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت و فرمان برداری انسان کا فرض بھی ہے اور اس کے حق میں سراسر خیر بھی، لیکن اگر غفلت نے کسی کی راہ ماردی ہو اور نفس و شیطان نے اسے درغلا دیا ہو اور وہ عمر عزیز کا سارا قیمتی وقت ضائع کر چکا ہو تو عمر کے

آخری حصہ میں بڑھاپے کی دستک سے تو چونک پڑنا چاہئے اور جانے سے پہلے تیاری کر لینی چاہئے، غرض عمر کے آخری حصے میں توبہ اور استغفار کی کثرت کرنی چاہئے اور اللہ جل شانہ کی طرف توجہ منعطف کرنی چاہئے، اور ان تسبیحات کا بکثرت ورد رکھنا چاہئے، ”سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ“ اور ”سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوبُ اِلَيْكَ“ اور ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاتُوبُ اِلَيْهِ“ (دلیل الغالچین: ۱/۲۳۴)



۱۱۵۔ الرَّابِعُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيِ عَلَيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتّٰى تُوْفِّيْ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ﷺ کی وفات سے قبل مسلسل وحی نازل فرمائی حتیٰ کہ آپ ﷺ کی وفات اس عرصے میں ہوئی جب نزول وحی کی کثرت تھی۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۵): صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیفیۃ النزول واول ما نزل۔ صحیح مسلم،

کتاب التفسیر۔

کلمات حدیث: تَابَعَ، تَبَعَ، تَبَعًا: ساتھ چلنا، پیچھے چلنا۔ تابع بین الاعمال: مسلسل مصروف رہنا۔

شرح حدیث: مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی ﷺ کے اولین دور میں وحی وقفہ وقفہ سے نازل ہوتی تھی، بعد میں ذرا جلدی جلدی وحی آنے لگی اور پے درپے آنے لگی، لیکن مکہ مکرمہ میں احکام پر مشتمل طویل سورتیں نازل نہیں ہوئیں، مدینہ منورہ ہجرت کے بعد طویل سورتیں نازل ہوئیں جن میں مفصل احکام بیان ہوئے، اور سب سے زیادہ اور کثرت سے وحی آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نازل ہوئی، کیوں کہ آخری دور میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے، عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود آتے تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے سوالات کرتے اور مختلف امور کے بارے میں استفسار کرتے ان وجوہ کی بنا پر وحی کا نزول بکثرت ہوتا تھا اور چونکہ حیات طیبہ اپنے اختتامی دور میں داخل ہو رہی تھی اس لئے بھی وحی کی کثرت ہوئی۔

(فتح الباری: ۲/۹۳۱)



## موت اچھی حالت میں آنے کی فکر کریں

۱۱۶۔ الْخَامِسُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَيَّ مَمَاتٍ عَلَيْهِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس



میں اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ (مسلم)

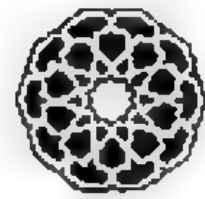
### تخریج حدیث (۱۱۶):

صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب اثبات الحساب

**کلمات حدیث:** یُبْعَثُ : اٹھایا جائے گا، زندہ کیا جائے گا۔ یَوْمَ النِّعَتِ : اُنٹھنے کا دن، حشر کا دن۔

**شرح حدیث:** جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو وہ اس حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں ان کی موت واقع ہوئی تھی، یہاں تک کہ اگر کسی کے ہاتھ میں مزار تھی وہ قبر سے اس حال میں نکل کر آئے گا کہ اس کے ہاتھ میں مزار ہوگی۔

مقصود یہ ہے کہ مومن کو اپنی آخری زندگی کی فکر کرنی چاہئے اور اس کو اپنی پچھلی زندگی سے بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہئے، اور اسے چاہئے کہ حسن نیت کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف رضائے الہی کے حصول کے لیے اعمال صالحہ میں مصروف ہو جانا چاہئے، تاکہ انجام بخیر ہو اور آدمی اس دنیا سے جب رخصت ہو تو وہ نیک عمل میں لگا ہوا ہو اور اس پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جس کے سامنے پیش ہو کر اعمال کا حساب دینا ہے۔



## فی بیان کثرة طرق الخیر طرق خیر کی کثرت

۴۹. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝۲۱۵ ﴾

اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

”تم جو نیکی کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔“ (البقرة: ۲۱۵)

۵۰. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ۝۲۱۶ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

”تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔“ (البقرة: ۱۹۷)

۵۱. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝۲۱۷ ﴾

نیز فرمایا:

”جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“ (الزلزال: ۷)

۵۲. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۝۲۱۸ ﴾

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جَدًّا وَهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَتَذَكَّرْ طَرَفًا مِنْهَا.

مزید فرمایا:

”جو کوئی عمل کرے وہ اپنے لئے کرے گا۔“ (الجابیہ: ۱۵)

اس باب میں کثیر آیات ہیں، اسی طرح احادیث بھی بکثرت ہیں، ہم یہاں ان میں چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔

**تفسیری نکات:** اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے، اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں جہاں کہیں ایک پتہ بھی گرتا ہے

اس کا اللہ کو علم ہے، وہ انسان کے ہر عمل سے اور اس عمل کے پیچھے کارفرما نیت اور ارادے سے بخوبی واقف ہے ہر نیکی کرنے والے کی نیکی اور ہر بدی کرنے والے کی بدی سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔

اس حقیقت کا متقننا یہ ہے کہ بندہ مؤمن اللہ سبحانہ کی خشیت اختیار کرے اور محض اس کی رضا کے لئے اخلاص اور حسن نیت کے

ساتھ عمل خیر کرے، ہر شخص اپنی ذات کی فکر میں لگے اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود و زیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا، وہاں پہنچ کر ہر ایک کی بھلائی برائی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے کئے کا پھل چکھے گا، سب کے اعمال ان کو دکھلا دیئے جائیں گے تاکہ بدکاروں کی میدان جہنم میں رسوائی ہو اور نیکوکاروں کو سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے کہ اعمال کے دکھلانے سے ان کے نتائج و ثمرات اور ان کی جزا و سزا دکھانا مراد ہو۔ (تفسیر عثمانی)

### لوگوں کی ایذا سے بچانا بھی صدقہ ہے

۱۱۷. الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْإِيْمَانُ بِاللَّهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قُلْتُ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْفُسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَضَعُ لَأَخْرَقَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: تَكْفُ شَرَكٌ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”الصَّانِعُ“ بِالصَّادِ الْمُهِمَّةِ هَذَا هُوَ الْمُشْهُورُ وَرَوَى ”ضَانِعًا“ بِالْمُعْجَمَةِ أَيْ ذَا ضِيَاعٍ مِنْ فَقْرٍ أَوْ عِيَالٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ ”وَالْأَخْرَقُ“ الَّذِي لَا يُتَقَنُّ مَا يُحَاوِلُ فِعْلَهُ.

(۱۱۷) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کون سے اعمال افضل ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان باللہ اور اس کے راستے میں جہاد میں نے عرض کی کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو گھروالوں کو زیادہ محبوب ہو اور جس کی قیمت بھی زیادہ ہو، میں نے عرض کی کہ اگر میں نہ کر سکوں، فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرنا جو کام نہ کر سکے اس کا کام کرنا، میں نے عرض کی کیا رسول اللہ اگر میں ان میں سے کچھ کاموں میں کمزور پڑ جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شر کو لوگوں سے روکے رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے تمہاری جان پر صدقہ ہے۔

صانع صاد کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ ضاد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی جو غربت اور عیال داری سے پریشان حال ہو، اخرق بے ہنر جو اپنا کام صحیح طریقے پر نہ کر سکے۔

**تخریج حدیث (۱۱۷):** صحیح البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب بیان کون الایمان باللہ افضل الاعمال.

**کلمات حدیث:** الرقاب: جمع رقبة گروں، غلام۔ ثمن: قیمت، جمع اثمان۔

**شرح حدیث:** ایمان باللہ ہر عمل صالح کی اساس ہے اس کے بغیر کوئی عمل نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ اس پر کوئی اخروی جزا اور ثواب ہے، ایمان باللہ کے بعد درجہ جہاد فی سبیل اللہ کا ہے، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر دینا، اور جان کا

نذرانہ پیش کر کے گواہی دینا کہ اللہ کا دین ہی سچا دین ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْتَ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾ ”اللہ نے خرید لی مؤمنوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔“

(التوبہ: ۱۱۱)

اس کے بعد ایسا غلام آزاد کرنا جو گھر والوں کو محبوب ہو اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہو، یعنی اپنی محبوب اور قیمتی چیز اللہ کی رضا کے لئے قربان ہے، چنانچہ فرمان الہی ہے: ﴿لَنْ نَّمُنَّكَ بِالْأَلْبَرِ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ) (آل عمران: ۹۲) یعنی جتنی محبوب اور پیاری چیز اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ سے بدلہ ملنے کی امید رکھو، اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب اور عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ اللہ کے راستے میں نکالو، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے دل بہت لگا ہوا ہو اس کے اللہ کے راستے میں دینے کا بہت اجر و ثواب ہے۔

اگر بندہ یہ مذکورہ کام انجام نہ دے سکے تو پھر خدمت خلق ہی کرے، لوگوں کی ان کے کاموں میں مدد کرے خاص طور پر بوزھے اور کمزور و ناتواں لوگوں کے کام کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کے وجود سے کسی کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور اس کے شر سے کسی کو آزار نہ ہو، فرمایا ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“ ”مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۶۲/۲، ذیل الفالحین: ۱/۲۵۴، تفسیر عثمانی)

## بھلائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے

۱۱۸. الثَّانِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَيْضًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَةٍ مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزَىٰ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الصُّحَىٰ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

”السلامی“ بضم السین المهملة وتخفيف اللام وفتح الميم: المَفْصِلُ.

(۱۱۸) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے،

چنانچہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، نیکی کی بات بتلانا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان کے بدلے دو رکعت صلاۃ الفسخی کفایت کر جاتی ہیں۔

السلامی، جوڑ۔



**تخریج حدیث (۱۱۸):**

صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقة يقع علی نوع من المعروف .

**کلمات حدیث:** سلامی: ہڈی، اعضاء کے جوڑ، جمع سلامیات۔

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ہر عضو پر صدقہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل و کرم سے یہ تمام اعضاء سلامت رہے اور آفات سے محفوظ ہیں تو اس حفظ و سلامتی پر شکر ادا کرنا لازم ہے ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، کسی نے عرض کی یا نبی اللہ یہ کس کے بس کی بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو دفن کر دینا صدقہ ہے راستہ سے رکاوٹ دور کرنا صدقہ ہے اور اگر یہ کرنے کا موقع نہ ملے تو دو رکعت نغی تمہیں کفایت کرے گی۔

صلوٰۃ الضحیٰ ان سب امور کی جگہ اس لئے کفایت کر جاتی ہے کہ نماز میں آدمی کے جملہ اعضاء مصروف ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ آدمی وہ امور بھی جو اس حدیث میں بیان کئے گئے ہیں کرنے کی کوشش کرے، اگر ان امور کا موقع نہ ملے تو صلوٰۃ الضحیٰ ان سب کو کافی ہو جائے گی، صلوٰۃ الضحیٰ دو رکعت سے بارہ رکعت تک پڑھی جاسکتی ہے، حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ چار رکعت پڑھنے کی تھی، صلوٰۃ الضحیٰ کی فضیلت میں اور اس کے اجر و ثواب کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں یہاں تک کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے کہا کہ صلوٰۃ الضحیٰ سے متعلق احادیث معنی حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صلوٰۃ الضحیٰ گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے۔

(مسلم بشرح النووی: ۸۲/۷، دلیل الفالحین: ۲۵۶/۱، مظاہر حق: ۸۵۲/۱)

**راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ایمان کا حصہ ہے**

۱۱۹. اَلثَّالِثُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا الشُّخَاعَةُ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۹) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال

پیش کئے گئے میں نے ان اعمالِ حسنہ میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کے عمل کو پایا اور برے اعمال میں پایا کہ مسجد میں ناک کا فضلہ پھینک دیا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۱۹):** صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلوٰۃ .**کلمات حدیث:** يُمَاطُ، مَاطٌ، يَمِيطُ، مِيطٌ (باب ضرب) جدا ہونا، دور ہونا۔ أُمَاطُ : جدا کرنا، دور کرنا۔ إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ

الطَّرِيقِ : راستے سے ایسی چیز ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ الشُّخَاعَةُ : ریزش، ناک سے یا منہ سے خارج ہونے والا فضلہ۔

**شرح حدیث:** حضور اکرم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اعمال میں ایک یہ بات بھی تھی کہ کوئی شخص راستے میں سے ایسی چیز ہٹا دے جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، یعنی مؤمن کا یہ فرض ہے کہ ہر وہ کام کرے جس سے دوسرے مسلمان بھائیوں کا فائدہ ہو اور ان کو کسی بھی تکلیف کے پہنچنے سے حتی الوسع بچانے کی سعی کرے، ابن رستمان کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ راستے میں سے ایذا رساں چیز کو دور کرے تو کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے کہ اس طرح شعب ایمان میں ادنیٰ درجہ اس کے اعلیٰ ترین درجے کے ساتھ جمع ہو جائے، یعنی کلمہ تو حید میں اور مؤمن کے اقوال و افعال میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور قلب اور لسان باہم دگر ہو جائیں کہ یہ ایمان کی کامل صورت ہے۔ (دلیل الفلاحین :

(۲۵۸/۱)

### تبیحات کی پابندی کرنا

۱۲۰. الرَّابِعُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ : "أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا، تَصَدَّقُونَ بِهِ : إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِي بَضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَاتِي أَحَدُنَا شَهْوَتُهُ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ : "أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وَزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ: رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"الدُّثُورُ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : الْأَمْوَالُ وَاحِدُهَا دُثْرٌ.

(۱۲۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال دار سارا اجر و ثواب لے گئے وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال صدقہ بھی کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ امور نہیں بنائے جن سے تم صدقہ کرو، ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے نیکی کی بات بتلانا صدقہ ہے بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے، صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم اپنی شہوت کی تکمیل کرتے ہیں کیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر کوئی اسے حرام طریقے سے پورا کرے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوگا، اسی طرح حلال طریقہ سے تکمیل شہوت میں اجر و ثواب بھی ہوگا۔

دُثْرٌ : اموال، واحد، دُثْرٌ.

**تخریج حدیث (۱۲۰):**

صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

**کلمات حدیث:** دثر: بہت مال جمع، دثور: وزر: گناہ، جمع، اوزار۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام کی جماعت حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ایسے مزکی ہو گئے تھے کہ ان کا خیال دنیا کے بکھیروں سے ہٹ کر کلیئاً آخرت کی طرف ہو گیا تھا، وہ ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے تھے اور آخرت کے بنانے اور سنوارنے کی سعی و کوشش میں مصروف رہتے تھے اور اعمال صالحہ کی جانب مسابقت کرتے اور ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے مسارعت کرتے، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی جماعت میں بعض حضرات غنی بھی تھے اور ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا مال وافر مقدار میں موجود تھا اور وہ اس میں سے گاہے بگاہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اس صورت حال کے پیش نظر بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ آخرت کا سارا اجر و ثواب تو مالدار لے گئے کیوں کہ نماز اور روزہ تو اگر ہم کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور ہم استطاعت نہ ہونے کی بناء پر ایسا نہیں کر سکتے۔

رسول کریم ﷺ حکیم تھے چنانچہ آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ جواب دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ سمجھنا درست نہیں کہ مسارعت الی الخیرات اور مسابقت الی الاعمال الصالحہ کا میدان صرف مال و دولت ہے بلکہ یہ میدان تو بہت وسیع ہے تم جس قدر چاہو اور جتنا چاہو آگے بڑھتے چلے جاؤ، سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات بتلانا بھی صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔

غرض اعمال صالحہ کا دائرہ مالی انفاق تک محدود نہیں ہے بے شمار نیکیاں ہیں جو شب و روز میں ایک مؤمن کر سکتا ہے اور یہ نیکیاں اجر و ثواب میں بھی عظیم ہیں کہ الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین و آسمان کی ساری فضاؤں کو بھر دیتے ہیں، سبحان اللہ العظیم کہنے سے جنت میں درخت اگ آتا ہے، اور لا الہ الا اللہ کہیں نہیں رکتا، یہاں تک کہ بارگاہ الہی میں پہنچ جاتا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۲۵۸، مؤطا امام مالک رحمہ اللہ، مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، الجامع الترمذی، الحصن الحصین)

## معمولی درجہ کی نیکی کی بھی قدر کریں

۱۲۱۔ الْخَامِسُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ

أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلِيقٍ (۱) رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۲۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تم اپنے

بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۲۱):** صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب طلاقۃ الوجه عند اللقاء۔

**کلمات حدیث:** طلیق، خوش رو۔ طلیق، طلوقۃ: (باب کرم) خوش رو ہونا، خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا۔

**شرح حدیث:** مؤمن کی ساری زندگی اللہ کی رضا کے حصول کے لئے گزرتی ہے اور اس کی ہر حرکت و عمل احکام الہی کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام انسان کی زندگی کے ہر مرحلے کو محیط ہیں اس لئے مؤمن کی زندگی کا ہر عمل عبادت اور نیکی ہے اور ہر نیکی باعث اجر و ثواب ہے اور اسی وجہ سے کوئی بھی نیکی چھوٹی یا حقیر نہیں ہے اور نہ اسے کم اور حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے بلکہ رغبت سے خلوص سے اور حسن نیت سے کر لینا چاہئے ہو سکتا ہے وہی نیکی رضائے الہی کا سبب بن جائے۔

چنانچہ مسلمان بھائی سے خندہ روئی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے، کیوں کہ مسلمان کو خوش کرنا بھی نیکی ہے نیز خندہ روئی سے باہم ملاقات سے محبت بڑھتی ہے، رسول کریم ﷺ ان کافروں سے بھی جو اللہ کے اور رسول کے دشمن تھے ان سے بھی خندہ روئی سے ملاقات فرماتے تھے، حتیٰ کہ کوئی برا آدمی بھی آپ کے پاس آ جاتا آپ اس سے بھی اسی طرح خندہ پیشانی سے پیش آتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک شخص کو برا کہا کچھ دیر بعد وہی آدمی آپ ﷺ کے پاس آ گیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بشارت کے ساتھ ملے۔ (مسلم بشرح النووی، مرقاة شرح مشکوٰۃ)

### تین سوساٹھ جوڑوں کا صدقہ

۱۲۲. السَّادِسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كُلُّ سَلَامِي مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ : تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهَا عَلَيْهِ أَوْ تَرْفَعُ لَهُ، عَلَيْهَا مَتَاعُهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمِدَ اللَّهَ وَهَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَا السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ فَإِنَّهُ يُمَسِّي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ .

(۱۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے، سود و آدمیوں کے درمیان انصاف صدقہ ہے کسی کو سواری پر بٹھا دینے یا اس پر اس کا سامان رکھوانے میں مدد دینا صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے جو قدم بھی نماز کی طرف جاتے ہوئے اٹھتا ہے صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر شخص کے تین سوساٹھ اعضاء پیدا کئے گئے ہیں، پس جس نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الہ الا اللہ کہا سبحان اللہ



کہا اور استغفر اللہ کہا لوگوں کے راستے میں سے کوئی پتھریا کاٹنا یا ہڈی ہٹائی، اچھی بات بتائی اور بری بات سے منع کیا اور ان کی گنتی تین سو ساٹھ ہوگئی اس روز اس کی شام اس حال میں ہوگی کہ وہ اپنے آپ کو جہنم سے دور کر چکا ہوگا۔

### تخریج حدیث (۱۲۲):

صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینہم . صحیح

مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان ان اسم الصدقة يقع علی کل نوع من المعروف .

**کلمات حدیث:** تُعَیِّنُ : تم مدد کرتے ہو۔ اَعَانَ، اِعَانَةً (باب افعال) مدد کرنا۔ مَفْصِلُ : جوڑ، جمع مَفَاصِلُ . شَوْكَةٌ : کانٹا۔ شَاكٌ، شَوْكًا (باب نصر) کانٹا چھنا۔ زَخَزَخَ : ہٹ گیا، دور گیا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ نے انسان پر انعام و اکرام فرمایا ہے اور اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے اور انسان سلامتی صحت اور عافیت کے ساتھ اس دن کا آغاز کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے کہ ہر انسان پر منعم کے احسان کا شکر ادا کرنا فرض ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اس کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا صدقہ ہے، اور ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا کر دینا صدقہ ہے، کسی کی مدد کرنا یا اس کے کسی کام آنا صدقہ ہے خواہ کسی کو سواری پر بیٹھنے میں مدد دے یا اس کا سامان اٹھوادے، کوئی اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے نماز کے لئے مسجد چل کر جانے میں ہر قدم اٹھانا صدقہ ہے اور صبح و شام تک یہ سارے اعمال کر لینا اپنے آپ کو جہنم سے دور کر لینا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۵۹، صحیح مسلم بشرح النووي)

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی

۱۲۳. السَّابِغُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نَزْلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".  
"النَّزْلُ" الْقُوْثُ وَالرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ.

(۱۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح و شام مسجد جاتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح و شام مہمانی تیار فرماتے ہیں (متفق علیہ)

نزل، کھانا پینا اور وہ اشیاء جو ایک مہمان کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔

### تخریج حدیث (۱۲۳):

صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الى المسجد ومن راح . صحیح

مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الى الصلاة تمحی بہ الخطایا .

**کلمات حدیث:** غَدَا : صبح کو روانہ ہوا۔ الغدوة : صبح کا وقت۔ رَاحَ : شام کو واپس آیا۔ رَاحَ رَوْحًا (باب نصر) شام کے وقت

**شرح حدیث:** مؤمن صبح یا شام جتنی دفعہ اور جس وقت مسجد میں آتا ہے نماز کے لئے تلاوت کے لئے یا نیت اعتکاف کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اس کو ایک معزز مہمان کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر مرتبہ اس کے لئے سامان ضیافت کی تیاری فرماتے ہیں، یعنی اسے اجر و ثواب دیتے ہیں اور جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرماتے ہیں اور فرشتوں کو اس کی تکریم کا حکم دیتے ہیں۔

(فتح الباری: ۱/۵۲۸، شرح مسلم للنووی: ۵/۱۴۴، معارف الحدیث: ۱۷۳/۳)

-----

۱۲۴. الثَّامِنُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ : الْفَرَسَنُ مِنَ الْبَعِيرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الذَّابَّةِ قَالَ وَرُبَّمَا اسْتُعِيرَ فِي الشَّاةِ .

(۱۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلم عورتو! کوئی عورت اپنی ہمسایہ

عورت کو بکری کے کھر کا ہدیہ بھیجنے کو بھی معمولی نہ سمجھے۔ (متفق علیہ)

جوہری کہتے ہیں کہ فرس اونٹ کا کھر اور حافر مویشی کا کھر، اور بعض اوقات بکری کے کھر کے لیے فرس کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

**تخریج حدیث (۱۲۴):** صحیح البخاری، کتاب الہمة، کتاب الادب، باب لا تحقرن جارة جارتها . صحیح

مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل .

**کلمات حدیث:** جَارَةٌ: پڑوس، ہمسایہ عورت، الْحَار: پڑوسی، ہمسایہ، مُجَاوَرَةٌ (باب مفاعله) پڑوس میں رہنا، ہمسائیگی اختیار کرنا، فَرَسَنَ: اونٹ کا کھر، کبھی بکری کے لئے بھی فرس کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی بکری کا کھر۔

**شرح حدیث:** اسلام نے اسلامی اخوت اور برادری کو تقویت دی ہے اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو آپس

میں مودت اخلاص و محبت اور حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی عورت

اپنی ہمسایہ عورت کے یہاں بکری کا کھر بھی ہدیہ بھجوادے تو وہ عورت اس ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے

بطور خاص اس لئے مخاطب فرمایا کہ پڑوس میں رہنے والی عورتوں کے آپس کے سلوک کا اثر ان کے مردوں پر بھی پڑتا ہے اگر ہمسایہ

عورتیں حسن سلوک اور باہمی مودت و محبت کے ساتھ رہ رہی ہوں تو ان کے مرد بھی آپس میں اسی طرح رہیں گے اور اگر عورتوں کے مابین

دوری پیدا ہوئی تو اس کا اثر مردوں پر بھی پڑے گا۔ (فتح الباری: ۳/۱۸۴، دلیل القالین: ۱/۲۶۳)

-----

## ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں

۱۲۵. التَّاسِعُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ،

شُعْبَةٌ: فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ .

”الْبُضْعُ“ مِنْ ثَلَاثَةِ إِلَى تِسْعَةٍ بِكُسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تَفْتَحُ . ”وَالشُّعْبَةُ“ : الْقِطْعَةُ .

(۱۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ

سے زائد شعبہ ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ان میں سب سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لئے آتا ہے، شعبہ کے معنی درجہ اور حصہ کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۱۲۵):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں یعنی کثیر شعبے ہیں اور یہ عدد محض کثرت کے بیان کرنے کے لئے ہے کیوں کہ ایمان کے شعبوں سے وہ تمام اعمال و اخلاق اور احوال ظاہری اور باطنی مراد ہیں جو ایمان کے نتیجے اور اس کے ثمرہ کے طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں بالفاظ دیگر جملہ اعمال صالحہ تمام افعال خیر سارے اقوال حسنہ اور وہ تمام احوال جو ایمان سے ابھرے ہوں اور اس کے ثمرات کے طور پر ظاہر ہوئے سب ایمان کے شعبے ہیں البتہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔

ان میں سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم شعبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے یعنی اللہ کی توحید کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کو ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، ان دونوں کے درمیان جس قدر بھی امور خیر کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ سب کے سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔

اس کے بعد خاص طور پر فرمایا کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے کیوں کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام بہت بلند ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ جاتا ہے، اور سب سے زیادہ حیا تو بندے کو اللہ سے کرنی چاہئے جو ہر وقت سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص بہت ہی بے حیا ہے جو اپنے خالق اور مالک سے نہ شرمائے اور جسے اپنے مالک کی نافرمانی میں حجاب محسوس نہ ہو، اگر آدمی میں خلق حیا پوری طرح موجود ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی انسانوں کے درمیان صاف ستھری اور پاکیزہ ہوگی بلکہ وہ اللہ سبحانہ کی نافرمانیوں سے بھی محفوظ ہو جائے گا، جامع ترمذی میں روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”إِسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوا إِذَا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ فَقَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ الْإِسْتِحْيَاءَ

مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا حَوْسِي وَالْبَطْنَ وَمَا عَوَى وَتَذْكُرَ الْمَوْتَ وَالْبَلَى فَمَنْ فَعَلَ

ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ .“

(اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے، مخاطبین نے عرض کی الحمد للہ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا

یہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا یہ حق ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا اس نے حق ادا کیا۔

(شرح مسلم للنووی، دلیل الفالحین: ۱/۲۶۴، معارف الحدیث: ۱/۸۸)

## ایک کتے کو پانی پلانے کی برکت سے دخول جنت

۱۲۶. الْعَاشِرُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يُلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّي فَنَزَلَ الْبُئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِيَدِهِ رَقِيَّ فَقَبَضَ الْكَلْبُ فَشَكَرَ اللَّهَ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغْيَا بَنِي إِسْرَائِيلَ فَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ، بِهِ فَسَقَتْهُ فَغَفَرَ لَهَا بِهِ.

”الْمَوْقُ“: الْخُفُّ ”وَيُطِيفُ“ يَدُورُ حَوْلَ ”رَكِيَّةٍ“ وَهِيَ الْبُئْرُ.

(۱۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راہ گزر سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے کنواں مل گیا وہ اس میں اتر پانی پیا اور باہر آ گیا، دیکھتا کیا ہے کہ ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور گلی مٹی کھا رہا ہے، اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ اس کتے کی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے جو میری ہو رہی تھی وہ دوبارہ کنوئیں میں اتر اپنے جوتے میں پانی بھر اسے منہ سے پکڑا اور اوپر چڑھا آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اس کی مغفرت فرمادی، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں جانوروں سے بھی ہمدردی کا اجر ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ذی حیات شے سے ہمدردی پراجر ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اس کی مغفرت کی اور اس کو جنت میں داخل کیا اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کتا کنوئیں کے ارد گرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑی اس نے اپنا موزہ اتارا اس کے ساتھ پانی کھینچا اور اس کو پلادیا، اسی عمل پر اس کی مغفرت ہو گئی۔

مَوْقُ، خُفُّ، مَوْزَہ۔ يُطِيفُ: ارد گرد گھوم رہا تھا۔ رَكِيَّةٌ: کنواں۔



**تخریج حدیث (۱۲۶):** صحیح البخاری، کتاب الشرب، باب فضائل سقی الماء، صحیح مسلم، کتاب

السلام، باب فضل سقی البهائم.

**کلمات حدیث:** موق: موٹا موزہ جو باریک موزہ پر پہنا جائے، جمع امواق۔ لہٹ الکلب: کتے نے ہانپتے ہوئے زبان باہر نکالی۔ لہٹ، لہٹا (باب سمع) لہٹان: پیاسا۔ مؤنث لہٹی، لہاٹ: پیاس کی جلن اور شدت۔ لہٹ: تھکن اور پیاس۔ ثری: تری۔ ثراء: نمناک مٹی۔ ثری، ثری (باب سمع) خشک ہونے کے بعد تر اور نرم ہونا۔ رکبہ: پانی والا کنواں، جمع رکابا۔ رکا رکوا (باب نصر) حوض بنانا۔ رکوة: چھوٹی دوگی۔ رکوة: چھاگل، جمع رکوات۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ، رحمٰن ورحیم ہیں اور ان کی رحمت ساری کائنات پر محیط ہے، صفت رحم انسان میں بھی مطلوب ہے اور انسان کی صفات حمیدہ میں سے ایک بہت ہی اعلیٰ صفت ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اور اہل ایمان کو آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ اہل ایمان اس وصف سے متصف ہوں اور ان میں رحمت کا وصف غالب اور نمایاں ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد اور نوع بہ نوع طریقوں سے امت کی اخلاقی تربیت فرمائی ہے چنانچہ اس حدیث میں ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی دیا تھا، کیوں کہ وہ خود پیاسا تھا اس لئے اس نے اس کتے کی پیاس کی شدت کو محسوس کیا اور اسے زحمت اٹھا کر پانی پلایا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ مٹی برا خلاص عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فعل خیر خواہ کتنا ہی چھوٹا اور معمولی ہوا اگر وہ اخلاص سے اور حسن نیت سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑی جزا دینے والے ہیں اور ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ جس کو چاہیں اور جب چاہیں نواز دیں، اس لئے مؤمن کو ہر وقت اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں کسی وقت کوئی سعادت کی گھڑی ہو اور وہ اس سے ہمکنار ہو جائے۔ (فتح الباری: ۲۰/۱، دلیل الفالحین: ۲۶۷/۱)

### راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی برکت

۱۲۷۔ الْحَادِي عَشْرُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ تُوذِي الْمُسْلِمِينَ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَفِي رِوَايَةٍ: مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا نَحْيِيَنَّ هَذَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَأَدْخَلَ الْجَنَّةَ" وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَعَهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ"

(۱۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے

ہوئے دیکھا، اس نے راستہ میں سے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تھی۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستہ میں سے ایک درخت کی شاخ لے کر گزر رہا تھا اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اسے

ضرر سے مسلمانوں کو دور رکھوں گا، تاکہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو، اس عمل پر وہ جنت میں گیا۔

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا اس نے راستے میں ایک خاردار درخت کی ٹہنی پڑی دیکھی، اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا اللہ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس کی مغفرت ہو گئی۔

**تخریج حدیث (۱۲۷):** صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل تہجیر الی الظهر، صحیح مسلم، کتاب البر،

باب فضل ازالة الاذى عن الطريق.

**کلمات حدیث:** غُصْنٌ : شاخ۔ جَمْعُ أَغْصَانٍ . لَا نَحِیْنٌ : میں ضرور ہٹا دوں گا۔ نَحَا، یَنْحُوا، نَحْوًا : قصد کرنا، اُنْحَی، اُنْحَا (باب افعال) کسی جانب جھکنا۔ نَحَا، یَنْحِی، نَحِیًا (باب ضرب) ایک گوشہ میں کرنا۔

**شرح حدیث:** مسلم کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھ یا اس کی زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، مسلم سراپا خیر ہے وہ جہاں سے گزرتا ہے اس کے وجود سے ہر جگہ خیر عام ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے وجود سے کسی کو تکلیف پہنچے، یہاں تک کہ وہ یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ کسی کو کسی ایسی بات سے تکلیف پہنچے جس میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اسی وجہ سے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو ایمان کا ایک شعبہ کہا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں بھی اسی عمل خیر کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت میں ادھر سے ادھر آ جا رہا ہے، اس کا عمل یہ تھا کہ مسلمان کی گزرگاہ میں ایک درخت تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی اس نے اسے کاٹ دیا تھا۔ (فتح الباری: ۱/۲۴۵، دلیل الفالحین: ۱/۲۶۷)

### مسجد میں لوگوں کو ایذا دینے سے بچنا

۱۲۸. الثَّانِي عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آیا خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کی اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان مغفرت ہو جائے گی بلکہ تین دن اور زیادہ بھی، اور جس نے کنکری کو چھوا اس نے فضول کام کیا (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۲۸):** صحیح مسلم، کتاب الجمعة باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة.

**کلمات حدیث:** الحصى: کنکری، جمع حصيات. حصى، حصيا (باب ضرب) کنکری مارنا۔

**شرح حدیث:** شب و روز کی نماز، پنجگانہ اور سنن و نوافل کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں یہ

نمازیں اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی بنا پر گویا شعائر اسلام ہیں، یہ نمازیں ہیں عیدین اور جمعہ، اور جمعہ کی فضیلتیں اور اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ اور اسلامی شریعت میں اس کی اہمیت بے حد عظیم ہے، اور اس میں شرکت اور حاضری کی سخت تاکید کی گئی ہے اور نماز سے پہلے غسل کرنے اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر و دعا کی باطنی اور روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ ہو کہ مجمع ملائکہ سے مشابہت اور مناسبت قائم ہو۔

اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا یعنی وضو کے جملہ آداب و سنن کی رعایت ملحوظ رکھی پھر وہ مسجد میں آیا اور سکوت کے ساتھ اور دلجمعی اور توجہ کے ساتھ خطبہ جمعہ سنا تو اس کے تمام گناہ اس وقت سے لے کر اگلے جمعہ کو اسی وقت تک کے جو پورے سات دن ہوئے معاف کر دیئے جائیں گے اور اصول یہ ہے کہ حسنات کا اجر و ثواب دس گناہ ہوتا ہے تو اس میں مزید تین دن کا اضافہ کر کے دس دن پورے کر دیئے جائیں گے نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران آداب مسجد کا نماز کا اور جمعہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور جمعہ کا خطبہ خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننا ضروری ہے اور اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ آدمی خطبہ کے دوران بات کرے، حتیٰ کہ اگر کسی کو خاموش ہو جانے کے لئے کہا تو یہ بھی ایک فضول حرکت کی، اسی طرح کنکریاں ہٹانا یا ادھر ادھر کرنا بھی ایک فضول حرکت ہے۔

زمانہ نبوت میں مسجد نبوی ﷺ میں فرش پر کنکریاں پچھادی گئی تھیں منع فرمایا کہ ان کنکریوں کو بھی ادھر ادھر کرنا لغو حرکت ہے بلکہ لازم ہے کہ آدمی خطبہ خشوع و خضوع کے ساتھ سنے اور اس کی تمام تر توجہ جمعہ کی نماز اور اس کے ارکان کی طرف ہو اور کسی اور طرف توجہ نہ ہو۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۶۹، الجامع الترمذی: ۳/۵۶، صحیح مسلم بشرح النووی کتاب الجمعة، معارف الحدیث: ۳/۲۲۷)

### وضو کی برکت سے گناہوں کی مغفرت

۱۲۹. الثَّالِثُ عَشَرَ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنِهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشْتُهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ. فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَسَّتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبد مسلم یا بندہ مؤمن جب وضو کرتا ہے اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ وہ گناہ اس کے چہرے سے دھل جاتے ہیں جو اس کی بری نظر سے سرزد ہوئے، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ اس کے ہاتھوں سے دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھ کے پکڑنے سے سرزد ہوئے یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ دھل جاتے

ہیں جن کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے ہوں یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۲۹):**

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء.

**کلمات حدیث:** بَطَّشَهَا، بَطَّشَ، بَطَّشًا (باب نصر) پکڑنا۔ نَقِيًا: صاف ستھرا، جمع اَنْقِيَاء. نَقِيٌّ، يَنْقِي، نَقَاوَةٌ (باب مع) صاف ستھرا ہونا۔

**شرح حدیث:** اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ نماز تلاوت اور طواف جیسی عبادات کے لئے لازمی ہے بلکہ طہارت بجائے خود مطلوب ہے اور دین کا ایک اہم شعبہ ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرة: ۲۲۲) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب پاک و صاف رہنے والے بندوں سے محبت رکھتا ہے (رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الطهور شطر الایمان“ یعنی طہارت و پاکیزگی اسلام کا ایک حکم ہی نہیں بلکہ دین و ایمان کا ایک جزو ہے۔

حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جب بندہ مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنا منہ دھوتا ہے تو سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے کئے ہوئے گناہ دھل جاتے ہیں اور پیر دھوتا ہے تو پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں اور مؤمن گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

نیک اعمال کی تاثیر ہی یہ ہے کہ ان سے گناہ محو ہو جاتے اور خطائیں درگزر کر دی جاتی ہیں، خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور ان کو مٹا دیتی ہیں) وضو اور نیک اعمال سے گناہوں کے محو ہو جانے اور خطاؤں کے معاف ہونے کی اس حدیث میں ایک شرط بھی بیان کی گئی وہ یہ کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے، اسی وجہ سے اہل سنت اس امر کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف صفائے ہی کی تطہیر ہوتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾ (النساء) اگر تم ان کبائر سے مجتنب رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ بشرح النووی: ۱/۱۲۵، فتح الباری: ۱/۲۰۹، معارف الحدیث: ۳/۳۹)

## پانچ وقت نمازیں اور جمعہ کفارہ سیئات کا ذریعہ ہیں

۱۳۰. الرَّابِعَ عَشَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ

إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ “رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور



رمضان اگلے رمضان تک گناہوں کو اس عرصے میں معاف کر دینے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم)

### تخریج حدیث (۱۳۰):

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان

الی رمضان مکفرات .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں، جمعہ کی نماز اور رمضان المبارک گناہوں کو محو

کر دینے والے ہیں، اور ان سے ان کے درمیان آنے والے وقفوں میں کئے گئے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، حافظ ولی الدین عراقی رحمہ

اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو گناہ محو کیے جائیں گے وہ صغیرہ گناہ ہوں گے اور القرطبی فرماتے ہیں

کہ شان رحمت سے کیا بعید ہے کہ کسی بندے کے صغائر کے ساتھ کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جائیں اور اس کا اخلاص اور حسن نیت اور آداب

کی رعایت اور توجہ الی اللہ اس درجہ کا ہو کہ شان کریمی مائل بکرم ہو جائے: ﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ﴾ بہر حال جمہور علماء

کا مذہب ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور اسی پر اجماع ہے کہ اعمال صالحہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور کبیرہ گناہ کے لئے تو یہ

ضروری ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۰)



۱۳۱. الْخَامِسَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ؟ قَالُوا : بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اسْبَاغُ

الْوُضْوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ . زَوَاهُ

مُسْلِمٌ .

(۱۳۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں جس

سے اللہ گناہوں کو معاف فرمادے اور درجات کو بلند فرمادے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا

ناگواری کے باوجود خوب اچھی طرح پورا وضو کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ آمد و رفت رکھنا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تمہارا

رباط یہی ہے۔ (مسلم)

### تخریج حدیث (۱۳۱):

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ .

**کلمات حدیث:** ادُلُّكُمْ، ذَلَّ، دَلَالَةٌ : راستہ دکھانا، بتانا۔ الدِّلِيلُ : ہر وہ بات جس سے راہنمائی ملے، جمع دلائل . رِبَاطُ : جس

سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ قلعہ یا وہ جگہ جہاں لشکر سرحد کی حفاظت کے لئے قیام کرے۔ فقراء کے لئے وقف مکان۔

**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو تین اعمال کی رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ ان اعمال

سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ پہلا عمل یہ ہے کہ وضو خوب اچھی طرح اس کے تمام آداب کے ساتھ کیا جائے

اور زحمت و مشقت کے باوجود کہ سخت سردی ہو یا کسی دور جگہ سے پانی لانا پڑے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے، یہ وضو ایسا محبوب عمل ہے

جس سے بندے کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، دوسرا عمل مسجد کی طرف اٹھنے والے قدموں کا زیادہ ہونا یعنی بندہ مؤمن نماز کے لئے بار بار مسجد کی طرف جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کا مکان مسجد سے جتنے زیادہ فاصلہ پر ہوگا اس کا حصہ اس سعادت میں اسی حساب سے زیادہ ہوگا، اور تیسرا عمل ہے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا اور یہ حال اسی بندہ مؤمن کا ہوگا جس کے دل کو نماز سے سکون ملتا ہوگا اور رسول کریم ﷺ کی ”قرۃ عینی فی الصلوٰۃ“ کی کیفیت سے کوئی ادنیٰ سا حصہ اسے ملا ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہی رباط ہے، یعنی جس طرح دشمن کے حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین سرحدی چوکی پر بیٹھ کر دشمن پر نظر رکھتے ہیں، اسی طرح یہ تینوں اعمال نفس اور شیطان کے حملوں سے حفاظت کی مضبوط چوکیاں ہیں، جو شخص ان تین اعمال کا اہتمام کرے گا وہ شیطانی حملوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرے گا اور اس کے ہر حملے سے محفوظ ہو جائے گا۔

(دلیل الغالحنین: ۱/۲۷۲، معارف الحدیث: ۳/۴۱)

## فجر و عصر کی نماز کی پابندی

۱۳۲. السَّادِسَ عَشَرَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .  
"الْبُرْدَانِ" : الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ .

(۱۳۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے جنت میں داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

بردان، صبح اور عصر۔

**تخریج حدیث (۱۳۲):** صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة عليهما .

**کلمات حدیث:** الْبُرْدَيْنِ، بُرْدَ بُرْوَدَةٍ (باب کرم) سرد ہونا۔ الْاَبْرَدَانِ : صبح و شام۔

**شرح حدیث:** البردین سے صلاۃ الفجر اور صلاۃ العصر مراد ہیں، جیسا کہ خود حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور ایک اور روایت میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں: "صلاة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها" (طلوع اور غروب سے پہلے کی نمازیں) خطاب کی جاتی ہیں کہ نماز فجر اور نماز عصر کو بردین اس لئے کہا گیا ہے کہ دونوں نمازیں دن کے ٹھنڈے اوقات میں ادا کی جاتی ہیں، ان دو نمازوں کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے بزار نے کہا ہے کہ اول اسلام میں یہی دو نمازیں فرض تھیں اور پانچ وقت کی نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں، جبکہ علامہ طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام بہ نسبت دوسری نمازوں کے قدرے دشوار ہے کہ صبح کا وقت آرام

کا ہے اور شام کا وقت کاروباری مصروفیات کا، اگر کوئی شخص ان کا اہتمام کرتا ہے تو وہ یقیناً تمام نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، کہ ان نمازوں کا اہتمام خلوص عمل اور عدم کسل پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/۴۸۹، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۲)

## بیماری کے زمانہ میں صحت کے اعمال کا ثواب

۱۳۳. السَّابِعُ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَرَضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ، مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۳۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو

اس کا ثواب اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت کی حالت میں یا وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۱۳۳):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب یکتب للمسافر.

**شرح حدیث:** اللہ کا بندہ جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ہو لیکن کسی مرض یا سفر کی بنا پر کسی وقت ان نقلی اعمال کو انجام نہ دے سکے

تو اس کو اسی طرح اجر و ثواب ملے گا جس طرح وہ اپنے زمانہ صحت اور اقامت میں انجام دیتا ہو، ان اعمال سے نقلی اعمال مراد ہیں، جس کی

تصریح متعدد احادیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْ

ذَلِكَ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَهُ كَصَالِحٍ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ" (اگر بندہ کوئی عمل کرتا ہو اور مرض یا سفر کی بناء پر نہ

کر سکے، تو اس کا یہ عمل اسی طرح اس کے اعمال میں لکھا جائے گا جیسا کہ وہ صحیح اور مقیم ہونے کے زمانے میں کرتا تھا) امام نسائی نے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "بِمَا مِنْ أَمْرِي يَكُونُ لَهُ صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ يَغْلِبُهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ إِلَّا كُتِبَ لَهُ

أَجْرُ صَلَاتِهِ وَكَانَ نَوْمُهُ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ" (اگر کسی شخص کا رات کی نماز کا معمول ہے اور کسی رات اس پر نیند کا یا بیماری کا غلبہ ہو تو اس کی

نماز کا وہی اجر لکھ دیا جائے گا اور نیند اس پر صدقہ ہوگی) (فتح الباری: ۲/۱۹۶، عمدۃ القاری: ۱۴/۳۴۰، دلیل

الفالحین: ۱/۲۷۲)

۱۳۴. الثَّامِنَ عَشَرَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ

مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

(۱۳۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اچھا کام صدقہ ہے۔ (بخاری) مسلم نے

اس حدیث کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**تخریج حدیث (۱۳۴):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقہ. صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب ان اسم الصدقة يقع على كل نوع عن المعروف.

**شرح حدیث:** ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ولایت یہ ہے کہ خیر کی ہر بات اور نیکی کا ہر کام معروف ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں مختلف امور کو صدقہ کہا گیا ہے، کہ کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے اور حتیٰ کہ یہ خیال رکھنا کہ کسی کو مجھ سے تکلیف نہ پہنچے اور لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں یہ بھی صدقہ ہے۔

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل معروف ہر وہ عمل ہے جس کی خوبی شریعت اور عقل دونوں سے ثابت ہو، اِقْتِصَاد بھی معروف ہے کیوں کہ شریعت نے اسراف سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری: ۱۸۴/۳، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۳)

### درخت لگانے کا اجر و ثواب

۱۳۵. التَّاسِعَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِمَّنْ مُسْلِمٌ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أَكَلَ مِنْهُ لَهُ، صَدَقَةٌ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ، صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزُؤُهُ، أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ، صَدَقَةٌ، "رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ،: فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا طَيْرٌ إِلَّا كَانَ لَهُ، صَدَقَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ، صَدَقَةٌ، وَرَوَاهُ جَمِيعًا مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَوْلُهُ، "يَرْزُؤُهُ"، "أَيُّ يَنْقُصُهُ".

(۱۳۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان درخت لگاتا ہے اور اس کا پھل کھایا جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور جو اس سے پھل چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو اس میں کمی واقع ہو جائے وہ صدقہ ہے۔ (مسلم) مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو درخت لگاتا ہے اس سے انسان چوپائے اور پرندے کھا جائیں تو قیامت تک کے لئے اس کے لئے صدقہ ہے۔

**تخریج حدیث (۱۳۵):** صحیح البخاری، کتاب الحرث و المزارعة، باب فضل الزرع والغرس، صحیح مسلم،

کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزراع.

**کلمات حدیث:** يَغْرِسُ، غَرَسَ، غَرْسًا (باب ضرب) درخت لگانا۔ غَرَسَ: پودا، پودا لگانے کا وقت۔ يَرْزُؤُهُ، رَزَأَ، رَزَأًا: کم ہونا، کم کرنا (باب فتح) رَزَوْتُهُ: مصیبت جمع رَزَايَا. يَزْرَعُ، زَرَعَ، زَرْعًا (باب فتح) زمین میں بیج بونا۔

**شرح حدیث:** اسلام سرِ پائے سلامتی اور خیر ہی خیر ہے، یہ سلامتی اور خیر تمام انسانوں کے لئے ہے جانوروں کے لئے اور نباتات کے لئے، چنانچہ متعدد احادیث میں پودے لگانے اور نباتات اگانے پر بھی اجر بیان ہوا ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مسلم سرِ پائے خیر ہے اور اس کے وجود سے جہاں انسان مستفید ہوتے ہیں وہاں اللہ کی دیگر مخلوقات بھی اس کے عمل خیر سے فائدہ اٹھاتی ہیں، درخت لگانا اور نباتات اگانا، دراصل نوع انسانی کی خدمت ہے اور اس کے ساتھ حیوانات کی بھی خدمت ہے سوا اگر مسلمان کی کھیتی یا باغ میں کوئی انسان کچھ لے



لے یا چرند پرند اس میں سے کچھ کھالیں تو اسے اس کا افسوس نہ کرنا چاہئے اس کا بھی اجر و ثواب ملے گا اور یہ اجر و ثواب قیامت تک ملتا رہے گا اور جو انسان اور چرند و پرند اس کی پیداوار میں سے کھاتے رہیں گے وہ ہمیشہ کیلئے صدقہ ہوگا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۷۴، مظاہر حق جدید: ۱/۲۶۶)

## مسجد کی طرف جاتے ہوئے ہر قدم پر ثواب

۱۳۶. الْعِشْرُونَ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلَمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَلَبَّغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ فَقَالَ: "بَنِي سَلَمَةَ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ أَثَارُكُمْ، دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ أَثَارُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: "إِنَّ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ"بَنُو سَلَمَةَ" بِكُسْرِ اللَّامِ قَبِيلَةٌ مَعْرُوفَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَثَارُهُمْ خُطَاهُمْ.

(۱۳۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، رسول کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ جی ہاں یا رسول اللہ! ہم نے یہی ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے، اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قدم اٹھانے پر ایک درجہ ملے گا (مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، بنو سلمہ انصار کا ایک معروف قبیلہ۔ آثارہم: ان کے قدموں کے اثرات۔

### تخریج حدیث (۱۳۶):

صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب احتساب الآثار، صحیح مسلم، کتاب المساجد،

باب فضل كثرة الخطا الى المساجد.

**شرح حدیث:** بنو سلمہ انصار کا ایک بڑا قبیلہ تھا، جو مدینہ منورہ سے باہر بیرونی آبادی میں مقیم تھے، ان حضرات نے ارادہ کیا کہ وہاں سے مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، قرب مسجد کے اجر و ثواب کے بھی مستحق ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی زیادہ سے زیادہ حاضری ہو سکے، رسول کریم ﷺ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو سلمہ تم اپنے گھروں ہی میں مقیم رہو تمہارے آثار قدم لکھے جا رہے ہیں اور تم ان پر اجر عظیم پا رہے ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے عنوان الباب میں یہ آیت بھی ذکر فرمائی ہے: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ﴾ (اور ہم لکھ لیتے ہیں جو عمل انہوں نے آگے بھیجے اور جو عمل صالح کے لئے انہوں نے قدم اٹھائے) جو اس واقعہ کے اس آیت کے سبب نزول ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اس کی تصریح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد کے قریب رہائش کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے جس کے سبب بنو سلفہ مسجد کے قریب رہائش رکھنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مدینہ منورہ کی نواحی بستیاں خالی ہو جائیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں دور سے آنے پر اجر و ثواب بہت زیادہ ہے کہ تمہارے ہر ہر قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی، یعنی مسجد کے قریب ہونا باعث اجر و ثواب ہے بوجہ اللہ کے گھر سے قربت کے اور مسجد سے فاصلے پر رہنا باعث اجر و ثواب ہے کہ اس میں مسجد تک اٹھنے والے قدم زیادہ ہوں گے اور اجر و ثواب ان اٹھنے والے قدموں کے حساب سے ہوگا، اور اگر کسی کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے تو وہ بھی باعث اجر و ثواب ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہے تھے، کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ مسجد تک ہمارے قدم بڑھ جائیں۔

(فتح الباری: ۱/۵۲۶، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۵، شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/۱۴۴)

### تیز گرمی میں مسجد آنے کی فضیلت

۱۳۷. الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أَبِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَوةٌ فَقِيلَ لَهُ: أَوْفَقُلْتُ لَهُ: لَوْ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظُّلُمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنْ مَنَزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ كُلَّهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: "إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ"

"الرَّمْضَاءُ": الْأَرْضُ الَّتِي أَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِيدُ.

(۱۳۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب تھے مجھے نہیں معلوم کہ کسی اور صاحب کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا ان کا تھا مگر اسکے باوجود ان کی کوئی نماز نہیں چھوٹی تھی، ان سے کہا گیا یا میں نے ان سے کہا، اگر تم گدھا خرید لو تار کی اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آ جایا کرو، انہوں نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پاس ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور میرا گھر واپس جانا لکھا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے یہ سب تمہارے لئے جمع فرما دیا۔ (مسلم)

ایک اور روایت ہے تمہیں تمہاری نیت کے مطابق ثواب ملے گا، الرمضاء، تپتی ہوئی زمین۔

**تخریج حدیث (۱۳۷):** صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرة الخطا الى المساجد.

**راوی حدیث:** سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے، غزوہ بدر میں شرکت فرمائی اور بعد کے غزوات میں بھی شرکت فرماتے رہے، رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنایا،

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے اس کے ساتھ ہی تورات اور انجیل کے بھی عالم تھے دور دور سے طلبہ ان کے درس میں حاضر ہوتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۲۶ احادیث مروی ہیں ۳۹ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** ظلماء، تاریکی، ابتدائی رات، لیلة الظلماء: تاریک رات، رمضاء، گرمی کی تیزی، دھوپ کی تیزی سے گرم زمین، رمض، گرمی کی جلن۔

**شرح حدیث:** مسجد کے قریب ہونا بھی باعث فضیلت ہے اور یہ فضیلت قرب مسجد کی ہے اور مسجد سے دور رہنا بھی باعث فضیلت ہے اور اس کا سبب آدمی کا مسجد کی نیت کر کے چل کر آنا ہے، سو جس قدر فاصلہ ہوگا اسی قدر اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا، اس حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ ایک صحابی رسول ﷺ مسجد سے دور رہتے تھے، اور سخت گرمی اور رات کی تاریکی میں چل کر آتے تھے، پھر بھی مسجد میں باجماعت نماز کا اس قدر اہتمام تھا کہ کبھی کوئی نماز فوت نہ ہوتی تھی، سواری کا مشورہ دیا گیا تو اس پر بھی یہی کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے آنے جانے کے یہ سارے آثار لکھے جائیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تمہاری نیت ہے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح تمہارا ثواب جمع فرمایا ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۷۶، شرح مسلم للنووی: ۵/۱۴۴)

### کسی کو دودھ والی بکری عاریت میں دینا

۱۳۸. الثَّانِي وَالْعَشْرُونَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهَا مَنِحَةُ الْعَنْزِمَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"الْمَنِحَةُ": أَنْ يُعْطِيَهُ، أَيَّا هَالِيَا كُلِّ لَبَنَهَا ثُمَّ يَرُدُّهَا إِلَيْهِ.

(۱۳۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس محاسن ہیں جن میں سب سے اعلیٰ کسی کو عاریت دودھ دینے والی بکری دیدینا ہے، جو شخص ان میں سے کسی بھی حسنہ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے عمل کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ (بخاری)

منیحة: کے معنی ہیں بکری کسی کو دینا کہ وہ اس کا دودھ استعمال میں لے آئے اور پھر بکری واپس کر دے۔

**تخریج حدیث (۱۳۸):** صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب فضل المنیحة.

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم ﷺ کی احادیث یاد کرنے اور انہیں لکھنے کا بہت شوق تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام الصحیفة الصادقة رکھا تھا، متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی، آپ سے سات سو احادیث مروی ہیں جن میں سے سترہ متفق علیہ ہیں ۶۵ ھ میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابۃ: ۳/۲۳۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲/۱۹۲)

**کلمات حدیث:** حصّۃ: اچھی عادت یا بری عادت، لیکن غالب استعمال اچھی عادت کے لئے ہوتا ہے۔ منیحه، منح، منحاً (باب فتح وضرب) منح دینا، عطا کرنا۔ منیحه اونٹنی یا بکری جسے دودھ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہو۔ عنز: بکری۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس محاسن یا اچھی باتیں ہیں جن میں سے سب سے بڑی یہ ہے کہ کسی کو دودھ سے استفادہ کرنے کے لئے بکری دیدی جائے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک موقع پر ان محاسن کو گنا شروع کیا تو ہم نے پندرہ شمار کئے جن میں چند یہ ہیں سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے یرحمک اللہ کہنا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔

بعض علماء نے ان کو جمع کی سعی بھی کی ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہر اچھی بات ہر معروف کام اور ہر اچھا کلمہ محاسن اسلام میں سے ہے۔ (فتح الباری: ۲/۷۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۷)

### اللہ جل شانہ سے ہم کلامی

۱۳۹. الثَّالِثُ وَالْعِشْرُونَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيَمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشَأْمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تَلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ"

(۱۳۹) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہنم سے بچو

خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو۔ (متفق علیہ)

نیز بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا، ہر شخص اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے اور اپنے سامنے دیکھیں گے تو اپنے منہ کے سامنے جہنم نظر آئے گی جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کہو۔

**تخریج حدیث (۱۳۹):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی



الصدقة ولو بشق تمره .

**کلمات حدیث:** الشق : آوھا، کنارہ۔ شقیق : دو حصوں میں بھٹی ہوئی چیز، بھائی۔

**شرح حدیث:** فرض زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات میں مال خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اور یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے،

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (۱۷) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (۱۸)﴾ (اللیل) (اور اس آتش جہنم سے نہایت متقی بندہ دور رکھا

جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہو کہ پاکیزگی حاصل کرے) حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے

ذریعے جہنم سے بچو اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرو اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دیدو، یہ نہ ہو کہ مال کثیر کی گنجائش نہ ہو اور قلیل کو کم

سمجھ کر نہ دے بلکہ جو کچھ جس وقت ہو وہ اللہ کی راہ میں دیدو کیوں کہ اس کے یہاں حساب نیت کا ہے۔

روز حساب انسان اپنے دائیں بائیں اعمال دیکھے گا اور منہ کے سامنے جہنم کی آگ دیکھے گا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ (اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے) اس لئے جہنم سے بچنے کی تیاری کرو خواہ کھجور کا ایک

ٹکڑا دے کر یا کوئی اچھی بات کہہ کر۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۷۸)

## اللہ جل شانہ کی نعمت استعمال کر کے شکر بجالائے

۱۴۰. الرَّابِعُ وَالْعِشْرُونَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

اللَّهُ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيُحْمَدُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرِبَ الشَّرْبَةَ فَيُحْمَدُهُ عَلَيْهَا "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

و"الْأَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ : وَهِيَ الْغَدَاةُ أَوِ الْعَشَوَةُ .

(۱۴۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو

کھانا کھائے اور اللہ کی حمد کرے اور پانی پیے اور اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

الْأَكْلَةُ : صبح کا یا شام کا کھانا۔

**تخریج حدیث (۱۴۰):** صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب .

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ کا کس قدر عظیم فضل و کرم ہے کہ انسان کو رزق عطا فرمایا اور جب رزق کھا کر بندے نے اللہ کا شکر ادا کیا تو

اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوئے اور اس کو مزید نعمتوں اور مزید اجر و ثواب سے نوازا، چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے کس قدر

فضل و کرم فرمایا کہ اس کے بندے نے کھانا کھا کر شکر ادا کیا تو اسے روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کا ثواب عطا فرمایا، جیسا کہ حدیث نبوی

ﷺ میں مذکور ہے: ”الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ“ کھانا کھانے کے بعد شکر کا طریقہ ہے کہ یہ دعا پڑھے جو صحیح بخاری صفحہ التحمید میں مذکور ہے۔

”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرُ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ رَبَّنَا“

اس کے علاوہ اور بھی دعائیں منقول ہیں، لیکن اگر صرف الحمد للہ پر ہی اکتفاء کرنے جب بھی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۷/۴۲)

## ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے

۱۴۱. الْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالَ:

أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ ”يَأْمُرُ

بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ“ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے کسی

نے عرض کی کہ اگر دینے کو کچھ نہ ہو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے عمل کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، عرض کی اگر

اتنی قدرت نہ ہو فرمایا محتاج مصیبت زدہ کی مدد کرے عرض کی کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کہ نیکی یا خیر کا حکم دے، عرض کی اگر یہ بھی نہ

کرے فرمایا کہ برائی سے باز رہے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۱): صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب علی کل مسلم صدقة. صحیح مسلم، کتاب

الزکاة، باب بیان ان اسم الصدقة يقع علی کل نوع من المعروف.

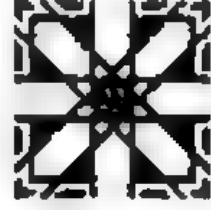
کلمات حدیث: مَلْهُوفٌ: غمگین شخص جس کا مال ضائع ہو گیا یا کوئی عزیز قریب ساتھ چھوڑ گیا ہو۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات دنیا اور کسی نہ کسی صورت میں انفاق فی سبیل

اللہ کرتے رہنا ضروری ہے اگر آدمی کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو محنت و مزدوری کرے اور اس میں سے صدقہ کرے چنانچہ صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ کمر پر بوجھ لادتے تھے اور جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے تھے، اگر یہ بھی نہ

ہو سکے تو کسی پریشان حال کی ہاتھ پاؤں سے مدد ہی کر دے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو زبان سے کوئی کلمہ خیر ہی کہہ دے اور اگر یہ سب بھی نہ ہو تو شر سے بچے اور دوسروں کو اپنے شر سے بچائے۔ (فتح الباری ۱/۸۳۴، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۹)



## باب فی الاقتصاد فی الطاعة إطاعت میں میانہ روی

۵۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ طه ۱ ﴾ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ أَن لَتَشْقَىٰ ﴿۱﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔“ (طہ: ۱)

**تفسیری نکات:** اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر امر میں اقتصاد اور توسط کا حکم فرمایا ہے کہ نہ تو کوئی کام ایسا ہو کہ اسے بالکل چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا ہو کہ اس کی خاطر ایسی کلفت اٹھائی جائے اور اس قدر مشقت برداشت کی جائے کہ طبیعت میں ملال پیدا ہو جائے اور جو آدمی کا معمول ہے اسے بھی انجام نہ دے سکے بلکہ احکام شریعت پر اس طرح عمل کیا جائے اور اعمال صالحہ میں اس طرح مسابقت کی جائے کہ طبیعت کے ذوق و شوق سے سارے امور انجام پائیں اور ان میں دوام اور تسلسل قائم ہو جائے۔

نزول قرآن کریم کے اولین دور میں رسول کریم ﷺ ساری ساری رات عبادت و تلاوت اور یاد الہی میں مصروف رہتے حتیٰ کہ پاؤں پرورم آجاتا اور قدم مبارک پھٹ جاتے اس کے ساتھ ہی دن بھر یہ محنت ہوتی کہ کسی طرح کافروں کے دل میں اسلام گھر کر جائے اور وہ کسی طرح اس سچائی پر ایمان لے آئیں جس میں ان کی صلاح اور فلاح ہے۔

اس پر اللہ سبحانہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ کا ذکر ہو وہ اس سے نصیحت اور ہدایت حاصل کریں اور اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں یہ اس لئے نہیں ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور تکلیف اٹھائیں۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کا حامل اور عامل کبھی محروم اور ناکام نہیں رہے گا، آپ تکذیب کرنے والوں کی باتیں سن کر ملول نہ ہوں نہ ان کے درپے ہوں کہ وہ کسی طرح حق کو قبول کر لیں نہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ حق کا علم بردار ہی آخر کار کامیاب ہو کر رہے گا، آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہئے، بعض روایات میں ہے کہ ابتدائے نبی کریم ﷺ شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے، کفار آپ ﷺ کی محنت و ریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اترا ہے چارے محمد ﷺ سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے اس کا جواب دیا گیا کہ قرآن تو رحمت ہے نور اور شفا ہے، جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور کیف و سرور کے ساتھ تلاوت کرنا چاہئے۔

۵۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾

نیز فرمایا:



”اللہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔“ (البقرہ: ۱۸۵)

**تفسیری نکات:** روزے بہت ہی بہترین عبادت ہیں اور ان کا بہت اجر و ثواب ہے لیکن حالت مرض اور حالت سفر میں رخصت ہے اور اس رخصت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے بندوں کے لئے سہولت اور آسانیاں پیدا فرمائیں اور تنگی اور دشواری کو دور فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دِیْنُ اللّٰهِ یُسْرُ (اللہ کا دین سہل ہے) اور فرمایا یُسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (سہولتیں پیدا کرو اور دشواریاں نہ پیدا کرو) مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین اسلام کو انسانی فطرت کے مطابق بنایا ہے اور یہ ایسا دین ہے جس میں کوئی تنگی اور حرج نہیں ہے ایک انسان اس دین کے تمام احکام پر بخوبی اور باسانی عمل کر سکتا ہے اور اس میں ایسی زحمت کوئی نہیں ہے جس سے اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔



۱۴۲. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَتْ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: هَذِهِ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَتْ: ”مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تَطِيقُونَ فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا“ وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”وَمَهْ“ كَلِمَةٌ نَهْيِيَّةٌ وَزَجْرٌ. وَمَعْنَى ”لَا يَمَلُّ اللَّهُ“ أَيْ لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ أَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِ حَتَّى تَمَلُّوا فَتَتْرَكُوا فَيَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا تَطِيقُونَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُومَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

(۱۴۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے، یعنی ان کی نماز کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو تم پر لازم ہے کہ اسی قدر عبادت کرو جتنی قدرت ہو، اللہ کی قسم اللہ کو تھکاؤٹ نہیں ہوتی لیکن تم تھک جاؤ گے اور آپ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ پسند تھی جس پر عبادت کرنے والا دوام اختیار کرے۔

(متفق علیہ)

اور مہ نہی اور زجر کا کلمہ ہے ”لَا يَمَلُّ اللَّهُ“ کے معنی ہیں کہ اللہ مسلسل ثواب دیتا رہے گا اور وہ تمہارے اعمال کی جزا اور ثواب کا سلسلہ منقطع نہیں کرے گا اور تم سے وہ معاملہ نہیں کرے گا جو اکتا جانے والا کرتا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ تم تھک جاؤ گے اور تھک کر جو عمل کر رہے تھے وہ ترک کر دو گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم اتنا عمل کرو جس پر تم مداومت کر سکو تا کہ اس کا ثواب بھی مسلسل ملتا رہے اور اس کا فضل بھی تم پر مستقل رہے۔

**تخریج حدیث (۱۴۲):** صحیح البخاری، کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدد فی العبادۃ، صحیح مسلم،

کتاب صلاة المسافرين باب امر من نيس فی صلاته .

**کلمات حدیث:** مَنَ اسْمُ فَعْلٍ مَبْنِي عَلَى السَّكُونِ ، بِمَعْنَى رَكَ جَاءَ، تَهَيَّرَ جَاءَ۔ مَلَّ مَلًّا وَمَلَّالًا (باب سَمْع) تَهَكُّمٌ دَلُّهُ هَوْنًا۔

**شرح حدیث:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خاتون تشریف رکھتی تھیں، خطیب نے اپنی کتاب المہمات میں ان کا نام بتایا ہے کہ وہ حواء بنت ثویب تھیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ فلاں ہیں، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نفل نمازوں کا ذکر کیا یا ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ لوگ ان کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھہرو استطاعت اور ہمت کے مطابق عمل کرو اور اتنا عمل کرو جسے ہمیشہ کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ زیادہ عمل شروع کیا جائے اور کثرت سے نوافل پڑھی جائیں اور پھر اکتا کر چھوڑ دیا جائے، کیوں کہ اللہ سبحانہ کے یہاں اجر و ثواب کی کمی نہیں ہے وہ دیتے رہیں گے اور ان کی عطا و بخشش جاری رہے گی یعنی حدیث میں وارد کلمہ لَا يَسْلُ اللَّهُ اس مجازی معنی میں کہ وہ ثواب و اجر کا سلسلہ منقطع نہیں فرماتے، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ”اَكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُ مِنَ الثَّوَابِ حَتَّى تَمْلُوا مِنَ الْعَمَلِ“ (اپنے آپ کو اس قدر اعمال کا پابند بناؤ جتنی قدرت ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکتے مگر اندیشہ ہے کہ تم عمل سے تھک جاؤ)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے قیام اللیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر نماز صبح کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو میں قیام اللیل کو بہتر نہیں سمجھتا، اور حدیث میں وارد مَنَ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ طویل قیام اللیل میں بعض لوگوں کے بارے میں اندیشہ ہو سکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں تھکاوٹ اور ملال پیدا ہو جائے اور جو عمل انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کو نبھانہ سکیں، اس لئے وہ اعمال اختیار کرو جو تم ہمیشہ کر سکو، اعمال کا لفظ نماز اور دیگر اعمال سب میں داخل ہیں۔

(فتح الباری: ۷۴۲/۱، دلیل الفالحین: ۲۸۲)

۱۴۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَهُمْ يَقَالُوهَا. وَقَالُوا أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ، مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرُ: وَأَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ أَبَدًا وَلَا أَفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرُ: وَأَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذًّا وَكَذَا أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَا أُخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَاتَّقَاكُمْ لَهُ، لِكِنِّي أَصُومُ وَأَفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنتِي (۱) فَلَيْسَ مِنِّي "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(۱۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اصحاب ازواج مطہرات کے گھروں پر آئے اور نبی کریم ﷺ کی

عبادت کے بارے میں دریافت کیا، جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اس کو کم سمجھا، وہ کہنے لگے کہ ہماری نبی کریم ﷺ سے کیا مناسبت آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس پر ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور ہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری اس سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۴۳):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن طاقت الیہ نفسه۔

**کلمات حدیث:** اَرَقْدُ : میں سوتا ہوں۔ رَقْدٌ رَقْدًا رُقُودًا (باب نصر) سونا۔ مَرَقْدٌ : آرام گاہ، ہمیشہ کی آرام گاہ، قبر، جمع مَرَقِدٌ۔

### تین صحابہ کا اہم واقعہ

**شرح حدیث:** یہ تین اصحاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ اصحاب نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے اوپر لذات کو حرام کر لیں تو اس پر آیت مائدہ نازل ہوئی، اور اسباب الواحدی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے وعظ و نصیحت فرمائی عذاب آخرت سے ڈرایا، یہ سن کر دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، سالم مولیٰ حذیفہ، مقداد، سلمان، عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور معقل بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ دن کو روزے رکھیں گے رات کو نمازیں پڑھیں گے بستر پر نہیں لیٹیں گے گوشت نہیں کھائیں گے عورتوں سے قربت نہیں کریں گے اور اپنے اعضاء کٹوا دیں گے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہو سکتا ہے انہی میں سے ان تین نے سوال کیا جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں تمہارے اوپر ہر حال میں میرے طریقہ کی اور میری سنت کی اتباع لازم ہے، میری سنت کو چھوڑ دینا میرے طریقہ کو چھوڑ دینا ہے۔ دین اسلام اللہ کی توحید، حقیقت، اخلاص عمل اور حسن نیت پر قائم ہے اس میں نہ تو غلو اور تشدد ہے اور نہ تعق یہ راستہ سیدھا مستقیم اور ہر قسم کے اعوجاج سے پاک ہے۔ (فتح الباری: ۹۷۱/۲، دلیل الفالحین: ۲۸۴)

۱۴۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِعُونَ" قَالَهَا ثَلَاثًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

”الْمُتَنَطِّعُونَ : الْمُتَعَمِّقُونَ الْمُشَدِّدُونَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيدِ .

(۱۲۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہو گئے،

آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

الْمُتَنَطِّعُونَ کے معنی ہیں جس حکم میں سختی نہ ہو اس میں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

**تخریج حدیث (۱۲۳):** صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلك المتنطعون

**کلمات حدیث:** الْمُتَنَطِّعُونَ : باریکیاں نکالنے والے اور تشدد کرنے والے۔ تَنْطَعَ فِي الْكَلَامِ : بات میں غلو کرنا، تالو سے زبان

چپکا کر بولنا۔ نَطَّاعٌ : کلام میں بہت غلو کرنے والا۔

**شرح حدیث:** دین اسلام میں غلو اور تشدد کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس امر کی تاکید ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے جو فرمایا ہے

اس کے مطابق عمل کرے اور ایمان و یقین کے ساتھ اخلاص عمل اور حسن نیت کو مد نظر رکھے، غیر ضروری باریکیاں پیدا کرنا اور جہاں

شریعت نے سختی نہیں کی وہاں سختی اور تشدد کرنا برا ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کے لئے

فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہو گئے، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۸۵)

## دین میں غلو و تشدد کی ممانعت

۱۲۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ وَلَنْ

يُشَادَّ الدِّينَ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدَّلْجَةِ “ رَوَاهُ

الْبُخَارِيُّ . وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ : سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاعْدُوا وَرَوْحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدَّلْجَةِ : الْقَصْدُ الْقَصْدُ

تَبْلُغُوا “

قَوْلُهُ “الدِّينُ” هُوَ مَرْفُوعٌ عَلَى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ، وَرَوَى مَنْصُوبًا وَرَوَى : “لَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ”

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : “إِلَّا غَلَبَهُ” أَيُّ غَلَبَهُ الدِّينُ وَعَجَزَ ذَلِكَ الْمُشَادَّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّينِ

لِكَثْرَةِ طَرَفِهِ “وَالْغَدْوَةُ” : سَيْرُ أَوَّلِ النَّهَارِ : “وَالرَّوْحَةُ” : اخِرُ النَّهَارِ : “وَالدَّلْجَةُ” : اخِرُ اللَّيْلِ وَهَذَا

اسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِيلٌ وَمَعْنَاهُ : اسْتَعِينُوا عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْأَعْمَالِ فِي وَقْتِ نَشَاطِكُمْ وَفَرَاغِ قُلُوبِكُمْ

بِحَيْثُ تَسْتَلِدُّونَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسَامُونَ وَتَبْلُغُونَ مَقْصُودَكُمْ، كَمَا أَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَادِقَ يَسِيرُ فِي هَذِهِ

الْأَوْقَاتِ وَيُسْتَرِيحُ هُوَ وَذَابَتُهُ فِي غَيْرِهَا فَيَصِلُ الْمَقْصُودَ بِغَيْرِ تَعَبٍ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۱۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین آسان ہے جو دین میں تشدد اختیار



کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، سیدھا راستہ اختیار کرو میاں نہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور اللہ کی مدد طلب کرو صبح کی شام کی اور کچھ رات کی عبادت کے لئے۔ (بخاری)

بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ سیدھی راہ چلو میاں نہ روی اختیار کرو صبح و شام اور کچھ رات کو عبادت کرو، اعتدال اختیار کرو مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

اس حدیث میں الدین مرفوع الم یسم فاعلہ ہے اور الدین نصب کیساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور ایک روایت میں الفاظ ہیں: "لن یشاد الدین أحد الا غلبه" کے لفظ سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ دین تشدد کرنے والے پر غالب آ جائے گا اور تشدد کرنے والا دین پر دین کے مختلف اور متعدد پہلوؤں کی بناء پر اس پر ثابت قدمی دکھانے سے عاجز آ جائے گا۔ الغدوة کے معنی ہیں صبح کی سیر، الروحہ کے معنی ہیں شام کی سیر اور لجة، رات کا آخری حصہ اور یہ الفاظ بطور استعارہ اور تمثیل آئے ہیں ان کے معنی ہیں اللہ کی مدد طلب کرو کہ تم ان اعمال کے ذریعہ اللہ کی عبادت اس حال میں کر سکو کہ تمہارے اندر نشاط بھی موجود ہو اور تمہارے دل بھی فارغ ہوں کہ عبادت میں لطف اور خوشی محسوس کرو اور تنگی نہ محسوس کرو کہ حصول مقصد کا یہی طریقہ ہے، جیسے ایک تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں سفر کرتا ہے خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کے جانور کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے اور بغیر تکان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۱۴۵):** صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تعنی المریض الموت۔

**کلمات حدیث:** يُشَادُّ، شَدَّ شِدَّةً (باب ضرب) سختی کرنا۔ فَسَدَّ دَوَاهُ، سَدَّ سَدًّا (باب سمع) سیدھا ہونا۔ فَارْبُوا، قَارِبَ مُقَارَبَةً (باب مفاعلہ) میاں نہ روی اختیار کرنا۔ الذَّلْحَةُ: رات کا آخری حصہ۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کا مقصود ہے عبادت اور اعمال میں میاں نہ روی اختیار کرنا اور نفلی اعمال کو اس طرح انجام دینا کہ طبیعت کی رغبت اور شوق باقی رہے اور ملال اور اکتاہٹ نہ پیدا ہو، کیوں کہ اعمال کا مدار نیت پر اور اخروی نجات کا مدار رحمت حق پر ہے، اس لئے اس مسافر کی طرح جو صبح و شام کو سفر کرتا ہے اور مناسب اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے انسان کی سواری اس کا نفس ہے، ضروری ہے کہ اسے بھی آرام کا موقع دیا جائے تاکہ ملال اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور جس قدر عمل ہو وہ پابندی سے ہو اور مستقل ہو، اور ایسا نہ ہو کہ چند دن عمل کیا اور پھر چھوڑ دیا کر یہ روش نامناسب بھی ہے اور خلاف سنت بھی۔

اس حدیث مبارک میں بہت عمدہ اور خوبصورت اور بڑے معنی خیز الفاظ آئے ہیں جن میں سے ایک سَدَّ دَوَاهُ ہے یہ سداد ہے جس کے معنی درست اور صحیح کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ درست اور صحیح عمل کا قصد کرو یعنی اس عمل کا جو سنت کے مطابق ہو اور عمل میں لگے رہو کہ عمل بجائے خود رحمت حق کے متوجہ ہونے کی دلیل ہے اور رحمت حق کے طفیل بندہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ قَارِبُوا: یعنی نہ تو افراط کرو کہ تھک جاؤ اور بالکل عمل چھوڑ دو اور اس طرح تفریط میں پڑ جاؤ تو افراط اور تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرو، ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ "ان هذا الدين متين فأغلو فيه برفق ولا تبغضوا الى انفسكم عبادة الله فان المنبت لا أرضا ولا ظهراً أبقي" (یہ دین متین ہے اس میں نرمی سے داخل ہو اللہ کی عبادت کو اپنے نفوس کے لئے گراں نہ بناؤ کیوں کہ جس تیز سواری کی سواری ہلاک ہوگئی)

اس کا نہ تو سفر طے ہوا اور نہ سواری باقی رہی (فتح الباری: ۳/۳۷۳، دلیل الفائحین: ۱/۲۸۵)

### حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے آپ کو رسی سے باندھنے کا واقعہ

۱۴۶. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ: مَا هَذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوا: هَذَا حَبْلٌ لِرِزْبٍ فَإِذَا فَتَرْتُ تَعَلَّقْتُ بِهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُلُّوهُ لِيَصِلَ أَحَدُكُمْ نَشَاطُهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد کے دوستوں کے درمیان رسی تنی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ رسی کس لئے ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باندھ رکھی ہے نماز میں تھک جاتی ہیں تو اس کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھول دو، تم میں سے ہر ایک نشاط کے وقت نماز پڑھے جب تھک جائے تو سو جائے۔ (متفق علیہ)

**کلمات حدیث (۱۴۶):** الساریتین: دوستوں۔ ساریۃ واحد جمع سواری۔ فترت، فتر فتوراً: جوڑوں کا کمزور پڑنا۔

**شرح حدیث:** اسلام میں گزشتہ مذاہب کے متبعین کی طرح دین میں تعمق اور غلو اختیار کرنا اور بہانیت کی روش اپنانا منع ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رسی کے کھول دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک شوق اور نشاط باقی رہے اس وقت تک نماز پڑھو اور جب تھکان محسوس ہو تو سو جاؤ، غرض یہ حدیث عبادت اور نقلی اعمال میں میانہ روی کی تاکید اور تعمق و تشدد کی ممانعت پر مشتمل ہے، اور اسی امر کی تاکید ہے کہ عبادت اس حالت میں ہونی چاہئے کہ بندہ کی طبیعت حاضر ہو اور شوق و نشاط کی کیفیت موجود ہو۔

(فتح الباری: ۱/۷۲۴، دلیل الفائحین: ۱/۲۸۷، مظاہر حق جدید: ۱/۸۰۹)

### نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز نہ پڑھے

۱۴۷. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيُ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَنْسِبُ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ نیند کی حالت جاتی رہے، اگر کوئی شخص نیند کے غلبہ میں نماز پڑھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہے اور اس کے بجائے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۴۷):** صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم، صحیح مسلم، کتاب

المسافرین، باب امر من نَعَسَ فی صَلَاتِهِ .

**کلمات حدیث:** نَعَسَ، نَعَسَ نَعْسًا (باب فتح ونصر) اونگھنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی پر نیند کا غلبہ ہو تو اسے چاہئے کہ نفل نماز کے بجائے سو کر نیند پوری کرے اور جب نماز کا اشتیاق ہو اور طبیعت میں چستی ہو اس وقت نماز پڑھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلبہ نیند کی وجہ سے زبان ساتھ نہ دے اور زبان سے استغفار کے بجائے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کے لئے بہتر نہ ہو۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۸۸)

### خطبہ و نماز میں اعتدال

۱۴۸. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أَصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.  
قَوْلُهُ: "قَصْدًا": أَيْ بَيْنَ الطُّوْلِ وَالْقَصْرِ.

(۱۴۸) حضرت عبد اللہ بن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا آپ ﷺ کی نماز بھی درمیان تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ (مسلم)  
حدیث میں قصد کا لفظ ہے جس کے معنی طویل اور قصیر کے درمیان۔

**تخریج حدیث (۱۴۸):** صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

**راوی حدیث:** حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۲۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** قَصْدًا (باب ضرب) اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کی نماز جمعہ اور خطبہ کی کیفیت کا بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانی اور معتدل ہوتی، یعنی نہ زیادہ طویل نماز پڑھاتے اور نہ زیادہ مختصر ہوتی اسی طرح خطبہ بھی معتدل اور درمیانہ ہوتا اور یہی سنت ہے تاکہ نماز میں کمزور بیمار اور بوڑھے لوگوں کی رعایت ہو سکے، خطبہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طوالت مفصل کی سورتوں کی مقدار سے زیادہ خطبہ کو طویل کرنا مکروہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ خطبہ مختصر پڑھنا اور نماز کو طویل کرنا آدمی کے تفقہ کی علامت ہے، بظاہر اس حدیث میں اور مذکورہ بالا حدیث میں تعارض نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں بھی طوالت سے مراد یہی ہے کہ اعتدال ہو نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ زیادہ مختصر، مقصود صرف یہ ہے کہ نماز بہ نسبت خطبہ کے طویل ہو، مگر اعتدال کے ساتھ ہو کہ مقتدیوں کو بار محسوس نہ ہو۔ (مظاہر حق جدید، صحیح مسلم بشرح النووی)

## مہمان نوازی مہمان کا حق ہے

۱۴۹. وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْبَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَرَأَى سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ لَهُ: كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ: مَا أَنَا بِأَكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ فَقَالَ لَهُ: نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ لَهُ: نَمْ فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمْ الْآنَ فَدَلَّيَا جَمِيعًا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا: وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلَا هَلْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ: فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صَدَقَ سَلْمَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۴۹) حضرت وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات فرمادی تھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوالدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء میلے کپڑوں میں ملبوس ہیں، سلمان نے پوچھا کیا بات ہے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے رغبت نہیں، اسی اثناء میں حضرت ابوالدرداء بھی آ گئے، انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھانا رکھا اور ان سے کہا کہ آپ کھائیے میں روزے سے ہوں، حضرت سلمان نے کہا کہ جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا، غرض انہوں نے بھی کھالیا، جب رات ہوئی، تو حضرت ابوالدرداء قیام اللیل کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ سو جاؤ، وہ کچھ دیر سوئے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سو جاؤ، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب اٹھو اور دونوں نے نماز پڑھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تیرے رب کا تیرے اوپر حق ہے تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے تیرے گھر والوں کا تیرے اوپر حق ہے، ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے یہ بات عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

**تخریج حدیث (۱۴۹):**

صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسام علی اخیه لیفطر فی التطوع.

**راوی حدیث:**

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت صغیر السن تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ سے پینتالیس (۲۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں

۲۷. ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة، دلیل الفائحین: ۲۸۹/۱)

**کلمات حدیث:**

مُتَبَذِّلَةٌ: روزہ مرہ کے میلے کپڑے پہنے ہوئے۔ ابتذال (باب افعال) روزہ مرہ کے کپڑے پہننا، پرانے بوسیدہ

کپڑے پہننا۔



**شرح حدیث:**

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں موآخات قائم فرمادیا تھا، یعنی ایک ایک مہاجر صحابی کو ایک ایک انصاری صحابی کا بھائی بنادیا تھا، اسی طرح حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیدیا تھا، اس رشتہ اخوت کے قیام کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر حضرت ابوالدرداء کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ان کا نام خیرہ تھا اور ان کا انتقال حضرت ابوالدرداء سے پہلے ہو گیا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ابوالدرداء کو دنیا کی طرف رغبت نہیں ہے ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انہیں عورتوں سے رغبت نہیں ہے۔

غرض ابوالدرداء بھی آئے کھانا سامنے آیا تو حضرت ابوالدرداء دست کش بیٹھے ہیں اور بولے کہ میرا تو روزہ ہے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی جب ہی کھاؤں گا جب تم کھاؤ گے، اس پر حضرت ابوالدرداء بھی کھانے میں شریک ہو گئے، رات ہوئی تو ابوالدرداء نوافل کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آرام کر لو بالآخر دونوں نے آخر شب میں نماز پڑھی، اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ پر اللہ کا بھی حق ہے جسم و جان کا بھی حق ہے اور بیوی کا بھی حق ہے، ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔

رسول کریم ﷺ کو جب حضرت ابوالدرداء نے یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان کو علم عطا کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں فقہ کے متعدد امور ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ آپس میں مسلمانوں کے درمیان اخوت و برادری، بھائیوں سے ان کے گھر جا کر ملاقات کرنا اور ان کے پاس رات گزارنا۔ وقت ضرورت اجنبیہ سے گفتگو کرنا، مسلمان کو نصیحت کرنا اور اس حدیث میں آخر شب کی نماز کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے اور اس حدیث سے نفس پر بوجھ ڈال کر عبادت کا پسندیدہ نہ ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نفلی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر طویل گفتگو فرمائی کہ نفلی روزہ کو افطار کر لینے پر اس کی قضاء ہے یا نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر افطار کا کوئی عذر ہو تو افطار درست ہے اور قضاء لازم نہیں ہے اور اگر عذر نہ ہو تو افطار نہ کرے اور اگر کر لیا تو قضاء لازم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً قضاء لازم ہے۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۵۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۹۰)



۱۵۰. وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ لَا صُومَ مِنَ النَّهَارِ، وَلَا قَوْمَ مِنَ اللَّيْلِ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذَلِكَ

مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ : قُلْتُ : فَإِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَأَفِطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ : فَإِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَأَفِطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ وَفِي رِوَايَةٍ : "هُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ : فَإِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ، وَلَآنُ أَكُونُ قَبْلُ الثَّلَاثَةِ الْيَوْمِ الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي " : وَفِي رِوَايَةٍ أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ ؟ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ : صُمْ وَأَفِطِرْ ، وَنَمْ وَقُمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَذَابًا حَقًّا ، وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرِزْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِرِزْوَكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرًا مِثْلَهَا فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ " فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ : صُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ " قُلْتُ : وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوُدَ ؟ قَالَ " يَصُومُ الدَّهْرَ " فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللَّهِ وَفِي رِوَايَةٍ : " أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ ، وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ ؟ فَقُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَمْ أُرِدْ بِذَلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ : فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ ، فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ ، وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ؟ قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عَشْرَيْنِ " قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ؟ قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ " فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ وَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّكَ لَا تَذَرِي لَعَلَّكَ يَطُولُ بِكَ عُمُرٌ " قَالَ : فَصِرْتُ إِلَى الَّذِي قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وَفِي رِوَايَةٍ "وَإِنَّ لَوْلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" وَفِي رِوَايَةٍ : "لَا صَامَ مِنْ صَامِ الْآبَدِ" ثَلَاثًا . وَفِي رِوَايَةٍ "أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صِيَامُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صَلَاةُ دَاوُدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفِطِرُ يَوْمًا ، وَلَا يَغْرِأُ إِذَا لَاقَى وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ : أَنْكَحَنِي أَبِي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ ، "أَيَّ امْرَأَةً وَلَدِهِ" فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْضِهَا فَتَقُولُ لَهُ : نَعَمْ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْنَا فِرَاشًا وَلَمْ يَفْتَشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اتَّيْنَاهُ . فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "الْقِنَى بِهِ" فَلَقِيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ : كَيْفَ تَصُومُ ؟ " قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ : وَكَيْفَ تَخْتِمُ : " قُلْتُ كُلَّ لَيْلَةٍ وَذَكَرَ نَحْوَمَا سَبَقَ . وَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبْحَ الَّذِي يَقْرُؤُهُ : يَعْزُضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوَّى أَفِطَرَ أَيَّامًا وَأَحْصَى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتْرَكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وَسَلَّمَ: كُلُّ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيحَةٌ مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَقَلِيلٌ مِنْهَا فِي أَحَدِهِمَا.

(۱۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک میری زندگی ہے میں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام الیل کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے یہ بات کہی ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے کہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح نہ کر سکو گے، سو تم روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، تم مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے اس طرح ایسا ہوگا جیسے ساری زندگی بھر روزے رکھ لئے، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ لو اور دو دن افطار کر لو، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ لو اور ایک دن افطار کر لو، روزوں کا یہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا تھا اور یہ روزوں کا سب سے معتدل طریقہ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ افضل صیام ہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی قدرت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، اور اگر میں ان تین روزوں کو قبول کر لیتا جن کے بارے میں آپ ﷺ نے اول مرتبہ ارشاد فرمایا تھا تو یہ مجھے میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھ لو اور افطار بھی کر لو اور آرام بھی کرو اور قیام الیل بھی کر لو کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے، مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، بس مہینے میں تین دن روزے رکھنا تمہارے لئے کافی ہے کہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا ملے گا اور اس طرح تمہارے روزے زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے، لیکن میں نے خود ہی اپنے آپ پر سختی کی تو مجھ پر بھی سختی ہو گئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اندر قوت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، اور اس پر زیادتی نہ کرو، میں نے عرض کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیا تھے؟ فرمایا: نصف دھڑ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص جب بوڑھے ہوئے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش میں رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کر لیتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر روز رات کو تلاوت کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ مگر میرا ارادہ اس عمل سے حصول خیر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے طریقے پر روزے رکھو وہ اللہ کے بڑے عابد بندے تھے، اور قرآن پورے مہینے میں پورا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ عمل کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس دن میں تلاوت کرو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس دن میں پڑھ لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا سات دن میں پڑھ لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ کرو، میں نے اپنے اوپر سختی کی تو سختی کی گئی، مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں کیا



معلوم ہو سکتا ہے تمہاری عمر لمبی ہو جائے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا وہی حال ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا، بوڑھا ہو گیا تو میں چاہنے لگا کہ کاش میں حضور ﷺ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا روزہ نہیں ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے، ایک اور روایت میں ہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات آرام کرتے اور رات کے تیسرے حصے میں قیام فرماتے اور پھر چھٹا حصہ آرام فرماتے ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے والد نے ایک خاندانی عورت سے میرا نکاح کر دیا، وہ اپنے بیٹے کی بیوی کو دیکھنے آیا کرتے تھے اور اس سے اس کے شوہر کے بارے میں دریافت کر لیتے وہ ان سے کہتی کہ بہت اچھا آدمی ہے جب سے ہم آئے ہیں اس نے نہ ہمارے بستر پر پاؤں رکھا اور نہ ہمارا پردہ اٹھایا جب اس حالت پر کچھ وقت گزر گیا تو (حضرت عبداللہ کے والد) نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ بات بیان کی آپ ﷺ نے فرمایا، میری ملاقات کراؤ، چنانچہ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی، آپ ﷺ نے فرمایا روزے کس طرح رکھتے ہو، میں نے عرض کیا ہر روز، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرتے ہو میں نے عرض کیا ہر رات پھر اسی طرح واقعہ بیان کیا جس طرح گزر چکا ہے، وہ گھر میں روزانہ قرآن کریم کا ساتواں حصہ گھر کے کسی فرد کو سناتے تاکہ رات کو آسانی سے تلاوت کر سکیں، جب کبھی جسمانی توانائی کی ضرورت محسوس کرتے تو کئی دن کا افطار کرتے اور ان کو شمار کر کے یہ روزے پھر رکھتے، انہیں پسند نہیں تھا کہ کوئی عمل ان سے رہ جائے جسے وہ حیات طیبہ ﷺ میں کیا کرتے تھے۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں، ان میں سے اکثر روایات صحیحین میں ہیں اور کم روایات ایسی ہیں جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہیں۔

**تخریج حدیث (۱۵۰):** صحیح البخاری، کتاب الصوم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم

الدھر

**کلمات حدیث:** ما عشت : جب تک میں زندہ رہوں۔ عاش عیشا (باب ضرب) زندگی گزارنا۔ زورک : تمہارا مہمان۔ زار زیارۃ (باب نصر) زیارت کرنا، ملاقات کرنا۔ بحسبک : تمہیں کافی ہے، یفتش، فتنش، تفتیشاً : بحث کرنا، سوال کرنا، تلاش کرنا۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت بنی نوع انسان میں سب سے افضل جماعت ہے، رسول کریم ﷺ کی تربیت نے انہیں جلا بخشی تھی اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنا دیا تھا اور ان میں خشیت الہی کی ایسی کیفیت پیدا فرمادی تھی کہ وہ گویا جنت دوزخ کو اپنے سامنے دیکھتے تھے، ان میں دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا کا تصور اس قدر گہرا ہو گیا تھا کہ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ ان اعمال صالحہ کی فکر میں لگے رہتے تھے جو دار آخرت کے انعام و اکرام اور اللہ سبحانہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں، متعدد صحابہ کرام نے اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر عبادت کے لئے وقف کر دینے کا ارادہ کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ اس دین کی روح تو وسط و اعتدال اور میانہ روی ہے اور اس



کے جملہ احکام ہر طرح کی افراط اور تفریط سے منزہ اور پاک ہیں، دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین اور دنیا کے تمام فرائض و واجبات ادا کئے جائیں اور دنیا کے کام بھی اگر اخلاص اور حسن نیت سے اور اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو وہ بھی دین ہی کا حصہ ہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھ کا اور تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، غرض آدمی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ اس طرح عبادت کرے کہ وہ ساری عمر اس کو نبھاسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طول عمری کی بھی پیش گوئی فرمادی تھی جو پوری ہوئی اور آخر میں خود حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں حضور ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کر لیتا۔

(فتح الباری، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین: ۱/۲۹۴)

### حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

۱۵۱. وَعَنْ أَبِي رَبِيعٍ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ الْكَاتِبِ أَحَدِ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِينِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافِقٌ حَنْظَلَةُ: قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ: قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا، فَاِنْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ: نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا ذَاكَ؟" قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدَكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوُتَدُّ وَمَوْنٌ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافِحَتُكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ: قَوْلُهُ "رَبِيعِي" بِكَسْرِ الرَّاءِ "وَالْأَسَدِيُّ" بِضَمِّ الهمزة وَفَتْحِ السِّينِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُشَدَّدَةٌ مَكْسُورَةٌ. وَقَوْلُهُ: "عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّينِ الْمُهِمْلَتَيْنِ: أَيُ عَالَجْنَا وَلَا عَيْنًا. "وَالضَّيْعَاتُ": الْمَعَاشِشُ.

(۱۵۱) حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور وہ ہمیں جنت اور دوزخ کی

یاد دلاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آجاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال و زمین میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی کیفیت ہے، غرض میں اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے اور ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو منافق ہو گیا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمارے سامنے جنت و جہنم کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال و زمین میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے مستقل باقی رہے اور اسی طرح ذکر میں رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں ملاقات کریں، لیکن حظلہ کوئی کوئی ساعت۔

تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۵۱):** صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فضل دوام الذکر۔

**راوی حدیث:** حضرت ابو ربیع حظلہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مراسلات اور خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوہ طائف سے قبل بنو ثقیف کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، آپ سے آٹھ حدیث مروی ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ: ۴۳/۲، الاصابة فی تمییز الصحابة: ۴۳/۲)

**کلمات حدیث:** منافق ہو گیا۔ مُنَافِقَہ (باب مفاعله) بظاہر اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر چھپانا۔ الضیعات: زمینیں، باغ۔ واحد ضیعة، لَصَافِحَتُکُمْ: تم سے مصافحہ کریں۔ صافح (باب مفاعله) مصافحہ: ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرتے اور اچھے اعمال کی جانب تیزی سے دوڑتے اور اس کے ساتھ ہی انہیں ایمان میں اپنے مقام اور مرتبہ کا بھی خیال رہتا چنانچہ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا کہ دربار رسالت ﷺ میں موجودگی کے وقت ان میں خشیت الہی کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اور فکر آخرت کا ہمہ ہوتا ہے کہ گویا جنت و دوزخ آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن حضور کی مجلس سے اٹھ آنے کے بعد اور کاروبار حیات میں مشغول ہونے کے بعد یہ کیفیت ماند پڑ جاتی ہے کہیں یہ ضعف ایمان کی علامت تو نہیں ہے؟ اسی فکر و تردد میں تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی اور انہوں نے بھی تصدیق کی کہ اسی طرح ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتے ہوئے ہوتی ہے مسلسل باقی رہے اور کاروبار حیات میں مصروفیت سے یہ کیفیت منقطع نہ ہو تو تم فرشتوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ اور فرشتے نازل ہوں اور ہر جگہ تم سے مصافحہ کرنے لگیں، مگر کوئی ساعت کیسی ہے اور کوئی کیسی۔ یعنی کبھی یہ کیفیت کبھی وہ کیفیت۔

فرشتوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سراپا خیر بنایا ہے ان میں شر کا کوئی عنصر نہیں ہے وہ شب و روز مسلسل اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں

اور اس تسبیح و تحمید کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کرتے اور وہ کبھی اور کسی مرحلہ میں حکم الہی کی خلاف ورزی نہیں کرتے، لیکن انسان فرشتوں کی طرح نہیں ہے، اگر وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے وہ مستقل باقی رہے تو فرشتے تمہارے تکریم و تعظیم کرنے لگیں۔

لیکن انسان پر لمحات آتے ہیں کوئی وقت عبادت کا حق اور مناجات رب کا ہے اور کوئی دنیا کی زندگی میں اشتغال کا اور احوال و مواجیہ باقی نہیں رہتے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، غرض احوال و مواجیہ وقتی ہیں اور اصل مقصود رب کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۹۷)

### نذر صرف ایسی عبادت کی ہوتی ہے جو شرعاً مقصود و مطلوب ہو

۱۵۲. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا أَبُو اسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ فِي السُّبْحِ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُومَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرُوءَةٌ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيَتِمَّ صَوْمُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۵۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں استفسار فرمایا لوگوں نے کہا کہ یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا اور نہ سائے میں آئے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں آئے بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۱۵۲):** صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك وفي معصية.

**کلمات حدیث:** نذر، نذراً، ونذوراً (ضرب اور نصراً) نذر ماننا۔

**شرح حدیث:** ابن رجب امام نووی رحمہما اللہ کی الاربعین کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس عمل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذریعہ تقرب الی اللہ نہ قرار دیا ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے، اور جو عمل کسی ایسی عبادت میں قربت ہو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے عبادت قرار دیا ہو وہ اس عبادت سے جدا ہو کر قربت نہیں ہے، یعنی قیام مثلاً نماز میں تو قربت ہے لیکن نماز کے علاوہ محض کھڑے ہو جانا قربت نہیں ہے بلکہ ہر قربت کے لئے لازم ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قربت قرار دیا ہو، روزہ چوں کہ قربت ہے اس لئے اس کو پورا کرنے کا حکم فرمایا، مگر پانچ ایام جن کے روزے رکھنا منع ہے یعنی عیدین اور ایام تشریق تو ان میں سے کسی دن کے روزے کی نذر ماننا صحیح نہیں اور نہ یہ روزہ ہوگا، بلکہ معصیت اور بلا وجہ بھوکا رہنا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۹۸، فتح الباری: ۲/۴۹۵)





## فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ مُحَافَظَةُ أَعْمَالِ

۵۵. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

”کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی

اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔“ (الحدید: ۱۶)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ وقت آ گیا ہے کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد، قرآن کریم اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو نصیحت کا اور اللہ کی یاد کا اثر قبول کرے، اہل کتاب بھی اولاً اپنے پیغمبروں کی صحبت سے یہ باتیں اپنے اندر رکھتے تھے مدت بعد غفلت چھائی گئی دل سخت ہو گئے اور اکثر نے سرکشی اور نافرمانی کی روش اپنائی، اب اہل اسلام بھی اپنے رسول ﷺ کی صحبت میں رہ کر (اور ان کی حدیث و سنت سے مستفید ہو کر) نرم دلی انقیاد کامل اور اللہ کے سامنے خشوع و خضوع اختیار کریں اور اس مقام بلند پر پہنچیں، جس پر پچھلی امتیں نہ پہنچ پائیں۔

(معارف القرآن، تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)

۵۶. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَفَقَيْنَا يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

نیز فرمایا:

”اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو اور اس کو ہم نے دی انجیل اور رکھ دی اس کے ساتھ چلنے والوں کے دلوں میں نرمی اور

مہربانی اور ایک ترک دنیا کا جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہئے کو اللہ کی رضا مندی، پھر نہ نباہا اس کو

جیسا کہ چاہئے تھا نباہنا۔“ (الحدید: ۲۷)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ انسانوں کی ہدایت اور ان کی حق کی جانب راہنمائی کے لئے ہر دور اور ہر زمانے میں انبیاء آتے رہے اور سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے جو ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں



اللہ نے نرمی پیدا فرمادی تھی اور وہ خلق کے ساتھ اور آپس میں محبت سے پیش آتے اور مہربانی کا سلوک کرتے لیکن آگے چل کر ان کے متبعین بے دین بادشاہوں کے مظالم سے تنگ آ کر اور دنیا کے مخصوص سے گھبرا کر ایک نئی بدعت ربانیت کی نکال لی جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا تھا مگر ان کی نیت یہ تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں بعد میں اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، انہوں نے یہ رسم نکالی تھی کہ ترک دنیا کر کے جنگلوں میں رہتے مخلوق سے دور رہتے اور عبادت و بندگی میں لگے رہتے، مگر اس ترک دنیا کے پردے میں پھر دنیا میں ملوث ہو گئے اور جو بدعت خود ایجاد کی تھی اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، اسلام نے اعتدال فطری سے متجاوز ربانیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ عملی زندگی میں تمام حقوق فرائض کی ادائیگی اور جملہ امور میں اللہ کے احکام کی اطاعت اور پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۵۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَا﴾

اور فرمایا:

”اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محنت سے سوت کا تار پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔“ (النحل: ۹۲)

۵۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

مزید فرمایا:

”اور اپنے رب کی عبادت کئے جا یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔“ (الحجر: ۹۹)

تیسری اور چوتھی آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے دین پر عمل اور اس پر استقامت اور عبادت رب جب تک زندگی باقی ہے یعنی زندگی مسلسل عمل صالح سے عبارت ہے یہ نہیں آج عمل کر لیا اور چھوڑ دیا اور اطاعت بھی کر لی اور نافرمانی بھی کر لی اور اس دیوانی کی طرح ہو گئے جس نے دن بھر محنت مشقت کر کے سوت کا تار اور شام کو پارہ پارہ کر دیا، عمل صالح پر عدم استقامت اور اطاعت کی زندگی کے بعد نافرمانی کی مثال اسی طرح ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَأَمَّا الْأَجَادِيثُ فَمِنْهَا حَدِيثُ عَائِشَةَ وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ قَبْلَهُ.

اور احادیث میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دین کا وہ کام زیادہ محبوب تھا جس پر اس کا کرنے والا مداومت اختیار کرے، اور یہ حدیث باب ما قبل میں گزر چکی ہے۔

۵۳. ۱. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ

عَنْ حَزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ: مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ: كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنْ

اللَّیْلِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا رات کا وظیفہ چھوڑ

کر سو گیا یا اس سے اس کا کچھ حصہ رہ گیا اور اس نے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان کسی وقت پورا کر لیا تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ جیسے اس نے رات ہی کو پڑھا ہو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۵۳):**

صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك وفي معصية .

**کلمات حدیث:** حزب : وہ حصہ یا جزء جو انسان اپنے لئے مقرر کر لے کہ مثلاً اس قدر تلاوت یا اس قدر تسبیح اس کی جمع احزاب

ہے۔

**شرح حدیث:** متعدد احادیث مبارکہ میں اس امر کی تاکید آئی ہے کہ انسان جو عمل خیر کرے اس پر مداومت کرے اور اس طرح نہ

کرے کہ کبھی کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا، بلکہ بہترین عمل وہی ہے جو مستقل ہو اور پابندی کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا، چنانچہ اس حدیث مبارکہ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے رات کو پڑھنے کے لئے کوئی حزب یا وظیفہ یاد متعین کر لیا ہے تو اس کی پابندی کرے اور اگر

کسی عذر کی بنا پر نہ کر سکے تو اگلے دن ظہر کے وقت سے پہلے پہلے پورا کر لے کہ اگر اس وقت کے اندر پورا کرے تو اللہ کے یہاں اس کا

اجر و ثواب اسی طرح لکھا جائے گا جیسے اس نے یہ عمل رات ہی کو کیا ہو، اور بلکہ اگر اس کو اپنے معمول کے چھوٹ جانے پر افسوس اور رنج ہوا

ہے تو اس کو اجر و ثواب دہرائے گا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۰۳)

### جس عبادت کا معمول ہے اس کو چھوڑ دینا برا ہے

۱۵۴ . وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۴) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے

فرمایا کہ اے عبد اللہ فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام کرنا چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۵۴):**

صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب ما یکره من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ .

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جس

نے قیام اللیل شروع کیا اور پھر اسے ترک کر دیا بلکہ جو عمل بھی کرواں پر مداومت اختیار کرو، عمل خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا مستقل اور ہمیشہ

ہونا بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوشش کی کہ میں اس شخص کا نام معلوم کروں مگر میں نہیں معلوم کر سکا مزید فرماتے ہیں کہ

خود رسول کریم ﷺ اس طرح کے مواقع پر نام نہیں لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں کوئی برائی کا پہلو ہو وہاں ستر ہی بہتر ہے۔

(فتح الباری : ۱/۷۲۴، دلیل الفالحین : ۱/۳۰۲)

## رسول اللہ ﷺ کا تہجد کی قضاء کرنا

۱۵۵. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رات کی نماز (یعنی تہجد

کی نماز) فوت ہو جاتی تو دن کو بارہ رکعت پڑھتے۔ (مسلم)

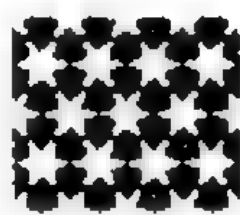
**تخریج حدیث (۱۵۵):** صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او فرض.

**کلمات حدیث:** فانت، فات، فوتا (باب نصر) کام کا وقت جاتا رہنا، گزرتا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ اگلے روز بارہ رکعت پڑھ لیتے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قضاء کے طور پر نہیں بلکہ بطور تلافی کے تاکہ جو عمل رہ گیا ہے اسے پورا کر لیا جائے، نفل نمازوں کی قضا کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جو بغیر وتر پڑھے یا سنن پڑھے سو جائے وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آ جائے۔

بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ﴿ نَافِلَةٌ لَّكَ ﴾ کہ پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر زائد فرض ہے، اگرچہ اس قول کو علامہ قرطبی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین مفسرین و محدثین نے مرجوع قرار دیا ہے، بہر حال اس قول کے اعتبار سے آپ ﷺ کے نماز تہجد کے فوت ہونے پر اس کی قضا کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر رائج قول کو لیا جائے کہ آپ ﷺ کے لئے اور تمام امت کے لئے تہجد نفل ہے تو تہجد کی قضا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ نوافل کی قضا اگرچہ ضروری نہیں تاہم اگر اس کا اہتمام کر لیا جائے تو مستحب ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۰۳، روضة الصالحین : ۱/۴۰۴، شرح مسلم للنووی : ۶/۲۲)



(الباب ۱۶)

## فی الأمر بالمحافظۃ علی السنۃ وأدابہا سنت وآداب سنت کی محافظت کے بیان میں

۵۹. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”اور جو تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔“ (الحشر: ۷)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت کا اصل مورد احکام فہے کا بیان ہے کہ فہے کے مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ جس کو جتنا دیں لے لو اور جو نہ دیں اس سے باز رہو اور اِتَّقُوا اللَّهَ کہہ کر اس حکم کو مزید مؤکد کر دیا، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں اور مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آیت کا عموم تمام امور اور جملہ احکام کو مشتمل ہے۔

صحابہ کرام جو قرآن کے پہلے مخاطب تھے وہ بھی یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو واجب التعمیل قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو اسے کہا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ اس حکم کے متعلق کیا کوئی قرآن کی آیت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اور یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

(نوٹ) مال فہی سے مراد وہ مال جو کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو۔

۶۰. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ ﴾

نیز فرمایا:

”اور آپ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے یہ تو وحی ہے جو انہیں وحی کی گئی ہے۔“ (النجم: ۳، ۴)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب وحی ہے، جو وحی قرآن میں ہے وہ وحی مکتوبہ ہے اور اس کے علاوہ آپ کے تمام فرمودات وحی غیر مکتوبہ ہیں سنت کی اتباع بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآن اور سنت ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں سنت کی حیثیت قرآن کے بیان کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سنت کا انکار کیا اس نے قرآن کا بھی انکار کیا۔

۶۱. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾



نیز فرمایا:

”کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔“

(آل عمران: ۳۱)

**تفسیری نکات:**

تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہے جو جس قدر اتباع سنت پر عمل کرے گا اتنا ہی وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا، اگر آج دنیا میں کسی کو اپنے مالک حقیقی سے محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس دعویٰ محبت کو اتباع سنت نبوی ﷺ کی کسوٹی پر پرکھ کے دیکھ لے جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی راہ پر چلتا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ وہ دعویٰ حسب الہی میں سچا ہے اور جتنا اس دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور ﷺ کی پیروی میں مضبوط اور اتباع اسوۂ حسنہ میں مستعد پایا جائے گا جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

۶۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾

نیز فرمایا:

”تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے اس کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور روز قیامت کی امید رکھتا ہو۔“

(الاحزاب: ۲۱)

**تفسیری نکات:**

چوتھی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ان کے لئے حیات طیبہ ﷺ میں ایک بہترین نمونہ عمل موجود ہے اور اہل ایمان پر لازم ہے کہ ہر معاملہ ہر حرکت و سکون اور ہر کام میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور کسی معاملہ میں سرمو ان کی سنت سے انحراف نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

۶۳. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

اور فرمایا کہ

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس

سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں۔“ (النساء: ۶۵)

**تفسیری نکات:**

پانچویں آیت میں فرمایا کہ نہیں ہر گز نہیں اللہ کی قسم یہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ لوگ اے رسول ﷺ تمہیں اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی اور جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ مان لیں کہ تمہارے فیصلے سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ

آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں۔ (تفسیر عثمانی)

۶۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿فَإِنْ نَزَعْنَاهُمْ فِي شَيْءٍ فِرْدُوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

نیز فرمایا:

اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔“

(النساء: ۵۹)

قَالَ الْعُلَمَاءُ : مَعْنَاهُ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ .

علماء نے فرمایا کہ مراد اللہ کی کتاب اور سنت کی جانب رجوع ہے۔

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بھی تمہارے درمیان کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں تم آپس میں اختلاف

کرو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے طالب ہو اور جو فیصلہ قرآن و سنت سے ملے اس پر عمل کرو اگر تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو ان کا حکم ہو وہ بلا تا مل قبول کرو، جو حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے اور اس میں کسی تفصیل و تشریح کی حاجت نہیں ہے جیسے شرک اور کفر کی ممانعت اللہ واحد کی عبادت و بندگی وغیرہ جیسے امور یہ براہ راست احکام ربانی ہیں ان کی تعمیل بلا واسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے، قرآن کریم کے احکام کا ایک حصہ وہ ہے جو مجمل ہے اور اس میں تفصیل کی احتیاج ہے اس حصہ کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے اپنی قولی احادیث اور اپنی عملی سنت سے فرمائی ہے، جو خود بھی وحی ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہر فرمان حکم الہی کا ترجمان ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۶۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ (النساء: ۸۰)

**تفسیری نکات:** ساتویں آیت میں فرمایا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی یعنی اللہ کی اطاعت

و فرمان برداری کا پیمانہ رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور یہ بات بالکل معقول ہے کیوں کہ اللہ کے احکام جو قرآن میں مذکور ہیں وہ بھی ہمیں رسول ہی کے توسط سے ملے ہیں اور قرآن کریم میں جو احکام مجمل مذکور ہیں تو خود قرآن نے بیان کا فریضہ رسول ﷺ کے سپرد کیا ہے اور کہا ہے کہ: ﴿لَتَبْلُغَنَّ لِلنَّاسِ مَآئِلَ الْبِهِم﴾ (تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کر دیں جو ان کے لئے احکام نازل کئے گئے ہیں) اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر حال میں لازم ہے، اور رسول کریم ﷺ کی اتباع دراصل اللہ پر اور یوم آخرت ایمان کی علامت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور یوم آخرت پر یقین رکھنے والے ہی اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرنے والے ہیں۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۶۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

نیز فرمایا:

”جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آجائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔“

(النور: ۶۳)

**تفسیری نکات:** آٹھویں آیت میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کو قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے ہیں، جو اللہ کی رسول ﷺ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے گا وہی سیدھی راہ پر چلنے والا ہوگا اور جو اس راہ سے سرمو بھی انحراف کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹکنے والا ہوگا۔

۶۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

نیز فرمایا:

”اور بے شک آپ ﷺ راہنمائی کرتے ہیں سیدھی راہ کی جانب۔“ (الشوری: ۵۲)

**تفسیری نکات:** نویں آیت میں فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا فتنہ جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح وہ دنیا کے مصائب اور آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

۶۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَأَذْكُرَكُمَا فِي بُيُوتِكُمَا مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ. وَأَمَّا الْآحَادِيثُ.

مزید فرمایا:

”اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد کرتی رہو۔“

(الاحزاب: ۳۴)

**تفسیری نکات:** دسویں آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں جو احکام اور دانائی اور حکمت کی باتیں ہیں انہیں سیکھو، یاد کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ

اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

## رسول اللہ ﷺ سے بے جا سوالات کی ممانعت

۱۵۶. قَالَ أَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کہ تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء کی تعلیم کے برخلاف کرنے سے ہلاک ہوئے ہیں، میں تمہیں جس بات سے منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو جہاں تک ہو سکے۔

(متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۵۶):** صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ، صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب توفیرہ ﷺ وترك اکثر سوائہ عمالا ضرورة الیہ.

**کلمات حدیث:** نہیتکم: میں نے تمہیں منع کیا۔ نہی، نہیاً (باب نصر) روکنا، منع کرنا۔ الناهی: منع کرنے والا۔ المنہی: وہ کام جس سے منع کیا گیا ہو، جمع منہیات.

**شرح حدیث:** قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ بُدِّلَكُمْ تَسْأَلُكُمْ﴾

”اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول لی جائیں تو تم کو بری لگیں۔“ (المائدہ: ۱۰۱)

یعنی جو امور رسول کریم ﷺ صراحتاً بتائیں اور جو احکام واضح فرمائیں ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں لیکن جس بات کے بارے میں رسول کریم ﷺ سکوت فرمائیں تو تم بھی سکوت اختیار کرو ایسا نہ ہو کہ سوال و جواب میں کوئی ایسا حکم آجائے جس پر عمل دشوار ہو جائے، جس طرح تحلیل و تحریم میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت اور مہنی برحمت ہے اسی طرح ان کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے، بحث و سوال کا دروازہ کھولنا جب کہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے اور باب تشریع مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن سے وسعت و رحمت کی جگہ تنگی اور زحمت آجائے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کرو، ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس تھا کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ سوال دہرایا مگر آپ ﷺ خاموش رہے، اور بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کہہ دیتا کہ ہاں تو ہر مسلمان پر ہر سال حج فرض ہو جاتا۔



(فتح الباری کتاب الاعتصام: ۳/۷۹۵، دلیل الفالحین: ۱/۳۰۶)

## اطاعتِ امیر کی تاکید

۱۵۷. الثَّانِي عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "وَعَظَّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَتْهَا مَوْعِظَةُ مُودِعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ: "أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ (حَبَشِيٌّ) وَإِنَّهُ مَنْ يَعْيشُ مِنْكُمْ فَيَسِيرُ اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ عَصُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ:

"النَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: الْأَنْبَابُ وَقِيلَ الْأَضْرَاسُ.

(۱۵۷) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی پر اثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل لرز اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں، ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے ہمیں وصیت فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی اور سماع و طاعت کی اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو، اس کو اپنے پچھلے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

النَّوَاجِذُ، الْأَضْرَاسُ: پچھلے دانت۔

**تخریج حدیث (۱۵۷):** سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب

الاحذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ.

**راوی حدیث:** حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں میرا چوتھا نمبر ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پچھتر احادیث منقول ہیں ۵۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابہ)

**کلمات حدیث:** وَجَلَّتْ، وَجَلَّ، وَجَلَّ (باب سماع) ڈرنا خوف محسوس کرنا۔ النَّوَاجِذُ: پچھلے دانت۔ واحد، ناجذ: ڈاڑھ۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر اپنے اصحاب کو نصیحت فرمائی، بڑی پر اثر اور بہت بلیغ اور دل پر اثر کرنے والی، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے تو ایسی نصیحت فرمائی جیسے کوئی شخص رخصت ہوتے ہوئے کرتا ہے، آپ ہمیں وصیت فرمائیں، رسول کریم ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور وصیت فرمائی جس کے تین اہم اجزاء ہیں۔

ہر حالت میں سمع و طاعت خواہ کوئی عبد حبشی بھی حاکم بنا دیا جائے۔ ہر حالت میں سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی۔ اس کو پچھلے دانتوں سے خوب مضبوطی سے پکڑ لے کہ کہیں تم سے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت نہ چھوٹ جائے اور نئی نئی باتوں سے اجتناب کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جو بات اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت نہ ہو اور اسے دین سمجھ کر کیا جائے یعنی جو بات دین کی نہیں ہے اسے دین سمجھ کر کرنا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے منافی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ بدعت اور ضلالت ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۸-۳)

### اطاعت رسول اللہ ﷺ دخول جنت کا سبب ہے

۱۵۸: الثَّالِثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى" قِيلَ: وَمَنْ يَا بَنِي رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۵۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اس کے جو انکار کرے، کہا گیا یا رسول اللہ کون ہے جو انکار کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۱۵۸):** صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الافتداء، بسنن رسول اللہ ﷺ.

**کلمات حدیث:** اُبی: انکار کیا۔ اُبی اُباء (باب فتح و ضرب) انکار کرنا، ناپسند کرنا۔

**شرح حدیث:** میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کرے، اور انکار کرنے والا وہ ہے جو

اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرے، ایک اور حدیث میں ہے کہ "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ" (جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اللہ کی اطاعت اور عدم اطاعت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد

ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور اسی طرح اللہ کی

محبت بھی تابع ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (اگر تم اللہ سے محبت

کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا) جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کے بتائے

ہوئے راستے پر چلتا ہے وہی اللہ کی محبت کے دعویٰ میں اسی قدر سچا ہے اور جو اللہ کے رسول کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے،

اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۳/۷۹۶، دلیل الفالحین: ۱/۳۰۹، تفسیر عثمانی)

## الٹے ہاتھ سے کھانا تکبر کی علامت ہے

۱۵۹. الرَّابِعُ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ وَقِيلَ أَبِي إِيَّاسٍ سَلَمَةُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِينِكَ" قَالَ: لَا اسْتَطِيعُ قَالَ: لَا اسْتَطِيعْتَ "مَا مَنَعَهُ" إِلَّا الْكِبَرُ فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۹) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا (اللہ کرے) تو نہ کر سکے، اس حکم کی تعمیل میں اسے تکبر مانع تھا، لیکن اس کے بعد وہ فی الواقع اپنا داہنا ہاتھ منہ تک نہ لے جاسکا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۵۹):** صحیح مسلم، حدیث (۱۰۲۱)

**راوی حدیث:** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان میں بھی موجود تھے اور تین مرتبہ بیعت فرمائی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۷۷ ہے جن میں ۱۶ متفق علیہ ہیں مدینہ منورہ میں ۴۷ کے ہ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة: ۱۱۸/۳)

**شرح حدیث:** ایک شخص جس کا نام بسر بن راعی البصر تھا، تکبر سے اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے ازراہ تکبر کہا کہ میں نہیں کر سکتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو نہیں کر سکتا، اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہ جاسکا، بغیر کسی عذر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کی سزا دنیا میں بھی ملی، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۱۲۸/۳)

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ احتیاط کرے اور کسی سنت کے بارے میں ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نہیں کرتا یا مجھے پسند نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذلک) بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں ضرور کروں گا یا یہ کہ اللہ مجھے توفیق دے یا اللہ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

## نماز کی صفیں سیدھی رکھنے کا حکم

۱۶۰. الْخَامِسُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتَّى كَادَ أَنْ يُكْبَرَ فَرَأَى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ فَقَالَ عِبَادَ اللَّهِ

لَتَسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أُولَئِیْخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وَجُوهِكُمْ“

(۱۶۰) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

کہ ضرور اپنی صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے کہ گویا ان سے تیروں کو سیدھا کر رہے

ہیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کے اس حکم کو سمجھ لیا ہے، پھر ایک روز باہر تشریف لائے کھڑے ہوئے قریب تھا

کہ آپ تکبیر کہہ دیتے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ باہر کونکلا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفوں

کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

**تخریج حدیث (۱۶۰):**

صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدھا . صحیح

مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف واقامتها .

**راوی حدیث:** حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۵۹ھ میں حضرت امیر معاویہ نے

انہیں کوفہ کا حاکم بنایا، ان سے ”۱۲۳“ احادیث منقول ہیں ۶۵ھ میں شہید ہوئے۔ (الاصابة، الاستیعاب)

**کلمات حدیث:** لَتَسَوُّنَّ : تم ضرور برابر کرو۔ سَوَّیَ، تَسَوَّیَ (باب تفعیل) برابر کرنا سیدھا کرنا۔ القداح : واحد، قدح : تیر۔

**شرح حدیث:** نماز باجماعت میں نمازیوں کی صفوں کی برابری کہ سب مل کر کھڑے ہوں اور کوئی ان میں آگے پیچھے نہ ہوا ہتمام

صلاة میں سے ہے متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صفوں کے برابر کرنے کا حکم فرمایا ہے، غرض صفوں کا برابر کرنا سنت ہے، بعض

علماء نے واجب بھی کہا ہے مگر بہر حال شرائط صلاة میں سے نہیں ہے۔

فرمایا کہ صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، مطلب یہ ہے کہ آپس میں عداوت اور اختلاف پیدا

فرمادے گا، ایک روایت میں قلوب کا لفظ آیا یعنی تمہارے دل ایک دوسرے سے بدل جائیں گے، اور ایک روایت میں لَتَسَوُّنَّ

الوجوه . (اللہ تمہارے چہرے مسخ کر دے گا کے الفاظ آئے ہیں)

غرض رسول اکرم ﷺ نماز کی صفوں کے سیدھا ہونے کا بہت اہتمام فرماتے تھے اس طرح کہ گویا آپ تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں،

تیر جب تک بالکل سیدھا نہ ہو وہ ہدف تک نہیں جاسکتا تو بطور مثال بیان کیا گیا کہ صف اس قدر سیدھی فرماتے کہ جیسے اگر تیر کو بھی سیدھا

کرنے کی ضرورت ہو تو اس سے سیدھا کیا جاسکتا ہے۔

(فتح الباری : ۱/۵۵۳، دلیل الفالحین : ۱/۳۱۱، مظاہر حق جدید : ۱/۸۱۹)

**سونے سے قبل آگ بجھانے کا حکم**

۱۶۱. السَّادِسُ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ



فَلَمَّا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَانِهِمْ قَالَ إِنَّ هَذِهِ النَّارَ عَذْوٌ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(۱۶۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رات کو ایک گھر میں آگ لگ گئی اور گھر والے جل گئے جب یہ بات آپ ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے سونے کے وقت اسے بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۶۱):** صحیح البخاری، کتاب الاستبذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب الأمر بتغطية الاناء وايقاء السقاء، واغلاق الابواب وذكر اسم الله واطفاء السراج والنار عند النوم .

**کلمات حدیث:** اِخْتَرَقَ : جل گیا۔ اِخْتِرَاقُ (باب افتعال) خَرَقَ خَرَقًا (باب نصر) جَلَانًا۔ فَأَطْفِئُوهَا، اسے بجھا دو۔ طَفِئَ، طَفَؤًا : بجھانا (باب سح) الْمِطْفَأَةُ، آگ بجھانے کا آلہ۔

**شرح حدیث:** جناب نبی کریم ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لئے نبی رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں آپ کی جملہ تعلیمات انسان کی اخروی فلاح اور دنیاوی کامیابی کا ضامن ہے، دنیا کے بھی آپ نے ان تمام امور کے بارے میں ہدایت فرمائی جس میں انسان کو مضرت اور تکلیف سے بچانا اور اس کی راحت و آرام کی تدبیر تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سونے سے پہلے کھانے پینے کے برتن ڈھانپ دو، پانی کے مشکیزے کا منہ بند کر دو، دروازے بند کر دو، چراغ بجھا دو اور آگ ٹھنڈی کر دو، اور اللہ کا نام لے کر بستر کی طرف جاؤ۔ فرمایا کہ آگ انسان کی دشمن ہے دنیا میں بھی جلاتی ہے اور انسان کے اعمال برے ہوئے تو مرنے کے بعد بھی جلائے گی اس لئے سونے سے پہلے آگ ٹھنڈی کر دو، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد امت کے لئے شفقت کے لئے ہے، ابن دینق العید فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو آگ بالکل بجھا دے یا اسے اس طرح ڈھانپ دے کہ اس سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ رہے، اس حکم کی خلاف ورزی بھی سنت کی خلاف ورزی ہے، ازاں بعد علامہ قرطبی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ چوہا جلتی ہوئی چراغ کی بتی کھینچ لایا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ تشریف فرما تھے، اس سے بقدر درہم چٹائی جل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سونے لگو تو چراغ گل کر دو کیوں کہ شیطان اس چوہے جیسے موذی کو اس حرکت پر آمادہ کرتا ہے اور وہ شیطان تمہیں جلا دیتا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھر میں آدمی تنہا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ سونے سے پہلے ہر طرح کی آگ بجھا دے اور اگر گھر میں کئی افراد ہوں تو کوئی ایک اس ذمہ داری کو پورا کرے اور سب سے زیادہ اس پر لازم ہے جو سب سے آخر میں سونے جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور ہر نوع کی آگ داخل ہے سوائے اس کے کہ مامون ہو جیسے بلب وغیرہ بظاہر ان کے جلے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۲۸۶/۳، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین: ۱/۳۱۳)

## دین کو قبول کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں

۱۶۲. السَّابِعُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ. أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ: قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّا وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَفَعَّ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةٌ مِنْهَا أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قَيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًّا: فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

فقہ بضم القاف علی المشهور او قیل بکسرہا ای صار فقیہا

(۱۶۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی زمین کا جو عمدہ حصہ تھا اس نے پانی کو جذب کیا اور اس سے خوب گھاس اور سبزہ اگا، زمین کا ایک حصہ نشیبی تھا جس نے پانی روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں پانی دیا، ایک اور زمین میں پانی پہنچا جو چٹیل میدان تھی نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ اس سے کوئی پیداوار ہوئی یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے دین کو سمجھا اور اس کو اس ہدایت و علم سے فائدہ پہنچا جو اللہ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا ہے اس نے اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر نہ اٹھایا اور نہ اس نے اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (متفق علیہ)

فقہ: قاف کے ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی ہے۔ یعنی فقیہ ہو گیا، سمجھنے والا ہو گیا۔

**تخریج حدیث (۱۶۲):** صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، صحیح مسلم، کتاب الفضائل

باب بیان مثل ما بعث النبی من الہدی والعلم۔

**کلمات حدیث:** غیث: بارش۔ غاث، غیثاً (ضرب) بارش برسا۔ فَأَنْبَتَتْ: نَبَتْ، نَبَتْ وَنَبَاتًا (نصر) سبزہ زار ہونا۔ نَبَات: زمین سے اگنے والا پودا یا سبزہ۔ جَمْعُ نَبَاتَاتٍ۔ کَلَّا: گھاس جمع اکلا، کَلَّا وَکَلًی (باب سمع) سبزہ زار ہونا۔

**شرح حدیث:** امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دلکش تمثیل کے ذریعے ارشاد فرمایا کہ زمین کی طرح انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسی زرخیز زمین کہ جب اس پر بارش ہوئی تو اس نے پانی کو جذب کر لیا اور چند دنوں میں زمین لہلہا اٹھی، ہر طرف سبزہ زار ہو گیا پھول اور پھل نکل آئے اور ہر ذی حیات اس زمین کی کثرت پیداوار سے مستفید ہوا۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے کہ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے اپنا قلب منور اور اپنا ذہن روشن کیا پھر یہ نور اور روشنی دور تک پھیل گئی اور ایک خلقت اس سے

مستفید ہوئی جیسے صحابہ کرام فقہاء امت اور علمائے کرام۔

دوسری قسم: زمین نشی ہے پانی تو جذب نہیں کیا لیکن اسے اکٹھا کر لیا۔ اب انسان اور جانور سب اس جمع شدہ پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ امت مسلمہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم کو محفوظ کیا اور اس کو دوسروں تک اسی طرح پہنچا دیا جس طرح انہیں ملا تھا۔ جیسے محدثین کرام کہ انہوں نے احادیث کو حفظ کیا اور اسی طرح مکمل دیانت و امانت کے ساتھ امت کی امانت امت کے سپرد کر دی۔

تیسری قسم: چٹیل میدان نہ تو اس نے پانی کو جذب کیا اور نہ جمع کیا۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے نہ علوم نبوت سے خود استفادہ کیا اور نہ استفادہ کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ (شرح مسلم للنووی۔ عمدۃ القاری: ۱/۴۶۹۔ دلیل الفالحین: ۱/۳۱۳)

## امت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی رسول اللہ ﷺ کی انتھک کوشش

۱۶۳. الثَّامِنُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَأَنَا أَخَذْتُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْلُتُونَ مِنْ يَدَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"الْجَنَادِبُ" نَحْوُ الْجَرَادِ، وَالْفَرَاشُ، هَذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ الَّذِي يَقَعُ فِيهِ النَّارُ "وَالْحُجَزُ، جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقِدُ الْأَزَارِ وَالسَّرَاوِيلِ.

(۱۶۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور چھرا اور پروانے آگ میں گرنے لگے اور وہ انہیں آگ سے دور ہٹا رہا ہے میں بھی تمہیں پیچھے سے پکڑ پکڑ آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو۔ (مسلم)

الجنادب: مڈی اور چھرا کے مثل کیڑا، وہ مشہور کیڑا جو آگ میں گرا کرتا ہے۔ حُجَزُ، حُجْزَةٍ کی جمع ازار اور شلوار باندھنے کی جگہ۔

**تخریج حدیث (۱۶۳):** صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقۃ ﷺ.

**کلمات حدیث:** الجنادب: جمع جنذب ایک قسم کی مڈی۔ الفراش: پروانہ واحد فراشہ۔ حُجْزَةُ جمع حُجْزُ، حُجْزُ حُجْزًا (ضرب) روکنا۔ منع کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ امت پر انتہائی شفیق تھے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ سب اسلام قبول کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے سرفراز ہو کر دنیا کی اور آخرت کی کامیابی حاصل کر لیں۔ آپ ﷺ نے امت دعوت پر اپنی اس شفقت کو اور اپنی اس شدید کوشش و آرزو کہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہو جائیں ایک انتہائی خوبصورت مثال سے واضح فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی اور لوگ اس میں پروانوں کی طرح گرنے لگے میں انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور آگ سے بچا رہا ہوں لیکن لوگ میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں اور اس آگ میں گر رہے ہیں۔ یعنی جہنم کی آگ ہلاکت و بربادی کی آگ اور جو لوگ اس میں گر

رہے ہیں وہ کافر، جاہل اور معاصی میں گرفتار اور دنیا کی محبت اور لذت پر ٹوٹے والے۔ یہ دنیا پر ایسے ٹوٹے پڑے ہیں جیسے پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۱۴۔ روضة المتقین: ۱/۲۰۸)

## کھانے سے فراغت کے بعد برتن اور انگلیوں کو چاٹنے کا حکم

۱۶۴. التَّاسِعُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بَلْعَقِ الْأَصَابِعِ : وَالصَّحْفَةَ وَقَالَ : "إِنَّكُمْ لَا تَذَرُونَ فِي أَيِّهَا الْبَرَكَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ : "إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَدَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَذَرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةَ" : وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ : "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمْ اللَّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَدَى فَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ ."

(۱۶۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور کھانے کے برتن کو چاٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھالے اور جو کچھ اسے لگ گیا ہو اسے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ صاف کرے جب تک اپنی انگلیوں کو نہ چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان تمہارے ہر کام میں اور ہر امر میں موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے۔ تو اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو صاف کر لے اگر اس پر کچھ لگ گیا ہے اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

**تخریج حدیث (۱۶۴):** صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع والقصة .

**کلمات حدیث:** يَلْعَقُ ، لَعَقًا (باب سمع) زبان سے چاٹنا۔ الصَّحْفَةُ، پیالہ جمع صحاف .

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور وہی سب کو رزق دیتا ہے حتیٰ کہ برف پوش پہاڑ کی تہ میں چھپے ہوئے کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے اور انسان کو بھی وہی رزق دیتا ہے اگر اللہ رزق نہ دے تو انسان رزق نہیں حاصل کر سکتا، انسان اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہے اسے جب اللہ کا رزق عطا ہو تو تواضع اور خاکساری سے کھائے اور کھانا ختم کر کے اپنی انگلیاں چاٹ لے اور برتن بھی چاٹ لے جس میں کھانا کھایا ہے اور اگر کوئی لقمہ گر جائے اس کو اٹھالے اور صاف کر کے کھالے، کہ اسے نہیں معلوم کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔



## حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقمہ اٹھا کر کھانے کا واقعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ کافروں کی کسی مجلس میں تھے کہ ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا انہوں نے اس کو اٹھا کر کھانا چاہا تو کسی نے انہیں ٹوکا کہ یہاں غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں وہ کیا خیال کریں گے اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان بیوقوفوں کی خاطر اپنے حبیب ﷺ کی سنت ترک کر دوں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۱۵، شرح مسلم للنووی)

## بدعتی قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے قرب سے محروم ہوں گے

۱۶۵. الْعَاشِرُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى حُفَاةٌ غُرَاةٌ غُرْلًا: "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَعِيدُهُ وَعَدَا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلَا وَإِنَّهُ سَيَجَاءُ بِرَجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتُ الشِّمَالِ فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقَالُ: إِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا أَخَذْتُوا بِعَدَاكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ: "الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" فَيَقَالُ لِي: "إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "غُرْلًا": أَيُ غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

(۱۶۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نصیحت فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف اٹھائے جاؤ گے برہنہ پانگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے، تمام مخلوق میں قیامت کے روز سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے ان کو بائیں طرف والوں میں پکڑا جائے گا، میں کہوں گا یا رب میرے ساتھی، جواب دیا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں کیا کیا ایجادیں کیں میں کہوں گا جیسا کہ عبد صالح نے کہا کہ میں جب تک ان کے درمیان رہا ان کے اوپر گواہ رہا، آپ ﷺ نے یہ آیت "العزیز الحکیم" تک تلاوت کی، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ جوں ہی آپ ﷺ ان کو چھوڑ کر آئے اپنی ایڑیوں پر پھر کر مرتد ہو گئے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۶۵):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً. صحیح

مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة.

**کلمات حدیث:** حُفَاةٌ، حَفَى حَفَاً (باب سمع) ننگے پاؤں چلنا۔ حَافٍ: ننگے پاؤں چلنے والا جمع حُفَاةٌ. غُرْلًا، غُرْلًا

(باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔ اُغْرُل : غیر مختون جمع غُرُل ۔

**شرح حدیث:** میدان حشر میں اللہ کے حضور میں تمام انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے جمع کر دیئے جائیں گے وہ سب کے سب اسی طرح اٹھ کر آجائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، برہنہ پانگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے، جس طرح اللہ نے انہیں پیدا کیا تھا اسی طرح اپنے حضور میں لوٹ کر بھی لے آئے گا۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یوم الحساب میں ہر شخص اسی طرح حاضر ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوا تھا اگر کسی کے ہاتھ پیر کٹ گئے تھے تو وہ لگے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ ختنہ میں جو ذرا سی زائد کھال کاٹ دی جاتی ہے وہ بھی موجود ہوگی۔

تمام مخلوقات میں روز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لا کر لباس پہنایا جائے گا ان کے لئے عرش کے دائیں جانب کرسی رکھی جائے گی، میرے لئے بھی حلقہ لایا جائے گا جو مجھے پہنایا جائے گا اور کوئی بشر اس لباس میں میرا ہمسر نہیں ہوگا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ خصوصیت اس بنا پر ہوگی کہ وہ برہنہ کر کے آگ میں پھینکے گئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فضیلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رتبہ میں ہمارے رسول ﷺ سے بڑھ گئے کیوں کہ بعض اوقات مفضول کو کوئی فضیلت عطا ہوتی ہے مگر اس سے فضیلت مطلقہ لازم نہیں آتی، نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے زمین میرے اوپر سے کھلے گی مجھے جنت کا حلقہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ پھر میرے کچھ ساتھی بائیں جانب والوں کے ساتھ لائے جائیں گے، میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں، مجھے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے نئی نئی باتیں پیدا کر لیں اور ایڑیوں کے بل پلٹ کر مرتد ہو گئے، میں اس کے جواب میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ ﴿وَكَنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ (جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا) امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اعراب مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصحابی (میرے ساتھی) سے امت کے لوگ مراد ہیں اور آپ ﷺ ان کو اس لئے پہچان لیں گے کہ روز قیامت امت محمدیہ کے لوگوں کی کچھ نشانیاں اور علامات ہوگی مثلاً وضو کے اثر سے چہرے اور پیشانی روشن ہونا، وغیرہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے اول میں رجال من امتی (میری امت کے لوگ) کے الفاظ آئے ہیں۔

(فتح الباری: ۲/۳۰۰، دلیل الفالحین: ۱/۳۱۶)

### سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا واقعہ

۱۶۶. الْحَادِي عَشَرَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ: "إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ وَلَا يَنْكُحُ الْعَدُوَّ وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ وَيَكْسِرُ السِّنَّ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ قَرِيبًا لِابْنِ مُغْفَلٍ خَذَفَ فَتَهَاةً وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذَفِ وَقَالَ: "إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا" ثُمَّ عَادَ فَقَالَ: أُحَدِّثُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ ثُمَّ عُدَّتْ تَخْذِفُ: لَا أَكَلِمَكَ أَبَدًا.

(۱۶۶) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف (کنکری مارنے) سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار مرتا ہے اور نہ دشمن مرتا ہے البتہ آنکھ پھوڑتا اور دانت توڑتا ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی رشتہ دار نے کسی کو کنکری ماری انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے شکار نہیں ہوتا، اس نے پھر کنکری پھینکی، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا تو پھر بھی کنکری پھینک رہا ہے، اب میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

**تخریج حدیث (۱۶۶):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب النهی عن الخذف، صحیح مسلم کتاب الصيد،

باب اباحۃ ما يستعان به على الاصطياد والعدو وكره الخذف.

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ۶۷ھ میں اسلام لائے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی بعد میں متعدد غزوات میں شریک ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۲۳ احادیث مروی ہیں جن میں چار متفق علیہ ہیں ۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابه فی تمييز الصحابه: ۴/۱۳۲)

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کا بنیادی تقاضا اطاعت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی ہر بات میں اتباع و پیروی کو جانتے تھے، ان کے نزدیک معمولی سے معمولی بات میں بھی رسول کریم ﷺ کے حکم کی اتباع اور آپ ﷺ کے ارشاد کی پیروی لازمی تھی، چنانچہ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی رشتہ دار کنکری پھینک رہے تھے، آپ نے انہیں نصیحت فرمائی اور کہا کہ اس طرح کنکری پھینکنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ یہ ایک فضول حرکت ہے کہ اس سے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار ہو سکتا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں لگ جائے یا دانت میں لگ جائے، مگر وہ شخص باز نہ آیا اور اس نے پھر وہی حرکت کی اس پر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں حدیث رسول ﷺ سنا رہا ہوں اور تم پھر اسی حرکت کو دہرا رہے ہو، اب میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت فاسق و فاجر اور سنت کی مخالفت کرنے والے سے قطع تعلق کرنا جائز ہے، اور جو ممانعت ہے کہ مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کیا جائے وہ وہ قطع تعلق ہے جو ذات کے لئے ہو جبکہ اہل بدعت اور مخالف سنت سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری: ۲/۱۸۰، دلیل الفالحین: ۱/۳۱۸)

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجر اسود کو خطاب

۱۶۷. وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْبَلُ الْحَجَرَ، يَعْنِي الْأَسْوَدَ، وَيَقُولُ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

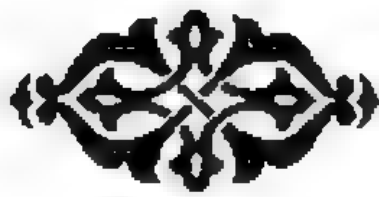
(۱۶۷) حضرت عابس بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۶۷):** کتاب الحج باب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب

استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف .

**کلمات حدیث:** یقبل، قبل تقبیل (باب تفعل) چومنا، بوسہ دینا۔

**شرح حدیث:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کی تقبیل صرف اس لئے فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تقبیل فرمائی تھی، اور اس موقع پر بعض نو مسلم اعراب بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں متنبہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کی اتباع اور پیروی لازم ہے خواہ اس کی مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ایسا کیا اس لئے ہمارے اوپر بھی لازم ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۱۸)





## الْبَيِّنَات (۱۷)

فِي وُجُوبِ الْإِنْقِيَادِ لِحُكْمِ اللَّهِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ دَعَى إِلَى ذَلِكَ  
وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ!

اللہ کے حکم کی اطاعت واجب ہے، اور جسے اس اطاعت کے لئے بلایا جائے اور  
جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے وہ کیا کہے

۶۹. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ  
حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ﴿٦٥﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”تمہارے رب کی قسم، یہ مؤمن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تمہیں اپنے تنازعات میں منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کرو اس سے  
اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ بلا تامل تسلیم کر لیں۔“ (النساء: ۶۵)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اپنے چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں  
منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلے اور حکم سے ان کے جی میں تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل  
سے قبول نہ کر لیں اس وقت تک ان کو ہرگز ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔

آپ ﷺ کے بعد تمام فیصلے اور تمام احکام احادیث اور سنت کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہمیں ان جملہ احکام نبوت  
پر اسی طرح عمل کرنا چاہئے کہ دل میں کوئی ذرا سا میل آنا تو دور کی بات ہے ہم بہت خوشی سے تسلیم کر لیں اور اپنا سر جھکا دیں، اسی انقیاد اور  
اسی تسلیم و رضا مندی پر ایمان موقوف ہے۔

۷۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُقْلِحُونَ﴾ ﴿٥١﴾

نیز فرمایا:

”مؤمنوں کی یہ بات ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ  
ہم نے سن لیا اور مان لیا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ (النور: ۵۱)

اور اس میں متعدد احادیث ہیں، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جو اس باب کے شروع میں مذکور ہے اور

اس کے علاوہ دیگر احادیث۔

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ ایمان والوں کی بات یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب بلایا جاتا ہے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم سنایا جاتا ہے وہ اس کو اسی وقت دل و جان سے مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم آمادہ اطاعت ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

### اللہ اور رسول کا حکم سن کر سمع و طاعت اختیار کرنا

۱۶۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : **”لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفَوُهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ“** (البقرة: ۲۸۳) أَشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتُّوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكْبِ فَقَالُوا : أَيُّ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كَلَّفَنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نَطِيقُ : الصَّلَاةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا نَطِيقُهَا. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : **”أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ : سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ“** فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ أُنْزِلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي آثَرِهَا : **”أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ، كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَأَتْكُمْ وَكُتِبَهِ وَرُسُلِهِ لَا نَفَرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ، وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ“** فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ نَسَخَهَا اللَّهُ تَعَالَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : **”لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا“** قَالَ : نَعَمْ **”رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ“** عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ : نَعَمْ **”رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ“** قَالَ : نَعَمْ **”وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ“** قَالَ : نَعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفَوُهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سب اللہ ہی کا ہے، تم اپنے دل کی کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اس کا تم سے حساب لے گا) یہ آیت صحابہ کرام کو بہت سخت محسوس ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں ان اعمال کا مکلف قرار دیا گیا جن کو ہم کر سکتے تھے یعنی نماز جہاد، روزہ اور صدقہ، مگر اس وقت جو آیت آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب کہہ چکے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، تم یہ کہو کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے رب، ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جب اس آیت کو

لوگوں نے پڑھا اور ان کی زبانوں پر رواں ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ءَاَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ ؕ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ ؕ ءَاَمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ ؕ وَ كُتُبِهٖ ؕ وَ رُسُلِهٖ ؕ لَا تَفْرِقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْ رُّسُلِهٖ ؕ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾﴾ (رسول اس پر ایمان لائے جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور سب مؤمن بھی۔ سب ایمان والے بھی ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ اللہ سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے) جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اس آیت کو منسوخ فرما کر یہ حکم نازل فرمایا ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (اللہ کسی نفس کو اس کی قدرت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا، ہر نفس کے لئے وہی ہے جو اس نے اچھا عمل کیا اور اس پر وہی جزاء ہے جو اس نے برا عمل کیا، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میں نے قبول کیا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ (اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا) اللہ سبحانہ نے فرمایا: کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾ (اے ہمارے رب ہمارے اوپر اتنا بوجھ نہ رکھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے) فرمایا ہاں ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَاَنْصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (اے رب ہمارے گناہوں سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، پس ہمیں کافروں پر غالب فرما) فرمایا کہ ہاں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۶۸):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان اللہ تعالیٰ لم یكلف الاما یطاق .

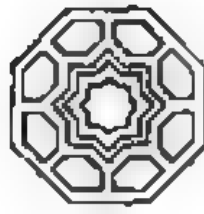
**کلمات حدیث:** کَلَّفْنَا: ہمیں مکلف بنایا گیا۔ کَلَّفَ تَكْلِيفًا (باب تفعیل) مکلف بنانا۔

**شرح حدیث:** اللہ کا آخری دین جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں ہر تکلیف ہر حرج سے پاک دین فطرت ہے اور ہر انسان اس پر سہولت عمل کر سکتا ہے، کیوں کہ اسلام سابقہ ادیان کی مشقتوں اور تکلیفوں سے پاک اور ان سخت و شدید احکام سے خالی ہے جو پچھلی اقوام پر نازل کئے گئے تھے۔ وہ خیالات جو دل میں بلا ارادہ آئیں ان پر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہے، کیوں کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے اللہ نے ان باتوں سے درگزر فرمادی ہے جو دل میں گزریں جب تک وہ اس کو زبان پر نہ لائیں اور اس پر عمل نہ کریں، یعنی محض خطرات قلب پر گرفت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی کسی بری بات کو زبان سے کہے یا اس پر عمل کرے۔ جب تک عمل نہ ہو اس وقت تک مواخذہ نہیں ہے۔

صحابہ کرام نے یہ خیال کیا کہ ہر طرح کے خواطر نفس پر محاسبہ ہوگا اس لئے انہوں نے اس کو سخت جانا لیکن جب ان کو بتایا گیا محاسبہ ان خیالات پر ہوگا جو قصد الایمان پر عمل کیا جائے یا ان پر عمل کیا جائے، تو ان کو اطمینان ہوا۔

غرض سورۃ بقرہ کی آیت میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور نیتیں ہیں جو انسان اپنے قصد اور ارادہ سے دل میں جماتا ہے اور اس کے عمل میں لانے کی کوشش بھی کرتا ہے پھر اتفاق سے کچھ موانع پیش آ جانے کی بنا پر عمل نہیں کر سکتا، قیامت کے دن ان کا محاسبہ ہوگا پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل و کرم سے بخش دیں جس کو چاہیں عذاب دیں، چونکہ آیت کے ظاہری الفاظ میں دونوں قسم کے خیالات داخل ہیں اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اس لئے اس آیت کو سن کر صحابہ کرام کو فکر و غم لاحق ہو گیا کہ اگر غیر اختیاری خیالات و وساوس پر بھی مواخذہ ہونے لگا تو کون نجات پائے گا، صحابہ کرام نے اس فکر کو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے سب کو یہ تلقین فرمائی کہ جو کچھ حکم ربانی نازل ہوا اس کی تعمیل و اطاعت کا پختہ قصد کرو اور کہو کہ ہم نے حکم سن لیا اور تعمیل کی، صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو اس پر یہ جملہ نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر اختیاری خیالات اور وساوس میں مواخذہ نہیں ہوگا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطمینان ہو گیا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۳۲۱ - معارف القرآن: ۱/۶۹۰)





(الباب ۱۸)

## فی النهی عن البدع ومحدثات الأمور بدعت اور نئی باتوں کی ایجاد کی ممانعت

۷۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿فَمَاذَا بَعَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”حق کے بعد بھٹکنے کے سوا اور کیا ہے۔“ (یونس: ۳۲)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو خالق و مالک بھی ہے اور رازق بھی۔ وہی ہے جو اس کائنات کے نظام کو تنہا چلا رہا ہے کوئی اس کے ملک میں اس کا شریک نہ ہو، جب یہ حقیقت ہے اور یہ سچائی ہے تو اس حقیقت اور سچائی سے گریز کر کے کہاں جاسکتے ہو کہ یہی تنہا سچائی اور یہی ایک واحد حق ہے اس کے سوا گمراہی اور بھٹکنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۷۲. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾

نیز فرمایا کہ

”ہم نے اس کتاب میں کسی بات کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔“ (الانعام: ۳۸)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں الکتاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ میں تمام کائنات سے متعلق جملہ امور لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس میں قیامت تک کے تمام واقعات و حوادث ذکر کر دیئے گئے ہیں اور کوئی شے نہیں رہی جو لوح محفوظ میں ذکر نہ کی گئی ہو، اور الکتاب سے قرآن کریم بھی مراد ہو سکتا ہے اس صورت میں مفہوم یہ ہے کہ انسان کی صلاح و فلاح سے متعلق جملہ اصولی ہدایات اس میں درج کر دی گئی ہیں، یعنی دینی امور اجمالاً یا تفصیلاً قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ (معارف القرآن ۳/۳۱۵)

۷۳. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿فَإِنْ لَنْزَعْنَاهُ مِنْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

نیز فرمایا کہ

”اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔“ (النساء: ۵۹)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ ہر معاملہ میں اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا لازم اور فرض ہے، یعنی قرآن اور سنت کی جانب کہ اسی پر ایمان کا دار و مدار ہے کہ مؤمن کا ہر عمل اللہ کے رسول ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق ہو۔

۷۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾

نیز فرمایا کہ

”اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو، اور راستوں پر نہ چلنا کہ کہیں اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ۔“ (الانعام: ۱۵۳)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا راستہ یہی سچا اور سیدھا ہے جو اس پر چلے گا نجات پائے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا گمراہی میں پڑ جائے گا اور برباد و ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے جو لوگوں کو سیدھے راستے سے ہٹا کر اپنی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ (تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن: ۳/۴۹۱)

۷۵۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اور فرمایا کہ

”اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔“ (آل عمران: ۳۱)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں فرمایا کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعویٰ دار ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں رچا اور بسالو، اور اپنی زندگی کے ہر عمل کو اس کی سنت کے مطابق بنا لو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، یعنی اللہ کے محبوب سے محبت کر کے تم بھی زمرۂ احباب میں داخل ہو جاؤ گے اور محبوب سے محبت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خود کو اس جیسا بنا لو۔

وَأَمَّا الْآحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جَدًّا وَهِيَ مَشْهُورَةٌ فَتَقْتَصِرُ عَلَى طَرَفٍ مِنْهَا.

### ہر بدعت مردود ہے

۱۶۹۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَحْدَثَ فِيهِ

أَمْرًا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ".

(۱۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی

نئی بات پیدا کی جو اس دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جو ہمارا امر نہیں ہے وہ مردود ہے۔

**تخریج حدیث (۱۶۹):** صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطالحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔

صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور۔

**کلمات حدیث:** اَحَدٌ اِحْدَاثًا (باب افعال) ایجاد کرنا، پیدا کرنا۔ رَدٌّ، رَدُّہ، رَدًّا وَمَرْدُوْدًا (باب نصر) لوٹا دینا، پھیر دینا، رد کر دینا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لایا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے کہ یہی صراط مستقیم اور یہی راہ نجات ہے اس کے علاوہ ہر وہ امر جو دین میں اپنی طرف سے ایجاد کر لیا جائے حالانکہ وہ امر دین نہ ہو، بدعت ہے اور رد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امر ناہذا سے مراد امر دین ہے، یعنی جو بات دین سمجھ کر پیدا کی جائے وہ بدعت ہے، چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص دین میں کوئی نئی بات ایسی پیدا کرے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اجازت نہ دی ہو تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۳۲۵، فتح الباری: ۵/۳۲۱، جامع العلوم والحکم: ۴۲)

### بہترین کتاب، کتاب اللہ ہے

۱۷۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: "صَبَّحُكُمْ وَمَسَّكُمْ" وَيَقُولُ: "بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" وَيَقْرُنُ بَيْنَ أَصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى وَيَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُولُ "أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دِينًا أَوْ ضِيَاعًا فَلِئِيَّ وَعَلَى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَعَنِ الْعُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدِيثُهُ السَّابِقُ فِي بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ.

(۱۷۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ کے جلال میں اضافہ ہو جاتا، جیسے آپ ﷺ کسی لشکر عظیم سے ڈر رہے ہوں کہ وہ تم پر صبح کو ٹوٹ پڑے گا یا شام کو، اور فرماتے کہ میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں آپ اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور فرماتے ابا بعد خیر حدیث کتاب اللہ اور خیر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور برے کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے، فرماتے ہیں ہر مؤمن کا اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کا ولی ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور

جس نے قرض یا محتاج بچے چھوڑے تو وہ میری طرف اور میرے اوپر ہیں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۷۰):** صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة.

**کلمات حدیث:** اِحْمَرْتُ، اِحْمَرَّ اَحْمَرًا (باب افعلال) سرخ ہونا، حیش، لشکر، جمع جہوش۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو داعی اور نذیر فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے راستے کی جانب بلاستے ہیں، اور اس دعوت کو قبول نہ کر نیوالے کو اس کے برے انجام سے ڈراتے ہیں چنانچہ اس حدیث میں بھی رسول کریم ﷺ کی داعی اور نذیر ہونے کی شان نمایاں ہے کہ بعض اوقات آپ خطبہ دیتے تو جاہ و جلال ظاہر ہوتا اور صوت مبارک بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ اس طرح لوگوں سے مخاطب ہوتے کہ جیسے ایک عظیم لشکر صبح سویرے یا شام کے دھند لکے میں ان پر ٹوٹ پڑنے والا ہے۔

اس کائنات کی اللہ تعالیٰ نے ایک مدت انتہاء مقرر فرمادی ہے جس کے وقت مقررہ کا کسی کو علم نہیں ہے، کائنات کے اختتام کے اس مرحلہ کا نام قیامت یا ساعت ہے، رسول کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں قیامت کی متعدد علامات بیان فرمائی ہیں جن میں سے کچھ علامات صغریٰ ہیں اور کچھ علامات کبریٰ جو قرب قیامت کے قریب وجود میں آئیں گی۔

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں اپنی بعثت کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا، آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اور اب قیامت ہی آئے گی، آپ ﷺ نے اپنے اور قیامت کے قرب کو سبابہ اور درمیانی انگلی ملا کر واضح فرمایا کہ جس طرح شہادت کی انگلی سے درمیانی انگلی لمبی ہے تو اسی طرح میرے درمیان اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے، یعنی میں کچھ پہلے آ گیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے قریب مبعوث ہوا ہوں اور اس سے اس قدر پہلے آ گیا جس قدر یہ انگلی اس انگلی سے آگے بڑھی ہے اور اپنی سبابہ سے اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

فرمایا: سب سے بہتر راہنمائی اور سب سے اچھی ہدایت وہ ہدایت ہے جو محمد لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ ہدایت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہدایت جس کے معنی راستہ بتلانے، صحیح بتلانے، راہنمائی اور اچھائی برائی سے آگاہ کرنے اور لوگوں کو اچھے راستے پر چلنے کی ترغیب دینے کے ہیں، رسول کریم ﷺ کی جانب نسبت کرتے ہوئے ہدایت کا یہی مفہوم ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ﴿۵۴﴾ ”اور تم ہدایت دیتے ہو صراط مستقیم کی جانب۔“

ہدایت کا دوسرا مفہوم توفیق دینے اور راستہ پر چلا دینے کے ہیں۔ ہدایت اس مفہوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے)

اس کے بعد ایک اصولی بات ارشاد فرمائی کہ دین حق یہی ہے جو اللہ کے رسول لے کر مبعوث ہوئے ہیں اگر اس دین سے ہٹ کر کوئی شے دین میں نئی پیدا کر لی تو وہ بری بات ہے اور بدعت ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔



فیمن سنّ سنة حسنة أو سيئة  
اچھایا بر طریقہ قائم کرنے والا

۷۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْ لَنَا لِمُنْقِبَاتِنَا﴾  
إِمَامًا ﴿٧١﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ایسی ازواج اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں اہل تقویٰ کا امام

بنائے۔“ (الفرقان: ۷۱)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں اہل تقویٰ مؤمنین کا ذکر ہو رہا ہے وہ مؤمنین جو توبہ کرتے ہیں عمل صالح کرتے ہیں اور کسی ایسی جگہ ٹھہرتے تک نہیں جہاں جھوٹ اور برائی کا گزر ہو، فضول بات بھی سامنے آجائے تو بہت شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ خود اپنی نیکی اور تقویٰ پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کی ازواج اور ان کی اولاد بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو کر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے اور سارا گھرانہ ایسا ہو جائے کہ اہل تقویٰ کے امام اور مقتداء بن جائیں۔ یعنی تقویٰ میں اے اللہ ہمیں ایسا مقام حاصل ہو جائے کہ دنیا کے متقی لوگوں کو ہم سے فائدہ پہنچے، اور ہمارے علم و عمل سے ان کو فائدہ پہنچے تاکہ ان کے ساتھ ہمیں بھی اجر و ثواب ملے۔ (القرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر عثمانی)

۷۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾

اور فرمایا:

”اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔“ (الانبیاء: ۷۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں اعمال صالحہ میں دنیا کا مقتداء اور امام بنایا ہے جو ہمارے حکم کے مطابق دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے اور ان سب کو ہمارے دین کا راستہ بتاتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

### صدقہ خیرات کی ترغیب

۱۷۱. وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِيهِ صَائِرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ غُرَاةٌ مُجْتَابِي النَّمَارِ أَوْ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ

كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرٍّ فَتَمَعَّرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَذَلَّ خَلٌّ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَا لَا فَادْنَ وَأَقَامَ فَصَّلَى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ : "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ : "إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا" وَالْآيَةُ الْآخَرَى الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ : "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهِمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشَقِّ تَمْرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجِزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ "مُجْتَابِي النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيمِ وَبَعْدَ الْأَلِفِ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ . وَالنِّمَارُ جَمْعُ نَمْرَةٍ وَهِيَ كِسَاءٌ مِنْ صُوفٍ مُخَطَّطٌ وَمَعْنَى "مُجْتَابِيهَا" أَي لَا بَسِيحَها قَدْ خَرَقُوهَا فِي رُؤُسِهِمْ . "وَالْجُوبُ" الْقَطْعُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى : "وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" : أَي نَحْتُوهُ وَقَطَعُوهُ . وَقَوْلُهُ : "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ : أَي تَغَيَّرَ : وَقَوْلُهُ "رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا : أَي صُبْرَتَيْنِ : وَقَوْلُهُ "كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِي عِيَّاضٌ وَغَيْرُهُ ، وَصَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ "مُذْهَنَةٌ" بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالْوُحْدِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحَمِيدِيُّ وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ : وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى التَّوَجُّهِينِ : الصَّفَاءُ وَالِاسْتِنَارَةُ .

(۱۷۱) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو برہنہ تھے ان کے گلے میں کبل پڑے تھے یا عبا بدن پر تھی گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں ان میں سے اکثر بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر کے تھے، ان کے فقر و فاقہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے پھر باہر نکلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی آپ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ (اے لوگو! اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا) آپ ﷺ نے آخر تک یعنی ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ تک یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے سورہ حشر کی آخری آیت تلاوت فرمائی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھ لے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے) ان آیات کی تلاوت کے

بعد فرمایا کہ ہر شخص کو دینار و درہم سے، کپڑے سے، گندم و کھجور کے ایک ایک صاع سے صدقہ دینا چاہئے، یہ بھی فرمایا کہ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، ایک انصاری ایک تھیلا اٹھا کر لائے، اس کے سنبھالنے سے گویا ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، اس کے بعد لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ وہاں اشیاء خوردنی کے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے، میں نے دیکھا کہ چہرہ انور کندن کی طرح دمک رہا ہے، آپ ﷺ فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی سنت قائم کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ قائم کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم)

مُجْتَابِي النَّمَارِ: نمار جمع نمرۃ: اون کی دھاری دار چادر۔ مجتابی کے معنی پہنے ہوئے، اسے پھاڑ کر انہوں نے گلوں میں ڈال لیا تھا اور جَسُوب کے معنی قطع کے ہیں، قرآن کریم میں ہے ﴿وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ (شمود جنہوں نے وادی میں پتھر تراشے) یعنی پتھر کاٹے اور تراشے۔ تَمَعَّرَ یعنی متغیر ہو گیا ”رَأَيْتُ كُومَيْنِ“ یعنی دو بڑے ڈھیر ”كَأَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ“ قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، مگر بعض راویوں نے تصحیف کے ساتھ مُذْهَبَةٌ پڑھا اور حمیدی نے بھی اسی طرح ضبط کیا ہے لیکن صحیح اور مشہور پہلا ہے، ہر دو صورت میں معنی مصفی اور منور ہونے کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۱۷۱):** صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة، ولو بشق تمرۃ او بکلمۃ طیبۃ۔

**راوی حدیث:** حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ ھ میں اسلام لائے، حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب قبول اسلام کے لئے تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ آپ سے سوا حدیث مروی ہیں جن میں آٹھ متفق علیہ ہیں۔ ۵۲ ھ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** فَتَمَعَّرَ، تَمَعَّرَ تَمَعَّرًا (باب تفعّل) چہرہ کا رنگ غصہ سے یا ناگواری سے یا افسوس سے بدل جانا۔ كُومَيْنِ: دو ڈھیر، تشنیه كُوم: ٹیلہ، جمع اکوام۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کے پاس مضر کے قبیلے کے کچھ لوگ آئے جو بہت مفلوک الحال فقیر تھے ان کے پاس پہننے کو کپڑا نہ تھا اور انہوں نے ستر پوشی کے لئے کبل میں سر کی جگہ بنا کر اسے آگے پیچھے ڈال لیا تھا، رسول کریم ﷺ سراپا رحمت تھے ان لوگوں کی بد حالی دیکھ کر چہرہ انور کا رنگ بدل گیا، آپ ﷺ نے اصحاب کو جمع کیا اور ایک بلند خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ کے فرمودات سن کر صحابہ کرام سے جو کچھ بن پڑا، لا کر حاضر کر دیا، ایک طرف کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا اور دوسری جانب خوردنی اشیاء کا، ایک صحابی جنہوں نے لانے میں پہل کی تھی وہ ایک بوری اٹھا کر لائے تھے جس کو اٹھاتے ہوئے ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی سنت حسنہ جاری کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور جس قدر لوگ بعد میں اس اچھائی پر عمل کریں گے ان سب کا بھی اجر ملے گا اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کا آغاز کیا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جس قدر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے گناہ میں بھی اس کو حصہ ملے گا۔

سنتِ حسنہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اور اولہ اربعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہو یا سنتِ پہلے سے موجود ہو اور اس کی دعوت دینا اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا یعنی اس کا احیاء اور اس کی تجدید کرنا مراد ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۳۳۰)

## قتل ناحق کے گناہ میں قاتیل کا بھی حصہ ہوتا ہے

۱۷۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ مِنْ

نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دِمَهِهَا لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ظلماً قتل ہوتا ہے مگر

ابن آدم اول پر اس کے خون کا حصہ ہوتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ قائم کیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۷۲):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب یعذب الميت ببكاء أهله . صحیح مسلم، کتاب

القیامة، باب اثم من دعا الى ضلالة .

**کلمات حدیث:** کَفْلٌ : حصہ، بوجہ۔ کَفَلَ يَكْفِلُ (باب ضرب) ضامن ہونا، کفیل ہونا۔

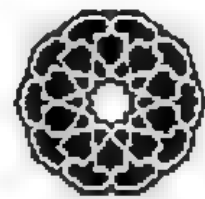
**شرح حدیث:** اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ قائم کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں جو اس پر عمل

کریں گے ان کے اجر میں سے بھی اسے حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جو شخص برا طریقہ قائم کرے گا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

قتل کا طریقہ سب سے پہلے فرزند آدم نے قائم کیا، جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب جو کوئی بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، اس قتل کے گناہ میں وہ فرزند آدم بھی شریک ہوتا ہے کہ اس نے قتل کا آغاز کیا۔

گویا اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ کوئی آدمی ہرگز برا طریقہ جاری نہ کرے کیوں کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ قیامت تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے گناہوں میں سے بھی اس شخص کو حصہ ملے گا اس طرح دنیا میں تمام قتل ہونے والے

مظلومین کا بار گناہ قاتیل پر پڑتا رہتا ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۳۲)





(الباب ۲۰)

## باب فی الدلالة علی خیر والدعاء إلی هدی أو ضلالة بھلائی کی طرف راہنمائی اور ہدایت یا ضلالت کی طرف بلانا

۷۳. قَالَ تَعَالَى :

﴿وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

”اور اپنے رب کی طرف بلاؤ۔“ (القصص: ۸۷)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ آپ مسلسل اپنے رب کی جانب بلاتے رہیں خواہ یہ کافر آپ کی بات سنیں یا نہ سنیں کیوں کہ وعظ و نصیحت اور رب کی طرف راہنمائی کا مستقل اجر و ثواب ہے اور مخاطب کے قبول یا عدم قبول پر موقوف نہیں ہے۔

۷۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾

اور فرمایا کہ

”بلائیے لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے۔“ (النحل: ۱۲۵)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ سے بلائیں۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اہل مضامین اور مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے، دنیا کے خیالی فلسفے اس کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ نہ تبدیل کر سکیں۔

موعظت حسنہ یہ ہے کہ مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے سمجھایا جائے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات اس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں ایک مایوس و پڑ مردہ قوم جھر جھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی میں فہم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ و نصیحت سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ ممکن نہیں۔

(تفسیر عثمانی)

۷۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾

اور فرمایا کہ

”اور تعاون کرو نیکی کے اور تقویٰ کے کاموں میں۔“ (المائدہ: ۲)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں قرآن کریم نے ایک اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے، انسان خواہ کتنا ہی طاقتور مالدار اور ذہین ہو وہ دوسرے انسانوں کے تعاون کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ لیکن خود اس تعاون کی بھی کوئی اساس درکار ہے جس پر یہ ہمہ گیر تعاون استوار ہو سکے، قرآن کریم نے فرمایا کہ اس تعاون کی اساس نیکی اور اللہ کا خوف ہے، یعنی بر و تقویٰ، نیکی اور خدا ترسی انسانوں کے درمیان تعاون کی اساس ہے۔ (معارف القرآن: ۲۴/۳)

۷۶. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾

اور فرمایا کہ

”اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔“ (آل عمران: ۱۰۴)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان ہر وقت ایک ایسی جماعت موجود رہے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلاتی رہے اور خیر سے مراد اتباع قرآن اور سنت کا اتباع ہے، دراصل مسلمانوں کی ملی زندگی اور حیات اجتماعی کے لئے دو امور ضروری ہیں، اول تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ کے ذریعہ اپنی ذاتی اصلاح، دوسرے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح، اس آیت میں اسی دوسری ہدایت کا بیان ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خاص حدود میں رہتے ہوئے لازم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ امت میں ایک گروہ ایسا ہو جو مستقل یہی فریضہ انجام دے یعنی فریضہ دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت، اس دعوت الی الخیر کے دودر جے ہیں، تمام دنیا کے لوگوں کو دعوت اسلام دینا زبان سے بھی اور عمل سے بھی اور سیرت و کردار سے بھی اور دوسرے ان مسلمانوں کو وعظ و نصیحت جو عمل میں کوتاہی اور علم کے دین کے حصول سے غفلت برتتے ہیں ان کو دعوت الی الخیر کا فریضہ انجام دینا۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۹۳۸، معارف القرآن: ۲/۱۳۶)

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے

۱۷۳. وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقْبَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ النَّصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۳) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی

اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

**تخریج حدیث (۱۷۳):** صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الغازی فی سبیل اللہ برکوب وغیرہ۔

**کلمات حدیث:** ذَلَّ : راہنمائی کی بتایا، دلالت کی۔ ذَلَّ ذَلَّاتٌ (باب نصر) دلالت کرنا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم کی بعض آیات کا قرآن کریم میں سبب نزول بیان کیا جاتا ہے جس سے مراد وہ واقعہ یا مناسبت ہوتی

ہے جس میں قرآن کریم کی متعلقہ آیت نازل ہوئی ہو، یہ ایک باقاعدہ علم ہے جسے علم اسباب النزول کہا جاتا ہے، اسی طرح بعض احادیث کسی واقعہ یا موقع سے متعلق ہوتی، ایسا واقعہ یا موقع جس سے حدیث متعلق ہو سبب ورود الحدیث کہلاتا ہے اس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے اور یہ علوم الحدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

اس حدیث کا بھی کتب حدیث میں سبب ورود بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے آپ ﷺ مجھے سوار کرا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے یہ سن کر ایک صاحب نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں اس کو ایسا شخص بتا دیتا ہوں جو اس کو سوار کرا دے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک دلیل ہے کہ خیر کی جانب راہنمائی کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور اسی طرح علم سکھانا، دین کے احکام بتانا اور عبادات کے طریقے سمجھانا جیسے تمام امور بھی باعث اجر و ثواب ہیں، اور امور خیر کی طرف راہنمائی کرنے والوں کو بھی ایسا ثواب ملے گا جیسا خود عمل کرنے والے کو ملے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثواب اعمال اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرے۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے اگر اخلاص اور حسن نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے، ایک اور حدیث سے اس موضوع کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس روزہ رکھنے والے شخص کے برابر اجر و ثواب ملے گا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ تمنا کرے کہ اگر اس کے پاس مال و دولت ہوتا تو وہ اللہ کے راستے میں اسی طرح خرچ کرتا جس طرح اس کے ساتھی نے کیا ہے تو وہ دونوں اجر و ثواب میں برابر ہوں گے۔

(صحیح مسلم للنووی، کتاب الامارہ، دلیل الفالحین: ۱/۳۳۴، روضة المتقین: ۱/۲۲۲)



۱۷۴. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ دَعَا إِلَىٰ

هَدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا" وَمَنْ دَعَا إِلَىٰ ضَلَالَةٍ

كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ إِثْمِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ إِثْمِهِمْ شَيْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو ان لوگوں کے مطابق اجر ملتا ہے جو اس کی اتباع کرتے ہیں اور اس سے ان کے اجور میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس پر اس کی اتباع کرنے والے لوگوں کے مثل گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۷۴):**

صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنۃ او سیئۃ ومن دعا الی ہدیٰ او ضلالۃ.

**شرح حدیث:** یہ حدیث اس امر کے بیان میں واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کسی نیکی یا اچھائی کی طرف بلائے تو اسے ان لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جو قیامت تک اس کے بعد اس پر عمل کریں گے تو اسے ان سب کا اجر ملے گا یعنی جس نے کسی کو ان اعمال صالحہ کی جانب اور ان امور خیر کی طرف راہنمائی کی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ اعمال و حسنات ہیں اور وہ اپنے اس عمل میں مخلص ہو اور اس کی نیت صحیح ہے تو اسے قیامت تک ان سب کا اجر ملے گا۔

غرض یہ حدیث صریح ہے کہ امور حسنہ پر لوگوں کو آمادہ عمل کرنا، انہیں رغبت اور شوق دلانا خاص طور پر ایسی سنت جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو۔ لوگوں کو اس سنت کے زندہ کرنے پر آمادہ کرنا ایسا بہترین عمل ہے جس پر قیامت تک اجر و ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح کسی برائی کو شروع کر دینا اور اس کا طریقہ قائم کر دینا اس قدر عظیم برائی ہے کہ ایسا کرنے والا نہ صرف اس گناہ کا بوجھ اٹھائے بلکہ جو لوگ اس طریقہ پر چلیں گے ان سب کے گناہ بھی ان کے ساتھ اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ)

(صحیح مسلم للنووی: ۱۶/۱۸۴، روضة المتقین: ۱/۲۲۲)

## وعظ و نصیحت سے کوئی ایک آدمی راہِ راست پر آجائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

۱۷۵. وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَأُعْطِينَ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ" فَبَاتَ النَّاسُ يَذُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا: فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ: "أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟" فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: "فَارْسَلُوا إِلَيْهِ" فَأَتَى بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرِيءٌ حَتَّى كَأَنَّ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّأْيَةَ فَقَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: "انْفِذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ "يَذُوكُونَ" أَيُ يَخْوَضُونَ وَيَتَحَدَّثُونَ قَوْلُهُ "رِسْلِكَ" بِكُسْرِ الرَّاءِ وَيَفْتَحُهَا لُغَتَانِ



## وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ .

(۱۷۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے محبوب رکھتے ہیں، وہ رات لوگوں نے اس اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے جھنڈا کسے دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ہر ایک آرزو رکھتا تھا کہ جھنڈا اسے مل جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہا ہے؟ بتایا گیا یا رسول اللہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بلائے بھیجو، انہیں لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کے لئے دعا فرمائی، وہ صحیح ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف نہ تھی، آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمادیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں، ان سے برسرِ پیکار رہوں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ میدان جنگ میں پہنچ جاؤ پھر انہیں دعوت اسلام دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر اسلام میں اللہ کے کیا حقوق لازم ہوتے ہیں، اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

بدو کون : غور کرتے رہے، باتیں کرتے رہے۔ رسلک : راء کے زیر اور فتح کے ساتھ دونوں لغت ہیں لیکن راء کے کسرہ کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

**تخریج حدیث (۱۷۵):** صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔  
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ۔

**راوی حدیث:** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے حزن نام رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدل کر سہل رکھ دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۸۸" احادیث مروی ہیں جن میں ۲۸ متفق علیہ ہیں۔

۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** يَذُوْكَوْنُ، ذَاكَ، دَوَاكَ، وَمَدَاكَ، (باب نصر) مضطرب ہونا۔ بشتکی، اشتکی اشتكاء (باب افتعال) بیمار ہونا۔

**شرح حدیث:** غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلوایا، انہیں اپنی گود میں لٹایا اور اپنی ہتھیلی مبارک پر لعاب دہن لے کر ان کی آنکھوں پر مل دیا جس سے معجزانہ طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف فوراً جاتی رہی، اور آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا یعنی لشکر کا جھنڈا جو سیاہ رنگ کا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا لواء سفید تھا، جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اولاً انہیں دعوت اسلام دینا اگر کوئی ان میں سے تمہارے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے تو یہ سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ اس بناء پر فرمایا کہ اہل عرب کے نزدیک سرخ اونٹوں کو بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

حدیث مبارک متعدد معجزات پر مشتمل ہے، آپ ﷺ کے دست شفاء سے حضرت علی رضی اللہ علیہ کا آشوب چشم جاتا رہا، اور روایت میں ہے کہ پھر زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوئی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیبر کے جس قلعے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا اس کا نام قموص تھا جو ان کا سب سے بڑا قلعہ تھا، اور یہیں حضرت صفیہ بنت حنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا باندی بن کر آئی تھیں۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۲۵، دلیل القائلین: ۱/۳۳۴)

## جو بیماری کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکے اس کو بھی اجر ملتا ہے

۱۷۶. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ فَتًى مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ الْغَزَا وَلَيْسَ مَعِيَ مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ؟ قَالَ: "أَنْتَ فَلَانٌ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرَضَ، فَأَنَاهُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَرُّوْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: أَعْطَى الَّذِي تَجَهَّزْتُ بِهِ. فَقَالَ: يَا فَلَانُ أَعْطِيهِ الَّذِي تَجَهَّزْتُ بِهِ وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللَّهِ لَا تَحْبِسِينَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكَ لَكَ فِيهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (۱۳۷/۲)

(۱۷۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے عرض کی: یا رسول اللہ میں شرکت جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے تیاری کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جہاد تیار کر لیا تھا مگر وہ بیمار ہو گیا، وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے جو تیاری کی ہے وہ مجھے دیدہ اس نے کہا۔ اے فلاں اسے جو میں نے تیاری کی ہے سب دیدہ اور اس میں سے کوئی چیز نہ روکنا، اللہ کی قسم اس میں کچھ نہ روکن، ہمیں اس میں برکت ہوگی۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۷۶):** صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ۔

**کلمات حدیث:** تجهز: تیاری کی (باب تفعل) جہاز: سامان عروس۔

**شرح حدیث:** بنو اسلم ایک بڑا قبیلہ تھا، اور متعدد صحابہ کرام کا اس قبیلے سے تعلق تھا اور متعدد تابعین بھی بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے علماء اور راویان حدیث ہوئے۔

بنو اسلم کے کسی نوجوان نے تمنائے شرکت جہاد اور اپنے بے مایہ ہونے کی کیفیت بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ فلاں صاحب جہاد کی تیاری کر چکے تھے کہ بیمار پڑ گئے۔ یہ ان کے پاس چلے گئے اور وہاں جا کر عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جہاد کے لئے تم نے جو سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دیدہ۔ ان صاحب نے اسی وقت اور بلا تا مل اپنی اہلیہ کو آواز دی اور کہا کہ جو کچھ ہے سب دیدہ اور دیکھو کوئی چیز روک نہ لینا سب دیدہ واللہ بہت برکت دے گا۔

اگر کسی نے کوئی شے اللہ کے راستے میں دینے کے لئے رکھی ہو پھر وہ جہت باقی نہ رہے یا اس کام میں ضرورت باقی نہ رہے تو اسے دوسرے کار خیر میں لگائے اور اپنے ذاتی تصرف میں نہ لے تو بہتر ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۲۶)

(الثَّابِتُ (۲۱)

## فِي التَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون

۷۷. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو۔“ (المائدہ: ۳)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت ایک بہت عظیم اور راہنما اصول کے بیان پر مشتمل ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور برّ (نیکی) کا لفظ ان تمام اعمال صالحہ کو مشتمل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اور تقویٰ سے مراد اللہ کا خوف اور اس کی خشیت اور اس کی گرفت سے ڈر کر ان تمام برے کاموں سے پرہیز اور اجتناب کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَالْعَصْرِ ۝۱ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝۲ إِلَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ كَلَامًا مَعْنَاهُ: إِنَّ النَّاسَ أَوْ أَكْثَرَهُمْ فِي غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هَذِهِ السُّورَةِ.

اور فرمایا:

”قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق

بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔“ (العصر)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شمار لوگ اس سورہ کے معنی سے نا آشنا ہیں۔

دوسرے مرحلے پر پوری سورۃ والعصر ذکر فرمائی گئی یہ سورۃ اپنے اختصار کے باوجود قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن کریم میں یہی ایک سورت نازل ہوتی تو ارباب دانش کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔ عصر کے معنی زمانے کے ہیں یعنی قسم ہے زمانے کی۔ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات اور حصول سعادت کے لئے ایک متاع گراں مایہ سمجھنا چاہئے، اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے کی طرح اس کا سرمایہ تجارت جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہو رہا ہے اگر اس رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے، پھر تو خسارے کی انتہا نہیں ہے، آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت اور لہو و لعب میں نہ گزارے بلکہ اس عمر فانی کو باقی

اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرے اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال میں سرگرم ہو جائے۔

انسان کو اس عظیم اور ہمہ گیر خسارے سے بچنے کے لئے چار امور کی ضرورت ہے، اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر اور اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان، یہ ایمان دل میں راسخ ہو جائے اور قلب میں جاگزیں ہو جائے تو لازماً آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ عمل ہوگا اور ایمان کا اثر قلب و دماغ سے نکل کر اعضاء و جوارح میں اثر پذیر ہوگا، ایمان اور عمل صالح انفرادی صلاح و فلاح کے ضامن ہیں، مگر بندہ مؤمن اسی حد پر آکر نہ رک جائے بلکہ دوسروں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کرے جس تک خود پہنچا ہے اور دوسروں کو بھی اس لذت سے آشنا کرے جس سے خود بہرہ ور ہوا ہے یعنی اپنے قول و فعل سے ہر معاملے میں دوسروں کو حق کی تلقین کرے اور جس قدر سختیاں اور دشواریاں اس راہ میں پیش آئیں یا خلاف طبع امور پیش آئیں پورے صبر و استقامت سے انہیں برداشت کرے، یعنی خسارہ عظیم سے بچنے کے چار عظیم اصول ہیں دو انفرادی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح اور دو اجتماعی ہیں یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ (تفسیر عثمانی)

### مجاہدین کو سامان فراہم کرنے والے کا اجر

۱۷۷۔ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۷) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کو سامان دیا اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کی روانگی کے بعد اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۷۷):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من جہز غازیاً خلف۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ وغیرہ۔

**راوی حدیث:** حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے، ان سے ”۸۱“ احادیث مروی ہیں جن میں پانچ متفق علیہ ہیں، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابة، تہذیب التہذیب)

**شرح حدیث:** کسی مجاہد کو سامان جہاد کی فراہمی کا اجر و ثواب ایسا ہے جیسے خود جہاد میں شرکت کی ہو، ابن حبان فرماتے ہیں کہ اسے بغیر جنت میں شرکت کئے اس قدر ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو، اسی طرح اگر کسی نے مجاہد کے جہاد پر روانہ ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی تو اس کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو۔



مسلمانوں کے مصالح کا خیال اور ان کی تکمیل اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

### مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کرنے والا اجر میں برابر کا شریک ہوگا

۱۷۸. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي لُحْيَانَ مِنْ هَذِيلٍ فَقَالَ: "لِيَنْبَعِثَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرُ بَيْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کے بنو لحيان قبیلے کی طرف ایک

جیش روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جہاد میں جائے، ثواب میں دونوں شریک ہوں گے۔ (مسلم)

#### تخریج حدیث (۱۷۸):

صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے ہذیل کے قبیلے بنو لحيان کی طرف ایک لشکر بھیجا، علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث اس وقت سے متعلق ہے جب بنو لحيان سب کے سب کافر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر دو میں سے ایک جائے گا، یعنی ہر قبیلہ کے نصف مقاتلین شریک جہاد ہوں گے، اور جو باقی ہیں وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں گے، اور اجر و ثواب میں مجاہدین کے شریک ہوں گے، جیسا کہ حدیث سابق میں آیا ہے، واللہ اعلم، ایک اور روایت میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بنو لحيان کی جانب لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو میں سے ایک آدمی جائے اور پیچھے رہ جانے والوں کو فرمایا کہ وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں، انہیں جہاد پر جانے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۲۸)

### نابالغ بچے کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا

۱۷۹. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَجُلًا بِالرُّوْحَاءِ فَقَالَ: "مَنْ الْقَوْمُ؟" قَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، فَقَالُوا: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: "رَسُولُ اللَّهِ" فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ أَمْرًا ضَبِيًّا، فَقَالَتْ: إِلَهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: "نَعَمْ وَلَكَ أَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو روحاء مقام پر ایک قافلہ ملا، آپ ﷺ نے

پوچھا کہ کون ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ایک عورت نے آپ ﷺ کے سامنے بچہ اٹھایا اور بولی: کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہارے لئے اجر ہے۔ (مسلم)

#### تخریج حدیث (۱۷۹):

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبی واجر من حج بہ۔

**شرح حدیث:** کسی سفر میں روحاء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو کچھ سوار ملے، (رکب) ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوں اور وہیں افراد سے کم ہوں، اور روحاء ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ ملاقات رات کے وقت ہوئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملاقات دن کے وقت ہوئی ہو مگر یہ لوگ اسلام لا کر اپنے علاقے میں رہ رہے ہوں اور اس سے قبل ہجرت نہ کی ہو۔

ایک عورت نے اپنے بچہ کو بلند کر کے پوچھا کہ کیا اس کا حج ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور تمہیں اس کا اجر ملے گا، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے کہ بچہ کا حج منعقد ہو جاتا ہے اور صحیح ہے اور اس پر ثواب بھی ہوگا لیکن یہ حج اسلام کا حج نہ ہوگا بلکہ نفلی حج ہوگا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج نہیں ہے اور اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج بطور تمرین ہے تاکہ اسے عادت ہو جائے اور وہ بڑا ہو کر حج کر سکے، بہر حال اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ اسلامی حج (فرض حج) نہیں ہوگا بلکہ بعد بلوغ وہ حج ادا کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تجھے اس بچے کو حج کرانے کا اجر ملے گا یعنی حج کرانے کا، اس کی تیاری کرانے اور اس زحمت کے اٹھانے کا جو وہ بچہ کو حج کرانے میں برداشت کرے گی۔

بچہ کی طرف سے نیت حج بچہ کا ولی یعنی باپ دادا وغیرہ کرے گا، یہ جب ہے جب بچہ غیر متمیز ہو، اگر بچہ خود متمیز ہو تو ولی کی اجازت سے خود حج اور احرام کی نیت کر سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۸۴/۹، دلیل الفالحین: ۳۴۰/۱، روضة المتقین: ۲۲۸/۱)

### دوسرے کا صدقہ امانت داری کے ساتھ آگے پہنچانے والے کو برابر ثواب ملے گا

۱۸۰. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يَنْفِذُ مَا أُمِرَ بِهِ فَيُعْطِيهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ، فَيُدْفَعُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ، بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ: "الَّذِي يُعْطَى مَا أُمِرَ بِهِ". وَضَبَطُوا: "الْمُتَصَدِّقِينَ، يَفْتَحُ الْقَافَ مَعَ كَسْرِ النُّونِ عَلَى التَّثْنِيَةِ وَعَكْسِهِ، عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ.

(۱۸۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان امین خازن وہ کام کرتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ پوری پوری مقدار اپنی خوشی کے ساتھ اس کو دیتا ہے جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دیتا ہے جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے، اور بعض نے لفظ متصدقین قاف کے زبر اور نون کے زیر کے ساتھ بطور تثنیہ ذکر کیا ہے، اس کے برعکس جمع ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

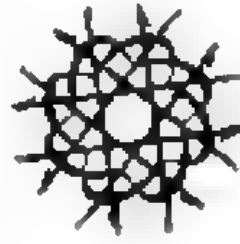
**تخریج حدیث (۱۸۰):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخادم۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب

اجر الخازن الامین والمرأة اذا تصدقت۔

**کلمات حدیث:** الخازن: خزانہ رکھنے والا، خزانچی۔ جمع خزانة، و خزان، خزان، خزانة (باب سمع) ذخیرہ کرنا، جمع کرنا۔ نَفَذُ: نافذ کرتا ہے، جاری کرتا ہے۔ نَفَذَ نفوذاً، (باب نصر) حکم پورا کرنا اور نافذ کرنا۔

**شرح حدیث:** فرمایا کہ خازن مسلم ہو، امین ہو، جس طرح اسے حکم دیا جائے اسی طرح کرے اور دیتے وقت خوش دلی اور بشارت کے ساتھ دے، کیوں کہ بعض خازن دوسروں کے مال پر بخیل ہو جاتے ہیں جو بخل کی بہت ہی بری صورت ہے۔ غرض جس کو صدقہ کے مال یا کسی اور مال پر امین اور خازن بنایا گیا ہو وہ اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اس فرض کو خوش دلی کے ساتھ جس کو دینے کو کہا گیا ہے اسے دیدے اور دینے میں اپنے کسی ذاتی رجحان کو داخل نہ ہونے دے کہ جن کو پسند کرتا ہے یا جو اس کے رشتہ دار ہوں انہیں ترجیح دیدے، جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق خازن کا فریضہ انجام دے گا وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا یعنی اسی طرح اجر و ثواب پائے گا جس طرح صدقہ کرنے والوں کو ملے گا۔

(فتح الباری: ۱/۸۳۲، روضة المتقین: ۱/۲۲۸)



## باب فی النصیحة نصیحت

۷۹. قَالَ تَعَالَى :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا :

”مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ (الحجرات: ۱۰)

**تفسیری نکات:** مسلمان دین کے رشتہ اور تعلق سے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دینی تعلق تمام تعلقات سے زیادہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت حقیقی برادری سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہونا چاہئے، تقاضائے اخوت نصیحت ہے اور دین بھی تمام تر نصیحت ہی ہے، اس لئے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخلص ناصح ہوں کہ یہ تقاضائے ایمان اور تقاضائے اخوت ہے۔

۸۰. وَقَالَ تَعَالَى :

إِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنْصَحُ لَكُمْ ﴾

وَعَنْ هُودٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کا یہ قول نقل فرمایا:

”میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔“ (الاعراف: ۶۲)

اور حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا:

”اور میں تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔“ (الاعراف: ۶۸)

**تفسیری نکات:** اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں پورے اخلاص کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اور اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں پیغام الہی پہنچا رہا ہوں اور امانت اور دیانت کے ساتھ تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں کہ اسی میں تمہاری صلاح و فلاح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ آپ تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اس پر حضرت نوح علیہ السلام بغیر کسی ناراضگی کے انتہائی پر شفقت لہجے میں فرمایا کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مبلغین کو ایک اہم تعلیم اور ہدایت ہے کہ دعوت دینے میں جو کوئی اعتراض کرے تو جواب میں اس کے ساتھ ہمدردانہ لہجہ اختیار کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قوم سے انتقامی جذبہ نہیں رکھتے اور نہ وہ ان سے کسی صلہ کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ تو سراپا خیر خواہی اور ہمدردی ہوتے ہیں، چنانچہ ہود علیہ السلام نے موثر اور دلکش الفاظ میں فرمایا کہ میں تو تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔



(تفسیر عثمانی، معارف القرآن، تفسیر مظہری)

## دین خیر خواہی کا نام ہے

۱۸۱۔ فالأَوَّلُ عَنْ أَبِي رُقَيْةٍ تَمِيمٍ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "الَّذِينَ النَّصِيحَةُ . قُلْنَا : لِمَنْ ؟ قَالَ : " لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۱) حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین نصیحت ہے، ہم نے عرض کی کس کیلئے؟

فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کی کتاب کے لئے، اللہ کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۸۱):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین نصیحة .

**راوی حدیث:** حضرت ابو رقیہ تميم بن اوس رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لائے اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بیت المقدس چلے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ ۲۷ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة، تہذیب التہذیب)

**شرح حدیث:** حدیث مبارک انتہائی عظیم الشان حدیث ہے اور مدار اسلام ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ ربع اسلام ہے یعنی چار اہم ترین احادیث میں سے ایک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث خود ہی مدار ہے، یہ تميم داری کی واحد حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ صحیح بخاری میں تميم داری کی روایت کردہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں وارد نصیحت کا لفظ بہت اہم اور جامع ہے اور خود عربی زبان میں دوسرا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو نصیحت کے تمام معانی کو جامع ہو، جیسا کہ عربی زبان میں لفظ فلاح ایک منفرد لفظ ہے جو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور کامیابیوں اور کامرائیوں کو حاوی ہے۔

غرض نصیحت کا لفظ دین کا نچوڑ اور اس کا ستون ہے اور آپ ﷺ کا الدین النصیحة: کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ السحج عرفة یعنی جس طرح وقوف عرفہ حج کا ایسا عظیم رکن ہے کہ حج کا وجود عدم وقوف عرفہ پر منحصر ہے اسی طرح نصیحت دین کا ایسا اہم عنصر ہے کہ پورے دین کے بارے میں فرمایا کہ الدین النصیحة.

صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ نصیحت کس کے لئے؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے لئے ۲۔ اللہ کی کتاب کے لئے

۳۔ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ۴۔ مسلم حکمرانوں کے لئے ۵۔ عام مسلمانوں کے لئے

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے نصیحت کا مرجع دراصل بندہ خود ہے، کیوں کہ اللہ ہر ناحیہ کی نصیحت سے مستغنی ہے، بہر حال اللہ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور

ان پر شکر کرے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور معصیت سے اجتناب کرے، اسی کو خالق مالک اور رازق مانے اور جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے۔ ”اذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله“ (جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب استعانت طلب کرو تو اللہ ہی سے کرو)

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان کامل ہو کہ یہ کلام الہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا ہے، قرآن کریم کی تعظیم و تکریم اور اسکی تلاوت کرے اس میں غور و فکر کرے اور اس کو سمجھے اور سمجھ کر عمل کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے لئے نصیحت کا مطلب، اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کامل کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے آخری رسول، خاتم الانبیاء ہیں آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک تمام انسانیت کے لئے واحد دین اور تہا وسیلہ نجات ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے ہر معاملے میں اتباع کرے اور حیات کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرے۔

حکمرانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی اعانت اور نصرت کرے اور تمام جائز امور میں ان کے احکام کی پیروی کرے اور ان کیلئے دعائے خیر کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے، اور اگر وہ سیدھے راستے سے نہیں تو انہیں دل سوزی اور نرمی سے سمجھائے۔ اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی مصالح میں ان کی راہنمائی کرے، ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کی فکر کرے، اپنی زبان اور اپنے عمل سے ان کا معین و مددگار ہو، انہیں اچھی باتوں کی فہمائش کرے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین کرے، ان کی عزت و حرمت کی، جان و مال کی حفاظت کرے۔

(صحیح مسلم للنووی: ۳۴/۲، روضة المتقین: ۱/۲۳۰، مرقات المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۹/۲۲۴)

## ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت

۱۸۲. الثَّانِي عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ”بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۸۲) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی

کہ میں نماز ادا کروں گا، زکوٰۃ دوں گا، اور ہر مسلم کی خیر خواہی کروں گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۸۲):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الذین النصیحة لله ولرسوله

ولائمة المسلمين وعامتهم. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الذین النصیحة.

**شرح حدیث:** حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت فرمائی اقامت صلاۃ، ایتاء زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے لئے نصیحت پر۔ صحیح بخاری میں کتاب البیوع میں روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ پر اور سمع و طاعت پر اور ہر مسلمان کے لئے

نصیحت پر۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ نے مجھے تلقین فرمائی کہ میں جس قدر استطاعت ہو تعمیل حکم کروں اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت مرتبہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جو حافظ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خادم کو گھوڑا خریدنے بھیجا، اس نے ایک گھوڑے کا تین سو درہم میں معاملہ کر لیا اور گھوڑے کے مالک کو لے کر آیا تا کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی قیمت کی ادائیگی کر دیں، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ تمہارا یہ گھوڑا تو چار سو کا ہے تو کیا چار سو میں دے رہے ہو، اس نے کہا کہ ابو عبد اللہ تمہاری مرضی، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو سو درہم کر کے قیمت بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو میں خرید لیا، کسی نے کہا کہ گھوڑے کا مالک تو تین سو میں بھی راضی تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو دے دیے، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا۔ (فتح الباری: ۱/۲۷۶، روضة المتقین: ۱/۲۳۲)

### جوابات اپنے لیے پسند ہوا اپنے بھائی کے لیے بھی اسی کو پسند کرو

۱۸۳. الثَّالِثُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں

ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی بات کو محبوب نہ سمجھے جس کو وہ اپنے لئے محبوب سمجھتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۸۳):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان يحب لایخيه . صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان يحب لایخيه ما يحب لنفسه من الخیر .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوگا جب تک وہ ایمان کے اس اعلیٰ مرتبہ کو نہ حاصل کر لے کہ دوسرے مؤمن بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں خیر کا لفظ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ہر اس بھلائی اور خیر کو محبوب رکھے جسے اپنے لئے محبوب رکھتا ہے، یعنی یہ چاہے کہ اس کا مسلمان بھائی تمام بھلائیوں میں سبقت کر جائے، اور جملہ مراتب کمال حاصل کر لے، کیوں کہ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں داخل ہیں اور یہ لفظ تمام طاعات اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہے۔

دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ مال و دولت عزت و آبرو حاصل ہو اور اسباب راحت حاصل ہوں اور دنیا کے مصائب اور مشکلات سے عافیت حاصل ہو، اور آخرت کی بھلائی۔۔۔ اعمال صالحہ کی توفیق اور خاتمہ بالخیر ہو۔

(فتح الباری: ۱/۲۴۳، صحیح مسلم للنووی: ۲/۱۵، روضة المتقین: ۱/۲۳۳، دلیل الفالحین: ۱/۳۴۵)

فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر  
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

۸۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ

الْمُقْلِحُونَ﴾ (۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

”تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع

کرے، یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔“ (آل عمران: ۱۰۴)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو دوسرے مسلمان بھائیوں کو قرآن و سنت کے مطابق اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکنے کو اپنا فریضہ سمجھے، اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ڈالنے کے لئے قرآن کریم میں بہت سے واضح ارشادات وارد ہیں لیکن ہر کام کی اہلیت و صلاحیت ہونا لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس فریضہ کو انجام دے اس کو دین کا مکمل علم ہو، یعنی عمومی طور پر ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرے اور اپنی حد تک اچھائیوں کی تبلیغ و ترویج کرے اور برائیوں سے روکے، لیکن اس کے ساتھ ہی مذکورہ آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو خاص طور پر دعوت و ارشاد کا فریضہ انجام دے اور یہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح دعوت الی الخیر کی اہل ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خیر سے مراد قرآن کریم اور میری سنت کا اتباع ہے۔ یعنی یہ جماعت دعوت الی الخیر کی علم بردار ہو اور بھلائی کا حکم دینے والی اور برائیوں سے روکنے والی ہو، معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے اور منکر ہر وہ بات جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ یہی لوگ کامیاب اور کامران ہیں۔

(معارف القرآن: ۲/۱۴۰)

۸۲. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

نیز فرمایا کہ

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے اٹھائی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔“

(آل عمران: ۱۱۰)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت امت محمدیہ کی ایک امتیازی خصوصیت کے بیان پر مشتمل ہے، وہ خصوصیت یہ ہے کہ خلق اللہ کو نفع



پہنچانے ہی کے لئے یہ امت وجود میں آئی ہے کہ تمام انسانوں کی اصلاح اس کا منصبی فریضہ ہے اور پچھلی سب امتوں سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل اس امت کے ذریعہ ہوئی، اس جماعت کا اولین مصداق صحابہ کرام کی جماعت ہے جو اس عظیم مقصد کو لئے کراٹھی اور اس وقت کی ساری معلوم دنیا کی تقدیر بدل دی، حیوانوں کو انسان بنادیا اور انسانوں کو سیرت و کردار کی ایسی روشن قدلیں بنا دیا جن کی روشنی قیامت تک تابندہ رہے گی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۸۳. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾

نیز فرمایا کہ

”عفو کو اختیار کرو اور اچھے کاموں کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔“ (الاعراف: ۱۹۹)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں دعوت حق کی اشاعت اور تبلیغ دین کا ایک زریں اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کرو اور درگزر سے کام لو، نصیحت سے نہ روکو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو برگزیدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن میں کوئی اور آیت اس آیت سے بڑھ کر مکارم اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

۸۴. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

نیز فرمایا کہ

”مؤمن مرد اور مؤمن عورت ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔“

(التوبة: ۷۱)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کے اس وصف کا بیان ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، ماقبل کی آیت میں منافقین کا ذکر تھا کہ وہ برائیوں کی ترغیب دیتے اور اچھائیوں سے روکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ منافقین کی باہمی دوستی اور رفاقت کسی نیکی یا اچھائی پر استوار نہیں ہوتی بلکہ کسی نہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی ہوتی ہے اور اپنی مادی اغراض کی جائز و ناجائز تکمیل کے لئے وہ خود بھی برے راستوں پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس راستے میں اپنے ساتھ ملاتے ہیں، جبکہ مؤمنین کا باہمی تعلق دنیاوی غرض اور مادی مفاد پر مبنی نہیں ہے، ان کا باہمی تعلق ایمان کے رشتہ پر استوار ہے اور اسی وجہ سے وہ خود بھی نیک اعمال کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکیوں کی ترغیب دیتے ہیں، خود بھی برائیوں سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو برے کام نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری)

۸۵. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۷۸﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۷۹﴾﴾

نیز فرمایا کہ

”بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی، اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے، حد سے تجاوز کرتے تھے، جو برائی کرتے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، یقیناً وہ بہت برا کرتے تھے۔“ (المائدہ: ۷۸، ۷۹)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں بنی اسرائیل کے ان نافرمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تہمید اور سرکشی میں حد سے گذر گئے تھے۔ انہوں نے یونانی بت پرستوں کی تقلید میں شرک اور کفر پر مبنی ساری رسوم اور طور طریقے اختیار کر لئے تھے اور ان پر کچھ اس طرح جم گئے تھے کہ پلٹنے کے لئے تیار نہ تھے۔ نہ مجرم جرائم سے باز آتے تھے اور نہ کوئی ان پر گرفت کرتا تھا، منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض و تکرر کا اظہار تک نہیں ہوتا تھا بس سب باہم ہر طرح کی برائیوں میں شیر و شکر ہو گئے، تب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کرائی، اور اس لعنت کی وجہ یہ تھی کہ سارے برائیوں میں مبتلا تھے اور اگر کوئی بچا ہوا بھی تھا تو اسے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کو برے کاموں سے روکے۔ روکنا تو درکنار ان کے سامنے اپنی طبعی تکرر اور برائی پر نفرت کا اظہار ہی کر دے۔ (تفسیر عثمانی)

۸۶. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾

نیز فرمایا کہ

”آپ کہیے یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔“ (الکہف: ۲۹)

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ حق واضح ہو کر پوری طرح سامنے آ گیا اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری مکہ کا رئیس رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے پاس فقراء صحابہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی، حاضرین میں اسی طرح کے اور بھی اصحاب تھے، عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس آنے اور آپ ﷺ کی بات سننے میں یہی لوگ مانع ہیں، آپ ﷺ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کریں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا کہ آپ ﷺ انہی کے ساتھ رہیں اور کفار سے کہہ دیں کہ اب حق واضح ہو چکا ہے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے، کسی کے ایمان میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں اور کسی کے کفر میں ہمارا کوئی

نقصان نہیں، ہم نے ان ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قاتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی۔

(معارف القرآن ۵/۵۸۶)

۸۷. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ فَأَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾

نیز فرمایا کہ

”جو تمہیں حکم ملا ہے اسے واشگاف کہہ دو۔“ (الحجر: ۹۴)

**تفسیری نکات:** ساتویں آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جو احکام الہی ملے ہیں انہیں علی الاعلان سب کو بتادیں اور اس دعوت میں کسی جھجک اور تامل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس آیت کے نزول سے قبل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر عبادت اور تلاوت کیا کرتے تھے اور دعوت بھی خفیہ تھی، اس آیت میں حکم ہو گیا کہ تبلیغ دین کا کام علی الاعلان کریں۔

(تفسیر عثمانی، معارف القرآن: ۵/۳۱۴)

۸۸. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعِزِّهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴾

نیز فرمایا کہ

”جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ہم نے ان کو نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کرتے

تھے۔“ (الاعراف: ۱۶۵)

**تفسیری نکات:** آٹھویں آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم نے انہیں نجات دی جو برے کاموں سے دوسروں کو منع کیا کرتے تھے اور جو نافرمانی میں مبتلا تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس آیت سے ماقبل کی آیات میں اہل سبت کا ذکر ہے جنہیں یوم السبت کو مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا تھا، مگر انہوں نے اس حکم سے بچنے کے لئے حیلہ تراشا اور حکم الہی کی پابندی سے گریز کیا، ان میں سے کچھ اللہ سے ڈرنے والوں نے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی اور انہیں حتی الوسع فہمائش کی مگر وہ باز نہ آئے اور اپنی بد عملی پر مصر رہے اور انہوں نے تمام نصیحتوں کو اس طرح بھلا دیا گویا انہوں نے سنا ہی نہیں، تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالموں کو سخت عذاب میں گرفتار کر لیا۔ آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناصحین کے بھی دو گروہ ہو گئے تھے، ایک گروہ تو عاجز آچکا تھا اور اصلاح سے مایوس ہو چکا تھا، اور دوسرا گروہ جس نے آخر وقت تک وعظ و نصیحت کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے دونوں کو نجات دیدی اور جو خود برائی کے مرتکب نہ تھے لیکن اس پر خاموش تھے اور وعظ و نصیحت نہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان کا ذکر نہیں فرمایا، یعنی وہ ساکت رہے تو اللہ نے بھی ان کے ذکر سے سکوت فرمایا۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)



## ایمان کا ادنیٰ درجہ برائی کو بدل سے برا سمجھے

۱۸۴. فَأَلَاوُلُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۸۴):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان.

**کلمات حدیث:** منکر: بری بات، برا کام، ہر وہ بات یا کام جسے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے برا قرار دیا ہو، جمع منکرات و یغیرہ: اسے چاہئے کہ اسے بدل دے۔ غیر تغیراً (باب تفعلیل) تبدیل کر دینا، بدل دینا۔

## منکرات سے روکنے کے تین درجات ہیں

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ایمان کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں اور ان تینوں درجات کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایک مؤمن جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے برخلاف کوئی بات ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کا کیا رد عمل ہو، پہلا درجہ یہ ہے کہ ہاتھ سے مٹا دے مگر بشرط استطاعت اور قدرت، اگر ہاتھ سے مٹا دینے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر معاشرے میں برے لوگوں کے غائب کی بناء پر یہ قدرت بھی نہ رہے تو پھر دل میں برا سمجھے اور ناگوار محسوس ہو اور اگر اللہ کے فضل و کرم سے اس برائی سے خود بچا ہوا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور دعا کرے کہ اللہ! مجھے آپ آئندہ بھی اس برائی سے اسی طرح محفوظ رکھے جس طرح آپ نے اس وقت حفاظت فرمائی ہوئی ہے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے، اگر کوئی مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو دل سے بھی برا نہ سمجھے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترتیب بیان کی گئی ہے یہ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور اجماع سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جس سے ہمارا جس قدر تعلق ہو اسے ہمیں زیادہ فہمائش اور زیادہ متوجہ کرنا کہ فلاں کام یا فلاں بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اسے کرنا چاہئے اور فلاں بات یا فلاں کام اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اس سے بچنا چاہئے۔ غرض جو جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی نصیحت کا اور خیر کی جانب توجہ دلانے کا مستحق ہے۔

واضح رہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے وقت خلوص اور حسن نیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور جو بات کہی جائے وہ بہت دل سوزی، نرمی اور محبت سے ایسے لب و لہجہ میں کہی جائے کہ سننے والا خود محسوس کرے کہ میرا ناصح میرا مخلص ہے اور وہ میرے لئے خیر اور



بھلائی چاہتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۸/۲، روضة المتقین: ۲۳۶/۱)

## منکرات کو کم از کم دل سے برا سمجھنا ضروری ہے

۱۸۵. الثَّانِي عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ نَبَى بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةٌ خَرْدَلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس امت میں کوئی نبی مبعوث فرمایا اسے اپنی امت میں سے سچے اصحاب مل گئے جو اس کی سنت کی پیروی کرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے پھر ان کے بعد لوگ آئے جو جو کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے اور جو انہیں حکم دیا جاتا اس پر عمل نہ کرتے، جو شخص ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ باقی نہیں رہا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۸۵):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان.

**کلمات حدیث:** حواریون کا واحد حواری ہے، مددگار، انبیاء کرام کے خاص مددگار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریبی ساتھی۔ خُلُوف، الخلف: مصدر، قائم مقام ہونا۔ خَرْدَل: رائی کا دانہ۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک میں بڑے دلکش انداز میں امتوں کے سبب زوال کی نشاندہی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اول اول ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے لائے ہوئے احکام بجالاتے ہیں، پھر کچھ وقت گزر جاتا ہے تو بعد میں آنے والوں میں وہ قوت ایمانی نہیں رہتی اور ضعف ایمان کے ساتھ ان کے اعمال میں بھی فساد سرایت کر جاتا ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ زبان سے بڑی اچھی اور خوبصورت بات کرتے ہیں لیکن عملی صورت مختلف ہوتی ہے اور وہ کام کرتے ہیں جن کا اللہ نے اور رسول نے حکم نہیں دیا۔ ایسے لوگوں سے جہاد کیا جائے، ہاتھ سے جہاد، قلب سے جہاد، اور زبان سے جہاد غرض جو ان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے۔

اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے، یعنی جو منکر کی مزاحمت ہاتھ سے، زبان سے اور دل سے نہیں کرتا، دل میں اسے ناگواری بھی محسوس نہیں ہوتی تو گویا وہ اس پر راضی ہے اور اللہ کے حکم کے خلاف کسی بات پر راضی ہونا اس کا دائرہ ایمان سے خارج

ہوتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۲۴/۲، روضة المتقین: ۲۳۸/۱)

۱۸۶. الثَّالِثُ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهُ، وَعَلَى اثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلَى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ بُرْهَانٌ، وَعَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”الْمَنْشَطُ وَالْمَكْرَهُ“ بِفَتْحٍ مُبْمِیْهِمَا أَى فِی السَّهْلِ وَالصَّعْبِ . ”وَالْإِثَرَةُ“ الْإِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَكِ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهَا . ”بَوَاحًا“ بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَآوْ ثُمَّ أَلِفٌ ثُمَّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ أَى ظَاهِرًا لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا .

(۱۸۶) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سماع و طاعت پر بیعت کی کہ تنگی ہو یا فراخی ہو، ہمیں کوئی حکم آسان لگے یا دشوار محسوس ہو، خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور یہ کہ ہم اپنے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے جب تک ان میں کھلا کفر نہ دیکھیں جس میں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو اور یہ کہ ہم ہر موقع پر اور جہاں بھی ہوں سچ بولیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۸۶):** صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ترویج بعدی اموراً تنکرونها۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة اهل الاهواء فی غیر معصیۃ .

**راوی حدیث:** حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے، حفاظ صحابہ میں سے تھے۔ اصحاب صفہ کو قراءت سکھاتے تھے، مرویات کی تعداد ”۱۸۱“ ہے، جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ ۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

**کلمات حدیث:** الْمَنْشَطُ : وہ کام جس میں خوشی محسوس ہو۔ نَشَاطٌ، نَشَاطًا (باب سماع) خوش ہونا۔ مکرہ : امر ناگوار۔ کرہ کرہا کراہۃ (باب سماع) ناپسند کرنا۔

**شرح حدیث:** اسلام نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور انہیں یہ اصول دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ان کے درمیان محبت و حسن سلوک اور ایک دوسرے کی خیر خواہی ایسی ہو جیسے تمام مؤمن مل کر ایک جسد واحد کی طرح ہیں کہ اگر جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا احساس پورے جسم کو ہوتا ہے اور مسلمانوں کا معاشرہ آپس کے اتحاد اور اتفاق میں ایک پائیدار دیوار کی طرح ہے کہ دیوار کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی اور پائیداری کا سبب ہے۔

یعنی مسلمانوں کے درمیان باہم کشمکش اور عداوت و دشمنی نہیں ہوتی، وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں وہ دوسروں کا حق چھیننے کے بجائے ایثار کرتے ہیں اور اپنا حق دوسروں کو دینے کے لئے تیار رہتے ہیں، وہ اپنے حکمرانوں سے بھی منازعت اور کشمکش کا رویہ نہیں رکھتے بلکہ سماع و طاعت پر عمل کرتے ہیں سوائے اس کے کہ حکمرانوں میں کھلا کفر ظاہر ہو جائے۔

حدیث میں کُفْرٌ بَوَاح (کھلا کفر) کے الفاظ ہیں جس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ یہ کفر ہی ہے اور اس میں شک نہ ہو تو اس کو حکمرانی سے ہٹانے کی تدبیر کی جائے گی ورنہ نہیں، علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا گناہ اور معصیت جس کے معصیت ہونے پر واضح دلیل موجود ہو۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، روضة المتقین: ۱/۲۳۹)

### ہر موقع پر حق بات کہے اس میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرے

۱۸۷. الرَّابِعُ عَنِ السُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهْمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا وَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيهِ نَصِيبَنَا خَرْقًا وَلَمْ نُوذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ تَرَكَوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

الْقَائِمُ فِي حُدُودِ اللَّهِ تَعَالَى، مَعْنَاهُ الْمُنْكَرُ لَهَا الْقَائِمُ فِي دَفْعِهَا وَإِزَالَتِهَا وَالْمُرَادُ بِالْحُدُودِ: مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ وَ"اسْتَهْمُوا" اقْتَرَعُوا.

(۱۸۷) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جس نے کشتی پر سواری کے لئے قرعہ اندازی کی بعض اس کی اوپر کی منزل میں سوار ہوئے اور بعض چلی منزل میں، چلی منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر والوں سے گزرتے ہیں انہوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے حصے میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں، اگر اوپر والے ان کو اس ارادے پر عمل کرنے دیں اور انہیں نہ روکیں تو سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ کو پکڑ لیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی سب کو بھی ہلاکت سے بچالیں گے۔ (بخاری)

القائم فی حدود اللہ کے معنی ہیں اللہ کی حدود کا انکار کرنے والا، ان کو روکنے والا اور ان کو ختم کرنے والا ہے، حدود کے معنی ہیں وہ تمام امور جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اسْتَهْمُوا کے معنی ہیں انہوں نے قرعہ ڈالا۔

**تخریج حدیث (۱۸۷):** صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة.

**کلمات حدیث:** السفینة: کشتی۔ جہاز جمع سفن۔ نخرقنا، الخرق، پھاڑنا، شکاف، جمع خروق.

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ نے جن امور سے منع فرمایا ہے وہ سب کے سب حدود اللہ ہیں، القائم فی حدود اللہ کے معنی ہیں ان کو قائم کرنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا، اور الواقع فیہا سے مراد وہ لوگ ہیں جو معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ معاشرے کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ لوگ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے

اور معصیت کا مرتکب ہو تو دوسرے لوگ اسے روکیں اور باز رکھیں، اس بات کو آپ ﷺ نے ایک خوبصورت مثال کے ذریعہ بیان فرمایا کہ اگر کشتی میں لوگ سوار ہو جائیں اور قمر نہ اندازی کر کے متعین کر لیں کہ ان میں سے کون لوگ اوپر کی جگہ لیں گے اور کون سے نیچے رہیں گے، اب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوئی اور دوبار بار اوپر جانے لگے جس پر اوپر والوں کو تکلیف ہوئی تو نیچے والوں نے کہا کہ ہم نیچے اپنے حصہ میں سوراخ کر لیتے ہیں تاکہ یہیں سے پانی لیتے رہیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو، اس صورت میں اگر کچھ لوگ انہیں روک دیں اور نیچے حصے میں سوراخ نہ کرنے دیں تو خود بھی غرق ہونے سے بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح اگر معاشرے میں ایسے لوگ ہوں جو حدود اللہ کو توڑنے والوں کو روکیں۔ انہیں معصیتوں سے باز رکھیں تو وہ خود بھی اللہ کی گرفت سے بچ جائیں گے اور باقی سب لوگوں کو بھی تباہی اور بربادی سے بچالیں گے۔

(فتح الباری: ۲۸/۱، روضة المتقین: ۱/۲۴۰، مظاهر حق جدید: ۴/۶۵۰)

### حکام کے خلاف شرع امور پر نکیر کرنا ضروری ہے

۱۸۸. الْخَامِسُ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ هِنْدَ بِنْتِ أَبِي أُمَيَّةَ حَدِثَتْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أَمْرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرَأَنِي وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ تَقَاتَلَهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْكَاراً بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرَأَ مِنَ الْإِثْمِ وَأَذَى وَظِلْفَتِهِ وَمَنْ أَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهِ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هَذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْغَاصِي.

(۱۸۸) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ایسے لوگ حاکم بنائے

جائیں گے کہ ان کے کچھ کام تمہارے جانے پہچانے اور کچھ کام ناپسندیدہ ہوں گے، جس نے ان کی بری باتوں پر اظہار ناگواری کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ بچ گیا لیکن جو راضی ہو گیا اور ان کی پیروی کی وہ انہیں میں شامل ہو گیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قال کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اپنے دل میں ناگواری محسوس کی لیکن ہاتھ سے اور زبان سے رد نہ کر سکا تو وہ گناہ سے بری ہو گیا جیسے اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہو اور جس نے اپنی طاقت کے بقدر اسے رد کیا تو وہ معصیت سے محفوظ رہا اور جو ان کے فعل پر راضی ہو گیا اور ان کی پیروی کی تو وہ گناہ گار ہے۔

**تخریج حدیث (۱۸۸):**

صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع.

**کلمات حدیث:** بری، برء، برء، برء، برء، بری ہونا، نجات پانا۔



**شرح حدیث:** امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر امیر کی اطاعت شرعی قواعد کے مطابق قائم ہو جائے تو تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر اجماع ہے۔

یہ حدیث مبارک رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ پیشین گوئی پر مشتمل ہے کہ آپ ﷺ نے جس صورت حال کی خبر دی وہ پوری ہو گئی، یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ جو شخص منکر کے ازالہ سے عاجز ہو اور زبان سے بھی اس پر گرفت نہ کرے تو وہ سکوت پر گناہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس وقت گناہ گار ہوگا جب دل سے راضی ہو اور ان کی متابعت کرے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۵۴، روضۃ المتقین: ۱/۲۴۱)

### اعلانیہ گناہ کا ہونا یہ امت کی ہلاکت ہے

۱۸۹. السَّادِسُ عَنْ أَمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَرِغًا يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُلُّ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرِّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمُ مِنْ رَدْمِ يَابُجُوجَ وَمَا جُوجَ مِثْلُ هَذِهِ، وَحَلَّقَ بِأَصْبَعِيهِ إِلَّا بِهَامٍ وَالَّتِي تَلِيهَا فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ: قَالَ: "نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۸۹) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ گھبرائے ہوئے آئے، آپ ﷺ فرما رہے تھے لا الہ الا اللہ عرب کے لئے تباہی اس شر سے جو قریب آ گیا، آج یا جوج ماجوج کی دیوار اس قدر کھول دی گئی ہے، آپ ﷺ نے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے حلقہ بنایا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، اور ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۸۹):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قصة ياجوج وماجوج وغيرهما من الكتب.

صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب اقتراب الفتن وفتح ردم ياجوج وماجوج.

**راوی حدیث:** حضرت ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں، آغاز ہی میں اسلام لے آئیں تھیں، آپ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا جو رسول کریم ﷺ کے متبنی تھے، بعد میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں، رات کو نوافل پڑھتیں اور دن کو روزہ رکھتی تھیں، آپ سے "۱۱" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔

۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ (اسد الغابۃ، الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** ویل: برائی، ہلاکت، دوزخ کی ایک داوی۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے سد یا جوج وماجوج کھلنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور اپنے انگوٹھے اور برابر کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتایا کہ اتنی کھل گئی ہے اور فرمایا کہ ہلاکت ہے عرب کے لئے، یہ اس لئے فرمایا کہ اس وقت اکثر مسلمان عرب ہی تھے، اور حدیث میں وارد شر سے مراد وہ فتن اور حوادث ہیں جن کا آغاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوا اور پھر فتنے

پے در پے آتے گئے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ شر سے مراد فتوحات کے بعد مال و دولت کی کثرت ہے کہ مال کی کثرت کی بناء پر مسلمانوں میں باہمی تنافس اور کشمکش اور حصول امارت کی سعی شروع ہوئی۔

خبث سے مراد فواحش اور بدکاری کے کام ہیں یعنی فسق و فجور کے عام ہونے کی صورت میں جو تباہی و بربادی آئے گی وہ سب کو محیط اور نیک و بد سب کو شامل ہوگی۔ (فتح الباری: ۱/۲۹۴)

### راستے میں بیٹھنے والے راستے کا حق ادا کریں

۱۹۰. السَّابِغُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطَّرِيقَاتِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بَدَّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۹۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے گریز کرو، صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ہمارے لئے یہ مجالس ضروری ہیں کیوں کہ یہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھنا ضروری ہے تو راستہ کو اس کا حق دو، صحابہ نے عرض کی: راستہ کا حق کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہ نیچی رکھنا، ایذا سے رکنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۱۹۰):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب ائنیۃ الدور والجلوس فیہا علی الصعدات۔

صحیح مسلم، کتاب النّیاس، باب النّہی عن الجلوس فی الطّرفات۔

**کلمات حدیث:** غَضُّ الْبَصَرِ: نگاہ نیچی کرنا۔ غَضُّ، غَضًّا (باب نصر) غَضُّ طرفہ: نگاہ پست کی۔ كَفُّ، كَفًّا (باب نصر) رکنا، باز رہنا۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبوت کے مزاج شناس تھے انہیں علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ راستوں میں بیٹھنے سے احتراز کرو وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ بطور ترغیب ہے کیوں کہ اگر صحابہ کرام یہ بات نہ سمجھتے تو کبھی آپ ﷺ سے مراجعت نہ کرتے۔

آپ ﷺ فرمایا: اگر کاروباری ضرورت یا کسی اور حاجات کیلئے راستوں میں بیٹھنا ضروری ہو تو راستہ کے حقوق ادا کرو، جو یہ ہیں:

(۱) آنکھیں نیچی رکھنا۔

(۲) ایذا سے بچنا یعنی غیبت سے اور ہر اس بات اور کام سے اجتناب کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی ہر اس بات کی ترغیب دینا اور توجہ دلانا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا اور اس کے برے انجام سے ڈرانا جس سے شریعت نے منع کیا ہو۔

(فتح الباری: ۱/۲۰، روضة المتقین: ۱/۲۴۲)

## مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے

۱۹۱۔ الثَّامِنُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خَاتِمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ: "يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جُمُرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ" فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتِمَكَ، انْتَفِعْ بِهِ. قَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَخْذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "رَوَاهُ مُسْلِمٌ."

(۱۹۱) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگلی دیکھی، آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لے، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگلی اٹھا لو اور کسی کام میں لاؤ، اس نے کہا کہ نہیں قسم بخدا جب اسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں کبھی اسے نہیں اٹھاؤں گا۔

**تخریج حدیث (۱۹۱):** صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجل.

**کلمات حدیث:** الجمرة: انگارہ۔

**شرح حدیث:** سونا اور ریشم مردوں کے لئے حرام ہے اور اس حدیث مبارک سے مردوں کے لئے سونے کی انگلی وغیرہ پہننے کی حرمت قطعی ثابت ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین پر اسی طرح عمل کرتے تھے، اب یہ ارشادات نبوت ہمارے سامنے احادیث اور سنت کے عظیم ذخائر کی صورت میں موجود ہیں اور ہمارے اوپر سنت نبوی ﷺ پر اسی طرح عمل لازم ہے، ان صاحب نے رسول کریم ﷺ کے حکم پر اس طرح عمل کیا کہ جب آپ ﷺ نے ان کی انگلی نکال کر پھینک دی تو انہوں نے اس کو اٹھانا تک گوارہ نہیں کیا اور نہ کسی دلیل کا سہارا لیا، حالانکہ وہ اس کو اپنے اہل خانہ کو دے سکتے تھے یا کسی اور کام بھی لاسکتے تھے لیکن ان کی غیرت نے اس کو گوارہ نہیں کیا کہ وہ اسے ہاتھ بھی لگائیں۔

(روضۃ المتقین: ۱/۲۴۴)

## رعایا پر ظلم کرنے والے بدترین حکمران ہیں

۱۹۲. التَّاسِعُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ: أَيُّ بُنَى إِيَّيْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْخُطْمَةُ، فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ" فَقَالَ لَهُ: اجْلِسْ فَإِنَّمَا أَنْتَ مِنْ نَحَالَةِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نَحَالَةٌ إِنَّمَا كَانَتْ النُّحَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِي غَيْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۹۲) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ برے حاکم وہ ہیں جو ظالم ہیں، دیکھنا ان میں سے نہ ہونا، ابن زیاد نے کہا بیٹھ جاؤ، تم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں بھوسہ کی مانند ہو، عائذ نے کہا کہ کیا صحابہ میں بھی بھوسا تھا، بھوسہ تو ان کے بغداد اور ان کے علاوہ آیا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۹۲):** صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامام العادل.

**راوی حدیث:** حضرت عائذ بن عمرو مزینی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں حدیبیہ میں شرکت فرمائی، ان سے آٹھ احادیث مروی

ہیں جن میں تین متنقل علیہ ہیں۔ (۱) ۶۷ھ میں انتقال کیا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۶۰)

**کلمات حدیث:** الخطمة: ظالم و بے درود چرواہا، (ظالم حاکم) النحالة: بھوسی۔

**شرح حدیث:** حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے برے لوگ ظالم حکمران ہیں، پھر اس کو نصیحت کی کہ دیکھو کہیں تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کا ذکر اس ارشاد نبوت میں ہوا ہے، اس پر اس نے کہا کہ تم صحابہ کرام کی جماعت میں ایسے ہو جیسے آٹے میں بھوسی، اس پر عائذ نے فرمایا کہ بھوسی قسم کے لوگ تو صحابہ کرام کے بعد آئے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو سادات امت اور ساری انسانیت کے سب سے بہترین لوگ تھے۔

(روضة المتقين: ۱/۲۴۴، دلیل الفالحین: ۱/۳۶۰)

## امت برائی سے روکنا چھوڑ دے گی تو ان کی دعا قبول نہ ہوگی

۱۹۳. الْعَاشِرُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۱۹۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عتاب بھیج دے پھر تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔ (ترمذی)



**تخریج حدیث (۱۹۳):**

الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر .

**شرح حدیث:**

یہ حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ واقعات اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے قیامت تک کے تمام واقعات سے مطلع فرمایا تھا۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں کہ اس امت کے اٹھائے جانے کی غرض و غایت ہی اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمائی کہ یہ اچھائیوں کا نیکیوں کا، اور بھلائیوں کا اور خیر کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، یہ اس قدر عظیم فریضہ ہے کہ یا تو امت اس کو انجام دیتی رہے گی تو اللہ کے مقرر کئے ہوئے منصب امامت کی تکمیل کرنے والی ہوگی اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں سستی کرے گی اور تساہل اختیار کرے گی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور آفات کی صورت میں اپنا عتاب نازل فرمادے اور ہماری دعاؤں سے بھی نہ ٹلیں، یعنی ظالم حکمرانوں، سلاطین ہو جائیں گے اور دیگر بلائیں جکڑ لیں گی، تم دعائیں کرو گے کہ یہ آفات ہم سے دور کر دی جائیں تو دعائیں قبول نہ کی جائیں گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوتاہی پر نازل ہونے والی ابتلاء سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ واللہ اعلم

(تحفة الاحوذی: ۳۹۱/۶، روضة المتقین: ۲۴۵/۱، دلیل الفالحین: ۳۶۱/۱، مظاہر حق جدید: ۶۵۲/۴)

**حاکم کے سامنے حق کہنا یہ بھی جہاد ہے**

۱۹۴. الْحَادِي عَشَرَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

”أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ“ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۱۹۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین جہاد ظالم سلطان کے

سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۱۹۴):**

الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی افضل الجہاد .

**کلمات حدیث:**

جائر: ظالم۔ جَارَ جَوْرًا (باب نصر) ظلم کرنا، زیادتی کرنا۔

**شرح حدیث:**

جہاد کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے افضل ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے تاکہ وہ اپنے ظلم و ستم سے باز

آجائے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو اس لئے افضل جہاد کہا گیا ہے کہ جنگ و قتال میں اگر مجاہد مارا جاتا ہے تو سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے اور فتحیاب ہو کر لوٹتا ہے تو غازی بنتا ہے، یعنی جنگ و قتال میں جان کے بچ جانے کا بھی امکان موجود ہے جبکہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا مطلب اپنی جان کو اس کے قہر و غضب کے حوالے کر دینا ہے کہ نہ معلوم کیا سلوک

کرے۔ (تحفة الأحوذی: ۳۹۶/۶)

۱۹۵. الثانی عشر عن ابی عبد اللہ طارق بن شہاب البجلی الأحمسی رضی اللہ عنہ أن رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد وضع رجله فی الغرر: أي الجہاد الفضل؟ قال: "کلمة حق عند سلطان جائر" رواه النسائی بإسناد صحيح.

"الغرر" بغین معجمة مفتوحة ثم راء ساكنة ثم زاي وهو ركاب كور الجملي اذا كان من جلد أو خشب وقيل لا يختص بجلد وخشب.

(۱۹۵) حضرت طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا جب کہ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ہوا تھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ (النسائی)

غرر: اونٹ کے نیچے کی لکڑی یا چمڑے کی رکاب، کسی نے کہا کہ عام ہے لکڑی یا چمڑے کی تخصیص نہیں ہے۔

**تخریج حدیث (۱۹۵):** سنن النسائی، کتاب البيعة، باب فضل من تكلم بالحق عند امام جائر.

**راوی حدیث:** حضرت ابو عبد اللہ طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے، ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ۳۳ھ میں انتقال کیا۔ (الاضابة فی تمیز الصحابة)

**شرح حدیث:** حسب حدیث اس حدیث کا موضوع بھی جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قدم مبارک رکاب میں رکھ چکے تھے کہ کسی نے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ جور کے معنی ظلم کے اور اعتدال کے راستے سے ہٹ جانے کے ہیں۔ سلطان جابر وہ ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف نہ کرے، ایسے ظالم کے سامنے وہی کلمہ حق کہے گا جو ایمانی قوت رکھتا ہو کہ سلطان جابر کے سامنے اس کو ٹوٹے اور کہے کہ تم فلاں ظلم و زیادتی کر رہے ہو اس سے باز رہو، اور یہ افضل جہاد اس لئے ہے کہ بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والا اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر صرف اللہ کی رضا کے لئے یہ بات کہتا ہے تاکہ خلق خدا کو ظلم اور زیادتی سے نجات ملے۔ (دلیل الفالحین: ۳۶۲/۱، روضة المنفین:

(۲۴۵/۱)

### بھلائی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا باعشر رحمت ہے

۱۹۶. الثالث عشر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل انه كان الرجل یلقى الرجل فیقول: یا هذا اتق اللہ وذع ما تصنع فإنه لا یجزل لك ثم یلقاه من الغد وهو علی حاله فلا یمنعه ذلك ان یتکون اکیله وشریبه وقعیده فلما فعلوا ذلك ضرب اللہ قلوب بعضهم ببعض، ثم قال "لعن الذین کفروا من"

بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ . كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ  
عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ . تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ  
أَنْفُسُهُمْ إِلَى قَوْلِهِ "فَاسْقُون" ثُمَّ قَالَ : "كَلَّا وَاللَّهِ لَنَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَنَنْهَوَنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَنَأْخُذَنَّ  
عَلَى يَدِ الظَّالِمِ ، وَلَنَأْطِرْنَهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا وَلَنَقْصُرْنَهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا أَوْ لَيُضْرِبَنَّ اللَّهُ بِقُلُوبِ  
بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ . هَذَا  
لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو إِسْرَآئِيلَ فِي  
الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَجَالَسُوهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ وَآكَلُوهُمْ وَشَارَبُوهُمْ فَضَرَبَ اللَّهُ  
قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ "  
فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَكِنًا فَقَالَ : "لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى تَأْطِرُوهُمْ  
عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا ."

قَوْلُهُ : "تَأْطِرُوهُمْ" : أَيُ تَعْطِفُوهُمْ "وَلَنَقْصُرْنَهُ" : أَيُ لَتَحْبِسُنَّهُ .

(۱۹۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بنی اسرائیل میں  
جو کمزوری نمایاں ہوئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک دوسرے سے ملتا تو کہتا اے بندہ خدا اللہ سے ڈر اور جو برا کام تو کر رہا ہے وہ نہ کر یہ تیرے  
لئے حلال نہیں ہے، پھر جب اگلے دن اس سے ملتا تو پھر اسی طرح کی حالت میں ملاقات ہوتی تو اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے سے  
باز نہ رہتا، جب یہ کرنے لگے تو اللہ نے ان کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیئے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جو لوگ  
بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے  
تجاوز کرتے تھے اور برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، ان سے باز نہ آتے تھے، بلاشبہ وہ برے کام کرتے تھے تم ان میں بہت سو کو دیکھو  
گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ برا ہے، آپ ﷺ نے یہ آیت فاسقون تک پڑھی پھر آپ ﷺ  
نے فرمایا کہ ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم ضرور امر بالمعروف کرتے رہو گے اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑو گے اور اسے حق  
پر چلنے پر آمادہ کرو گے اور حق پر چلنے پر مجبور کرو گے، ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک دوسرے کے دلوں کو یکساں کر دے گا اور پھر تم پر اسی طرح  
لعنت کریگا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں)

اور ترمذی میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں ملوث ہو گئے تو اولاً ان کے علماء نے ان کو منع  
کیا لیکن وہ باز نہ آئے، تو وہ منع کرنے والے بھی ان کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ  
نے ان کے دل باہم ایک دوسرے کی طرح کر دیئے اور اللہ نے ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی کیوں کہ انہوں نے  
نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے۔



راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک کہ تم ان کا رخ پوری طرح حق کی طرف نہ موڑ دو۔

نَاطِرُوهُمْ: کے معنی ہیں کہ تم ان کا رخ موڑ دو۔ لَنْقَصِرُنَّ: یعنی تم ان کو روک دو۔

**تخریج حدیث (۱۹۶):** سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی۔ جامع الترمذی، ابواب التفسیر،

تفسیر سورة المائدة۔

**کلمات حدیث:** لَنْقَصِرُنَّ: تم ضرور اس کا رخ حق کی جانب موڑ دو گے۔ اطرہ اطراً (باب ضرب ونصر) موڑنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اول اول دینی کمزوری اور اخلاقی انحطاط کا آغاز اس طرح ہوا کہ ان لوگوں نے معاصی کا ارتکاب شروع کیا تو ان کے اہل دین اور علماء انہیں منع تو کرتے تھے لیکن خود ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان کے ہم نوالہ و پیالہ بنے ہوئے تھے، چاہئے تو یہ تھا کہ اہل ایمان ان کو برائیوں سے روکتے اور خود ان کی برائیوں سے بچنے کے لئے ان سے فاصلہ رکھتے اور ان کی مجلسوں سے احتراز رکھتے مگر وہ ان کے ساتھ تعلق اور ان کی مجالس میں شرکت کرتے جس سے ان کی معصیتوں کی سیاہی سے ان کے اپنے دل بھی سیاہ ہو گئے اور ان کے دل بھی اہل معصیت کے ساتھ ہو گئے۔

اس امت کا یہ فریضہ ہے کہ لازماً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں ورنہ اصلاح کرنے والوں کے قلوب بھی اہل معاصی کی طرح ہو جائیں گے اور اسی طرح مستحق لعنت ہو جائیں گے، جس طرح بنی اسرائیل ہو گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ضرور یہ فریضہ انجام دینا پڑے گا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اور صرف زبانی کافی نہیں ہے بلکہ عملاً ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے آمادہ کرو کہ ظلم سے باز آ جائے، حق اور عدل و انصاف کی طرف پلٹ آئے اور ظلم و جور سے اپنا رخ پوری طرح موڑ کر تمام تر عدل و انصاف کا خوگر ہو جائے، اگر تم اس فرض کی انجام دہی سے قاصر رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہو چکا ہے۔

## ظالم کو ظلم سے نہ روکنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے

۱۹۷۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ لَتَقْرُونَ هَذِهِ الْآيَةَ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ" وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَيْهِ يَدِيهِ أَوْ شَكَّ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ.

(۱۹۷) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان

والو! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنے نفوس کی فکر کرو تمہیں وہ لوگ ضرور نہیں پہنچا سکتے جو گمراہ ہو گئے اگر تم ہدایت پر جمے رہو، (المائدة:



(۱۰۵) اور میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

**تخریج حدیث (۱۹۷):** سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب

ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر لمنکر :

**کلمات حدیث:** اَوْشَكَ : قریب ہے۔ وَشَكَاَ، (باب کرم) قریب ہونا، جلدی ہونا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو (یعنی المائدہ کی آیت ۱۰۵) کہ اے مسلمانو! تم اپنی فکر کرو اگر تم ہدایت پر ہو تو کوئی اگر گمراہ ہو جائے تو تمہارا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، تمہاری اس آیت کی تلاوت سے یہ نیت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو لوگ گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو حتی الوسع روکنے کی کوشش نہ کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب میں پکڑ لے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کرو جن میں خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی شامل ہے، اگر تمہاری برائیوں سے روکنے کی حتی الوسع سعی کے بعد بھی کوئی برائی سے باز نہ آئے اور تم خود ہدایت کی راہ پر چل رہے ہو تو گمراہوں کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے معارض نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کر لو، اس کے باوجود بھی اگر کوئی اپنی غلطی پر جمار ہے تو پھر تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے کیوں کہ تم اپنے فرائض کو ادا کر چکے ہو۔ (معارف القرآن : ۲/۲۵۱، روضة المتقین : ۱/۲۴۸)



الباب (۲۴)

تغلیظ عقوبۃ من أمر بالمعروف ونهی عن منکر وخالف قوله فعله

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، قول و فعل کا تضاد اور اس کی سزا

۸۹. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ نَسُوا أَنْفُسَكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو فراموش کر دیتے ہو اور تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو..... کیا تم نہیں سمجھتے۔“

(البقرة: ۴۴)

تفسیری نکات:

پہلی آیت میں خطاب اگرچہ علمائے یہود سے ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو نصیحت کرتے تھے کہ اسلام پر قائم رہو۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ خود ان کے نزدیک دین اسلام دین برحق تھا، مگر وہ خود اس حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن معنی کے اعتبار سے اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے اور خود عمل نہ کرے ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں بڑی ہولناک وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بے عمل کے لئے یا فاسق کے لئے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص خود کسی معصیت میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے۔ اچھا عمل ایک مستقل نیکی ہے اور اس اچھے عمل کی تبلیغ جدا اور مستقل نیکی ہے۔ ایک نیکی کا ترک اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسری نیکی کو بھی چھوڑ دیا جائے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا وہ روزہ بھی نہ رکھے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ہر شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گناہ گار ہوں میں کسی کو کیا نصیحت کروں گا، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی تبلیغ کرنے والا باقی نہیں رہے گا کیوں کہ ایسا کون ہے جس نے کبھی کوئی معصیت نہ کی ہو۔

سیدی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی بری عادت کا علم ہوتا ہے تو میں اس عادت کی مذمت اپنے مواعظ میں خاص طور سے بیان کرتا ہوں تاکہ وعظ کی برکت سے یہ عادت جاتی رہے۔

(معارف القرآن: ۱/۲۱۸)

۹۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَمْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾

﴿ تَقْعَلُونَ ﴾

نیز فرمایا:

”اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جسے کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو

کرتے نہیں ہو۔“ (القصف: ۲، ۳)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ ایسی بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اس آیت کے شان نزول میں بیان ہوا کہ چند صحابہ کرام جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں یہ گفتگو کی کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے تو ہم وہ عمل کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بذریعہ وحی مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو بلوایا اور انہیں سورۃ القصف سنائی۔

اس مقام پر حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

کسی کام کا محض دعویٰ کرنا کہ اس کے کرنے کا ارادہ نہ ہو گناہ کبیرہ اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے اور یہی سورۃ القصف کی اس آیت کا مقصود ہے اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ کرنے کا ارادہ ہو پھر بھی اپنی قوت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا مکروہ ہے۔

دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کام اس طرح کرنا کہ خود آدمی اس پر عمل پیرا نہ ہو، وہ اس آیت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے متعلق احکام و دیگر آیات اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں، جن کی غرض و غایت ایسے آدمی کو غیرت دلانا ہے کہ جب تم دوسروں کو نصیحت کر رہے ہو تو خود عمل کیوں نہیں کرتے، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں دعوت دیتے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کے کرنے کی خود کو ہمت یا توفیق نہیں ہے اس کی جانب دوسروں کو بلانا نہ چھوڑے، امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے خود اسے بھی توفیق عمل نصیب ہو جائے گی۔ (معارف القرآن: ۸/ ۴۲۴، تفسیر مظہری)

اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

۹۱. وَقَالَ تَعَالَى: إِنْخَبَرْنَا عَنْ شُعَيْبٍ "صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ":

﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَيْتُكُمْ عَنْهُ﴾

”اور میں نہیں چاہتا کہ میں خود اس کام میں تمہاری مخالفت کروں جس سے تمہیں منع کر رہا ہوں۔“ (ہود: ۸۸)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب نقل فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ میں جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں، مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر اپنے گھر میں بھر لوں۔ نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں تم سے پہلے خود اس کا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔ (تفسیر عثمانی: ۳۰۰)

## بے عمل و اعظ کی سزا

۱۹۸. وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ بْنِ خَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ”يُوتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ فَيَذُورُ بِهَا كَمَا يَذُورُ الْحِمَارُ فِي الرَّحَا فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ : يَا فُلَانُ مَا لَكَ ؟ أَلَمْ تَكُ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ ؟“ فَيَقُولُ : بَلَى كُنْتُ أَمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ ”مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .  
قَوْلُهُ : ”تَنْدَلِقُ“ هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَمَعْنَاهُ تَخْرُجُ : ”وَالْأَقْتَابُ“ : الْأَمْعَاءُ وَاحِدُهَا قِتَبٌ .

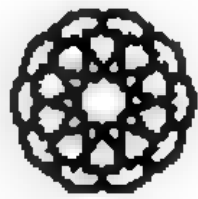
(۱۹۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، وہ آنتوں کو لے کر اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں تجھے کیا ہوا؟ کیا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ کہے گا کہ ہاں میں نیک کاموں کی تلقین کرتا مگر خود نہ کرتا اور برائی سے روکتا اور خود اس کو کرتا۔ (متفق علیہ)

تَنْدَلِقُ کے معنی ہیں باہر نکل آئیں۔ الْأَقْتَابُ : آنتیں، واحد قِتَبٌ .

**تخریج حدیث (۱۹۸):** صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وغیرہ . صحیح مسلم کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعل .

**کلمات حدیث:** فَتَنْدَلِقُ، اِنْدَلَقَ، اِنْدَلَقَا، (باب انفعال) کسی شے کا باہر نکل آنا۔ دَلَقَ دَلَقَا (باب نصر) دَلِقَ الباب : دروازہ کو زور سے کھولنا۔ دَلِقَ السيف : تلوار کا میان سے نکل پڑنا۔ اِقْتَابُ جمع قِتَبٌ : آنتیں۔

**شرح حدیث:** حدیث میں اس شخص کے لئے سخت وعید بیان فرمائی گئی جو امر بالمعروف کرے اور خود عمل نہ کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اس سے باز نہ آئے، اے جہنم میں پھینکا جائے گا اور اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی اور وہ درد و الم سے بے قرار ہو کر اس طرح پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بیان کرے گا کہ میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا اور خود باز نہیں آتا تھا۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۷۶)





## باب الامر باداء الأمانة امانت ادا کرنے کا حکم

۹۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کر دو۔“ (النساء: ۵۸)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں اللہ سبحانہ نے ادائے امانت کا حکم فرمایا ہے کہ امانت ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو۔ اس کے مخاطب عام مسلمان بھی ہیں اور حکمران بھی یعنی ہر وہ شخص جو کسی بھی امانت کا امین ہے، وہ اس امانت کو اس کے مستحق تک پہنچائے، حاصل یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے خواہ وہ مال ہو یا منصب یا کوئی اور چیز، اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچا دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد نہ فرمایا کہ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں پاس عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (معارف القرآن: ۲/۴۴۶)

۹۳. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾

نیز فرمایا:

”ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر بار امانت پیش کیا ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، سب ڈر گئے اور انسان نے

اس کو اٹھالیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔“ (الاحزاب: ۷۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں امانت سے مراد جملہ احکام شریعت ہیں جن کو ماننے اور عمل کرنے کی انسان نے ذمہ داری قبول کی کہ ان کے بجالانے پر جنت کی دائمی نعمتیں اور خلاف ورزی یا کوتاہی پر جہنم کا عذاب موعود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ امانت ایمان و ہدایت کا وہ بیج ہے جو قلوب آدم میں بکھیرا گیا، اس کی نگہداشت کرنے سے شجر ایمان کی آبیاری ہوتی ہے، ان پر باران رحمت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے اور وحی الہی کی رحمت قلوب انسانی پر نازل ہوئی، اس کی جانب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ”الامانة نزلت عن السماء في جذر قلوب الرجال ثم علموا من القرآن“ یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں نشین کیا گیا پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی، جس سے اگر پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے تو شجر ایمان بڑھے اور پھلے اور پھولے اور پھر آدمی اس کے ثمرہ شیریں سے لذت اندوز ہو اور اگر غفلت برتی اور کوتاہی اختیار کی تو سراسر نقصان ہی

نقصان ہے۔

زمین و آسمان اور پہاڑوں میں کس میں استعداد تھی کہ اس امانت عظیمہ کے بار کو اٹھاتا، یہ انسان ہی کا حصہ ہو سکتا تھا جس کے پاس زمین قابل موجود تھی اور انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات نے اس کی آبیاری کرنی تھی اس لئے اسی نے اس بار امانت کو اٹھایا مگر نوع انسانی کی اکثریت ظلوم و جھول ثابت ہوئی کہ امانت کا حق ادا نہ کر کے خسارے میں مبتلا ہو گئی۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن: ۷/۲۴۶)

## منافق کی علامتیں

۱۹۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا أَوْثَمَنَ خَانَ؛ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِيهِ رِوَايَةٌ: "وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ".

(۱۹۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلم سمجھے۔

**تخریج حدیث (۱۹۹):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب بیان خصال المنافق.

**کلمات حدیث:** خائن: خیانت کی۔ خائن، خونا (باب نھر) خیانت کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کے زمانے میں منافق وہ لوگ تھے جو دل میں کفر چھپائے رکھتے تھے اور لوگوں کے سامنے اسلام ظاہر کرتے تھے، اس پر قرآن کریم نے ان کی سخت سزا بیان فرمائی ہے، کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں، بعض احادیث میں چار علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، مقصود یہ ہے کہ یہ منافقوں کی خصلتیں ہیں اور جس میں یہ عادت پائی جائے گی تو گویا اس میں منافقوں کی یہ عادات ہیں اور اگر کسی میں ایک عادت ہے تو گویا ایک عادت ہے یہاں تک کہ وہ اس ایک عادت کو بھی ترک کر دے۔ (فتح الباری: ۱/۲۵۶)

## امانت داری کا ختم ہونا علامت قیامت ہے

۲۰۰. وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ: حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ فَقَالَ "يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ

فَتَقْبِضُ الْأَمَانَةَ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظِلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتَقْبِضُ الْأَمَانَةَ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظِلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ  
أَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ ذُخِرَتْهُ عَلَى رَجُلِكَ فَتَنْقُطُ فَتَرَاهُ مُنْتَبِراً وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصَاةً فَذَخَرَجَهُ  
عَلَى رَجُلِهِ "فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي إِلَّا مَانَةً حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فَلَانٍ رَجُلًا  
أَمِينًا، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَجْلَدَهُ، مَا أَظْرَفَهُ، مَا أَعْقَلَهُ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ.  
وَلَقَدْ أَتَى عَلَى زَمَانٍ وَمَا أَبَالَى أَيُّكُمْ بَايَعْتُ، لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ، عَلَى دِينِهِ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ  
يَهُودِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ، عَلَى سَاعِيهِ. وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أَبَايَعُ مِنْكُمْ إِلَّا فَلَانًا وَفُلَانًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ: "جَذْرٌ" بِفَتْحِ الْجِيمِ وَإِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ أَصْلُ الشَّيْءِ وَ "الْوَكْتُ" بِالتَّاءِ الْمُشْتَاةِ  
مِنْ فَوْقِ: الْأَثَرُ الْيَسِيرُ "وَالْمَجْلُ" بِفَتْحِ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ وَهُوَ تَنْقُطُ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ أَثَرِ  
عَمَلٍ وَغَيْرِهِ "قَوْلُهُ": "مُنْتَبِراً" مُرْتَفِعاً: قَوْلُهُ "سَاعِيهِ" الْوَالِي عَلَيْهِ.

(۲۰۰) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دو باتیں  
بیان فرمائیں ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی تار میں اتاری گئی  
پھر قرآن نازل ہوا اور قرآن سے علم حاصل کیا اور سنت سے علم سیکھا پھر آپ ﷺ نے ہمیں امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں  
بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نیند سے بیدار ہوگا تو امانت اس کے دل سے چھن گئی ہوگی اور اس کا معمولی سا اثر باقی رہ گیا ہوگا پھر  
سوکر بیدار ہوگا تو اس کے دل سے باقی امانت بھی جاتی رہے گی اور آبلہ کے مانند اثر باقی رہ جائے گا جیسا کہ آگ کی چنگاری کو پاؤں  
پر لڑھکا دے اس سے چھالا نمودار ہو جائے اور وہ ابھرا ہوا نظر آئے مگر اس میں کچھ نہ ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکر اٹھا کر اپنے پاؤں پر  
لڑھکایا، اس کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن ایسا کوئی نہ ہوگا جو امانت ادا کرے یہاں تک کہا جائے گا  
کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار موجود ہے، کہا جائے گا کہ فلاں شخص کتنا طاقتور باتدبیر اور ہوشیار ہے جبکہ اس کے دل میں رائی کے  
دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ مجھ پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ میں نے تم میں سے کس سے معاملہ کیا اس لئے  
کہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین میرا حق مجھے لوٹا دے گا اور اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کا حاکم اس سے میرا حق دلوادے گا لیکن آج  
میں تم میں سے کسی سے معاملہ نہیں کرتا مگر فلاں فلاں سے۔ (متفق علیہ)

جَذْرُ: کے معنی اصل شے کے ہیں۔ وَكْتُ: کے معنی ہیں معمولی سا اثر۔ مَجْلُ: چھالہ جو ہاتھ میں پڑ جائے کام وغیرہ کے  
اثر سے۔ مُنْتَبِراً: کے معنی ہیں ابھرا ہوا۔ سَاعِيهِ: یعنی اس پر حاکم۔

تخریج حدیث (۲۰۰): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانة والايمان، صحیح مسلم، کتاب

الايمان، باب رفع الامانة.

کلمات حدیث: وَكْتُ: تھوڑا سا اثر، معمولی سی سیاہی، کوئی رنگ جو پہلے رنگ سے مختلف ہو، مجل ہاتھ میں کام کرنے سے گٹھے

پڑ جانا، کھاڑی وغیرہ کے استعمال سے ہتھیلی میں چھالا پڑ جانا۔ دَحْرَجَتْہ: تو نے لڑھکایا۔ دَحْرَج: لڑھکانا۔ تدَحْرَج: لڑھکانا۔ نَفَط: نَفَطَ نَفْطاً (باب سمع) ہاتھ میں آبلہ پڑنا۔

**شرح حدیث:** اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیا اور وہ احکام ہیں جن کی تعمیل کا مکلف بنایا، واحدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں امانت سے مراد وہی امانت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد فرائض و واجبات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں۔ حسن نے فرمایا پورا دین ہی امانت ہے، ابو العالیہ نے فرمایا کہ اوامر و نواہی امانتیں ہیں، اور مقدس نے کہا کہ اللہ کی اطاعت امانت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نور امانت لوگوں کے دلوں میں پیوست فرمادیا، اسی کی روشنی میں وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اگر لوگ نعمت ایمان کی ناقدری کریں گے، دنیا کی محبت میں پڑ جائیں گے اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو رفتہ رفتہ دلوں سے امانت بھی اٹھتی جائے گی، کہیں کوئی دل میں ذرا سا نکتہ سا رہ جائے گا، حالت یہ ہو جائے گی کہ بطور تعجب کہا جانے لگے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک شخص امانت دار ہے، اور یہ حالت ہو جائے گی کہ آدمی کی قوت و شوکت اس کی ہنرمندی اور چالاکی اور اس کی باتدبیری کا ذکر ہوگا لیکن اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

(فتح الباری: ۱/۳۸۸، مظاہر حق جدید: ۴/۹۰۱، صحیح مسلم لشرح النووی: ۲/۱۴۵)

### رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا

۲۰۱. وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجْمَعُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تَزُلْفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ أَدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا اسْتَفْتَحْ لَنَا الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُم مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ. لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ قَالَ: فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، ااعْمِدُوا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ تَكْلِيمًا. فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحِهِ. فَيَقُولُ: عِيسَى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحْمُ فَيَقُومَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوْلُكُمُ كَالْبَرْقِ قُلْتُ: يَا بِي وَأُمِّي أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِ الْبَرْقِ؟ قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِ الرِّيحِ ثُمَّ كَمَرِ الطَّيْرِ وَأَشَدُّ الرِّجَالِ تَجَرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَعْبُزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيءَ الرَّجُلُ لَا



يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا وَفِي حَاقَتِي الصِّرَاطُ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذٍ مَنْ أَمَرْتُ بِهِ، فَمَخْذُوشٌ نَاجٍ، وَمُكَرَّدَسٌ فِي النَّارِ“ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ فَعْرَجَهُنَّ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .  
قَوْلُهُ، ”وَرَاءَ وَرَاءَ“ هُوَ بِالْفَتْحِ فِيهِمَا وَقِيلَ بِالضَّمِّ بِلا تَنْوِينٍ وَمَعْنَاهُ : لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذَكِّرُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُّعِ . وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۲۰۱) حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اکٹھا فرمائیں گے، اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے باپ! ہمارے لئے جنت کے دروازے کھلوائے وہ جواب دیں گے کہ تمہارے باپ کی خطا ہی نے تو تمہیں جنت سے نکالا تھا، سو میں اس کا اہل نہیں ہوں، میرے فرزند ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، ان سے اللہ نے کلام فرمایا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اب محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ ﷺ بارگاہ الہی میں کھڑے ہوں گے، آپ ﷺ کو اجازت عطا فرمائی جائے گی، امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے، اس وقت تم سے پہلا گروہ پل صراط سے بجلی کی مانند گزرے گا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! بجلی کی مانند گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بجلی کو نہیں دیکھا کتنی سرعت سے لمحہ بھر میں جا کر پلٹ آتی ہے، پھر کچھ لوگ ہوا کی طرح گزریں گے پھر کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ لوگ لوگوں کے تیز دوڑنے کی طرح گزریں گے، ہر ایک کا گزراپنے اعمال کے حساب سے ہوگا اور تمہارے پیغمبر ﷺ پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور دعا کرتے ہوں گے، اے رب سلامتی عطا فرما! اے رب سلامتی عطا فرما، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آجائیں گے، ایسے لوگ بھی آئیں گے جو پاؤں سے چلنے کی بھی سکت نہ رکھتے ہوں گے اور گھسٹ گھسٹ کر چل رہے ہوں گے، اور پل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے لٹک رہے ہوں گے وہ ان کو پکڑ لیں گے جن کو پکڑنے کا حکم ہوگا کچھ مخدوش ہو جائیں گے لیکن نجات پا جائیں گے اور کچھ اوپر تلے جہنم میں لڑھک جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (مسلم)

وراء، وراء کے معنی ہیں کہ میں اس مقام بلند کا اہل نہیں اور یہ کلمہ ازراہ تواضع کہا جاتا ہے اور میں نے اس کے معنی مسلم کی شرح میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

**تخریج حدیث (۲۰۱):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فيها .  
**کلمات حدیث:** تُزَلَّفُ : قریب کر دی جائیگی۔ زَلَفًا (باب نصر) قریب کرنا۔ زَحَفَ، زَحَفَ زَحْفًا، (باب فتح)

گھٹنوں کے بل سرکنا۔ کالائیب : جمع کلوب۔ انکس : آگ نکالنے کے لئے مڑے ہوئے کنارے کی سلاخ۔ مخدوش (مفعول، جسے خراش لگی ہو) خدش، خدشاً (باب ضرب) خراش لگانا۔ مکر دس، کر دس علیہ : اوندھا ہونا۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام انسانوں کو میدان حشر میں جمع فرمائیں گے، ان میں سے اہل ایمان کھڑے ہو جائیں گے اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ جنت کا دروازہ کھلوایئے، اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میری ہی خطا کی وجہ سے تم جنت سے نکالے گئے تو میں اس مقام کا اہل نہیں ہوں، یعنی جنت میں مسلمانوں کے دخول کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اس قدر عظیم امر ہے کہ اس کے اہل نہیں ہے۔ بات آپ نے بطور تواضع فرمائی، اسی طرح تمام انبیاء نے حق سبحانہ کی جناب میں شفاعت سے معذرت کی اور بالآخر شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ تک سب لوگ پہنچے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کی، ہو سکتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ کے مقام شفاعت کا علم ہو لیکن سب نے بدرجہ لوگوں کو آپ ﷺ کی جانب بھیجا ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ مقام رفیع صرف آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے اور انبیاء میں سے کوئی اس میں آپ ﷺ کا شریک نہیں ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ عرش الہی کے پاس کھڑے ہو جائیں گے، سجدے میں چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد بیان فرمائیں گے جو اب تک لسان مبارک پر جاری نہیں ہوئی تھیں، پھر ارشاد ہوگا اے محمد ﷺ! سر اٹھائیے مانگیئے دیا جائے گا، شفاعت فرمائیے، قبول کی جائے گی، آپ ﷺ فرمائیں گے: اے میرے رب میری امت! میری امت! ارشاد ہوگا اے محمد ﷺ! اپنی امت کے ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرما دیجئے جن پر حساب نہیں ہے۔

اس کے بعد امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دونوں طرف کھڑے ہو جائیں گے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت اور رحم کی دین میں عظیم ترین اہمیت کی بناء پر انہیں بھیجا جائے گا اور وہ متخفص ہو کر پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔

پل صراط پر اہل ایمان اپنے اعمال صالحہ کے اعتبار سے گزریں گے، کچھ بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ ہوائے جھونکے کی طرح چلے جائیں گے اور کچھ پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہوئے چلے جائیں گے، اور کچھ اپنے پیروں پر دوڑتے ہوئے چلے جائیں گے، اور پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کے اعمال ایسے نہ ہوں گے جو انہیں پل صراط عبور کرا سکیں تو وہ گھسنتے ہوئے جائیں گے اور پل صراط کے دونوں اطراف آنکڑے نصب ہوں گے، لوگ ان میں الجھیں گے اور زخمی ہوں گے اور کچھ زخمی ہو کر بھی پل صراط عبور کر لیں گے اور کچھ نیچے جہنم میں جا کریں گے جس کی گہرائی اس قدر ہوگی کہ اس کی تہہ میں پہنچنے میں ستر برس لگ جائیں گے۔

-----

## میت کے مال میں سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا

۲۰۲. وَعَنْ أَبِي حُبَيْبٍ "بِضْمِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ" عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا

وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ  
وَإِنِّي لَا أَرَانِي إِلَّا سَاقُتِلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِيٍّ لَدَيْنِي أَفْتَرَمِي دِينَنَا يَبْقَى مِنْ مَالِنَا شَيْئًا ؟ ثُمَّ  
قَالَ يَا بُنَيَّ بَعْ مَالِنَا وَأَقْضِ دَيْنِي ، وَأَوْصِرْ بِالثَّلْثِ وَثَلْثُهُ لِنَبِيهِ ، يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ الثَّلَاثِ :  
قَالَ : فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثَلْثُهُ لِنَبِيكَ قَالَ هِشَامٌ : وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ  
وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَعَبَّادٌ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَجَعَلَ  
يُوصِينِي بِدِينِهِ وَيَقُولُ : يَا بُنَيَّ إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِزْ عَلَيْهِ بِمَوْلَايَ . قَالَ : فَوَاللَّهِ مَا دَرَيْتُ مَا  
أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ : يَا أَبَتِ مَنْ مَوْلَاكَ ؟ قَالَ : اللَّهُ : قَالَ : فَوَاللَّهِ مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دِينِهِ إِلَّا قُلْتُ يَا  
مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيهِ ، قَالَ : فَقَتَلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِلَّا أَرْضِينَ مِنْهَا  
الْغَابَةُ وَاحِدَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ . قَالَ : وَإِنَّمَا كَانَ  
دَيْنُهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ : لَا وَلَكِنَّهُ هُوَ سَلَفٌ ،  
إِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِي إِمَارَةٌ قَطُّ وَلَا جَبَايَةٌ وَلَا خِرَاجًا وَلَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوٍ مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ :  
فَحَسِبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفِي أَلْفٍ وَمِائَتِي أَلْفٍ ! فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ  
الزُّبَيْرِ فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي كَمْ عَلَى اخِي مِنَ الدَّيْنِ ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ : مِائَةُ أَلْفٍ : فَقَالَ حَكِيمٌ : وَاللَّهِ مَا  
أَرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هَذِهِ : فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفِي أَلْفٍ ؟ وَمِائَتِي أَلْفٍ ؟ قَالَ : مَا أَرَأَيْتَ  
تُطِيقُونَ هَذَا فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي . قَالَ : وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدْ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ  
وَمِائَةِ أَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللَّهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ : مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ  
فَلْيُؤَاوِفْنَا بِالْغَابَةِ ، فَاتَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُ مِائَةِ أَلْفٍ ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ : إِنْ شِئْتُمْ  
تَرَكَتُهَا لَكُمْ ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : لَا ، قَالَ : فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُموها فِيمَا تَنَوَّخَرُونَ إِنْ أَخَرْتُمْ ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : لَا ،  
قَالَ : فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : لَكَ مِنْ هُنَا إِلَى هُنَا . فَبَاعَ عَبْدُ اللَّهِ مِنْهَا فَقَضَى عَنْهُ دَيْنَهُ  
وَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُمٍ وَنِصْفٌ ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عُمَرُ وَابْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ  
وَابْنُ زَمْعَةَ . فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ : كَمْ قُومَتِ الْغَابَةُ ؟ قَالَ : كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ : كَمْ بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَ  
أَرْبَعَةُ أَشْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ ابْنُ الزُّبَيْرِ : قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ  
عُثْمَانَ : قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ ، وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ : قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ :  
كَمْ بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَ : سَهْمٌ وَنِصْفٌ سَهْمٌ قَالَ : قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ : وَبَاعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ



جَعَفَرُ نَصِيْبُهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ . فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنٍ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ : اُقْسِمُ بَيْنَنَا مِيرَانًا : قَالَ وَاللّٰهِ لَا اُقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيْ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلٰى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ فَجَعَلَ كُلُّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعَ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ وَكَانَ لِزُبَيْرٍ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ ، فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفِ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۰۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر جنگ جمل میں کھڑے تھے آپ نے مجھے بلایا تو میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہو گیا فرمایا، کہ اے میرے بیٹے! آج جو قتل ہوگا وہ یا ظالم ہوگا یا مظلوم اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل ہو جاؤں گا، مجھے اپنے قرض کی فکر ہے، تمہاری رائے میں قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں کچھ بچ جائے گا، پھر کہا کہ اے میرے بیٹے ہمارا سارا سامان فروخت کر دو اور میرا قرض ادا کر دو، اور انہوں نے ایک تہائی کی وصیت کی اور تہائی کے تہائی اپنے پوتوں یعنی عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کو دینے کے لئے کہا، اور کہا کہ اگر قرض کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو وہ تیرے بیٹوں کا ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ عبداللہ کے بعض بیٹے زبیر کے بعض بیٹوں یعنی خبیب اور عباد کے برابر تھے اور اس وقت زبیر کے نو لڑکے اور نو لڑکیاں تھیں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے باپ مجھے بار بار اپنے قرض کے بارے میں تاکید کرتے رہے اور کہنے لگے اے میرے بیٹے، اگر تم اس قرض کی ادائیگی سے قاصر رہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا مراد ہے یہاں تک کہ میں نے کہا کہ ابا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولیٰ کون ہے؟ کہنے لگا، اللہ! اس کے بعد ان کے قرض کی ادائیگی میں مجھے کچھ مشکل پیش آئی تو میں نے کہا کہ اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کا قرض ادا کر دیجئے اور اللہ کے حکم سے ادا ہو جاتا تھا۔

غرض حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور کوئی دینار و درہم نہ چھوڑے البتہ دو طرح کی زمینیں تھیں ایک غابہ میں تھی، اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں۔ اس قرض کی صورت یہ ہوئی تھی کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس مال لے کر آتا کہ ان کے پاس امانت رکھوائے تو زبیر کہتے کہ یہ مال امانت نہیں بلکہ میرے ذمہ تیرا قرض ہے کیوں کہ مجھے ذر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے، زبیر نہ کہیں حاکم رہے اور نہ کبھی ٹیکس یا خراج کی وصولی پر مامور رہے اور نہ اس طرح کی اور کوئی ذمہ داری قبول کی، وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غزوات میں شرکت کیا کرتے تھے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ نکلا، حکیم بن حزام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور پوچھا: بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ میں نے ان سے چھپایا اور ایک لاکھ کہہ دیا، اس پر حکیم نے کہا کہ میرا نہیں خیال کہ تمہارے



مال سے یہ قرض پورا ہو جائے گا، میں نے کہا کہ اگر بائیس لاکھ ہو تو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگے یہ تو تمہاری طاقت سے باہر ہے اگر تم عاجز ہو تو مجھ سے مدد لے لینا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی جسے عبد اللہ نے سولہ لاکھ میں فروخت کیا پھر اعلان کیا کہ جس کا زبیر پر قرض ہو وہ غابہ میں آکر ہم سے لے لے، عبد اللہ بن جعفر آئے ان کے حضرت زبیر پر چار لاکھ تھے، انہوں نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں یہ قرض تمہیں معاف کر دوں، عبد اللہ نے انکار کیا، تو انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو اس کو مؤخر کر دوں اور بعد میں دیدو، عبد اللہ نے کہا کہ نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ پھر مجھے زمین کا قطعہ الگ کر دو، عبد اللہ نے کہا کہ یہاں سے یہاں تک آپ کا قطعہ ہے، اس طرح عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین بیچ کر لوگوں کا قرض ادا کیا اور اس میں سے ساڑھے چار حصے بچے رہے۔

اسی عرصے میں وہ ایک مرتبہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہاں ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمرہ رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی تم نے کیا قیمت مقرر کی؟ انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے، انہوں نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ بتایا ساڑھے چار، اس پر منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا اور ابن زمرہ نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ اب کتنی باقی رہی، بتایا کہ ڈیڑھ، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ قطعہ ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن جعفر نے اپنا حصہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر قرض کی اولنگی سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر کی اولاد نے کہا کہ آپ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے، عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم ابھی میں تمہارے درمیان تقسیم نہ کروں گا جب تک میں چار سال تک موسم حج میں یہ اعلان نہ کرادوں کہ جس کا زبیر کے ذمہ قرض ہو وہ ہم سے آکر لے لے، ہم ادا کر دیں گے۔ غرض وہ ہر سال حج کے موسم میں منادی کراتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو ان کے درمیان ترکہ کی تقسیم کی اور تہائی حصہ دیدیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ آئے، آپ کی کل میراث پانچ کروڑ دو لاکھ تھی۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۰۲):** صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ .

**راوی حدیث:** حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۱۔ ھ میں پیدا ہوئے اور آپ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے، حضور کریم ﷺ نے کھجور چبا کر آپ کے منہ میں رکھی تھی، جنگ یرموک میں شرکت کی، آپ سے ”۳۳“ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۲۔ ھ میں شہادت پائی۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** الحَنْبُ : پہلو، طرف، جانب، جمع جنوب، واجتباب . ذین : قرض، ہرمالی واجب خواہ بصورت قرض ہو یا۔

کسی اور وجہ سے لازم آیا ہو، جمع دیوں۔

**شرح حدیث:** حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے، بہت بہادر تھے، ساری رات نمازیں پڑھتے، صلہ رحمی کرتے اور عطاء و بخشش کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں زخمی نہ ہوا ہو۔

واقعہ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۳۵ھ میں مظلوم شہید ہو گئے تھے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حج کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔

واقعہ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے اونٹ پر سوار تھیں جو یعلیٰ بن امیہ نے دوسو دینار میں خریدا تھا، اس موقع پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج ظالم مارا جائے گا یا مظلوم شہید ہوگا، ابن بطل کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف مسلمان تھے اور ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔

غرض حضرت زبیر نے خیال کیا کہ وہ شہید ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے ذمہ جو قرض ہے ادا کر دیں، اور اگر ادائیگی قرض سے کچھ بچ رہے تو اس میں سے ایک تہائی کی وصیت فرمائی اور تہائی کے تہائی کی وصیت اپنے پوتوں یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے حق میں فرمائی۔

حضرت زبیر جہاد میں کثرت سے حصہ لیتے تھے جو مال غنیمت ملتا اسے بھی جہاد میں صرف کرتے۔ اور اگر کوئی ان کے پاس امانت رکھتا تو اس کو اپنے ذمے قرض بنا لیتے تھے، پھر اس کو بھی امور خیر میں صرف کر دیتے۔ اس طرح ان کے ذمہ بہت بڑا قرض ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے والد کے قرض کی ادائیگی کی سعی بلوغ فرمائی اور تمام قرض ادا کر دیا اور جن حضرات نے مدد کی پیش کش کی ان سے بھی معذرت کر لی، کیوں کہ حضرت زبیر نے فرمایا تھا کہ بیٹے اگر میرے قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، حضرت عبداللہ نے حیران ہو کر پوچھا کون مولیٰ؟ فرمایا کہ میرا اللہ! اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کی اس وصیت پر بھی عمل کیا اور کسی انسان کی مدد چاہنے کے بجائے اللہ سے مدد طلب کی اور تمام قرض ادا کر دیا، اور چار سال تک حج کے وقت منادی بھی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی قرض ہمارے باپ کے ذمہ ہے تو وہ آ کر ہم سے لے لے۔

اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ایک یہ کہ جنگ وغیرہ جیسا کوئی بڑا معاملہ درپیش ہو تو وصیت کرنا مستحب ہے، دوسرے یہ کہ وصی تقسیم میراث کو اس وقت تک مؤخر کر سکتا ہے جب تک یہ اطمینان ہو جائے کہ کوئی قرض خواہ باقی نہیں رہا اور سب کا قرض ادا کیا جا چکا ہے، ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے، تکفین اور تدفین اور ادائے قرض کے بعد میراث تقسیم ہوتی ہے اور اسی طرح مرنے والے کی وصیت پر بھی تقسیم میراث سے قبل عمل کیا جاتا ہے، بہر حال قرض کی ادائیگی تقسیم میراث سے قبل لازمی ہے۔

تیسرے یہ کہ پوتوں کے حق میں وصیت کی جاسکتی ہے اگر ان کے آباء ان کے حاحب بن رہے ہوں۔

الباب (۲۶)

## باب تحریم الظلم والأمر برد المظالم ظلم کی تحریم اور ردِ مظالم

۹۴. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

”اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات قبول کی جائے۔“ (المومن: ۱۸)

۹۵. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴾

اور فرمایا:

”اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔“ (الحج: ۷۱)

وَأَمَّا الْآحَادِيثُ فَمِنْهَا حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِي آخِرِ بَابِ الْمُجَاهِدَةِ .

**تفسیری نکات:** اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ دوسرے انسان پر کسی طرح کا ظلم یا کوئی زیادتی کریں، ظلم کا سب سے بڑا درجہ اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے، چنانچہ فرمایا ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (شرک بہت بڑا ظلم ہے) غرض ظلم کی کوئی قسم ہو اور کسی طرح کی بھی زیادتی ہو روز قیامت ظالم کا نہ کوئی دوست ہوگا، اور نہ کسی کو اجازت ہوگی کہ اس کی شفاعت کر سکے، ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا ہوگا کہ ان کے فعل پر کوئی دلیل پیش کر سکے، یا عملاً انہیں کسی طرح عذاب سے بچا سکے۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

## ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی شکل میں ہوگا

۲۰۳. الاول وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ”إِتَّقُوا الظُّلْمَ

فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَيْهِ أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ.“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۰۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم روز قیامت کی تاریکیاں ہیں

اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، بخل نے ہی انہیں خون بہانے اور حرمت کو پامال کرنے پر آمادہ کیا۔

(مسلم)

تخریج حدیث (۲۰۳):

صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

**کلمات حدیث:** شَح، بَجَل، شَح، شَحاً (باب نصر) حرص ولا یلج کرنا۔ سَفْکُوا: خون بہانا۔ سَفْکَ، سَفْکاً (باب ضرب) خون بہانا۔

**شرح حدیث:** ظلم ایک ایسی عظیم برائی ہے جو روز قیامت انسان کو تاریکیوں میں لپیٹ لے گی اور اسے کوئی راستہ بچھائی نہیں دے گا جبکہ اہل ایمان کے سامنے ان کا نور ایمان روشن ہوگا اور وہ انہیں لے کر چلے گا، دراصل ظلم ظلمت قلب سے پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت دل عاصی اور راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہی ظالم ہوتے ہیں اور جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں تو وہ ظلم کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔

بَجَل کے ساتھ حرص اور طمع بھی جمع ہو تو وہ شَح کہلاتا ہے، شَح انسان کو دنیا میں بھی تباہ و برباد کرتا ہے اور اس کی آخرت کی بربادی تو اور بھی یقینی ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۶۰)

## سینگ والی بکری سے بھی ظلم کا بدلہ لیا جائے گا

۲۰۴. الثانی وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَتَوْدُنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجُلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقُرْنَاءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت کے تمام حقوق ضرور اہل حقوق کو مل کر رہیں گے حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلا یا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۰۴):

صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

**کلمات حدیث:** جُلْحَاء: بغیر سینگوں کی بکری، جسے جَمَاء بھی کہتے ہیں۔ قُرْنَاء: سینگ والی بکری۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور حقوق اہل حقوق کے حوالے کر دو، تمہارے ذمہ کسی کا کوئی حق نہ رہے کیوں کہ روز قیامت تمام حقوق العباد کا بدلہ چکانا ہوگا، ہر انسان کو اس کا حق دلا یا جائے گا، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوا یا جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روز قیامت جانوروں کے درمیان بھی اسی طرح عدل و انصاف کرایا جائیگا جس طرح انسانوں کے درمیان انصاف ہوگا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۸۸، روضۃ المتقین: ۱/۳۶۰)

## دجال کی نشانیاں

۲۰۵. الثالث وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: "كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَبَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيِّ صَلَّى



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهَرِنَا لَا نَذْرِي مَا حِجَّةُ الْوِدَاعِ حَتَّى حَمِدَ اللَّهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ، وَقَالَ: "مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ: أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنَّهُ إِنْ يَخْرُجَ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَأَنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيَمْنَى كَانَ عَيْنَهُ عَيْنَةً طَافِيَةً. إِلَّا أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا إِلَّا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: "اللَّهُمَّ اشْهَدْ" ثَلَاثًا "وَيَلِكُمْ أَوْ يُحَكِّمُ أَنْظَرُوا: لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ، بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

(۲۰۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کر رہے تھے اور رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حجۃ الوداع کیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر آپ ﷺ نے مسیح دجال کا ذکر کیا اور خوب تفصیل سے ذکر کیا، اور فرمایا کہ اللہ نے جو نبی مبعوث فرمایا ہے اس نے اپنی امت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ڈرایا اور ان کے بعد آنے والے انبیاء نے بھی ڈرایا، اگر وہ تمہارے درمیان نکل آیا تو تمہارے اوپر اس کا حال مخفی نہیں رہے گا اور نہ وہ تمہارے اوپر مخفی رہے گا کیوں کہ تمہارا رب کا نام نہیں ہے اور وہ دائیں آنکھ سے کاٹا ہوگا، اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے ابھرا ہوا انگور، اللہ نے تمہارے اوپر تمہارے جان و مال حرام کر دیئے ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینے میں، کیا میں نے تمہیں یہ بات پہنچادی؟ صحابہ نے عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا، تین دفعہ فرمایا، تم ہلاک ہو یا تمہارے اوپر افسوس، دیکھو میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔ (بخاری، کچھ حصہ اس کا مسلم نے روایت کیا ہے)

**تخریج حدیث (۲۰۵):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع . صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب لا ترجعوا بعدی کفاراً .

**کلمات حدیث:** أعور، کانا۔ عَوْرَ عَوْرًا (باب سَمْع) کانا ہونا، مؤنث عوراء . عنبۃ : انگور کا دانہ، جمع أعناب .

**شرح حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کر رہے تھے، حَجَّةُ كَالْفَلَاحِ کے زبر اور زیر سے ہے اور دونوں طرح صحیح ہے، یہ حضور ﷺ کے اس دار فانی سے تشریف لے جانے کا سال ہے، اس لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں، اسے حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں کہ اس حج میں اللہ کے گھر میں کوئی کافر و مشرک نہ تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اسے حجۃ الوداع کیوں کہتے ہیں، یعنی صحابہ کرام کو علم نہیں تھا کہ وداع سے مراد خود رسول کریم ﷺ کا دنیا سے تشریف لے جانا ہے، جب آپ رحلت فرما گئے تب علم ہوا کہ یہ دراصل آپ ﷺ کے رخصت ہونے کا سال تھا۔

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور تفصیل سے دجال کے بارے میں بتایا اور اس کے فتنے سے ڈرایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جان و مال کو تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے اور ان دونوں کی حرمت اس قدر عظیم ہے جیسے آج کے اس دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی، کسی کی بلا وجہ جان لینا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم کی سزا ہے، فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، جیسے زمانہ جاہلیت میں کافر ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔

(فتح الباری: ۱/۲۱۰، دلیل الفالحین: ۱/۳۸۹)

### ناحق زمین دبانے والے کی سزا

۲۰۶. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شَبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طَوْقَهُ، مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

(۲۰۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک باشت زمین ظلمالے

لے اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۰۶):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من ظلم شیئاً من الارض . صحیح مسلم،

کتاب البیوع، باب تحريم الظلم و غصب الارض .

**کلمات حدیث:** قید: مقدار۔ شبر: باشت، جمع شبار۔

**شرح حدیث:** اگر کسی انسان نے ظلماً کسی کی باشت بھر زمین دنیا میں لے لی ہوگی تو وہ روز قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنا

دیا جائے گا، خطاب فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اسے مکلف کیا جائے گا کہ وہ سات زمینیں اٹھا کر لائے یا یہ کہ اسے سات

زمینوں کے اندر دھنسا دیا جائے گا اور سات زمینیں اس کی گردن میں طوق بن جائیں گے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے

مفہوم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ الفاظ آئے ہیں

کہ "حسف به إلى سبع ارضين" (اسے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا)

(دلیل الفالحین: ۱/۳۹۲، فتح الباری: ۲/۱۶)

### اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے

۲۰۷. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ

لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ: "وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ

أَخْذَهُ إِلَيْمٌ شَدِيدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے

لیکن جب اللہ گرفت فرمائے گا تو پھر اس کی گرفت سے نہ چھوٹ سکے گا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور اسی طرح ہے

تمہارے رب کی پکڑ جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اس کی پکڑ دکھ دینے والی سخت ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۰۷):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة هود، صحیح مسلم، کتاب البر، باب

تحريم الظلم.

**کلمات حدیث:** يُقْلِتُهُ: بچ نہیں سکتا۔ فلتاً: (باب ضرب) رہا کرنا، چھوڑنا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کیساتھ گنہگاروں کی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت دیتا رہتا ہے، کہ وہ خود ہی باز

آجائیں اور توبہ کر لیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو اس کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے اور کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا، اس حدیث میں فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو یہ گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔

### مظلوم کی بددعاء سے بچو

۲۰۸. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّكَ قَاتِي

قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ

فَاعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ

فَاعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَىٰ فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا

لِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے روانہ فرمایا اور

ارشاد فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو انہیں دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ

کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو

انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائیگا اور اگر وہ اس کو بھی مان لیں

تو تم ان کے عمدہ مالوں سے اخراج کرو اور مظلوم کی بددعاء سے بچو کیوں کہ اس میں اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہے۔

(متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۰۸):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب الامر بالایمان بالله ورسوله وشرائع الدين.

**راوی حدیث:** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت فرمائی، رسول کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ”اعلمہم بالحلل والحرام معاذ بن جبل“ ۱۸ ھ میں انتقال فرمایا۔

**کلمات حدیث:** قَرَدًا: لونائی جاوے گی۔ زَدًا، زَدًا، (باب نصر) حجاب: پردہ، جمع حُجُب۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۸ ھ میں یمن کی جانب روانہ فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سب سے پہلے وہ ان کو اسلام کی دعوت اور شہادتین کی طرف بلائیں، اور اس کے بعد ان کو بتائیں کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور پھر ان کو بتائیں کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے، یعنی تعلیم اسلام میں تدریج کا لحاظ رکھا جائے۔

اس فقرے سے کہ زکوٰۃ ان کے فقراء کو لونائی جائے گی، امام مالک رحمہ اللہ نے یہ استشہاد کیا ہے کہ زکوٰۃ کا تمام آٹھ مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ امام اگر چاہے تو کسی ایک مصرف میں بھی خرچ کر سکتا ہے، اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس امر کی بھی دلیل بنایا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر لے جانا درست نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلاوجہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر کے لوگوں کی احتیاج زیادہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ لوگوں کا زیادہ اچھا مال زکوٰۃ میں نہ لیں الا یہ کہ وہ خود اپنی رضا سے اچھا مال زکوٰۃ میں دیں اور کسی کے ساتھ ظلم اور نا انصافی نہ کرنا کہ مظلوم کی بددعائیں اور اللہ کے یہاں اس کے قبول ہونے میں کوئی حجاب نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۹۳، عمدۃ القاری: ۹/۳۴، فتح المنہم: ۳/۱۸۶)

## چندہ وصول کرنے والوں کے لیے ایک تنبیہ

۲۰۹. وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ اللَّثِيئَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِي إِلَيَّ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى الْمَنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ "أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي اسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَا نِيَّ اللَّهُ فَيَأْتِي فَيَقُولُ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ إِلَيَّ أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ، إِنْ كَانَ صَادِقًا وَاللَّهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا أَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللَّهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خَوَارٌ أَوْ شَاةٌ تَيْعَرُ" ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَوَى بَيَاضُ ابْطِئِهِ فَقَالَ: اَللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ "ثَلَاثًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(۲۰۹) حضرت عبد الرحمن بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ازد کے قبیلے کے ایک شخص کو صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کیا اس کو ابن اللثیئۃ کہا جاتا تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔



رسول کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اما بعد، میں تم میں سے ایک آدمی کو ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کی ذمہ داری اللہ نے مجھ پر ڈالی ہے تو وہ آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے، اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ کس طرح اس کے پاس ہدیہ آتا اگر وہ سچا ہوتا، اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی کسی چیز کو بغیر اس کے حق کے لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اسے روز قیامت اٹھائے ہوئے ہوگا، میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ اللہ کے حضور حاضر ہو اور وہ اپنے اوپر اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلار ہا ہو، یا گائے ہو جو ڈکرا رہی ہو یا بکری ہو اور وہ لمبا رہی ہو، پھر آپ نے دست اقدس اتنے بلند اٹھائے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی؟“ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۰۹):** صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب من لم یقبل الہدیۃ لعلۃ۔ صحیح مسلم، کتاب

الامانة، باب تخریج ہدایا العمال۔

**راوی حدیث:** حضرت ابو حمید عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ انصار صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ”۱۲۱“ احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۳۹۴)

**کلمات حدیث:** رُغَاءُ البعیر: اونٹ کا چلانا۔ خُوار: گائے کی آواز۔ تیعر: بکری کا بولنا۔

**شرح حدیث:** قبیلہ ازد کا ایک شخص تھا جس کا نام عبد اللہ تھا مگر ابن السُّنَّیَّة کے لقب سے متعارف تھا، اس کو رسول اللہ ﷺ نے صدقات کے مال جمع کرنے کے لئے بھیجا، وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ ہدایا اسے اس کے منصب کی وجہ سے دیئے گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی عہدار کے لئے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے خطبہ بلغ ارشاد فرمایا اور اپنے اصحاب کو قیامت کے حساب کتاب سے ڈرایا اور خاص طور پر اموال صدقات میں اگر کسی نے کوئی اونٹ لیا تو وہ حشر کے دن اسے اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا اور اسی طرح گائے اور بکری، اور یہ جانور اس کے اوپر چبختے چلاتے ہوئے آئیں گے تاکہ مال زکوٰۃ میں خیانت کرنے والے کی روز قیامت خوب رسوائی ہو، اور اسے اس وقت ندامت ہو جب وہ اس کی تلافی کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۶۴)

## دنیا ہی میں حقوق والوں کے حقوق ادا کر دیئے جائیں

۲۱۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ: مِنْ عَرَضِهِ أَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَخَذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أَخَذَ مِنْ سَيِّئَاتٍ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی پر اس کے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو، اس کی عزت سے متعلق یا اس کی کسی چیز سے متعلق، وہ اس سے آج ہی معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوں اور نہ درہم ہوں گے۔ اگر اس کے پاس کوئی نیکی ہوگی تو وہ اس سے اس زیادتی کے عوض لے لی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم پر لا دوی جائیں گی۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۱۰):**

صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے ذمہ کسی دوسرے مسلمان کا حق ہو، خواہ وہ جان سے متعلق ہو یا مال سے یا عزت و آبرو سے کہ کسی کو برا کہا، گالی دی، کسی کا کوئی مال لے لیا، خواہ کتنا ہی حقیر ہو یا اسے کسی طرح کی کوئی ایذا یا کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچائی کہ تھپڑ مار دیا یا اس کی غیبت کی، لائومی ہے کہ اس حق کو یہیں دنیا میں معاف کرا لے یا اس سے کہے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے، ورنہ روز قیامت اس دنیا کے سکے نہیں رہیں گے اور وہاں پر معمولی سے معمولی اور چھوٹی سے چھوٹی بات کا بدلہ دلایا جائے گا، وہاں زیادتی کرنے والے سے ہر زیادتی کے بدل اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دیدی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم کے حساب میں لکھ دی جائیں گی۔ (دلیل الثالحین: ۱/۳۹۷)

## مسلمانوں کو ہاتھ و زبان کی ایذا سے محفوظ رکھیں

۲۱۱. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :  
" الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۱۱):**

صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده .

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بيان تفاضل الایمان وأی امورہ افضل .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ مسلم کامل کا وصف اور اس کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں کہ یہی اسلام کامل کا تقاضہ ہے کہ اسلام عنوان ہے اللہ کی کامل بندگی اور اطاعت کا اور اللہ نے مسلمان کو دوسرے مسلم کی ہر طرح کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے، اور اسلام کا مفہوم سلامتی ہے۔ سو جسے اسلام کامل حاصل ہو گیا وہ تمام بنائے جنس کے لئے سراپا سلامتی بن گیا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلم سے مراد افضل المسلمین ہے اور وہ وہ ہے جو اللہ کے اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرے یعنی اس کے اسلام کی علامت اور نشانی دوسرے مسلمانوں کا اس کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں متفق کی علامت بیان کی

گئی ہے اسی طرح یہاں مسلم کی علامت بیان کی گئی ہے۔

اسی طرح مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کئے ہوئے تمام امور ترک کر دے اور چھوڑ دے، یعنی اللہ کی خاطر وطن چھوڑ دینے کے ساتھ اللہ کی خاطر ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، بالفاظ دیگر ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ہجرت ظاہری اور ہجرت باطنی، ہجرت ظاہری کے معنی تو واضح ہیں اور ہجرت باطنی کا مفہوم یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دے جس کی طرف نفس اور شیطان بلائیں، یہ خطاب بطور خاص مہاجرین سے فرمایا کہ محض ترک وطن کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اصل بات اللہ کے اوامر کی تعمیل کرنا اور اس کے نواہی سے اجتناب ہے، غرض ہجرت کا اصل مقصد نواہی سے اجتناب اور ترک منہیات ہے۔

(فتح الباری: ۲۴۲/۱، عمدۃ القاری: ۲۱۶/۱، روضة المتقین: ۲۶۰/۱، صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۰/۱)

### مال غنیمت میں چوری کی وجہ سے جہنم رسید ہوا

۲۱۲. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ فِي النَّارِ" فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءً قَدْ غَلَّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو والعاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک شخص کِرْكِرَة نامی متعین تھا، وہ فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا، صحابہ کرام نے وجہ معلوم کرنا چاہی تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک چادر خیائے لی تھی۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۱۲):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب القلیل من الغلول.

**کلمات حدیث:** عباء: چادر، چونکہ۔ الغدال: مال غنیمت میں خیانت۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ایک سیاہ فام شخص آپ کی اونٹنی کو تھامتا تھا، اس کا نام کرکرہ تھا، ابوسعید نینسا بوری نے شرف المصطفیٰ میں بیان کیا ہے کہ یہ حبشی صاحب یمامہ ہوزة بن علی الحنفی نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو آزاد فرما دیا تھا۔

یہ شخص مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنم میں گیا، صحابہ کرام نے سبب جاننا چاہا، معلوم ہوا کہ ایک چادر مال غنیمت میں سے چھپا کر لے رکھی تھی۔ (فتح الباری: ۲۱۶/۱، عمدۃ القاری: ۱۲/۱۵)

غلول مال غنیمت میں چوری کو کہتے ہیں، اس چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے شدید تر ہے کیوں کہ مال غنیمت میں پورے لشکر اسلام کا حق ہوتا ہے، اس لئے معافی بھی معذور ہے، یہی صورت مساجد، مدارس اور اوقاف کے مال کی ہے کہ ان میں خیانت اور چوری شدید ترین جرم ہے، اور اللہ کے یہاں اس کا عذاب بھی شدید تر ہے، یہی حکم حکومت کے مال میں چوری کا ہے کہ یہ بھی

خیانت عظیم ہے اور اس کی اللہ کے یہاں شدید ترین سزا ہے۔ (معارف القرآن: ۲/۲۳۲)

## مسلمانوں کی جان و مال و عزت محترم ہیں

۲۱۳. وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نَفِيعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ: السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ مُضَرٌ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ. أَيْ شَهْرٌ هَذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ: "أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟" قُلْنَا: بَلَى فَقَالَ: "فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟" قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ: "أَلَيْسَ الْبَلَدُ؟" قُلْنَا بَلَى قَالَ: "فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟" قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ: "أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟" قُلْنَا: بَلَى فَقَالَ: "فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَتَسْتَلْقُونَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا قَلِيلًا تَرْجِعُونَ بَعْدَ كُفَّارٍ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِيُبْلِغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضٌ مَن يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْ عَلَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مَن سَمِعَهُ" ثُمَّ قَالَ: "أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: "اللَّهُمَّ اشْهَدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۱۳) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اس ہیئت پر واپس آ گیا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا کہ سال بارہ مہینوں کا ہے چار اس میں سے حرام ہیں تین پے در پے ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہاری جانتیں تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر، تمہارا یہ مہینہ، تم غنقریب اپنے رب سے ملنے والے ہو، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے، گھمیرے بعد کافرنہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کے گرد نیس مارنے لگو، دیکھو جو یہاں موجود



ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، ممکن ہے جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۱۳):** صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع ارضین . صحیح مسلم، کتاب

القسماء، باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال .

**کلمات حدیث:** متوالیات : پے درپے۔ سَبَسَمَیْہ : آپ اس کا نام رکھیں گے۔ سَمَی، تسمیۃ، (باب تفعیل) نام رکھنا۔ اسم نام، جمع اسماء .

**شرح حدیث:** اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ اشہر حرام (حرمت والے مہینے) قرار دیئے گئے تھے، اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو نَسِیْء (مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے) کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرام سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو کر دیا، پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور محرم حرام اور صفر حلال رہے گا، اس طرح سال میں چار ماہ کی گنتی پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعین میں حسب خواہش رد و بدل کرتے رہتے تھے، ابن کثیر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق نسی کی رسم صرف محرم و صفر میں ہوتی تھی، اور اس کی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اَثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ ﴾

”مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے

ہیں رب کے، یہی ہے سید ہادیں۔“ (التوبہ: ۳۶)

رسول کریم ﷺ جب حجۃ الوداع میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب نے مہینوں میں نسیہ کر کے جس طرح گڑ بڑ پیدا کر دی تھی اب زمانہ گھوم کر وہاں آ گیا ہے جس وقت اللہ نے آسمان کو اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، اب چار مہینے قابل احترام ہیں جن میں تین متصل ہیں اور ایک رجب مضر ہے۔ مضر ایک قبیلہ کا نام تھا، اس قبیلہ میں رجب کے مہینے کی بطور خاص تکریم کی جاتی تھی اس لئے رجب مضر فرمایا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اب ان مہینوں کی حرمت منسوخ ہو گئی، کیوں کہ شوال اور ذی قعدہ میں اہل طائف کا محاصرہ کیا گیا اور ہوازن کے ساتھ جنگ کی گئی۔

فرمایا کہ جو یہاں موجود ہے وہ یہ باتیں ان کو پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہے، اس سے تبلیغ دین اور اشاعت علم کا وجوب مستحب

ہوتا ہے۔ (فتح الباری: ۲۸۶/۱، روضۃ المتقین: ۲۶۸/۱، دلیل الفالحین: ۳۹۸/۱، مظاهر حق: ۷۳۸/۲)

## جھوٹی قسم کے ذریعہ دوسرے کا مال دبانے والا جہنم میں داخل ہوگا

۲۱۴. وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَّاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِمِمينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ "وَإِنْ قَضِيًّا مِنْ أَرَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۴) حضرت ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم سے کسی مسلمان کا حق دبا لے اللہ نے اس کے لئے جہنم واجب کر دیا اور اس پر جنت حرام فرمادی۔ شخص نے کہا یا رسول اللہ! اگرچہ کوئی معمولی سی شے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۱۴):**

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بمین فاجرة بالنار.

**راوی حدیث:** حضرت ایاس بن ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین احادیث مروی ہیں۔ رسول کریم ﷺ احد سے واپس تشریف لا رہے تھے جب آپ کا انتقال ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین: ۱/۴۰۲)

**کلمات حدیث:** اقْتَطَعَ: کاٹ لیا۔ اقْتَطَاعَ (باب افتعال) کسی کا کوئی مال لے لینا۔ قَضِيَّب: کاٹی ہوئی شاخ، جمع قَضَبَان۔ اَرَكَ: ایک درخت کا نام، پیلو کا درخت۔

**شرح حدیث:** جھوٹی قسم کھانا بہت گناہ ہے اور معصیت ہے، خاص طور پر اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھائی جائے تو اس جرم کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا، کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! اگرچہ کوئی حقیر شے کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ اراک (پیلو) کی ایک ٹہنی کیوں نہ ہو، غرض کسی دوسرے کا حق بغیر اس کی صریح رضامندی کے لینا حرام ہے اور اگر کوئی شخص ناجائز طور پر کسی کا مال دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھا لے تو معصیت در معصیت ہو کر جرم کی سنگینی بڑھ جاتی ہے اور ایسا شخص جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (صحیح مسلم للنووی: ۱۳۶/۲)

## مال غنیمت میں خیانت بڑا گناہ ہے

۲۱۵. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ اسْتَعْمَلَنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكْتَمْنَا مَخِيطًا فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُوًّا لَا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانِي أَنْظَرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ قَالَ: "وَمَا لَكَ؟" قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذًا وَكَذَا قَالَ: "وَأَنَا أَقُولُ الْآنَ مَنْ اسْتَعْمَلَنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نَهَى عَنْهُ التَّهَى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۵) حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ تم میں سے اگر کسی کو ہم کوئی عمل سپرد کریں اور ہم سے ایک سوئی یا اس سے زیادہ کوئی چیز چھپالے یہ خیانت ہے جسے وہ روز قیامت لے کر آئے گا، انصار میں سے ایک کالا شخص کھڑا ہوا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا، اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اب بھی یہی کہتے ہوں کہ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا وہ کم و بیش جو کچھ ہے ہمارے پاس لے کر آئے، اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۱۵):**

صحیح مسلم، کتاب الأمانة، باب تحریم ہدایا العمال.

**راوی حدیث:** حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے، پھر جزیرۃ العرب منتقل ہو گئے۔ وہیں انتقال ہوا، ان

سے کل تین احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۱/۴۰۳)

**کلمات حدیث:** مخیط: سوئی۔ غلول: خیانت، خاص طور پر مال غنیمت میں خیانت۔

**شرح حدیث:** اگر کوئی کسی کی شے بغیر اس کی اجازت کے لے لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے واپس کر لے اور اللہ سے توبہ کرے، اگر ایسا نہ کیا تو قیامت کے روز اس پر مواخذہ ہوگا، چنانچہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو صدقات وغیرہ پر عامل مقرر کریں تو اسے چاہئے کہ وہ سارا مال لا کر دیانت داری کے ساتھ حوالے کر دے، اگر کسی نے اس میں سے ایک سوئی بھی رکھ لی تو یہ غلول یعنی خیانت ہے اور وہ روز قیامت اس جرم کے ساتھ آئے گا اور اس پر اس کا مواخذہ ہوگا۔

غرض مال غنیمت میں سے کوئی مال لے لینا یا عام مسلمانوں کے مال میں سے کچھ لے لینا معصیت اور سنگین جرم ہے اور اس جرم کی سنگینی ایک شخص کا مال بغیر اس کی مرضی کے لے لینے سے کہیں زیادہ ہے۔ سرکاری مال میں خیانت اسی حکم میں داخل ہے۔

(روضۃ المتقین: ۱/۲۶۹)

## شہید سے حقوق العباد معاف نہیں

۲۱۶. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: فُلَانٌ شَهِيدٌ وَفُلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَيَّ رَجُلٍ فَقَالُوا: فُلَانٌ شَهِيدٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن آپ ﷺ کے اصحاب کی ایک

جماعت آپ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ کو بتایا کہ فلاں شہید ہو گیا، حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص بھی شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے ایک چادر یا ایک عبا کی خیانت میں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۱۶):**

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول وانه لا یدخل الجنة الا المؤمنون.

**شرح حدیث:** صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد ۶ھ میں خیبر کا واقعہ پیش آیا، ایک جماعت صحابہ کی آئی اور اس نے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کی کہ فلاں صاحب شہید ہو گئے، جب ایک شخص کے نام پر پہنچے اور کہا کہ وہ صاحب بھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ تو ایک چادر مال غنیمت میں سے چرانے کے جرم میں جہنم میں گیا۔

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے مال سے کوئی چیز خیانتاً اور چھپا کر لے لینا اس قدر عظیم جرم ہے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا بھی ایسے شخص کو جہنم میں جانے سے نہیں بچا سکتا۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے ابن الخطاب! جاؤ اور لوگوں میں منادی کرو کہ جنت میں صرف مؤمن جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جنت میں صرف وہ لوگ جائیں گے جو صاحب ایمان بھی ہوں اور صاحب امانت بھی ہوں بلکہ مؤمن تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر طرح کی خیانت سے پاک ہو، نہ اللہ اور رسول ﷺ کی خیانت کرے اور نہ عام انسانوں کی خیانت کرے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت احکام شریعت کی خلاف ورزی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیانت کو منافق کی علامات میں سے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۰۸/۲، روضة المتقین: ۲۷۰/۱، دلیل الفالحین: ۴۰۴/۱)



۲۱۷. وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رَبِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ لَهُ ، رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ” نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ “ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ” كَيْفَ قُلْتَ ؟ “ قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ” نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنُ فَإِنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لِي ذَلِكَ “ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۷) حضرت حارث بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل الاعمال ہیں، ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں، کیا میری خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے اور تم صابر اور محتسب ہو، جنگ کا سامنا کرنے والے ہو، پیٹھ موڑ کر جانے والے نہ ہو، سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہیں ہوگا، اور مجھے یہ بات جبریل نے بتائی ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۱۷):** صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین۔



**راوی حدیث:** حضرت حارث بن ربیع رضی اللہ عنہ ہجرت سے دس سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۱۷۰ ہے جن میں سے ۱۱ متفق علیہ ہیں۔ سنہ ۷۷ھ سے پہلے کوفہ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** مُقْبِل: سامنا کرنے والا۔ اِقْبَالَ (باب افعال) سے۔ مُذْبِر: پشت پھیرنے والا، پلٹنے والا۔ اِدْبَار (باب افعال) سے۔

**شرح حدیث:** حقوق العباد کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ کسی بندے پر کسی انسان کا حق ہو تو وہ صاحب حق سے معاف کرنا ضروری ہے اگرچہ بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔

اللہ کے راستے میں جان قربان کر دینا ایک عظیم نیکی ہے جس سے ساری خطائیں درگزر فرمادی جاتی ہیں سوائے قرض کے کہ وہ حق العبد ہے، اور اس کی دنیا ہی میں صاحب حق کو ادائیگی ضروری ہے۔

اس حدیث میں ایک اہم نکتہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات جبریل امین نے بتائی، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ فرماتے تھے وہ اپنے پاس سے نہیں فرماتے تھے بلکہ سب کا سب وحی ہوتا تھا اور جبریل امین آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی دیگر احکام و ہدایات بھی لے کر آتے تھے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۷۱)

### حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والا مفلس ہے

۲۱۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَذَرُونَ مِنَ الْمُفْلِسِ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ: "إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمِّي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فِينَا مِنْ حَسَنَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أَخَذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطَرَحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روز قیامت آئے اور اس کے پاس نمازیں بھی ہوں روزے بھی ہوں اور زکوٰۃ بھی ہو، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہو کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو، تو اس کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی اور اس کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، اگر حساب برابر ہونے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کی خطائیں اس کے حساب میں درج کر دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۱۸):** صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم۔

**کلمات حدیث:** شتم: گالی دی۔ شتم شتما (باب ضرب) گالی دینا۔ قذف: تہمت لگائی۔ قذف، قذفاً (باب ضرب) تہمت لگانا۔ طرح: پھینکا۔ طرح طرحاً (باب فتح) پھینکنا۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث اہل عقل و دانش کے لئے مقام فکر و تامل ہے کیوں کہ ایک سخت و عید پر مشتمل ہے کہ آدمی نے اس دنیا کی زندگی میں تھوڑے بہت اعمال خیر کیے کہ کچھ نمازیں پڑھ لیں اور کچھ روزے رکھ لئے اور اس کے ساتھ ہی ایک پشتارہ اپنے ساتھ غیبتوں کا، خیانتوں کا، دوسروں کا مال ناحق کھانے اور دوسروں پر نوع بہ نوع زیادتیاں کرنے کا بھی ساتھ میں باندھ لیا، وہاں پہنچے تو وہ سب اپنا حق لینے آگئے، وہاں تو یہی سکھ رائج ہے، نیکوں کی پوٹلی میں سے نکال کر سب کو تقسیم کر دی گئیں پوٹلی خالی ہو گئی، اب مظلوموں کی خطائیں اور ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈالے گئے، یہ تو جب ہے جب کچھ نیکیاں بھی ساتھ لے گیا ہو، اگر نیکوں کی کوئی چھوٹی سی پوٹلی بھی ساتھ نہ ہوئی تب کیا ہوگا؟ أعاذنا اللہ من ذلک؟ (دلیل الفالحین: ۱/۴۰۵)

## باطل دعویٰ کے ذریعہ مال غصب کرنا جہنم کی آگ کو قبول کرنا ہے

۲۱۹. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي لَهُ بِنَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"الْحَنَ": أَيْ أَعْلَمَ.

(۲۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میں انسان ہوں اور تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں کچھ دلیل میں دوسرے سے زیادہ تیز ہوں اور میں جس طرح سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، اگر میں اسے فیصلہ میں اس کے بھائی کا حق دیدوں تو گویا میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

الحن کے معنی زیادہ جاننے کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۲۱۹):** صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام للخصوم۔ صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب الحکم بالظاہر والحن بالحجة۔

**کلمات حدیث:** الحن: زیادہ ذہین، بات کو زیادہ واضح کرنے والا۔ لحن، لحننا (باب سمع) ذہن ہونا، اپنی دلیل سے خبردار ہونا۔

**شرح حدیث:** ارشاد فرمایا کہ میں انسان ہوں، علامہ تو زبشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس جملہ سے کلام کا آغاز فرمایا کہ

سہو اور نسیان انسان سے مستبعد نہیں ہے بلکہ انسانی وجود خود ہی نسیان کا متقاضی ہے، اور فرمایا کہ جب تم میرے پاس اپنے تنازعات لاتے ہو تو میں اس میں فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ صاحب حق دلیل میں کمزور ہو یا اس کے پاس دلیل نہ ہو اور جو صاحب حق نہیں وہ اپنا حق ہونے کی دلیل پیش کر دے، اگر میں نے اپنے فیصلے سے کسی کو کوئی چیز دے دی جو دراصل اس کی نہیں ہے تو یہ جہنم کا ایک انگارہ ہے، اس شخص کو چاہیے کہ اسے ہرگز تنہ لے بلکہ خود ہی صاحب حق کو اس کا حق لوٹا دے۔

اس حدیث سے علماء کرام نے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر عدالت سے کسی کو کوئی حق مل جائے جو فی الواقع اس کا نہیں تھا تو وہ اس کا نہیں ہے، اسے چاہئے کہ اس صاحب کو لوٹا دے، ورنہ یہ اس کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔

(فتح الباری : ۱۷/۲، روضۃ المتقین : ۲۷۲/۱، دلیل الفالحین : ۴۰۶/۱)

## ناحق خون بہانے سے دینی کشادگی ختم ہو جاتی ہے

۲۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جب تک حرام خون کو نہ گرائے وہ

اپنے دین کے متعلق کشادگی میں رہتا ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۲۰):** صحیح البخاری، کتاب الدیات .

**کلمات حدیث:** فُسْحَةٍ : کشادگی، گنجائش۔ فُسْحٌ فُسْحًا (باب فتح) کشادہ قدم رکھنا۔ تَفْسَحُ : کشادہ ہونا۔ تَفْسَحُوا فِي الْمَجَالِسِ : بیٹھنے میں کشادگی اختیار کرو۔

**شرح حدیث:** مؤمن جب تک کسی کو قتل نہ کرے وہ اپنے دین کے معاملے میں کشادگی میں رہتا ہے، یعنی اس پر باب رحمت کھلا رہتا ہے، جب کسی کو قتل کر دیا تو سارے راستے بند ہو گئے اور وہ اللہ کی رحمت سے محرومین کے گروہ میں داخل ہو گیا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے کسی مؤمن کے قتل میں مدد دی، چاہے وہ مدد صرف کوئی لفظ کہہ کر ہی ہو، اس کی آنکھوں کے درمیان اللہ کی رحمت سے محروم لکھ دیا جاتا ہے، مقصود تمام کبائر سے اجتناب ہے اگر مؤمن کبائر سے مجتنب ہے تو اس کے لئے باب رحمت ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ (فتح الباری : ۵۸۴/۳، دلیل الفالحین : ۴۰۸/۱)

## ناحق مال کھانے پر جہنم کی وعید

۲۲۱. وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ امْرَأَةٌ حَمْرَةٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " إِنْ رَجُلًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمْ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

## رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۲۱) حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ بعض لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق تصرف کرتے ہیں، ان کے لئے روز قیامت جہنم ہے۔ (بخاری)

## تخریج حدیث (۲۲۱):

صحیح البخاری، کتاب الجہاد، کتاب فرض الخمس .

راوی حدیث: ام محمد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں، امام بخاری

رحمہ اللہ نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (ذیل النحالین : ۱/۹۰۹)

شرح حدیث: اس حدیث میں اور دیگر متعدد احادیث میں کسی کا مال ناحق کے لینے پر جہنم کی وعید آئی ہے مثلاً ایک حدیث میں

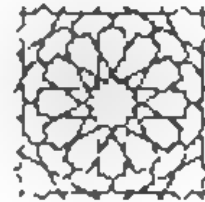
مذکورہ حدیث کا مضمون ان الفاظ میں آیا ہے ”بیشک دنیا سرسبز و شاداب ہے اور کچھ لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق گھسے جاتے ہیں، ان کے

لئے روز قیامت جہنم کی آگ ہے“ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ دنیا سرسبز و شاداب ہے جس نے اس سے اپنا حق لیا اسے اس میں برکت

دی گئی اور کوئی ایسا ہے جو اللہ کے مال میں اور اللہ کے رسول کے مال میں گھستا ہے وہ روز قیامت جہنم میں ڈالا جائے گا۔

عام مسلمانوں کے مال میں تصرف کرنا اور اسے ذاتی مفادات میں استعمال کرنا سخت گناہ ہے اور اس پر جہنم کی وعید ہے۔

(فتح الباری : ۲/۲۲۸، روضة المتقین : ۱/۲۷۴، نزهة المتقین : ۱/۱۹۷)





الباب (۲۷)

## باب تعظیم حرمت المسلمین و بیان حقوقهم والشفقة علیهم ورحمتهم مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت و رحمت

۹۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :

”جو اللہ کے احکام کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے پاس اس کے لئے خیر ہے۔“ (الحج: ۳۰)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص ان امور کا احترام اور ادب کرے جن کا اللہ تعالیٰ نے ادب و احترام مقرر فرمایا ہے تو یہ خیر عظیم اس کے لئے اللہ کے خزانہ رحمت میں جمع ہو جائیگی، مراد یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا اور جن امور کے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا اور ان سے باز رہنا ہر مسلم پر لازم ہے، اسی طرح جن چیزوں کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے اور ان کا ادب مقرر کیا ہے ان کی تعظیم کرنا اور ان کا ادب بجالانا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۹۷. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۖ ﴾

اور فرمایا:

”جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ قلوب کا تقویٰ ہے۔“ (الحج: ۳۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ نشانی ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کی۔ آیت میں شعائر کا لفظ آیا ہے جو شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں جو چیز کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت خاص سمجھی جاتی ہو وہ اس کے شعائر کہلاتے ہیں، شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

(معارف القرآن: ۶/۲۶۳)

۹۸. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾

اور فرمایا:

”اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازو جھکاؤ۔“ (الحجر: ۸۸)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ اہل ایمان کے ساتھ نرمی و شفقت اور محبت کا برتاؤ کیجئے۔ ان کے لئے اپنے پہلو کو جھکا

دیکھئے کہ اس سے انہیں فائدہ پہنچے گا۔

۹۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾

نیز فرمایا:

”جس شخص نے کسی کو قتل کیا، بغیر جان کے بدلے یا فساد فی الارض کے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ

رہنے دیا تو گویا تمام انسانوں کی زندگی کا موجب ہوا۔“ (المائدہ: ۳۲)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں بیان فرمایا کہ کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا ایک جرم عظیم ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی انسان

کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے سب بندوں کے مالک ہیں اسی طرح ان کی جانوں کے بھی مالک ہیں، انسان نہ

اپنی جان کا مالک ہے اور نہ کسی اور کی جان کا اسی لئے خود کشی بھی حرام ہے اور کسی اور انسان کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا ساری انسانیت کو قتل

کر دینا اور کسی کو بچالینا ایسا ہے جیسے ساری انسانیت کو بچالینا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اگر کسی نے کسی کو ناحق قتل کیا تو وہ اس جرم کی وجہ سے جہنم

میں اس طرح جائے گا جس طرح اگر وہ تمام انسانوں کو قتل کر دیتا تب جہنم میں جاتا اور اگر کسی آدمی کو ناحق قتل سے بچالیا تو گویا اس نے

سب لوگوں کو بچالیا۔ (تفسیر مظہری، معارف القرآن)

## مؤمن ایک دوسرے کے لیے مضبوطی اور قوت کا ذریعہ ہیں

۲۲۲. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُؤْمِنُ

لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا" وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مؤمن کے لئے ایک

عمارت کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں

ڈالا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۲۲):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل تعاون المؤمن . صحیح مسلم، کتاب البر

والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم .

**کلمات حدیث:** البُنْيَان : عمارت، مکان۔ بنی، بنیاء (باب ضرب) مکان یا عمارت بنانا۔ شَبَّكَ، شَبَّكَ (باب ضرب) ایک

دوسرے میں داخل ہونا۔ شَبَّكَ بِأَصَابِعِهِ : دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔

**شرح حدیث:** امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک نادور اور دلکش تشبیہ کے ساتھ مسلمانوں کی باہمی اخوت

و برادری اور الفت و محبت کو ظاہر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان باہم ملکر ایک عمارت کی طرح ہیں، عمارت کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے لئے اور پوری عمارت کے لئے باعث تقویت ہے، اسی طرح ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے باعث قوت ہے اور سب مسلمانوں کے باہمی تعاون سے ان کے دینی اور دنیاوی امور پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارے معاملات ابتری سے دوچار ہو جائیں۔

رسول کریم ﷺ نے مزید توضیح کے لئے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پروئیں اور اس طرح مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو بیان فرمایا۔ (فتح الباری: ۱/۴۵۶، دلیل الفالحین: ۲/۴، روضة المتقین: ۱/۲۷۶)

-----

### اسلمے کر چلتے ہوئے احتیاط سے کام لے کہ ناحق دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے

۲۲۳. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ أَوْ لِيَقْبِضْ عَلَى نَصَالِهَا بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا بِشَيْءٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازار میں سے تیر لے کر گزرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے اگلے تیز حصہ کو روک لے یا اس کو ہاتھ میں کر لے تاکہ کسی مسلمان کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔

**تخریج حدیث (۲۲۳):** صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب المرور فی المسجد۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب امر من مر بمسجد أو سوق أو غیرهما۔

**کلمات حدیث:** نبل: تیر۔ نبل نبلاً (باب نصر) تیر مارنا، واحد نبلة، جمع نبال۔ نصال: پیکان۔ نصل نصلًا (باب نصر) تیر میں پیکان لگانا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہتری کے لئے بے شمار ارشادات فرمائے، ان میں سے ایک اہم ارشاد یہ ہے کہ کوئی شخص عام مقامات (مسجد/ بازار) سے ہتھیار لے کر نہ چلے، اگر تیر وغیرہ لے کر جا رہا ہے تو اس کو اس طرح پکڑ لے کہ اس کا تیز حصہ اپنی طرف رکھے اور اسے مضبوطی سے پکڑے، بلا ضرورت اور محض اظہار قوت و شوکت کے لئے ہتھیار نہ لے کر چلنا درست نہیں۔ (نزہۃ المتقین: ۱/۲۳۲)

-----

### تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

۲۲۴. وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ

## بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۴) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی باہمی الفت و مودت

اور رحمت و شفقت میں مثل انسانی جسم کی سی ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم بیدار ہو جاتا ہے اور بخاری کی کیفیت میں

بتایا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۲۴):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس وانبئائهم، صحیح مسلم، کتاب البر

والمصدا، باب نرحم المؤمنین ونعاضفہم.

**کلمات حدیث:** ثَوَابَهُمْ: آپس میں محبت۔ وَاَذُوهُ: وِدَادًا وَمُؤَادَّةً، (باب مفاعله) محبت ظاہر کرنا۔ نَرَحِمُهُمْ: ان کا آپس

میں ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ نَعَاضِفُهُمْ: (باب تفاعل) ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ ان کا آپس میں مہربانی کرنا۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام مؤمنین کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا رشتہ دنیا کے ہر رشتہ

سے قوی تر ہے، اسی لئے ایک نہیں متعدد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی باہمی مودت و اخوت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے اور ان کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت کو واضح فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ایک بہت عمد و تمثیل کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان باہمی الفت و مودت کو اجاگر فرمایا ہے کہ تمام اہل ایمان باہم مل کر ایسے ہیں جیسے جسد واحد کہ اگر کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ صرف جسم کے اس حصے تک محدود نہیں رہتی بلکہ سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اہل اسلام آپس میں محبت اور تعاون ہی سے ایک مضبوط اجتماعی قوت بن سکتے ہیں اور یہ اتحاد و اتفاق صرف دین کے رشتہ ہی سے ممکن ہے اور دین کا رشتہ اس وقت مضبوط ہوگا جب مسلمان اس پر عمل کریں گے اور سارے کے سارے اسلام کو اپنی زندگی میں عملاً جاری کریں گے۔ (روح المعانی: ۱/۲۷۷، دلیل الخاتین: ۲/۵۶)

### شفقت سے اپنی اولاد کا بوسہ لینا

۲۲۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِي عَشْرَةَ مِّنَ الْوُلْدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ

اَحَدًا. فَظَرَّ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يَرْحَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی کو پیار

کیا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس بھی تھے، اقرع بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کو پیار

نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)



**تخریج حدیث (۲۲۵):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الوند و ثقيله . صحیح مسلم، کتاب

الفضائل، باب رحمة الصبيان والعیال .

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت فرماتے تھے، ایک موقع پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار فرمایا، آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے تو وہ بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے کسی سے پیار نہیں کیا، آپ ﷺ نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا، یعنی جو اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔

علماء نے فرمایا کہ بچوں کو پیار کرنا سنت نبوی ﷺ اور اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

(فتح الباری: ۱۷۸/۳، دلیل الغالیین: ۶/۲)

\*\*\*\*\*

### اولاد کو پیار کرنا

۲۲۶. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: اتَّعَبَلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. قَالُوا: لَكِنَّا وَاللَّهِ مَا نُقْبَلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللَّهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوبِكُمُ الرَّحْمَةَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے خدمت میں کچھ اعرابی حاضر ہوئے، کہنے لگے، کیا تم اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا لیکن ہم تو اللہ پیار نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے جذبہ رحمت نکال لیا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۲۶):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبنائهم . صحیح مسلم، کتاب

الفضائل، باب رحمة الصبيان والعیال .

**کلمات حدیث:** نزع، نزعاً (باب ضرب) نکالنا، کھینچنا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہیں، انہوں نے اپنے بندوں کے دلوں میں رحمت ودیعت فرمائی ہے، اس لئے بے رحمی، سختی اور بے مروتی کا رویہ انسانی طبیعت کے برخلاف ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں اس لئے جو بندہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہوگا اس کے دل میں ضرور رحم دلی ہوگی اور رافت و رحمت ہوگی، غرض رحم دلی اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ اگر وہ خود ہی کسی دل سے جذبہ رحمت نکال دے تو کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے دل میں دوبارہ پیدا کر دے۔

(فتح الباری: ۱۸۲/۳، دلیل الغالیین: ۷/۲)

\*\*\*\*\*

## جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا

۲۲۷. عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۷) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ

تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔ (متفق علیہ)

**خریج حدیث (۲۲۷):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى ﴿قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا﴾

الرَّحْمَنِ ﴿صَحِيحُ مُسْلِمٍ﴾، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبيان والعيال .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔ یہ حدیث مبارک عام ہے، اس لئے تمام انسانوں پر خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم رحم کرنا چاہیے بلکہ جانور بھی رحم کے مستحق ہیں، لوگوں کو کھانا کھلانا، اُن کی خدمت کرنا، کمزوروں، ناتوانوں، بیماروں اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا، بچوں سے شفقت سے پیش آنا، ایذا رسانی سے اجتناب کرنا، کسی کا سامان اٹھوا دینا اور پانی پلانا وغیرہ یہ اور اس طرح کے دیگر امور رحم میں داخل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں، جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

مَنْ لَمْ يَرْحَمْ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرْحَمْهُ اللَّهُ      جو مسلمانوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا  
مَنْ لَا يَرْحَمُ مَنْ فِي الْأَرْضِ لَا يَرْحَمُهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ      جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا اس پر آسمان والا رحم نہیں کرتا  
ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء      اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا  
غرض احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جو جس طرح دنیا میں عمل کرے گا آخرت میں اسی طرح جزا ہوگی۔

(فتح الباری : ۱/۱۸۲، روضة المتقين : ۱/۲۷۹، دلیل الفالحین : ۸/۲)

## امام معذوروں کا خیال کر کے ہلکی نماز پڑھائے

۲۲۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ؛ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ. وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ : " وَذَا الْحَاجَّةِ "

(۲۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز

پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طویل نماز پڑھے۔ (متفق)

علیہ) اور ایک روایت میں حاجت مند کے بھی الفاظ ہیں۔

**مخرج حدیث (۲۲۸):** صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسه فلیطول ما شاء، صحیح مسلم،

کتاب الصلاة، باب بر الائمة بتخفيف الصلاة في تمام.

**کلمات حدیث:** فَلْيُخَفِّفْ : اسے چاہئے کہ تخفیف کرے۔ خَفَّفَ : تخفیفاً: تخفیف کرنا، فلیطول : اسے چاہئے کہ لمبا کرے، طویل تطویلاً: (باب تفعلیل) لمبا کرنا طویل کرنا۔

**شرح حدیث:** اسلامی شریعت کے تمام احکام بندوں کے مصالح پر مشتمل ہیں چنانچہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام لوگوں کو نماز کی امامت کرائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہو سکتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کو کوئی ضرورت ہو اور طہرائی کی ایک روایت میں مرضع اور حامل کے بھی الفاظ آئے ہیں۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ارشاد ہے کہ تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ ان میں کمزور بوڑھے اور حاجت والے بھی ہوں گے۔

حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر نمازیوں میں ان لوگوں میں سے کوئی نہ ہو تو نماز کی تطویل میں حرج نہ ہو لیکن ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ تخفیف کا حکم عام ہے اور ہر حال میں تخفیف مطلوب ہے، کیوں کہ احکام عام ہوتے ہیں اور نادری صورتوں پر قائم نہیں ہوتے، جیسے سفر میں قصر کی علت اگرچہ مشقت کا ہونا ہے لیکن حکم قصر عام ہے خواہ مشقت موجود ہو یا نہ ہو، اسی طرح تخفیف صلاۃ لازمی ہے خواہ وہ لوگ موجود ہوں یا نہ ہوں جن کی موجودگی کی بناء پر تخفیف کا حکم ہوا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۵۴/۴، شرح الزرقانی: ۳۹۲/۱، روضة المتقین: ۲۷۹/۱)

### امت پر رحم کھاتے ہوئے عمل چھوڑ دیتے تھے

۲۲۹. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: "إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَذُغَ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يُعْمَلَ بِهِ خَشْيَةً أَنْ يُعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی وقت کسی

عمل کو چھوڑ دیتے حالانکہ آپ ﷺ اس کو کرنا چاہتے، اس خیال سے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور ان پر فرض ہو جائے۔

**مخرج حدیث (۲۲۹):** صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب تحريض النبي صلى الله عليه وسلم على صلاة

الليل والنوافل، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحی وإن أفلها ركعتان.

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کوئی عمل خیر کرنا چاہتے مگر بعض اوقات امت پر شفقت فرما کر اس کو نہ کرتے، اس خیال سے کہ اگر

آپ ﷺ نے اس عمل کا اہتمام کیا تو صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر اس عمل کو کریں گے اور اس طرح کہیں وہ عمل امت پر فرض نہ ہو جائے اور پھر امت کو اس فرض کی دائمیگی میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے۔

جیسے آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں تین رات تراویح پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تراویح کی امامت کے لئے باہر تشریف نہیں لائے، صحابہ کرام نے انتظار فرمایا، بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔

(فتح الباری : ۷۱۳/۱، شرح الزرقانی : ۴۳۴/۱، روضة المتقین : ۲۸۰/۱، ذلیل الفالحین : ۸/۱)

## امت کے لیے صوم وصال ممنوع ہے

۲۳۰. وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهَاَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. مَعْنَاهُ يَجْعَلُ فِي قُوَّةٍ مِّنْ أَكْلٍ وَشَرِبٍ.

(۲۳۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام پر رحم کرتے ہوئے انہیں صوم وصال سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (متفق علیہ) معنی یہ ہیں کہ مجھے ایسی قوت عطا فرمادیتا ہے جو اس شخص کو ملتی ہے جو کھاتا اور پیتا ہے۔

تخریج حدیث (۲۳۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی

عن الوصال فی الصوم.

کلمات حدیث: وصال، وصال وصالاً (باب ضرب) ملانا، ایک شے کو دوسری شے سے ملانا، مسلسل کھائے پیئے بغیر روزے رکھنا، دو یا زیادہ روزے اس طرح رکھنا کہ نہ ان کے درمیان سحری ہو اور نہ افطاری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا تاکہ آپ ﷺ ان کو زحمت اور مشقت سے بچائیں، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تقرب الی اللہ اور اس اعلیٰ مقام کے باوجود جس پر آپ ﷺ سرفراز ہیں صوم وصال رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کون میرا جیسا ہے، مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ سبحانہ کی عظمت و جلال میں تفکر اور مشاہدہ تجلیات حق میں مصروف رہنے سے جو روحانی غذا حاصل ہوتی ہے وہ اس جسمانی غذا سے کہیں زیادہ تقویت دینے والی تھی، یعنی روحانی غذا انسان کو جسمانی غذا سے مستغنی کر دیتی



ہے۔ (عمدة القاری: ۱۰۴/۱، روضة المتقین: ۲۸۱/۱، دلیل الفالحین: ۱۰/۲)

### بچوں کے رونے کی وجہ سے آپ کا نماز کو مختصر کرنا

۲۳۱. وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّجَارِثِ ابْنِ رَبِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَا قَوْمَ إِلَيَّ الصَّلَاةِ وَأُرِيدُ عَنْ أَطْوَلِ فِيهَا. فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَّجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ زَوَاةَ الْبُخَارَى."

(۲۳۱) حضرت حارث بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز طویل کر دوں، پھر کسی بچے کی رونے کی آواز سن کر اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بچے کی ماں پر دشواری ہو۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۳۱):** صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي.

**کلمات حدیث:** اتَّجَوَّزُ: میں مختصر کرتا ہوں۔ تَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ: نماز میں اختصار کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک دلیل ہے اس امر پر کہ امام اپنے مقتدیوں کا خیال رکھے اور ان پر شفقت و مہربانی کا رویہ اختیار کرے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز میں قرأت لمبی کروں کہ مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو کہ اس کا دل نماز میں بچے کی طرف لگا رہے گا، غرض امام کو اپنے مقتدیوں کے احوال کی رعایت رکھنی چاہئے، اور نماز پڑھانے میں اختصار سے کام لینا چاہئے۔ اختصار سے مراد قرأت کا اختصار ہے۔ ورنہ نماز کے سنن و استحباب کی پابندی بہر حال لازم ہے۔ (روضۃ المتقین: ۲۸۱/۱)

### فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے

۲۳۲. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا يَطْلُبُكُمُ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ إِلَّا فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يَذْرُكُهُ ثُمَّ يَكْبُهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۳۲) حضرت جندب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے، دیکھو اللہ تمہیں اپنے ذمہ سے متعلق کسی بات کا مطالبہ نہ کرے، جس سے وہ مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ کر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۳۲):** صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الصبح والعشاء في جماعة.

**راوی حدیث:** حضرت جناب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم ہوئے اور پھر بصرہ آ گئے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ۲۳ احادیث روایت کی ہیں کہ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں صبح کی نماز کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی، کیوں کہ اس نماز میں کلفت زیادہ ہے کہ بندہ صبح کی نیند چھوڑ کر یہ کہتا ہوا کہ نماز نیند سے بہتر ہے، اللہ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے تو اللہ سبحانہ اس سے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، اور بندہ صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کے حفظ و امان میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے صبح کی نماز کا اہتمام بہت ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ نماز صبح ادا کر کے بندہ دن بھر کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کے ذمہ اور اس کے عہد سے نکل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی شدید ہے۔ اگر اس نے کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ کر دیا وادوہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، وہ گرفت میں آ گیا اور جہنم میں ڈال دیا گیا، مقصود یہ ہے کہ اللہ کی خشیت اور خوف کے ساتھ صبح کی نماز کا اہتمام ہو اور پھر دن بھر پورا خیال رکھا جائے کہ کہیں کوئی معصیت سرزد نہ ہو جائے۔ أعاذنا اللہ من ذلك . (روضۃ المتقین : ۱/۲۸۲، دلیل الفالحین : ۲/۱۲)

### جو مسلمان کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے

۲۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . (۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے۔ اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۳۳):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم .

**کلمات حدیث:** فَرَّجَ تَفْرِيجًا (باب تَفْعِيل) کشادگی پیدا کرنا، تکلیف اور غم دور کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس اخوت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے اور کسی اور کو اس کے اوپر زیادتی نہ کرنے دے بلکہ اس کی مدد کرے اور اس کی مدافعت کرے کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرے اللہ اس کی ضرورت کی تکمیل فرمائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اور نصرت فرماتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی نصرت و مدد کرتا رہتا ہے، اگر کوئی مسلمان

دوسرے مسلمان کی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دیں گے۔ ظاہر ہے دنیا کی تکلیف آخرت کی تکلیف اور پریشانی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کسی بڑے کام یا کسی ناشائستہ حرکت میں مبتلا دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے کہ کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہ کرے، لیکن بغیر کسی کوتاہی سے نصیحت و فہمائش کرے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے عیوب پر پردہ ڈال دیں گے جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر اور اس کی برائیوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں پردہ ڈال دیں گے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۸۳)

### کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے

۲۳۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ، وَلَا يَكْذِبُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ، وَمَالُهُ، وَدَمُهُ، أَلْتَقَوْنِي هُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. (۲۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس کی خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے، نہ اسے رسوا کرے، ہر مسلمان کی عزت اس کا مال اور اس کی جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، تقویٰ یہاں ہے، کسی مسلمان کے براہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

**تخریج حدیث (۲۳۳):** الجامع للترمذی، ابو اب البر، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم.

**کلمات حدیث:** لَا يَخْذُلُهُ: اسے رسوا نہ کرے۔ خَذَلَ، خَذَلًا (باب نصر) مدد چھوڑ دینا، یعنی اس کی مدد اور نصرت نہ چھوڑے اور اس طرح بے یار و مددگار اور رسوا ہو جائے۔

**شرح حدیث:** مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اس رشتہ اخوت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے کی خیانت نہ کریں، آپس میں ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ایک دوسرے کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دیں کہ وہ ظلم کے حوالے ہو جائے، اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ ہو، بلکہ تمام مسلمانوں کے درمیان نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور نصرت ہونی چاہئے کہ اگر کوئی کسی پر ظلم کر رہا ہے تو ظالم کو دفع کرنا چاہئے اور مظلوم کو ظلم سے بچانا چاہئے یا کوئی مسلمان کسی برے کام میں مبتلا ہو تو اس کو اس کام سے روکنا چاہئے اور نصیحت کرنی چاہئے، کیوں کہ اسے برے کام سے نہ روکنا اس کی فضیحت کا سامان کرنا اور حشر کے میدان میں اسے رسوا ہونے کے لئے چھوڑ دینا ہے۔

ہر مسلمان کی جان مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان کے لئے محترم ہے، اس لئے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عزت پر حرف زنی نہ

کرے کہ اس کی غیبت کرے، اسے برا بھلا کہے اور اس کی نسبت پر عیب لگائے، نہ اس کے جان و مال پر کوئی زیادتی کرے، مسلمان کی جان و مال اور عزت کی حرمت کتاب و سنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔

ایک مسلمان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے، تقویٰ کا مقام قلب ہے، کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا گناہ عظیم ہے کہ اس کا منشاء تکبر ہے اور تکبر بہت بڑا گناہ اور جرم عظیم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے قلب میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا اور حدیث نبوی میں تکبر کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ تکبر حق کا چھپانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ مسلمان کو سلام نہ کرنا یا اس کے سلام کا جواب نہ دینا بھی تکبر میں داخل ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱۴/۲، روضۃ المستقین: ۱/۲۸۴)



### مسلمان کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا حرام ہے

۲۳۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ ، وَلَا يَحْقِرُهُ ، وَلَا يَخْذُلُهُ ، التَّقْوَى هُنَا " وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ " بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ذِمَّةٌ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .  
" النَّجَشُ " : أَنْ يَزِيدَ فِي ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادِي عَلَيْهَا فِي السُّوقِ وَنَحْوِهِ وَلَا رَغْبَةَ لَهُ فِي شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ أَنْ يَغُرَّ غَيْرَهُ ، وَهَذَا حَرَامٌ " وَالتَّدَابُرُ " : أَنْ يُعْرِضَ عَنِ الْإِنْسَانِ وَيَهْجُرَهُ ، وَيَجْعَلُهُ كَالشَّيْءِ الَّذِي وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ .

(۲۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو، نہ خرید و فروخت میں ایک دوسرے پر بولی دو، نہ بغض رکھو اور بے رخی اور اعراض مت کرو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا مت کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے اور نہ رسوا کرتا ہے، تقویٰ یہاں ہے، آپ ﷺ نے سینہ مبارک کی جانب تین مرتبہ اشارہ فرمایا، آدمی کی برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے (مسلم)

نجش کے معنی ہیں کہ بازار میں اگر کوئی شے فروخت ہو رہی ہے تو اس کی قیمت بڑھا کر بتائے حالانکہ خود لینے کا ارادہ نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکہ دینا مقصود ہو، اور یہ حرام ہے، تدابر کے معنی ہیں کسی انسان کو چھوڑ دینا اور اس سے اعراض کرنا جیسے کوئی چیز پس پشت ڈال دی ہو۔

تخریج حدیث (۲۳۵): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس .

کلمات حدیث: لَا تَحَاسَدُوا : آپس میں حسد نہ کرو، حسد کے معنی یہ تمنا کرنے کے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس جو نعمت ہے وہ اس



سے جاتی رہے۔ لَا تَنَاجِشُوا: نجش نہ کرو، نجش کے معنی ہیں بازار میں بولی لگانے کے وقت بڑھا کر قیمت بتانا جبکہ خود لینے کی نیت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈال کر بیچنے والے کے سامان کی قیمت بڑھانا مقصود ہو، تاکہ لوگ اس شے کو زیادہ قیمت میں خرید لیں۔ لَا تَبَاغُضُوا: آپس میں بغض نہ رکھو۔ لَا تَدَابُرُوا: آپس میں بے رخی اور بے اعتنائی نہ اختیار کرو۔

**شرح حدیث:** باہمی معاملات کی ان خرابیوں کی نشاندہی کی گئی جو ایک مسلمان کے شایان شان نہیں اور اس پر لازم ہے کہ وہ ان امور سے اجتناب کرے، سب سے پہلے حسد سے منع فرمایا جو ایک بہت بری اخلاقی بیماری ہے کہ انسان یہ چاہے کہ اللہ نے فلاں کو جو اپنی نعمت سے نوازا ہے وہ اس سے چھین جائے اور جاتی رہے، تباغض اور تباغض سے منع فرمایا، یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بغض اپنے دل میں رکھے، مؤمن اللہ کا محبوب ہے اللہ کے محبوب سے بغض رکھنا کتنی بڑی برائی ہوگی، اور فرمایا ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو۔ بیع پر بیع کرنے سے بھی منع فرمایا، اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے خیار مجلس یا خیار شرط سے بیع کی، تو وہ دوسرا شخص خیار کے زمانے میں بیع سے کہے کہ اس سودے کو منسوخ کر دو، میں زیادہ قیمت میں لے لوں گا، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امر بائع نے پہلی بیع منسوخ کر کے دوسرے کو وہ شئی فروخت کر دی تو بیع منعقد ہوگی لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ فرمایا کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی برائیاں ترک کر کے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور اپنی زندگی کے تمام معاملات کو اخوت، ہمدردی، دیانت، محبت و مودت اور حسن معاملہ پر استوار کرو۔

(صحیح مسلم بشرح النووي: ۱۶، ۹۷، روحۃ المتقین: ۱/۲۸۴، نزہۃ المتقین: ۱۱/۲۳۷)

## جو اپنے لیے پسند کرے اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے

۲۳۶. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لَا خِيَةَ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۳۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا، یہاں تک

کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۳۶):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان يحب لاخيه. صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان يحب لغيره ما يحب لنفسه من الخير.

**شرح حدیث:** ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں ایمان سے ایمان کامل مراد ہے یعنی اس شخص کا ایمان کامل ہوگا جو اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں من الخیر کے الفاظ بھی ہیں یعنی جس خیر کو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے مسلمان کے لئے پسند کرے خواہ خیر دنیوی ہو یا اخروی مثلاً دنیا میں صحت و عافیت، راحت و رزق اور اولاد اور آخرت کی خیر میں آخرت کی نجات، اللہ اور رسول کی رضا اور خاتمہ بالخیر۔

(روضۃ المتقین: ۱/۲۸۵، شرح مسلم للنووی، دلیل الفالحین: ۳/۱۳، مظاہر حق جدید: ۴/۵۴۰)

## ظالم کو ظلم سے باز رکھ کر اس کی مدد کرو

۲۳۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنْصُرُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا" فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْصُرْهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرْهُ؟ قَالَ: "تَحْجُزْهُ" أَوْ تَمْنَعْهُ مِنَ الظُّلْمِ؛ فَإِنْ ذَلِكَ نَصْرُهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۳۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ، مظلوم کی تو مدد کروں گا، ظالم کی میں کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۳۷): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب أَعْنُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا.

کلمات حدیث: تَحْجُزْهُ: اسے روکو۔ حَجَزَ حَجْزًا (باب نصر): منع کرنا، روکنا۔

شرح حدیث: ظلم اور زیادتی سے معاشرے میں ایک ہمہ گیر فساد پھیلتا ہے، اس لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ہر شخص کو ظلم کرنے سے روکا جائے، حدیث مبارک فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم کی مدد تو یہ ہے کہ اسے ظلم سے بچایا اور تحفظ دلایا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ظالم اپنی ذات میں مظلوم ہی ہے کہ اس کے ظلم و زیادتی کا وبال اور عذاب اس دنیا میں بھی اس پر پڑے گا اور آخرت میں بھی، تو مال کا روہ خود مظلوم ہو گیا، اور اس طرح خود اسے تنبیہ کی گئی کہ وہ ظلم سے باز رہے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد کرنا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ مظلوم کی مدد یہ ہے کہ ظالم سے لے کر اس کا حق اسے دیدیا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے نفس سے یہ حق لیا جائے۔

(فتح الباری: ۲/۱۴، روضۃ المتقین: ۱/۲۸۶)

## ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں

۲۳۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَإِيتَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيْتَهُ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَأَنْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدِ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرَضَ فَعُدُّهُ،

وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبَعُهُ“

(۲۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہہ کر جواب دینا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے حق چھ ہیں: جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر اور جب تجھے بلائے تو اس کی دعوت قبول کر، جب تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کر اور جب وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

**تخریج حدیث (۲۳۸):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، صحیح مسلم، کتاب

السلام، باب من حق المسلم على المسلم رد السلام۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، ایک روایت میں ہے کہ چھ حقوق

ہیں۔ سب سے پہلے سلام کا جواب دینا ہے جو کہ اہل اسلام کی خصوصیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ سلام کرنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور فرشتوں کا شعار ہے، فرشتے اہل جنت کو سلام کریں گے اور اہل جنت بھی باہم سلام کریں گے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر شخص معین کو سلام کیا جائے تو اس پر سلام کا جواب دینا فرض عین ہے۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنا، فقہاء نے فرمایا کہ عیادت سنت مؤکدہ ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک مندوب ہے، عیادت مریض کے وقت ضروری ہے کہ اس کا حال معلوم کرے اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے اور اس کے حق میں دعا کرے، اور غیر ضروری طور پر مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے۔

جنازے کے ساتھ جانے کا بہت اجر و ثواب ہے۔ بالخصوص اگر آدمی کو اپنی موت یاد آئے تو اس کا بہت فائدہ ہے۔

دعوت میں بلایا جائے تو دعوت میں جائے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی کو ولیمہ کی دعوت میں بلایا جائے تو ضرور جائے، اس لئے فقہاء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت میں شرکت واجب اور باقی دعوتوں میں شرکت مستحب ہے۔

اگر کسی کو چھینک آئے اور وہ بعد میں الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، تین مرتبہ تک اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سنت کفایہ ہے یعنی اگر حاضرین میں سے ایک شخص یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کی طرف سے ہو جائے گا۔

فتح الباری: ۷۵۵/۱، روضة المتقين: ۲۸۶/۱، شرح مسلم للنووی۔

## سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت

۲۳۹. وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبُرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَاجَابَةِ الدَّاعِي، وَافْشَاءِ السَّلَامِ. وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ أَوْتَخْتُمُ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبِ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ السَّمَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالذِّيْبَاجِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ : وَإِنْشَادِ الصَّلَاةِ " فِي السَّبْعِ الْأَوَّلِ.

"الْمِثَاطِرُ": بَيَاءٌ مُثَنَّى قَبْلَ الْأَلِفِ وَثَاءٌ مُثَلَّثَةٌ بَعْدَهَا وَهِيَ جَمْعُ مِثْرَةٍ وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيرٍ وَيُحْشَى قُطْنًا أَوْ غَيْرُهُ وَيُجْعَلُ فِي السَّرَجِ وَكُورِ الْبَعِيرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّايكِبُ. " وَالْقَسِيُّ " : يَفْتَحُ الْقَافَ وَكَسَرَ السَّيْنِ الْمُهِمْلَةَ الْمُشَدَّدَةَ وَهِيَ ثِيَابٌ تُسَجُّ مِنْ حَرِيرٍ وَكَتَانٍ مُخْتَلَطَيْنِ. " وَإِنْشَادِ الصَّلَاةِ " : تَعْرِيفُهَا.

(۲۳۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا ہمیں حکم دیا کہ ہم مریض کی عیادت کریں، جنازہ کے پیچھے چلیں، چھینکنے والے کا جواب دیں، قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کریں، مظلوم کی مدد کریں داعی کی دعوت پر لبیک کہیں اور سلام کو عام کریں، اور آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتن میں پانی پینے سے، سرخ ریشمی گدوں پر بیٹھنے سے، قسی کے کپڑے پہننے سے اور ریشم استبراق اور دیباچ پہننے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں پہلی سات باتوں میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی ہے۔ المِثَاطِرُ مِثْرَةٌ: کی جمع ہے جو ریشم سے بنتی ہے اور اس میں روئی بھری جاتی ہے اور اس کو گھوڑوں کی کانٹھوں اور اونٹوں کے جاوہ پر رکھا جاتا ہے، اور اس پر سوار بیٹھتا ہے۔ الْقَسِيُّ: ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت سے ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ إِنْشَادُ الصَّلَاةِ: کے معنی گمشدہ چیز کے بارے میں اعلان کرنے کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۲۳۹):** صحیح البخاری، کتاب الحائز، باب الامر باتباع الجنائز، صحیح مسلم کتاب اللباس،

باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء.

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا اور سات باتوں سے منع فرمایا، ان میں سے بعض امور گزشتہ حدیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس حدیث میں جو امور زائد مذکور ہوئے وہ اس طرح ہیں۔ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی پر اعتماد کر کے قسم کھائے کہ فلاں شخص فلاں کام ضرور کر دے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کام کو کر کے قسم کھانے والے کو قسم سے بری کر دے بشرطیکہ وہ ناجائز کام نہ ہو۔ جہاں کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی ہو رہی ہو اس کا دفاع کرے اور اسے ظلم سے بچائے۔ حدیث مبارک میں سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا گیا۔ اسلام نے سونے کا استعمال صرف عورتوں کیلئے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کیلئے حرام قرار دیا ہے۔ نیز چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا، غرض سونے چاندی اور ریشم کا استعمال مردوں پر حرام ہے۔

(فتح الباری: ۱/۷۵۵، عمدة القاری، روضة المتقین، ۲۸۷/۱، دلیل الفالحین: ۲۲/۲)



ستر عورات المسلمین والنهی عن إشاعتها لغير ضرورة  
مسلمانوں کی پردہ پوشی اور ان کے عیوب کی تشہیر کی ممانعت

۱۰۰. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ ءَامَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔“

(النور: ۱۹)

**تفسیری نکات:** مسلم معاشرے میں بے حیائی کی باتیں کرنا اور ان کو پھیلانا ایک سنگین اخلاقی برائی ہے، کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ بلاشبوت جو چاہے کہتا پھرے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی باتیں اور فواحش پھیلاتے ہیں ان کو دنیا و آخرت دونوں جگہ عذاب الیم ہوگا۔ فواحش اور برائیوں کو پھیلنے سے روکنے کا موثر طریقہ یہی ہے کہ ان کی اشاعت روکی جائے، کیوں کہ بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینے سے ان جرائم کی ہولناکی کا تاثر لوگوں کے دلوں میں کمزور ہو جاتا ہے اور ان میں ان گناہوں کے ارتکاب کی جرأت بڑھ جاتی ہے۔ (معارف القرآن: ۶/۳۸۰)

## مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم

۲۴۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ” لَا يَسْتُرُ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ “ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ کسی بندہ کی دنیا میں پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

**تخریج حدیث (۲۴۰):** صحیح مسلم، کتاب البر، باب بشارۃ من ستر عبیہ فی الدنیا بأن یستر علیہ فی الآخرة

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک بڑی اخلاقی فضیلت ہے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمادے گا اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور اسے قیامت کی باز پرس سے بچالے گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور اس کے عیوب کی تشہیر نہ ہونے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ اللہ اس کا محاسبہ نہیں فرمائیں گے اور اس کے گناہوں کا ذکر بھی نہ ہوگا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۱۴/۱۶، دلیل الفالحین: ۲۴/۲، روضة المتقین: ۱/۲۸۹)

### گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے

۲۴۱. وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهِرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذًا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے تمام لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان کے جو خود اپنے عیوب کا چرچا کرتے ہیں۔ ان کا چرچا یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی برا کام کرتا ہے، صبح ہوتی ہے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی ہوئی ہوتی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے رات فلاں فلاں کام کیا، حالانکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا مگر وہ اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۴۱):** صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه، صحیح مسلم، کتاب

الزهد، باب النهی عن هتك الانسان ستر نفسه.

**کلمات حدیث:** المجاہرین: اعلان کرنے والے، چرچا کرنے والے، مجاہر کی جمع۔ مجاہرہ۔ مجاہرۃ (باب مفاعله) کھلم کھلا ظاہر کرنا۔ جہیز جہراً: آواز بلند کرنا۔

**شرح حدیث:** انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے اور بحیثیت انسان کوئی غلطی سرزد ہو سکتی ہے اور آدمی کسی برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں تقاضائے انسانیت اور شرافت یہ ہے کہ آدمی شرمندہ ہو اور توبہ اور ندامت کے ساتھ اللہ کی جانب رجوع کر لے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں گے۔

لیکن اگر کوئی آدمی برا کام کر کے لوگوں کے درمیان اس کی تشہیر کرتا پھرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے قلب و دماغ پر شیطان کا تسلط قائم ہو چکا ہے اور اس کے دل میں اللہ کا خوف اور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی عظمت و اہمیت باقی نہیں رہی، یہ شخص اس حرکت سے توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور غضب الہی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ أعاذنا اللہ من ذلک.

(روضة المتقین: ۱/۲۹۰، دلیل الفالحین: ۲۵/۲)

### باندی بار بار زنا کرے تو اس کو فروخت کر دو

۲۴۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زَنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُشْرَبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ

مِنْ شَعْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . "التَّشْرِيبُ" التَّوْبِيخُ .

(۲۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ باندی زنا کرے اور اس کا زنا واضح

ہو جائے تو اسے حد لگائی جائے اور اس کو برا بھلا نہ کہا جائے، دوبارہ زنا کرے تو پھر حد لگائی جائے اور برا بھلا نہ کہا جائے، پھر اگر تیسری بار

زنا کرے تو اسے فروخت کر دے اگر چہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ) تشریب کے معنی برا بھلا کہنے کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۲۲۲):** صحیح البخاری، کتاب العتق، باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق . صحیح مسلم، کتاب

الحدود، باب رجم الیہود و اهل الذمۃ فی الزنا .

**کلمات حدیث:** فَلْيُحْلِدْهَا : اسے کوڑے مارے۔ جَلَدًا (باب ضرب) کوڑے مارنا۔ لَا يُتَرَبَّ : اسے برا بھلا نہ کہے۔

تشریب (باب تفعیل) کسی کو برا کہنا اور اس کے فعل پر اسے برا بھلا کہنا۔

**شرح حدیث:** باندی اگر زنا کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مالک اسے خود حد لگا

سکتا ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حد جاری کرنا صرف سلطان کا حق ہے۔ غیر سلطان کو حد لگانے کی اجازت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن : ۱۱ / ۵۸۰ ، دلیل الفالحین : ۲ / ۲۶)

## شراب پینے والے کی سزا

۲۲۳. وَعَنْهُ قَالَ : اتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ :

"اضْرِبُوهُ" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللَّهُ قَالَ : " لَا تَقُولُوا هَكَذَا ، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس

نے شراب پی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اسے مارو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے ہاتھ سے مارا، کسی نے

جوتے سے مارا اور کسی نے کپڑے سے مارا، جب وہ چلا گیا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اللہ تجھے رسوا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۲۳):** صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر .

**کلمات حدیث:** لَا تُعِينُوا : اعانت نہ کرو۔ اُعَانًا ، اِعَانَةً (باب افعال) اعانت کرنا۔ اُعَانُ عَلَیْہ : اس کے خلاف دوسرے کی

اعانت کی۔

**شرح حدیث:** شرب خمر (مے نوشی) حدود کے جرائم میں سے ایک جرم ہے اور اس کی حد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اسی کوڑے ہیں۔ زمانہ نبوت ﷺ میں مے نوشی کے واقعات بہت کم ہوئے اور اسی طرح حضرت ابو بکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی مے نوشی کے واقعات پیش نہیں آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مے نوشی کے متعدد واقعات پیش آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کوڑے کی مرزا جاری فرمائی اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا۔

(المعنی لابن قدامہ : ۳۰۷/۸ ، فتح الباری : ۱۱۷/۱ ، شرح المؤطا للزرقانی : ۱۸۲/۴)





الْبَيِّنَات (۲۹)

## باب فی قضاء حوائج المسلمین مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کا بیان

۱۰۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ (الحج: ۷۷)

**تفسیری نکات:** خیر کے معنی ہر نیکی کے ہیں، خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیاوی، یعنی ہر عمل صالح خیر ہے اور عمل صالح وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مطابق ہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو اور فلاح کے معنی ہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی، مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کرتے رہو، اسی سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی۔

## اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے فضائل

۲۴۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے سہارا چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۴۴):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه . صحیح

مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

**کلمات حدیث:** کُرْبَةٌ: پریشانی۔ کُرْبٌ کُرْبًا (باب نصر) پریشان کرنا، غمگین کرنا۔ سَتَرَ: چھپایا، پردہ ڈالا۔ سَتَرَ، سَتَرًا

(باب نصر) چھپانا۔ مستور: پوشیدہ۔

**شرح حدیث:** ظلم ہر صورت میں اور ہر حالت میں حرام ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کسی مسلمان پر ظلم ہوتا ہو دیکھے تو اسے

بچائے اور اس کو ظلم سے نجات دلائے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائیں گے، ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کی حاجت روائی کا ثواب ساری عمر کی بندگی کے برابر ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اس دن اس کو ثابت قدم رکھیں گے، جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔ حدیث مبارک میں کُسرۃ کا لفظ ہے جس میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ صاف ظاہر ہے دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں آخرت کی مصیبت عظیم ہے، اور اس کے سامنے دنیا کی مصیبت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اس حدیث کی شرح باب ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

## جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں

۲۴۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسِّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ تَعَالَى يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص حصول علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے آسان فرمادے گا اور اگر کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں تاکہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس کا درس دیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے قریب رہنے والے فرشتوں میں فرماتے ہیں اور جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ جائے اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۴۵): صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن.

کلمات حدیث: غَشِيَتْهُمْ: انہیں ڈھانپ لیا، ان پر چھا گئی۔ غَشِيَتْ غَشِيًا (باب سمع) ڈھانپنا، چھا جانا۔ حَفَّتْهُمْ: انہیں گھیر لیا۔ حَفَّ، حَفًّا (باب نصر) گھیرنا۔ بَطَّأ: مؤخر کر دیا، پیچھے چھوڑ دیا۔

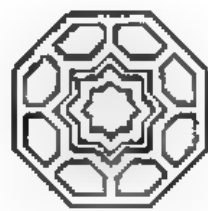
**شرح حدیث:** قیامت کی کسی مصیبت کا دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مصیبت سے بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا، اس دن کی مصیبت تو ایسی ہوگی کہ ﴿تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ﴾ ماں اپنے شیرخوار بچہ سے غافل ہو جائے گی، دنیا میں لوگوں کے کام آنا، ان کی تکلیف دور کرنا اور ان کی پریشانی کو رفع کرنا اس قدر عظیم اجر و ثواب کا کام ہے کہ اللہ اس کے صلے میں قیامت کی مصیبت سے نجات عطا فرمائیں گے۔

قیامت کا دن بہت کٹھن اور بہت سخت ہوگا، دنیا میں کسی تنگی سے نکالنا اور اس کی دشواری کو دور کرنا ایسی بڑی نیکی ہے جس کے صلہ میں آخرت کی تنگی اور سختی سے نجات مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اعانت و نصرت فرماتے رہیں گے جب تک وہ دنیا میں اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہے گا۔

اللہ کی کتاب کی تلاوت کے لئے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اگر کوئی جماعت اللہ کے گھر میں یا کسی اور جگہ اکٹھا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اگر بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس مجلس میں یاد کرتا ہوں جو انسان کی مجلس سے بہتر ہے اور جو علم دین کے حصول کے لئے کسی راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں، سکینت سے مراد اطمینان قلب اور رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جن گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے۔

آخرت کی فلاح دنیا میں اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ وہاں کوئی رشتہ اور نسب کام نہیں آئے گا، بلکہ ہر ایک کے درجات اس کے عمل کے مطابق ہوں گے، ﴿وَلِكُلِّ دَرَجَتٌ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! جو چاہو پوچھ لو، میں اللہ کی گرفت سے کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۷/۱۸، روضة المتقین: ۱/۲۹۲، دلیل الفالحین: ۲/۲۹)



## باب الشفاعة شفاعت کا بیان

۱۰۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفْعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس کے ثواب میں حصہ ملے گا۔“ (النساء: ۸۵)

**تفسیری نکات:** شفاعت کے لفظی معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں، اور مراد یہ ہے کہ اگر طالب حق کمزور ہو اور اپنا حق خود نہ لے سکتا ہو تو اس کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اسے قوی کر دیا جائے یا نیکیں اکیلے شخص کے ساتھ مل کر اسے جوڑا بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز شفاعت کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ جس کی شفاعت کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو، دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا تو آپ پہنچا دیں۔ بالفاظ دیگر خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعت سینہ ہے اور سفارش میں اپنے تعلق یا مرتبہ سے دباؤ ڈالنا ظلم ہے اور شفاعت سینہ ہے، یعنی جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کی جائز طریقہ پر سفارش کر لے تو اس کو ثواب کا حصہ ملے گا۔ (معارف القرآن: ۲/۹۷)

-----

۲۳۶. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَى جُلُوسَاتِهِ فَقَالَ: "اشْفَعُوا تَوْجَرُوا وَيَقْضِيَ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا أَحَبُّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ: "مَا شَاءَ".

(۲۳۶) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی طالب حاجت آتا آپ ﷺ حاضرین کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے کہ شفاعت کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے جو فیصلہ پسند ہو وہ کر دیتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو چاہے فیصلہ کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۳۶):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقة، صحیح مسلم، کتاب الیر والصلۃ والآداب، باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام.

**کلمات حدیث:** اشفعوا: شفاعت کرو، شفاعت۔ سفارش۔ اشفعوا تو جروا: شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا۔

**شرح حدیث:** اگر کوئی شخص کمزوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اپنا حق نہ لے سکے تو اس کے حق میں سفارش کر کے حق دلادینا باعث اجر و ثواب ہے، جائز اور حق کام میں سفارش جائز ہے اور ناجائز کاموں میں اور ناجائز طریقے سے ناجائز ہے۔ حدود کے اسقاط



کے لئے سفارش حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہتے ہیں کرا دیتے ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ جو فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ آخرت میں اجر و ثواب عطا کرنا اللہ ہی کا کام ہے اور جب رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا تو یہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے جو لسان نبوت پر جاری ہوا۔

(فتح الباری: ۱/۸۳۰، شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۶، روضة المتقین: ۱/۲۹۴)

### حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی سفارش

۲۴۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قِصَّةِ بَرِيرَةَ وَزَوْجِهَا، قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ رَاجَعْتِهِ؟" قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: "إِنَّمَا أَشْفَعُ" قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

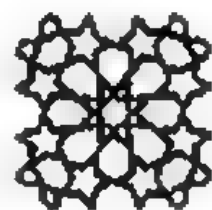
(۲۴۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ اور ان کے شوہر کے قصے میں روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کرلو، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سفارش کر رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری)

#### تخریج حدیث (۲۴۷):

صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی ﷺ فی زوج بریرہ.

**شرح حدیث:** حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، ان کا نکاح دور غلامی میں مغیث نامی ایک سیاہ قام غلام سے ہو گیا تھا، حضرت بریرہ آزاد ہو گئیں تو انہیں شرعی قانون کے مطابق یہ اختیار حاصل ہوا کہ وہ چاہیں تو پہلے نکاح کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو ختم کر دیں، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ختم کر دینے کو ترجیح دی۔

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے آنسو بہہ کر ان کی داڑھی پر آ جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ حال دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ بریرہ کو مغیث سے رجوع کرنے کے لئے کہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ سے اپنے شوہر سے مفارقت کے فیصلے کو واپس لینے اور شوہر سے مراجعت کے لئے کہا، انہوں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ کیا آپ مجھے حکم فرما رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ سفارش کر رہا ہوں، بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، یعنی وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سفارش پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۲/۱۰۹۸، روضة المتقین: ۱/۲۹۵)



## باب الاصلاح بین الناس لوگوں کے درمیان مصالحت

۱۰۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی حکم دے صدقہ کا یا اچھے کام کا یا لوگوں کے درمیان صلح

کراوے کا۔“ (النساء: ۱۱۳)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے باہمی مشورے اور سرگوشیاں جو آخرت کی فکر سے بے پرواہ ہو کر محض چند روزہ دنیا کے وقتی منافع کے لئے ہوتی ہیں ان میں بھلائی کا اور خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کو صدقہ خیرات کی ترغیب دیں، اچھائیوں اور نیک کاموں پر آمادہ کریں یا لوگوں کے درمیان باہم صلح کرا دینے پر غور کریں، معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہل شرع پہچانتے ہوں۔ اس کے بالمقابل منکر ہے یعنی ہر وہ کام ہے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہو اور اہل شریعت اسے نہ جانتے ہوں۔

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے ہر کلام میں ضرر اور نقصان ہے الا یہ کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوئی بات ہو۔

لوگوں کے درمیان صلح کرا دینے کی فضیلت اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ (معارف القرآن: ۵۴۵/۲)

۱۰۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

نیز فرمایا

”صلح بہت اچھی بات ہے۔“ (النساء: ۱۲۸)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت کریمہ خانگی معاملات سے متعلق ہے کہ اگر زوجین میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لیں کہ صلح ہی خیر ہے اور اسی میں ان دونوں کی بھلائی ہے۔ (معارف القرآن: ۵۶۲/۲)

۱۰۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾

نیز فرمایا کہ

”اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔“ (الانفال: ۱)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت غزوہ بدر سے متعلق ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اللہ سے ڈرو اور باہمی تعلقات کو صحیح رکھنے کے لئے تقویٰ اختیار کرو کہ دل اللہ کی یاد اس کی خشیت سے معمور رہیں تو اختلاف و نزاع کی فرصت کہاں۔

۱۰۶. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾

مزید فرمایا کہ

”مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں میں صلح کروادیا کرو۔“ (الحجرات: ۱۰)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو، یعنی دو بھائی اگر آپس میں لڑ پڑیں تو انہیں یونہی نہ چھوڑو بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش میں اللہ سے ڈرتے رہو کہ کسی طرح کی بے جا طرفداری نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

## جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ لازم ہوتا ہے

۲۳۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ سُلاَمَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ. تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ، عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ، عَلَيْهَا مَتَاعَهُ، صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ مَعْنَى "تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا": تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ.

(۲۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی کو سواری میں مدد دینا اور اسے سوار کرادینا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھوا دینا صدقہ ہے اچھی بات صدقہ ہے۔ نماز کے لئے جانے کے لئے جو قدم اٹھتا ہے صدقہ ہے اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) تعدل بینہما کے معنی ہیں کہ تم ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔

**تخریج حدیث (۲۳۸):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من اخذ بالركاب، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ

باب بیان أن اسم الصدقة تقع كل نوع من المعروف .

**کلمات حدیث:** سلامی : جمع سلامیۃ : انگلی کا ایک جوڑ، انسانی اعضاء، انسانی بدن کے جوڑ، جمع سلامیات .

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی جس کی ہر شے اس کے کمال کی گواہی دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ کس قدر عظیم اور کس قدر بڑا صانع ہے جس نے یہ تمام اشیاء پیدا فرمائی ہیں اور ان تمام اشیاء کے درمیان خود انسان کا وجود اپنے اندر بے شمار شواہد لئے ہوئے ہے جو اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنا سراپنے پیدا کرنے والے خالق عظیم کے سامنے جھکا دے۔

اللہ سبحانہ کا کمال قدرت انسان کے وجود میں اس کی جان، سانس کی آمد و رفت اور وہ سارا نظام ہے جس پر انسان کا وجود استوار ہے، اسی میں وہ ہڈیاں اور جوڑ ہیں جن کی وجہ سے انسان کا جسم آسانی اور سہولت ہر جانب اور پہلو حرکت ہے، اس لئے فرمایا کہ ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرے۔

یہ صدقہ بڑا نہیں کہ انسان کے لئے دشوار ہو، بلکہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کر دینا صدقہ ہے، کسی کو سواری پر سوار کر دینا، نماز کو جانے کے لئے قدم اٹھانا اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۳۶/۲)

## تین مواقع میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے

۲۴۹. وَعَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْجِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُهُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: تَعْنِي الْحَرْبَ وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَخَدِيعَتِ الرَّجُلِ أَمْرًا تَهْ وَخَدِيعَتِ الْمَرْءِ قَرْوَجَهَا.

(۲۴۹) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

وہ کذاب نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی اچھی بات پہنچا دیتا یا کہہ دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ رخصت دیتے ہوں ان باتوں میں جو لوگ کہتے ہیں

ہر سوائے تین مواقع کے، یعنی جنگ، مرد کا اپنی بیوی سے بات کرنا اور عورت کا اپنے شوہر سے بات کرنا۔

## تخریج حدیث (۲۴۹):

صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکذاب الذی، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ .

**راوی حدیث:** حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، صلح حدیبیہ میں یہ شرط رکھی گئی

تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ آئے گا اس کو واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فکر مند ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اِذَا

جاءکم المؤمنات مهاجرات﴾ یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پیادہ چل کر آئی تھیں، دس احادیث روایت کی ہیں اور صحیحین میں یہی



ایک حدیث ہے۔ (دلیل القالین: ۳۸/۲)

**کلمات حدیث:** نَمَى، يَنْمَى (باب ضرب) چغلخوری کرنا۔ نَمَى الْحَدِيثُ إِلَى فَلَانٍ: کسی کی طرف کسی بات کی نسبت کرنا۔

نَمِيتُ الْحَدِيثِ: میں نے بات پہنچائی، اس وقت کہتے ہیں جب بہ نیت اصلاح ہو۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی شخص فریقین کی اچھی باتیں ایک دوسرے کو پہنچا دے تو وہ جھوٹا نہیں ہے یعنی وہ دونوں کی نفرت و عداوت کی باتوں پر خاموشی اختیار کرے اور دونوں کے بارے میں صرف وہ باتیں کرے جن سے ان کے درمیان صلح ہو سکے۔

جنگ کے موقع پر بطور تو یہ بات کرنا بھی کذب نہیں، چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ہمارا شکر بڑا عظیم ہے یا ہمیں مدد پہنچنے والی ہے یعنی اللہ کی مدد پہنچنے والی ہے۔

اسی طرح میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں کہ مجھے دنیا میں تیرے سوا کسی سے محبت نہیں ہے۔

جنگ میں اس طرح کے جملے یا میاں بیوی کے درمیان اس طرح کی بات جھوٹ نہیں ہے۔

(فتح الباری: ۹۶/۲، روضۃ المتقین: ۲۹۷/۱، دلیل القالین: ۳۸/۲)

### حق کا کچھ حصہ ساقط کرنے کی سفارش

۲۵۰. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ غَالِيَةً أَصَوَاتَهُمَا، إِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّ الْمَتَالِيَّ عَلَى اللَّهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفُ؟ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَهُ أَيُّ ذَلِكَ أَحَبُّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنَى "يَسْتَوْضِعُهُ" "يَسْأَلُهُ" أَنْ يَضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ. "وَيَسْتَرْفِقُهُ": يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ. "وَالْمَتَالِي": الْحَالِفُ.

(۲۵۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے دروازے پر جھگڑنے والوں کو سنا کہ ان کی آوازیں بلند تھیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے قرض کم کرنے کا سوال کر رہا تھا اور اس سے قدرے نرمی کا سوال کر رہا تھا اور وہ دوسرا کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم کھانے والا کون ہے؟ جو بھلائی کا کام نہیں کرنا چاہتا، اس نے کہا: یا رسول اللہ میں ہوں، اور جس طرح یہ مقروض پسند کرے اسی طرح صحیح ہے۔

(متفق علیہ)

يَسْتَوْضِعُهُ: کے معنی ہیں اس سے سوال کر رہا تھا کہ اس پر کچھ قرضہ کم کر دے۔ يَسْتَرْفِقُهُ: اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

مُتَالِی، حائف : قسم کھانے والا۔

**تخریج حدیث (۲۵۰):**

صحیح البخاری، کتاب الصلح، هل یشیر الامام بالصلح۔ صحیح مسلم، کتاب النبیوۃ۔

باب استحباب الوضع عن الدین۔

**کلمات حدیث:** یستوضع: (استیضاع باب استفعال) قرض کی رقم کم کرنے کا مطالبہ کرنا، یسترفقه: نرمی طلب کر رہا تھا، استرفاق (باب استفعال) مہربانی طلب کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ باب نبوت ﷺ پر دو آدمی قرض کے معاملے میں بلند آواز سے جھگڑ رہے تھے۔ مقروض قرض کی ادائیگی میں مہلت اور تخفیف کا خواہاں اور قرض دہندہ تیار نہ تھا۔ وہ قسم کھا کر ہر رعایت سے انکار کر رہا تھا، لیکن حضور ﷺ کے باہر تشریف لاتے ہی اور چہرہ انور پر نظر پڑتے ہی ذرا ہی دیر میں غصہ بھی جاتا رہا اور جو شخص قسم کھا کر کسی رعایت سے انکار کر رہا تھا وہ اب کہہ رہا ہے جو مقروض چاہے میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِنْ كَانَتْ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

”اگر مقروض تنگ دست تو اسے مہلت دیدو اور اگر معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے خیر ہے۔“ (البقرة: ۲۸۰)

رسول کریم ﷺ نے دونوں کے درمیان صلح کرادی، اور امت کو یہ درس دیا کہ مقروض کے ساتھ نرمی اور احسان کا سلوک کیا جائے اور مطالبہ میں شدت نہ ہو بلکہ نرمی سے مطالبہ ہو اور کسی اچھے کام کے چھوڑ دینے کی قسم نہ کھائی جائے، اور اگر آپس میں تیز کلامی ہو جائے تو اسے اسی وقت درگزر کر دیا جائے۔ (فتح الباری: ۹۹/۲، روضة المتقین: ۲۹۸/۱، دلیل الفالحین: ۳۸/۱)

## امام کو فتح دینے کے لیے سبحان اللہ کہنا

۲۵۱. وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانُوا بَيْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّحُ بَيْنَهُمْ فِي أَنْاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوَدَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنَّ شَيْئًا قَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصَّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِ فَآخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ انْتَفَتَ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدَهُ

فَحَمْدُ اللَّهِ وَرَجْعُ الْقَهْقَرَى وَرَأَاهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ " أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ إِلَّا الْتَفَتَ. يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِينَ أَشْرْتُ إِلَيْكَ" فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

معنی "حُبْس" اُمسکوه لِیُصِیْفُوهُ.

(۲۵۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی بنو عمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہو گئی ہے، رسول کریم ﷺ چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے، آپ ﷺ کو رکن پڑ گیا اور نماز کا وقت ہو گیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو دیر ہو گئی اور نماز کا وقت ہو گیا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اگر تم چاہو، بلال نے تکبیر کہی اور حضرت ابوبکر آگے آئے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی اتنے میں رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے صفوں کے درمیان آگئے اور صف میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالی بجائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں التفات نہ فرماتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالی بجائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے، دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دست مبارک بلند فرمائے اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور پچھلے پاؤں پلٹے یہاں تک کہ صف میں آکر کھڑے ہو گئے، اور رسول کریم ﷺ آگے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آجاتی ہے تو تم تالی بجاتے ہو، تالی تو عورتوں کے لیے ہے۔ نماز میں اگر کوئی بات پیش آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے کیونکہ جب آدمی کسی کو سبحان اللہ کہتے ہوئے سنے گا تو متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کر دیا تھا تو تم نے لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ کہاں مناسب ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (متفق علیہ)

حُبْس کے معنی ہیں کہ لوگوں نے آپ کو مہمان نوازی کے لئے روک لیا۔

**تخریج حدیث (۲۵۱):** صحیح البخاری، احکام السہو، باب الإشارة فی الصلوۃ، صحیح مسلم، کتاب

الصلوۃ، باب تقدیم الجماعة من یصلی بہم اذا تاخر الإمام.

**شرح حدیث:** مدینہ منورہ میں انصار کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج تھے، بنی عمرو بن عوف قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی اور یہ قبائیں

رہتے تھے، ان میں دو افراد کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اہل قباء میں لڑائی ہو گئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔

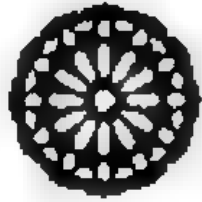
جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو ہم چل کر ان کے درمیان صلح کرادیں۔ چنانچہ آپ ﷺ روانہ ہوئے اور چند اصحاب بھی آپ کے ساتھ گئے۔ طبرانی کے بیان کے مطابق ان اصحاب رسول ﷺ کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ ﷺ ان حضرات کے ساتھ بعد ظہر روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ اگر عصر کی نماز کا وقت آجائے اور میں نہ پہنچوں تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنا کہ نماز پڑھا دیں۔

عصر کی نماز کا وقت آگیا اور رسول اللہ ﷺ واپس تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، یعنی کیا آپ نماز اول وقت میں پڑھائیں گے یا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا کچھ اور انتظار فرمائیں گے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اول وقت میں نماز پڑھانے کو ترجیح دی۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کا آغاز کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے صبح کی دوسری رکعت میں شرکت فرمائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کی، یعنی جب اکثر نماز ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کرنا مناسب خیال کیا اور اس موقع پر چونکہ نماز تھوڑی ہوئی تھی اس لئے آپ پیچھے ہٹ گئے۔

بہر حال اس حدیث سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں اپنی جگہ آپ کو امام مقرر فرمایا، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو اور پیچھے نہ ہٹو، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔

(فتح الباری : ۵۳۷/۱ ، شرح الزرقانی : ۴۶۷/۱ ، دلیل الفالحین : ۴۰/۲ ، روضة المتقین : ۲۹۹/۱)





## فضل ضعفۃ المسلمین والفقراء والخاملین ضعیف اور گننام مسلمانوں کی فضیلت

۱۰۷. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾

اللہ کا فرمان ہے:

”اور رو کے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اس کی رضا کی طلب میں۔“ (الکہف: ۲۸)

**تفسیری نکات:** عیینہ بن حصن فزاری جو مکہ کا ایک سردار تھا، وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور جب اس نے آپ ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی اور دیگر فقراء صحابہ کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے لئے جدا مجلس رکھیں تو ہم آپ ﷺ کی بات سن سکتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور حکم ہوا کہ آپ ﷺ انہی لوگوں کے ساتھ رہیں کہ یہ اللہ کے دیدار اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں، ان مومنین مخلصین کو اپنی صحبت اور مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔ (تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

## جنتی اور جہنمیوں کی پہچان

۲۵۲. وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

”أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهٗ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتْلٍ جَوَاطٍ مُسْتَكْبِرٍ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ :

”الْعُتْلُ“: الْغَلِيظُ الْجَافِي ”وَالْجَوَاطُ“: بَفَتْحِ الْجِيمِ وَتَشْدِيدِ الْوَاوِ وَبِالْظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ الْجَمُوعُ الْمَنُوعُ وَقِيلَ : الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِي مَشِيَّتِهِ وَقِيلَ : الْقَصِيرُ الْبَطِينُ .

(۲۵۲) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر کمزور و ناتواں، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم

پوری فرمادے، کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر بخیل سرکش متکبر۔ (متفق علیہ)

عُتْلُ : غلیظ کھردرا۔ جَوَاطُ : جمع کرنے والا اور کسی کو نہ دینے والا، کسی نے کہا کہ کوتاہ قد اکڑ کر چلنے والا، اور کسی نے کہا کہ چھوٹے

قد بڑے پیٹ والا۔

صحیح البخاری، کتاب التفسیر باب قوله تعالى عُتْلٌ بعد ذلك زعيم . صحيح مسلم،

تخریج حدیث (۲۵۲):

کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء .

**راوی حدیث:** حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام کلثوم جبریل تھا، آپ سے چھ احادیث مروی ہیں، جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔

**کلمات حدیث:** عُتِلَ : سرکش بدخلق، بدطینت۔ مستکبر : اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفُسُكُمْ﴾ اللہ کے یہاں مکرم اور معزز وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو، قیامت کے دن فیصلہ تقویٰ اور اعمال کی بنیاد پر ہوگا، دنیا کے مال و متاع کا وہاں کوئی حساب نہ ہوگا، ایسا شخص جو بالکل کمزور ناتواں ہو اور جس کی طرف لوگ توجہ نہ دیتے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ جو اگر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم بھی پوری کر دے، یہی اہل جنت ہیں، رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اہل جنت اور اہل جہنم کی بعض دنیاوی علامات ذکر فرمائی ہیں اور مقصود یہی ہے کہ اللہ کے یہاں کسی کی دنیاوی حیثیت کا کوئی حساب نہیں ہے، وہاں کا حساب تقویٰ، عمل صالح اور رضائے الہی کا حصول ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۴۵)

### کنام آدمی شہرت یافتہ سے بہتر

۲۵۳. وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ : " مَا رَأَيْتُكَ فِي هَذَا ؟ " فَقَالَ : رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ هَذَا وَاللَّهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ . فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ : رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَا رَأَيْتُكَ فِي هَذَا ؟ " فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ " حَرِيٌّ " هُوَ يَنْشُجُ الْحَيَاءَ وَكُسْرُ الرَّأْيِ تَشْدِيدُ الْيَأْسِ : أَيْ حَقِيقٌ . وَقَوْلُهُ " شَفَعَ " بِفَتْحِ الْفَاءِ .

(۲۵۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کے پاس

گزر ہوا، ایک صاحب آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہاری اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: شریف لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم یہ ایسا ہے کہ کسی عورت سے پیغام دے تو نکاح ہو جائے اور اگر کسی کی سفارش کر دے تو سفارش قبول کر لی جائے، آپ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے، بعد میں ایک اور شخص گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! فقراء مسلمین میں سے ایک شخص ہے، کہیں پیغام دے گا تو نکاح نہیں ہوگا اور کسی کی

سفارش کرے گا تو سفارش قبول نہیں ہوگی، اور کوئی بات کہے گا تو کوئی سنے گا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُس جیسے دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے (متفق علیہ)

حریٰ کے معنی مستحق کے ہیں۔ شفع کا لفظ فاء کے فتح کے ساتھ ہے۔

**تخریج حدیث (۲۵۳):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الإكفاء فی الدین۔

**کلمات حدیث:** حریٰ: مستحق، لائق، قابل، جمع حریون احریبا۔

**شرح حدیث:** ابن حبان کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ جو صاحب اس موقع پر رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے شخص جیسے لوگوں کی تعداد اگر اتنی ہو کہ ساری زمین بھر جائے تو یہ دوسرا شخص ان سب سے افضل ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ پہلا شخص کا فر تھا تب تو وجہ صاف ظاہر ہے ورنہ ایسی کوئی بات ہوگی جس کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کی گئی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر فقیر اسی طرح ہے بلکہ اصل بات تقویٰ اور عمل صالح ہے۔ (فتح الباری: ۹۸۴/۲، روضة المتقین: ۳۰۳/۱، شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۵۰/۱۷)

## جنت و جہنم کی بحث و تکرار

۲۵۴. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اُحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: فِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِي ضُعَفَاءِ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ، فَقَضَى اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّكَ الْجَنَّةُ رَحِمْتِي أَرْحَمُ بِكَ مَنْ أَشَاءُ وَإِنَّكَ النَّارُ عَذَابِي أَعَذِّبُ بِكَ مَنْ أَشَاءُ وَلِكَلِيكُمَا عَلَى مَلُؤُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۵۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم نے دلیل دی، جہنم نے کہا کہ میرے یہاں بڑے جبار اور متکبر ہوں گے جنت نے کہا کہ میرے یہاں کمزور اور مساکین ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ تو جنت میری رحمت ہے، میں جس پر رحم کرنا چاہوں گا تیرے ساتھ کروں گا، اور تو جہنم ہے تو میرا عذاب ہے، میں جس کو عذاب دینا چاہوں گا تجھ سے دوں گا، اور میں ضرور تم دونوں کو بھر دوں گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۵۴):** صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها

الضعفاء

**کلمات حدیث:** اُحْتَجَّتْ: دلیل دی۔ احتجاج (باب افعال) دلیل دینا۔ حجة: دلیل جمع حجج۔

**شرح حدیث:** اللہ کے یہاں نجات کا مدار تقویٰ اور عمل صالح ہے اور پھر دخول جنت اللہ سبحانہ کی مشیت پر موقوف ہے، ظاہر ہے

کہ اس میں ضعفاء اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیاوی اعتبار سے تو کم حیثیت تھے لیکن اپنے اعمال سے اللہ کی رضا کے مستحق ہوئے اور اس کی مشیت سے جنت میں داخل ہوئے۔ (فتح الباری: ۲/۹۸۴، روضة المتقین: ۱/۳۰۲)

## قیامت کے روز اعمال سے وزن ہوگا

۲۵۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلَ السَّمِينُ الْعَظِيمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت ایک موٹا اور بڑا آدمی لایا

جائے گا، اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت چھھر کے برابر بھی نہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۵۵):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة الکہف، فلا نقیم لهم يوم القيامة وزنا. صحیح

مسلم، کتاب صفات المنافق وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار.

**شرح حدیث:** مقصود حدیث مبارک کا یہ ہے کہ روز قیامت دنیا کے اعتبار سے بڑا آدمی لایا جائے گا اور اللہ کے یہاں اس کی حیثیت چھھر کے برابر نہیں ہوگی، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا﴾ (روز قیامت ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے) یعنی ان کے اعمال جبط ہو کر صرف سیئات باقی رہ جائیں گی۔

(روضۃ المتقین: ۱/۳۰۴)

## مسجدوں میں جھاڑو دینے والے کا مرتبہ

۲۵۶. وَغُنْهُ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًا فَقَدَّهَا أَوْ فَقَدَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا: مَاتَ، قَالَ: أَفَلَا كُنْتُمْ أَذْنُتُمُونِي بِهِ "فَكَانَتْهُمْ صَغُرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ" فَقَالَ: "ذُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ" فَذَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ "تَقُمُّ" هُوَ يَفْتَحُ التَّاءِ وَضِمَّ الْقَافِ: أَيُ تَكُنْسُ. "وَالْقِمَامَةُ" الْكُنَاسَةُ: "وَأَذْنُتُمُونِي" بِمَدِّ الِهْمَزَةِ: أَيُ اعْلَمْتُمُونِي.

(۲۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کالی عورت یا کوئی نوجوان مسجد میں جھاڑو

دیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ وہ تو مر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہ اطلاع دی۔ گویا لوگوں نے اس عورت یا جوان کے معاملے کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر



پر لے چلو۔ صحابہ آپ کو لے گئے اور آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی، اور فرمایا کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرمادیتے ہیں (متفق علیہ)

تَقُمْ : جھاڑو دیتی تھی۔ قُمَامہ : کچرا۔ اَذْنُمُونِی : تم نے مجھے بتلایا۔

**تخریج حدیث (۲۵۶):** صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب کنس المسجد، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر۔

**کلمات حدیث:** تَقُمْ : جھاڑو دیتی تھی۔ قُمَامہ : کوڑا۔ قُمَ قُمَا (باب نصر) قم البيت گھر میں جھاڑو دینا۔

**شرح حدیث:** صحیح بخاری کی روایت میں ہے کالامرد یا کالی عورت یہ شک راوی حدیث تابعی کی طرف سے ہوتا ہے لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت تھی اور اس کا نام ام بکجن تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے اس کے بارے میں استفسار کے جواب میں جواب دینے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، یہ عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، اور تنکے وغیرہ پڑے ہوئے اٹھایا کرتی تھی، اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔

اس حدیث مبارک کے آخر میں یہ جملہ کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرمادیتے ہیں، امام مسلم نے از ابو کامل، حذری از حماد روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ جملہ روایت نہیں کیا کیوں کہ یہ زیادتی اس روایت میں مدرج ہے اور دراصل ثابت کی طرف مرسل ہے (تابعی کا بغیر صحابی کا نام لئے روایت کرنا) ہے یہی فرماتے ہیں کہ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ثابت کے مراہیل میں سے ہے۔

حدیث سے مسجد کی صفائی کی فضیلت ثابت ہے اور یہ کہ رسول کریم ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے جس سے امت پر آپ ﷺ کی شفقت اور آپ ﷺ کی تواضع ثابت ہوتی ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۴۵۱، شرح النووی الصبیح مسلم : ۷/ ۲۲، روضة المتقین : ۱/ ۳۰۴، دلیل الفالحین : ۲/ ۶۰)

**بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتے ہیں**

۲۵۷۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " رُبَّ أَشْعَثَ مَذْفُوعٍ بِأَلَا بُوَابِ لَوْ

أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

(۲۵۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ غبار آلود جنہیں

دروازوں سے ہی دھکیل دیا جاتا ہے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرمادیتا ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۵۷):** صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الضعفاء والخدامین۔

**کلمات حدیث:** أشعث : پراگندہ بال۔ مدفوع بالأبواب : ایسا شخص جسے لوگ دروازے پر سے ہٹا دیتے ہوں یعنی مسکین و فقیر۔

**شرح حدیث:** اللہ کے بعض نیک بندے اپنے زہد و تقویٰ کی بناء پر اللہ کے یہاں بڑا مقام رکھتے ہیں اور اس حد تک انہیں تقرب الہی حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم بھی پوری فرما دیتے ہیں مگر ظاہری دنیاوی حالت فقر کی ہوتی ہے کیوں کہ ان کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور ان کی ہر احتیاج و ضرورت اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے، لیکن دنیا میں بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتے ہیں اور اگر کسی کے دروازے پر جائیں تو وہ ظاہری حالت دیکھ کر انہیں واپس لوٹا دیں۔

(روضۃ المتقین : ۳۰۵/۱، دلیل الفالحین : ۶۰/۲)

### جنت میں داخل ہونے والے عام افراد

۲۵۸. وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةٌ مَن دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ، مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةٌ مَن دَخَلَهَا النِّسَاءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "وَالْجَدُّ": بَفَتْحِ الْجِيمِ، الْحِطُّ وَالْغِنَى وَقَوْلُهُ "مَحْبُوسُونَ": أَيْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ.

(۲۵۸) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا، دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین ہیں اور ارباب دولت کو روک دیا گیا ہے، جبکہ اہل جہنم کو جہنم میں لے جائے جانے کا حکم دیدیا گیا ہے، اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ) جد کے معنی خوش نصیبی اور دولت۔ محبوسون کے معنی وہ لوگ جنہیں ابھی جنت میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔

**تخریج حدیث (۲۵۸):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها إلا باذنه . صحیح

مسلم، کتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .

**کلمات حدیث:** جد : خوش نصیبی، مال و دولت۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے شب معراج جنت اور دوزخ کے احوال کا مشاہدہ فرمایا، ہو سکتا ہے یہ حدیث ان مشاہدات میں سے ہو یا آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا ہو اور انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا کہ جنت میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء اور مساکین ہیں اور اغنیاء کو باہر روک لیا گیا ہے اور انہیں ابھی اجازت نہیں ملی، البتہ اہل جہنم کے بارے میں حکم دیدیا گیا ہے اور وہ اس میں جارہے ہیں اور زیادہ تعداد عورتوں کی ہے کہ عورت

کثرت سے معاصی کی مرتکب ہوتی ہیں اور کفرانِ عشر کرتی ہیں۔ (فتح الباری: ۱۰۵۱/۲)

### جرحِ رحمہ اللہ کا عبرت ناک واقعہ

۲۵۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيْجُ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَاتَتَهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ آتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ آتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى وُجُوهِ الْمُؤْمِسَاتِ، فَتَذَاكَرَبْنُو إِسْرَائِيلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتِهِ وَكَانَتْ امْرَأَةً بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَا أُفْتِنَهُ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا فَاتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ فَأَمَكَّتَهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاتَوَهُ فَاسْتَزَلُّوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوا: زَنَيْتَ بِهَذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ، قَالَ أَيْنَ الصَّبِيِّ؟ فَجَاءُوا بِهِ فَقَالَ: دَعُونِي حَتَّى أَصَلِّيَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: فَلَانَ الرَّاعِي فَأَقْبَلُوا عَلَى جُرَيْجٍ يَقْبَلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقَالُوا: نَبِيٌّ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: لَا أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارَاهُ وَشَارَهُ حَسَنَةً فَقَالَتْ أُمُّهُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَ هَذَا فَتَرَكَ الشَّيْءَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى نَذِيهِ فَجَعَلَ يَرْضَعُ فَكَانَتْ تُنْظَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي ارْتِضَاعَهُ بِأَصْبُعِهِ السَّبَابَةِ فِيهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ: وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُولُ: حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَقَالَتْ أُمُّهُ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرِّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَهَنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهُ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَمَرُّوا بِهَذِهِ الْأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهَا فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَإِنَّ هَذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْمُؤْمِسَاتُ" بِضَمِّ الْمِيمِ الْأُولَى وَإِسْكَانِ الْوَاوِ وَكُسْرِ الْمِيمِ الثَّانِيَةِ وَبِالْسِينِ الْمُهْمَلَةِ وَهُنَّ

الزَّوَانِي وَالْمُؤَمَّسَةُ الزَّانِيَةُ. وَقَوْلُهُ "ذَابَّةٌ فَارِهَةٌ" بِالنَّاءِ: أَيُّ حَاذِقَةٌ نَفِيسَةٌ "وَالشَّارَةُ" بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيفِ الرَّاءِ وَهِيَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنَى "تَرَا جَعَا الْحَدِيثُ" أَيُّ حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۲۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہد میں صرف تین نے بات کی عیسیٰ بن مریم اور صاحب جرتج، جرتج ایک بندہ عابد تھا اس نے صومعہ بنالیا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی ماں آئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے آواز دی اے جرتج! جرتج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن وہ نماز پڑھتا رہا۔ اگلے روز اس کی ماں پھر آئی، جرتج اس وقت بھی نماز میں تھا، ماں نے پکارا: اے جرتج! جرتج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن پھر نماز ہی میں مصروف رہا، اس کی ماں بولی: اے اللہ اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے۔

جرتج کا اور جرتج کی عبادت کا بنی اسرائیل میں چرچا ہو گیا، بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت بھی تھی جس کی حسن کی مثالیں دی جاتی تھیں، اس نے لوگوں سے کہا کہ تم چاہو تو میں اس کو آزماتی ہوں، وہ اس کے پاس آئی، جرتج نے کوئی التفات نہ کیا، تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جرتج کے صومعہ میں آیا کرتا تھا اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی، وہ اس کے ساتھ ملوث ہو گیا اور وہ حاملہ ہو گئی، جب بچہ ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جرتج کا ہے، لوگ آئے جرتج کو اس کے صومعہ سے اتارا اور مارنے لگے، جرتج نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا، جرتج نے کہا کہ بچہ کہاں ہے؟ وہ لوگ بچہ کو لائے، جرتج نے کہا مجھے مہلت دو میں نماز پڑھ لوں، غرض اس نے نماز پڑھی اور بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی گھسا کر کہا کہ اے بچے! تیرا باپ کون ہے، بچہ بول پڑا اور اس نے بتایا کہ فلاں چرواہا۔

اس پر لوگ جرتج پر ٹوٹ پڑے، اسے بوسہ دینے لگے اور بطور تبرک اس کے جسم کو چھونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تیرا صومعہ سونے کا بنوا دیں گے۔ اس نے کہا کہ نہیں اسی طرح مٹی کا بنادو جس طرح پہلے تھا۔

ابھی یہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا کہ آدمی ایک عمدہ اور خوبصورت سواری پر بیٹھا ہوا گزرا، ماں نے کہا کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے، بچہ نے پستان چھوڑ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر دودھ پینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ گویا یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کو بیان کر رہے تھے اور آپ ﷺ اپنی انگلی منہ میں لیکر چوس رہے تھے۔

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے، وہ اسے مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا اور تو نے چوری کی، اور وہ کہہ رہی تھی حسبی اللہ ونعم الوکیل، بچہ کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، بچہ نے دودھ پینا چھوڑا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے۔



اس مقام میں ماں بیٹے سے بات ہوئی۔ ماں نے کہا کہ ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے جسے وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا تو نے چوری کی، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنادے۔ بچہ نے کہا کہ وہ مرد ظالم تھا، اس لیے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور باندی جسے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اس نے زنا نہیں کیا اور کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی اس نے چوری نہیں کی۔ میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنادینا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۵۹):** صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبياء، باب واذکر فی الكتاب مریم۔ صحیح المسلم

کتاب البر والصلة، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلوة وغیرها

**کلمات حدیث:** مُؤْمِسَات : جمع مُؤْمِسَة : بدکار عورت۔ صومعة : عبادت گاہ، جو اوپر سے پتلی ہوتی ہے اور عموماً اونچی جگہ اور بستی سے باہر بنائی جاتی ہے۔ شارة : حسن صورت۔

**شرح حدیث:** زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین بچوں نے بات کی، علاوہ بنی اسرائیل کے اور بھی واقعات روایات میں آئے ہیں جن میں بچوں کے بولنے کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل میں جرتج نامی ایک شخص تھا جو اپنے صومعہ میں مستقل عبادت میں مصروف رہتا تھا، اس کی ماں بوڑھی تھی، اس نے آکر پکارا، صومعہ اوپر ہوتا ہے اس لئے وہ خود جرتج تک نہ آسکتی تھی اس لئے اس نے نیچے ہی سے پکارا، جرتج نماز میں تھے، وہ سوچ میں پڑ گئے کہ حق اللہ فائق ہے یا حق العبد اور ان کے اجتہاد نے انہیں یہی راہنمائی کی کہ بندوں کی خاطر اللہ کی عبادت منقطع نہ کی جائے، ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر جرتج عالم ہوتے تو انہیں علم ہوتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا عبادت رب سے اولیٰ ہے، علماء فرماتے ہیں کہ نفلی نماز چھوڑ کر ماں کے بلانے پر جواب دینا چاہئے۔

حدیث مبارک متعدد فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں: اول یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ نفل نماز پر ماں کی پکار پر جواب دینے کو ترجیح دینی چاہئے اور یہ کہ ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائشوں سے نکال لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾

”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیتے ہیں۔“ (الطلاق: ۲)

(فتح الباری: ۷۴۱/۱، روضہ المتقین: ۳۰۸/۱)



البنات (۲۳)

ملاطفة الیتیم و البنات و سائر الضعفة و المساکین و المنکسرین و الإحسان إلیهم  
و الشفقة علیهم و التواضع معهم و خفض الجناح لهم  
یتیم بچوں، لڑکیوں اور تمام کمزوروں، مساکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ  
نرمی، شفقت، احسان اور تواضع سے پیش آنا

۱۰۸. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”اور مؤمنین کے لئے اپنے بازو جھکا دیجئے۔“ (الحجر: ۸۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اہل ایمان کے ساتھ وابستہ  
رہیں، ان کے ساتھ شفقت اور التفات کے ساتھ پیش آئیں اور اپنی نرمی اور مہربانی اور عطف و کرم کا بازو ان کے لئے جھکا دیں۔

۱۰۹. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ  
عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

اور فرمایا:

”اور رو کے رکھو اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اس کی رضا کی طلب میں، اور نہ دوڑیں تیری

آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔“ (الکہف: ۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت کے شان نزول میں بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے عیینہ بن حصن فزاری جو ربیع مکہ تھا، حاضر خدمت  
اقدس ہوا آپ ﷺ کے پاس اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر فقراء صحابہ تھے، اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ہٹا دیجئے  
تاکہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔ اس پر آیات نازل ہوئیں اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنا تعلق انہی لوگوں سے قائم رکھیں  
اور اپنی توجہات انہی کے ساتھ وابستہ رکھیں، انہی سے مشورہ لیں اور انہیں کی مدد اور اعانت سے ہر کام کریں۔ کیوں کہ یہ لوگ صبح و شام  
اللہ کو پکارتے ہیں اور ان کے تمام اعمال خالص اللہ کی رضا کے لئے ہیں، یہ سب وہ حالات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنی طرف کھینچتے  
ہیں اور اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کے لئے آیا کرتی ہے۔ (معارف القرآن)

۱۱۰. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝﴾

اور فرمایا:

”تو تم بھی یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔“ (الضحیٰ: ۹، ۱۰)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ یتیموں کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس میں یتیم کی بے وقعتی یا تحقیر کا پہلو ہو۔

۱۱۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ﴿۱﴾ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ﴿۲﴾ وَلَا يَحْصُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ﴿۳﴾﴾

اور فرمایا:

”بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں

دیتا۔“ (الماعون: ۱-۳)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ یتیم کو چھوڑ دینا، اسے دھکے دینا اور اس کی حقارت کرنا، مسکین کو نہ کھانا اور نہ کسی کو کھلانے کی ترغیب دینا یہ اوصاف اس شخص کے ہو سکتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور روز جزا کو جھٹلاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا آخرت پر اور روز قیامت پر ایمان ہو وہ یتیم کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس کے ساتھ رافت و رحمت کا برتاؤ کرے گا، اس پر شفقت کرے گا اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

## فقراء مسلمین کی اللہ کے ہاں قدر

۲۶۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْرُدُ هَؤُلَاءِ، لَا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْنَا وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هَذِيلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ أَسْمِيَهُمَا، فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ”وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۶۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں کہیں یہ ہم پر جبری نہ ہو جائیں، اور میں تھا اور ابن مسعود تھے اور ہذیل کے ایک آدمی تھے اور بلال تھے اور دو آدمی اور تھے جس کے نام مجھے یاد نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہی، جس پر آپ

ﷺ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور جو لوگ پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اس کی رضا کی طلب میں، آپ انہی کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھیے۔ (مسلم)

**خریج حدیث (۲۶۰):** صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

عنه۔

**کلمات حدیث:** نفر : تین سے لے کر دس تک کے افراد کو نفر کہتے ہیں۔ اُطْرُدُ : نکال دیجئے۔ طرد طردًا (باب نصر) دور کرنا، ایک طرف کرنا۔

**شرح حدیث:** ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے پاس اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری آئے، یہ مؤلفۃ القلوب تھے یعنی رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ مالی حسن سلوک فرماتے اور رغبت رکھتے کہ شاید یہ لوگ اسلام لے آئیں، نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت فقراء، صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے سردار ہیں ہم ان فقراء کے ساتھ بیٹھیں گے تو انہیں ہمارے سامنے بولنے کی جرأت ہو جائے گی۔ آپ ایسا کیجئے کہ ان کو ہنادیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کر لیں تاکہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا بعید ہے اس طرح یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے کہ آپ ﷺ انہی حضرات کے ساتھ جڑے رہیں اور اپنے آپ کو ان سے جدا نہ کریں، کہ یہ حضرات صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا کے طالب ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے یہاں قدر و قیمت ایمان والوں کی ہے۔ اہل دنیا اور دنیا کی شان و شوکت کی اس کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ جو لوگ ایمان سے اور اعمال صالحہ سے محروم ہیں خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، آخرت میں وہ بے حیثیت ہیں۔ (روضۃ المتقین : ۱/۳۱۰، شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۵/۱۴۷)

## رسول اللہ ﷺ فقراء مسلمین کی حمایت

۲۶۱. وَعَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ عَائِدِ بْنِ عَمْرِو الْمُزَنِيِّ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِي نَفَرٍ فَقَالُوا مَا أَخَذْتُ سُيُوفَ اللَّهِ مِنْ عَدُوِّ اللَّهِ مَا أَخَذَهَا. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : اتَّقُوا لَوْ هَذَا لِشَيْخٍ قَرِيشٍ وَسَيِّدِهِمْ ؟ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرَهُ فَقَالَ : "يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ ؟ لَئِنْ كُنْتُ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتُ رَبَّكَ" فَاتَاهُمْ فَقَالَ : يَا إِخْوَتَاهُ أَغْضَبْتُكُمْ ؟ قَالُوا لَا ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَخِي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.



قَوْلُهُ، "مَا خَذَهَا" اَيُّ لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ. وَقَوْلُهُ، "يَا اَخِي" رُوِيَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكُسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِيفِ الْيَاءِ وَرُوِيَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ.

(۲۶۱) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اہل بیعت رضوان میں سے ہیں ان سے مروی ہے کہ ابوسفیان کا سلمان صہیب اور بلال رضوان اللہ علیہم کے پاس سے گزر رہا تھا انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن میں اپنی جگہ نہیں بنائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کو یہ بات کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں آکر عرض کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا، اگر تو نے ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا، بھائیو! شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا، وہ بولے نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

مأخذها: یعنی تلوار نے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ یا اخی: ہمزہ کے زبر اور خاء کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور الف کے پیش اور فاء کے زبر اور یاء مشدد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔

**تخریج حدیث (۲۶۱):** صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وصہیب وبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

**راوی حدیث:** حضرت عائذ بن عمرو و مزی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱/۱۸۶)

**کلمات حدیث:** أَغْضَبَتْهُمْ: تم نے انہیں ناراض کر دیا۔ غَضِبَ: غَضِبَ، ناراضگی۔ أَغْضَبَهُ: اسے ناراض کر دیا۔ سیوف: تلواریں، واحد سیف: تلوار۔

**شرح حدیث:** حضرت سلمان، صہیب، بلال اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا، یعنی اس وقت جب وہ اسلام نہ لائے تھے اور صلح حدیبیہ ہو چکی تھی، ان حضرات نے کہا کہ اسلام کی تلوار نے ابھی اس شخص کا فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جملے کو مناسب نہ سمجھا تو انہوں نے ابوسفیان کی خاطر کہا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ بات تھی کہ شاید ابوسفیان نرم پڑ جائیں اور ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔

مگر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات آکر رسول اللہ ﷺ کو سنائی، رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمایا کہ ان لوگوں کا اللہ کے یہاں بڑا بلند مقام ہے، کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ ان کی ناراضگی تمہارے رب کی ناراضگی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر فوراً ان حضرات کے پاس آئے اور بولے میرے بھائیو! کیا تم میری بات سے ناراض ہو گئے ہو، انہوں نے کہا نہیں ہم آپ سے ناراض نہیں ہوئے، اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرمائے۔

یعنی یہ حضرات بھی جان گئے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا وہ اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی جانب رغبت دلا سکیں۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم کا مقام و مرتبہ کیا تھا اور وہ عظمت کے اس مقام پر پہنچ گئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا، اور اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کس طرح ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی تفسیر بنے ہوئے تھے کہ ان کی سوچ اور فکر کے زاویے بھی متحد ہو گئے تھے اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے برجستہ کہا کہ ہم آپ سے ناراض نہیں بلکہ آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۱۱، دلیل الفالحین: ۲/۶۶)

### یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ

۲۶۲. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا" وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَىٰ وَفَرَجَ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "وَكَافِلُ الْيَتِيمِ": الْقَائِمُ بِأُمُورِهِ.

(۲۶۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا کہ دونوں کے درمیان ذرا سی جگہ تھی۔ (بخاری)

کافل الیتیم: کے معنی ہیں یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا۔

**تخریج حدیث (۲۶۲):** صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان۔

**کلمات حدیث:** کافل: کفالت کرنے والا، دیکھ بھال کرنے والا۔ کَفَلَ كَفَالَةً، (باب نصر) کسی کی خبر گیری کی ذمہ داری لے لینا۔

**شرح حدیث:** یتیم کی دیکھ بھال کا اجر و ثواب اور آخری درجات کی بلندی کا اندازہ اس حدیث مبارک سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا، واضح رہے کہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہوتی۔ اس سے یتیم کی کفالت کرنے والے کا آخرت میں مقام اور جنت میں اس کے اعلیٰ مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۱۲)

۲۶۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ" أَوْلَٰغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ" وَأَشَارَ الرَّأَوِيُّ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَىٰ، رَوَاهُ

مُسْلِمٌ

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْيَتِيمُ لَهُ، أَوْ لِغَيْرِهِ" مَعْنَاهُ: قَرِيبُهُ، أَوِ الْإِجْنَبِيُّ مِنْهُ فَالْقَرِيبُ مِثْلُ أَنْ تَكْفُلَهُ أُمُّهُ، أَوْ جَدُّهُ، أَوْ إِخْوَةٌ أَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۲۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل، خواہ یتیم کا قریبی

رشتہ دار ہو یا غیر ہو، جنت میں اس طرح ہوں گے، اور راوی نے جو مالک بن انس ہیں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا۔ (مسلم)

الیتیم له، او لغيره: کے معنی ہیں کفیل کا قریب یا اس کا اجنبی ہونا، قریب مثلاً: ماں، دادا، بھائی، یا اور کوئی رشتہ دار۔

تخریج حدیث (۲۶۳): صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسکین والیتیم.

شرح حدیث: یتیم کا رشتہ دار اس کا کفیل ہو یا کوئی اور اس کا کفیل بنا ہو اللہ کے یہاں عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے، چنانچہ

روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے گھر میں رکھ کر کھلائے پلائے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں

داخل کریں گے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۱۳)

### حقیقی مسکین جو اپنے کو سوال سے بچا رکھے

۲۶۴. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ

وَالْتَّمَرَتَانِ وَلَا اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي

الصَّحِيحَيْنِ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمَرَتَانِ

وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غَنًى يُغْنِيهِ وَلَا يَفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ".

(۲۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو ایک دو کھجور یا ایک

دو لقمہ مانگتا پھرے، مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے بچے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی اور ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور لقمہ دو لقمہ اور کھجور دو کھجور اسے واپس

لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہ پائے جو لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دے اور نہ کسی کو اس کا پتہ ہو کہ اسے صدقہ کرے اور نہ وہ خود

کسی سے سوال کرے۔

تخریج حدیث (۲۶۴): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله تعالى لا يسئلون الناس إلحافاً. صحیح

مسلم، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی.

کلمات حدیث: يَتَعَفَّفُ، تَعَفَّفَ (باب تفعل) پاکدامنی اختیار کرنا، دست سوال دراز کرنا۔ عَفَّ، عَفَّةً (باب نصر) غیر مستحسن

کام سے رک جانا۔

**شرح حدیث:** مسکین سکون سے ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ مال کی کمیابی سے اس کے اندر حرکت کرنے کی بھی سکت نہیں رہی، اور حدیث مبارک میں فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو دست سوال دراز کرے، لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور اسے کھجور و کھجور اور لقمہ دو لقمہ دے کر لوٹا دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہیں ہے کہ اسے بے نیازی حاصل ہو، مگر وہ نہ سوال کرتا ہے اور نہ اپنی ضرورت ظاہر ہونے دیتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے باعفت ضرورت مند کو تلاش کر کے اس کی ضرورت کو پورا کرنا عند اللہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

(روضۃ المتقین : ۳۱۳/۱ ، دلیل انفال الحین : ۶۶/۲)



۲۶۵. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "السَّاعِي عَلَى الْأُرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" وَأَحْسِبُهُ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِي لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِي لَا يَفْطُرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۶۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے لے، راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات کو نماز میں کھڑا رہتا ہے، تھکتا نہیں ہے اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۶۵):** صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب الساعی علی الأرملة. صحیح مسلم، کتاب

الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين.

**کلمات حدیث:** اُرْمَلَةٌ : بیوہ۔ جمع اُرْمَلٌ . اُرْمَلٌ : مساکین مرد و عورت۔

**شرح حدیث:** غریب اور بے سہارا عورتوں کی کفالت اور دیکھ بھال اور مساکین کی دیکھ بھال بڑا اجر و ثواب کا کام ہے، یعنی جب کوئی شخص مستقل طور پر اس طرح کے اہل احتیاج کی خدمت اپنے ذمہ لے لے اور ان کے اخراجات کی کفالت سنبھال لے، اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسے مجاہد فی سبیل اللہ یا اس شخص کی طرح جو ساری رات عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا ہے۔

(روضۃ المتقین : ۳۱۴/۱ ، دلیل انفال الحین : ۶۶/۲)



### براولیمہ جس میں فقراء کو شریک نہ کیا جائے

۲۶۶. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يَمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مِنْ يَابَاهَا، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهِ: "بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى إِلَيْهَا الْغَنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ"



(۲۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھانوں میں برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے اور جس نے انکار کیا اس نے اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کی۔ (مسلم) صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

**تخریج حدیث (۲۶۶):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من ترك الدعوة. صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإحابة الداعی إلى الدعوة.

**کلمات حدیث:** یا باہا: اس سے انکار کرے۔ اُبی اِباء (باب فتح و ضرب) انکار کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے فرمایا ولیمہ کا وہ کھانا برا کھانا ہے جس میں غریبوں اور فقیروں کو آنے سے روکا جاتا ہے حالانکہ وہ آنا چاہتے ہیں، اور ان امیروں کو اور دو لہتمندوں کو اور صاحب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا ہے جن کو آنے کی فرصت نہیں ملتی اور وہ آنا نہیں چاہتے، حالانکہ ولیمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

حدیث مبارک میں آئندہ زمانے کی خبر دی گئی ہے کہ آنے والے دور میں لوگ دعوت ولیمہ کو بڑے لوگوں سے تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بنا لینگے، ان محافل میں ان کی تکریم اور عزت کریں گے، ان کے لئے جدا اہتمام کریں گے، اور ان کو شوق و رغبت سے بلائیں گے، اور وہ آنا نہ چاہیں گے، اور غریبوں کو نہیں بلایا جائے گا حالانکہ اگر انہیں بلایا جائے تو وہ آجائیں گے۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی چاہئے اور صاحب دعوت کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور اہل تعلق کو مقدم رکھے اور ضرورت مندوں اور غرباء اور مساکین کو کھلائے کہ خیر و برکت اسی کھانے میں ہے جس میں غریب شریک ہوں۔

(فتح الباری: ۱۰۲۸/۲، روضة المتقین: ۳۱۴/۱)

## بچیوں کی پرورش کی فضیلت

۲۶۷. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ" وَضَمَّ أَصَابِعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"جَارِيَتَيْنِ" اُمّی بَنَتَيْنِ.

(۲۶۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ روز قیامت آئے گا اور میں ان کے ساتھ اس طرح ہوں گے، آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ (مسلم) جَارَتَيْنِ کے معنی دو لڑکیاں۔

**تخریج حدیث (۲۶۷):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات.

**کلمات حدیث:** عَال : پرورش کی نگہداشت کی۔ عَال، عَوْلًا (باب نصر) عَال الرجل عیالہ : اپنے بچوں کی پرورش اور کفالت کی۔

**شرح حدیث:** دولڑکیوں کی پرورش، ان کی کفالت اور ان کی نگہداشت کرنا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، بہت اجر و ثواب کا کام ہے اور عند اللہ اس کا درجہ اس قدر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

حدیث مبارک میں بطور خاص لڑکیوں کی کفالت، پرورش اور تربیت کا ذکر فرمایا۔ کیوں کہ بالعموم لڑکیاں کمزور ہوتی ہیں اور معاشرے میں ان کو کم حیثیت خیال کیا جاتا ہے، بالخصوص عرب کے جاہلی معاشرے میں لڑکی تنگ و عار کی علامت تصور کی جاتی تھی، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی پرورش و تربیت کا مقام اس قدر بلند فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود مردوں کے لئے قابل رشک ہے بالخصوص جبکہ لڑکیاں یتیم اور بے سہارا بھی ہوں۔

(شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ : ۱۶/۱۴۷، روضة المتقین : ۱/۳۱۵، دلیل الفالحین : ۲/۶۸)



۲۶۸. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى امْرَأَةٍ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "مَنْ أُبْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأُحْسِنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۶۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دولڑکیوں کے ساتھ آئی، اس نے سوال کیا، اس وقت میرے پاس کھجور تھی، وہ میں نے اسے دیدی، اس نے وہ دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی، پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ان لڑکیوں کے سلسلے میں آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

**تخریج حدیث (۲۶۸):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ . صحیح مسلم، کتاب

البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات .

**کلمات حدیث:** اُبْتُلِيَ : آزمایا گیا، آزمائش میں ڈالا گیا۔ بُلِيَ بِلَاءً (باب نصر) آزمانا۔

**شرح حدیث:** اسلام سے قبل اہل عرب میں لڑکیوں کی حیثیت بہت گری ہوئی تھی اور عورتیں بہت حقیر سمجھی جاتی تھیں، قرآن کریم میں اس وقت کی صورت حال کا ایک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے کہ جب کسی کو آ کر خبر دی جاتی کہ تیرے لڑکی ہوئی ہے تو غم پی لیتا اور رنج سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، وہ لوگوں سے شرم کے مارے چھپتا پھرتا کہ اس کے یہاں لڑکی ہوئی ہے، سوچ میں پڑ جاتا کہ اس ذلت کو

برداشت کرے یا اس لڑکی کو جا کر مٹی میں دبا آئے۔

اس معاشرتی ماحول میں اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کو ان لڑکیوں کی آزمائش پیش آگئی اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گی، یعنی یہ لڑکیاں اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان حائل ہو جائیں گی، اور اسے جہنم میں جانے سے بچالیں گی۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۷، روضة المتقین: ۱/۳۱۶)

## لڑکیاں قیامت کے دن آگ سے حجاب بن جائیں گی

۲۶۹. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَ نَبِيَّ مُسْكِينَةٍ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَيَّ فِيهَا تَمْرَةً لَتَأْكُلَهَا فَأَسْتَطْعَمْتُهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی، اس کی دو لڑکیاں تھیں، میں نے اسے تین کھجوریں کھانے کے لئے دیدیں۔ اس نے ان دونوں لڑکیوں کو ایک ایک کھجور دیدی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف لے کر گئی لیکن لڑکیوں نے وہ بھی اپنے کھانے کے لئے مانگ لی۔ اس نے اس کھجور کو جس کو وہ کھانے کا ارادہ کر رہی تھی چیرا اور دونوں کو دیدیا، مجھے اس کی یہ بات پسند آئی اور میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس عمل پر جنت واجب کر دی یا اس عمل کی وجہ سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۶۹):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات.

**کلمات حدیث:** فَشَقَّتْ: اس نے چیرا۔ شق، شقا (باب نصر) پھاڑنا، چیرنا۔ شقاق: باہمی اختلاف۔

**شرح حدیث:** ضعیف اور ناتواں لڑکیوں کی پرورش اور مسکین ماں کی ان پر ایسی شفقت اور رحمۃ للعالمین کا وفور رحمت اور اس عورت کے لئے جنت کی بشارت۔

بیوی اپنے شوہر کے مال میں صدقہ کر سکتی ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف سے اجازت ہو اور اس صورت میں دونوں کو اجر ملے گا، بیوی کو صدقہ کرنے کا اور شوہر کو رضامندی ظاہر کرنے اور دونوں کو ان کے حسن نیت کا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۸، نزہۃ المتقین: ۱/۲۶۵)

## کمزور اور یتیموں کا حق

۲۷۰. وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرِو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : "اللَّهُمَّ إِنِّي أُحْرِجُ حَقَّ الضَّعِيفِينَ الْيَتِيمَ وَالْمَرْأَةَ" حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ  
وَمَعْنَى "أَحْرِجُ" : الْحَقُّ الْحَرَجُ وَهُوَ إِلَّا تُمْ بِمَنْ ضَيَّعَ حَقَّهُمَا وَأَحْذَرُ مِنْ ذَلِكَ تَحْذِيرًا بَلِيغًا  
وَأَزْ جُرْ عَنْهُ زَجْرًا أَكِيدًا.

(۲۷۰) حضرت خولید بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں ڈرتا ہوں

دو کمزوروں کے حق کے بارے میں، یتیم اور عورت۔

حدیث حسن ہے، نسائی نے سند جید سے روایت کیا ہے۔

أَحْرِجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں یعنی گناہ اس شخص کے لئے جو ان کے حق کو ضائع کرے اور میں اس سے خوب ڈرتا ہوں

اور سخت تاکید کے ساتھ اس سے روکتا ہوں۔

**تخریج حدیث (۲۷۰):** مسند الامام احمد بن حنبل : ۴۳۹/۲ .

**راوی حدیث:** حضرت ابو شریح خولید بن عمرو رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ بیس احادیث

منقول ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں۔ ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (الإصابة في التمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** أَحْرِجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں، حرج سے ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں۔ حرج کے معنی تنگی اور دشواری کے ہیں۔

**شرح حدیث:** رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لوگوں کے بارے میں خاص طور پر دو افراد کے حقوق کے ضائع کرنے اور ان کے پورا نہ کرنے سے ڈرتا ہوں، اور اسی لئے ان کی سختی سے تاکید کرتا ہوں، بار بار فہمائش کرتا ہوں، یہ دو ہیں: یتیم اور عورت، کہ یہ دونوں اس قدر کمزور ہیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی نہیں ہے اور جس کا اللہ ہو اس کے حق کے بارے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، حدیث مبارک میں یتیم کا ذکر پہلے فرمایا کہ وہ کمزوری میں عورت سے بڑھا ہوا ہے، غرض حدیث مبارک میں اس امر پر شدت سے تنبیہ کی گئی ہے کہ دیکھو کہیں تم یتیم اور کمزور لوگوں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگو، تمہارے اوپر لازم ہے کہ یتیموں اور عورتوں کی ہمدردی اور مواسات میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو، اس حکم میں شوہر بھی داخل ہیں کہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کریں۔ (روضة المتقين : ۳۱۷/۱)

### ضعفاء کی برکت سے رزق ملنا

۲۷۱. وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَى سَعْدُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هَكَذَا مُرْسَلًا فَإِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِيٌّ، رَوَاهُ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبُرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ مُتَّصِلًا عَنْ



مُصْعَبٌ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

(۲۷۱) حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کو خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت ہے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہی کمزور لوگوں کے سبب سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے کیوں کہ مصعب بن سعد تابعی ہیں، اور حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں از مصعب از والد خود متصل روایت کیا ہے۔

**تخریج حدیث (۲۷۱):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین .

**کلمات حدیث:** تُرْزَقُونَ : تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ رزقہ، رزقا (باب نصر) رزق پہنچانا، دینا، عطا کرنا۔

**شرح حدیث:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے اوصاف کمال کے حامل صحابی رسول ﷺ تھے۔ ان میں بہادری اور شجاعت تھی اور صاحب جود و کرم تھے، انہوں نے خیال کیا کہ یہ غزوات میں شجاعت اور بہادری سے شرکت کرنا اور مال بھی خرچ کرنا یہ ایک درجہ میں دوسرے لوگوں پر سبقت کا پہلو ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص قوم کا حامی اور اپنے ساتھیوں کا مدافع ہو، کیا اس کا حصہ وہی ہوگا جو سب لوگوں کا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس فضل کا خیال حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا ہوا تھا وہ غنیمت کے حصہ میں زائد حصہ پانے کا خیال تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غزوات میں جو نصرت حاصل ہوتی ہے اور تمہیں جو رزق حاصل ہوتا ہے اس کا سبب تو یہی ضعفاء اور کمزور لوگ بنتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ضعیف و کمزور لوگ جس عاجزی و اخلاص اور حسن نیت سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، چنانچہ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اس کے کمزور لوگوں کی دعاء و نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد کو جو جواب دیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے دل میں جو یہ خیال آیا کہ شاید جنگ میں فتح و نصرت کا معیار ان کی یا ان جیسے لوگوں کی شجاعت ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ فتوحات کا دروازہ فقراء کی دعاؤں سے کھلتا ہے اور انہی کے طفیل سب کو رزق ملتا ہے۔

(فتح الباری: ۱۷۸/۲، روضة المتقین: ۳۱۸/۱، دلیل الفالحین: ۷۴/۲)

## مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو

۲۷۲. وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ غُوَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " اَبْغُونِي الضُّعَفَاءَ فَإِنَّمَا تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ بِضَعْفَائِكُمْ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ .

(۲۷۲) حضرت ابوالدرداء غویر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے کمزور

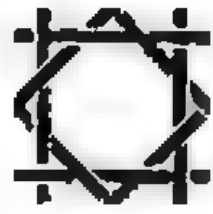
لوگوں میں تلاش کرو کہ کمزوروں کے سبب تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد نے اس حدیث کو بسند جید روایت کیا)

**تخریج حدیث (۲۷۲):** سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی انتصار بأرذل الخیل والضعفة.

**راوی حدیث:** حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لائے اور احد کے بعد کے غزوات میں شرکت کی، البتہ غزوہ احد میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، ان سے ایک سوانیسی احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۷۵/۱)

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کمزور لوگوں کی نصرت و اعانت میں میری مدد کرو۔ یا مقصود یہ ہے کہ مجھے کمزور اور ضعیف میں تلاش کرو، کیوں کہ کمزور اور دنیاوی اعتبار سے ضعیف و ناتواں لوگوں میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے، ان میں عجز و تواضع اور فقر پایا جاتا ہے اور یہ اوصاف عند اللہ مقبول ہیں، یہ انہی کی دعائیں ہیں جن کی بناء پر نصرت عطا ہوتی ہے اور سب کو رزق ملتا ہے۔

(نزہۃ المتقین : ۲۶۶/۱)



الباب (۳۴)

## باب الوصیۃ بالنساء

## عورتوں کو وصیت

۱۱۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزارہ کرو۔“ (النساء: ۱۹)

۱۱۳. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

اور فرمایا:

”تم اگر چاہو تو بھی عورتوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر

اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (النساء: ۱۲۹)

**تفسیری نکات:** اس باب میں دو آیات آئی ہیں اور دونوں ہی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید پر مشتمل ہیں،

اور فرمایا ہے کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق کا معاملہ رکھو اور ان کے ساتھ حسن سلوک رکھو اور جو طریقے جاہلیت میں مروج تھے ان سب کو ترک کر دو، تم سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو۔ بہتر راستہ تمہارے لیے یہی ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ اچھی اور ستھری معاشرت اختیار کرو اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

## عورتوں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم

۲۷۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اسْتَوْصُوا

بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنْ أَغْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَغْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهُ، كَسَرْتَهُ

وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَغْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ: ”الْمَرْأَةُ

كَالضِّلَعِ إِنْ أَقْمَتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ وَفِيهَا عِوَجٌ“ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: إِنْ الْمَرْءَةَ

خَلَقْتُ مِنْ صَلَاحٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ فَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ وَإِنْ ذَهَبَتْ تَقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسَرُهَا طَلَاقُهَا.  
قَوْلُهُ "عَوَجٌ" هُوَ بَفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ.

(۲۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔ (متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے، سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اسی طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھی باقی ہو۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، وہ تمہارے لئے ایک طریقہ پر برقرار نہیں رہے گی۔ اگر اس سے تم فائدہ اٹھاؤ تو اسی طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھ باقی ہو اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔ عوج کا لفظ عین اور واؤ کے زبر کے ساتھ۔

**تخریج حدیث (۲۷۳):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المدارة مع النساء، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

**کلمات حدیث:** فاستوصوا: اچھی نصیحت قبول کرو، استیصاء (باب استفعال) نصیحت قبول کرنا، فاستوصوا بالنساء خیراً: عورتوں سے اچھا سلوک کرو، عورتوں کے بارے میں اچھی نصیحت قبول کرو اور اس پر عمل کرو، آپس میں ایک دوسرے کو عورتوں کے ساتھ حسن معاملہ کی نصیحت کرو۔

**شرح حدیث:** حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کی گئی تھیں، حدیث میں اسی جانب لطیف اشارہ ہے، بعض علماء نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے لیکن پسلی کا حسن اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، یہ انتہائی حکیمانہ تشبیہ ہے کہ اگرچہ مرد کو عورت میں ایک قسم کا زلیخ نظر آتا ہے لیکن عورت اور مرد کے اس فطری تضاد ہی میں ایک طرح کا حسن ہے جو مرد کی خشک اور سخت طبیعت کے لئے بادیسم کا کام دیتا ہے، یہ عورت کی خدمت نہیں بلکہ اس کی فطرت کی ایک خوبصورت تعبیر ہے اور مرد کے لئے نصیحت ہے کہ عورت سے معاملہ کرتے وقت اس کی کمزوری اور اس کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے معاملہ کر لے، اور اس کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آئے۔ (فتح الباری: ۲/۲۹۰، روضة المتقین: ۱/۳۲۰)



۲۷۴. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالْإِذْيَ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إِذَا نُبِعَتْ أَشَقَّاهَا﴾ إِنْبَعَتْ لَهَا رَجُلٌ



عَزِيزٌ عَارِمٌ مِّنْعٍ فِي رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ فَوَعَّظَ فِيْهِنَّ فَقَالَ : يَّعْمَدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يَضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ “ ثُمَّ وَعَّظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ ” لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ “ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

” وَالْعَارِمُ “ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّاءِ هُوَ الشَّرِيرُ الْمُفْسِدُ . وَقَوْلُهُ ، ” اِنْبَعَثَ “ اَيُّ قَامَ بِسُرْعَةٍ .

(۲۷۴) حضرت عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے اونٹنی اور اس کے ذبح کرنے والے کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِذَا اُنْبَعَثَ اَشَقَّهَا ﴾ کہ جو شخص اس اونٹنی کو مارنے اٹھا تھا وہ بد بخت زبردست فسادی تھا اور قبیلہ میں پر شوکت آدمی تھا، پھر آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے بارے میں نصیحت فرمائی، تم میں سے کوئی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے اور شاید دن کے آخر میں اس سے ہمبستری کرے، پھر آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نہیں چاہئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسی بات پر کیسے ہنستا ہے جسے وہ خود کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

عارم : کے معنی ہیں شریر فسادی۔ اِنْبَعَثَ : کے معنی ہیں جلدی سے اٹھا۔

**تخریج حدیث (۲۷۴):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر والشمس وضحاها۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخل الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء .

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے قریب اسلام لائے، ان سے کتب حدیث میں ایک ہی حدیث مروی ہے، اور وہ متفق علیہ ہے۔ ۳۵ھ میں وفات پائی۔

**کلمات حدیث:** اِنْبَعَثَ : جلدی سے کھڑا ہونا۔ بَعَثَ بَعَثًا (باب فتح) اٹھنا، اٹھانا، بھیجنا۔ ضَرْطَةٌ : ہوا کا آواز کے ساتھ اخراج۔ ضَرْطًا (باب ضرب) آواز سے ہوا خارج کرنا۔ عَارِمٌ : بدخلق، موذی، شوخ۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے خطبہ مبارکہ میں تین امور کا ذکر فرمایا، آپ ﷺ نے اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر کیا، اور اس اونٹنی کا واقعہ بیان کیا جو اظہار معجزہ کے طور پر ظاہر ہوئی تھی اور اسے قوم صالح میں سے ایک شقی نے ذبح کر دیا تھا، اور قوم عذاب میں گرفتار ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔ ﴿ فَاَمَّا مَدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّيْهَا ﴾ اور اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور انہیں غلاموں کی طرح مارنے کے متعلق فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح مارے جیسے کسی غلام کو مارا جاتا ہے پھر وہ شام کو یا رات کو اس سے قربت کا خواہاں ہو، یعنی مرد و عورت کے آپس میں ایک دوسرے کی جانب التفات اور میلان کے لئے ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان معاشرت محبت و مودت پر استوار ہو، اور اس میں نفرت کا ذرا سا بھی شائبہ نہ آنے پائے۔ اگر دن میں انسان بیوی کے ساتھ نامناسب طریقے سے پیش آیا ہے تو رات کو بیوی کے دل میں التفات کے اور محبت کے جذبات کہاں سے بیدار ہوں گے جو ان کے باہمی

تعلق کے لئے ضروری ہیں۔

تیسری بات اس خطبہ مبارک میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے پر نہ ہنسے بلکہ باہم تکریم اور تعظیم غالب ہوتا کہ حسن معاشرت کا مظاہرہ ہو، پس اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو اس پر نہ ہنسے کہ یہ ایسی حرکت ہے جو خود ہنسے والے سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ (فتح الباری: ۲/۳۰۸، روضة المتقین: ۱/۳۲۳، دلیل الفالحین: ۲/۷۹)

## عورتوں کی اچھی خصلتوں کو دیکھیں

۲۷۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ" أَوْ قَالَ غَيْرُهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَوْلُهُ: "يَفْرَكُ" هُوَ بَفَتْحِ الْيَاءِ وَإِسْكَانِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ: يُبْغِضُ يُقَالُ فَرَكْتُ الْمَرْأَةَ زَوْجَهَا وَفَرَكْتُهَا زَوْجَهَا بِكَسْرِ الرَّاءِ يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا: أَيُ أَبْغَضُهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۲۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مؤمن کسی مؤمن عورت کو ناپسند نہ کرے اگر اس کی کوئی ایک بات ناپسند ہوگی تو اس کی دوسری بات پسند ہوگی۔ (مسلم)

يَفْرَكُ: کے معنی ناپسند کرنا۔ کہا جاتا ہے: فَرَكْتُ الْمَرْأَةَ زَوْجَهَا اور فَرَكْتُهَا زَوْجَهَا، کہ عورت نے شوہر کو ناپسند کیا اور شوہر نے بیوی کو ناپسند کیا۔

**مخرجات حدیث (۲۷۵):** صحیح مسلم، کتاب الرضا، باب الوصية بالنساء.

**کلمات حدیث:** لَا يَفْرَكُ: دشمنی نہ رکھے۔ فَرَكَ فَرَكَ (باب سمع) نفرت رکھنا، میاں بیوی کا ایک دوسرے سے بغض رکھنا۔

**شرح حدیث:** کوئی مؤمن مرد اپنی مؤمن بیوی سے ہرگز بغض اور نفرت نہ رکھے کیوں کہ اگر اس میں کوئی برائی ہے تو یقیناً اس میں کوئی خوبی بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اسی طرح ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ برائیاں ہیں۔ اچھا انسان وہ ہے جس کی اچھائیاں غالب ہوں اور لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچے، انسان کو چاہئے وہ اپنی بیوی میں خوبیاں تلاش کرے اور ان خوبیوں کی اساس پر حسن معاشرت استوار کرے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بے عیب ساتھی ڈھونڈتا رہے گا تو بے یار و مددگار روہ جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۰/۵۰، مظاهر حق جدید: ۳/۳۷۲، مرقاة المصابیح: ۶/۲۶۴)

## عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

۲۷۶. وَعَنْ عُمَرَو بْنِ الْإِخْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي حَبَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى وَأَتَى عَلَيْهِ وَذَكَرَ وَوَعظَ ثُمَّ قَالَ : "أَلَا وَاسْتَوْصُوا  
بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ،  
فَإِنْ فَعَلْنَ فَأَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا،  
إِلَّا أَنْ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا : فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ  
تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ ، إِلَّا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ  
وَطَعَامِهِنَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

قَوْلُهُ 'صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' "عَوَانٌ" أَيْ أَسِيرَاتٌ جُمُعُ عَانِيَةٍ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ الْأَسِيرَةُ  
وَالْعَانِي : الْأَسِيرُ ، شَبَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةَ فِي دُخُولِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ  
بِالْأَسِيرِ "وَالضَّرْبُ الْمُبْرِحُ" : هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيدُ. وَقَوْلُهُ 'صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ﴿فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ  
سَبِيلًا﴾ : أَيْ لَا تَطْلُبُوا طَرِيقًا تَحْتَجُّونَ بِهِ عَلَيْهِنَّ وَتَوَذُّوْنَ نَهْنَهُنَّ بِهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۲۷۶) حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم  
ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء کی، تذکیر و نصیحت فرمائی پھر فرمایا کہ دیکھو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ  
تمہاری قیدی ہیں اور تم ان سے سوائے اس کے اور کسی شئی کے مالک نہیں ہو، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر ایسا کریں تو  
انہیں بستروں سے الگ کر دو اور انہیں مارو مگر مار دو دناک نہ ہو، اگر وہ تمہاری فرمان برداری اختیار کریں تو ان پر اعتراض کا راستہ تلاش نہ  
کرو، سن لو کہ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو  
پاؤں نہ رکھنے دیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ اور سن لو ان کا حق  
تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے کپڑے اور ان کے کھانے میں حسن سلوک کرو۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث  
حسن صحیح ہے)

عوان کے معنی قیدی کے ہیں۔ عوان عانیہ کی جمع ہے اور عانیہ کے معنی قیدی کے ہیں اور عانی اسیر یعنی قیدی، رسول اللہ ﷺ نے  
بیوی کو قیدی سے تشبیہ دی کیوں کہ وہ جب شوہر کے گھر میں آ جاتی ہے تو اس کے حکم کے تابع ہو جاتی ہے۔

ضرب مبرح کے معنی ہیں شدید ضرب، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر زیادتی کرنے یا ایذا پہنچانے کے بہانے نہ تلاش  
کرو۔

**تخریج حدیث (۲۷۶):**

الجامع للترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها.

**راوی حدیث:** حضرت عمر بن الاحوص رضی اللہ عنہ۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے دو احادیث مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین: ۸۱/۲)

**کلمات حدیث:**

یوطن، وطأ، وطئاً (باب ضرب) پاؤں رکھنا۔ عوان: قیدی جمع عانیة۔

**شرح حدیث:**

رسول کریم ﷺ خطبہ حجۃ الوداع میں بعد حمد و ثناء فرمایا اے لوگو! عورتوں سے حسن سلوک کرو، یہ اگرچہ بظاہر تمہاری قیدی بن گئی ہیں لیکن تم ماسواء فطری تعلق کے ان کی کسی بھی شے کے مالک نہیں ہو۔

ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے لیکن احادیث مبارکہ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ نصیحت اور فہمائش پر زور ہو اور اگر مارنا ناگزیر ہو جائے تو وہ شدید نہ ہو، اور اعتدال ملحوظ رہے۔

فرمایا کہ تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے مال کی اور تمہارے گھر کی حفاظت کریں اور کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو اور تمہاری بیویوں کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم ان کے لباس کا، رہن سہن اور کھانے پینے کا خیال رکھو اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ۔ (روضۃ المتقین: ۳۲۳/۱، دلیل الفالحین: ۸۱/۲)

## بیوی کے حقوق

۲۷۷. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: "أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا تَقْبَحَ وَلَا تَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ" حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ مَعْنَى "لَا تَقْبَحَ" أَيْ لَا تَقُلْ قَبْحَكَ اللَّهُ.

(۲۷۷) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کیا کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ جب تو کھائے اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس سے قبیح بات نہ کہو، اور اس سے علیحدگی نہ اختیار کرو مگر گھر میں۔

یہ حدیث حسن ہے اور اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، لا تقبح کے معنی ہیں یہ مت کہو کہ قبحک اللہ۔ (اللہ تجھے قبیح بنا دے)

**تخریج حدیث (۲۷۷):**

سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها۔

**کلمات حدیث:** لا تقبح: یہ مت کہو قبحک اللہ (اللہ تجھے قبیح بنا دے) قبح: برائی، قول یا فعل کی برائی۔ قبح قبحا (باب کرم) قبیح ہونا۔ قبیح، قبیحة: برائی، جمع قبايح۔

**شرح حدیث:**

شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنے معاشی حالات اور اپنی آمدنی کے مطابق بیوی کے لباس اور کھانے کا انتظام کرے اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے، اور اگر ناگزیر حالات میں بطور تنبیہ مارنے کی نوبت آئے تو چہرے پر نہ مارے اور نہ ایسے کلمات کہے جو بدعاب پر مشتمل ہوں۔ کیوں کہ چہرہ انسانی شرف و کرامت کا مرکز ہے۔ اس لئے چہرے پر مارنا انسانیت کی توہین ہے۔

فقہاء نے فرمایا ہے کہ شوہر کو چار مواقع پر بیوی کو مارنے کی اجازت ہے:



(۱) شوہر کی خواہش کے علی الرغم بیوی کا زیب و زینت نہ کرنا۔

(۲) فرائض نماز روزہ وغیرہ ترک کرنا۔

(۳) شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر گھر سے جانا۔

(۴) شوہر سے ہم بستری کے لئے آمادہ نہ ہونا۔

نیز فرمایا کہ اگر بطور تادیب ان کو چھوڑنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ چھوڑنا گھر کے اندر ہو، اور اس کو کسی اور گھر میں نہ منتقل کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾

”کہ ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو۔“

### بیوی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا

۲۷۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۲۷۸):** الجامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها.

**کلمات حدیث:** خیار کم: تم میں اچھے لوگ، خیر کی جمع خیار۔

**شرح حدیث:** اخلاق کا ہر چشمہ اور اس کا منبع ایمان ہے۔ جس قدر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی آدمی کا اخلاق بلند ہوگا اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اتنا ہی اخلاق کمزور ہوگا۔ مزید یہ کہ اسلامی اخلاق میں تواضع اور انکساری اعلیٰ خوبیاں ہیں اور ان کا پورا اور مکمل مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب واسطہ کمزوروں اور ضعیفوں سے ہو اور عورتیں بھی ضعیف اور کمزور ہیں۔ اس لئے جو ان سے اچھے طریقے سے پیش آتا ہے وہ یقیناً ایک عمدہ انسان ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۲۵)

### عورتوں کو بلاوجہ مارنے کی ممانعت

۲۷۹. وَعَنْ إِبْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ" فَجَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ذَرْنَ النِّسَاءَ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ. فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ فَأُطِيفَ بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءً كَثِيرًا يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُطِيفَ بِأَنَّ بَيْتَ مُحَمَّدٍ نِسَاءً كَثِيرًا يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أَوْلَيْكَ بِخِيَارِكُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

قَوْلُهُ: "ذَرْنَ" هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ ثُمَّ رَاءٌ سَاكِنَةٌ ثُمَّ نُونٌ: أَيْ اجْتَرَأَنَّ: قَوْلُهُ "أُطِيفَ" أَيْ أَحَاطَ.

(۲۷۹) حضرت ایاس بن عبد اللہ بن ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دیدی، اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس جمع ہو گئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کر رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کر رہی تھیں، یہ لوگ تمہارے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابوداؤد باسناد صحیح)

ذرن: یعنی جری ہو گئیں۔ اطاق: گھیر لیا، احاطہ کر لیا۔

**تخریج حدیث (۲۷۹):** سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء.

**کلمات حدیث:** ذرن: غصہ ہو گئیں، دلیر ہو گئیں۔ ذرن ذرن (باب سمع) نفرت کرنا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم میں عورتوں کو بعض حالات میں مارنے کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ خاص حالات جن میں مارنے کی اجازت ہے عورت کی طرف سے نافرمانی (نشوز) کا اندیشہ ہونا ہے، تو ان حالات میں یہ حکم ہے:

﴿وَالَّذِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَأَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَأَضْرِبُوهُنَّ﴾

”اور جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو، انہیں نصیحت کرو، ان کو بستر میں چھوڑ دو اور مارو۔“ (النساء: ۳۴)

یعنی اگر عورتوں کی طرف نافرمانی کا صدور ہو یا اس کا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ ان کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ، سمجھانے سے باز نہ آئیں تو ان کا بستر علیحدہ کر دو تا کہ وہ شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہو جائیں، اور جو اس سے بھی اثر نہ لے اس کو معمولی مار کی بھی اجازت ہے جس سے بدن پر کوئی اثر نہ پڑے، اگرچہ بدرجہ مجبوری خاص حالت میں مارنے کی اجازت دی گئی ہے، مگر حدیث میں فرمایا گیا ہے: ”ان بضرب خیار کم۔“ (تمہارے اچھے مرد کبھی نہیں ماریں گے۔)

غرض متعدد احادیث میں بیویوں کو مارنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ قرآن کریم میں اجازت دی گئی ہے، بعض علماء نے اس کی تطبیق اس طرح بیان فرمائی ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمادیا تھا ممکن ہے، آپ ﷺ نے قرآن کریم کی اس آیت کے نزول سے قبل منع فرمایا ہو لیکن جب عورتیں دلیر ہو گئیں تو آپ ﷺ نے پھر مارنے کی اجازت دیدی اور حکم قرآنی سے بھی اس کی تائید ہو گئی۔

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلے مردوں کو مطلقاً عورتوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا تھا مگر پھر عورتیں ولیر ہو گئیں تو پھر اجازت دیدی گئی۔ (واللہ اعلم)

(معارف القرآن: ۲/۴۰۰، روضة المتقین: ۱/۳۲۵، مظاهر حق جدید: ۳/۳۸۶)

\*\*\*\*\*

۲۸۰. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۸۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ایک متاع ہے اور

اس کی اچھی متاع نیک بیوی ہے۔ (مسلم)

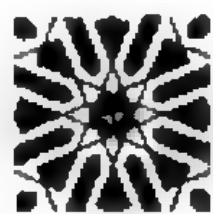
**تخریج حدیث (۲۸۰):** صحیح مسلم، کتاب الرضاخ، باب خیر متاع دنیا المرأة الصالحة.

**کلمات حدیث:** متاع: ہر فانی شے جسے استعمال کر لیا جائے اور پھر وہ ختم ہو جائے، ساری دنیا متاع ہے یعنی بس ایک وقتی استعمال کی شے ہے جیسے ہاتھ پونچھنے کا کاندہ۔

**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے دنیا کو متاع قرار دیا، متاع ہر وہ چیز ہے جس سے وقتی اشتیاع ہو اور اس کے بعد وہ ختم ہو جائے اور قرآن کریم میں دنیاوی زندگی کو متاع الغرور فرمایا گیا ہے، یعنی ایک تو دنیا وقتی اور الحاقی استعمال کی چیز ہے اور مزید یہ کہ اس میں غرور اور دھوکہ بھی ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس جس قدر دنیا ہوگی وہ اسی قدر خوش نصیب ہوگا لیکن جب لمحہ گزراں گزر جائے گا تو پتہ چلے گا کہ یہ تو فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

فرمایا کہ اس متاع دنیا میں اگر کوئی چیز اچھی ہے تو وہ نیک اور صالح بیوی ہے، اور فرمایا کہ نیک اور صالح بیوی وہ ہے کہ مرد اسے دیکھے تو خوش ہو۔ کوئی بات کہے تو فوراً تعمیل کر دے اور جب وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اپنے نفس کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

(نزهة المتقین: ۱/۲۷۳، روضة المتقین: ۲/۳۲۶)



## حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ عورتوں پر مردوں کے حقوق

۱۱۴۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَإِلَّا فَضَّلَتْ قَتِيلَتْ حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَآمَّا الْإِحَادِيثُ فَمِنْهَا حَدِيثُ عُمَرَو بْنِ الْإِخْوَصِ السَّابِقِ بِالْبَابِ قَبْلَهُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”مرد عورتوں پر قوام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ان میں سے جو نیک ہیں تا بعد از ہیں اور پیچھے پیچھے حفاظت کرنے والی ہیں اللہ کی حفاظت کی مدد سے۔“ (النساء: ۳۴)

اس مضمون کی احادیث میں سے عمرو بن الاخوص کی حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

**تفسیری نکات:** اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا عورتوں اور مردوں کو ایک ساتھ مخاطب فرمایا اور جو احکام، عبادات، معاملات، تمدنی اور معاشرتی زندگی سے متعلق مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔

لیکن عورت کی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جو فطرنی اور طبعی طور پر مرد سے مختلف ہیں، خاص طور پر ازدواجی اور عائلی زندگی عورت اور مرد کی مختلف ہے۔ اسی لئے عائلی اور ازدواجی زندگی سے متعلق احکام بھی قدرے مختلف ہیں۔

جس طرح ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہے کہ اس میں کسی ایک کو ذمہ دار قرار دیا جائے خواہ وہ سربراہ یا حاکم ہو یا امیر ہو، اسی طرح عائلی نظام میں بھی ایک امیر یا سربراہ کی ضرورت ہے۔ مردوں میں بنسبت عورتوں کے علمی اور عملی قوت زیادہ ہوتی ہے جو اس قدر بدیہی ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی کا سربراہ مرد کو مقرر فرما دیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم اور واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں، قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ تفوق مرد کو جو عورت پر حاصل ہوا ہے یہ کوئی استبدادی صورت نہیں ہے کہ جو اس کے جی میں آئے کر گزرے بلکہ وہ قانون شریعت کا بھی پابند ہے اور مشورہ کا بھی پابند ہے کہ اپنے اہل خانہ سے مشورہ کر کے اپنے گھریلو امور کو انجام دے۔

﴿عَنْ تَرَايَ مِنْهُمَا وَتَشَاوِرَ﴾

”کہ امور خانہ داری میں بیوی باہمی رضامندی سے اور مشورہ سے کام لیں۔“

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مرد کی جس سربراہی یا حاکمیت کی بات قرآن کریم نے فرمائی ہے اس میں نہ تو عورتوں کی



حیثیت کو کم کیا گیا ہے اور نہ اس میں ایسی کوئی بات ہے جو عورتوں کے لئے گراں ہو۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی قسم کی گرائی کا احتمال ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی مصلحت بھی بیان فرمادی، یہ مصلحت دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک پہلو تو طبعی اور فطری ہے اور وہ یہ کہ مرد نسبت عورت کے زیادہ عملی قوت رکھتا ہے اور عورت کی بہ نسبت زیادہ برداشت کا مالک ہے، اور دوسرا پہلو شرعی ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے معاشی جہد و جہد اور بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور اسی کے ذمہ تمام عائلی مصارف لگائے گئے ہیں، ان دونوں پہلوؤں کے پیش نظر مناسب ہوا کہ قوت فیصلہ مرد کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ (معارف القرآن: ۲/۳۹۵)

### خاوند کو ناراض کرنے والی پر فرشتوں کی لعنت

۲۸۱. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضَبَانَ عَلَيْهَا لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا "إِذَا بَاتَ الْمَرْءُ فِرَاشَهُ فَزَوْجَتُهُ لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ" وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَنَابَتْ عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاحِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا."

(۲۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب خاوند اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ جب عورت مرد کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ انکار کر دیتی ہے تو جو آسمان میں ہے وہ اس وقت تک اس سے ناراض رہتا جب تک خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

**تخریج حدیث (۲۸۱):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها

من فراش زوجها.

**کلمات حدیث:** لَعْنَتُهَا: اسے لعنت کرتے ہیں۔ لَعْنٌ لَعْنًا (باب فتح) گالی دینا، دھتکارنا۔

**شرح حدیث:** اسلام نے میاں بیوی کا علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض کا تعین کر دیا ہے اور ان کی اہمیت بھی واضح کر دی ہے، دراصل اسلام چاہتا ہے کہ خانگی زندگی پر لطف، پرکیف اور پر امن ہو، یہ امن و آشتی کا گہوارہ ہو، اس میں میاں بیوی اگر اس طرح ایک دوسرے کے ساتھی اور رفیق ہوں جس طرح لباس آدمی کا رفیق اور ساتھی ہوتا ہے۔ لباس آدمی کے مطابق ہوتا ہے، اسے گرمی اور سردی سے بچاتا ہے، وہ اسے برہنگی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، لباس اس کے لئے زیبائش و زینت بھی ہے، اسی طرح میاں بیوی باہم لباس کی طرح ہوں، ایک دوسرے کی حفاظت کریں، ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کریں اور ایک دوسرے کے لئے زیبائش

اور زینت ہوں۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت پر اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے، جب وہ اس کو بلائے اور اس کے پاس معقول عذر بھی نہ ہو، اگر عورت اس کے بلائے پر اس کے حکم کی اطاعت نہ کرے گی تو وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہونے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کر دی جائے گی۔ (نزہۃ المتقین: ۱/۲۷۴)

### شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ کی ممانعت

۲۸۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَرَوْجَهَا شَاهِدًا إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذُنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. (۲۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کا شوہر موجود ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے اور شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دیدے۔ (متفق علیہ اور الفاظ حدیث بخاری کے ہیں)

**تخریج حدیث (۲۸۲):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها، صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب ما تنفق العبد من ماله مولاه.

**کلمات حدیث:** لَا تَأْذُنُ، أَذْنٌ، إِذْنًا (باب سمع) اجازت دینا۔

**شرح حدیث:** مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت اپنے امور کی تنظیم میں شوہر کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھے مثلاً اگر شوہر گھر پر ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک روایت میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے، اگر رکھ لیا تو مقبول نہ ہوگا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر کا حق نفلی روزہ پر فائق ہے۔ اس لئے شوہر کا حق فوت ہونے کی صورت میں نفلی روزہ صحیح نہ ہوگا، الا یہ کہ نہیں گیا ہو تو بغیر اجازت نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں ہے۔

اسی طرح بیوی کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر میں نہ بلائے جن کو وہ پسند نہ کرتا ہو، البتہ شوہر کی طرف سے صریحاً اجازت ہو یا ضمناً ہو تو درست ہے۔ (فتح الباری: ۲/۱۰۵۰، روضة المتقین: ۱/۳۲۹، شرح مسلم للنووی)

۲۸۳. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ. فُكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۸۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا اور امیر نگران ہے اور آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور عورت اپنے گھر کی، شوہر کی اور بچوں کی نگران ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

**تخریج حدیث (۲۸۳):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الإمام

المعادل۔

**کلمات حدیث:** راع، راعی: رعایت رکھنے والا، نگہبانی کرنے والا، جانوروں کا رکھوالا، چرواہا۔ رعی، رعیا (باب فتح) رعیت الماشیۃ الکلا: جانور کا گھاس چرنا۔ رعیت: جو چیز کسی کی نگہبانی میں ہو۔ رعایۃ: دیکھ بھال۔

**شرح حدیث:** راعی کا مفہوم ہے ہر وہ شخص جو امین ہو، قابل اعتماد ہو اور اسے جب کوئی ذمہ داری سپرد کی جائے اسے پورا کرے، کوئی شے اس کی تحویل میں دی جائے تو اس کی حفاظت کرے۔ اس راعی (چرواہے) کی طرح جو جانوروں کی نگہبانی کرتا ہے یعنی ان کی حفاظت بھی کرتا ہے، دیکھ بھال بھی کرتا ہے اور شام کو بحفاظت ان کے ٹھکانے پر پہنچا دیتا ہے۔

معاشرے کا ہر فرد اپنی جگہ پر نگران اور محافظ ہے۔ کیوں کہ اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہیں، جو اسے ادا کرنے ہیں۔ کچھ فرائض ہیں جو اسے پورا کرنے ہیں کچھ واجبات ہیں جو ادا کرنے ہیں اور ہر ایک ان حقوق و فرائض اور واجبات کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ ایک جماعت کا امیر بھی راعی ہے اسے بھی جواب دینا ہے اور ایک شخص بھی اپنے اہل بیت کا نگران ہے اسے بھی جواب دینا ہے، بیوی بھی ذمہ دار ہے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اور اسے بھی جواب دینا ہے۔

اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق ادا کرے، فرائض کی تکمیل کرے اور واجبات کو پورا کرے اور ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر راعی سے روز قیامت میں سوال ہوگا کہ اس نے اللہ کا حکم پورا کیا یا اسے ضائع کر دیا، یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر راعی سے اس شے کے بارے میں پوچھے گا جو اس کی نگرانی میں دی گئی کہ کیا اس نے حفاظت کی یا ضائع کر دیا۔

(فتح الباری: ۱/۶۲۴، روضة المتقین: ۱/۳۳۰، مظاهر حق جدید: ۳/۶۷۰)

\*\*\*\*\*

۲۸۴. وَعَنْ أَبِي عَلِيٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلَتَاتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّوْبَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲۸۴) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر شوہر بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے

لئے بنائے تو اسے آنا چاہئے اگرچہ وہ تنور پر ہو۔ (ترمذی و نسائی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

**تخریج حدیث (۲۸۳):** الجامع الترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج عنی المرأة۔

**راوی حدیث:** حضرت خلق بن علی رضی اللہ عنہ، انہیں خلق بن ثمامہ بھی کہا جاتا ہے، یمامہ کے وفد کے ساتھ آئے اور اسلام قبول

کیا، آپ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل المتابعین: ۲: ۹۰)

**شرح حدیث:** بیوی کو چاہئے کہ جس وقت اسے شوہر پکارے، پہلے اس کی بات سنے۔ اگرچہ وہ کسی کام میں مصروف ہو اور اگرچہ

وہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔ (دلیل المتابعین: ۲: ۹۰، روضة المتقین: ۱: ۳۳۱، تحفة الأحوذی: ۴: ۳۶۰)

\*\*\*\*\*

**اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے**

۲۸۵. وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا

أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" رواه الترمذی وقال: حَدِيثٌ حَسَنٌ ضَعِيفٌ.

(۲۸۵)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں

عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔)

**تخریج حدیث (۲۸۵):** الجامع الترمذی، أبواب الرضا، باب ما جاء فی حق الزوج عنی المرأة۔

**شرح حدیث:** غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن بیوی پر شوہر کے ایسے حقوق ہیں اور ان کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر کسی کے لئے

سجدہ کی کوئی گنجائش ہوتی تو عورت کو کہا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، صرف ظاہر ہے کہ شریعت میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن یہ بات صرف اہمیت کے واضح کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی باغ میں داخل ہوئے تو وہاں دو اونٹ لڑ رہے تھے اور بلبلا رہے تھے، آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنی گردنیں زمین پر ٹکا دیں، کسی صاحب نے جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لئے مناسبت نہیں ہے کہ کسی کو سجدہ کرے، اور اگر کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنا موزوں ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شوہر کا عظیم حق رکھا ہے۔

(تحفة الأحوذی: ۴: ۳۵۸، روضة المتقین: ۱: ۳۳۱)

\*\*\*\*\*

**شوہر کو راضی کرنے والی جنت میں جائے گی**

۲۸۶. وعن أم سلمة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أَيُّمَا امْرَأَةٍ



مَاتَتْ وَزَوَّجَهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتْ الْجَنَّةَ. ” رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

( ۲۸۶ ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت راضی

میں وفات پاگئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں گئی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا۔ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۲۸۶):** الجامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة

**شرح حدیث:** جس عورت نے تمام عمر اپنے شوہر کو خوش رکھا اس نے تو یہ اللہ کے بھی حقوق ادا کئے اور حقوق اہل بیت اور

اسی حال میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئی تو وہ جنتی ہے۔ (تحفة الأحوذی : ۱ : ۳۶۰، شعب النکاح : ۲ : ۳۶۰)

=====

## حوروں کی ناراضگی

۲۸۷. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ” لَا تُؤْذِيْ امْرَأَةً

زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْخَوَرِ الْعَيْنِ : لَا تُؤْذِيْهِ فَإِنَّكَ اللَّهُ ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ دَخِيلٌ

يُؤْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكَ إِلَيْنَا“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

( ۲۸۷ ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو

تکلیف پہنچاتی ہے تو حور عین جو جنت میں اس کی بیوی ہوگی وہ کہتی ہے کہ تیرا براہو، اسے تکلیف نہ پہنچا، تیرے پاس تو یہ مہمان ہے جلد

ہی یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۲۸۷):** الجامع الترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة .

**کلمات حدیث:** حور : اہل جنت کی عورتیں واحد حوراء، جن کی آنکھوں کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہوگی۔ عین

جمع، عیناء : بڑی آنکھوں والی۔ دخیل : جو باہر سے آیا ہو جمع دخلاء۔

**شرح حدیث:** جنت کی حوریں اس بیوی کو جو شوہر کو تکلیف پہنچائے، کہتی ہیں کہ تو اسے تکلیف پہنچاتی ہے تیرے پاس تو یہ چند دن کا

مہمان ہے ہمارے پاس آکر تو یہ ہمیشہ رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ ممتی شوہر کی بیوی کو اس کا زیادہ خیال کرنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اسے تکلیف پہنچے۔

(تحفة الأحوذی : ۱ : ۳۶۰)

=====

## عورتیں فتنہ ہیں

۲۸۸. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ” مَا تَرَكْتُ

بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۸۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے

عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ میں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۸۸):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یقتی من شوم المرأة، صحیح مسلم، کتاب

الزقاق، باب اکثر أهل الجنة العقرون۔

**کلمات حدیث:** ضرر: زیادہ ضرر رساں، زیادہ نقصان، ضرر: نقصان، ضرر: نقصانات۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے فتنوں میں سے سب سے زیادہ جس فتنے سے ڈرتا ہوں وہ

عورتوں کا فتنہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ مَنْ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَٰئِكَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأُمَّةِ وَقَدْ غَابَتْ عَنْهُمْ آلُكُمْ وَأَمْوَالُهُمْ﴾

(التغابن: ۱۴) ”تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہیں، ان سے ڈرتے رہو۔“ وجہ یہ ہے کہ آدمی بیوی اور بچوں کی فکر میں پڑ

کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے، ان کی خاطر برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، اور ان کی خاطر مال

حرام سے بھی نہیں بچتا، جو بیوی اور بچے اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں وہ دوست کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو کھلے دشمن ہیں چاہیے

کہ ان دشمنوں کی دشمنی سے تحفظ کی تدبیر کی جائے، یعنی آخرت کی فکر کی جائے اور نیک اعمال کئے جائیں اور احکام الہی کے مطابق زندگی

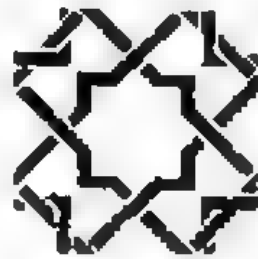
سُرائی جائے۔

قرآن کریم نے ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (لوگوں کے لئے شہوات کی

محبت مزین کر دی گئی یعنی عورتوں کی) اس آیت میں حب شہوات کے بیان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا، صحیح مسلم کی ایک

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے بچو عورتوں سے بچو کہ بنی اسرائیل میں فتنہ کا آغاز عورتوں سے ہوا۔

(فتح بخاری: ۲/۹۸۵، روضة السنین: ۱/۳۳۳، تفسیر عنسانی، دلائل الخاتین: ۲/۹۳)



## النَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان

۱۱۵. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور باپ پر ہے کھانا پکڑان عورتوں کا دستور کے موافق۔“ (البقرة: ۲۳۳)

**تفسیری نکات:**

پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ بچہ کی کفالت اور اس کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔ اسی طرح ماں کا نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہیں، جب تک بچہ کی ماں باپ کے نکاح میں موجود ہے۔ یا اگر طلاق ہو گئی ہے تو عدت کے دوران بھی ماں کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔

اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر ماں باپ دونوں امیر یا دونوں غریب ہوں تو نفقہ میں ان کی معاشی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا لیکن اگر ماں غریب اور باپ مالدار ہو تو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ نفقہ درمیانہ ہوگا، اور امام کرخی کے نزدیک ہر حالت میں باپ کی معاشی حالت کے مطابق نفقہ دیا جائے گا، فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتویٰ اسی قول کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔

(معارف القرآن: ۱/۵۸۰۔ تفسیر مظہری)

۱۱۶. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦٓ، وَمَن قُدِّرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُۥ، فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ﴾

اور فرمایا:

”وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے

مطابق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔“ (الطلاق: ۷)

**تفسیری نکات:**

دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو تو جتنی روزی اللہ نے دی ہو اور وہ اسی میں سے اپنی نجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

معلوم ہوا کہ نفقہ میں باپ کی حالت کا اعتبار ہے، اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری، معارف القرآن: ۷/۴۹۲، فتح القدیر: ۳/۴۶۲)

۱۱۷. وَقَالَ تَعَالَى :

وَمَا أُنْفِقُ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ خِلْفُهُ

اور فرمایا

”جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ اس کا صلہ دیتا ہے۔“ (النساء: ۳۹)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رزق کی نفلی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ جو رزق اللہ دے وہ ضرور پہنچ کر رہے گا، اور اس میں خرچ کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو کچھ تم اللہ کے رزق کی مطابق خرچ کرو گے اللہ اس کا صلہ تمہیں ضرور دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

### اہل و عیال کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے

۲۸۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مَسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۸۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار روہ ہے جس کو تم نے فی سبیل اللہ خرچ کیا، ایک دینار روہ ہے جو تم نے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار روہ ہے جو تم نے کسی مسکین کو دیدیا اور ایک دینار روہ ہے جو تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا، ان سب میں سے زیادہ اجر والا دینار روہ ہے جو تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۸۹):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقات علی العیال و المسکین

**کلمات حدیث:** اجر: بدلہ، مزدوری، اجرت، جمع اُجور، اجر: حراً (باب انصر و ضرب) بدلہ دینا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب عظیم بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ، غلام آزاد کرنے اور نفلی صدقہ سے بھی افضل ہے۔ اس لئے کہ اہل و عیال پر خرچ کرنا فرض ہے اور فرض واجب نفی مصارف پر مقدم ہے، نیز اس حدیث میں نفلی انفاق کے مراتب بھی بیان کر دیئے گئے جن میں سے اعلیٰ اللہ کی راہ میں جہاد پر خرچ کرنا ہے۔ (شرح مسلم نسوی: ۷/۷۱، روضة المستقین: ۱/۳۳۴)

### افضل ترین صدقہ

۲۹۰. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَيُقَالُ لَهُ: أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَوْبَانُ بْنُ بُجْدَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى ذَاتِ بَيْتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“



رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۹۰) ابو عبد اللہ جنہیں ابو عبد الرحمن ثوبان بن جحد کہا جاتا ہے اور جو آپ ﷺ کے غلام تھے ان سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جو وہ اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کی خاطر اپنی سواری پر صرف کرے اور وہ دینار ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۲۹۰):** صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة علی العیال والمملوک .

**کلمات حدیث:** سبیل : راستہ، طریقہ، جمع سُبُل .

**شرح حدیث:** سب سے زیادہ اجر و ثواب والا اتفاق وہ ہے جو آدمی اپنے بیوی بچوں پر کرے، ابو قلابہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے ذکر سے ابتداء کی۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی فضیلت اور اجر و ثواب کا کام ہے، کیوں کہ یہ افراد آدمی کی زیر کفالت ہیں اور ان پر صرف کرنا واجب ہے اور واجب کی تکمیل مقدم بھی ہے اور افضل بھی۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ پھر وہ اتفاق ہے جو آدمی اپنی اس سواری پر کرے جسے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار کر رہا ہے اور پھر وہ اتفاق ہے جو آدمی اپنے مجاہد ساتھیوں پر کرے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۳۴، شرح مسلم للنووی: ۷/۷۲)

### اپنی اولاد پر خرچ کرنے پر بھی اجر ملتا ہے

۲۹۱. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنْ أَنْفَقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِعَارِكِهِمْ هَكَذَا وَلَا هَكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ ؟ فَقَالَ : "نَعَمْ لَكَ أَجْرٌ مَا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۹۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا اور میں انہیں اس حال میں چھوڑ بھی نہیں سکتی۔ آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمہیں ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۹۱):** صحیح البخاری، کتاب الزکوة، باب الزکاة علی الزوج والأیتام فی المحجر . صحیح

مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین والزوج والأولاد .

**شرح حدیث:** ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں، جن سے ان کے چار بچے تھے، عمر، زینت، درہ اور محمد۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت کیا کہ کیا میں اگر ان بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اس پر اجر ملے گا، یہ میرے بچے ہیں، ان کو اس حال میں کیسے چھوڑ دوں، آخر یہ میری اولاد ہیں، مجھے ہی ان کی کفالت کرنی

چاہیے، بجائے اس کے کہ کسی اور پر چھوڑ دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہیں ضرور اجر ملے گا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ان بچوں پر خرچ کرنا واجب نہ تھا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ وضاحت فرما دیتے بلکہ یہ انفاق نفلی تھا، یعنی اگر عورت بیوہ ہو جائے اور اس کے بچے ہوں تو جو کچھ وہ اپنے بچوں پر خرچ کرے وہ نفلی انفاق ہے۔ (فتح الباری: ۸۴۲/۱، روضة المتقین: ۳۳۴/۱)

## صرف رضاء الہی کے لیے خرچ کرنا باعث اجر ہے

۲۹۲. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ الَّذِي قَدْ مَنَاهُ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ فِي بَابِ النِّيَّةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِيْ امْرَأَتِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۹۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ جو ہم اول کتاب میں باب نیت میں ذکر کر چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہو تمہیں اس پر ضرور اجر ملے گا، یہاں تک کہ تم اگر بیوی کے منہ میں ایک نوالہ دو گے اس کا بھی اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۹۲):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية، صحيح مسلم، کتاب الوصية بالتثبث.

**کلمات حدیث:** تبتغی: تم تلاش کرتے ہو، جاتے ہو۔ ابتغاء (باب افعال) تلاش کرنا۔ بتغی بعباد (باب ضرب) طلب کرنا۔

**شرح حدیث:** مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر عمل جو آدمی اخلاص سے اور حسن نیت سے اور طلب رضائے الہی کے لئے کرے اس پر اللہ کے یہاں اجر و ثواب ہے، خواہ بظاہر وہ عمل بہت ہی چھوٹا اور معمولی کیوں نہ ہو اور خواہ بظاہر وہ ایسا عمل ہو جس میں انسان کا اپنا حظ نفس بھی شامل ہو، چنانچہ فرمایا جو بھی کچھ تم اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر ملے گا، حتیٰ کہ اگر بیوی کے منہ میں لقمہ بھی رکھ دیا تو اس پر بھی اجر ملے گا، حالانکہ بظاہر یہ عمل مختصر سا اور معمولی سا ہے اور اس میں حظ نفس بھی بظاہر موجود ہے، لیکن اگر یہی عمل اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا ہے اور یہ ملاطفت اور دلجوئی کا اظہار بھی حسن معاشرت میں داخل ہے تو بلاشبہ یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کا اجر و ثواب ہے تو اندازہ کیجئے کہ ایک فقیر و مسکین کو کھلانے کا کس قدر اجر و ثواب ہوگا کہ بیوی کو کھلانے میں بظاہر داعیہ نفس بھی موجود ہے جبکہ محتاج کو کھلانے میں یہ بھی موجود نہیں ہے۔

غرض حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے ملاطفت، اس پر نرمی اور مہربانی، اس پر ایثار اور اس کا اکرام یہ تمام امور حسن معاشرت کا حصہ ہیں اور ان سب پر اجر و ثواب ہے۔ (روضۃ المتقین: ۳۳۵/۱، دلیل الفالحین: ۹۶/۲)

## اہل و عیال پر خرچ کرتے ہوئے بھی ثواب کی نیت کرے

۲۹۳. وَعَنْ أَبِي مُسْعُودٍ الْبَذَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۹۳) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر ثواب

کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۹۳):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية، صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوجة والأولاد.

**کلمات حدیث:** بحسبہا: اسے عمل ثواب سمجھ رہا ہے، ثواب کی امید کر رہا ہے۔ حسب حسیباً (باب نصر) گناہ شمار کرنا۔

احتساب: کسی کام کو ثواب کی نیت سے کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث سابق میں بھی یہ مضمون بیان ہو چکا ہے کہ صاحب ایمان کے جملہ امور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے

تابع اور اللہ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں، اور حسن نیت سے مباح امور بھی باعث اجر و ثواب بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہل و عیال پر خرچ

کرنا واجب ہے اور واجب اور فرض کی ادائیگی باعث اجر و ثواب ہے اور جب آدمی نیت بھی کرے کہ اے اللہ تیرے حکم کی تعمیل میں اپنی

اولاد پر خرچ کر رہا ہوں، اے اللہ مجھے اس پر اجر عطا فرمائیے تو یہ خرچ کرنا اس کے حق میں صدقہ ہو گیا۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل خانہ پر انفاق واجب ہے اور جو اس واجب کو ادا کرے گا اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب

ملے گا، اور واجب ہونے اور اسے صدقہ کہنے میں کوئی تعارض نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نفلی صدقہ سے افضل ہے۔

مہلب نے فرمایا: مسلمانوں کو معلوم ہے کہ صدقہ میں کتنا اجر ہے تو رسول کریم ﷺ نے اہل خانہ پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ قرار دیا

ہے حالانکہ یہ اجماعاً واجب ہے، کہ کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی مسلمان صدقہ کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب دیکھ کر جو مال اسے گھر والوں پر خرچ

کرنا تھا وہ صدقہ کر دے، اس لئے فرمایا کہ اہل خانہ پر خرچ کرنا واجب بھی ہے اور صدقہ بھی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انفاق کا اجر نیت سے وابستہ ہے، خواہ وہ انفاق واجب ہو یا غیر واجب۔ یعنی جس صورت میں تقرب

الی اللہ اور رضائے الہی کی اور حصول اجر و ثواب کی نیت کی وہ صدقہ ہو گیا اور اس پر ثواب متعین ہو گیا۔

(فتح الباری: ۱/۲۷۷، شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/۷۷، روضة المتقين: ۱/۳۳۶)

## ماتحت افراد کے حقوق ضائع کرنا گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے

۲۹۴. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقْوَتْ" حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ

فِي صَحِيحِهِ بِمَعْنَاهُ قَالَ: "كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوَّتَهُ"

(۲۹۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ گناہ کافی

ہے کہ جس کو کھلانے کا وہ ذمہ دار ہے ان کو ضائع کر دے۔ (حدیث صحیح ہے۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی معنی میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ آدمی کے گناہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جن کی خوراک کا

وہ ذمہ دار ہے وہ ان سے روک لے۔

**تخریج حدیث (۲۹۴):**

سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة علی النعیان والسموات۔

**کلمات حدیث:** قوت: روزی، کھانا، خوراک، ضرورت کے مطابق غذا، جمع اقوات، قات، قوتاً (باب نصر) روزی دینا،

خوراک دینا۔

**شرح حدیث:**

احادیث سابقہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب بھی اور باعث اجر و ثواب بھی ہے، اس حدیث

میں فرمایا کہ اہل و عیال کے نفقہ کو ضائع کرنا گناہ ہے اور باعث مؤاخذہ ہے، اور اہل و عیال کے نفقہ کو ضائع کرنا اور انہیں نہ دینا اتنا بڑا گناہ

ہے کہ اگر یہی ایک گناہ ہو تو روز آخرت وہ شدید مؤاخذہ میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ (روضة المتقین: ۱: ۳۳۷)



## مال خرچ کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں

۲۹۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ

الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا الْمَلَائِكَةُ يَنْزِلْنَ لَنْ يَقُولَنَّ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا

تَلْفًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں،

ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو تلف فرما۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۹۵):**

صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب قوله تعالى: واما من اعطى واتقى. صحیح مسلم،

کتاب الزکاة، باب فی المنفق والممسك.

**کلمات حدیث:** تلف: ضیاع، نقصان۔ تلف، تلفاً (باب سمع) ہلاک ہونا، ضائع ہونا۔

**شرح حدیث:**

جو شخص رضائے الہی کے لئے حسن نیت کے ساتھ اور اجر و ثواب کی امید کے ساتھ ان کاموں میں اپنے مال کو صرف

کرتا ہے جن میں صرف کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا تو اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، اے اللہ اس کو اس کا

صلہ عطا فرما، اور جو شخص مال کی محبت اور بخل کی وجہ سے ان امور خیر میں صرف نہ کرے اور ڈرے کہ خرچ کرنے سے اس کا مال کم ہو جائے

گا، تو فرشتے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کے مال کو تلف کر دے۔ (فتح الباری: ۱/۸۳۲، روضة المتقین: ۱/۳۳۸)





## دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۲۹۶. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ

وْخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرٍ غَنَى وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يَغْفِرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ" (رواه البخاری)

(۲۹۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے

اور خرچ کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو، اچھا صدقہ وہ ہے جو تواضعی کے ساتھ ہو، جو شخص سوال سے بچے اللہ اسے بچا لیتا ہے اور

طالب غنا کو اللہ غنی کر دیتا ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۹۶):** صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى.

**کلمات حدیث:** تعول: تم کفالت کرتے ہو، پرورش کرتے ہو۔ عال، عولاً (باب نصر) اولاد کی یا زیر کفالت لوگوں کے معاش

کا انتظام کرنا، ان کے اوپر خرچ کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک رسول کریم ﷺ کے اعلیٰ اور لطیف پیرایہ بیان کا ایک بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ اوپر والا ہاتھ نیچلے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا انسان لینے والے انسان سے بہتر ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے جو

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہے، اور دینے والے کا

ہاتھ اس سے اوپر جسے دیا جا رہا ہے اور جسے دیا جا رہا ہے اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

کہ ہاتھ تین ہیں، اللہ کا ہاتھ جو بلند تر ہے، پھر دینے والے کا ہاتھ اور پھر جسے دیا جا رہا ہے، اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے۔

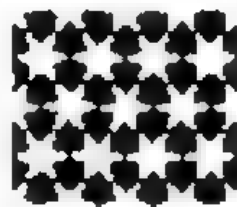
فرمایا کہ دینے کی ابتدا اور خرچ کرنے کا آغاز ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہوں اور اس کے بعد دیگر وجوہ خیر میں خرچ

کرو۔

اور بہترین صدقہ وہ ہے کہ اس کے دینے کے بعد بھی تمہارے پاس بقدر ضرورت باقی رہے، یعنی افضل صدقہ وہ ہے جو جملہ حقوق

واجبات کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے تاکہ متصدق کی احتیاج باقی نہ رہے اور کچھ نہ کچھ حاجات ضروریہ کے لئے بچ رہے۔

(فتح الباری: ۱/۸۲۸، روضة المتقين: ۱/۳۳۹، دلیل الفالحین: ۱/۹۹)



(الباقی (۲۷))

الْإِنْفَاقُ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنْ الْجَيِّدِ  
محبوب اور عمدہ شے کو اللہ کے راستے میں دینا

۱۱۸۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿لَنْ نَسْأَلَهُمُ الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بے گناہ نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیزوں میں سے چھ۔“ (آل عمران: ۹۲)

۱۱۹۔ اَبُو قَالَ تَعَالَى :

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ

وَلَا تَتِمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾

نیز فرمایا:

”اے اہل ایمان! خرچ کرو عمدہ چیزیں جو تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور بری اور ناپاک

چیزیں دینے کا قصد نہ کرو۔“ (البقرہ: ۲۶۷)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے محبوب ترین مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تب تمہیں کمال حاصل ہوگا، یعنی جس قدر کوئی چیز پیاری اور محبوب اور چنیدہ ہو، اسے اخلاص و حسن نیت سے اللہ کے راستے میں خرچ کر دو گے تو اسی کے مطابق اللہ کے یہاں بدلہ پاؤ گے یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔

(تفسیر عثمانی)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ اے اہل ایمان عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کے راستے میں دے رہے ہو وہ حلال و طیب ہو، اس میں کوئی شائبہ بھی اس بات کا نہ ہو کہ وہ تمہارے پاس کسی غیر مناسب طریقے سے آئی ہے۔ اچھی سے اچھی چیز اور طیب و پاکیزہ چیز جو تم نے خود کمائی ہو یا اللہ نے زمین سے اگائی ہو اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اور گری پر کی اپنی ضرورت سے فالتو چیزیں اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ نہ کرو، یعنی ایسی چیز جسے خود تمہیں کوئی دے تو تم اسے لینے کو تیار نہ ہو، یعنی پیمانہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو، جس کو کوئی اگر تمہیں دے تو تم اسے خوشی اور شوق سے لے لو، یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کی راستے میں دینے کی ہے اور کمال بریہ ہے کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں دو جو تمہارے لئے سب سے محبوب ہو، جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ دیا۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)



## حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا باغ وقف کرنا

۲۹۷. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءُ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَ عَلَيْكَ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ تَعَالَى أَرْجُوا بَرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى فَضَعُهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَخِ ذَلِكَ مَالٍ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ" فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَتَقَسَّمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَالٌ رَابِحٌ" رَوَى فِيهِ الصَّحِيحَيْنِ "رَابِحٌ" وَ"رَابِحٌ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّى : أَيُّ رَابِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ، وَ"بَيْرَحَاءُ" حَدِيثُهُ نَخْلٌ، وَرَوَى بِكُسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا .

(۲۹۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تمام انصار صحابہ سے زیادہ کھجوروں کے باغوں کے مالک تھے، انہیں اپنے تمام اموال میں بیرحاء زیادہ محبوب تھا، یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا خوش گوار پانی پیتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ مجھے اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء ہے اب یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اللہ کے یہاں اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں، اب یا رسول اللہ آپ ﷺ اسے جگہ صرف کر دیں جہاں اللہ کے حکم سے آپ کی رائے ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے، تو نے جو کہا میں نے سن لیا، میری رائے ہے کہ اسے تم اپنے رشتہ داروں میں خرچ کرو، اس پر حضرت ابو طلحہ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اسی طرح کرتا ہوں اور حضرت ابو طلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

مال رابح : صحیح روایات میں باء کے ساتھ ہے اور یاء کے ساتھ بھی روایت ہوا ہے، معنی ہیں منافع بخش مال۔ بیرحاء : کھجوروں

کے ایک باغ کا نام۔

تخریج حدیث (۲۹۷): صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الأقارب . صحیح مسلم، کتاب

الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین .

**کلمات حدیث:** رابع: مفید، نفع بخش۔ ریح، ربحا (باب فتح) نفع دینا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم کے اولین مخاطب اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست مستفید ہونے والے صحابہ کرام اپنے ایمان میں تقویٰ میں عمل صالح میں اور سب سے بڑھ کر آخرت پر یقین میں قیامت تک آنے والے اہل ایمان سے بڑھے ہوئے تھے، اور وہ ساری انسانیت کا خلاصہ اور تمام انسانوں میں سب سے بہترین انسان تھے، وہ پوری انسانیت کا انتخاب تھے، ان کا ایمان اس قدر کامل اور ان کے آخرت میں ملنے والے اجر و ثواب کا اس قدر یقین کامل تھا کہ قرآن کریم کی آیت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا کانوں میں کیا پڑا ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور جس کے پاس جو بہترین متاع تھی، اس سے فوراً دست بردار ہو گیا۔

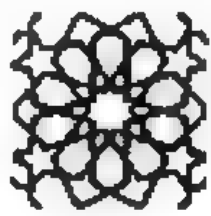
حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کے کئی باغات تھے۔ ان میں انہیں جو سب سے زیادہ پسند تھا وہ وہ تھا جو مسجد کے سامنے تھا، اس کا پانی بہت عمدہ اور شیریں اور خوش گوار تھا، نبی کریم ﷺ خود اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس باغ کا پانی نوش فرماتے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میرا باغ پیر خاں مجھے بہت زیادہ محبوب ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کر دو۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں اور بنی اعمام میں تقسیم کر دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بہت عمدہ گھوڑا تھا، وہ آیت مبارکہ سنتے ہی حاضر خدمت اقدس ہوئے اور یہ گھوڑا سرکار کی نذر کر دیا، جو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

اور اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جن سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت روح ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کا کیا مقام تھا۔

(فتح الباری: ۱/۸۴۰، (حدیث ۱۴۶۱) صحیح مسلم: ۷/۷۳، معارف القرآن: ۲/۱۰۷،

روضة المتقين: ۱/۳۴۰، دلیل الفالحین: ۲/۱۰۱)





المَبَاقِ (۳۸)

وَجُوبُ أَمْرِ أَهْلِهِ، وَأَوْلَادُ الْمُتَمَيِّزِينَ وَسَائِرُ مَنْ فِي رِعَايَتِهِ بِطَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَنَهْيِهِمْ  
عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيبِهِمْ وَمَنْعُهُمْ عَنْ إِرْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ  
اہل خانہ کو متمیز بچوں کو اور متعلقین کو اللہ کی اطاعت کا حکم دینا اور اس کی مخالفت سے روکنا،  
تادیب کرنا اور انہیں منہیات سے باز رکھنا اور اس کا وجوب

۱۲۰. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔“ (طہ: ۱۳۲)

۱۲۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

اور فرمایا کہ

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔“ (التحریم: ۶)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو یعنی اپنے جملہ متعلقین اور اتباع کو نماز کا حکم کرو، حدیث

میں ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا ہو جائے تو اس کو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (تفسیر عثمانی)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جہنم کی آگ اللہ

کی نافرمانی میں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے، سمجھا کر، تنبیہ کر کے، تادیب

کر کے، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں احکام الہی کا پابند بنائے اور رب کی بندگی میں لے آئے، کیوں کہ جورب کی بندگی سے نکل گیا وہ

ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی)

## سادات کے لیے زکوٰۃ حرام ہے

۲۹۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثَمَرَةً مِنْ ثَمَرِ

الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَنْحُ كَنْحُ إِرْمُ بِهَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَا لَا

نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ "أَنَا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ"

وَقَوْلُهُ: "كَنْحُ كَنْحُ" يُقَالُ بِإِسْكَانِ الْخَاءِ وَيُقَالُ بِكُسْرِهَا مَعَ التَّوِينِ وَهِيَ كَلِمَةٌ زَجَرٌ لِلصَّبِيِّ عَنْ

الْمُسْتَقْدَرَاتِ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَبِيًّا .

(۲۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقات کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھالی اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو، اسے پھینک دو، تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ کج کج: تنبیہی کلمہ ہے بچہ کو اس وقت بولا جاتا ہے جب اس نے کوئی گندی چیز منہ میں لے لی ہو، اس وقت حضرت حسن بچے تھے۔

**تخریج حدیث (۲۹۸):** صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب ما یدکر فی الصدقة للنبی ﷺ . صحیح مسلم،

کتاب الزکاة، باب تحريم الزکاة علی النبی ﷺ وعلی آلہ .

**کلمات حدیث:** لَا تَحِلُّ : حلال نہیں ہے۔ حَلَّ، حَلُولًا (باب نصر وضرب) واجب ہونا۔ حَلَّ، حَلًا، (باب ضرب) حلال

ہونا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے آل پر آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد مال صدقہ حلال نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ آل محمد ﷺ کو صدقہ حلال نہیں ہے اور آل محمد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور چونکہ انہیں صدقہ حلال نہیں ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سہم ذوی القربی میں سے حصہ دیا، یہ عطیہ صدقہ کے حلال نہ ہونے کا بدل اور ضلہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام سے بچوں کو بچپن ہی سے واقف کرانا چاہئے، اگر وہ کہیں کوتاہی کریں تو انہیں تنبیہ کی جائے اور یاد دلایا جائے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے، انہوں نے صدقہ کی کھجور منہ میں رکھ لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو اسے پھینک دو، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے، مطلب یہ ہے کہ تمہیں یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے اور تمہیں اس کا علم ہے اور جب تمہیں علم ہے تو تم نے کھجور منہ میں کیوں رکھ لی۔

(فتح الباری: ۱/۸۵۳، (حدیث ۱۴۹۱) روضة المتقین: ۱/۳۴۲)

### کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

۲۹۹ . وَعَنْ أَبِي حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ رَبِيبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَا غُلَامُ سَمِ اللَّهَ تَعَالَى وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ " فَمَا زِلْتُ بِلُحْمِكَ طِعْمَتِي بَعْدُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

## ”تَطِيشُ“ : تَدْوَرُ فِی نَوَاحِی الصَّحْفَةِ .

(۲۹۹) حضرت ابو حفص عمرو بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے زیر پرورش تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے زیر پرورش ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ کھانا کھاتے وقت پیالے میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، آپ ﷺ کے فرمانے کے بعد میرا ہمیشہ یہی طریقہ رہا۔ (بخاری و مسلم)

بطیش : ادھر ادھر پڑتا تھا۔

**تخریج حدیث (۲۹۹):** صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين . صحيح

مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها

**راوی حدیث:** حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے ہیں ان کے والد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے، ہجرت سے دو سال قبل پیدا ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اس وقت یہ بچے ہی تھے اور اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔

ابن الاثیر کے قول کے مطابق ۸۳ھ میں انتقال ہوا۔

**کلمات حدیث:** تطیش : ادھر ادھر ہاتھ پڑنا، اوچھا ہاتھ پڑنا۔ طاش طیشا (باب ضرب) اوچھا ہونا۔ طاش السهم عن الغرض : تیر کا نشانہ سے خطا ہونا۔

**شرح حدیث:** ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی نکاح میں آئیں تو ان کے ابوسلمہ سے فرزند عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ابھی چھوٹے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے گھر میں رہے، اور آپ ﷺ کی زیر تربیت تھے یعنی عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ربیب تھے۔ ربیب اس بچے کو کہتے ہیں جو کسی کی بیوی کا اس کے پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کے زیر پرورش رہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں چھوٹا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور پیالہ میں کبھی ادھر ہاتھ ڈالتا اور کبھی ادھر، تو آپ نے فرمایا: لڑکے، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

کھانے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا باعث برکت ہے اور شیطان کھانے سے دور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر آتا ہے اور گھر میں آتے وقت اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان (اپنے ہم جنسوں سے) کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا کھانے کی، اور اگر گھر میں آیا اور اللہ کا نام نہیں لیا تو شیطان کہتا ہے: آ جاؤ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور جب وہ کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔

سیدھے ہاتھ سے کھانے کا حکم وجوب کے لئے ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے، کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صریحاً ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے، الٹے ہاتھ سے مت کھاؤ کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا ہے۔

اور فرمایا کہ اپنے سامنے سے کھاؤ، کیوں کہ ادھر ادھر سے کھانا خلاف ادب ہے اور اس سے کھانے والے کو تکلیف ہوگی، خاص طور پر جبکہ کھانا شور بہ کی قسم کا ہو، البتہ اگر ایک ہی برتن میں مختلف النوع خشک اشیاء ہوں تب اجازت ہے کہ آدمی اس میں سے جس طرف سے چاہے لے لے۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے جب رسول کریم ﷺ نے انہیں کھانا کھانے کے مذکورہ آداب ارشاد فرمائے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سے ان آداب کی پابندی کر رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کس طرح احکام نبوی ﷺ پر عمل کرتے تھے اور اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع کا ان کا معیار کس قدر بلند تھا۔

(فتح الباری: ۱۱۴۴/۲، (حدیث ۵۳۷۶) روضة المتقین: ۳۴۴/۱، دلیل الفانحین: ۱۰۷/۱،

صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۷۲/۳، عمدة القاری: ۲۸/۲۱)

## ہر شخص سے اپنے ماتحت افراد کی دینی تربیت کے بارے میں سوال ہوگا

۳۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَرَعِيَّتُهُ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگران ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، امام راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے گھروالوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کی جواب دہ ہے، خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت پر مسئول ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۰۰):** صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القرى والمدن . صحیح مسلم، کتاب

الامارة، باب فضيلة الإمام العادل .

**شرح حدیث:** یہ حدیث باب ۵ میں گزر چکی ہے، دراصل محدثین کرام کا طریقہ یہی ہے کہ ایک حدیث جو مختلف فقہی احکام پر



دلالت کرتی ہے اسے مختلف ابواب میں مکرر درج کر دیتے ہیں، صحیح بخاری وغیرہ میں مکرر کی یہی وجہ ہے، اس لئے اس حدیث کی شرح کے لئے باب ۳۵ حدیث ۲۸۳ ملاحظہ کی جائے۔

### سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو

۳۰۱. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِحِ." حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۳۰۱) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور انہیں مار کر نماز پڑھواؤ جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستر الگ کر دو۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابو داؤد نے باسناد حسن روایت کیا ہے)

#### تخریج حدیث (۳۰۱):

سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متى يؤمر الغلام بالصلوٰۃ.

**شرح حدیث:** بچوں کی تعلیم و تربیت کو بچپن ہی سے شروع کر دینا چاہئے تاکہ احکام شریعت ان کی طبیعتوں میں راسخ ہو جائیں اور پھر کبھی ان کے دل سے نہ نکلیں، اس کے ساتھ ہی بچوں کے ذہنوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ڈالنی چاہئے، اور جیسا کہ مشہور ہے کہ "العلم فی الصغر كالنقش فی الحجر" یہ سب امور ان کے دلوں میں نقش ہو جائیں۔

اسلامی احکام میں سب سے اہم حکم نماز ہے، بچوں کو شروع سے نماز کی اہمیت و عظمت و نشیئہ کرانی چاہئے، سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم کرنا چاہئے اور دس برس کے ہو جائیں تو نماز مار کر پڑھوانا چاہئے۔

اس حدیث مبارک میں بچوں کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ وہ دس برس کے ہو جائیں تو ان کا بستر علیحدہ کر دیں۔

(روضۃ المتقین: ۱/۳۴۵)

### بچوں کو نماز سکھلاؤ

۳۰۲. وَعَنْ أَبِي ثَوْبَةَ سُبْرَةَ ابْنِ مَعْبِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ" حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَلَفْظُ أَبِي دَاوُدَ: "مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ."

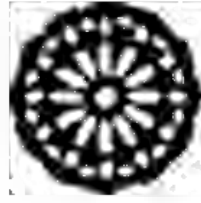
(۳۰۲) حضرت سبرۃ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم دو، اور دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) اس حدیث میں ابوداؤد میں یہ الفاظ آئے ہیں، بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو۔

**تخریج حدیث (۳۰۲):** سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء متی یومر الغلام بالصلاۃ . الجامع الترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ما جاء متی یومر الصبی بالصلاۃ .

**راوی حدیث:** حضرت سبرۃ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ کے قریب اسلام لائے اور غزوہ خندق میں شرکت کی اور فتح مکہ میں بھی شرکت فرمائی، ان سے ”۱۹“ احادیث منقول ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔

**کلمات حدیث:** علموا: سکھلاؤ، تعلیم دو۔ علم، تعلیم (باب تفعلیل) سکھانا، تعلیم دینا۔

**شرح حدیث:** بچوں کو نماز سکھانے کا حکم ہے کہ ان کو نماز کا طریقہ اور نماز کے شروط و آداب کی تعلیم دی جائے اور ان سے نماز پڑھوائی جائے اور دس برس کے ہو جائیں، تو مار کر نماز پڑھوائی جائے۔ (تحفۃ الأخوذی: ۲/۴۶۰)



## حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک

۱۰۲۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ، سب کے ساتھ احسان کرو۔“

(النساء: ۳۶)

### تفسیری نکات:

آیت کریمہ حقوق العباد کا ایک اجمالی بیان ہے اور اس بیان کا آغاز اللہ کی توحید اور اسی واحد و یکتا کی بندگی سے فرمایا ہے کیوں کہ انسان کے اخلاق و اعمال کو درست رکھنے میں کوئی امر اس قدر مؤثر نہیں ہے جس قدر اللہ پر ایمان اور اس کی خشیت اور خوف، اللہ کا خوف ہی وہ واحد چیز ہے جو انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر ہر حالت میں آمادہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد اہل تعلق کی تمام فہرست میں والدین سے حسن سلوک کو مقدم رکھا تا کہ یہ حقیقت اجاگر ہو جائے کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تو تمام احسانات اور انعامات اللہ ہی کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد والدین ہیں جن کے احسانات آدمی پر سب سے زیادہ ہیں کہ وہی اس کی پرورش اور تربیت کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور راتوں کو جاگ کر بچوں کو آرام پہنچاتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے دس وصیتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو، اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور مال کو چھوڑ دو۔

آیت میں والدین کے بعد تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے، پھر یتیم اور مسکین کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد چوتھے نمبر پر ”وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ“ اور پانچویں نمبر ”وَالْجَارِ الْجُنُبِ“ فرمایا، جار کے معنی پڑوسی کے ہیں اور اس کی مذکورہ دو قسمیں ہیں جن کی تفسیر و توضیح میں صحابہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

عام مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربی سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے متصل رہتا ہے، اور جار الجنب سے وہ پڑوسی مراد

ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جارڈی القربیٰ سے مراد وہ شخص ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے، اور جار الجنب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں ہے، اس لئے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر رکھا گیا۔ چھٹے نمبر پر ارشاد فرمایا ”والصاحب بالجنب“ اس کے لفظی معنی ہم پہلو ساتھی کے ہیں جس میں رفیق سفر بھی داخل ہے اور وہ بھی جو عام مجلس میں ساتھ بیٹھا ہو، یعنی جس شخص کے لئے تھوڑی دیر کا ساتھ ہوا ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک ضروری ہے، اس کے بعد ساتویں نمبر پر مسافر کا حق بیان فرمایا کہ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کر دو اور پھر آٹھویں نمبر پر ملازموں اور غلاموں کے حقوق ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ (معارف القرآن: ۲/۴۰۹)

### جبریل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی مسلسل تاکید کرتے تھے

۳۰۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِّثُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۰۳) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۰۳):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصیۃ بالجار، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ.

**کلمات حدیث:** سَيُورِّثُهُ: عنقریب وہ اسے وارث بنادیں گے۔ وَرَّثَ: وارث بنانا۔ وَرَّثَا (باب سمع) وارث ہونا۔  
**شرح حدیث:** فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ حضرت جبریل امین آتے رہے اور آکر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اور فضیلت بتاتے رہے، ان کے اس طرح بتا کید اور بار بار پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں فرماتے رہنے سے مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ اسے وارث قرار دیں گے۔

مقصود حدیث پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔

(فتح الباری: ۳/۱۸۲، (حدیث ۶۰۱۴) روضة المتقين: ۱/۳۴۷، دلیل الفالحین: ۲/۱۱۱)

### پڑوسی کو ہدیہ دینے کی خاطر شوریہ بڑھانا

۳۰۴: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا



طَبَخَتْ مَرَقَةً فَأَكْثَرَ مَاءَهَا وَتَعَاهَدَ جِيرَانَكَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: إِنَّ خَلِيلِي (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَوْصَانِي ”إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتِ مِنْ جِيرَانِكَ فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوفٍ“

(۳۰۴) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ذر! اگر تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی ڈال دو پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کی طرف دو اور اس میں سے کچھ دے کر ان کے ساتھ بھلائی کرو۔

**تخریج حدیث (۳۰۴):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالحار والاحسان انہ۔

**کلمات حدیث:** تَعَاهَدَ: عہد رکھو، دیکھ بھال کرو۔ تَعَاهَدَ (باب تفاعل) ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی خبر گیری کرنا۔ وَأَصِيبُهُمْ: انہیں پہنچا دو۔ أَصَابَ إِصَابَةً (باب افعال) أَصَابَ السَّهْمُ: تیر نشانہ پر لگا۔

**شرح حدیث:** پڑوسیوں کو باہم ہدیہ بھیجتے رہنا چاہئے اگر گنجائش نہ ہو تو یہی کرو کہ سالن میں پانی کی مقدار ذرا سی بڑھا دو اور اس میں سے تھوڑا سا سالن پڑوسی کو بھیج دو۔

مقصود حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور ان کا خیال رکھنے کی اہمیت کو بیان کرنا ہے۔

(تحفة الأحوذی: ۵/۵۷۴، شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۴)

### ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے

۳۰۵. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ!“ قِيلَ: مَنْ يَأْرَسُوَلَّ اللَّهُ؟ قَالَ: ”الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقِهِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقِهِ“ ”الْبَوَائِقُ“: الْغَوَائِلُ وَالشُّرُورُ.

(۳۰۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

(متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ البوائق، شر

اور فتنے۔

**تخریج حدیث (۳۰۵):**

صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب اثم من لم یأمن جاره بوائقه، صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب تحریم ایذاء الجار۔

**کلمات حدیث:** بوائقه: اس کی مصیبتیں اور غتے، واحد بائقة، باق بوقا (باب نصر) جھگڑنا، جھگڑاٹھانا، شریپیدا کرنا۔**شرح حدیث:** حکم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کا اکرام اور عزت کرو۔ اگر نہ ہو سکے تو کم تر درجہ یہ ہے کہ

اسے اپنے شر سے محفوظ رکھو، رسول کریم ﷺ نے مکرر یہ کرار شاد فرمایا کہ ایسا شخص مؤمن نہیں جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

اگر کوئی شخص پڑوسیوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اور اپنے شر اور فتنے سے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اور اپنی ان حرکتوں کو جائز اور درست سمجھتا ہے اور اس ایذاء رسائی کو حلال سمجھتا ہے تو گویا وہ دین کے احکام کو مذاق سمجھتا اور ان کا استخفاف کرتا ہے تو وہ کافر ہے وہ تو بلاشبہ جنت میں نہیں جائے گا، لیکن اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ محض غفلت اور نادانی سے ایسی حرکت ہو جاتی ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ سیدھا جنت میں نہیں جائے گا جیسا کہ فائزین جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی تو جہنم میں اپنی سزا پوری کر کے پھر جنت میں جائے گا۔

یہ دونوں معنی اہل حق کے مسلک کے مطابق ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کی توحید پر ہو اور وہ کبائر پر مصر رہا ہو تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے اس کو معاف فرما کر جنت میں داخل فرمادے یا اسے جہنم کی سزا دے اور پھر جنت میں داخل فرمائے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (فتح الباری: ۱۸۳/۳، (۶۰۱۶) صحیح مسلم للہووی: ۱۵/۲، روضة المتقین: ۱/۴۴۸)

**پڑوسی کو ہدیہ دیا کریں اگرچہ معمولی چیز ہو**

۳۰۶۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً

لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۰۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! اپنی پڑوسن کے لئے

کوئی چیز حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۰۶):**

صحیح البخاری، کتاب النہیۃ، باب لا تحقرن جارة لجارته، صحیح مسلم، کتاب

الزکاة، باب اثبت علی الصدقة ولو بالقليل ولا تمنع من القليل لا حقارها۔

**شرح حدیث:** پڑوسیوں کو ہدیہ بھیجتے رہنا چاہیے چاہے کوئی معمولی شے ہو، اور جسے ہدیہ بھیجا جائے وہ ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے بلکہ اس کا اور

ہدیہ بھیجنے والے کا اکرام کرے، حدیث کی شرح (حدیث ۱۲۲) میں گزر چکی ہے وہاں بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔

(فتح الباری: ۵۴/۲، (۲۵۶۶)

## پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے

۳۰۷. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: 'لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ، أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ' ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ وَاللَّهِ لَا رَمِينَ بَهَا بَيْنَ اكْتَاْفِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. رَوَى "خَشَبَةً" بِالْأَصَافَةِ وَالْجَمْعِ وَرَوَى "خَشَبَةً" بِالتَّنْوِينِ عَلَى الْإِفْرَادِ وَقَوْلُهُ: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ: يَعْنِي عَنْ هَذِهِ السُّنَّةِ.

(۳۰۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس سے اعراض کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں اس مسئلہ کو تمہیں ضرور بتا کر رہوں گا۔ (بخاری و مسلم)

خَشَبَةً: روایت ہوا ہے اضافت اور جمع کے ساتھ، اور خَشَبَةً: تنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت ہوا ہے۔ مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ: کے معنی ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ میں تمہیں اس سنت سے اعراض کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

**تخریج حدیث (۳۰۷):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا يمنع جار جاره أن يغرز. صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب غرز الخشب في جدار الجار.

**کلمات حدیث:** يغرز: لگا لے، گاڑے۔ غرز غرزًا (باب ضرب) گاڑنا۔

**شرح حدیث:** یہ حکم برائے استحباب ہے کہ اگر گھر کی دیوار مشترک ہو اور پڑوسی کوئی شہتیر دیوار میں نصب کرنا چاہے یا کوئی بل رکھنا چاہے تو پڑوسی کو چاہئے کہ وہ اسے منع نہ کرے۔

حدیث مبارک کی جانب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طلباء کے التفات میں کمی پائی تو فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ اگر تم اس ارشاد نبوت ﷺ کے قبول کرنے میں ذرا بھی تاثر کرو گے تو میں اس حکم نبوی ﷺ کو نافذ کر کے رہوں گا۔

غرض حدیث مبارک کا مقصود پڑوسیوں کے درمیان حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید ہے، تاکہ ان کے درمیان باہم الفت و مودت پروان چڑھے اور اختلاف و نزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ (فتح الباری: ۱۹/۲) (۲۴۶۳)

## مہمانوں کا اکرام کریں

۳۰۸. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَيْسَ شَيْءٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۰۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا

ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۰۸):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ، صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب تحریم ایذاء الجار۔

**کلمات حدیث:** فلا یؤذی: تکلیف نہ پہنچائے، ایذاء نہ دے۔ آذی، ایذاء (باب افعال) تکلیف پہنچانا، ایذاء دینا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، مراد ایمان کامل ہے اور ایمان میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ ان ہر دو ایمان میں مبداء اور معاد دونوں آگئے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو جس کا یہ ایمان پختہ ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اس کا اکرام کرے، اس کی عزت کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اسی طرح مہمان کی مہمان نوازی کرے کہ مہمان نوازی مکارم اخلاق میں سے ہے اور انبیاء اور صالحین کی سیرت حسنہ ہے۔

اور جب بات کرے تو اول اس پر غور کرے کہ اگر کلمہ خیر ہو تو اس کو زبان سے ادا کرے ورنہ خاموش رہے کیوں کہ بات یا تو خیر ہے یا شر ہے یا اس کا مال خیر ہے یا اس کا مال شر ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ جب کوئی شخص بات کا ارادہ کرے تو دیکھ لے کہ فی الواقع خیر ہے، یعنی کوئی امر واجب یا مندوب پر مشتمل بات ہے تب بات کرے ورنہ خاموش رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”ما یلفظ من قول الا لذیہ رقیب عتید“ (جب کوئی لفظ زبان سے نکالتا ہے تو ایک سخت نگران پاس موجود ہوتا ہے) علماء سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا فرشتے اس بات کو لکھ لیتا ہے جو انسان کی زبان سے نکلے؟ جیسا کہ آیت قرآنی کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے یا صرف ان باتوں کو لکھتا ہے جن میں کوئی ثواب یا عتاب ہو، بہر حال اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ بولنے سے پہلے سوچ لے کہ اس کی بات کسی طرح کے شر یا مضرت پر تو مشتمل نہیں ہے، جب یہ اطمینان ہو جائے تو بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

(فتح الباری: ۱۸۵/۳ حدیث نمبر: ۶۰۱۸)

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶/۲، روضة المتقین: ۳۵۰/۱، نزہة المتقین: ۲۸۹/۱)

### اچھی بات کرے یا خاموشی اختیار کرے

۳۰۹. وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنِ إِلَى جَارِهِ: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهَذَا اللَّفْظِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ.



(۳۰۹) حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (مسلم نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور بخاری میں اس کا کچھ حصہ آیا ہے)

**تخریج حدیث (۳۰۹):**

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ .

**کلمات حدیث:** فلیحسن : چاہئے کہ احسان کرے، حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اُحْسَنَ، احساناً (باب افعال) احسان کرنا، اچھا سلوک کرنا۔

**شرح حدیث:**

اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے، مقصود دونوں احادیث کا یہ ہے کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا برتاؤ اللہ کی مخلوق سے اچھا رکھے، اور کسی کی ایذا اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔

## جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو وہ ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے

۳۱۰. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَلِي أَيْهِمَا أُهْدَى ؟ قَالَ : إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۳۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی

ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۳۱۰):**

صحیح البخاری، کتاب الشفقة، باب ای الجوار أقرب .

**کلمات حدیث:** اُهْدَى : میں ہدیہ دیتا ہوں۔ اُهْدَى اِهْدَاءَ (باب افعال) ہدیہ دینا۔

**شرح حدیث:**

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک عمل بیت نبوت ﷺ ہے، لازم ہے کہ ہر آدمی جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور پڑوسیوں کا شمار چالیس گھروں تک ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ پڑوس ہر طرف سے چالیس گھر ہیں، لیکن ان میں حسن سلوک کی ترتیب اس طرح ہے کہ جس کا دروازہ قریب تر ہو اس کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک میں پہل کرنی چاہئے کہ اگر کوئی شے بطور ہدیہ بھیجنا ہو تو سب سے پہلے اس کے یہاں بھیجے جس کا دروازہ سب سے قریب تر ہے۔ (فتح الباری: ۱۱۴۵/۲، (حدیث نمبر: ۲۲۵۹)

## بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی

۳۱۱. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " خَيْرُ

الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرُهُمْ لِبَارِهِ. "رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ."

(۳۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہیں جو اپنے دوست کے لئے خیر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے ہمسایہ کے لئے خیر ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا ہے)

### تخریج حدیث (۳۱۱):

الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الإحسان الی الخادم.

کلمات حدیث: اصحاب: ساتھی دوست، رفیق، جمع صاحب، صاحب، صحبة (باب جمع) ساتھ ہونا، رفیق ہونا۔

### شرح حدیث:

صحبت کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے لازمی ہے کہ انسان اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور جن لوگوں کے ساتھ وقت گزارے وہ اس کے دین کی صلاح و فلاح میں اس کی مدد کرنے والے ہوں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے اس لئے دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کی جائے۔

اللہ کے نزدیک اچھے ساتھی اور اچھے رفیق وہ ہیں جو خیر ہوں یعنی خود بھی سراپا خیر ہوں اور ان کے اعمال و افعال بھی خیر ہوں اور ان کی بات بھی خیر پر مشتمل ہو، اسی طرح اللہ کے نزدیک اچھے پڑوسی وہ ہیں جو خیر یعنی اپنے افعال و اعمال میں اور پڑوسی کی خیر خواہی میں وہ سراپا خیر ہوں۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۵۳)



(الباقی (۴۰))

## بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةُ الْأَرْحَامِ برالوالدین اور صلہ رحمی

۱۲۳۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

”اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ

قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔“ (النساء: ۳۶)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اللہ سبحانہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ اس کو ملا کر بیان فرمایا گویا اللہ کی بندگی کے بعد سب سے پہلا فریضہ بحیثیت انسان جو انسان پر عائد ہوتا ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے، اس آیت کریمہ کے بارے میں تفصیلی نکات اس سے پہلے باب میں آچکے ہیں، وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

۱۲۴۔ وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾

اور فرمایا :

”اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔“ (النساء: ۸)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی انسان کا خالق مالک اور اس کا رب ہے، اس لئے اسی سے ڈرو، اور اس لئے بھی اس سے ڈرو کہ تم خود آپس میں اس کے نام کا واسطہ دے دے کر اپنے حقوق طلب کرتے ہو اور اپنے معاملات اور حاجات ضروریہ میں اسی کا وسیلہ پکڑتے ہو یعنی تم اپنے وجود اور بقا ہی میں اللہ کے محتاج نہیں ہو بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اسی کے محتاج ہو۔ اس لئے بندگی صرف اللہ ہی کی کرو اور اسی سے ڈرو اور اسی واسطے اور تعلق سے صلہ رحمی کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے اجتناب کرو، کہ تم سب کا پیدا کرنے والا اور رشتوں کی لڑی میں جوڑنے والا وہی ایک اللہ ہے اور وہی سب کا مالک ہے، اور وہی سب کا رازق ہے اور وہی سب کا خالق ہے، جب سب کا خالق و مالک اور رازق ایک ہی ہے تو سب پر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی بھی واجب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

## سورة الملک قیامت کے دن شفاعت کرے گی

۱۰۱۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنْ الْقُرْآنِ سُورَةُ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ: وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: "تَشْفَعُ:"

(۱۰۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں جو آدمی کی شفاعت کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ سورت تبارک الذی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کی جگہ تشفع ہے یعنی سفارش کرتی ہے۔

**تخریج حدیث (۱۰۱۶):** سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی عدد الآی . الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فی سورة الملک .

**کلمات حدیث:** شفعت لرجل حتی غفر له: ایک آدمی کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہو گئی۔ آدمی کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی معافی کا پروانہ حاصل کر لیتی ہے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۃ الملک ہر مؤمن کے دل میں ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت پر مداومت کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے مضامین سے عبرت حاصل کرے تو یہ سورت روز قیامت اس کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معافی مل جائے گی۔ حدیث مبارک میں شفعت بصیغہ معاضی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ کوئی سورۃ الملک پڑھتا تھا اور اس کی شفاعت پر اس کی مغفرت ہو گئی اور آپ ﷺ نے بطور ترغیب اس کو خبر دینے کے طور پر بیان فرمایا۔ یا شفعت، تشفع کے معنی میں ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تشفع ہے یعنی روز قیامت سورۃ الملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں سفارش کرے گی یہاں تک کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ (روضۃ المتقین: ۵۸/۳ - ذیل الفائحین: ۴۶۰/۳)

## سورة البقرة کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۱۷. وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةِ كَفْتَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "قِيلَ كَفْتَاهُ الْمَكْرُوهَةُ تِلْكَ اللَّيْلَةُ وَقِيلَ كَفْتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ."

(۱۰۱۷) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۃ بقرہ کی آخری



دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

کسی نے کہا کہ کافی ہو جائیں گی کے معنی ہیں کہ اس رات کے شر کو کافی ہو جائیں گی اور کسی نے کہا کہ اس رات کے قیام لیل کو کافی ہو جائیں گی۔

**تخریج حدیث (۱۰۱۷):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، و کتاب فضائل القرآن، باب من لم یربأسا ان یقول

سورة الفاتحة وسورة كذا. صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة وخواتم سورة البقرة.

**کلمات حدیث:** کفتاہ: اسے کافی ہو جائیں گی یعنی یہ دو آیتیں اس کو رات کے کسی شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

**شرح حدیث:** سورة البقرة کی آخر کی دو آیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے یعنی آمن الرسول سے آخر تک کہ جو شخص انہیں پڑھے گا

یہ اسے کافی ہو جائیں گی شیطان کے شر اور ہر نوع کے شر سے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا

مخافہ بن جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ (فتح الباری: ۲/۹۵۱ - روضة المتقین: ۳/۵۹)

### سورة بقرہ کی تلاوت سے شیطان بھاگ جاتا ہے

۱۰۱۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

”لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ! بے شک

شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورة البقرة پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۱۸):** صحیح مسلم، کتاب صلاة، المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ.

**کلمات حدیث:** مقابر: جمع مقبرة، قبر۔ مقابر: قبرستان۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جس طرح مردے کچھ نہیں کرتے اسی طرح تم بھی

نماز، قرآن اور تلاوت اور اللہ کے ذکر سے بے تعلق ہو جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے وہ مردہ دل ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں

ہے وہ قبرستان ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں سورة البقرة پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو

بہکانے اور ورغلانے سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ سورة البقرة دلائل و براہین، احکام و قصص اور موعظت و عبر اور شریعت اور معجزات کے

بیان پر مشتمل ہے اس میں شیطان کے مکائد کا ذکر ہے اور اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے بہکانے کا ذکر ہے۔ مضامین کے تنوع اور

کثرت کا یہ حال ہے کہ کہا گیا کہ سورة البقرة میں ایک ہزار ادا امر ایک ہزار ممانعتیں ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار مذکور ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۶/۶۰ - روضة المتقین: ۳/۵۹ - دلیل الفالحین: ۳/۴۶۲)

## سب سے محبوب عمل

۳۱۲. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى ؟ قَالَ : "الْصَّلَاةُ عَلَى وَفَّيْهَا" قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّ ؟ قَالَ : "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّ ؟ قَالَ : "الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۱۲):** صحیح البخاری، کتاب الموافیت، باب فضل الصلوة ووقتها، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللہ افضل الأعمال .

**کلمات حدیث:** الجہاد : اللہ کے راستے میں جنگ و قتال، اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کافروں سے قتال۔ جہد جہداً (باب فتح) کوشش کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں بر بالوالدین یعنی والدین کے ساتھ نیک سلوک کی اس قدر اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اسے نماز کے فوراً بعد ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حقوق اللہ میں اعلیٰ ترین اور بلند ترین درجہ نماز کا ہے اور حقوق العباد میں جو حق سب پر مقدم اور سب سے فائق ہے وہ والدین کا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَقَضَىٰ رَبُّكَ اِنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالنَّوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا اور عبادت و بندگی میں نماز کا درجہ اعلیٰ اور بلند ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا۔ (فتح الباری : ۱/ ۴۷۸) (۵۲۷)، شرح مسلم للنووی : ۶۶/۲

## باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بہترین طریقہ

۳۱۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ يَجِدَّه" مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيهِ، فَيُعْتِقَهُ. رَاَوْهُ مُسْلِمٌ .

(۳۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بیٹا اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا الا یہ کہ اسے غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۱۳):** صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الولد .

**کلمات حدیث:** لایجزی : بدلہ نہیں دیتا۔ جزی جزاء (باب ضرب) بدلہ دینا۔

**شرح حدیث:** کوئی صورت ایسی نہیں ہے کہ اولاد والدین کا بدلہ چکا سکے سوائے اس کے کہ کسی بیٹے کو اپنا باپ غلامی کی حالت میں ملے اور وہ اس کو خرید کر آزاد کر دے، یعنی اگر باپ کا صلہ کسی درجے میں ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی صلہ نہیں ہے۔

اگر کوئی اپنے قریبی رشتہ داروں کا مالک ہو جائے تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اہل ظاہر کی رائے یہ ہے کہ محض مالک ہونے سے آزاد نہیں ہوگا چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ خرید کر آزاد کرے گا، ان کی دلیل اسی حدیث کے ظاہری الفاظ ہیں، جبکہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ باپ ماں دادا دادی جو نبی اولاد کی ملکیت میں آئیں گے خود بخود آزاد ہو جائیں گے، اسی طرح بیٹا اور بیٹی باپ کی ملکیت میں آجائیں تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائیں گے اور اس میں مسلم اور کافر قریب اور بعید اور وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ ماں باپ اور اولاد کے علاوہ دیگر رشتہ دار جیسے بھائی وغیرہ محض ملک سے آزاد نہیں ہوں گے بلکہ آزاد کرنے سے آزاد ہوں گے، امام مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بھائی بھی از خود آزاد ہو جائیں گے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہر ذی رحم رشتہ والا شخص ملکیت میں آتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۰/۱۲۹)

### مومن کو صلہ رحمی کرنا چاہیے

۳۱۴. وَعَنْهُ أَيْضاً رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُقِلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصُمْتُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۱۴):** صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من کان یؤمن باللہ . صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الحب علی اکرام العار والضعیف .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں تین امور کی تاکید فرمائی گئی ہے، مہمان کا اکرام، صلہ رحمی اور کلمہ خیر کہنا کہ آدمی اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرے اور اس کی تکریم کرے۔ تعلق دالوں سے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، یہ حدیث ۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری: ۲/۱۱۴۵)

### جو صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے

۳۱۵. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا

ہونے کا عذر کیا تو میں نے اسے ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے پھر تیسری رات اس کا انتظار کیا وہ پھر آ کر طعام (غلا) بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا کہ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھا کرو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھو یعنی اللہ لا الہ الا ہو القیوم اور مجھ سے کہا کہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود تو جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ کہا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین دن سے تم کس سے مخاطب ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۱۰۲۰):** صحیح البخاری، کتاب الوکالة كاملاً، باب اذا وکل رجل فترك الوکیل شيئاً فاجازہ

الموکل فهو جائز .

**کلمات حدیث:** زکوٰۃ رمضان سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ بحثو: دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر کھانا لے رہا تھا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدقۃ الفطر میں آئی ہوئی بھجوروں کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ حدیث مبارک میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا رات کو سونے سے پہلے پڑھنا بہت خیر و برکت کا حامل ہے۔ متعدد احادیث میں آیت الکرسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دس صفات و یکجا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے جو سیدۃ آیۃ القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اسے جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

(فتح الباری: ۱/۱۶۵ - روضۃ المتقین: ۳/۶۱ - ذیل الشرحین: ۳/۴۵۰)

## دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ

۱۰۲۱. وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ



حَافِظُ عَشْرًا يَابَ "مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنَ الدَّجَالِ"

وفی روایۃ: "مَنْ أَخْرَجَ سُورَةَ الْكَهْفِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس

آیات حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ ہو گیا اور ایک اور روایت میں سورۃ الکہف کی آخری دس آیات کے بارے میں یہی ارشاد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف.

کلمات حدیث: عصم: محفوظ رہ دیا گیا، بچا لیا گیا۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ ہونا۔

شرح حدیث: دجال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا سب

سے ہمہ گیر اور سب سے زیادہ دین و ایمان کی بربادی کا سبب ہوگا اور اسی لیے متعدد احادیث میں اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ ﷻ دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ."

"اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس کے فتنے کے اس قدر شدید ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ اللہ کے حکم سے بعض خارق عادت قوتیں حاصل ہوں گی، وہ کہے گا کہ اے آسمان بارش برسا دے تو بارش ہو جائے گی اور زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو زمین سے پیداوار ظاہر ہو جائے گی۔

صحیح مسلم میں مروی دو روایات میں فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات اور سورۃ الکہف کی آخری دس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص ان آیات کو پڑھنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۸۱/۶۔ روضة المتقين: ۳/۶۳۔ دلیل الغالحين: ۳/۴۶۷)

## سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۲۲. وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: بينما جبريل عليه السلام قاعد عند النبي

صلى الله عليه وسلم سمع نقيضا من فوقه فرفع رأسه فقال: هذا باب من السماء فتح اليوم ولم

يفتح قط إلا اليوم فنزل منه ملك فقال: هذا ملك نزل إلى الأرض لم ينزل قط إلا اليوم فسلم

وقال ابشرا بنورين أو بئيهما لم يؤتئهما نبي قبلك: فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة، لن تقرأ

بخطئ منها إلا أعطيته، رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "النقيض": الصوت.

(۱۰۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَّلَهُ فِي عَامَيْنِ﴾

”اور ہم نے انسان کو بتا کید نصیحت کی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے، ماں نے مشقت پر مشقت برداشت کی اور دو سال میں دو ذہ چھڑایا۔“

یعنی وہنا علی وہن میں پہلا وہن حمل ہے اور دوسرا وضع حمل اور تیسرے رضاعت، بہر حال ماں کا حق باپ کے حق پر فائق اور مقدم ہے۔ (فتح الباری: ۱۶۶/۳) (۵۹۷۱) روضة المتقین: ۱/۳۵۸

\*\*\*\*\*

### والدین بڑھاپے میں حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں

۳۱۷. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ: أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، ماں باپ کو یا ایک کو یا دونوں کو بوڑھا پایا اور جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۱۷):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا.

**کلمات حدیث:** رَغِمَ: خاک آلود ہو۔ رَغِمًا (باب نصر) ذلیل ہونا، خاک آلود ہونا۔ رَغِمَ اللَّهُ أَنْفَهُ: اللہ اسے ذلیل کرے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں والدین کی خدمت گزاری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی جا رہی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت تو زندگی کے ہر حصہ میں لازم ہے مگر جب والدین بوڑھے ہو جائیں اور کمزور ناتواں ہو کر دوبارہ بچوں کی طرح ہو جائیں، اس وقت تو ان کی خدمت اسی طرح کرنی چاہئے جس طرح انہوں نے اس وقت کی تھی جب تم بچے تھے، یہی وقت ہے جس میں ان کے احسانات کا کسی درجہ میں صلہ دیا جاسکتا ہے۔

فرمایا: کس قدر کم نصیب ہے وہ انسان، کس قدر بد قسمت ہے، اس کی ناک خاک آلود ہو، ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر بھی جنت میں نہ جاسکا، حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ ماں باپ کی خدمت کرتا اور ان کی دعا حاصل کر کے رحمت الہی کا مستحق ہوتا اور جنت میں چلا جاتا۔ (دلیل الفالحین: ۱۲۵/۲، روضة المتقین: ۱/۳۵۹، شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶۱/۸۸)

\*\*\*\*\*

### جو قطع رحمی کرے اس سے بھی صلہ رحمی کیا جائے

۳۱۸. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصْلَهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسَيِّئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ. فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتُ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسْفُهُمُ الْمَلَّ

وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

”وَتَسْفُهُمْ“ بِضَمِّ التَّاءِ وَكُسْرِ السِّينِ الْمُهِمْلَةِ وَتَشْدِيدِ الْفَاءِ ”وَالْمَلَّ“ بِفَتْحِ الْمِيمِ وَتَشْدِيدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ: أَيْ كَأَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيهُ لِمَا يُلْحَقُهُمْ مِنَ الْإِثْمِ بِمَا يُلْحَقُ أَكْلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْإِلْمِ وَلَا شَيْءَ عَلَى هَذَا الْمُحْسِنِ إِلَيْهِمْ لَكِنْ يَنَالُهُمْ إِيَّاهُمْ عَظِيمٌ بِتَقْصِيرِهِمْ فِي حَقِّهِ وَإِذْخَالِهِمْ الْإِذَى عَلَيْهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۳۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برابر تاؤ کرتے ہیں، میں ان سے برود باری کا رویہ اختیار کرتا ہوں وہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فی الواقع اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو تم ان پر گرم خاک ڈال رہے ہو اور جب تک تمہارا یہ رویہ رہے گا اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار رہے گا جو ان کے مقابلے میں تیری مدد کرے گا۔ (مسلم)

نَسْفُهُمْ، تاء کے ضمہ سین کے زیر اور فاء کے شد کے ساتھ۔ مَلَّ ميم کے فتح اور لام کے شد کیساتھ گرم راکھ، (بھوبھل) جیسے کہ تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو، یہ تشبیہ ہے اس امر کی کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں جیسے اگر کوئی گرم راکھ ڈالے تو اسے اذیت و تکلیف ہوگی اور جو ان کے ساتھ احسان کر رہا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں لیکن وہ سخت گناہ میں مبتلا ہیں کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں اور اسے ایذا پہنچا رہے ہیں۔ واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۳۱۸):**

صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وقطيعتها .

**کلمات حدیث:** تسفہم: تم ان پر پھینک رہے ہو۔ سف سفاً (باب سمع) دو یا ستو وغیرہ پھانکنا۔ مَلَّ، مَلًا (باب نصر) مل الشئ فی الحمرة: انگاروں پر رکھنا۔

**شرح حدیث:** مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل تعلق سے حسن تعلق رکھے خواہ ان کا رویہ کچھ بھی ہو اور رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے اور ان سے صلہ رحمی کرے، اور اس میں ان کی طرف جو تکلیف و ایذا پیش آئے اس پر صبر کرے، تو اللہ کے یہاں اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا، اور وہ رشتہ دار جن کی حالت حدیث میں بیان ہوئی گرم راکھ پھانکنے پر مجبور ہوں گے اور اللہ اس شخص کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرمادیں گے جو اسے ان لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذا اور تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۹۳/۱۶، دلیل الفالحین: ۱۲۵/۲)

### صلہ رحمی کے دو نقد فائدے

۳۱۹. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ

## بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وضوء کی فضیلت

۲۷۴۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾

الِی قَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو، اپنے سروں کا مسح کر لو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھو لو اور اگر تم جھبی ہو تو اچھی طرح پاکی حاصل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو پاک مٹی سے، اللہ تعالیٰ تم پر تجنی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔“

(المائدة: ۶)

تفسیری نکات: نماز پڑھنے کے لیے با وضوء ہونا ضروری ہے اور جسم کی اور اس جگہ کی جہاں نماز پڑھی جائے پاکی ضروری ہے، اگر پہلے سے وضوء ہو تو دوبارہ وضوء کرنا مستحب ہے۔ وضوء میں پہلے چہرے کو دھونا چاہیے، تمام اعضاء وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو، وارجلک کا عطف اگر واجبہ کہ کی طرف ہے تو معنی یہ ہیں کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤں اور اگر اس کا عطف واسحوا پر ہے تو معنی ہوں گے کہ پاؤں میں موزے ہونے کی صورت میں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو چمڑے کے موزے پہننے کی صورت میں ان پر حالت اقامت میں ایک دن ایک رات مسح درست ہے اور حالت سفر میں تین دن تین رات مسح کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں غسل کرنا چاہیے، پانی نہ ہونے کی صورت میں اور حالت عذر میں تیمم درست ہے۔ (معارف القرآن)

## قیامت کے دن اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے

۱۰۲۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ: "إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مَحَجَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ



فَلْيَفْعَلْ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

کہ میری امت کے لوگوں کو روز قیامت پکارا جائے گا اور وضوء کے آثار سے ان کے چہرے اور اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے تو تم سے جو چاہتا ہے کہ اس کی روشنی طویل ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۲۴): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المجلون من اثر الوضوء.

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب الطہارۃ الغرة والتحصیل.

کلمات حدیث: اُمّی: میری امت یعنی امت محمدیہ ﷺ، نبی کے تمام ماننے والے، اس نبی کی امت کہلاتے ہیں، اور اصولوں کی

اساس پر جو لوگ تیار ہوں اور وہ سب ان اصولوں کو مانتے ہوں تو وہ ملت کہلاتے ہیں جیسے: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾

(تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت) غرہ: گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال، یہاں پر چہروں کی روشنی اور نور مراد ہے، روز قیامت

مؤمنین کے چہرے نور ایمان سے دمک رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿سَيَمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ اور

مصحلین: تحصیل سے ہے گھوڑے کی ٹانگوں پر پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ نور اور روشنی مراد ہے جو روز قیامت مؤمنین

کے ہاتھوں اور پیروں پر وضوء کے آثار سے پائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ روز قیامت مؤمنین کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے منور

ہوں گے۔

شرح حدیث: روز قیامت جب امت محمدیہ ﷺ کے افراد کو پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امت سے

مراد امت اجابت ہے یعنی تاقیام قیامت جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے تو ان کے چہرے اور ان

کے ہاتھ پاؤں نور سے چمک رہے ہوں گے۔ جس قدر کثرت سے کوئی صاحب ایمان وضوء کرے گا اتنا ہی اس کے چہرے کی اور اس

کے ہاتھوں اور پیروں کی روشنی اور نور بڑھتا جائے گا۔

(فتح الباری: ۳۱۸۰/۱ - ارشاد الساری: ۱۰/۳۴۴ - روضة المتقين: ۳/۶۷ - دلیل الفالحین: ۳/۴۷۲)

## وضوء کی برکت سے جنت کے زیورات

۱۰۲۵. وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ

يَبْلُغُ الْوُضُوءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک مؤمن کے زیورات ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب تبلیغ الحلیۃ حیت یبلغ الوضوء.

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طلب گار ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔ (متفق علیہ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے جہاد کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

**تخریج حدیث (۳۲۱):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الجہاد بإذن الأبوين . صحیح مسلم، کتاب البر

و الصلة، باب بر الوالدین و ابھما أحق بہ .

**کلمات حدیث:** أَبَايُكَ : میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ بايع، مبايعة (باب مفاعله) کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اس کا نام معاویہ بن جاہم تھا، جیسا کہ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے معاویہ بن جاہم سے روایت کیا ہے کہ جاہم نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ سے جہاد میں شرکت کے بارے میں مشورہ کے لئے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے، اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اسی کے ساتھ رہو، اسی کی خدمت میں لگے رہو۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور میری غرض وہ اجر ہے جو مجھے اللہ کے یہاں ملے گا، قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہجرت اور جہاد کے وجوب کے زمانے کا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا والدین زندہ ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو، یا دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا انہی کی خدمت کرو اور یہی تمہارا جہاد ہے۔

ہجرت کے واجب ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے والدین کی خدمت کا حکم دیا کیوں کہ والدین کا حق مقدم اور فائق ہے۔ شرح السنہ میں ہے کہ یہ حکم نفلی جہاد کے بارے میں ہے یعنی اگر کسی شخص کے والدین مسلم ہوں تو والدین کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں جانا درست نہیں، اور اگر جہاد فرض ہو تو والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں اور جہاد میں شریک ہونا چاہئے، علماء نے فرمایا ہے کہ تمام نفلی حج و عمرہ کے لئے بھی والدین کی اجازت لینی چاہئے۔

(فتح الباری: ۱۹۶/۲، صحیح مسلم بشرح النووی: ۸۴/۱۶، دلیل الفالحین، ۱۲۹/۲، روضة المتقين: ۳۶۲/۱،

مظاہر حق جدید ۷۳۹/۳)

**صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کی جائے**

۳۲۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِي

إِذَا قَطَعْتَ رَحِمَهُ، وَصَلَهَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

”وَقَطَعْتُ“ بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ ”وَرَحِمُهُ“ مَرْفُوعٌ .

(۳۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ صلہ رحمی کرنے والا

نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو خود صلہ رحمی کرے لیکن لوگ اس سے قطع رحمی کریں۔ (بخاری)

قَطَعْتُ : ق اور ط کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔ رَحِمُهُ : پیش کے ساتھ ہے۔

**تخریج حدیث (۳۲۲):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل صلاة العشاء فی جماعۃ .

**کلمات حدیث:** المكافئ: بدلہ دینے والا۔ کُافً، مکافئ (باب مفاعله) بدلہ دینا، جیسا جس نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا۔

**شرح حدیث:** صلہ رحمی کی تاکید اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی نصیحت ہے کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں سے ہر حال میں صلہ رحمی کرے، خواہ ان کی طرف سے بھی اسی حسن سلوک کا اظہار ہو یا نہ ہو۔

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ رشتہ داروں نے جو حسن سلوک کیا ان کے ساتھ ویسا ہی حسن سلوک کر لیا اور معاملہ برابر ہو گیا، یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر رہا ہے اور وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہوں بلکہ حقیقی صلہ رحمی یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے جو قطع رحمی کریں۔ چنانچہ ابن العربی نے فرمایا کہ اس حدیث میں صلہ رحمی کرنے والے سے مراد وہ ہے جو اصل کامل ہو کیوں کہ اگر رشتہ داروں کی طرف سے بھی صلہ رحمی ہو تو یہ معاملہ برابر ہو گیا لیکن اگر کوئی ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہو جو اس کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہیں تو یہ اصل کامل ہے کیوں کہ اس کی صلہ رحمی اس صورت میں ہر طرح کی غرض سے پاک اور محض رضائے الہی کے لئے ہے۔ (فتح الباری: ۱۷۵/۳ (۵۹۹۱) تحفة الأخوذی: ۲۰/۶، دلیل الفالحین: ۱۲۰/۲، نزہۃ المتقین: ۱/۲۹۸)

### صلہ رحمی کرنے والے کے لیے

۳۲۳. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ:

مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم عرش سے لٹکا ہوا کہہ رہا ہے جو مجھے

ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے قطع کرے اللہ اس سے قطع کرے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۲۳):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله . صحیح مسلم، کتاب البر

والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها .

**کلمات حدیث:** معلقة: لٹکی ہوئی۔ علق، تعلیقاً (باب تفعیل) لٹکانا۔

ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۲۸):**

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء۔

**کلمات حدیث:**

نقیہا: صاف ستھرا۔ نقی نقاۃ (باب مع) صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ نقی پاک و صاف، جمع انقیاء۔

**شرح حدیث:**

مؤمن یا مسلم جب وضوء کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اعضاء کے دھلنے کے ساتھ دھلتے جاتے ہیں اور آخری قطرے کے ٹپکنے کے ساتھ ہر عضو سے گناہ خارج ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء مکمل ہونے تک بندہ صغیرہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پاؤں کے دھلنے اور ان کے دھلنے سے ان گناہوں کے نکل جانے کو بیان کیا جا رہا ہے جن کی طرف آدمی پیروں سے چل کر گیا ہو تو یہ دلیل واضح ہے کہ شیعوں کا پیروں پر مسح کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے اور کبیرہ گناہوں سے تو بہ کرنا ضروری ہے اور حقوق العباد کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں کبار کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک یہ عبادات درمیانی عرصہ کے لیے کفارہ ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱۳/۳ - تحفة الأحوذی: ۳۱/۱)

**وضوء کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ پہچان لیں گے**

۱۰۲۹۔ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حِقُونَ، وَدِدْتُ أَنَا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوْلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ" قَالُوا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ "أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنِ خَيْلٍ ذُهُمٌ بِهِمْ لَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟" قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: "فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوَضُوءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام ہو تم پر اے اس گھر میں رہنے والے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی امت میں ابھی نہیں آئے انہیں آپ ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر کالے سیاہ گھوڑوں میں کسی کے پیچ کلیاں گھوڑے ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں!



آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پران کا استقبال کروں گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۱۰۲۹):**

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغر و التحجین۔

**کلمات حدیث:** اتی المسفرة: آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع مراد ہے۔ خیل غر محبتہ: گھوڑے جن کی پیشانی اور چاروں ٹانگوں پر سفیدی ہو۔ تچ کلیاں گھوڑے۔ دھم بہم: دھم ادم کی جمع ہے بمعنی سیاہ بہم بہم کی جمع ہے خوب سیاہ یعنی کالے سیاہ۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لائے اور وہاں مردوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ تمنا یہ تھی کہ ہم اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتے اور کسی نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہم روز قیامت آنے والے بھائیوں سے بھی ملاقات کریں اور بھائی سے مراد وہ سچے مؤمن ہیں جو ایمان کامل اور حب رسول ﷺ میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے مجھ سے ملے نہ ہوں گے اور میری رسالت کی تصدیق کریں گے ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ اگر اہل مال سب کچھ لٹا کر بھی مجھے دیکھ سکے تو دیکھ لے۔ امام باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو تو آپ کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بھائی بھی ہیں اور اصحاب ہیں، جبکہ آئندہ آنے والے بھائی ہوں گے اصحاب نہ ہوں گے کیونکہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب روز قیامت آپ کی ملاقات ان اہل ایمان سے ہوگی جو بعد میں آئیں گے تو آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں کے درمیان کھڑے ہوں کیا گھوڑوں کے مالک کو اپنے گھوڑوں کے پہچاننے میں دشواری پیش آسکتی ہے؟ میرے آئندہ آنے والے مؤمن بھائیوں کی پیشانیاں اور اعضاء وضوء کے اثر سے دمک رہے ہوں گے اور میں حوض کوثر پران کا استقبال کروں گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱۸/۳ - روضہ المتقین: ۷۱/۳)

## درجات بلند کرنے والے اعمال

۱۰۳۰. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَائِمُحُوا اللَّهُ بِهِ الْخَطِيَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ" فَذَلِكَُمُ الرِّبَاطُ فَذَلِكَُمُ الرِّبَاطُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے

ذریعے سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرمادیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشقت

سے صلہ رحمی کرو۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی جائز ہے۔

(فتح الباری: ۶۸/۲، روضة المتقين: ۳۶۵/۱، دلیل الغالین: ۱۳۲/۲)

## کیا بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

۳۲۶. وَعَنْ زَيْنَبِ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ: وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأَتَيْهِ فَاَسْأَلُهُ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يُجْزِي عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: بَلِ انْتَبِهِي أَنْتِ فَاَنْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِنَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتَهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ: أَنْتِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ إِنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَنْتِجِزِي الصَّدَقَةَ عَنْهُمَا عَلَى أَرْوَاحِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ هُمَا؟" قَالَ: امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّ الزَّيْنَبِ هِيَ؟" قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۲۶) حضرت زینب ثقفیہ اہلیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جماعت خواتین! صدقہ کرو خواہ اپنے زیور سے صدقہ کرو، کہتی ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ آپ کا ہاتھ ہلکا ہے اور رسول کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے تم جاؤ اور پوچھو کہ اگر یہ میری طرف سے تمہارے لئے جائز ہے تو میں دیدوں ورنہ تمہارے علاوہ کسی کو دیدوں، عبد اللہ نے کہا کہ تم ہی چلی جاؤ، میں گئی تو انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر موجود تھی، وہ بھی وہی بات پوچھنے آئی تھی جو میں پوچھنے آئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی ایک عظمت و ہیبت تھی، بلال آئے تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ دو عورتیں آپ ﷺ کے دروازے پر آئی ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھ رہی ہیں کہ کیا ان کی طرف سے ان کے شوہروں پر اور ان یتیموں پر جو ان کی زیر کفالت ہیں صدقہ جائز ہے مگر یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، غرض بلال گئے اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ دونوں کون ہیں، انہوں نے بتایا کہ ایک انصاری عورت اور زینب ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون سی زینب؟ انہوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی، رسول کریم ﷺ نے

فرمایا کہ ان دونوں کو دو اجر ملیں گے، قرابت داری کا اجر اور صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۳۲۶):** صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الزوج والأیتام فی الحجر، صحیح

مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین۔

**راوی حدیث:** حضرت زینب ثقفی اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔

**کلمات حدیث:** تَصَدَّقْنَ: اے عورتو! تم صدقہ کرو۔ تَصَدَّقْ (باب تفعل) صدقہ کرنا۔

**شرح حدیث:** حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے دست کاری کرتی تھیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ہاتھ ہلکا تھا، یعنی وہ تنگ دست تھے، رسول کریم ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو چاہے اپنے زیور میں سے کرو، تو زینب رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ سے دریافت کرنے گئیں اور دروازے ہی پر رک گئیں جہاں ایک انصاری عورت پہلے سے کھڑی تھی اور اندر جانے کی ہمت نہیں تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہیبت اور عظمت تھی، غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم پوچھ کر آؤ کہ کیا میں اپنے شوہر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کر سکتی ہوں جو میری زیر پرورش ہیں، رسول کریم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

بالاتفاق تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے، مگر عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا چاہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہ دے کہ میاں بیوی عادتاً ایک دوسرے کے مال میں شریک ہوتے ہیں اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کا مال یہ ہوگا کہ وہ مال زکوٰۃ لوٹ کر پھر بیوی کی طرف آجائے گا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نفلی صدقہ بیوی اپنے شوہر کو دے سکتی ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۴۲، شرح مسلم للنووی: ۷/۷۵، مظاہر حق: ۲/۲۶۸)

### ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی تقریر

۳۲۷۔ وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِيٍّ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ هِرْقَلٍ أَنَّ هِرْقَلًا قَالَ لِأَبِي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ: يَقُولُ: "اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَاتْرَكُوا مَا يَقُولُ آبَاءُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ وَالصَّلَاةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۲۷) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب اپنی طویل حدیث میں جو ہرقل سے متعلق ہے بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے ابوسفیان

سے کہا کہ یہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو باتیں تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں انہیں چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۲۷):** صحیح البخاری، باب بدء الوحي، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب کتاب النبی

ﷺ إلی هرقل يدعوہ إلی الإسلام

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کے اس حصے میں نماز کی، عفت کی اور صلہ رحمی کی تاکید ہے، اللہ کی بندگی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غلط موروثی اور رواجی عادتوں کو ترک کر دینا اور دین حنیف کی اتباع کرنا اور نماز قائم کرنا، مکارم اخلاق کو اختیار کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، یہ مسلم اور مؤمن کے خصائص ہیں۔ (فتح الباری: ۱/۲۳۲)

### آپ ﷺ کی پیشین گوئی

۳۲۸. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذَكَّرُ فِيهَا الْقِيَرَاطُ" وَفِي رِوَايَةٍ: "سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيَرَاطُ فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا" وَفِي رِوَايَةٍ: "فَإِذَا افْتَحْتُمُوهَا فَاحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا" أَوْ قَالَ "ذِمَّةً وَصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: الرَّجْمُ الَّذِي لَهُمْ كَوْنُ هَاجِرٍ أَوْ إِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: "وَالصُّهْرُ": كَوْنُ مَارِيَةٍ أَوْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ.

(۳۲۸) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب ایک ملک فتح کرو گے جہاں قیراط کا ذکر ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم عنقریب مصر فتح کرو گے اس ملک میں سکھ کا نام قیراط ہے تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیوں کہ ان کے لئے ہمارا ذمہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اسے فتح کر لو تو اسکے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ ان کے لئے ذمہ بھی ہے اور رحم بھی ہے، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذمہ ہے اور سسرالی رشتہ ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ رحم تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ مصر کی تھیں اور سسرالی رشتہ یہ تھا کہ فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم کی والدہ ماریہ مصر کی تھیں۔

**تخریج حدیث (۳۲۸):** صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وصیۃ النبی ﷺ بأهل مصر.

**کلمات حدیث:** قیراط: ایک سکھ ہے، جمع قیرايط. اس کی اصل قیراط ہے یا عکا اضافہ بطور تسہیل کر دیا، یہ نصف دانق کے برابر



ہوتا ہے اور انا ۲ احبہ کا ہوتا ہے، قیراط کا استعمال مصر میں عام تھا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے مصر کے فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی جو پوری ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مصر فتح ہو گیا اور اہل اسلام کا غلبہ اور اقتدار قائم ہو گیا۔

(شرح مسلم للنووی: ۷۸/۱۶، روضة المتقین: ۱/۳۶۸)

## اہل قرابت کو جہنم کی آگ سے ڈرانا

۳۲۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ: "يَا بَنِي عَبْدِ الشَّمْسِ، يَا بَنِي كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحْمًا سَاءَ بُلَّهَا بِبِلَالِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِلَالِهَا" هُوَ بَفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِيَةِ وَكَسْرِهَا "وَالْبِلَالُ": الْمَاءُ وَمَعْنَى الْحَدِيثِ: سَاءَ صِلَاهَا شَبَّهَ قَطِيعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ وَهَذِهِ تَبَرُّدُ بِالصَّلَةِ.

(۳۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا، جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے عمومی خطاب بھی فرمایا اور خصوصی بھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی عبد شمس، اے بنی کعب بن لؤی، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنو مرہ بن کعب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی ہاشم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ تمہارے نسب سے تعلق کی بنا پر صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (مسلم)

بیلالہا باء ثانیہ کے فتح اور کسرہ کے ساتھ، اور بلال، پانی۔ اور حدیث کے معنی ہیں میں صلہ رحمی کروں گا، قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جو پانی سے بجھائی جاتی ہے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۲۹):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله تعالیٰ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ.

**کلمات حدیث:** بیلالہا: اس کی تری سے، اس کی نمی سے، اس کی خشکی سے، بلال، پانی، یا نمی، کسی نے کہا کہ بلال، دودھ یا پانی کی اتنی مقدار کہ حلق تر ہو جائے۔ البلال: تری، نمی، خشکی، حدیث میں بَلُّو الْأَرْحَامَ یعنی صلہ رحمی کر کے قریبی رشتہ داروں کو ٹھنڈک پہنچاؤ، اسی

طرح یہاں یہ الفاظ: غیر ان لکم رحماً سابلہا بدلاھا: یعنی میں تمہیں جہنم کی آگ سے تو نہیں بچا سکتا لیکن تمہارا مجھ سے جو سببی تعلق ہے تو اس تعلق کی ٹھنڈک تمہیں پہنچ جائے گی، یعنی دنیا میں میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی خشکی سے اور تری سے ٹھنڈا کرتا رہوں گا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے اس آیت مبارکہ، واندو عشیرتک الاقربین، کے نزول کے بعد قریش کو جمع کیا اور ان سب سے عمومی اور خصوصی خطاب فرمایا اور انہیں جہنم کی آگ سے ڈرایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ میں اللہ کے یہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ دنیا میں صلہ رحمی کرتا رہوں۔ (تحفة الأحوذی: ۹/۴۰)

### مومنین کے دوست اللہ اور نیک لوگ ہیں

۳۳۰. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ: "إِنَّ أَلْبَنَى فُلَانٍ لَيْسُوا بِأَوْلِيَاءِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ لَهُمْ رَحْمًا أَبْلَاهُا بِبِلَالِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

(۳۳۰) حضرت ابو عبد اللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھلے الفاظ میں بغیر کسی اخفاء کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں کی اولاد سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔ لیکن میرا اور ان کا قرابت کا تعلق ہے جس کو میں صلہ رحمی سے نمی پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۳۳۰):** صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب یبذل الرحم ببلالہا، صحيح مسلم، کتاب الإیمان، باب مولاة المؤمنین و مقاطعة غیرہم.

**کلمات حدیث:** جہاراً: بآواز بلند۔ جہراً، جہرة (باب فتح) جہر بالأمر: اعلان کیا۔

**شرح حدیث:** محدثین کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس موقع پر ان لوگوں کا نام لیا تھا مگر روای نے فتنہ کے خوف سے نام نہیں لیا، لیکن بعض شارحین حدیث نے ابولہب کا نام ذکر کیا ہے اور بعض نے حکم بن ابی العاص کا نام ذکر کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے، بلکہ قریش کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ بدستور اسلام کی دشمنی پر قائم رہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ میرے اولیاء نہیں ہیں، اور قرابت کی بناء پر ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی نمی سے دور کرتا ہوں۔

ولكن لهم رحم أبلاها ببلالها: ان کا میرے ساتھ قرابت داری کا تعلق ہے جسے میں نمی پہنچاتا ہوں اور ٹھنڈا کرتا ہوں۔ اہل عرب تری اور نمی کا صلہ رحمی پر اطلاق کرتے تھے اور اسی طرح قطع رحمی کو خشکی اور گرمی سے تعبیر کرتے تھے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نمی سے اشیاء باہم پیوست ہو جاتی اور جڑ جاتی ہیں جبکہ خشکی سے ٹوٹ جاتی اور جدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے قطع رحمی کے لئے استعارہ گرمی اور خدت کا

ہوا اور صلہ رحمی کے لئے استعارہ ہلال اور نمی کا ہوا۔ اور مطلب یہ ہوا کہ میں قطع رحمی کی خشکی اور حدت کو صلہ رحمی کی نرمی اور نمی سے ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ (تحفۃ الأحوذی: ۴۰/۹)

## جنت کے قریب کرنے والے اعمال

۳۳۱. وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۳۱) حضرت ابویوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے، اور جہنم سے دور کر دے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۳۱):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنة.

**راوی حدیث:** حضرت ابویوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں قیام کیا، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے ”۱۵۰“ احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ ہیں ۵۳ھ میں غزوہ قسطنطنیہ جاتے ہوئے راستے میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

**شرح حدیث:** کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی عمل بتا دیجئے جو جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو بغیر کسی شائبہ شرک کے۔ نماز زکوٰۃ اور صلہ رحمی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جسے کر کے میں جنت میں چلا جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس پر کوئی زیادتی نہ کروں گا، جب وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اچھا معلوم ہو کہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (فتح الباری: ۱/۸۱۵)

## افطار کھجور سے کرنا سنت ہے

۳۳۲. وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ

فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُورٌ“ وَقَالَ: ”الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۳۳۲) حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور پر کرے کہ اس میں برکت ہے لیکن اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کہ پانی پاکیزہ ہے، اور فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا دگنا ثواب ہے صدقہ کا اور صلہ رحمی کا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۳۳۲):** الجامع الترمذی، ابواب الزکاة، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة.

**راوی حدیث:** حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضعیف یہ ایک ہی ہیں جو صحابی ہیں اور ان کے علاوہ کوئی صحابی ضعیف نہیں ہے۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الغائبین: ۱۴۲/۲)

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں کھجور سے یا پانی سے روزہ کھولنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کھجور سے روزہ کھولنا باعث ثواب اور باعث برکت ہے اور پانی طہور ہے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ ﴿۱۸﴾ یعنی پانی پاک بھی ہے اور اس سے پیاس بھی بجھتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نے پانی سے روزہ کھولا تو فرمایا کہ ذہب الظماء پیاس جاتی رہی، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کھجور نہ ہو تو پانی ہی کافی ہے کہ اس سے بھی اصل سنت ادا ہو جائے گی کہ پانی طہور ہے یعنی منہ بھلے طہارت ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس سے آغاز کیا جائے اور اس کو طہارت باطن اور طہارت ظاہر کی دلیل بتایا جائے۔

نیز فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ اور رشتہ دار کو صدقہ کا دگنا ثواب ہے یعنی رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے کہ یہ دو خیر پر مشتمل ہے، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (تحفة الأحوذی: ۳۶۸/۳)

## کیا والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا چاہیے؟

۳۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا فَإِنِّي عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”طَلِّقْهَا“ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۳۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، مجھے اس سے محبت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دیدو، میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ بات ذکر کی، اس پر نبی کریم ﷺ فرمایا کہ اسے طلاق دیدو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے)



**تخریج حدیث (۳۳۳):** الجامع الترمذی، ابواب الطلاق، باب ما جاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق زوجته، تسنن

ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین .

**کلمات حدیث:** یکرهها: وہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ کبرہا، (باب سمع) ناپسند کرنا۔ کبرہ: (اسم فاعل) ناپسند کرنے والا۔ مکروہ: فعل ناپسندیدہ۔

**شرح حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اہلیہ تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ناپسند فرماتے تھے، یا کسی وجہ سے اسے اپنے صاحبزادے کے دین کے بارے میں مضر خیال کرتے تھے، غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادے کو حکم دیا کہ اسے طلاق دو، انہیں تامل ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ان سے سارا حال عرض کیا، آپ ﷺ نے طلاق کا حکم فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے طلاق دیدی۔

اگر والدین کسی معقول وجہ کی بناء پر بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو طلاق دیدے تو ان کے حکم کو تسلیم کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو بلکہ محض ضد ہو تو طلاق دینا درست نہیں ہے۔ (تحفۃ الأحمذی: ۴/۴۱۲)

### والد جنت کا بہترین دروازہ ہے

۳۳۳. وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا آتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ لِي امْرَأَةً وَإِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ احْفَظْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲۳۴) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں کہتی ہے کہ اسے طلاق دیدوں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۳۳۳):** الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب الفضل فی رجاء الوالدین .

**کلمات حدیث:** فأضع: ضائع کر دو۔ ضاع ضیعاً (باب ضرب) ضائع ہونا۔ أضاع أضاعاً (باب افعال) ضائع کرنا۔

**شرح حدیث:** باپ جنت کا باب اوسط ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اوسط الابواب سے مراد ہے سب سے اچھا اور سب سے اعلیٰ دروازہ اور مقصود یہ ہے کہ جنت میں داخلے کے کئی دروازے ہیں جن میں سب سے اچھا دروازہ درمیانی دروازہ ہے اور اس دروازہ تک رسائی باپ کے حقوق کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے اور ماں کا درجہ تو باپ سے بھی بلند ہے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے، اور والدین کے حقوق کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی خدمت کی جائے اور ہر معاملہ میں ان کی

اطاعت کی جائے الایہ کہ کوئی امر خلاف شریعت ہو۔

والدین کی اطاعت اولاد پر واجب ہے۔ کہیں اگر والدین خلاف شریعت حکم دیں تو ان کی اطاعت لازم نہیں ہے، مثلاً اگر والدین فرض حج ادا کرنے سے یا بقدر فرض عم وین حاصل کرنے سے منع کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے، بیوی کو بلا عذر طلاق دینا ناجائز ہے اور مکروہ تحریمی ہے اس لئے والدین کی ضد پر طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذی: ۸/۶، روضة المتقین: ۳۷۲/۱)



### خالہ کا احترام والدہ کی طرح ہے

۳۳۵. وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثٌ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ مَشْهُورَةٌ: مِنْهَا حَدِيثُ أَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَأَحَادِيثٌ مَشْهُورَةٌ فِي الصَّحِيحِ حَذَفْتُهَا إختصاراً وَمِنْ أَهَمِّهَا حَدِيثُ عُمَرَو بْنِ عَبْسَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الطَّوِيلُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى جَمَلٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ وَأَدَابِهِ وَسَادُّ كُرْهُهُ بِتَمَامِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فِي بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ فِيهِ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يُعْنَى فِي أَوَّلِ النَّبُوءَةِ فَقُلْتُ لَهُ: "مَا أَنْتَ؟" قَالَ: "نَبِيٌّ" فَقُلْتُ: "وَمَا نَبِيٌّ؟" قَالَ: "أُرْسَلَنِي اللَّهُ تَعَالَى" فَقُلْتُ: "بِأَيِّ شَيْءٍ أُرْسَلْتَ؟" قَالَ: "أُرْسَلَنِي بِصَلَاةِ الْأَرْحَامِ وَكُسْرِ الْأَوْتَانِ وَأَنْ يُوحَّدَ اللَّهُ لَا يُشْرَكَ بِهِ شَيْءٌ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۲۳۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

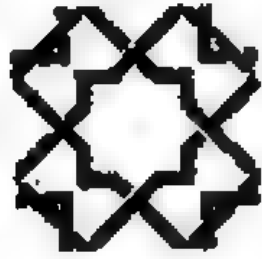
اس باب میں متعدد احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں جو مشہور ہیں، جیسے اصحاب غار کی حدیث اور حدیث جریج ہے اور یہ دونوں پہلے گزر چکی ہیں، اور میں نے کئی مشہور احادیث کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا ہے، ان احادیث میں زیادہ اہم عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اسلام کے بہت سے احکام و آداب پر مشتمل ہے، یہ حدیث انشاء اللہ باب الرجاء میں مکمل ذکر ہوگی، اس حدیث میں ہے کہ: میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس داخل نبوت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں، میں نے دریافت کیا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو سلسلہ رحمی کا اور بتوں کے توڑنے کا حکم دوں اور یہ کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے بعد حدیث کو مکمل کیا۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۳۲۵): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی بر الخالة.

کلمات حدیث: منزلة: درجہ، مرتبہ، مقام، اترنے کی جگہ۔ منزل کا مؤنث، منزل کی جمع منازل، نزل نزلوا (باب ضرب) اترنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے خالہ کا درجہ ماں کے برابر قرار دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں ہی کے درجہ میں ہے۔ سو جس طرح ماں کی تکریم، اس کی خدمت، اس کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے احکام کی تعمیل اولاد پر لازم ہے اسی طرح خالہ کے ساتھ بھی حسن سلوک واجب ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، میری توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (تحفة الأحوذی: ۶/۱۴)

حدیث اصحاب الغار باب الاخلاص میں اور حدیث جرتج باب فضل بضعۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔



## تَحْرِیمُ الْعُقُوقِ وَقَطِیْعَةِ الرَّحِمِ والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت

۱۲۹۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَرَهُمْ ﴿۲۲﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے خرابی و الملوک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے

لعنت کی ہے، پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دی ان کی آنکھیں۔“ (محمد: ۲۲)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں تَسَوَّلْتُمْ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک اعراض اور دوسرے کسی قوم یا جماعت پر حکومت۔ ابو حیان نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر تم احکام الہیہ سے روگردانی کرو گے جس میں جہاد بھی شامل ہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے قدیم طریقے اختیار کر لو گے اور جس کے نتیجے میں زمین میں فساد پھیل جائے گا اور قطع رحمی عام ہو جائے گی۔

دوسرا مفہوم روح المعانی اور تفسیر القرطبی میں مذکور ہے یعنی یہ کہ اگر تمہیں اس حالت میں اقتدار حاصل ہو جائے تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں اور قرابتوں کو توڑ ڈالو گے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۱۳۰۔ وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ ﴿۲۵﴾

اور اللہ نے فرمایا:

”جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کر کے اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں قطع کر دیتے ہیں اور ملک

میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔“ (الرعد: ۲۵)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں۔ اس عہد میں عہد الست بھی شامل ہے اور وہ عہد بھی جو شہادتیں ادا کر کے ایک مسلمان عہد کر لیتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے تمام احکام کا زندگی بھر پابند رہوں گا، یہ لوگ ان تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق بھی شامل ہے جس کا قطع کرنا ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے اور اس میں وہ تمام تعلقات بھی شامل ہیں جو انسانوں کے حقوق



ادا کرنے کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں۔

مزید یہ کہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانا دراصل نتیجہ ہے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کا، ایسے نافرمانوں اور سرکشوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے برا ٹھکانا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۱۳۱۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا بِلُغْنٍ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍ وَلَا نَهْرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ ﴿٢٣﴾ وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۖ ﴿٢٤﴾﴾

نیز فرمایا کہ

”تمہارے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو اور ان سے اچھی بات کرو اور تواضع اور نیاز مندی کے ساتھ اپنا پہلوان کے سامنے جھکا دو، اور کہو اے رب العالمین! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی جب کہ میں چھوٹا تھا۔“

(بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت کی توضیح باب بر الوالدین وصلۃ الارحام میں گزر چکی ہے۔

## والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۶۔ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نَفِيعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أَنْبِئُكُمْ بِكَبِيرِ الْكِبَائِرِ؟" ثَلَاثًا قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: إِلَّا شَرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَكِنًا فَجَلَسَ فَقَالَ: "أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ" فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۳۶) حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی ہم نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی، آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی گواہی، آپ یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۳۶): صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور. صحيح مسنم، کتاب

الایمان، باب بیان الکبائر و اکبرها.

**کلمات حدیث:** اُنْتُکُمْ : میں تمہیں خبردار کر دوں۔ نَبَأٌ : خبر، جمع اُنْبَاءٌ۔ نَبَأٌ، تَنْبِئَةٌ : خبر دینا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مطلع نہ کر دوں کہ بڑے گناہ کون سے ہیں، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا تھا، اس لئے آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک لفظ واضح کر کے ادا فرماتے تاکہ سننے والے بخوبی سن بھی لیں اور کلمات مبارکہ کو یاد بھی کر لیں، اور جہاں آپ ﷺ بات کی اہمیت کو جتانا چاہتے کہ سامعین کے بخوبی ذہن نشین ہو جائے وہاں آپ تین مرتبہ ارشاد فرماتے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبار کے تعین میں خاصا اختلاف ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس گناہ کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کا ذکر فرمایا ہو یا غضب یا لعنت یا عذاب کا ذکر کیا ہو وہ کبیرہ ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جس گناہ پر آخرت میں جہنم کی سزا اور دنیا میں حد کی سزا رکھی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے، اور فقہائے شافعیہ میں سے الماوردی نے کہا ہے کہ ”الکبیرۃ ما وجبت فیہ الحدود أو توجہ الیہا العید“ (ہر معصیت جس کی حد بیان کی گئی ہو یا جس پر عید آئی ہو کبیرہ ہے) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا کبیرہ گناہ سات ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں ستر تک ہو سکتے ہیں، بعض علماء نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بتائی ہے اور بعض نے سترہ تک تعداد بتائی ہے، حافظ ذہبی نے ستر گناہ بیان کئے ہیں۔

متعدد احادیث میں کبار کا ذکر آیا ہے اور ایک حدیث میں سات مہلکات کا ذکر ہوا ہے، بہر کیف اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے تین ذکر فرمائے: شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی۔

شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، عقوق والدین، والدین کی نافرمانی یعنی ہر وہ کام جو والدین کی ناراضگی کا سبب بنے اور ان کو اس سے تکلیف پہنچے۔ کہا گیا ہے کہ ہر اس کام میں والدین کی اطاعت واجب ہے جو معصیت نہ ہو اور اس میں ان کی مخالفت اور نافرمانی ہو۔

اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی، رسول کریم ﷺ سہارے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس موقع پر آپ ﷺ سیدھے ہو گئے، یعنی جھوٹی گواہی کے ذریعے کسی باطل تک رسائی حاصل کرنا یا ناجائز مال حاصل کرنا یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا، شرک باللہ کے بعد کسی گناہ کا نقصان اور اس کی مضرت جھوٹی گواہی سے زیادہ نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۱۶۸/۳، روضة المتقین: ۳۷۵/۱)

### جھوٹی قسم کھانا بھی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: “الْكَبَائِرُ إِلَّا شَرَاكُ بِاللَّهِ، وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ” رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. “الْيَمِينُ الْغَمُوسُ” أَلَّتِي يُحْلِفُهَا كَاذِبًا غَامِذًا سَمِيَتْ غَمُوسًا لِأَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْإِثْمِ.

(۳۳۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ

شرک، والدین کی نافرمانی، قتل النفس اور جھوٹی قسم۔ (بخاری)

یمنین غموس وہ جھوٹی قسم جس میں جھوٹ عدا ہو، اسے غموس اس لئے کہا گیا کہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۳۷):** صحیح البخاری کتاب الایمان والندور، باب الیمین الغموس۔

**کلمات حدیث:** یمین : داہنا ہاتھ، دائیں جانب، قسم، جمع ایمان، ایمن اللہ اور ایم، اللہ کی قسم۔ غموس، غموساء، وغمساء

(پانی میں ڈوبنا) ستارے کا ڈوبنا۔ یمین الغموس : جھوٹی قسم، گناہ سے لبریز قسم۔

**شرح حدیث:** اس حدیث میں کبیرہ گناہ چار بیان کئے گئے ہیں، شرک باللہ، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، اور جھوٹی گواہی۔ ایمان

میں سب سے مقدم سب سے ارفع اور سب سے اعلیٰ اللہ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا ہے کہ اس کی ذات کو ایک اور یکتا سمجھے اور نہ کسی کو اس کی ذات میں شریک کرے اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں شریک کرے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن و سنت میں متعدد بارتاکید کی ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔ قتل النفس کہ کسی کو ناحق قتل کر دینا، جس کی جزا ابدی جہنم ہے اور ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اور جھوٹی قسم کھا کر کوئی ناجائز حق لے لینا۔

فقہاء نے یمین کی تین قسمیں کی ہیں، یمین لغو، یمین منعقدہ اور یمین غموس، ماضی کی کسی بات خلاف واقعہ یہ سمجھ کر قسم کھانا کہ میں سچا ہوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یمین لغو ہے اس میں نہ کفارہ ہے اور نہ یہ گناہ ہے لیکن اس طرح کی قسموں میں بھی احتیاط کرنی چاہئے اور بلا وجہ قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بلا مقصد زبان سے اللہ کی قسم نکل جانا یمین لغو ہے۔

مستقبل کے بارے میں قسم کھانا کہ فلاں کام کروں گا اور فلاں کام نہیں کروں گا یمین منعقدہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینے پر باتفاق فقہاء کفارہ لازم ہے۔

ماضی کے کسی واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا کہ باطل طریقے پر کسی کا مال دبا لیا جائے یمین غموس ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم میں بھی کفارہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ راوی نے پوچھا کہ یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا کہ جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لے لے۔

(تحفة الأحوذی : ۳۶۷/۸، فتح الباری : ۴۸۲/۳، روضة الصالحین : ۱۸۳/۲، روضة المتقین : ۳۷۶/۱)

### والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

۳۳۸. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ الْكَبَائِرِ شَتَمَ الرَّجُلَ وَالِدَيْهِ" قَالُوا :

يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّه فَيَسُبُّ

أُمَّه " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ "إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يُلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ" قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ

يُلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدِيْهِ؟ قَالَ: "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّه فَيَسُبُّ اُمَّه".

(۳۳۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کی کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ اپنے والدین کو لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کوئی شخص کیسے اپنے والدین کو لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

**تخریج حدیث (۳۳۸):** صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیہ، صحیح مسلم، کتاب

الأیسان، باب بیان اکبر الکبائر و اکبرها.

**کلمات حدیث:** شتم: گالی۔ شتم شتمًا (باب نصر و ضرب) گالی دینا۔

**شرح حدیث:** قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں کثرت سے اور بتا کید والدین کی خدمت، ان کی فرمان برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کی نافرمانی کرنے یا انہیں کسی طرح کی ایذا پہنچانے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے بلکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کہو، ان احکام کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، والدین کو برا بھلا کہنا یا انہیں گالی دینا بہت گناہ اور برا کام ہے اور کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا سبب بن جانا بھی بہت گناہ اور بہت برا کام ہے، یعنی جس طرح گناہ کا کرنا گناہ ہے اسی طرح گناہ کا سبب بننا یا اس میں کسی طرح مددگار ہو جانا بھی گناہ اور معصیت ہے۔ (فتح الباری: ۳/۶۶۷، روضة المتقین: ۱/۳۷۸)

## قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم ہوگا

۳۳۹. وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ" قَالَ سُفْيَانُ فِي رِوَايَةٍ يَعْنِي "قَاطِعُ رَحِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۳۹) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، سفیان نے کہا کہ رشتوں کو توڑنے والا مراد ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۳۳۹):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ،

والأداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

**راوی حدیث:** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور غزوہ حنین میں شرکت کی اور واپسی میں آپ ﷺ



کے ساتھ تھے، آپ سے ساٹھ احادیث منقول ہیں جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں۔ (اسد الغابہ : ۲۷۳/۱)

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی دو طرح تاویل کی جاسکتی ہے ایک یہ کہ یہ قطع رحمی کرنے والا وہ ہے جو اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور جان بوجھ کر اور اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے بلا تاویل اور بلا شبہ اس کو حلال سمجھتا ہے تو ایسا شخص جہنم میں جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا پہلے ہی مرحلے میں جنت میں نہیں جائے گا بلکہ جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں جائے گا۔

(فتح الباری : ۱۷۲/۳، روضۃ المتقین : ۳۷۸/۱، تحفۃ الأخوذی : ۲۰/۶)

### اللہ تعالیٰ نے ان چھ چیزوں کو حرام کیا ہے

۳۴۰. وَعَنْ أَبِي عَيْسَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :  
 "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتٍ، وَوَادَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قَيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ  
 السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قولہ "منعاً" معناه: منع ما وجب عليه، "وهاتٍ" طلب ما ليس له، "وواد البنات" معناه: دفنهن في الحياة. "وقيل وقال" معناه: الحديث بكل ما يسمعه، فيقول قيل كذا وقال فلان كذا مما لا يعلم صحته، ولا يظنها وكفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع. "واضاعة المال" تبذيره، وصرفه في غير الوجوه المأذون فيها من مقاصد الآخرة والدنيا وترك حفظه مع إمكان الحفظ. و"كثرة السؤال" إلحاح فيما لا حاجة إليه وفي الباب أحاديث سبقت في الباب قبله كحديث: "واقطع من قطعك" وحديث: "من قطعني قطعته الله".

(۳۴۰) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر حرام قرار دیا ہے ماؤں کی

نافرمانی کو، اپنا مال روکنے اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنے کو اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اور تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے بے مقصد گفتگو اور کثرت سوال کو اور مال ضائع کرنے کو۔ (متفق علیہ)

منعاً کے معنی ہیں جو اپنے اوپر لازم ہے اسے خرچ نہ کرنا۔ وهات : اور وہ مال لینا جو اس کا نہیں ہے۔ واد البنات : لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔ قیل و قال : ہر سنی سنائی بات کہنا مثلاً یہ کہ کہا گیا ہے یا فلاں نے اس طرح کہا ہے اور اس کی صحت کا علم نہ ہو، اور نہ صحت کا گمان ہو، آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات نقل کر دے، اور اضااعۃ المال : مال کو غیر ضروری موقع پر اور بلا ضرورت خرچ کرنا اور ان امور میں خرچ کرنا جن سے نہ دنیا کا کوئی مقصد حاصل ہو اور نہ آخرت کا اور اس کی بقدر امکان حفاظت میں کوتاہی کرنا۔

اس باب میں متعدد احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں، اور میں اس سے تعلق توڑ دوں گا جو تجھ سے تعلق منقطع کرے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ اس سے تعلق قطع کرے۔

**تخریج حدیث (۳۴۰):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب عقوب الوالدین من الکبائر، صحیح مسلم، کتاب

الاقضية، باب النهی عن کثرة السائل من غیر حاجة۔

**راوی حدیث:** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ۵ھ میں اسلام لائے۔ متعدد غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ سے ۱۳۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے نو متفق علیہ ہیں۔

**کلمات حدیث:** وأذا لڑکی کو زندہ زمین میں دفن کرنا۔ وأذا (باب ضرب) زندہ درگور کرنا۔ مؤذة: وہ لڑکی جسے زندہ زمین میں گاڑا گیا ہو۔

**شرح حدیث:** ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اخلاق حسنہ کے بیان میں بہت اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اس میں متعدد امور بیان ہوئے ہیں اور کل چھ برائیاں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کی نافرمانی حرام اور گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور یہاں رسول کریم ﷺ نے ماں کے ذکر پر اس لئے اکتفاء کیا کہ ماں کی حرمت باپ کی حرمت سے زیادہ اور اس کی نافرمانی باپ کی نافرمانی سے زیادہ شدید ہے، اس لئے جب آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ میرا نیک سلوک (بڑا) کس کے ساتھ ہو تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تیری ماں تیری ماں اور چوتھی مرتبہ فرمایا تیرا باپ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ تر باپ کی بہ نسبت ماں کی نافرمانی زیادہ کی جاتی ہے۔

منعاً وھات سے مراد اپنا مال خرچ نہ کرنا اور دوسرے کے مال کی طمع میں رہنا۔

وَأَدَابُ النِّسَاءِ: اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو بہت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا، اور لڑکی کی پیدائش تو باپ اپنے لئے ایک عار اور ذلت کی بات سمجھتا تھا، اس لئے وہ لڑکی کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، اس کے دو طریقے مرد جتھے ایک تو یہ تھا کہ عورت وضع حمل کے قریب ایک گڑھے کے پاس بیٹھا دی جاتی لڑکا ہوتا تو بچ جاتا اور لڑکی ہوتی تو اسے اس گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دیتے تھے، اور ایک طریقہ یہ تھا کہ جب لڑکی چھ سال کی ہو جاتی تو اس کا باپ اس کی ماں سے کہتا کہ تو اسے کپڑے پہنا دے، میں اسے رشتہ داروں سے ملانے لے جاتا ہوں، وہ اسے لے کر صحراء میں نکل جاتا جب کوئی گڑھا آتا تو اس بچی سے کہتا کہ اس گڑھے میں دیکھ کیا ہے وہ اس میں دیکھنے کے جھکتی۔ یہ پیچھے سے دھکا دیتا اور مٹی ڈال کر واپس آ جاتا۔ قیل وقال: کثرت سے باتیں کرنا، بلا تحقیق دوسروں کی باتیں نقل کرنا۔

کثرت سوال: مال کا کثرت سے سوال کرنا، یا خبروں کو ٹوٹنا اور جستجو میں لگنا، مال کے بارے میں کثرت سوال کی برائی قرآن کریم میں بھی مذکور ہے، فرمایا: لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا۔ ”لوگوں سے لپٹ کر اور باصرار سوال نہیں کرتے۔“

اضاعت مال سے مراد اسراف ہے یا حرام جگہوں پر مال کا خرچ کرنا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قیام اللناس قرار دیا ہے یعنی یہ لوگوں کی مصلحتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور بغیر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خرچ کرنا تہذیر ہے اور ضرورت سے زائد خرچ کرنا اسراف ہے۔

(فتح الباری: ۸۴۷/۱، روضة المتقين: ۳۸۰/۱)

الباب (۴۲)

فَضْلُ بِرِّ أَصْدِقَاءِ الْآبِ وَالْأُمِّ وَالْأَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُنْدَبُ إِكْرَامُهُ،  
والد، والدہ، رشتہ دار، بیوی اور وہ تمام لوگ جن کا اکرام مستحب ہے  
ان کے احباب کے ساتھ حسن سلوک

۳۴۱. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَبْرَّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ  
الرَّجُلُ وَدَّاءِيهِ." رواه مسلم.

(۳۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے  
باپ کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۴۱):

صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب أصدقاء الآب والام ونحوهما.

کلمات حدیث: وَدَّ: دوست، صیب، صدیق۔ وَدَّ: خواہش کرنا، محبت کرنا۔ وَدَدْتُ لَوْ كَانَ كَذَا: میں چاہتا تھا کہ اگر  
ایسا ہوتا۔ وَدُود: بہت محبت کرنے والا۔ وَدَّاءِيهِ: اس کے باپ کے محبوب اور پیارے دوست اور ساتھی۔

شرح حدیث: ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک صرف ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ ان کے ملنے والوں، دوستوں اور احباب  
تک وسیع ہے، مطلوب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اولاد کے تعلق محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ ان لوگوں سے بھی محبت کریں جن سے ان کے  
والدین کو محبت تھی، یا جنہیں اس کے والدین سے محبت تھی۔

فرمایا کہ یہ بڑی عظیم نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چاہنے والوں اور اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(تحفة الأحوذی: ۱۳/۶، روضة المتقين: ۲۸۰/۱، شرح صحيح مسلم للنووي: ۸۹/۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کا واقعہ

۳۴۲. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ  
بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى  
رَأْسِهِ قَالَ ابْنُ دِينَارٍ فَقُلْنَا لَهُ: أَصْلَحَكَ اللَّهُ إِنَّهُمْ الْأَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
عُمَرَ: أَنَّ أَبَا هَذَا كَانَ وَدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَبْرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وَدَّاءِيهِ"

وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ. إِذَا

مَلَ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةً يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذَلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَلَسْتَ ابْنُ فُلَانٍ بَنِ فُلَانٍ؟ قَالَ بَلَى فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْكَبْ هَذَا وَأَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ لَهُ: بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هَذَا الْاَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوْحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ مِنْ أَبْرَارٍ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وَدَّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ" وَإِنْ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، رَوَى هَذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلُّهَا مُسْلِمٌ.

(۳۴۲) حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک اعرابی ملا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے سلام کیا اور جس گدھے پر سوار تھے اس پر اسے بٹھا دیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے پہنا دیا۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، یہ تو اعراب ہیں تھوڑے پر بھی خوش ہو جاتے ہیں، اس پر عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اس شخص کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا، اور میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک گدھا تھا، وہ جب مکہ مکرمہ جاتے اور اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو کچھ وقت کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور سر پر عمامہ باندھ لیتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح گدھے پر سوار تھے کہ ایک اعرابی سامنے آیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ کیا تم فلاں بن فلاں ہو، اس نے کہا کہ ہاں، تو انہوں نے اسے وہ گدھا عطا کر دیا اور فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنا عمامہ بھی اتار کر دیدیا کہ اس کو سر پر باندھ لو، آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس اعرابی کو اپنا گدھا دیدیا جس پر آپ سواری کرتے تھے اور عمامہ بھی دیدیا جس سے آپ اپنا سر باندھا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چلے جانے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، اور اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، یہ روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں۔

**تخریج حدیث (۳۴۲):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلة اصدقاء الاب والام ونحوهما.

**کلمات حدیث:** أَصْلَحَكَ اللَّهُ: اللہ آپ کی اصلاح کرے، دعائیہ کلمہ ہے، اللہ آپ کو نیکی عطا کرے، اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اصلح اصلاحا (باب افعال) درست کرنا صحیح کرنا۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے اور ان تمام اعمال و اخلاق پر عمل کرتے جن کی آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی، حضور اکرم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام ایک ایک اسوۂ حسنہ کو یاد کرتے



اور اس پر عمل کرتے، آپ ﷺ کے ہر ارشاد اور ہر نصیحت کو رو بہ عمل لاتے، صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بطور خاص سنن نبوی کا تتبع کرتے اور ان پر عمل کرتے حتیٰ کہ اگر کبھی راستہ میں کہیں رسول اللہ ﷺ کسی درخت کے سائے میں رکے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہتمام فرماتے کہ اس کے درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک جائیں اور اس درخت کو پانی دیتے تاکہ وہ سرسبز و شاداب رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے سفر میں اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے تھے، تاکہ اونٹ کی سواری سے تھک جائیں تو کچھ وقت اس گدھے پر بیٹھ کر سفر طے کر لیں، ایک موقع پر اسی طرح تشریف لے جا رہے تھے، سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا، ایک اعرابی ملا آپ نے اسے اپنے گدھے پر سوار کرادیا اور اپنا عمامہ بھی اس کو دیدیا کہ اس کو اپنے سر پر باندھ لو، اور بتایا کہ یہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست ہے یا اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

اور اسی طرح روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے، اور فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں کیوں آیا ہوں، میں اس لئے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص باپ کے مرنے کے بعد اس سے صلہ رحمی کرنا چاہے تو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور میرے باپ اور تمہارے والد کے درمیان دوستی تھی۔ (شرح صحیح مسلم، لنووی، ۸۸/۱۶، روضة المتقین: ۱/۳۸۰، مظاهر حق جدیدید ۴/۵۱۳)

## والدین کی وفات کے بعد ان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے

۲۴۳۔ وَعَنْ أَبِي أُسَيْدٍ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السَّيْنِ" مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بَرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبْرَهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تَوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

(۳۴۳) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا، اور اس نے عرض کی کہ کیا کوئی ایسی نیکی ہے جسے میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد بھی کر سکوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعاء، ان کے حق میں طلب مغفرت، ان کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے صلہ رحمی والدین کے توسط سے ہو، اور ان کے دوستوں کی تکریم کرنا۔

تخریج حدیث (۳۲۳):

سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین۔

## حضرت اُسید بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات

**راوی حدیث:** حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، حدیث جو ان سے مروی ہیں ان کی تعداد ۲۸ ہے، ان میں سے ۴ متفق علیہ ہیں، مدینہ منورہ میں ۶۸ ھ میں انتقال ہوا، بدری صحابہ میں سے سب سے آخر میں انتقال کرنے والے ہیں۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی موت سے منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، کہ ان کے لئے دعا کرے اور کہے رب ارحمہما کما ریانہ صغیرا، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرے، مثلاً یہ کہے: اللہم اغفر لی ولوالدی۔ اگر انہوں نے کسی سے کوئی عہد کیا ہوا تھا تو اسے پورا کرے، اور ان کے اہل تعلق رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے اور ان کے دوستوں کا اکرام کرے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۸۱، دلیل الفالحین: ۲/۱۵۶)

-----

## رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک

۳۲۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا غَرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غَرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ وَلَكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يَقْطَعُهَا أَغْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةُ! فَيَقُولُ: "إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ وَإِنْ كَانَ لِي ذَبْحُ الشَّاةِ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسْعُهُنَّ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُولُ: "أَرْسَلُوا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ": وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ: اسْتَأْذَنْتُ هَالَةَ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ فَارْتَاخَ لِذَلِكَ فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَالَةَ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ قَوْلُهَا "فَارْتَاخَ" هُوَ بِالْحَاءِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ "فَارْتَاخَ" بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ: اهْتَمَّ بِهِ.

(۳۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے مجھے غیرت محسوس

نہیں ہوتی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محسوس ہوتی تھی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا، لیکن آپ ﷺ ان کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور کبھی بکری ذبح فرما کر اس کے حصے بنا کر ان کی سہیلیوں کو بھیجتے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہہ دیتیں

جیسا کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہیں، آپ ﷺ فرماتے کہ وہ تو وہی تھی اور میری اس سے اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ بکری ذبح فرما کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں گنجائش کے مطابق ہدیہ بھجوادیتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب بکری ذبح فرماتے تو کہتے کہ اس کو خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دو، اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اجازت طلب کی آپ ﷺ کو خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آگیا، جس سے آپ سرور ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! ہالہ بنت خویلد ہو۔

فارتاح: حاء کے ساتھ حمیدی کی جمع بین الحسنین میں ہے۔ فارتاح: عین کے ساتھ جس کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ نے اہتمام فرمایا۔

**تخریج حدیث (۳۳۳):** صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب تزویج النبی ﷺ خدیجہ وفضلہا۔

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

**کلمات حدیث:** غرت: مجھے غیرت محسوس ہوئی۔ غار غرة (باب سمع) غیرت کرنا۔ خلائلہا: ان کی دوست، ان کی سہیلیاں، جمع خلیلة۔

**شرح حدیث:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ تمام ازواج میں سب سے زیادہ تعلق خاطر رکھتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر خوش ہوتی تھیں، اسی لئے فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے مجھے غیرت محسوس نہیں ہوئی جو حضرت خدیجہ سے ہوئی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابی بن تمیز کو نہیں پہنچیں تھیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تھا، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی نکاح میں آئیں اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں، اس کی تائید صحیحین میں وارد ایک حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کو تین سال ہو چکے تھے۔

رسول کریم ﷺ اکثر و بیشتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرماتے، بکری ذبح کر کے ان کی دوستوں کے گھر بھجواتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد آئیں، باہر سے ان کی آواز سن کر خوش ہو گئے اور حضرت خدیجہ یاد آگئیں اور فرمایا: اے اللہ! یہ ہالہ ہو۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ غیرت محسوس ہوتی جو سوکن کو سوکن پر ہوتی ہے اور کبھی فرما دیتیں کہ کیا دنیا میں خدیجہ ہی ایک عورت ہے، آپ ﷺ یہ سن کر حضرت خدیجہ کی تعریف فرماتے اور کہتے کہ وہ تو بس وہی تھی، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر فرمایا کیا اللہ نے آپ ﷺ کو خدیجہ کے بدلے میں بہترین ازواج نہیں عطا فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! جب میری قوم نے مجھے جھٹلایا وہ مجھ پر ایمان لائی، جب میری قوم نے مجھے بے وقعت کیا اس نے میری بددلی اور جب میری قوم نے مجھے تنگ دست رکھا اس نے مجھے اپنا مال دیا، ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ اس سے میری اولاد بھی ہوئی، آپ ﷺ کی سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہ سے ہوئے۔

(دلیل الفالحین: ۱۵۷/۲، فتح الباری: ۴۵۴/۲)



## حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

۳۴۵. وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِي فَقُلْتُ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ: "إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَلَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَنْ لَا أَصْحَبَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا خَدَمْتُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۴۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جریر بن عبد اللہ بجلي کے ساتھ تھا، وہ میری خدمت کرتے تھے۔ میں نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ انصار رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح کرتے تھے، میں نے قسم کھالی کہ میں انصار میں سے جس کے ساتھ جاؤں گا اس کی خدمت کروں گا۔ (متفق علیہ)





البَابُ (۴۳)

اَكْرَامُ اَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيَانُ فَضْلِهِمْ  
اہل بیت رسول ﷺ کا اکرام اور ان کے فضائل

۱۳۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۲۲ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاک کی دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک کر دے۔“ (الحزاب: ۳۲)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو احکام الہی پر عمل کر کے خوب پاک و صاف کر دے اور ان کے مرتبہ کے مطابق ان کی ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی رفعت عطا فرمادے جو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز و فائق ہو، یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء کامل کو عطا ہوتا ہے جس کے بعد وہ معصوم تو نہیں بنتے البتہ محفوظ ہو جاتے ہیں، نظم قرآنی میں غور کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی تردد نہیں ہو سکتا کہ اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں بلکہ آیت کا خطاب اولاد انہی سے ہے لیکن اولاد اور داماد بھی اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی اگرچہ نزول آیت اولاد ازواج ہی کے حق میں ہے اور وہی اولین مخاطب ہیں مگر اولاد بھی اس فضیلت میں داخل ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۳۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ شَعْبًا لِّلّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ۝۲۳ ﴾

نیز فرمایا:

”جو شخص اللہ کے مقرر کردہ شعبانہ کی تعظیم کرے تو یہ اس کے قلب کا تقویٰ ہے۔“ (الحج: ۳۲)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اور اس کی ہیبت و خشیت ہوگی وہ اللہ کے مقرر کردہ احکام پر عمل کرے گا اور اس کی مقررہ ہوئی نشانیوں کی تعظیم کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت بھی اللہ ہی کی جانب ہے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی تکریم و تعظیم اور ان کے احکام کی فرمان برداری بھی لازم ہے اور فرض ہے جو اہل بیت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہیں، ان کی تکریم و تعظیم بھی ضروری ہے۔

کتاب اللہ اور اہل بیت رسول ﷺ دونوں کا احترام ضروری ہے

۳۴۶. وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ : اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلَى زَيْدِ بْنِ

أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ: حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتُ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتُ مَعَهُ، وَصَلَّيْتُ خَلْفَهُ، لَقَدْ لَقِيتُ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا حَدَّثَنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي وَاللَّهِ لَقَدْ كَبُرَتْ سِنِّي وَقَدِمَ عَهْدِي وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعْيُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَأَقْبِلُوا وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعِظَ وَذَكَرَ ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأَجِيبْ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ" فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي" فَقَالَ لَهُ: حُصَيْنٌ! وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاءُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةُ بَعْدَهُ قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ: "أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ وَهُوَ حَبْلُ اللَّهِ، مَنْ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ."

(۳۴۶) حضرت یزید بن حیان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ زید آپ کو بڑی خیر کثیر ملی، آپ نے اللہ کے رسول کو دیکھا، ان کی باتیں سنیں، ان کے ساتھ غزوات میں شرکت اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کی، یقیناً زید آپ کو خیر کثیر ملی، اے زید ہمیں کوئی حدیث سنائیے جو آپ نے رسول ﷺ سے سنی ہو، انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے میری عمر زیادہ ہو گئی اور زیادہ وقت گزر گیا اور رسول کریم ﷺ کی جو احادیث یاد تھیں ان میں سے بعض میں بھول بھی گیا، اب جو بیان کروں اسے قبول کر لو اور جو بیان نہ کروں اس کا تم مجھے مکلف نہ بناؤ، پھر کہنے لگے، کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی پانی کے چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے، حمد و ثناء اور وعظ و تذکیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اما بعد، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، قریب ہے کہ اللہ کا رسول میرے پاس موت کا پیام لے کر آجائے اور میں اسے لبیک کہہ دوں، میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ جو سراسر ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور خوب مضبوطی سے تھام لو، آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کی تاکید کی اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا، اور میرے اہل بیت اور میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، حصین نے کہا کہ اے زید آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں اور آپ ﷺ کے اہل

بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے، حصین نے کہا کہ وہ کون ہیں؟ زید نے فرمایا کہ آل علی آل عقیل آل جعفر اور آل عباس، حصین نے کہا کہ کیا ان پر صدقہ حرام ہے تو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ خبردار! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔

**تخریج حدیث (۳۳۶):** صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ۔

**راوی حدیث:** حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت فرمائی اور احد کے موقع پر وہ چھوٹے تھے اس لئے جنگ میں شرکت نہ کر سکے، آپ سے ستر احادیث منقول ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ ۵۷۵ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۱۶۲/۲)

**کلمات حدیث:** ثقلین: دو بھاری چیزیں، دو عظیم الشان امور، یعنی قرآن کریم اور سنت نبوی۔ ثقل: بوجھ جمع اثقال۔

**شرح حدیث:** متعدد احادیث میں رسول کریم ﷺ نے قرآن اور سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، اللہ کی کتاب اور اہل بیت۔ اللہ کی کتاب سراسر ہدایت اور نور ہے کہ اس پر عمل کرنے سے راہ حق روشن ہوتی ہے اور انسان اس کتاب پر عمل کر کے دنیا کی زندگی سنوار سکتا ہے اور آخرت کی صلاح و فلاح حاصل کر سکتا ہے، اور اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور وہ سب اہل بیت ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ ہیں آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۴۵)

### اہل بیت کی تکریم و تعظیم کا حکم

۳۳۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ: ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.  
معنی ”ارْقُبُوہ“ رَاغُوہ وَاخْتَرِمُوہ وَاكْرِمُوہ، وَاللَّهُ اَعْلَمُ۔

(۳۳۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے موقوفہ روایت کیا کہ

محمد ﷺ کے اہل بیت کی تکریم کرو۔ (بخاری)

ارْقُبُوا: کے معنی ہیں رعایت رکھو، احترام کرو اور اکرام کرو۔

**تخریج حدیث (۳۳۷):** صحیح البخاری، کتاب الفضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين۔

**کلمات حدیث:** ارْقُبُوا: احترام کرو، خیال رکھو۔ رَقَبَ رُقُوبًا (باب نصر) نگہبانی کرنا۔

**شرح حدیث:** جس کے دل میں اللہ کا تقویٰ اور خشیت ہوگی وہ ہر اس حکم اور ہر اس امر کا احترام کرے گا جس کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی اور اسی طرح جس کے دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت ہوگی وہ ہر اس شخص کی اور چیز کی تعظیم و تکریم کرے گا جس کی آپ کی جانب نسبت ہوگی، یعنی وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی، امہات المؤمنین کی اور آپ کی اولاد حضرات حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کی تکریم و تعظیم کرے گا، اور یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور تعلق کی بنا پر آپ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور تعظیم کرو۔ (فتح الباری: ۴۳۲/۲)



الباب (۴۴)

تَوْقِيرُ الْعُلَمَاءِ وَالْكَبَارِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيمُهُمْ عَلَى غَيْرِهِمْ  
وَرَفْعُ مَجَالِسِهِمْ وَأَظْهَارُ مَرْتَبَتِهِمْ  
علماء کبار اور اہل فضل کی توقیر ان کو دوسروں پر مقدم رکھنا ان کی مجلس کی قدر  
اور ان کے مرتبہ کا اظہار

۱۳۴۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

”آپ فرمادیجئے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ عقلمند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“

(الزمر: ۹)

**تفسیری نکات:** زجاج فرماتے ہیں کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں ہیں، اسی طرح مطیع اور عاصی برابر نہیں ہیں۔ علم کا تقاضا ہی عمل ہے اور ایمان علم و عمل کا نام ہے جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ عمل نہ کرے بالفاظ دیگر عالم وہی ہے جو اپنے علم سے اولاً خود منتفع ہو اور پھر دوسروں کو نفع پہنچائے جسے خود اپنے علم کا فائدہ نہ پہنچے وہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی علم نہ ہو، اور اہل عقل و دانش ہی اس فرق و امتیاز کو جان سکتے ہیں جو عالم اور جاہل میں ہے اور جو مطیع اور عاصی میں ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۳۸۶)

### امامت کی شرائط

۳۳۸۔ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقْبَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّضَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَوْهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاعْلَمْتُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاعْلَمْتُهُمْ هِجْرَةَ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاعْلَمْتُهُمْ سِنًا وَلَا يُؤْمِنُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: ”فَاعْلَمْتُهُمْ سِلْمًا“ بَدَل ”سِنًا“: أَوْ إِسْلَامًا. وَفِي رِوَايَةٍ: ”يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَوْهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَاعْلَمْتُهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانَتْ قِرَائَتُهُمْ سَوَاءً فَيَوْمَهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةَ فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَوْمَهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًا“ وَالْمُرَادُ ”بِسُلْطَانِهِ مَحَلٌّ وَلَا يَتْبَعُهُ أَوْ الْمَوْضِعُ الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ“ وَتَكْرِمَتُهُ ”بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيرٍ وَنَحْوِهِمَا“.

(۳۳۸) حضرت عقبہ بن عمرو بدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ بنے جو اللہ کی کتاب کو زیادہ

پڑھنے والا ہو، اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو زیادہ سنت کا جاننے والا ہو، اگر سب سنت میں برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے غلبہ والی جگہ میں امامت نہ کرائے، اور نہ کسی آدمی کے گھر میں اس کی عزت والی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں عمر میں مقدم کی جگہ اسلام میں مقدم ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ جاننے والا اور قراءت کا زیادہ علم رکھنے والا ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے، جو ہجرت میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

سلطانہ سے مراد اس شخص کی محل ولایت ہے یا وہ مقام جو اس کے ساتھ خاص ہو اور نہ کہ مرتبہ بستر یا سریر وغیرہ جو اس شخص کے ساتھ مختص ہو۔

**تخریج حدیث (۳۲۸):** صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالإمامة.

**کلمات حدیث:** یَوْمُ: امامت کرتا ہے۔ اُمُّ: اُمّاً (باب نصر) قصد کرنا۔ اُم الْقَوْمِ یا اُمِّ الْقَوْمِ: امامت کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث میں امام صلاۃ کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ شخص لوگوں کو امامت کرائے جو قراءت قرآن کا زیادہ جاننے والا ہو، اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو جو سنت نبوی ﷺ کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اس بارے میں دو فقہی مذاہب ہیں، پہلا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا قاری قرآن کے عالم پر مقدم ہے، کیوں کہ حدیث مذکور میں اَقْرَوَهُمْ، کالفظ ہے یعنی ان میں سب سے زیادہ قراءت قرآن کا جاننے والا، اور دوسرا مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ عالم بالسنۃ مقدم ہے بشرطیکہ وہ قرآن کا اتنا صحیح طور پر پڑھ سکتا ہو جو صحت نماز کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ قراءت قرآن کی ضرورت اور احتیاج نماز کے ایک رکن میں ہوتی ہے جبکہ علم تمام نماز کے لئے ضروری ہے، نیز یہ کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الوفا میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدم فرمایا جو عالم بالسنۃ تھے۔

ہجرت سے اب مراد ہجرت عن المعاصی ہوگی، اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو وہ امامت کرائے۔

بادشاہ، گھر کا سربراہ، مجلس کا نگران، امام مسجد جو باقاعدہ متعین ہو، امامت کے زیادہ حقدار ہیں، جب تک یہ خود کسی دوسرے کو امامت کی اجازت نہ دیں، یَوْم الْقَوْمِ میں ثبوت ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی، کیوں کہ قوم کالفظ مردوں کے ساتھ خاص ہے، نیز صحابہ یا تابعین یا بعد کے ادوار میں کہیں ایک مثال موجود نہیں ہے کہ کسی عورت نے مردوں کی امامت کرائی ہو۔

(نزهة المتقين: ۱/۳۱۸، روضة الصالحين: ۲/۲۰۳)

**علماء اور نماز کے مسائل سے واقف لوگوں کو امام کے قریب کھڑا ہونا چاہیے**

۳۲۹. وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ

”اَسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلْنِي مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامَ وَالنَّهْيُ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”لِيَلْنِي“ وَهُوَ بِتَخْفِيفِ النَّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ : وَرَوَى بِتَشْدِيدِ النَّوْنِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا ”وَالنَّهْيُ“ : الْعُقُولُ : ”وَأُولُوا الْأَحْلَامَ“ : هُمُ الْبَالِغُونَ ، وَقِيلَ أَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ .

(۲۲۹) حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں صفوں کو درست رکھنے کے لئے ہمارے

شانوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے: سیدھے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، میرے قریب تم میں سے ان لوگوں کو ہونا چاہئے جو بالغ ہیں اور عقلمند ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم)

لیسنی : کالفظ نون کی تخفیف کے ساتھ ہے اور اس سے پہلے یاء نہیں ہے، نون تشدید اور اس سے پہلے یاء کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ النهی : کے معنی عقول کے ہیں اور اولوا الاحلام کے معنی ہیں بالغ اور کسی نے کہا کہ اہل علم اور فضل۔

**تخریج حدیث (۳۳۹):** صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها .

**کلمات حدیث:** لِيَلْنِي : مجھ سے مل جائے، مجھ سے قریب ہو جائے۔ ولی ولیا (باب سمع) قریب ہونا، متصل ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ جب نماز کی امامت کے لئے کھڑے ہوتے تو صفوں کی درستگی کا بطور خاص اہتمام فرماتے اور صفوں کے قریب جا کر نمازیوں کے شانوں پر دست مبارک رکھتے اور صفوں کو سیدھا رکھنے کی نصیحت فرماتے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کی صفیں درست نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک صفوں کی درستگی اور ان کو سیدھا رکھنے کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہے اس لئے صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا اقامت صلوٰۃ میں سے ہے، بہر حال صفوں کو سیدھا رکھنا چاہیے قریب قریب ہو کر اور مل کر کھڑا ہونا چاہیے، صفوں کی برابری اور کندھوں کے برابر کرنے میں درحقیقت امت کی وحدت کی طرف اشارہ ہے اور امت کی بات کے ایک ہونے اور زندگی کے تمام میدانوں میں یکجہتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خاص کر جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ میں امت کی وحدت کی اشد ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز کی صفوں میں افضل پھر اس سے کم اور پھر اس سے کم کو مقدم کرنے کا مقصود یہ ہے کہ اہل فضل کا اکرام کیا جائے اور نیز یہ کہ اگر امام کو اپنی جگہ کسی کو کھڑا کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو قریب ایسا شخص ہو جو اس کا نائب بننے کا زیادہ حق دار ہو، کیوں کہ وہ زیادہ بہتر طریقے پر امام کے سہو کو سمجھ سکے گا، اور اس لئے بھی کہ اہل عقل و دانش قریب ہوں تاکہ نماز کے طریقے کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ لیں۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۲۹/۴، نزہۃ المتقین : ۱/۲۲۸)

\*\*\*\*\*

۳۵۰. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لِيَلْنِي

مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامَ وَالنَّهْيُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“ ثَلَاثًا ”وَأَيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۵۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب تم میں سے وہ

لوگ رہیں جو بالغ اور عقلمند ہیں، اس جملے کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا، اور تم اپنے آپ کو بازار کے شور سے بچاؤ۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۵۰):** صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویۃ الصفوف و اقامتها.

**کلمات حدیث:** ہیشات: مخلوط آوازیں، ملی جلی اونچی آوازیں، جمع ہوشہ فتنہ اور اختلاف۔ ہاش، ہیشا (باب ضرب)

جوش اور حرکت میں آنا۔

**شرح حدیث:** نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں اللہ کا بندہ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسجد کی اور نماز کی پوری فضا اس عظمت کی حامل ہو جو اس عبادت کا تقاضا ہے اور بندگی رب کی تعظیم و تکریم سے پوری فضا معمور ہو، صفیں ملی ہوئی اور پیوست، اور بالغ وارباب عقل آگے ہوں اور مسجد میں کہیں شور نہ ہو اور نہ کوئی آواز بلند بول رہا ہو، اس کے ساتھ ہی جہاں تک ممکن ہو باہر کے شور سے بھی مسجد کو اور نماز کے ماحول کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ (شرح مسلم للنووی: ۴/۱۳۰)

### مجلس میں گفتگو کرنے کا حق بڑے کو ہے

۳۵۱. وَعَنْ أَبِي يَحْيَىٰ وَقِيلَ أَبِي مُحَمَّدٍ سَهْلٍ بْنُ أَبِي حَشْمَةَ "بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهِمْلَةِ وَاسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ" أَلَا نَصَارِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ. انْطَلَقَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ إِلَى خَيْرٍ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلَحٌ فَتَفَرَّقَا فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَهْلٍ. وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهِ قِتِيلًا فَدَفَنَهُ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَخُوَيْصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ: "كَبِيرٌ كَبِيرٌ" وَهُوَ أَحَدُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ: "اتَّخِلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ؟" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَبِيرٌ كَبِيرٌ" مَعْنَاهُ: يَتَكَلَّمُ إِلَّا كَبِيرٌ.

(۳۵۱) ابویحییٰ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ ابو محمد سہل بن حشمہ انصاری سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن

سہل اور محیصہ بن مسعود خیر گئے، اس وقت اہل خیر کے ساتھ صلح تھی، راستے میں دونوں جدا ہو گئے، جب محیصہ عبداللہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لت پت مقتول پڑے ہیں، انہوں نے ان کو دفن کر دیا، پھر وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے، اور عبدالرحمن بن سہل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے بیٹے محیصہ اور خویصہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، عبدالرحمن نے گفتگو کا آغاز کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑا آدمی بات کرے، کیوں کہ وہ ان سب میں چھوٹے تھے، وہ خاموش ہو گئے پھر ان دونوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

تم قسم اٹھاتے ہو اور اپنے مقتول کے قاتل سے حق طلب کرتے ہو، اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی۔ (متفق علیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا کبر یعنی تم میں سے بڑا آدمی بات کرے۔



## تخریج حدیث (۳۵۱):

صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب القسامة، صحیح مسلم، کتاب القسامة.

## کلمات حدیث:

یتشحط: خون میں لتھڑا ہوا اور تڑپتا ہوا۔ شحط بالدم: خون میں لت پت ہونا۔

## شرح حدیث:

مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی محلے یا علاقے میں کوئی شخص مقتول پڑا ہوا ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اہل محلہ سے پچاس لوگوں کی قسمیں لی جائیں گی، ہر ایک اس طرح قسم اٹھائے گا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ مجھے قاتل کا علم ہے، ان پچاس لوگوں کا انتخاب مقتول کے ولی کریں گے، اگر پچاس کے پچاس آدمیوں نے قسم کھالی تو اب اہل محلہ پر دیت لازم ہو جائے گی اور قصاص نہیں ہوگا، اور ان پچاس میں جو قسم کھانے سے انکار کرے تو اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جیل میں بند کر دیا جائے گا، تا وقتیکہ وہ یا تو قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اولاً اولیاء مقتول قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ فلاں قاتل ہے۔ اگر مقتول کے اولیاء قسم کھانے سے انکار کر دیں، تو پھر اہل محلہ میں سے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی، اگر ان پچاس نے قسمیں کھالیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں اس کا علم ہے تو یہ سب بری ہو جائیں گے اور ان پر نہ دیت ہوگی اور نہ قصاص، البتہ اگر قسمیں کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت کی ادائیگی لازم آئے گی۔

حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ بڑا آدمی بات کرے، یہی حصہ حدیث کا باب سے متعلق ہے جس کی بناء پر اس حدیث کو یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ بڑا آدمی بات کرے۔

(فتح الباری: ۲/۲۵۳، ہدایہ: ۴/۶۳۱، روضة الصالحین: ۲/۲۰۷)



۳۵۲. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ يَعْصِي فِي الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُولُ: "أَيُّهُمَا أَكْثَرُ اخُذًا لِلْقُرْآنِ؟" فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ، إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۵۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے شہداء کو دو دو آدمیوں کو ایک ایک قبر میں اکٹھا دفن فرمایا، اس موقع پر آپ استفسار فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ محفوظ تھا، جب بتایا جاتا کہ ان دونوں میں سے یہ زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا تھا تو اسے آپ لحد میں رکھنے میں مقدم فرماتے۔ (بخاری)

## تخریج حدیث (۳۵۲):

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین والثلاثہ فی قبر.

## کلمات حدیث:

اللمحد: قبر بنانے کی دو صورتیں ہیں، ایک لحد یعنی قبر کھودنے کے بعد مغربی جانب مزید کھودی جاتی ہے، اسے لحد کہتے ہیں اور دوسری صورت شق ہے جس میں صرف سیدھی نیچے کی جانب کھدائی ہوتی ہے۔

## شرح حدیث:

رسول کریم ﷺ اصحاب کے مقام و مرتبہ کا خیال فرماتے تھے چنانچہ جب غزوہ احد کے موقع پر شہداء کی تدفین

فرمائی تو دو شہیدوں کے لئے ایک قبر کھودی جاتی اور آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ ان دونوں میں سے قرآن کا زیادہ جاننے والا کون ہے، پھر آپ ﷺ اس کو تدفین میں مقدم فرماتے۔ (فتح الباری: ۱/۷۹۴)

### ہر معاملہ میں بڑے کا حق مقدم ہے

۳۵۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسَوَاكٍ فَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرَ، فَتَأَوَّلْتُ السَّوَاكَ إِلَّا صَغَرَ فَقِيلَ لِي: كَبُرَ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا" زَاوَهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا.

(۳۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھ سے کہا کہ بڑے کو دیجئے، تو میں نے وہ ان دونوں میں سے بڑے کو دیدی۔ (مسلم مسنداً والبخاری تعلیقاً)

**تخریج حدیث (۳۵۳):** صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر۔ صحیح مسلم، کتاب الترویج، باب رؤیا النبی ﷺ.

**کلمات حدیث:** اَتَسَوَّكُ: میں مسواک کر رہا ہوں، مسواک کرتا ہوں۔ سَوَاكُ انشبی: ملنا، رگڑنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا، اور پھر دیکھا کہ میرے پاس دو افراد آئے اور میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے تو میں نے بڑے کو دیدی۔ یہی کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ مسواک فرما رہے تھے، فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پاس کھڑے ہوئے لوگوں میں سے بڑے کو دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بڑے کو دوں۔

یعنی پہلے آپ نے اپنے آپ کو مسواک کرتے ہوئے اور حاضرین میں سے بڑے کو دیتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے بیداری میں عمل فرما کر دکھایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو اس بارے میں بذریعہ وحی مطلع فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے پاس دو آدمی کھڑے تھے، آپ ﷺ کو وحی کی گئی کہ مسواک ان میں سے بڑے کو دیدیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر بات اور ہر معاملے میں اس کو مقدم کیا جائے جو عمر میں بڑا ہو، کھانے پینے اور ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے، مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جب ہے کہ جب لوگوں کے درمیان کوئی خاص ترتیب نہ ہو، اگر لوگ کسی ترتیب سے بیٹھے ہوں تو سیدھے ہاتھ پر بیٹھا ہوا شخص مقدم ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کی مسواک کا استعمال مکروہ نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ استعمال سے پہلے دھولیا

جائے، مگر سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی مسواک دھونے کے لئے دیتے تو میں دھونے سے پہلے خود کر لیتی پھر دھو کر آپ کو دیتی، یہ دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت اور فطانت ہے کہ وہ اس طرح مسواک کے استعمال سے ریق رسول اللہ ﷺ سے شفا حاصل کرتی تھیں، اور پھر دھو کر آپ ﷺ کو دیدیتی تھیں۔

(فتح الباری: ۱/۳۶۹)

-----

۳۵۴. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنْ مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ تَعَالَى أَكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَأَكْرَامُ ذِي السُّلْطَانِ الْمَقْسُطِ " حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ .

(۳۵۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم اور بزرگی کا ایک پہلو یہ ہے سفید ڈارھی والے بوڑھے، مسلمان، حامل قرآن جو اس میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس سے جفا کرنے والا ہو اور صاحب عدل و انصاف بادشاہ کا اکرام۔ (ابوداؤد)

**تخریج حدیث (۳۵۴):** سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلہم.

**کلمات حدیث:** الجافی: جفا کرنے والا۔ جفاء، جفاء (باب نصر) قرار نہ پکڑنا۔ الجافی: وہ شخص جو قرآن کریم کا عالم یا حافظ ہو اس کے باوجود اس کی تلاوت سے اعراض کرے۔ المقسط: عادل اور منصف۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ کی تکریم اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس تعظیم و تکریم کا طریقہ یہ ہے کہ جن امور کی اللہ کی جانب نسبت ہو ان کی تکریم کی جائے، اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی تکریم و تعظیم یہ بھی ہے کہ بوڑھے سفید ریش مسلمان کی عزت کرنا، قرآن کا علم رکھنے والے کی عزت کرنا اور اس حاکم یا بادشاہ کی عزت کرنا جو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرتا ہو۔

(روضۃ المتقین: ۱/۳۹۰، دلیل الفالحین)

-----

۳۵۵. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَيْسَ مِنْنَا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا " حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ : " حَقٌّ كَبِيرِنَا " .

(۳۵۵) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو

ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف کو نہیں پہچانتا۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک

روایت میں: ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا..... کے الفاظ آئے ہیں۔

**تخریج حدیث (۳۵۵):** سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة، الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة،

باب ماجاء فی رحمة الصبیان.

**کلمات حدیث:** شرف: مرتبہ، بلندی۔ شرف: شرفاً (باب کرم) بلند مرتبہ ہونا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنے اور بڑوں کی تعظیم و تکریم کی تاکید فرمائی

اور ارشاد فرمایا کہ جو چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی تکریم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

(تحفة الاحوذی: ۳۴/۶، روضة المتقین: ۱۹۱/۱، دلیل الفالحین: ۱۷۵/۲)

## لوگوں سے ان کے مرتبہ اور حیثیت کے موافق معاملہ کرو

۳۵۶. وَعَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَرَّبَهَا سَائِلٌ فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَمَرَّبَهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَأَقْعَدَتْهُ فَأَكَلَ فَقِيلَ لَهَا فِي ذَلِكَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ لَكِنْ قَالَ مَيْمُونُ: لَمْ يُذْرِكْ عَائِشَةَ وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِي أَوَّلِ صَحِيحِهِ تَعْلِيْقًا فَقَالَ: وَذَكَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَمَرَ نَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ فِي كِتَابِهِ "مَعْرِفَةُ عُلُومِ الْحَدِيثِ" فَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

(۳۵۶) حضرت ميمون بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا دیدیا، اور ایک شخص آ یا جو اچھے کپڑوں اور اچھی حالت میں تھا، آپ نے اسے بٹھایا اور اسے کھلایا۔ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق برتاؤ کرو، (ابوداؤد، لیکن ابوداؤد نے کہا کہ ميمون راوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ نہیں پایا) امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کے شروع میں معلق روایت کیا ہے اور ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق برتاؤ کریں، اور حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

**تخریج حدیث (۳۵۶):** سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلہم.

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے اس امر کی متعدد احادیث میں تاکید فرمائی کہ لوگوں سے معاملات میں ان کے مراتب کا خیال

رکھا جائے، نماز کی صفوف میں ارباب عقل و علم کو مقدم رکھا جائے، گفتگو میں بڑی عمر کے آدمی کو مقدم رکھا جائے، اور رسول کریم ﷺ کو

حضرت جبریل علیہ السلام نے متوجہ فرمایا کہ مسواک بڑے کو دیدیں اور یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے



ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرو۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾ ﴿۱۶۴﴾ ”ہم میں سے ہر ایک کا وہاں ایک مقرر مقام ہے۔“ اور اسی طرح قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ ﴿۱۶۵﴾ ”اور ہم نے ان میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کئے۔“ یہی حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ معاملہ اس کے مرتبے کے مطابق کیا جائے۔

(مرقات: ۲۳۹/۹، روضۃ المتقین: ۳۹۱/۱، دلیل الفالحین: ۱۷۶/۲)

### مجلس شوری کے ارکان اہل علم و تقویٰ ہوں

۳۵۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَتَزَلَّ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُذْنِبُهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَ مُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْشُبَانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي الْكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا إِلَّا مِيرَ فَاِسْتَاذِنُ لِي عَلَيْهِ فَاِسْتَاذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ، عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ: فَوَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزَلَ وَلَا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ فَعَصَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقَعَ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ. وَاللَّهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۵۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے بھتیجے حری بن قیس کے پاس قیام کیا، حری ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں اپنے قریب جگہ دیتے تھے، قراء صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس مشاورت میں شرکت کرتے تھے عمر رسیدہ اور نوجوان بھی، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، بھتیجے تمہیں امیر المؤمنین کے یہاں خاص مقام حاصل ہے، میرے لئے ان سے ملنے کی اجازت لے لو، انہوں نے ان کے لئے اجازت طلب کر لی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو بولے: اے عمر ابن الخطاب اللہ کی قسم تم ہمیں نہ زیادہ دیتے ہو نہ انصاف کرتے ہو، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا، اس پر حری نے ان سے کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درگزر کرو، بھلائی کا حکم دو، جاہلوں سے اعراض کرو، اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے، اللہ کی قسم جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو عمرو ہیں رک گئے، اور وہ اللہ کی کتاب پر ٹھہر جانے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۳۵۷): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاعراف.

**کلمات حدیث:** یُدْنِیْہُمْ : انہیں قریب کرتے۔ اَدْنَاءُ (باب افعال) قریب کرنا۔

**شرح حدیث:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں کبار صحابہ، قراء اور ذی علم وفہم صحابہ کرام شرکت فرمایا کرتے تھے، عیینہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناشائستہ الفاظ میں گفتگو کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے مگر جب حرب بن قیس نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ درگزر کرو، نیکیوں کا حکم دو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم قرآنی پر رک جانے والے تھے۔ (فتح الباری: ۲/۷۴۲)

### بڑے عالم کو ہی مسائل بیان کرنا چاہئیں

۳۵۸. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ كُنْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِي مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا أَنَّ هَهُنَا رِجَالًا هُمْ أَسَنُّ مِنِّي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۵۸) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں لڑکا تھا، میں آپ ﷺ کی احادیث یاد کر لیتا تھا، مگر مجھے ان کے بیان کرنے میں مانع صرف یہ ہے کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۳۵۸):** صحیح البخاری، کتاب الفضائل، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ابن یقوم الامام من الميت للصلاة علیہ.

**کلمات حدیث:** اَسَنُّ : بڑی عمر والا۔ کبیر السن : بڑے عمر میں بڑے لوگ۔

**راوی حدیث:** حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، غزوہ بدر میں صفر بن کی بناء پر شرکت نہ کر سکے۔ احد میں جب حضور ﷺ ایک لڑکے کو اجازت دی تو سمرۃ نے کہا کہ میں کشتی میں اسے ہر اسکتا ہوں چنانچہ اس کو ہر ادیا تو آپ ﷺ نے سمرۃ کو اجازت دیدی، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے ”۱۲۳“ احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ سب سے پہلے میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابۃ: ۲/۳۵۵)

**شرح حدیث:** امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بیس سال تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو غلام کبار صحابہ کی مناسبت سے کہا ہے، بہر حال انہوں نے علم نبوی ﷺ حاصل کیا، قرآن اور حدیث نبوی کے علوم سے استفادہ کیا اور احادیث یاد کیں لیکن وہ اس علم کو بیان کرنے میں بعض اوقات متاثر ہوتے تھے کہ ان سے بڑی عمر کے صحابہ کرام کی جماعت موجود تھی۔ ان کے احترام میں وہ احادیث رسول ﷺ بیان نہ فرماتے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۱۷۹)

## جو بوڑھے کی عزت کرے گا اس کی عزت کی جائے گی

۳۵۹. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللَّهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ" عَنْ سِنِّهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

(۳۵۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی نوجوان بوڑھے انسان کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو پیدا فرما دیتے ہیں جو اس کی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

**تخریج حدیث (۳۵۹):** الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في اجلال الكبير.

**کلمات حدیث:** قَيَّضَ: مقرر فرمایا، قادر بنایا، مقدر فرمایا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کا مضمون یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی جوانی کے زمانے میں کسی بوڑھے کی تکریم اور تعظیم کرے کہ بوڑھا آدمی ایمان میں بھی مقدم ہے اور اس کی عمر کی زیادتی کے ساتھ اس کے اعمال صالحہ میں بھی اضافہ ہو چکا ہے، یہ جوان بوڑھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خدمت اس کی توقیر اور اس کی تکریم کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں، حدیث مبارک کے یہ الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے اس عمل کو قبول فرماتے ہوئے اس کی عمر میں اور اس کے علم و عمل میں برکت عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں جو اسی طرح توقیر کرے جیسے اس نے کی تھی۔

(تحفة الأحوذی: ۶/۱۵۷، دلیل الفالحین: ۲/۱۷۹)



الْبَنَاتِ (۴۵)

زِيَارَةُ أَهْلِ الْخَيْرِ وَ مُجَالَسَتُهُمْ وَ صُحْبَتُهُمْ وَ مُحَبَّتُهُمْ وَ طَلَبُ زِيَارَتِهِمْ وَ الدُّعَاءُ مِنْهُمْ وَ زِيَارَةُ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

زیارت اہل خیر ان کے ساتھ مجالست ان کی صحبت اور ان سے محبت ان سے ملاقات کر کے درخواست دعاء اور متبرک مقامات کی زیارت

۱۳۵۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَتْلِهِ لَا أَتَّبِعُ حَتَّىٰ أَتَّبِعَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝﴾

إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں میں ہٹوں گا نہیں خواہ میں برسوں چلتا رہوں۔“ (الکہف: ۶۰)

اس آیت تک کہ ”جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں کہ آپ بھلائی کی وہ باتیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں مجھے بھی سکھا دیں۔“ (الکہف: ۶۶)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ فرما رہے تھے اور نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ اے موسیٰ! کیا آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نفی میں جواب دیا جس پر اللہ سبحانہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا ہے تم ان کے پاس جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اس وقت چلتا رہا ہوں گا جب تک میں مجمع البحرین تک نہ پہنچ جاؤں، بہر کیف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے مدعا بیان کیا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تربیت فرمائی، بات یہ ہے کہ مجھے جزئیات کو نیکو علم عطا ہوا ہے، جس میں تمہیں کم حصہ ملا ہے اور تمہیں علم شریعت عطا ہوا جس میں میرا علم تم سے کم ہے اور تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اتنا بھی نہیں ہے جتنا دریا سے چڑیا اپنے منہ میں پانی لیتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی یہ شرط عائد کی کہ وہ کوئی بات نہیں پوچھیں گے جب تک وہ خود اس کے بارے میں نہ بتائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کر لیا، لیکن جو واقعات پیش آئے وہ بہت ہی عجیب و غریب تھے اور



شریعت کے ظاہری احکام کے برخلاف تھے جن کی بعد میں حضرت خضر علیہ السلام نے وضاحت کی اور انہیں بیان کیا۔  
 علماء کرام فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاد کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کی اتباع کرے اگرچہ فی نفسہ شاگرد استاد سے افضل و اعلیٰ کیوں نہ ہو، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ طلب علم کے لئے سفر اور علماء اور فضلاء کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے دور دراز کا سفر کرنا ہمیشہ سلف صالح کی سنت رہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کے سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن، روضة المتقین: ۱/۳۹۴)

۱۳۶. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾

اور فرمایا:

”اپنے نفس کو ان کے ساتھ وابستہ رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ان کی رضا طلب کرتے ہیں۔“ (الکہف: ۲۸)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ عیینہ بن حصن جیسے بڑے اور مالدار لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی رغبت میں ان فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دوری نہ اختیار کریں، جو صبح و شام اللہ کی رضا کے لئے اسے پکارتے رہتے ہیں، بلکہ انہی اصحاب کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیے۔

امام نووی رحمہ اللہ کے اس آیت کریمہ کو اس باب میں لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا زیادہ وقت اہل تقویٰ اور اہل فضل و کمال کی صحبت میں گزاریں اور مالداروں اور اہل دنیا سے دور رہیں۔

(تفسیر عثمانی، روضة المتقین: ۱/۳۹۴، معارف القرآن: ۵/۵۷۵)

## حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لیے جانا

۳۶۰. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّطَلِقُ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا. فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهَا بَكَتُ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي لَا أَبْكِي أَيْنِي لَا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ. فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کی زیارت کے لئے چلیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں حضرات نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کے لئے بہتر مقام ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے لئے بہتر مقام ہے، میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، حضرت ام ایمن کی اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی آمادہ گریہ کر دیا، اور یہ بھی ام ایمن کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۶۰):**

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن رضی اللہ عنہا.

**کلمات حدیث:** فَهَيَّجَتْهُمَا: ان دونوں کو آمادہ گریہ کر دیا۔ هيج، تهيجًا (باب تفعیل) براہیجختہ کرنا۔ هاج، هَيَّجَانَا (باب ضرب) جوش اور حرکت میں آنا، هیجان، اضطراب۔

### حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت ام ایمن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں، یہ حبشہ کی ایک باندی تھیں، جو حضرت عبداللہ کو وراثت میں ملی تھیں، رسول کریم ﷺ کو گود میں لیتیں اور کھلاتی تھیں، جب رسول کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا اور انہی کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو رسول کریم ﷺ کو بہت محبوب تھے، حضرت ام ایمن رسول کریم ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ ﷺ کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتیں، اور رسول کریم ﷺ بھی انہیں ماں ہی کے درجے میں سمجھتے اور کثرت سے ملنے جایا کرتے تھے، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صرف پانچ ماہ زندہ رہیں اور انتقال فرما گئیں۔

رسول کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کے گھر چلیں کیوں کہ رسول کریم ﷺ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ حضرات ان کے پاس پہنچے تو حضرت ام ایمن رسول اللہ ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ ان حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند اور عظیم ہے، ام ایمن بولیں کہ یہ بات تو میں بھی جانتی ہوں، لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو جبریل امین آتے رہتے اور وحی کا سلسلہ مستقل قائم تھا، اب تو آسمان سے کوئی نامہ و پیام نہیں آتا، ام ایمن کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آبدیدہ ہو گئے۔

اس حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بزرگوں اور محترم لوگوں سے ملاقات کیلئے جانا چاہیے اور جن محترم لوگوں سے تعلق ہو ان کی وفات کے بعد ان کے متعلقین سے تعلق رکھنا چاہئے اور صالحین کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر ان کی یاد میں آبدیدہ ہو جانا بھی ان سے اپنے تعلق کا اظہار ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱۸۲/۲، شرح صحیح مسلم للنووی: ۸/۱۶)

## اللہ والوں سے محبت کرنے کا صلہ

۳۶۱. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخَاهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَذْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ. قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟

قَالَ: لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللَّهِ تَعَالَى قَالَ! فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحَبَّتُهُ فِيهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ : يُقَالُ : "أَرْصَدَهُ" لِكَذَا إِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ : "وَالْمَذْرَجَةُ" بَفَتْحِ الْمِيمِ وَالرَّاءِ الطَّرِيقُ وَمَعْنَى "تَرُبُّهَا" تَقُومُ بِهَا وَتَسْعَى فِي صَلَاحِهَا

(۳۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کسی دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا، تو فرشتہ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس کا تمہارے اوپر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم اس سے ملنے جا رہے ہو، اس نے کہا کہ نہیں بس میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تو سن لو میں تمہاری طرف اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس بھائی سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہو اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

أَرْصَدَهُ: کے معنی ہیں حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ مَذْرَجَةُ: راستہ۔ تَرُبُّهَا: یعنی اسے استوار رکھتے ہو اور اس کی بہتری کے خواہاں ہو۔

### تخریج حدیث (۳۶۱):

صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب في الله.

**کلمات حدیث:** أَرْصَدَ: راستے میں کھڑا کیا۔ اَرْصَاد (باب افعال) راستے میں کھڑا کرنا۔ رَضَدَ رَضْدًا (باب نصر) انتظار کرنا۔ مَذْرَجَةُ: راستہ۔ ذَرَجَ ذُرُوجًا (باب نصر) چلنا۔ ذَرَجَ الرَّجُلُ: سیڑھی پر چڑھنا۔ درَجَةُ: سیڑھی، زینہ کا ایک درجہ، جمع درجات۔ تَرُبُّهَا: جس کو تم تربیت دے رہے، جس کا تمہیں خیال ہے۔ رَبَّ رِبًّا (باب نصر) انتظام کرنا۔

**شرح حدیث:** اللہ کی رضا کے خاطر کسی سے تعلق رکھنا اور صرف اسی غرض سے اس کی ملاقات کے لئے جانا نیکی ہے، اور اس پر بہت اجر و ثواب ہے، علماء سے ملنے جانا اور صالحین سے ملنے جانا تاکہ ان سے کسی دین کی بات کا علم ہو اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے روحانی فائدہ حاصل ہو، بہت ہی نیکی اور اجر و ثواب کا کام ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱۸۴/۲)

## مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے کی فضیلت

۳۶۲. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخَاهُ فِي اللَّهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنَّ طَيْبٌ وَمُشَاكٌ وَتَبَوَّاتٌ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ

وَفِي بَعْضِ النُّسخِ غَرِيبٌ .

(۳۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا محض اللہ کی رضا کے لئے کسی بھائی سے ملنے گیا تو پکارنے والا اسے آواز دے کر کہتا ہے کہ مبارک ہو، اور مبارک ہو تیرا چہننا اور تو نے جنت میں اپنی جگہ بنالی۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن اور بعض نسخوں میں ہے کہ غریب ہے)

**تخریج حدیث (۳۶۲):**

الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی زیارة الاخوان .

**کلمات حدیث:** طِبْتُ : تجھے خوشگوار ہو، مبارک ہو۔ طَاب، طیباً (باب ضرب) عمدہ ہونا، خوش گوار ہونا۔ تَبَوَّاتُ : تو نے جگہ بنالی، تو نے ٹھکانا بنالیا۔ تَبَوَّأَ الْمَكَانَ : کسی جگہ رہنا اقامت کرنا۔

**شرح حدیث:** مریض کی عیادت، حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ، اور کسی مسلمان بھائی سے ملاقات خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں حیات طیبہ کا وسیلہ اور جنت میں علو درجات کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنے والا بحرفة الحنة میں گھومتا پھرتا ہے کسی نے عرض کی کہ خرفة الجنة کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے باغات۔

(روضة المتقين : ۳۹۷/۱، دلیل الفالحین : ۱۸۴/۲، مرقاة شرح مشکوٰۃ : ۲۵۵/۵)

## نیک لوگوں کی مجلس کی مثال مشک کی طرح ہے

۳۶۳. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكَيْسِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً وَنَافِخِ الْكَيْسِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً مُنْتِنَةً " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "يُحْذِيكَ" يُعْطِيكَ .

(۳۶۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور آگ کی بھٹی پھونکنے والا، مشک والا یا تو تمہیں مشک دیدے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا تم اس کی لطیف خوشبو سونگھ لو گے، اور بھٹی پھونکنے والا ہو سکتا ہے تمہارے کپڑے کپڑے جلادے یا تم اس کی بدبو سونگھ لو۔ (متفق علیہ)

يُحْذِيكَ : کے معنی ہیں تمہیں بطور عطیہ دیدے گا۔

**تخریج حدیث (۳۶۳):**

صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب المسك . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب

استحباب مجالسة الصالحين .

**کلمات حدیث:** يُحْذِيكَ : تجھے عطیہ دیدے۔ أَخَذَى أَحْذَاءَ (باب افعال) مال غنیمت میں سے حصہ دینا۔ مُنْتَنَةٌ : بدبودار۔



تین نیتنا (باب ضرب و سمع) بدبودار ہونا۔

**شرح حدیث:** انسان کے لئے لازم ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہے اور برے لوگوں سے دور رہے اور ان سے اجتناب کرے کیوں کہ انسان پر ان لوگوں کا اثر پڑتا ہے جن کی صحبت میں رہتا ہے، اس بات کو حدیث مبارک میں بہت دلنشین اور عمدہ مثال سے واضح فرمایا ہے کہ ایک شخص ہے جو مشک فروخت کرتا ہے، مشک بہت لطیف خوشبودار اور بہت قیمتی چیز ہے، اگر کسی کی دوستی اور رفاقت مشک کے تاجر کے ساتھ ہو تو اس شخص کی اس تاجر سے دوستی کا کوئی نقصان نہیں البتہ فائدے کی تین صورتیں ہیں تاجر اسے ہدیہ مشک دیدے یا یہ اس سے مشک خرید لے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس بیٹھا ہے اتنی دیر مشک کی خوشبو سے تو ضرور لطف اندوز ہو رہا ہے، ایسے ہی اگر کسی عالم باعمل کی صحبت ہو تو وہ عالم تمہیں از خود کوئی دین کی بات بتا دے گا یا تم اس سے سوال کر کے اس سے کوئی بات معلوم کر لو گے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس رہو گے اس کے دینی اور روحانی فیض سے مستفید ہو گے۔

اور برے آدمی کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اس لوہار سے دوستی کر لے جس نے بھٹی لگا رکھی ہے۔ اب اگر کوئی اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اس سے کیا حاصل ہوگا یہی کہ پڑے جل جائیں گے، یا کم از کم بھٹی کی بدبو تو ضرور ناک میں داخل ہوگی۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۹۸، مرقاۃ: ۱/۲۵۱، روضۃ المتقین: ۱/۳۹۷، مظاہر حق: ۴/۵۶۷)

### نکاح کے لیے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم

۳۶۴. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبْتُ يَدَاكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَمَعْنَاهُ أَنَّ النَّاسَ يَقْضُدُونَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هَذِهِ الْخِصَالَ الْأَرْبَعَ فَأَحْرِصْ أَنْتَ عَلَى ذَاتِ الدِّينِ وَاطْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلَى صُحْبَتِهَا.

(۳۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی چار خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے

اس سے نکاح کیا جاتا ہے، مال، نسب، جمال، اور دین، پس تو دین دار عورت کو حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (متفق علیہ)

یعنی لوگ عموماً عورتوں میں یہ خوبیاں تلاش کرتے ہیں لیکن تو دین والی کو حرص کر اور اسے حاصل کر اور اس کی رفاقت کی خواہش کر۔

**تخریج حدیث (۳۶۴):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، صحیح مسلم، کتاب النکاح،

باب استحباب نکاح ذات الدین.

**کلمات حدیث:** فَاظْفَرْ: تم کامیاب، کامیابی حاصل کرو۔ ظَفِرَ ظَفْرًا (باب سمع) مقصد حاصل ہونا، کامیاب ہونا۔ تَرِبْتُ

بِذَاكَ: تیرے دونوں ہاتھوں پر مٹی لگے، یہ لفظی ترجمہ ہے لیکن عربی زبان کے محاورے میں یہ جملہ بطور تنبیہ استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسے

موقع پر جب کسی اندیشہ یا خطرے پر متنبہ کرنا مقصود ہو۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ آدمی نکاح کرتے وقت عورت کے چار پہلوؤں پر نظر کرتا ہے اس کا حسن اور مال، یا اس کا حسب اور اس کا دین، لیکن بہتر یہ ہے کہ آدمی دین کو ترجیح دے کہ عورت کی رفاقت اور اس کا ساتھ عمر بھر کا ہے جب وقتی رفاقت اور دوستی میں ضروری ہے کہ دین والے سے دوستی کی جائے، تو نکاح کے وقت یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ عورت کے دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے، ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے ان کے حسن کی خاطر نکاح نہ کرو کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا حسن باعث ہلاکت بن جائے۔ عورتوں سے ان کے مال کی خاطر نکاح نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ مال ان کی طبیعت میں سرکشی پیدا کر دے۔ عورتوں سے نکاح ان کے دین کی خاطر کرو، اگر کوئی عورت کالی ہو مگر دین دار ہو تو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

مقصود یہ ہے کہ دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے لیکن اگر دیگر خوبیاں بھی موجود ہوں اور دین دار بھی ہو تو بہت ہی خوب ہے۔

(فتح الباری: ۲/۹۸۴، صحیح مسلم للنووی: ۱۰/۴۴، روضة المتقین: ۱/۳۹۸)

### حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

۳۶۵. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيلَ: "مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟" فَزَلْتُ: "وَمَا نَتَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ، مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۶۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا مانع ہے اگر تم ہمارے پاس زیادہ آیا کرو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم تمہارے رب کے حکم سے آتے ہیں اسی کے لئے ہے جو ہمارے سامنے ہے جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۳۶۵):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة مریم.

**کلمات حدیث:** تَزُورُنَا: تم ہماری ملاقات کے لئے آتے ہو۔ زار، زیارة (باب نصر) ملاقات کرنا، ملنے جانا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کسی معاملے میں وحی کے منتظر تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک نہ آئے جس سے آپ ﷺ کی طبیعت پر بوجھ ہوا، ادھر کافر کہنے لگے کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا۔ اس طعن سے آپ ﷺ اور زیادہ دلگیر ہوئے، آخر جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے، اس پر یہ وحی نازل ہوئی کہ ہم تو عبد مامور ہیں، بدون حکم الہی ہم پر بھی نہیں ہلا سکتے، ہمارا چڑھنا اتنا سب اسی کے اذن و حکم کے تابع ہے، وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہمیں نیچے اترنے کا حکم دے کیوں کہ ہر زمانے اور ہر مکان کا علم اسی کو ہے، اور وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے۔ (تفسیر عثمانی)

## مومن سے دوستی رکھو اور کھانا متقی کو کھلاؤ

۳۶۶. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُصَاحِبُ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامُكَ إِلَّا تَقِيًّا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ.

(۳۶۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف مومن ہی سے دوستی کرو

اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ ہی کھائیں۔ (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کیا اور سند میں کوئی کمی نہیں ہے)

**تخریج حدیث (۳۶۶):** سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یومر ان یمالکس . الجامع الترمذی، کتاب الزہد،

باب ماجاء فی صحبة المؤمن .

**کلمات حدیث:** تقی: پرہیزگار، اللہ سے ڈرنے والا۔ تقی تقاء (باب ضرب) پرہیزگار ہونا۔

**شرح حدیث:** انسان کا تعلق اچھے انسانوں سے ہونا چاہیے اور برے انسانوں سے تعلق رکھنا اپنے اعمال و اخلاق کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قلبی تعلق اور اس کی مستقل مصاحبت اللہ کے نیک بندوں سے ہو، تاکہ ان کی نیک صحبت سے اسے فائدہ پہنچے۔

اسی طرح جب خلوص و محبت سے اپنے کھانے میں کسی کو شریک کرے وہ تقی اور پرہیزگار اللہ کا بندہ ہو۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ ایک مسلمان کی قلبی وابستگی اہل تقویٰ اور اہل ایمان کے ساتھ ہو اور اس کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں ہی کی معیت میں ہو، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان سب سے تعلق توڑ لے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اصل قلبی اور مستقل تعلق اور صحبت نیک لوگوں کے ساتھ ہو، اسی طرح کھانا کھلانے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف متقی ہی کو کھلائے، بلکہ غیر متقی کو بھی کھلا سکتا ہے بلکہ کافر کو بھی کھلا سکتا ہے۔

(معالم السنن: ۴/۱۱۵، المرقاة: ۸/۷۵۱)

## دوستی دیکھ کر نیک لوگوں سے رکھے

۳۶۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۳۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین

پر ہوتا ہے، اس لئے آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرے، (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کے ساتھ روایت کیا اور کہا

کہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۳۶۷):** سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یومر ان یمالکس . الجامع الترمذی، کتاب الزہد،

باب الرجل علی دین خلیله .

**کلمات حدیث:** یُخَالِلُ : خلیل بنائے، دوستی رکھے۔ خَالَئٌ، مُخَالِئٌ (باب مفاعله) دوستی کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا دوستی اور رفاقت کے تعلق سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کا رشتہ استوار کر رہے ہیں، کیوں کہ اس کی دوستی اور رفاقت کا اثر تمہارے اوپر ہوگا، اگر اچھا آدمی ہوگا تو اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور برا آدمی ہوگا تو برے اثرات ہوں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دوستی سے پہلے پانچ امور دیکھنے چاہئیں:

(۱) صاحب عقل و ہوش مند ہو (۲) اخلاق حسنہ کا مالک ہو

(۳) فاسق نہ ہو (۴) بدعتی نہ ہو (۵) اور دنیا کا حریص نہ ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ حریص آدمی کے پاس بیٹھنے سے آدمی کی حرص کی سرشت جاگتی ہے اور زاہد کے پاس بیٹھنے سے طبیعت زہد کی طرف مائل ہوتی ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ اہل تقویٰ کی مجلس کو اختیار کرے۔

(تحفة الأحوذی : ۹۴/۷، روضة المتقین : ۱/۴۰۰)

### آدمی کا حشر دوست کے ساتھ ہوگا

۳۶۸. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقُ بِهِمْ ؟ قَالَ : "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ"

(۳۶۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے

اسے محبت ہوگی۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی نے کہا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔

**تخریج حدیث (۳۶۸):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللہ . صحیح مسلم، کتاب البر

والصلة، باب المرء مع من احب .

**کلمات حدیث:** أَحَبَّ : جس سے محبت رکھے۔ حَبَّ حَبًّا (باب ضرب) محبت کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث میں اس امر کی تاکید ہے کہ آدمی اپنا تعلق محبت و مودت صلحاء اور اتقیا کے ساتھ اختیار کرے کہ یہ تعلق محبت اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے سبب نجات اور ذریعہ فلاح بن جائے گا اور آدمی کا انجام بخیر ہوگا، غرض جو لوگ سلف صالح سے محبت



رکھتے ہیں، صحابہ کرام تابعین اور اتباع تابعین سے ان کو قلبی تعلق ہے اور صلحاء اور علماء سے محبت رکھتے ہیں وہ روز قیامت انہی لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور بیس کے قریب صحابہ کرام نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں روایت کیا ہے، اور ابو نعیم نے ان سب کو یکجا ایک کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے کتاب المحبین مع المحبوبین رکھا ہے۔ (فتح الباری: ۳/۲۳۰)

### اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ذریعہ نجات ہے

۳۶۹. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَعَدَدْتُ لَهَا؟" قَالَ: حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ: "أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لُهُمَا: مَا أَعَدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَوْمٍ وَلَا صَلَوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ: وَلَكِنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

(۳۶۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے، اس نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث مسلم کے روایت کردہ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے بکثرت روزوں، نماز اور صدقہ سے تیاری تو نہیں کی ہے لیکن مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔

**تخریج حدیث (۳۶۹):** صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ،

باب المرء مع من احب۔

**کلمات حدیث:** أَعَدَدْتُ: تو نے تیاری کی۔ أَعَدَهُ لِلْأَمْرِ: کسی معاملے کے لئے تیار کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک بڑی روح پرور اور ایمان افروز ہے، کسی اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟

آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ استفسار فرمایا کہ تو نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیوں کہ قیامت تو یقیناً آئے گی اور حساب کتاب بھی یقیناً ہوگا لیکن قیامت کا وقت معلوم ہو جانا انسان کے لئے کوئی بھی فائدہ اپنے اندر نہیں رکھتا، بلکہ ایک موقع پر فرمایا کہ من مات قسامت قیامته، (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی) تو قیامت کے واقعات و حوادث کا سلسلہ تو آدمی کی اپنی موت سے شروع ہو جاتا ہے، اس لئے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہوئی ہے، اعرابی بھی سچا عاشق تھا، اس نے کہا کہ میں نے کوئی بڑی تیاری نہیں کی ہے نہ روزوں اور نمازوں کی کثرت ہے اور نہ صدقات کی بہتات، بس اتنا ہے کہ اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا کہ تم انہی

کے ساتھ ہو گے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔

محبت ہو تو اطاعت ساتھ آتی ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کا فرمان بردار نہ ہو، کوئی رسول ﷺ کا عاشق ہو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ کرے، اسی لئے فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ ”اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔“

محبت اور اتباع باہم گرازم ہیں کبھی بات اتباع سے شروع ہوتی ہے اور پھر محبت بھی آ جاتی ہے اور کبھی آغاز محبت سے ہوتا ہے جو کشاں کشاں در محبوب کی در یوزہ گری کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباری: ۲۳۰/۳، صحیح مسلم بشرح النووي: ۱۵۴/۱۶، روضة المتقین: ۴۰۲/۱، ذیل الفائحین: ۱۹۰/۲)

## نیک لوگوں سے محبت کی وجہ سے جنت میں ان کی معیت نصیب ہوگی

۳۷۰. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۷۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا اور عمل میں ان تک نہیں پہنچتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی انہی کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۷۰):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللہ، صحیح مسلم، کتاب البر

والتعلق باب المرأة مع من احب.

**کلمات حدیث:** لَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ: عمل صالح میں ان کے برابر نہیں ہے۔ لِحَقَّ، لَحَقًا (باب سمع) ملجنا، آملنا۔

**شرح حدیث:** ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ساتھ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ جنت کے اعلیٰ حصوں میں مقامات بلند پر فائز ہوں گے، وہ جنت کے نچلے درجوں میں آکر ان لوگوں سے ملاقات کریں گے، اور کبھی یہ ہوگا کہ جنت کے باغات میں کہیں ملاقات ہو جائے، یعنی محبت اور محبوب جنت ہی میں ہوں گے اور باہم ملاقات بھی ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ مرتبہ اور درجہ بھی یکساں ہوگا بلکہ درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔ (روضۃ المتقین: ۴۰۲/۱، فتح الباری: ۲۳۰/۳)

## لوگ معادن کی طرح ہیں

۳۷۱. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”النَّاسُ مَعَادِنٌ

كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقَّهُوا، وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَاتَنَا كَرِمْنَهَا اُخْتَلَفَ. ”رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ.  
قَوْلُهُ: ”الْأَرْوَاحُ“ الْخ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

(۳۷۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ کانیں ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں، جو ان میں زمانہ جاہلیت میں اچھے ہیں وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ دین کا فہم رکھتے ہوں، ارواح مختلف لشکر ہیں جن کی عالم ارواح میں ملاقات ہوگئی وہ دنیا میں بھی باہم مانوس ہوں گے اور جو وہاں انجان رہے ان میں یہاں بھی بعد ہوگا۔  
(مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے الارواح کے لفظ سے آخرت تک یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۷۱):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب الارواح جنود مجندہ۔ صحیح مسلم، کتاب

فضائل الصحابة، باب خیار الناس۔

**کلمات حدیث:** فَقَّهُوا: انہوں نے بات سمجھ لی۔ فِقَّةَ فَقَّهَ (باب سمع) سمجھنا۔ فَقَّهَ فَقَّهَ (باب کرم) علم غالب ہونا۔ فقیہ: فقہ کا جاننے والا جامع فقہاء۔ اِئْتَلَفَ: مل گیا۔ اِئْتَلَفَ (باب افتعال) ملنا، باہم دگر ایک ہونا۔ الف و ألفة: دوستی کرنا۔

**شرح حدیث:** لوگ کانوں کی طرح ہیں، جس طرح کانوں میں اعلیٰ اور قیمتی اشیاء بھی ہوتی ہیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ اسی طرح ان میں بعض خسیس اور نکمی اشیاء بھی ہوتی ہے، انسانوں میں بھی بعض بڑے اچھے اور اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے حامل ہوتے ہیں اور بعض کے اخلاق و اوصاف ردی اور خسیس ہوتے ہیں اس بناء پر جب اسلام قبول کرنے اور دین کا فہم حاصل کرنے کے بعد سونا نکھر کر کندن بن گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ثابت ہوئے، یعنی طبعی خوبیاں اور فطری اوصاف موجود تھے اسلام سے ان میں نکھار آ گیا اور جودت پیدا ہوگئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمام انسانوں سے عہد لیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور سب پکار اٹھے ہاں اے اللہ آپ ہمارے رب ہیں، اس وقت سارے انسان چیونٹیوں کی طرح ایک جگہ اکٹھے تھے جن ارواح کا وہاں تعارف ہو گیا دنیا میں بھی وہ ایک دوسرے سے مانوس ہیں اور جن میں وہاں اجنبیت تھی تو یہاں بھی اجنبیت برقرار ہے، یعنی دنیا میں جن انسانوں کے درمیان الفت و محبت کا تعلق ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی دوحوں کا عالم ارواح میں تعلق ہوا تھا، اور جن کے درمیان یہاں منافرت اور لاتعلقی ہے تو اسی طرح عالم ارواح میں ان کی روئیں لاتعلقی تھیں۔

غرض مقصود حدیث یہ ہے کہ انسان کا اصل شرف و فضل اس کے اخلاق و اعمال اور دین کا فہم ہے، دنیا کے مناصب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسلام میں شرف و فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۲۰۴، دلیل الفالحین: ۱۹۱/۲)



## حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کا تذکرہ

۳۷۲. وَعَنْ أُسَيْرِ بْنِ عُمَرَ وَيُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَهُوَ "بِضْمِ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّينِ الْمُهِمْلَةِ" قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ اِمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ : أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتَّى أَتَى عَلَى أُوَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ؟ قَالَ : نَعَمْ. قَالَ فَكَانَ بِكَ؟ بَرَضٌ فَبَرَأَتْ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ : نَعَمْ. قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ كَانَ بِهِ بَرَضٌ فَبَرَأَتْ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فافْعَلْ : فَاسْتَغْفِرْ لِي فَاسْتَغْفِرْ لَهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ : الْكُوفَةَ قَالَ. أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا؟ قَالَ أَكُونُ فِي غُبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ فَوَافَى عُمَرَ فَسَأَلَ لَهُ عَنْ أُوَيْسٍ فَقَالَ : تَرَكَتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيلَ الْمَتَاعِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ كَانَ بِهِ بَرَضٌ فَبَرَأَتْ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فافْعَلْ" فَأَتَى أُوَيْسًا فَقَالَ : اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ : أَنْتَ أَخَذْتَ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِي قَالَ : لَقِيتُ عُمَرَ قَالَ : نَعَمْ، فَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَقَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَاَنْطَلَقَ عَلَى وَجْهِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ أَيْضًا عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَقَدُوا عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ : هَلْ هُنَا أَحَدٌ مِنَ الْبَقَرِيِّينَ؟ فَجَاءَ ذَلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ : "إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ لَا يَدْعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمِّ لَهُ" قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللَّهُ تَعَالَى فَأَذْهَبَهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوْ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ" وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمَرُوءُهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.

قَوْلُهُ، "غُبْرَاءُ النَّاسِ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَإِسْكَانِ الْبَاءِ وَبِالْمَدِّ وَهُمْ فَقَرَاءَهُمْ وَصَعَالِيكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرِفُ عَيْنُهُ مِنْ أَخْلَاطِهِمْ "وَالْاِمْدَادُ" جَمْعُ مَدَدٍ وَهُمْ الْأَعْوَانُ وَالنَّاصِرُونَ الَّذِينَ كَانُوا يُمَدُّونَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجِهَادِ.

(۳۷۲) اسیر بن عمرو سے روایت ہے انہیں ابن جابر بھی کہا جاتا ہے، اسیر کا لفظ الف کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ

ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی اہل یمن کا شکر آتا تو آپ دریافت فرماتے کہ کیا تم میں اویس بن عامر ہیں، یہاں تک



کہ اولیس بن عامر آگئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم اولیس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے پوچھا تمہارا تعلق مراد کے قرن قبیلے سے ہے؟ انہوں نے کہاں کہ ہاں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے وہ صحیح ہو گئے سوائے ایک درہم کے برابر حصے کے، جواب دیا ہاں پوچھا کیا تمہاری والدہ ہیں؟ کہا جی ہاں! اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد کے قرن قبیلے کا اولیس بن عامر اہل یمن کے غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں ان کے جسم پر برص کے نشان ہوں گے جو درہم کے حصے کے برابر کے علاوہ صحیح ہو گئے ہوں گے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرمادیں گے، اے عمر اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرو اسکو تو ضرور کروانا، اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بخشش کی دعا کی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ کوفہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کوفہ کے گورنر کے پاس تمہارے لئے خط لکھ دوں۔ فرمایا کہ مجھے عام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے، اگلے سال یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص جج کو آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو آپ نے اس سے اولیس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی بہت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد قبیلے کی شاخ قرن کا اولیس بن عامر یمن کے رہنے والے امدادی گروہ کے ساتھ آئے گا، اس کو برص کی تکلیف ہوگی جو دور ہو چکی ہوگی سوائے ایک درہم کی مقدار کے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پوری فرمادیں گے، اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرو اسکو تو ضرور کروانا۔

یہ شخص جج سے فراغت کے بعد حضرت اولیس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ میری بخشش کی دعا فرمائیں، انہوں نے فرمایا تم خود ابھی ابھی ایک نیک سفر سے آئے ہو تو تم میرے لئے طلب مغفرت کرو، پھر انہوں نے پوچھا کیا تم عمر سے ملے، اس نے کہا ہاں، اس پر اولیس نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، اس طرح لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہو گیا، اور وہ اپنے راستہ پر چل پڑے۔

(مسلم)

مسلم کی دوسری روایت میں اسیر بن جابر سے مروی ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص حضرت اولیس کا مذاق اڑاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں قبیلہ قرن والوں میں سے کوئی ہے، یہ شخص آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اولیس کہا جاتا ہوگا وہ یمن میں اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی بیماری دور کر دی، اب برص کا داغ ایک درہم یا دینار کے برابر رہ گیا ہے تم میں سے جو ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ ہے جسے اولیس کہا جاتا ہے، ان کی والدہ ہیں ان کے جسم میں برص کے داغ تھے، تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

غبراء الناس : غریب و مفلس، غیر معروف لوگ۔ الامداد : جہاد میں مدد دینے والے۔

**تخریج حدیث (۳۷۲):**

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اویس القرنی .

**راوی حدیث:** اُسیر بن عمرو یا ابن جابر رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی رحلت کے وقت دس سال کے تھے، ان سے دو احادیث

مروی ہیں، حجاج بن یوسف کے زمانے میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین : ۱۹۲/۲)

**کلمات حدیث:** غبراء : عام لوگ۔ بنو الغبراء : فقراء اور مساکین۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک حضرت اویس رضی اللہ عنہ جو سید التابعین تھے ان کے فضل و کمال کے بیان پر مشتمل ہے، رسول کریم

ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی جو پوری ہوئی، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ ان سے اپنے حق میں دعا کرانا، حضرت اویس اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہے اور ان کی خدمت میں مصروف رہنے کی بناء پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔

غرض حضرت اویس رضی اللہ عنہ ولی تھے اور مستجاب الدعوات تھے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے دعا کرانے کے لئے ارشاد فرمایا، حضرت اویس اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عام لوگوں کے درمیان رہتے تھے، اور یہی طریقہ ان اولیاء عارفین کا ہے جن کو اگر کوئی روحانی کمال حاصل ہو تو وہ اس کا اظہار کرنے کے بجائے اسے چھپاتے ہیں۔ واللہ اعلم

(صحیح مسلم، بشرح النووی : ۷۸/۱۶، روضة المتقین : ۴۰۴/۱، دلیل الفالحین : ۱۹۲/۲)

## رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاؤں کی درخواست

۳۷۳. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لِي وَقَالَ : " لَا تَسْأَلُنَا يَا أَخِي مِنْ دُعَائِكَ " فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنْ لِي بِهَا الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ : " أَشْرِكُنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ " حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۳۷۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرے کی

اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس جملے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا، (صحیح حدیث ہے جسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۳۷۳):** سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء، الجامع الترمذی، ابو اب الدعوات، باب

احادیث شتی

**کلمات حدیث:** مایسرنی : مجھے خوشی نہیں ہوگی۔ سر۔ سروراً (باب نصر) خوش ہونا۔

**شرح حدیث:** سفر پر جانے والے مسافر سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے، خاص طور پر اگر مسافر حج اور عمرے کے سفر پر جا رہا ہو تو اس سے دعا کی درخواست کی جائے کہ وہ وہاں قبولیت کے مقامات پر دعا کرے۔

خود دعا کرنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ دعا کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنی دعوات صالحات میں اپنے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، نفلی اعمال میں خیر کے لئے بزرگوں، اساتذہ اور مشائخ سے سفر کی اجازت لینا مستحب ہے۔

(روضۃ المتقین: ۱/۴۰۵)

### مسجد قبا کی فضیلت

۳۷۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَ مَاشِيًا فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَ مَاشِيًا وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

(۳۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبا تشریف لے جاتے تھے، کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل، اور وہاں دو رکعت پڑھتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر یوم السبت کو قبا تشریف لے جاتے سوار ہو کر یا پیدل اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے۔

**تخریج حدیث (۳۷۴):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فضل الصلاة فی مسجد قباء، صحیح مسلم،

کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء.

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قباء کے مقام پر قیام فرمایا اور یہیں اسلام کی اولین مسجد تعمیر فرمائی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

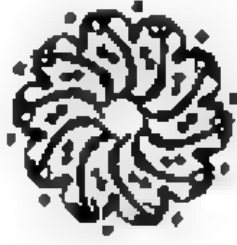
﴿لَمَسْجِدُ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾

”جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر یا پیدل مسجد قبا جاتے اور وہاں دو رکعت پڑھتے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہفتہ کے روز جاتے اور مسجد قبا میں دو رکعت پڑھتے، مسجد قبا میں نماز کے بارے میں ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قبا آیا اور اس نے یہاں آ کر نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دیگر صحابہ مسجد قبا آ کر دو گناہ ادا کیا کرتے تھے۔

(فتح الباری : ۱/۷۳۷، روضة المتقین : ۱/۴۰۶)





المَبَاقِ (۴۶)

فَضْلُ الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْحَقِّ عَلَيْهِ وَأَعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّهُ، أَنَّهُ يُحِبُّهُ،  
وَمَاذَا يَقُولُ لَهُ إِذَا أَعْلَمَهُ،

اللہ کے لئے محبت اور اس کی فضیلت جس شخص سے محبت ہو اسے بتادینا اور اس کا جواب

۱۳۷۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔“ (الفتح: ۲۹)

**تفسیری نکات:** قرآن کریم میں جناب نبی کریم ﷺ کا ذکر آپ کے اوصاف و خصائص کے ساتھ ہوا۔ یعنی یا ایہا الرسول،

یا ایہا المزمل، البتہ چار مقامات پر آپ کا اہم گرامی محمد بھی آیا ہے جن میں سے ایک مقام یہ ہے۔

اس مقام پر مصلحت یہ تھی کہ صلح حدیبیہ کے صلح نامہ میں جب آپ ﷺ کے نام کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھنے پر اصرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ حکم ربانی محمد بن عبد اللہ لکھا جانا قبول فرمایا یہاں خصوصیت کے ساتھ محمد رسول اللہ لا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے آپ کا نام قرآن کریم میں ثبت فرمادیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام کے فضائل کا بیان ہوا، اور خصوصیت کے ساتھ دو اوصاف بیان کئے گئے۔

پہلا وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور ایثار کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں وہ اپنے ان بھائیوں سے محبت کرتے ہیں جو وطن چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں، یعنی ان کی دوستی اور دشمنی، محبت و عداوت کوئی چیز اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور یہی کمال ایمان ہے۔

دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ رکوع و سجود اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی اور دوسرا وصف کمال عبادیت کی مثال ہے، نماز ان کا ایسا وظیفہ حیات ہے کہ اس کے مخصوص آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں، بالخصوص نماز تہجد کا یہ اثر بہت زیادہ واضح ہوتا ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی رات کی نماز بکثرت ہودن میں اس کا چہرہ منور نظر آتا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۱۳۸۔ وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے، وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان

کے پاس۔“ (الحشر: ۹)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں انصار صحابہ کی فضیلت بیان کی گئی کہ وہ ان مہاجر صحابہ سے محبت کرتے ہیں جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے، ان انصار صحابہ نے مہاجرین کا ایسا اکرام اور استقبال کیا کہ ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لئے کئی کئی انصاری صحابہ نے درخواست کی اور نوبت یہاں تک آئی کہ بعض اوقات قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا گیا۔

### تین خصلتوں سے حلاوتِ ایمان نصیب ہوتی ہے

۳۷۵. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدْنَهَا حَلَاوَةً الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يُعْذَرَفِي الْكُفْرَ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَفَ فِي النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۷۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جو اگر کسی میں پائی جائیں تو اس نے ایمان کی حلاوت پائی، اسے اللہ اور رسول سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں، اس کی کسی سے محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور کفر جس سے اللہ نے اسے نجات دی اس کی طرف پلٹنا اس کو آگ میں پھینکے جانے سے بھی ناگوار ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۷۵):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان، صحیح مسلم، کتاب الادب،

باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الایمان.

**کلمات حدیث:** أَنْقَذَهُ: اس کو نجات دلا دی، اس کو بچالیا۔ انقذاً (باب افعال) نجات دلانا، خلاصی کرانا۔ أَنْ يُقَذَفَ: یہ کہ پھینک دیا جائے، ڈال دیا جائے۔ قَذَفَ، قَذَفَاً (باب ضرب) پھینکنا۔

**شرح حدیث:** تین باتیں ہیں وہ اگر کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ حلاوتِ ایمان کو پالے گا، اس کی محبت کا مرکز اور منہج اللہ اور اس کے رسول ہوں۔ کسی اور شے کی محبت ان پر غالب نہ آئے، بلکہ ہر مقام پر غلبہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا ہو، یعنی اگر ایک طرف آل واولاد کی محبت ہو اور دنیا کی محبت ہو اور دوسری طرف اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلے اور دنیا کو چھوڑ دے، اگر کسی سے محبت کرے تو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ اور دھکتی آگ میں پھینک دیا جانا قبول ہو مگر ایمان کا چھوڑنا منظور نہ ہو۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں محبت سے محبت عقلی مراد ہے کہ اس امر کو ہوائے نفس پر ترجیح دے جس کی عقل سلیم متقاضی ہو، جیسے مریض طبعا دواء کو ناپسند کرتا ہے مگر تقاضائے عقل یہ ہے کہ دوا پی کر حصول صحت کا اہتمام کرے، ہر انسان کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جملہ احکام شریعت انسان کی صلاح و فلاح پر مبنی ہیں اور ان امور کا اختیار کرنا جن میں انسان کی صلاح اور فلاح ہو عقل سلیم کا تقاضا ہے اور انسان اگر اپنے آپ کو احکام شریعت پر عمل کا پابند بنالے تو وہ ایک طرح کے اطمینان اور سکون کی کیفیت کو محسوس کرتا ہے اور قلب کا اطمینان اور روح کا سکون حلاوتِ ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ رب الالباب اور منعم حقیقی ہیں اور منعم سے محبت کرنا اور اس کا تابع فرمان رہنا عقل کا، روح کا اور طبیعت کا مقتضا ہے، اور رسول کریم ﷺ واسطہ ہیں تمام روحانی انعامات اور جملہ علوم الہیہ کا، اس لئے آپ ﷺ سے محبت ایک لازمی ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کا اصل اصول ہے اور حلاوت ایمان کا مفہوم درحقیقت یہ ہے کہ مسلمان کو طاعت میں لذت حاصل ہونے لگے اور نافرمانی اور عصیان سے اضطراب اور بے چینی محسوس ہونے لگے، اس مفہوم کی ایک اور حدیث ہے جس میں فرمایا ہے کہ اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ پر ایمان اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا، ایمان کی حلاوت چکھنے اور اس کا ذائقہ محسوس کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان و یقین میں ایسے درجہ کمال کو پہنچ جائیں کہ قلب مطمئن ہو جائے، شرح صدر ہو جائے اور ایمانی کیفیات خون میں جذب ہو جائیں، اور وجود میں سرایت کر جائیں، یہی حلاوت ایمان ہے اور یہی ایمان کا ذائقہ ہے۔

(فتح الباری: ۱/۲۴۴، شرح مسلم النووی: ۲/۱۲، روضة المتقین: ۱/۴۰۷، دلیل الفالحین: ۲/۲۰۱)

### عرش کے سایہ کی جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا تذکرہ

۳۷۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي يَوْمٍ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَجَمَالَ فَقَالَ إِنَّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جب اس کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، امام عادل، نوجوان جو اللہ کی محبت میں پلا بڑھا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو آدمی جن کی آپس میں محبت اللہ کے لئے ہو، جب ملتے ہوں تو اسی پر ملتے ہوں اور جب جدا ہوتے ہوں تو اسی پر جدا ہوتے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی حسین و جمیل عورت بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے اور اس کو چھپائے یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے اور وہ آدمی جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۷۶):** صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ۔ صحیح

مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ۔

**کلمات حدیث:** نشأ: پلا بڑھا، پرورش پائی۔ نشأ، نشوؤا (باب فتح) پیدا ہونا، پھوٹنا۔ فاضت: بہ گئی۔ فاض فیضاً: (باب ضرب) بہہ نکل جانا۔ فاضت عینہ: آنسو بہ نکلے۔

**شرح حدیث:** سات اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو اس روز اللہ کے سائے میں ہوں گے جب اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اللہ کے سایہ سے مراد اللہ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کا سایہ ہے یا عرش کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ایک روایت میں ظل عرش کے الفاظ آئے ہیں، یا پھر جنت اور اس کی نعمتوں کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ارشاد ہے، وَنُدَّخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (اور ہم انہیں گہرے سائے میں داخل کریں گے)۔

یہ سات اللہ کے بندے یہ ہیں:

- (۱) امام عادل، جو عدل و انصاف کے ساتھ مسلمانوں کے مصالح بروئے کار لائے۔
- (۲) نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، یعنی جس نے جوانی میں بھی ہوائے نفس سے کنارہ کر کے اللہ کی بندگی کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہو۔
- (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں انکار ہے، یعنی ہر وقت منتظر رہے کہ نماز کا یا کسی عبادت کا وقت ہو اور مسجد میں جاؤں۔
- (۴) ایسے دو آدمی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہوں جب باہم ملیں تو اللہ کے لئے ملیں جب جدا ہوں تو اسی تعلق پر جدا ہوں، یعنی ان کی باہمی محبت کا کوئی دنیاوی سبب نہیں تھا، صرف اللہ کی محبت میں دونوں جمع ہوئے تھے اور موت نے ان کو جب جدا کیا تو وہ اسی تعلق پر قائم تھے۔
- (۵) وہ شخص جسے کوئی حسین و جمیل اور باحیثیت عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔
- (۶) وہ شخص جس نے اللہ کے راستہ میں اس قدر چھپا کر صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے، یہ بات نفلی صدقہ کے بارے میں ہے اور اس میں اخفاء اور سر کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس صورت میں ریاکاری کا امکان نہیں ہے لیکن فرض زکوٰۃ میں علی الاعلان زکوٰۃ دینا بہتر ہے جیسا کہ فرض نماز مسجد میں سب کے سامنے افضل ہے اور نفلی نماز کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ افضل نماز آدمی کی اپنے گھر میں نماز ہے سوائے فرض کے۔
- (۷) اور وہ شخص جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔

(فتح الباری: ۵۲۷/۱، شرح مسلم، النووی: ۱۰۷/۷، روضة المتقین: ۴۰۸/۱، دلیل الفالحین: ۲۰۲/۱)

### اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا اجر

۳۷۷. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أَظْلَهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہاں

ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ عطا کروں گا جبکہ میرے سائے کے



علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۷۷):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الحب فی اللہ .

**کلمات حدیث:** بِخَالٍ لِي: میرے جلال کے ساتھ، میرے جلال کی وجہ سے۔ جَلَّ، جَلالاً (باب ضرب) بڑی شان والا ہونا۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث حدیث قدسی ہے، اور حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا باہمی تعلق میری وجہ سے تھا، میری اطاعت کے لئے تھا اور میری عظمت و جلال کے باعث تھا، آج میں ان کو اپنے سائے میں لیتا ہوں یعنی میں نے انہیں اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔

(روضة المتقين: ۱/۴۱۰، دليل الفالحين: ۲/۲۰۶)

## سلام کی اشاعت و دخول جنت کا سبب ہے

۳۷۸. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا. أَوْ لَا أَدْلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک تم مؤمن نہ ہو اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلا دوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو باہمی محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۷۸):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة الا المؤمنون .

**کلمات حدیث:** أَفْشُوا: پھیلاؤ۔ أَفْشَى، أَفْشَاءُ (باب افعال) پھیلانا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بغیر ایمان جنت میں نہیں جائیگا اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک اہل ایمان کے درمیان باہم محبت نہ ہو، اور فرمایا کہ محبت کے نشوونما کا طریقہ سلام کی کثرت ہے۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے، ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان باہم مودت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے، اور اس کی نشوونما کے لئے اور اس کو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کرنا۔ ہر شخص کو سلام کرو۔ غَرَفْتُ ام

لَمْ تَعْرِفَ: ”پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔“ (روضة المتقين: ۱/۴۱۰)

## اللہ تعالیٰ کی خاطر مسلمان بھائی کی زیارت کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعا

۳۷۹. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخَاهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللَّهُ لَهُ عَلَى

مَذْرَجَتِهِ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيثُ إِلَى قَوْلِهِ: "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحَبَّتْهُ فِيهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهُ.

(۳۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی سے ملاقات

کے لئے دوسری بستی میں پہنچا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ مقرر فرمادیا، اس کے بعد اس قول تک حدیث بیان کی، کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس سے اللہ کی خاطر محبت کی۔ (مسلم) یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۷۹):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب فی اللہ.

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے رشتہ محبت استوار رکھنا بہت عظیم عمل خیر ہے اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے ملنے

کے لئے سفر کرنا دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں باعث خیر اور اجر و برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۰۷)

## انصار صحابہ سے محبت ایمان کی علامت

۳۸۰. وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ:

"لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۸۰) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے

مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا جو ان سے محبت کرے گا اللہ اسے محبوب رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۸۰):** صحیح البخاری، کتاب فضائل الصدقة، باب مناقب الانصار، صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار رضی اللہ عنہم من الایمان.

**شرح حدیث:** انصار سے مراد وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں جن کا تعلق قبیلہ اوس و خزرج سے ہے، انہوں نے رسول کریم ﷺ

کی نصرت و مدد فرمائی، اس لئے انصار کہلائے، یعنی رسول کریم ﷺ اور اسلام کے اعوان و مددگار اور اسلام کی نصرت کے لئے کھڑا ہونے

والا گروہ جنہوں نے مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور مدافعت اسلام میں بڑی ہمت اور جرأت اور شجاعت کے ساتھ

حصہ لیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بہت محبت کی اور اپنے جان و مال کی قربانی دی اور اسلام کی خاطر

سارے جہاں کی دشمنی مول لی، اس لئے ان سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بے رخی اور بے اعتنائی نفاق کی علامت ہے۔

(فتح الباری: ۴۷۷/۲، دلیل الفالحین: ۲/۲۰۷)

## اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبر پر ہوں گے

۳۸۱. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۳۸۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جلال و عظمت کی خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں، ان کے لئے نور کے منبر ہیں اور انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۳۸۱):** الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء في الحب في الله.

**کلمات حدیث:** یغبطہم: ان سے رشک کریں گے۔ غبط، غبطا (باب ضرب و صبح) دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میرے پاس بھی ہو۔

**شرح حدیث:** اللہ کے تعلق سے باہم محبت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے رفع درجات کا بیان ہے کہ ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی خاطر باہم محبت کرنے والے عرش کے پاس یا قوت کی کرسیوں پر فروس ہوں گے، مگر شرط یہی ہے کہ یہ محبت خالصاً للوجہ اللہ ہو اور اس میں دنیا کی آلائش نہ ہو۔

روز قیامت اللہ کے یہاں ہر مومن کا اس کے اخلاق و اعمال کے اعتبار سے ایک مرتبہ و مقام ہوگا۔ بلاشبہ شہداء اور انبیاء ان مومنین سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے اور انہیں بہت بلند درجات حاصل ہوں گے لیکن اس کے باوجود یہ خیال کریں گے کہ یہ خوبی بھی انہیں حاصل ہوتی اور وہ اپنے جملہ مراتب کے ساتھ خاص اس مرتبہ کے بھی حامل ہوتے۔ (تحفة الأحمودی: ۷/۱۱۰)

## اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوگئی

۳۸۲. وَعَنْ أَبِي إِدْرِيسٍ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الشَّيَا إِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَسْنَدُوهُ إِلَيْهِ وَصَدَرُوا عَنْ رَأْيِهِ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِيلَ: هَذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَرْتُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهَجِيرِ وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي فَاَنْتَظَرْتُهُ حَتَّى قَضَى صَلَوَتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلٍ وَجْهَهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ: وَاللَّهِ إِنِّي لَا حُبَّكَ لِلَّهِ فَقَالَ: أَلَيْهِ؟ فَقُلْتُ: أَلَيْهِ فَقَالَ: أَلَيْهِ؟ فَقُلْتُ: أَلَيْهِ فَأَخَذَنِي بِحَبْوَةٍ رَدَّأَنِي فَجَبَدَنِي إِلَيْهِ فَقَالَ: أَبْشِرْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَبَتْ مُحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِي"

وَالْمُتَجَالِسِينَ فِي الْمُنَازِلَاتِ فِي الْحَدِيثِ صَحِيحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيحِ .

قَوْلُهُ "هَجَرْتُ" أَيْ بَكَرْتُ، وَهُوَ بِتَشْدِيدِ الْجِيمِ قَوْلُهُ: "اللَّهُ" فَقُلْتُ: اللَّهُ الْأَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَمْدُودَةٍ لِلِاسْتِفْهَامِ وَالثَّانِي بِلَا مَدٍّ .

(۳۸۲) حضرت ابو اور لیس خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کے دانت چمکدار ہیں اور لوگ اس کے ساتھ ہیں جب کسی معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اس کی رائے پر سب متفق ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اگلے دن میں صبح سویرے ہی مسجد پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی آچکے ہیں، میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا میں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ ان کی نماز پوری ہو گئی۔ میں سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا۔ انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم، انہوں نے مجھے میری چادر کے کنارے سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا خوش ہو جاؤ، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہو گئی ان کے لئے جو میرے واسطے سے آپس میں محبت کرتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اپنی الموطا میں روایت کیا ہے)

ہجرت کے معنی ہیں کہ میں صبح سویرے پہنچ گیا، اللہ فقلت اللہ، پہلا مد کے ساتھ ہے یعنی بطور استفہام اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

**تخریج حدیث (۳۸۲):** موطا الامام مالک، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ .

**کلمات حدیث:** ہجرت: میں صبح سویرے پہنچ گیا۔ حبوة: چادر کا کونہ۔ جبذنی: مجھے کھینچنا۔ حبذا حبذا (باب ضرب) کھینچنا۔

**شرح حدیث:** اللہ کے نیک بندے جو اللہ کے دین پر عمل کرتے ہیں اور شب و روز دین کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ ایک ایسے عالم میں ہوتے ہیں کہ دنیا اور اہل دنیا سے ان کا قلبی تعلق ختم ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے وہی آدمی محبوب ہوتا ہے جو اس حب دین میں اس کا شریک ہو، اسے وہی اچھا لگتا ہے جو اس دین کی بات کرے۔ اسی کے لئے اپنی جان اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کرے۔

اللہ کے دین سے محبت اور تعلق کی یہ کیفیت اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال و احوال پر عمل کی یہ شیفقتگی جس کی خاطر ہے وہ کیوں کر اس سے غافل ہو سکتا ہے، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ ان لوگوں کو بشارت دید و میری محبت بھی ان کے لئے ہے اور میرا تعلق بھی ان کے ساتھ ہے۔ (شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک: ۴/۴۴۵)



## جس مؤمن سے محبت ہو اسے خبر کر دو

۳۸۳. وَعَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمُقَدَّادِ بْنِ مَعْدِيكَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ." رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۳۸۳) ابو کریم مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (اس روایت کو ابو داؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۳۸۳): الجامع الترمذی، ابو اب الزہد، باب ما جاء فی اعلام الحب . سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه .

راوی حدیث: حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، شام سے ایک وفد میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، باقی زندگی شام میں گزاری، آپ سے ۴۷ احادیث منقول ہیں ۸۷ھ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۱۰)

کلمات حدیث: فلیخبرہ: اسے چاہیے کہ وہ اسے بتادے۔ أخبر إخباراً (باب افعال) خبر دینا، مطلع کرنا۔

شرح حدیث: کسی کے ساتھ دینی تعلق اور محبت ہو تو اس کو بتلا دینا چاہئے تاکہ وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اس کا قلب اس کی طرف متوجہ ہو اور اس طرح دونوں کے درمیان مناسبت پیدا ہو کر ایک روحانی رشتہ استوار ہو، نیز اس کو اطلاع دینے سے اس کے قلب کو سرور حاصل ہوگا، اور مسلمان کے دل میں خوشی اور مسرت داخل کرنا بجائے خود ثواب ہے۔

(دلیل الفالحین: ۲/۱۱۲، روضة المتقين: ۱/۴۱۴)

## رسول اللہ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت کی اطلاع دینا

۳۸۴. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهِ وَقَالَ: "يَا مُعَاذُ وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَحِبُّكَ ثُمَّ أَوْصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدْعُنِي فِي فُجْرٍ كُلِّ صَلَوةٍ تَقُولُ: "اللَّهُمَّ اغْنِنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

(۳۸۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا کہ اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، پھر اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ضروریہ کہنا کہ اللہم

اغْنِنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ .

## تخریج حدیث (۳۸۴):

سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، سنن النسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب

الذکر بعد الدعاء.

کلمات حدیث: لاتدعن: تم کبھی نہ چھوڑنا۔ ودع، ودعاً (باب فتح) چھوڑنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے نام سے پکارا اور فرمایا کہ معاذ مجھے تم سے محبت ہے، تم ضرور ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو۔

”اللہم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔“

حدیث مبارک سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل اور ان کے مقام کی وضاحت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ان سے محبت رکھتے تھے اور محبت کا صلہ اور انعام رسول کریم ﷺ نے اس دعا کی صورت میں عطا فرمایا، ظاہر ہے کہ شاہ کونین ﷺ کا انعام اتنا ہی عظیم الشان ہونا چاہئے تھا جس قدر کہ یہ دعا عظیم الشان ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۱۱)

## محبت کی اطلاع دینے والے کے حق میں دعا

۳۸۵. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَحِبُّ هَذَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَعْلَمْتَهُ؟“ قَالَ: لَا. قَالَ: ”أَعْلِمُهُ“ فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أَحْبُّكَ فِي اللَّهِ. فَقَالَ اللَّهُ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ: رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

(۳۸۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص گزرا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ تو نے اسے بتلا دیا۔ اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بتادو۔ اس پر وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا کہ میں اللہ کیلئے تجھے محبوب رکھتا ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تجھے محبوب رکھے جس کی رضا کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ (ابوداؤد نے سند صحیح روایت کیا)

## تخریج حدیث (۳۸۵):

سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه.

کلمات حدیث: ”أَعْلَمْتَهُ؟“ کیا تو نے اسے بتا دیا ہے؟ ”أَعْلِمُهُ“ (باب افعال) بتلانا، باخبر کرنا، مطلع کرنا۔

شرح حدیث: حدیث سابق میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ جب کسی سے دین کے حوالے سے محبت ہو تو اسے بتا دینا چاہئے تاکہ وہ اپنی دعوات صالحات میں یاد رکھے اور محبت و تعلق میں اضافہ ہو اور اس اضافہ سے دونوں کو دینی اور روحانی فائدہ ہو، اس حدیث مبارک میں وہ جواب دیا گیا جو اس شخص کو دینا چاہئے جس سے کہا جائے کہ میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں تو وہ جواب میں کہے کہ جس اللہ کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے میری دعا ہے کہ وہ تجھے اپنا محبوب بنالے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۱۲)

الباب (۴۷)

علامات حب اللہ تعالیٰ العبد و الحث علی التخلق بها والسعی فی تحصیلها  
اللہ سبحانہ کی اپنے بندے سے محبت کی علامات محبت والے اعمال کو اختیار کرنا اور انکے حصول کی سعی کرنا

۱۳۹۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

”آپ کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور

اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“ (آل عمران: ۳۱)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ حب الہی کا پیمانہ اتباع رسول ﷺ ہے یعنی جو شخص جس قدر رسول کریم ﷺ کے بتائے

ہوئے راستہ پر چلے گا اور جس قدر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے گا اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرے

گا، اسی قدر اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوگی اور وہ اس کے فضل و انعام کا مستحق ہوگا، جو علامت ہے کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور

اس پر مہربانی اور شفقت فرماتا ہے، یہی نہیں بلکہ اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی اتباع کے نتیجے میں پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ

کے لئے مزید انعامات کا دروازہ کھل جائے گا اور طرح طرح کی ظاہری اور باطنی مہربانیاں مبذول ہو جائیں گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۴۰۔ وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

أَعَزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور

وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے، وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت

کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ وسعت والے اور جاننے

والے ہیں۔“ (المائدہ: ۵۴)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت کے مخاطب اہل ایمان ہیں، ان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ سب مرتد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایک

جماعت اٹھائیں گے جو دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دے گی اور ان کے حسب ذیل اوصاف ہوں گے۔

ان کی ایک عظیم صفت یہ ہوگی کہ اللہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے، دوسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ

مسلمانوں کے سامنے نرم دل اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے، یعنی ان کی محبت و عداوت اور دوستی اور دشمنی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ کے دین کی خاطر ہوگی، ان کی لڑائی کا رخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرماں برداروں کی طرف نہیں بلکہ اس کے دشمنوں اور منافرانوں کی طرف ہوگا، تیسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ لوگ دین حق کی برتری اور غلبہ اور اشاعت کے لئے جہاد کرتے رہیں گے بطور چوتھی صفت ان میں یہ ہوگی کہ وہ اقامت دین کلمہ حق کی سر بلندی کی کوشش میں کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ (معارف القرآن)

### اللہ تعالیٰ اپنے والی کی مدد فرماتے ہیں

۳۸۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنْ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا اقْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَا عِذْنَهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ :

معنی " اذنتہ " : " اَعْلَمْتُهُ " بِأَنِّي مُحَارِبٌ لَهُ. وَقَوْلُهُ " اسْتَعَاذَنِي " رُوِيَ بِالْبَاءِ وَرُوِيَ بِالنُّونِ .  
(۳۸۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرے یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بند بے کافرائض کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا مجھے باقی تمام امور سے زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں دیدیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

اذنتہ : میں اسے بتا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ استعاذنی : نون کے ساتھ اور باء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۸۶):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع .

**شرح حدیث:** اللہ کے ولی کی فضیلت اور اس کا اللہ کے یہاں مقام بیان ہوا ہے کیوں کہ جس سے اللہ محبت رکھے اور جو اللہ سے محبت رکھے وہ اپنی تدبیر چھوڑ کر اللہ کی تدبیر پر راضی ہو جاتا ہے اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع بنا لیتا ہے، اور اس کا ہر قدم اسی کی جانب اٹھتا ہے اور اس کا ہر عمل اس کی رضا کے لئے ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ کی اطاعت سہل، آسان اور اس کے مزاج کے موافق ہو جاتی ہے اور اللہ کی نافرمانی دشوار، گراں، باعث زحمت اور مزاج پر گراں بن جاتی ہے (اس حدیث کی شرح اس سے پہلے حدیث ۹۷ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کی جائے۔) (روضۃ المتقین: ۱/۴۷۶)



## نیک آدمی کی قبولیت آسمان سے زمین پر اتار دی جاتی ہے

۳۸۷. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ تَعَالَى الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحْبَبَهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحْبَبُوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ : " إِنِّي أُحِبُّ فَلَانًا فَأَحْبَبَهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ : إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحْبَبُوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ . وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ : إِنِّي أَبْغُضُ فَلَانًا فَأَبْغِضُوهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ : إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ فَلَانًا فَأَبْغِضُوهُ فَيُبْغِضُوهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبُغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ " .

(۳۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تو بھی اس سے محبت کرو، اس پر جبریل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی محبت کرو، آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتے ہیں تو جبریل کو بلا تے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں سے نداء دیتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنا لیا ہے تو تم اس سے محبت کرو تو آسمان والے اسے محبوب بنا لیتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند فرماتے ہیں تو جبریل کو بلا تے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تم بھی اسے ناپسند کرو، جبریل اسے ناپسند کرتے ہیں، آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتے ہیں تم اسے ناپسند کرو، اس پر آسمان والے اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور پھر یہ ناپسندیدگی زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

**تخریج حدیث (۳۸۷):** صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ذکر الملائكة . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب اذا احب الله عبدا احبه لعباده .

**کلمات حدیث:** نادى : آواز دی، پکارا۔ نادى، نداء مناداة (باب مفاعله) پکارنا، آواز دینا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد اس کی رحمت کا فضل و کرم اور اس کا اپنے بندے پر انعام و احسان ہے، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ دیکھ میرا فلاں بندہ میری رضا کا متلاشی ہے دیکھو میں اس پر اپنی

رحمت بھیج رہا ہوں، اس پر جبرئیل کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر اللہ کی رحمت اور حملۃ العرش کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر رحمت، اور ہر طرف کے فرشتے یہی کہتے ہیں یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں میں یہی پکارا اور صدا ہوتی ہے اور پھر زمین پر اس بندے کیلئے رحمت نازل ہوتی ہے، محبت کی تین قسمیں ہیں، حب الہی، حب روحانی، اور حب طبعی، اللہ کی اپنے بندوں سے محبت حب الہی، فرشتوں کی بندوں سے محبت حب روحانی اور بندوں کی اللہ کے اس بندے سے محبت حب طبعی ہے، اور اس حدیث میں یہ تینوں موجود ہیں۔

زمین میں مقبولیت رکھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب اللہ کے اس بندے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲/۲۶۴، روضة المتقین: ۱/۴۱۶)

### سورۃ اخلاص سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوئی

۳۸۸. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيُخْتِمُ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "سَلُّوهُ لِي شَيْءٌ يَصْنَعُ ذَلِكَ؟" فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: لَا نَهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ فَإِنَّا أَحِبُّ أَنْ أَقْرَبُهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۸۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا، وہ جب نماز پڑھاتے تو اپنی نماز کو قل هو اللہ احد پر ختم کرتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ان سے دریافت کرو کہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ لوگوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس سورہ میں اللہ کی صفت بیان ہوئی ہے اس لئے مجھے یہ سورہ پڑھنا محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۸۸):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ الی توحید اللہ

تبارک وتعالیٰ، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾

**کلمات حدیث:** یختم: ختم کرنا۔ ختم ختاماً (باب ضرب) فارغ ہونا، ختم کر دینا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے ایک سریرہ روانہ فرمایا اور ایک صاحب کو اس کا امیر مقرر کیا، کہا گیا ہے کہ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا، مگر

اس روایت میں تامل ہے اور وہ یہ کہ یہ صاحب نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد جلد ہی انتقال کر گئے تھے۔ (واللہ اعلم)

یہ صاحب اپنی ہر نماز میں کسی دوسری سورت کے ساتھ قل هو اللہ احد بھی ملایا کرتے تھے، واپسی پر اہل لشکر نے رسول کریم ﷺ سے

بیان کیا، تحقیق سے معلوم ہوا کہ چوں کہ سورۃ احد اللہ تعالیٰ کی صفت توحید پر مشتمل ہے اس لئے ان کو یہ سورۃ محبوب ہے، اس پر رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں محبوب رکھتے ہیں۔ (فتح الباری: ۳/۸۲۶)

البَابُ (۴۸)

التَّحْذِيرُ مِنْ إِذَاءِ الصَّالِحِينَ وَالضَّعْفَةِ وَالْمَسَاكِينِ  
نیک لوگوں، کمزوروں اور مساکین کو ایذا پہنچانے پر تحذیر

۱۴۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا

مُبِينًا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”اور جو لوگ مؤمن مردوں مؤمن عورتوں کو ایسے کام کی نسبت سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح

گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھا۔“ (الاحزاب: ۵۸)

تفسیری نکات: اہل ایمان جو ہر تہمت سے بری ہوں اور انہوں نے کوئی برا کام نہ کیا ہو ان کی جانب کسی برائی کو منسوب کرنا بہتان

کبیر اور گناہ عظیم ہے۔ سلف صالح میں سے کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی بات نقل کرنا جو ان کے مقام و مرتبہ کے شایان شان نہ ہو

اور جو کام انہوں نے نہ کیا ہو وہ ان کی طرف منسوب کرنا یا کسی طرح کے عیب کی نسبت ان کی جانب کرنا گناہ ہے اور ایسا شخص اس وعید

شدید میں داخل ہے، رافضی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ عیوب اور نقائص بیان کرتے ہیں جن سے اللہ نے ان کو بری قرار دیا ہے یعنی

وہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں جو اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ ان سے راضی ہوا اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

بارے میں برے کلمات کہتے ہیں وہ ان اہل ایمان پر تہمت عائد کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا ہے اور ان سے راضی ہونے کا

اعلان فرمایا ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۱۹۹)

۱۴۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۖ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۖ﴾

اور فرمایا کہ

”یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔“ (الضحیٰ: ۱۰)

وَأَمَّا الْإِحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ مِنْهَا حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هَذَا: ”مَنْ عَادَى لِي

وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِالْحَرْبِ“ وَمِنْهَا حَدِيثُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِي بَابِ مُلَاطَفَةِ

الْيَتِيمِ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَا أَبَا بَكْرٍ لَيْنُ كُنْتُ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتُ رَبَّكَ.“

اس موضوع سے متعلق بکثرت احادیث ہیں جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث جو اس سے پہلے باب میں

گزری ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی رکھی میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی

حدیث جو اس سے پہلے باب ملاطفۃ الیتیم میں گزر چکی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ یتیم کو کمزور اور لاوارث سمجھ کر اس کے مال پر مسلط نہ ہو جاؤ اور ان کے حقوق نہ دباؤ، بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرو اور جب وہ سن رشد کو پہنچے تو اس کا مال دیانت و امانت کے ساتھ اس کے سپرد کرو اور اس کے حقوق کے پورا کرنے کا اہتمام کرو، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے گھروں میں وہ گھر بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان اور محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

سائل کو جھڑکنے کی ممانعت کی گئی خواہ وہ مال کا سائل ہو یا کوئی علمی بات پوچھنے والا ہو، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے یا نرمی سے عذر کرے، اور زجر اور ڈانٹنے اور جھڑکنے کا رویہ ہرگز اختیار نہ کرے۔ اسی طرح طالب علم جو علمی سوال کرے یا دین کی کوئی بات دریافت کرے تو اس سے شفقت اور محبت کے ساتھ دینی یا علمی بات بتانا چاہئے کہ بات اس کے دلنشین ہو جائے اور اس کے دل میں اس پر عمل کی خواہش اور جذبہ بیدار ہو جائے۔ (معارف القرآن)

## فجر کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آجاتا ہے

۳۸۹. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا يَطْلُبُكَ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكُهُ ثُمَّ يَكْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ . " رواه مسلم .

(۳۸۹) حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ضمانت میں ہے، دیکھو اللہ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کوئی مطالبہ نہ کرے، اس لئے اگر وہ کسی سے اپنے ضمانت کے بارے میں کوئی بات طلب کرے گا تو وہ اسے گرفت میں لے آئے گا اور اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔ (مسلم)

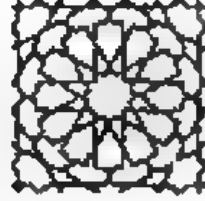
**تخریج حدیث (۳۸۹):** صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعة .

**کلمات حدیث:** یکبہ : اسے لئے منہ پھینک دے گا۔ کب کباً (باب نصر) اوندھا کرنا۔

**شرح حدیث:** نماز فجر پڑھ کر آدمی اللہ کے ذمہ میں آجاتا ہے، اب اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے بندگی کے اس عہد کو سارا دن نبھائے اور کوئی ایسی بات یا کام نہ کرے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو، غرض حدیث مبارک میں ان لوگوں کو فضیلت اور ان کے درجات کی بلندی کا بیان ہے جو اہتمام اور پابندی کے ساتھ صلوٰۃ الفجر ادا کرتے ہیں، ایسا شخص اللہ کی حفظ و امان میں ہوتا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ ان نمازیوں کو ایذا دے کر جنہوں نے صبح کی نماز پڑھی اللہ کی ذمہ داری کو نہ توڑے، اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور



اسے سزا کے لئے طلب کریں گے اور جس کو اللہ طلب کریں وہ اسے ضرور پالیں گے۔ اس کی گرفت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔  
اس حدیث کی تشریح باب تعظیم حرمت المسلمین میں گزر چکی ہے۔ (نزہۃ المتقین: ۱/۳۴۴)



الباب (۴۹)

اجْرَاءُ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى  
اجراء احکام کا تعلق ظاہر سے ہے اور باطنی احوال اللہ کے سپرد ہیں

۱۴۳۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

”پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔“ (التوبہ: ۵)

**تفسیری نکات:** اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی کافر بظاہر کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائے جسکی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمان کو ان سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں، رہا باطن کا معاملہ تو وہ اللہ کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

### غلبہ دین تک قتال جاری رکھنے کا حکم

۳۹۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۹۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۹۰):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوة . صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا .

**کلمات حدیث:** عصموا: محفوظ کر لیں۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ رکھنا۔

**شرح حدیث:** انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کی غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے بھٹکے ہوئے اللہ کے بندوں کو سیدھا راستہ دکھائیں اور انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں ان کا تزکیہ کر کے انہیں پوری طرح احکام الہی کا پابند بنائیں، اگر اس راہ میں رکاوٹ پیش آئے تو جہاد و قتال سے یہ رکاوٹ دور کی جائے تاکہ سب کے سب اللہ کو معبود برحق تسلیم کر لیں، اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ دینے

والے بن جائیں یعنی اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ شہادتین کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ جو احکام لے کر آئے ان سب کو تسلیم کرنا شرط ایمان ہے اور کلمہ توحید کے اقرار اور اعمال ظاہرہ کے بروئے کار لانے کے بعد انسان کے جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور سرائر کا معاملہ اللہ کے ذمے ہے۔ (فتح الباری: ۱/۲۵۱، روضة المتقین: ۱/۴۲۱، مظاهر حق جدید: ۱/۱۰۱)

### ایمان قبول کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہے

۳۹۱. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ طَارِقِ بْنِ أَشِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرَّمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۹۱) حضرت ابو عبد اللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا اس کی جان و مال حرام ہو گئے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)

#### تخریج حدیث (۳۹۱):

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر لقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله.

#### راوی حدیث:

حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے چار احادیث مروی ہیں، واللہ اعلم۔

#### کلمات حدیث:

کفر: کفر کیا، انکار کیا۔ کفر بما یعبد من دون الله: اللہ کے سوا جن کی بندگی کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا۔

#### شرح حدیث:

اہل کفر میں سے اگر کوئی شخص شہادتین کا اقرار کرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام کو تسلیم کر کے کفر کی تمام صورتوں کا انکار کر دے تو وہ ظاہری احکام میں اسلام میں داخل مقصود ہوگا اور اس کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔

(روضة المتقین: ۱/۴۲۲، شرح مسلم النووی: ۱/۱۸۸)

### میدان جنگ میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان سمجھا جائے گا

۳۹۲. وَعَنْ أَبِي مَعْبُدٍ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَأَقْتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيْهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَا ذِمَّتِي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَقْتُلْهُ، يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ: "لَا تَقْتُلْهُ" فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ: "لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَى "إِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ" : أَيْ مَعْصُومُ الدَّمِ مَحْكُومٌ بِإِسْلَامِهِ وَمَعْنَى "إِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ" أَيْ مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لَوَرَّثَتْهُ لَا أَنَّهُ بِمَنْزِلَةٍ فِيهِ الْكُفْرُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۳۹۲) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی آپ فرمائیے اگر میرا سامنا کسی کافر سے ہو جائے اور ہم قتال کریں اور وہ میرے ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے اور میرے وار سے بچنے کے لئے درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں نے اللہ کے لئے اسلام قبول کیا، یا رسول اللہ کیا اس کے یہ کلمہ کہنے کے بعد میں اسے قتل کر سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، اسے مت قتل کرو اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ اس درجہ میں ہوگا جس پر تو قتل سے پہلے تھا اور تو اس درجہ میں ہو جائیگا جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔

انہ بمنزلتک : کے معنی ہیں کہ وہ معصوم الدم ہوگا اور اس کے اسلام کا حکم ہوگا، اور انک بمنزلتک کے معنی ہیں یعنی مباح الدم اور اس کے ورثاء قصاص لے سکیں گے، نہ یہ کہ وہ کفر میں اس کے درجہ میں ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

**تخریج حدیث (۳۹۲):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدرا۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ .

**راوی حدیث:** حضرت ابو معبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، متعدد غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے "۳۲" احادیث مروی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلام قبول کیا۔  
**شرح حدیث:** امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کافر اپنے نفر کی وجہ سے مباح الدم ہوتا ہے، (یعنی اس کا قتل جائز ہوتا ہے) اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مسلمانوں کی طرح مصان الدم ہو گیا (یعنی اس کا قتل جائز نہ رہا، اور اس کا خون محفوظ قرار پا گیا) اب اگر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو یہ مسلمان قصاص میں مباح الدم ہو گیا یعنی وارثوں کو قصاص لینے کا حق حاصل ہو گیا۔

(فتح الباری : ۵۳۴/۲، روضة المتقين : ۴۲۲/۱، دلیل الفالحین : ۲۲۴/۲)

### حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص واقعہ

۳۹۳. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السُّحْرَفَةِ مِنْ جُھَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلَى مِيَاهِهِمْ وَلِحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ وَطَعْنَتْهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي : "يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟" قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ : "أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟" فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ : "فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَقَالَ



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَتْلَتْهُ؟“ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السَّلَاحِ قَالَ: ”أَفَلَا شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟“ فَمَا زَالَ يُكْرِّرُهَا حَتَّى تَمَيَّنْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ .  
”الْحُرْقَةُ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّاءِ: بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيلَةِ الْمَعْرُوفَةِ. وَقَوْلُهُ ”مُتَعَوِّذًا“: أَيْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَهَا.

(۳۹۳) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کی ایک شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم صبح کے وقت ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے، میری اور انصاری کی دشمن قوم کے ایک شخص سے مڈ بھڑ ہو گئی جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا، انصاری نے تو اس سے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا، جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ تو جان بچانے کے لئے کہہ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا، آپ ﷺ مسلسل یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور تم نے اسے قتل کر دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے یہ بات ہتھیار کے خوف سے کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ تم جان لو کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ یہ جملہ دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں اسی روز اسلام لاتا۔

حرقہ: معروف قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ متعوذاً: قتل سے بچنے کے لئے، نہ کہ اعتقاد سے۔

**تخریج حدیث (۳۹۳):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ .

**کلمات حدیث:** فَصَبَّحْنَا: ہم نے صبح کی۔ صَبَحَ: صبح کی، صبح کے وقت پہنچے۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے جب یہ جماعت جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ حرقہ کے قریب پہنچی تو انہوں نے صبح کے وقت ان مشرکین پر حملہ کر دیا۔

حضرت اسامہ نے میدان جنگ میں ایک ایسے کافر کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا، اور آپ ﷺ نے بار بار یہی جملہ کہا، ابن التین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ملامت کا یہ انداز آپ ﷺ کا تعلیم اور موعظت کا ایک اسلوب تھا تا کہ کوئی شخص آئندہ ایسے کسی شخص کو قتل کرنے کی جرأت نہ کرے جو یہ کلمہ کہہ لے، خواہ قتل کرنے والے کی نظر میں اس نے جان بچانے ہی کے لئے کہا ہو، اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج ہی کے روز مسلمان ہوتا کہ اسلام سے ماسبق کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، میں آج اسلام لاتا تو میری یہ خطا بھی اسلام سے درگزر ہو جاتی۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ پتہ چلتا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا تھا یا نہیں؟ اس سے مراد یہ

ہے کہ مسلمان ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے مکلف نہیں کیوں کہ کسی کے دل کا حال جاننے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم زبانی اعتراف و اقرار پر ہی اکتفاء کریں۔

(فتح الباری: ۶۱۶/۲، روضۃ المتقین: ۴۲۳/۱، دلیل الفالحین: ۲۲۶/۲)

### کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے

۳۹۴. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَاتَّهَمُ التَّقْوَا فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ وَأَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ فَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَخَبَرَهُ حَتَّى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: "لَمْ قَتَلْتَهُ؟" فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمِي لَهُ نَفَرًا وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقْتَلْتَهُ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ: "فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ: "وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" فَجَعَلَ لَا يَزِيدُ عَلَيَّ أَنْ يَقُولَ: "كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۹۴) حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا، دونوں کا مقابلہ ہوا کافروں میں ایک شخص تھا وہ جس مسلمان کو قتل کرنا چاہتا قتل کر دیتا، مسلمانوں میں سے بھی ایک شخص اس کی غفلت کوتاہی نے لگا ہم آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ اسامہ بن زید ہیں جب انہوں نے کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا، خوشخبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس سے حالات دریافت کئے اس نے بتلائے یہاں تک اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ اس نے کس طرح قتل کیا آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی اور فلاں فلاں کو قتل کر دیا، اور کئی لوگوں کے نام لے کر بتایا، میں نے اس پر حملہ کیا، جب اس نے تلوار دیکھی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اسے قتل کر دیا اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا، اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرمادیں، آپ ﷺ مسلسل ہی فرماتے جاتے تھے تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۹۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ.

**کلمات حدیث:** التقوا: باہم ملے۔ التقاء (باب افتعال) باہم ملنا۔ أوجع فی المسلمین: مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی، مسلمانوں کو قتل کیا۔

**شرح حدیث:** اس کافر کے قتل کئے جانے پر جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس روز تم کیا کرو گے جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ اس شخص کے حق میں شفیع بن کر آئے گا، اور کہے گا کہ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔

(فتح الباری: ۶۱۶/۲، روضة المتقین: ۴۲۴/۱، شرح مسلم النووی: ۸۸/۲)

## ایمان و کفر کا فیصلہ ظاہری اعمال پر ہے

۳۹۵. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: "إِنَّ نَاسًا كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمْ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمَّنًا وَقَرْبَانًا وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سِرِّيَرَتِهِ شَيْءٌ وَاللَّهُ يُخَاسِبُهُ فِي سِرِّيَرَتِهِ وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءًا أَلَمَ نَاعَتُهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سِرِّيَرَتَهُ حَسَنَةٌ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۹۵) حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بعض لوگوں پر بذریعہ وحی مواخذہ ہو جاتا تھا، اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہارے ظاہری اعمال پر مواخذہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ہوں گے اس کو ہم امن دیں گے اور اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے باطن سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے باطن کا حساب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اور جس نے ہمارے سامنے کوئی برا کام کیا نہ تو ہم اسے امن دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے کہ میرا باطن اچھا ہے۔ (بخاری)

**راوی حدیث:** حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی سابقین اسلام میں سے ہیں، حبشہ ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة، طبقات ابن سعد)

**شرح حدیث:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حیات طیبہ میں وحی کا سلسلہ جاری تھا اور رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی لوگوں کے نفاق اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے کید اور مکر کی اطلاع ہو جاتی تھی، اب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں نہیں رہے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے ظاہر کو دیکھیں اور ان کے ساتھ ان کے ظاہری اعمال کے مطابق برتاؤ کریں اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے راز اور بھید اللہ کے حوالے کریں کہ وہی باطن کا حساب کرنے والا ہے۔

(فتح الباری: ۷۶/۲، روضة المتقین: ۴۲۵/۱)

## بَابُ الْخَوْفِ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

۱۳۴. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ فَأَنْتُمْ حَبُوبٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”اور مجھ ہی سے ڈرو۔“ (البقرة: ۴۰)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر تم ڈرتے ہو تو پھر مجھ سے ہی ڈرو یعنی مجھ سے عہد شکنی اور تمام اوامر و نواہی کے معاملے میں ڈرو، رعبہ ایسا خوف ہے جس میں پرہیز اور بچاؤ ہو جس میں کسی برے کام کے انجام کا خوف ہو، حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرے۔ (تفسیر مظہری)

۱۳۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾

اور فرمایا کہ

”بیشک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔“ (البروج: ۱۳)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے اور وہ جب کسی عاصی نافرمان اور ظالم کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت بڑی دردناک اور بہت شدید ہوتی ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/۴۲۶)

۱۳۶. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخْذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ ۱۳۷ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ وَذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ ۱۳۸ ﴿وَمَا تُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدَّدٍ﴾ ۱۳۹ ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ ۱۴۰ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَمِنَ النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾ ۱۴۱ ﴿

اور فرمایا کہ

”اور اسی طرح ہوتی ہے تمہارے رب کی پکڑ جب وہ نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے، اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور شدید ہے، ان واقعات میں اس شخص کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے عبرت کی نشانی ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکٹھے کئے جائیں گے، اور یہی وہ دن ہوگا جس میں اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے، اور ہم نے اسے ایک وقت مقرر تک موخر کیا ہوا ہے، جب وہ دن آئے گا



کوئی جاندار اس کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید، شقی جہنم میں ہوں گے جہاں وہ چلائیں گے اور دھاڑیں ماریں گے۔“ (ہود: ۱۰۲)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ گزشتہ اقوام پر عذاب اس وجہ سے ہوا کہ وہ مستحق عذاب تھے اور وہ ظالم تھے اس لئے انہیں ظلم کی سزا ملی، حضرت ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے آخر جب اس کی گرفت کرتا ہے تو ایسی کرتا ہے کہ وہ چھوٹ نہیں سکتا، گزشتہ اقوام کے واقعات میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے ہی آخرت کے عذاب کی ہولناکی کا پورا پورا اندازہ کر سکتے ہیں، جبکہ منکرین آخرت تو جانوروں کی طرح فہم و بصیرت سے عاری ہیں وہ کہاں اس عذاب کی شدت کو سمجھ سکتے ہیں، قیامت کا دن ایسا دن ہوگا جس میں تمام انسان جمع ہوں گے اور سب حاضر کئے جائیں گے اور مدت مقررہ پوری ہو جائے گی، کوئی انسان بغیر اجازت بات نہیں کر سکے گا، ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، بقیع میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی چھڑی ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کچھ دیر چھڑی سے زمین کریدتے رہے اور فرمایا کہ کوئی جان کسی بدن میں پھونکی ہوئی ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں اس کے لئے جگہ لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ نہ دیا گیا ہو، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ پھر اپنے مقدر میں لکھے ہوئے پر بھروسہ کروں اور عمل ترک کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے شقاوت والوں کو اہل شقاوت کے عمل کی اور اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ فَسَنِيْرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۖ﴾ (۷) سو جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ اس میں چیخ و پکار کر رہے ہوں گے، آیت میں زفر و شہیق کے الفاظ ہیں، زفر گدھے کی ابتدائی آواز، اور شہیق گدھے کی آخری آواز کے لئے ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیری مظهری)

۱۳۷۔ وَقَالَ تَعَالَىٰ:

﴿وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾

اور فرمایا کہ

”اور اللہ تم کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔“ (آل عمران: ۲۸)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور یہ بھی اللہ کا کرم ہے اور اس کا احسان ہے کہ اگر نے انسان کو پہلے ہی سے عذاب آخرت پر متنبہ کر دیا کہ انسان اگر چاہے تو ابھی سے اس کے بچنے کی تدبیر کر لے۔

۱۳۸۔ وَقَالَ تَعَالَىٰ:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ ۖ وَأَبِيهِ ۖ وَصَنِيْعِهِ ۖ وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ﴾

اور فرمایا کہ

”اس دن آدمی دور بھاگے گا اپنے بھائی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، اس روز ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا جو

دوسرے سے غافل بنا دے گی۔“ (عبس: ۳۸)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں فرمایا کہ روز قیامت اتنا سخت ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے دور بھاگے گا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اور نہ کوئی کسی کو جانتا پہچانتا ہوگا۔

۱۴۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَأْتِيهَا النَّاسُ أَتْفُورًا بِكُمُ إِن زَلَزَلَتِ السَّاعَةُ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرْوَنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”اے لوگو! ذرا اپنے رب سے، قیامت کا زلزلہ بہت ہی عظیم ہے اس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار

بچوں کو بھول جائیں گی، اور حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے وہ مدہوش نہ ہوں گے مگر اللہ کا عذاب بہت

شدید ہے۔“ (الحج: ۱)

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں فرمایا کہ قیامت کا بھونچال بڑا شدید ہوگا، ساری زمین ہلا ماری جائے گی، ہیبت اور خوف کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں سے غافل ہو جائیں گی اور اس قدر پریشانی اور گھبراہٹ طاری ہوگی کہ انسان ایسے لگیں گے جیسے نشہ کی کیفیت میں ہوں، نشہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے عذاب کا خوف اور اہوال و شدائد کی سختی ہوش مَر دے گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ﴿١﴾

اور ارشاد فرمایا کہ

”اور جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اس کے لئے دو باغ ہیں۔“ (الرحمن: ۴۶)

**تفسیری نکات:** ساتویں آیت میں فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ڈرتا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا

ہے اور اس خوف سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستہ پر چلتا رہا اس کے لئے جنت میں دو علیشان باغ ہوں

گے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ﴾ (۲۵) قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلَ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنْ أَلَّهِ عَلَيْهِ تَقْنًا وَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُورِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾﴾

اور فرمایا کہ

”اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے اہل میں ڈرا کرتے تھے اللہ نے ہم پر احسان

فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچالیا ہم اس سے پہلے اسے پکارا کرتے تھے کہ وہی احسان کرنے والا مہربان ہے۔“ (الطور: ۲۵)

**تفسیری نکات:** آٹھویں آیت میں بیان ہوا کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے اور غایت مسرت اور اطمینان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو، یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی، ہم ڈر کر اپنے رب کو پکارتے تھے اور امید باندھ کر پکارتے تھے آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

(تفسیر عثمانی)

### انسان کو عمل کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے

۳۹۶. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ "إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤَمَّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بَكْبٍ رِزْقِهِ وَ أَجَلِهِ وَ عَمَلِهِ وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ. فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، إِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم سے جو کہ

صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی قدر مدت علقہ ہوتا ہے، پھر اتنی ہی مدت مضغہ ہوتا ہے پھر اللہ فرشتے کو بھیجتا ہے جو روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتیں لکھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی روزی اس کی موت اس کا عمل اور یہ کہ شقی ہے یا سعید، قسم ہے اس ذات کی جس کے سواء اور کوئی الہ نہیں، تم میں سے ایک آدمی عمل جنت کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ لکھا ہوا غالب آ جائے گا اور وہ اہل جہنم کے کام کرنے لگے گا اور جہنم میں پہنچ جائے گا، اور تم میں سے کوئی جہنمیوں کے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ

لکھا ہوا غالب آ جائے گا اور وہ اہل جنت کے کام شروع کر دے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۹۶):**

صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب

**کلمات حدیث:** فینفخ : پھونک مار دی جائے گی۔ نفع، نفعاً (باب نصر) پھونک مارنا۔

**شرح حدیث:** صادق مصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نطفہ کو رحم مادر میں استقرار عطا فرماتا ہے پھر جے

ہوئے بستہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے (علقہ) پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے، (مضد) پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اس کی موت کا وقت، اس کا عمل جو وہ زندگی میں کرے گا اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے ایک شخص برابر اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے، لیکن وہ کنارے پر رہتا ہے، ایمان و یقین پر جمتا نہیں ہے اور اس کے دل میں زلیغ (کجروی) چھپا رہتا ہے جب وہ انجام کے قریب ہوگا تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جائے گا اور وہ کوئی عمل جہنم کر کے جہنمی ہو جائے گا۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ وہ جو عمل کر رہا ہوگا وہ لوگوں کی نظروں میں اہل جنت کے اعمال ہوں گے، ورنہ فی الحقیقت منافق ہوگا اور جو شخص اہل جہنم کے اعمال کر رہا ہوگا، اللہ کی توفیق اور اس کی رحمت سے وہ آخر میں اعمال جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اہل جنت میں سے ہو جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے انسانوں کی طبیعت میں برائی سے اچھائی کی طرف انقلاب تو بکثرت ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ نیک آدمی برا آدمی بن جائے، کیوں کہ حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ میری رحمت ہر شے کو محیط ہے۔

حدیث مبارک تقدیر پر واضح دلیل ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا رزق، اس کا عمل اور اس کی موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے اور لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید، سعادت دراصل اسباب کونیہ کا انسان کے اعمال خیر میں اس کا معاون اور مددگار ہونا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ راستہ سہل اور آسان بنا دیا جائے گا۔

(فتح الباری : ۲۲۴/۳ ، شرح مسلم النووی : ۱۶/۱۵۶ ، روضة المتقین : ۱/۴۲۸ ، دلیل الفالحین : ۱/۲۳۴)

## جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ لائیں گے

۳۹۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ

زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۹۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنم کو اس طرح لایا

جائے گا کہ اس کی ستر ہزار زمام ہوں گی اور ہر زمام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۳۹۷):**

صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب شدة حر نار جهنم وبعد قعرها.



کلمات حدیث:

زمَام: تکمیل، جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ جمع اُزَمَة۔

شرح حدیث:

جہنم اس قدر بڑی اور پرہیبت ہوگی کہ اسے ستر ہزار فرشتے کھینچ کر لائیں گے اور اسے اس جگہ رکھ دیں گے جہاں وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے اور پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور ہر شخص کو اس پر سے گزر کر جنت میں جانا ہوگا، اہل جنت پل صراط کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اہل جہنم جہنم میں گر پڑیں گے، جہنم کو لانے کا ذکر قرآن کریم میں ہے فرمایا:

﴿وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ﴾

”اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا۔“ (روضة المتقين: ۱/۲۳۴)

### سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا

۳۹۸. وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوَضَّعُ فِي أَحْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاعُهُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدَّ مِنْهُ عَذَابًا وَآلَهُ لَا هُونُ لَهُمْ عَذَابًا“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سب سے ہلکا عذاب جہنم کا اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں میں دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ شدید عذاب والا کوئی نہیں حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۹۸):

صحیح البخاری، کتاب الرفاق، باب صفة الجنة والنار، صحیح مسلم، کتاب الایمان.

کلمات حدیث:

اھون: زیادہ ہلکا۔ هَان هُونًا (باب نصر) آسان ہونا، ہلکا ہونا۔ اُحْمَص: تلو، پیر کے نیچے کا وہ حصہ جو زمین سے نہیں لگتا۔ یغلی: کھولتا ہے جوش مارتا ہے۔ غلی، غلیاً (باب ضرب) جوش مارنا۔

شرح حدیث:

جو شخص جنت کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا وہ کہے گا کہ سب سے زیادہ راحت میں ہی ہوں اور جو جہنم کے ہلکے ترین عذاب میں مبتلا ہوگا وہ کہے گا کہ میں جہنم کے شدید ترین عذاب میں مبتلا ہوں، جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کے دو انگارے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دیئے جائیں گے جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(فتح الباری: ۳/۴۶۴، روضة المتقين: ۱/۴۳۰، دلیل القالین: ۲/۲۳۷)

### بعض کو آگ گردن تک پکڑے گی

۳۹۹. وَعَنْ سَمُورَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مِنْهُمْ مَنْ

تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبِيهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى حُجْرَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى تَرْقُوتِهِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

”الْحُجْرَةُ“ : مَعْقِدُ الْأَزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ. وَ”الْتَرْقُوتُ“ بَفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ : هِيَ الْعَظْمُ الَّذِي عِنْدَ ثَغْرَةِ النَّحْرِ، وَلِلْإِنْسَانِ تَرْقُوتَانِ فِي جَانِبِي النَّحْرِ.

(۳۹۹) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل جہنم میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی گردن تک پکڑے ہوئے ہوگا۔ (مسلم)

حُجْرَة : ناف کے نیچے ازار باندھنے کی جگہ۔ ترقوة : وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے، ہنسی۔

**تخریج حدیث (۳۹۹):** صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبعد قعرها.

**کلمات حدیث:** حجزتہ : اس کے کمر کے باندھنے کی جگہ، ازار باندھنے کی جگہ۔

**شرح حدیث:** جہنم کے مختلف درجات ہوں گے اور عذاب کی متنوع صورتیں ہوں گی، کسی کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہوگی، کسی کے گھٹنوں تک اور کسی کی گردن سے ذرا نیچے سینے تک آگ لپٹی ہوئی ہوگی، جس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا جس کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ اعاذنا اللہ منها.

(روضة المتقين: ۱/۴۳۱، دليل القالحين: ۲/۲۳۸، شرح مسلم النووي: ۱۶/۱۴۸)

**قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے**

۴۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ حَتَّى يَغِيْبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ”وَالرَّشْحُ“ الْغَرَقُ.

(۴۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب انسان اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے کانوں کے نصف تک پیٹے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ (متفق علیہ)

رشح : کے معنی پسینہ کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۴۰۰):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر یوم يقوم الناس لرب العالمین، صحیح

مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

**کلمات حدیث:** رشح : پسینہ۔ رشح رشحاً (باب فتح) پسینہ آنا۔

**شرح حدیث:** قیامت کے روز مختلف اور متعدد مواقع ہوں گے جب تمام انسانوں کی اللہ کے حضور پیشی ہوگی، اس وقت ہولناک مناظر اور دہشت و خوف اور سورج کی قربت کی وجہ سے سارے انسان پسینوں میں نہا جائیں گے، ہر ایک کو اس کے اعمال کی نسبت سے پسینہ آئے گا ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے کانوں کے نصف تک پہنچا ہوگا، اور اس کے منہ میں لگام کی طرح اٹک جائے گا، جیسا کہ حضرت مقداد بن اسود سے مروی حدیث میں ہے کہ روز قیامت سورج لوگوں کے بالکل قریب آجائے گا یہاں تک کہ ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوں گے کسی کے گھٹنوں تک پسینہ پہنچ رہا ہوگا اور کسی کی چھاتی سے اوپر تک اور کسی کو پسینہ منہ تک پہنچ کر اسے لگام لگا دے گا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

(فتح الباری : ۲/۹۰۸، روضة المتقین : ۱/۴۳۱)

### رسول اللہ ﷺ کو جنت و جہنم کے حالات دکھلائے گئے

۴۰۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا" فَعَطَى أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُوهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ : "بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا" فَمَا أَتَى عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ أَشَدَّ مِنْهُ . غَطُّوا رُؤُوسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ .

"الْخَنِينُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ : هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غَنَّةٍ وَالتَّشَاقُّ الصَّوْتِ مِنَ الْأَنْفِ .

(۴۰۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، میں نے ایسا خطبہ پہلے نہیں سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہ بات معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ، یہ سن کر صحابہ کرام نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور سسکیاں لے کر رونے لگے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے بارے میں کوئی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا، میں نے آج کے دن کی طرح کی بھلائی اور برائی نہیں دیکھی، اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور آہ و بکا کرنے لگے۔ خنین : ناک کی آواز کے ساتھ رونا۔

**تخریج حدیث (۴۰۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قليلا

ولیکتکم کثیرا .

**کلمات حدیث:** فغطی : ڈھانپ لیا۔ غطی تغطیۃ : چھپانا ڈھانپنا۔ حنین : روتے ہوئے ناک میں سے نکلنے والی آواز۔  
حنۃ : گنگناہٹ، ناک کی آواز۔

**شرح حدیث:** اہل ایمان کے لئے بشارت ہے کہ ان کے لئے جنت میں انواع و اقسام کی نعمتیں موجود ہیں اور انداز تنبیہ ہے کافروں اور مشرکوں اور گنہگاروں کے لئے کہ جہنم کے عذاب کی ہولناکیاں بہت ہی شدید ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ سامنے باغ میں میرے سامنے جنت اور جہنم دونوں لائے گئے، جو خیر کثیر میں نے جنت میں دیکھی میں نے اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور جو شر عظیم میں نے آج جہنم میں دیکھا وہ میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔  
آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں اس کا علم ہو جائے تو تم بہت کم ہنسوا اور بہت زیادہ روؤ، اس پر تمام صحابہ کرام میں رقت طاری ہو گئی اور سب کے رونے کی آواز سنی جانے لگی۔

رسول کریم ﷺ کے اصحاب اخلاق حسنہ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور ان میں گداز اور نرمی اعلیٰ درجہ کی تھی اور احوال و اہوال قیامت کو سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی، اور یہ بات بجائے خود کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ رقت کا تعلق تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کی خشیت زیادہ ہوگی اتنا ہی آدمی رقیق القلب ہوگا اور جس قدر انسان ایمان و تقویٰ اور خشیت الہی سے دور ہوگا اتنا ہی سخت دل ہوگا۔

رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے اس کا جہنم میں جانا اس قدر دشوار ہے جیسا کہ تھنوں میں سے دودھ نکالنے کے بعد دوبارہ تھنوں میں ڈالنے کی کوشش کرنا۔

(روضۃ المتقین : ۱/۴۳۱، دلیل الفالحین : ۲/۳۳۸)

## قیامت کے دن آدمی کا پسینہ لگام کی طرح ہوگا

۴۰۲. وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "تُدْنِي الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتَّى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ، قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّائِي عَنْ الْمِقْدَادِ: فَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمْ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ، فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ : فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبِيهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ الْجَمَامًا" وَأَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۰۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سورج



مخلوق سے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مقدار ہو جائے گا۔

سلیم بن عامر جو حضرت مقداد سے اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں میل سے کیا مراد ہے میل مسافت ارض والا یا میل جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ (سلائی)

لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک ہوگا کسی کی کمر تک پسینہ آ رہا ہوگا اور کسی کے منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگام ڈالی ہوئی ہوگی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ ”الحجم الدابة“ جانور کے لگام لگائی۔

**تخریج حدیث (۴۰۲):** صحیح مسلم، کتاب الحنة و صفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

**کلمات حدیث:** حقویدہ: اس کے دونوں کوکھ، ازار باندھنے کی جگہ۔ يلحمه: اسے لگام لگا دے گا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ابوال قیامت کا بیان ہے کہ سورج انسانوں کے بالکل قریب آ جائے گا اور لوگ اپنے بارے میں فیصلے کے انتظار میں کھڑے رہیں گے اور خوف عذاب اور ہول منظر اور سورج کی قربت سے سب کے پسینے بہ رہے ہوں گے، جس کے جس قدر گناہ ہوں گے اسی کے حساب سے وہ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہونگے یہاں تک کہ بعض لوگوں کے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا اور ان کے منہ میں اس طرح پھنس جائے گا کہ جس طرح جانور کے منہ میں لگام پھنسی ہوئی ہوتی ہے۔

(روضۃ المتقین: ۱/۴۳۳، دلیل القالحمین: ۲/۲۴۰)

## قیامت میں آدمی کا پسینہ زمین میں بھی ستر ہاتھ سرایت کرے گا

۴۰۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَعْرِقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَذْهَبَ عَرْقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ أَذَانَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنَى "يَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ" يَنْزِلُ وَيَغُوصُ.

(۴۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک پہنچ جائے گا اور ان کو پسینہ کی لگام لگی ہوگی جو ان کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ (متفق علیہ)

يذهب في الارض: کے معنی ہیں زمین میں سرایت کر جائے گا اور اتر جائے گا۔

**تخریج حدیث (۴۰۳):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قوله تعالى الا يظن اولئك انهم مبعوثون ليوم

عظيم. صحیح مسلم، کتاب الحنة و صفة نعيمها، صفة يوم القيامة.

**کلمات حدیث:** يعرق: پسینہ آئے گا۔ عرق عرقاً (باب سمع) پسینہ آنا۔

**شرح حدیث:** حدیث کے الفاظ بظاہر عام ہیں لیکن متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق کافروں اور کبیرہ

گناہوں میں مبتلا انسانوں کے ساتھ ہے اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اور شہداء اور وہ اہل ایمان جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائیں گے ان احوال سے مستثنیٰ ہوں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی وہ کافر ہوگا، بیہوشی کی ایک روایت میں ہے کہ روز قیامت کی مصیبت بڑی کٹھن ہوگی، یہاں تک کہ کافر کے منہ میں پسینہ کی لگام لگی ہوگی کسی نے کہا کہ اس وقت مؤمنین کہاں ہوں گے؟ فرمایا کہ سونے کی کرسیوں پر جن پر بادل سایہ فگن ہوں گے، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بسند صحیح روایت کیا ہے کہ سورج کو دس برس کی حرارت دیدی جائے گی اور اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ سروں سے اس کا فاصلہ دو قوس کا رہ جائے گا، لوگوں کو پسینہ آئے گا اور زمین پر پسینہ کا چڑھاؤ قد آدم ہو جائے گا پھر اور چڑھے گا یہاں تک کہ حلق میں آجائے گا، ابن المبارک نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی کہے کہ اس دن مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اس دن کی گرمی سے محفوظ ہوں گے، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد کامل ایمان ہے اور سب لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے باہم متفاوت ہوں گے۔ (فتح الباری: ۳/۴۱، روضۃ المتقین: ۱/۴۳۳، دلیل الغائبین: ۲/۲۴۰)

### جہنم کی گہرائی کی حالت

۴۰۴. وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذَا؟" قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَعْلَمَ. قَالَ: "هَذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهُوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا، فَسَمِعْتُمْ وَحُبَّتْهَا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ ﷺ نے کسی چیز کے گزرنے کی آواز سنی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ گرتا رہا اور آج اس کی تہہ میں پہنچا ہے اور تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۰۴):** صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها.

**کلمات حدیث:** وجبة: شور، آواز، کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

**شرح حدیث:** جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور بڑے اور عظیم پتھر اوپر سے لڑھکائے جاتے ہیں تو ایک پتھر کو تہ تک پہنچنے میں ستر برس لگتے ہیں اور جہنم کی آگ سے اٹھنے والی ایک ایک چنگاری اتنی بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی قصر ہو اور جیسے وہ زرد اونٹ ہیں اہل عرب کالے اونٹوں کو زرد کہہ دیا کرتے تھے، جہنم کی آگ سیاہ اور تاریک ہوگی۔ پتھر کے گرنے کی آواز پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، یہ صحابہ کرام کا ادب تھا اور وہ ہمیشہ اسی طرح کہا کرتے تھے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر کے گرنے کی آواز بطور کرامت صحابہ کرام نے بھی سنی، جیسا کہ صحابہ حنین جذع

(لکڑی کے اس ٹکڑے کے رونے کی آواز جس سے آپ ﷺ سہارا لیکر خطبہ دیا کرتے تھے) اور دست مبارک میں کنکریوں کے تسبیح کی آواز سی۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ۴۳۵ ، شرح مسلم النووی : ۱۷/ ۱۴۸ ، دلیل القالین : ۲/ ۲۴۰)

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ختم ہو جائے گا

۴۰۵. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سُبَّكَلِمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمانٌ: فَيَنْظُرُ أَيَمَنْ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشَامَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تَلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۰۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب ہم کلام ہوگا اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، آدمی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کی آگ ہوگی، تو جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۰۵):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب طیب الکلام، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة.

**شرح حدیث:** انسان اپنے دائیں بائیں اپنے اعمال دیکھے گا اور سامنے دھکتا ہوا جہنم ہوگا، اگر تم جہنم کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ہر تدبیر کرو چاہے وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ میں دینا ہو، یعنی حسن نیت اور اخلاص سے ہر عمل خیر کرو، یہی طریقہ ہے جہنم سے نجات حاصل کرنے کا۔ (نزهة المتقين : ۱/ ۳۵۷)

اس حدیث کی تشریح باب فی کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

## فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چمچراتا ہے

۴۰۶. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ أَطْلَبُ السَّمَاءَ وَحَقٌّ لَهَا أَنْ تَبْطَأَ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعٍ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ تَعَالَى. وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَهْلَمَ لَصَحِجَّتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرْشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعْدَاتِ تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

”وَاطَّتْ“ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيدِ الطَّاءِ ”وَتَبَطَّتْ“ بِفَتْحِ التَّاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ. وَالْأَطِيطُ صَوْتُ الرِّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا وَمَعْنَاهُ أَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَاءِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْعَابِدِينَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتَّى أَطَّتْ وَ”الصُّعْدَاتُ“ بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ : الطَّرُقَاتُ، وَمَعْنَى ”تَجَارُونَ“ تَسْتَعِيثُونَ.

(۴۰۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے آسمان چر چر رہا ہے اور اسے چر چرانا چاہئے، چار انگل کے برابر بھی کوئی جگہ نہیں کہ ایک فرشتہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، اور اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، بسترؤں میں بیویوں سے قربت بے کیف ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

اُطَّتْ : ہمزہ کے زبر اور طاء کی تشدید کے ساتھ۔ اور تَبَطَّتْ تاء کے فتح اور ہمزہ مکسورہ کے ساتھ۔ اُطِيطُ : کجاوے کی آواز، یا اس جیسی چیزوں کی آواز، معنی یہ ہیں کہ ملائکہ عابدین کی کثرت کی بنا پر آسمانوں سے آواز آتی ہے۔ صُعْدَات : کے معنی ہیں راستے، اور تَجَارُونَ کے معنی ہیں تم مدد کے لئے پکارو گے۔

**تخریج حدیث (۴۰۶):** الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب قول رسول اللہ ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحككم قليلا ولبكيتم كثيرا.

**کلمات حدیث:** اُطَّتْ : چر چرائی، آواز آئی۔ اُط، اُطِيطَا (باب ضرب) چر چرانا۔

**شرح حدیث:** فرشتوں کی کثرت سے آسمانوں میں اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چار پائی پر زیادہ لوگوں کے بیٹھنے سے ہوتی ہے کہ کوئی چپہ آسمان میں ایسا نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے کے بعد وہ احوال جو مجھے معلوم ہیں تمہیں معلوم ہو جائیں تو تمہاری ہنسی جاتی رہے اور گریہ اس کی جگہ لے لے اور آرام گاہوں میں اپنی بیویوں سے شاد کام ہونا دشوار ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے جنگل اور پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔

اس دنیا کی زندگی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک پردہ ڈال دیا ہے جس سے دنیا کی اصل حقیقت عام نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی، اور مرنے کے بعد کی زندگی کے حالات آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، انسان کا امتحان اور اس کی آزمائش بھی دراصل یہی ہے کہ وہ اس دنیا کی دلکشی، رعنائی اور کیف و سرور پر مرتا ہے یا اللہ کے بھیجے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کی روشنی میں عملی زندگی استوار کرتا ہے، اگر انسان کو اس دنیا کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو جاتی اور اسے علم ہو جاتا کہ مرنے کے بعد کیا حالات پیش آنے والے ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہوتا کہ انسان کا ہر کیف و سرور ایک بے کیف عمل بن جاتا، حقیقت یہی ہے کہ اگر کوئی ایمان و یقین کے ساتھ ان احوال آخرت کے بارے میں سوچے تو اس کے سامنے دنیا کی ہر عیش بے کیف ہو جائے۔ (روضۃ المتقین : ۱/۴۳۶)



## قیامت کے دن ہر آدمی سے یہ سوالات ہوں گے

۴۰۷. وَعَنْ أَبِي بَرزَةَ "بِرَاءٍ ثُمَّ زَايَ" نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْأُسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهِ فِيمَ أَقْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ فِيهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۴۰۷) حضرت ابو برزہ نضلة بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے، جب تک اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھا گیا جائے کہ اس نے کن کاموں میں صرف کیا، علم کے بارے میں کہ اس کے مطابق کس قدر عمل کیا، اس کے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں کمزور کیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۴۰۷):** الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص .

**راوی حدیث:** حضرت نضلة بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو برزہ ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، رسول کریم ﷺ کے ساتھ مختلف غزوات میں شرکت کی "۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب)

**کلمات حدیث:** ابلّاه : اس کو پرانا کیا، اس کو صرف کیا۔ ابلّی، البلاء (باب افعال) کپڑے کو بوسیدہ کر دینا۔

**شرح حدیث:** جنت یا جہنم کا اس وقت تک حکم نہیں ہوگا جب تک ہر اللہ کا بندہ چار سوال کا جواب نہ دیدے اگر ان چاروں سوالوں کا جواب اللہ کی رضا کے مطابق ہے تو جنتی ہے اور اگر اس کے برخلاف ہے تو جہنمی ہے۔

سب سے پہلے عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ زندگانی کن کاموں میں بسر کی، علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں، مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا اور جسم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس سے کیا کام لئے اللہ کی بندگی کی یا معصیوں کا ارتکاب کیا۔ (روضۃ المتقین : ۱/۴۳۶، دلیل الفالحین : ۲/۲۴۴)

## قیامت کے دن زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال کی گواہی دے گی

۴۰۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا" ثُمَّ قَالَ : "اتَذَرُونَ مَا أَخْبَارُهَا" قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ : "فَإِنْ أَخْبَارُهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا تَقُولُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمٍ كَذَا وَكَذَا فَهَذِهِ أَخْبَارُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۴۰۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ”یومئذ تحدث أخبارها“ اور دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ اللہ کے ہر بندے مرد اور عورت کے خلاف گواہی دے گی ان اعمال کی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے ہوں گے وہ کہے گی تو نے فلاں دن فلاں کام کیا، یہی زمین کی خبریں ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۴۰۸):** الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب الارض تحدث اخبارها يوم القيامة.

**کلمات حدیث:** اَتَذَرُونَ : کیا تم جانتے ہو۔ درئی، دریا (باب ضرب) جانتا۔

**شرح حدیث:** سطح زمین ایک ریکارڈ کی طرح ہے اس پر انسان کے تمام اچھے برے اعمال نقش ہو رہے ہیں اور ہر اٹھنے والا قدم یہاں اپنا دائمی نشان ثبت کر رہا ہے، روز قیامت جہاں مجرموں کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی وہاں ایک عینی گواہ زمین ہوگی جس کے پاس ہر انسان کی چلت پھرت کا مکمل ریکارڈ موجود ہے، یہ طاعات اور معاصی جو اس کی سطح پر ہوئی ہیں سب کی تفصیل بیان کر دے گی۔ (تحفة الأحمدي : ۲۶۴/۹، روضة المتقين : ۴۳۷/۱، دلیل الفالحین : ۲۴۵/۲)

### صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوف

۴۰۹. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقُرْنِ قَدْ التَّقَمَ الْقُرْنُ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْعِ فَيَنْفَعُ“ فَكَانَ ذَلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ ”قُولُوا : حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ.

”الْقُرْنُ“ هُوَ الصُّورُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ“ كَذَا فَسَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۴۰۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا صور اپنے منہ میں لے چکا ہے، اس کا کان اللہ کے حکم پر لگا ہوا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پریشان ہو گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ کافی ہے اور اللہ بہترین کارساز ہے) (اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

قرن کے معنی صور کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ﴾ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

**تخریج حدیث (۴۰۹):** الجامع الترمذی، ابواب التفسیر، سورة الزمر.

**کلمات حدیث:** التَّقَمَّ : منہ میں لے لیا۔ التَّقَمَّ الطَّعَامَ : کھانا نگل لیا۔

**شرح حدیث:** مقصود حدیث شریف یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے اور قرب قیامت کے بیان سے غرض یہ ہے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں کہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا اور تیاری کے لئے بہت کم وقت رہ گیا ہے اس لئے چاہئے کہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور قیامت کی پیشی کے لئے تیاری کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیسے زندگی خوش گوار محسوس ہو سکتی ہے جبکہ اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لے چکے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ مجھے حکم ملے اور اس میں پھونک ماروں، یہ بات سن کر صحابہ کرام پر پریشانی کی ایک کیفیت طاری ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ۱۷۲ ﴿ پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ۱۷۲ ﴿ اور جب رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ کفار مکہ نے آپ کے مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ۱۷۲ ﴿

(روضۃ المتقین : ۱/ ۴۳۸)

### اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے

۴۱۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ خَافَ أَذْلَجَ، وَمَنْ أَذْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، إِلَّا أَنْ سِلْعَةَ اللَّهِ غَالِيَةٌ، إِلَّا أَنْ سِلْعَةَ اللَّهِ الْجَنَّةُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

"وَأَذْلَجَ" بِاسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ : سَارَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ. وَالْمُرَادُ التَّشْمِيرُ فِي الطَّاعَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۴۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دشمن کے حملے سے ڈرا اور رات

کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا وہ منزل کو پہنچ گیا، اللہ کا سودا مہنگا ہے اور اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے) واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۴۱۰):** الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب من خاف اذلاج وسلة الله غالية .

**کلمات حدیث:** اذلاج : رات کے ابتدائی حصے میں سفر کیا یعنی شب بیداری کی، قیام لیل کیا اذلاج، اذلاجاً (باب افعال) پوری رات یا رات کے آخری حصے میں سفر کرنا۔ ذُلُجَة : رات کے آخری حصے کا سفر۔

**شرح حدیث:** امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت پر روانہ ہونے والے کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کسی مسافر کو راستے میں کسی دشمن کا خوف ہو اور وہ رات کے پہلے ہی حصے میں سفر پر چل نکلے کہ دشمن سے بھی بچ جائے اور منزل پر بھی

بعافیت پہنچ جائے۔

اگر سالک آخرت بھی بیدار ہو، اسے اپنے سفر کی اہمیت کا اندازہ ہو اور اس نے اس کی پوری تیاری کی ہو، اسے معلوم ہو کہ اس کے راستے میں اس کا دشمن شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے اور اس کا نفس بھی اس کا راستہ کھونا کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ جلد از جلد سفر پر چلنے کی تیاری شروع کر دے، آج کل پر نہ مالتا رہے، اخلاص نیت کے ساتھ شیطان کے مکائد اور نفس کے غوائل سے بچتا ہو اور جلد از جلد سفر شروع کر دے، سفر لمبا بھی ہے کٹھن بھی ہے۔ پتہ نہیں رات رات میں پورا بھی ہو یا نہ ہو، اس لئے لازمی ہے کہ اول شب (اول عمر) میں سفر شروع کرے تاکہ اختتام شب (موت) تک سفر پورا ہو جائے، اور منزل مقصود پر پہنچ جاؤ اور یاد رکھو کہ منزل مقصود یعنی جنت نہ تو کم قیمت ہے اور نہ اس کا حصول آسان، اس کی اللہ نے ایک بڑی قیمت لگا دی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآتٍ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾ ”اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ انہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔“

اللہ سبحانہ کی خشیت اور اس کا تقویٰ، نفس کو اطاعت الہی پر آمادہ کرنا اور جملہ احکام شریعت پر عمل کر کے اللہ کی رضا کا حصول یہی مؤمن کا مقصود ہے اور اسی کا صلہ جنت ہے۔ (تحفة الأحوذی: ۷/۱۹۰، روضة المتقین: ۱/۴۳۹)

## قیامت کے دن لوگ ننگے، بغیر ختنے کے اٹھائے جائیں گے

۴۱۱. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةَ عُرَاةٍ غُرُلًا“ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ؟ قَالَ: ”يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهْمَّهُمْ ذَلِكَ“ وَفِي رِوَايَةٍ: ”الْأَمْرُ أَهَمُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”غُرُلًا“ بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ! أَيْ غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

(۴۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت لوگ

ننگے پیر، برہنہ جسم غیر مختون اٹھائے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد اور عورت اکٹھے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ وہ معاملہ اس قدر شدید ہوگا کہ کسی کو خیال بھی نہ ہوگا کہ نظر اٹھائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ اس قدر کٹھن ہوگا کہ کہاں کوئی کسی کی طرف نظر اٹھا سکے گا۔

غرلا: غیر مختون۔

تخریج حدیث (۴۱۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف يحشر. صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة

نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة.



**کلمات حدیث:** حفاة: ننگے پیر لوگ، جمع حافی۔ ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) ننگے پیر چلنا۔ عراة: برہنہ جسم لوگ۔ عری عربی (باب سمع) ننگا ہونا۔ اسم فاعل عاری جمع عراة۔ و عربان۔ غرلا: غیر مختون واحد غرل۔ غرل غرلاً (باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔

**شرح حدیث:** میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سارے انسان جمع ہوں گے تو سب برہنہ پا، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے، وہ سب اللہ کے دربار میں اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح اللہ نے ان کو پیدا فرمایا تھا، ﴿کَمَا بَدَأُكُمْ تَعُودُونَ﴾ (تم لوٹ کر اس حال میں آؤ گے جس حال میں تمہاری ابتداء ہوئی تھی) سب اکیلے اور تنہا ہوں گے: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادًى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”تم سب ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔“

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ انسان میدان حشر میں ننگا آئے گا اور اس کا جسم اس حالت میں ہوگا جس حالت میں اللہ نے پیدا فرمایا تھا۔ اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ قطع کیا گیا ہوگا تو وہ لگا دیا جائے گا یہاں تک کہ مرد اقلف (غیر مختون) ہوں گے۔

منظر کی ہولناکی اس قدر شدید ہوگی اور لوگوں کو اپنی فکراتی پڑی ہوگی اور اس قدر شدید پریشانی کا عالم ہوگا کہ کسی انسان کو اتنی مہلت نہ ہوگی کہ وہ کسی دوسرے کو دیکھ سکے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگوں کی نظر ایک دوسرے کے جسم کی طرف پڑے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: لکل امریٰ ۽ شان یغنیہ۔ ”ہر ایک ایسی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے غافل کر دے گی۔“

(روضۃ المتقین: ۱/۴۳۹)



الباب (۵۱)

## بَابُ الرَّجَاءِ رجاء کا بیان

۱۵۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ قُلْ يَعْبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ سب گناہوں کو معاف کر دینے والا

ہے وہی بخشنے والا مہربان ہے۔“ (الزمر: ۵۳)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت کریمہ ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے، کوئی وجہ نہیں کہ کوئی اس آیت کو سننے کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے، کیوں کہ اللہ جس کے چاہے گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو، درتوبہ کھلا ہوا ہے۔

۱۵۳. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَهَلْ يُجْزَىٰ إِلَّا الْكُفُورُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”ہم صرف نافرمان ہی کو یہ بدلہ دیتے ہیں۔“ (سبا: ۱۷)

۱۵۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”یقیناً ہماری طرف وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب ہے۔“ (طہ: ۲۸)

۱۵۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾

مزید فرمایا:

”اور میری رحمت ہر شے کو واسع ہے۔“ (الاعراف: ۱۵۶)

**تفسیری نکات:** باقی آیات کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کا عذاب صرف کافروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور

منہ پھیر لیتے ہیں، جبکہ رحمت الہی ہر شے کو محیط اور شامل ہے اور اہل ایمان کو ہر وقت اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہئے اور توبہ و انابت اور استغفار سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

## جس کی موت توحید و رسالت کے اقرار پر آجائے وہ جنت کا مستحق ہے

۴۱۲. وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ."

(۴۱۲) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی روح ہیں، اور جنت اور جہنم حق ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس پر اللہ جہنم کو حرام فرمادے گا۔

**تخریج حدیث (۴۱۲):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قوله تعالى يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم.

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللہ بالایمان وهو غیر شاک فیہ دخل الجنة

**کلمات حدیث:** أَلْقَاهَا: اسے ڈال دیا۔ أَلْقَى الْقَاءَ: ڈالنا، دل میں کوئی بات ڈالنا۔

**شرح حدیث:** امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت اہم ہے اور بڑی جامع ہے کہ اس میں ایسے الفاظ و کلمات یکجا ہو گئے ہیں جن سے اہل ایمان تمام ملتوں اور جملہ عقائد باطلہ سے ممتاز ہو گئے۔

اہل ایمان کے اعمال خواہ جیسے بھی ہوں ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے برے اعمال کی سزا دے کر یا اگر وہ چاہے تو بغیر سزا دیئے ان کے گناہوں کو معاف فرما کر جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہیں داخل فرمادیں گے۔

حدیث مبارک میں اللہ کی توحید اور انبیاء کرام کی رسالت اور عبدیت کا بیان ہے کہ تمام انبیاء کرام اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَكَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِنَا﴾ خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ کلمہ کن سے ہوئے اور وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل اور ان کی عبدیت کے منکر ہیں اور یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی رسالت کے منکر ہیں، عبد اللہ ورسولہ فرما کر دونوں کی تردید فرمادی۔

### برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا

۴۱۳. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : " مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا أَوْ أَزِيدَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلَهَا أَوْ أَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ، هَرُولَةً وَمَنْ لَقِينِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَى الْحَدِيثِ : " مَنْ تَقَرَّبَ " إِلَى بِطَاعَتِي " تَقَرَّبْتُ " إِلَيْهِ بِرَحْمَتِي وَإِنْ زَادَ زِدْتُ " فَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي " وَأَسْرَعَ فِي طَاعَتِي أَتَيْتُهُ، " هَرُولَةً " أَيْ صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهُ بِهَا وَلَمْ أُحَوِّجْهُ إِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيرِ فِي الْوُضُولِ إِلَى الْمَقْصُودِ " وَقُرَابُ الْأَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ أَصَحُّ وَأَشْهُرُ وَمَعْنَاهُ : مَا يُقَارِبُ مِلًّا هَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۴۱۳) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا میں اس سے بھی زیادہ دوں گا اور جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں معاف کر دوں گا اور جو مجھ سے بالشت بھر قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا، اور جو شخص میرے پاس پیدل چلتا ہوا آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے اس حال میں ملے گا کہ اس نے زمین بھرنے کے برابر گناہ کئے ہوں لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔ (مسلم)

من تقرب : کے معنی ہیں جو میری اطاعت کے ذریعے میرے قریب ہوتا ہے، تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں اگر وہ اطاعت میں زیادتی کرتا ہے تو میں رحمت میں زیادتی کرتا ہوں اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے اور میری اطاعت میں جلدی کرتا ہے تو میں اس کی طرف لپکتا ہوا آتا ہوں یعنی اس پر اپنی رحمت نچھاور کر دیتا ہوں اور اس کی طرف سبقت کرتا ہوں اور میں اس کو مقصود تک پہنچنے میں زیادہ چلنے کی زحمت نہیں دیتا اور قراب الارض : میں قراب کا لفظ طق کے پیش کے ساتھ ہے، کسی نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ بھی صحیح ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اور اس کے معنی ہے "جواتنا ہو کہ زمین بھر جائے۔" (واللہ اعلم)

**تخریج حدیث (۴۱۳):** صحیح مسلم، کتاب الذکر بالدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقريب الى الله.

**کلمات حدیث:** هرولة، تیز روی، تیز چلنا۔

**شرح حدیث:** حدیث قدسی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا عطا فرمائیں گے اور دس کا یہ عدد کم سے کم ہے کیوں کہ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس پر اور اضافہ کر دوں گا اور یہ اضافہ اور زیادتی سات سو گنا تک ہوگی، یعنی آدمی کو ایک نیکی کا اجر ایسا ملے گا



جیسے اس نے سات سونکیاں کی ہوں۔

اور جس نے کوئی برائی کی تو اس برائی کا بدلہ اس کے برابر ہوگا، نیکیوں میں انعام و اکرام کے پہلو کو ترجیح ہے، یعنی ایک نیکی کا اجر ایک نیکی اور اس کے بعد انعام و اکرام اور عطا و بخشش جس کی کوئی حد نہیں ہے اور برائیوں میں عدل و انصاف کے پہلو کو ترجیح ہے کہ جس نے جتنی برائی کی اس کی اتنی ہی سزا ہو لیکن یہاں بھی اختیار ہے کہ معاف کر دیں اور کوئی سزا نہ دیں، بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نیکیوں سے برائیوں کو دور کر دیا جائے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾

فرمایا کہ کوئی میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہوں اور جو میری جانب ہاتھ بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر آتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں یعنی بندہ اگر میری اطاعت اور بندگی کی طرف چند قدم چلتا ہے میں اپنی رحمت اس پر نچھاور کر دیتا ہوں اور جس قدر بڑھتا ہے اور جس قدر اطاعت و بندگی میں تیز روی دکھاتا ہے اسی قدر میری رحمتیں ان کی طرف تیزی سے آتی ہیں، میری رحمت کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی اس قدر برائیاں کر کے میرے پاس آئے کہ روئے ارض اس کے گناہوں سے بھر جائے تو میں اتنی ہی مغفرتیں لے کر آتا ہوں اور اس کے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۵۲)

## شُرک سے بچنے والے کے لیے جنت ہے

۴۱۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُؤَجَّبَانِ؟ قَالَ: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اس حال میں مر جائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کوئی شُرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۱۴):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة

**کلمات حدیث:** مؤجبتان: دو واجب کرنے والی باتیں، یعنی ایسی دو باتیں جن سے جنت یا جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ واجب ایجاباً (باب افعال) واجب کرنا۔ موجبة: واجب کرنے والی اور مؤجبتان دو واجب کرنے والی باتیں۔

**شرح حدیث:** جس شخص نے زندگی بھر کبھی اللہ کے ساتھ شُرک نہیں کیا اور اللہ کی توحید پر ایمان رکھتے ہوئے مر گیا وہ جنتی ہے اور سارے مسلمان اسی طرح ہیں کہ سب اللہ کے ایک معبود ہونے کے قائل اور اس کے یکتا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، بشرطیکہ کبار پر اصرار

نہ ہو تو اللہ کی رحمت سے سب جنت میں جائیں گے، اور جو مصر علی الکبائر ہو اور اسی حالت میں مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کی مشیت کے تابع ہوگا اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل فرما دے۔

اور جو حالت شرک باللہ میں مر گیا وہ جہنمی ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (روضۃ المتقین: ۱/۴۴۴، دلیل الفالحین: ۲/۲۵۴)

## صدقہ دل سے توحید کے اقرار کرنے والے پر جہنم حرام ہے

۴۱۵. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ زَدِيْقُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا، قَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا خَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ" قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: "إِذَا يَتَكَلَّمُوا" فَأَخْبَرَهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَائِمًا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ "تَائِمًا" أَيْ خَوْفًا مِنْ إِلَّا تَمَّ فِي كُتْمِ هَذَا الْعِلْمِ.

(۴۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے آپ ﷺ کی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ، معاذ نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے فرمایا کہ لبیک یا رسول اللہ، تین مرتبہ فرمایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہر بندہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور اس نے اپنے دل کی سچائی کے ساتھ یہ گواہی دی اللہ اس پر جہنم کو حرام فرما دے گا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو بتا دوں کہ خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح تو لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد کتمان علم کے گناہ سے بچنے کے لئے بیان کی (متفق علیہ)

تائما: کے معنی ہیں کتمان علم کے خوف سے۔

**تخریج حدیث (۴۱۵):** صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم، صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة.

**کلمات حدیث:** اذا يتكلموا: اس طرح تو وہ بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے۔ اتکل يتکل تو کل (باب تفعّل) اللہ پر بھروسہ کرنا۔

تائما: گناہ سمجھتے ہوئے، کتمان علم کے گناہ سے بچتے ہوئے۔

**شرح حدیث:** جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے کہہ لیا اللہ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا، امام طبری رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ حدیث مبارک میں صدقاً من قلبہ (صدق دل) کے معنی یہاں استقامت کے ہیں کہ جس کی تصدیق اعمال و اخلاق سے ہو، کیوں کہ محض شہادتین کے زبانی اقرار پر جہنم سے نجات اس عموم کے ساتھ دیگر دلائل قطعیہ کے برخلاف ہے کیوں کہ اہل السنۃ کے نزدیک قطعی دلائل سے یہ امر ثابت ہے کہ عاصی مؤمنین کو بھی عذاب ہوگا اور پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پر جہنم سے نکالے جائیں گے۔

غرض جو صدق دل سے کلمہ توحید ادا کرے اور اسی توحید و رسالت کے اقرار پر اس کی موت واقع ہو جائے وہ جنت میں جائے گا اور اس پر جہنم حرام ہو جائے گی یعنی جہنم کی ابدی اور دائمی سزا نہیں ہوگی بلکہ وہ کچھ وقت سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا یہ کہ حدیث میں مطلق جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے اول مرتبہ جنت میں داخل ہونے کا وعدہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری: ۱/۳۱۵، روضة المتقین: ۱/۴۴۵)

### غزوہ تبوک میں معجزہ نبوی کا ظہور

۴۱۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا شَكَ الرَّائِي وَلَا يَضُرُّ الشَّكَّ فِي عَيْنِ الصَّحَابِيِّ لَا تَهُمُّ كُلُّهُمْ عُذُولٌ قَالَ : لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوكَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَذْنَتْ لَنَا فَنَحْرُنَا نَوَاضِحًا فَآكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "افْعَلُوا" فَجَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتَ قُلَ الظَّهْرُ وَلَكِنْ اذْغُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ اذْعُ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَاةِ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذَلِكَ الْبَرَكَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ" . فَدَعَا بِنَطْعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكُفٍّ ذُرَّةٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكُفٍّ تَمْرٍ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكُسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْبَرَكَاةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ فَآخِذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكَوْا فِي الْبَعْسِكِرِ وَغَاءَ إِلَّا مَلَأَهُ وَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَفَضَلَ فَضْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابی کے نام میں راوی کو شک

ہوا ہے اور صحابی کی تعین میں شک ہونا کوئی مضرت نہیں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، بہر حال روایت ہے کہ جب غزوہ تبوک میں صحابہ کرام شدت بھوک سے تنگ ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور ان کی چربی حاصل کریں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہی کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اونٹوں کو ذبح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ﷺ سب سے بچے ہوئے کھانے منگوا لیجئے پھر ان پر اللہ سے برکت

کی دعا فرمادیجئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا فرمادے گا آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے، آپ ﷺ نے ایک چمڑے کا دسترخوان منگوایا اور اسے بچھایا پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ان کے بچے ہوئے کھانے منگوائے تو کوئی مٹھی بھر مکی لایا کوئی مٹھی بھر کھجور لایا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا حتیٰ کہ دسترخوان پر تھوڑی سی اشیاء جمع ہو گئیں، آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اس سے اپنے برتنوں کو بھرلو، انہوں نے اپنے برتنوں کو بھر لیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں رہا جس کو انہوں نے نہ بھر لیا ہو۔ سب نے کھایا اور سیر ہو گئے اور کچھ بچ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو شخص ان دونوں کے اقرار کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا، اس طرح کہ اسے کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس کو جنت سے نہیں روکا جائے گا۔

**تخریج حدیث (۴۱۶):**

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

**کلمات حدیث:**

نواضحنا : ہمارے پانی لانے والے اونٹ۔ نواضح . جمع ناضح مؤنث ناضحة .

**شرح حدیث:**

حدیث مبارک میں مذکور واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ غزوہ تبوک میں صحابہ کرام کی تعداد بہت تھی اور غذائی اشیاء کی شدید قلت پیدا ہو گئی تھی اور بعض صحابہ کرام کے پاس کھانے کو کچھ نہ بچا تھا، اس لئے سوچا گیا کہ کچھ اونٹ ذبح کر لئے جائیں اور ان کے گوشت سے غذائی قلت کا مسئلہ حل کیا جائے، لیکن اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کرنا مناسب نہیں ہے، جس کے پاس جو کھانے کی اشیاء بچ رہی ہیں وہ لے آئے اور آپ ﷺ دعا فرمادیں، آپ ﷺ نے دسترخوان بچھوایا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام خوردنی اشیاء لا کر رکھ دیں، تب بھی وہ تھوڑی سی ہوئیں، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے برتن بھرلو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے برتن بھر لئے حتیٰ کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہیں بچا جو خالی رہ گیا، اور سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔ ازاں بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، اب اللہ کے یہاں جو بندہ اس حال میں جائے گا کہ اسے ان دونوں باتوں کے بارے میں ذرا بھی شک نہ ہو وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔

(شرح مسلم النووی : ۱/۱۹۶، دلیل الفالحین : ۲/۲۵۶، روضة المتقین : ۱/۴۴۶)

**جو اخلاص کے ساتھ ”لا الہ الا اللہ“ کہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہے**

۴۱۷. وَعَنْ عَتَبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ : كُنْتُ أَصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَإِذَا جَاءَتْ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، قَبْلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ : إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي وَإِنَّ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتْ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا اتَّخَذَهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”سَافِعُلٌ“ فَقَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَاذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ



تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟“ فَأَشْرَفْتُ لَهُ، إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبُّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَصَفَّقْنَا وَرَأَاهُ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ، عَلَى خَزِيرَةٍ تَصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلَ الدَّارِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مَا فَعَلَ مَا لَكَ لَا أَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُلْ ذَلِكَ إِلَّا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَغَيُّ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللَّهِ مَا نَرَى وَدَّهْ، وَلَا حَدِيثَهُ، إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَغَيُّ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”وَعِثْبَانُ“ بِكُسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّى فَوْقَ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مَوْجَدَةٌ. وَ”الْخَزِيرَةُ“ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ: هِيَ دَقِيقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ. وَقَوْلُهُ ”ثَابَ رِجَالٌ“ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: أَمَّ جَاءُوا وَاجْتَمَعُوا.

(۲۱۷) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا، ان کے اور میرے درمیان ایک برساتی نالہ پڑتا تھا، جب بارشیں ہوتیں تو میرے لئے اسے عبور کر کے مسجد تک پہنچنا دشوار ہوتا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بینائی کمزور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے اس میں بارشوں میں پانی بہتا ہے اور مجھے اسے عبور کرنا دشوار ہوتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیتے تاکہ میں اسے نماز کے لئے مقرر کر لوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ اگلے روز دن چڑھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دیدی، آپ ﷺ بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر کی کوئی جگہ میں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ میں نے جگہ بتائی جہاں میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھیں، غرض آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور آپ ﷺ کے سلام کے بعد ہم نے بھی سلام پھیر دیا، میں نے آپ ﷺ کو روک لیا کہ آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کیا جا رہا تھا۔ قریب کے گھروالوں کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما ہیں تو ان میں سے بہت سے لوگ آگئے اور گھر میں کافی لوگ جمع ہو گئے۔

کسی نے کہا کہ مالک کو کیا ہوا، میں اسے نہیں دیکھ رہا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ منافق ہے اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے صرف رضائے الہی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا، اس شخص نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں مگر ہم تو بظاہر دیکھتے ہیں کہ اسے منافقین سے محبت ہے اور انہیں سے اس کی بات چیت ہے، آپ

ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے جو اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا مقصود صرف رضائے الہی ہو۔ (متفق علیہ)

عتبان : ع کے زیر تاء کے سکون کے ساتھ ہے، خزیرہ گوشت اور آٹا ملا کر پکایا جاتا ہے اسے خزیرہ کہتے ہیں یہ لفظ خاء اور زاء کے ساتھ۔ ثاب ریحانی کے معنی ہیں کہ لوگ آگئے اور ان کا اجتماع ہو گیا۔

**تخریج حدیث (۴۱۷):** صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد فی البيوت . صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة .

**راوی حدیث:** حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو سالم سے تعلق تھا۔ قبا کے قریب گھر تھا اور بنو سالم کی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے تھے، محمد بن ربیع نے ۲ھ میں ان کو بہت بوڑھا دیکھا تھا، بخاری اور مسلم نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۵۷)

**کلمات حدیث:** اجتيازة : اس کا عبور کرنا، اس کو پار کرنا۔ فتاب : پلٹے آئے۔

**شرح حدیث:** حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبا میں قیام تھا، وہاں سے نماز پڑھانے بنو سالم کی مسجد میں جایا کرتے تھے، راستے میں ایک نالہ پڑتا جس میں بسا اوقات بارش کا پانی آ جاتا، حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی بھی کمزور ہو گئی، مختلف روایات میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نابینا نہیں ہوئے تھے بلکہ بینائی کمزور ہو گئی تھی، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں، رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی۔

بعد ازاں حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کرایا، اسی اثناء میں آس پاس سے کافی لوگ جمع ہو گئے، اور کسی نے حضرت مالک بن دحثم کے بارے میں کہا کہ وہ منافق ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں ایسی بات نہ کہو اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس کی غرض صرف رضائے الہی کا حصول ہے۔

حضرت مالک بن دحثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ تھے، ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غزوہ بدر اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی، خود رسول کریم ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔

(فتح الباری : ۱/۵۳۳، شرح مسلم النووی : ۱/۲۱۳، روضة المتقين : ۱/۴۴۷)

## اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت کی ایک مثال

۴۱۸. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيِ

فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلَزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اتَرُونَ هَذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا: لَا وَاللَّهِ. فَقَالَ: "اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۱۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، دیکھا کہ قیدیوں میں سے ایک عورت دوڑتی پھر رہی ہے اسے جو کوئی بچہ نظر آتا ہے اسے پکڑ کر اپنے آپ سے چمٹاتی اور دودھ پلاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی، ہم سب نے کہا کہ اللہ کی قسم نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۴۱۸):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد تقبيله ومعانقته. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالى.

**کلمات حدیث:** طارحة: پھینکنے والی۔ طرح الشئ: پھینک دیا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہاء وسیع بھی ہے اور ہمہ گیر بھی کہ تمام کائنات کو اور اس میں موجود ہر شے کو اور ہر ذی حیات کو اللہ کی رحمت واسعہ اپنے دامن میں لئے ہوئے، اور خاص طور پر مومن بندوں پر رحمت الہی کی وسعتوں کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا، فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ﴾

”اور میری رحمت بڑی وسیع ہے اور میں اسے بطور خاص ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔“

ایک قیدی عورت اپنے بچے کی تلاش میں سرگرداں تھی اور ہر بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا کہ یہ عورت اپنے بچے پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہاں اپنے بندوں کا لفظ جو اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عباد سے مراد عباد مومنین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحاب کی ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک بچہ تھا، اس کی ماں نے اس جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو اسے ڈر ہوا کہ کسی کا پیر اس کے بچے کو نہ لگ جائے تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور وہ پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا، غرض وہ بھاگ کر آئی اور اسے اٹھالیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں کیسے پھینک سکتی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بھی اپنے محبوب کو آگ میں پھینکنے والا نہیں ہے۔

غرض اللہ کی رحمت کا اپنے وجود اور اپنی صلاحیت کے اعتبار سے عام ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ جن مستحقین کے لئے لکھ دی گئی ان کے لئے خاص ہے، اور اللہ کا بندہ جب اللہ کی طرف رجوع کر لے اور توبہ و انابت کی ساتھ اس کی طرف پلٹے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی

رحمت واسعہ سے اپنی امیدیں وابستہ کرے۔ (فتح الباری: ۱۷۹/۳، روضة المتقین: ۴۴۹/۱)



## میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی

۴۱۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهُ، فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي" وَفِي رِوَايَةٍ "غَلَبَتْ غَضَبِي" وَفِي رِوَايَةٍ "سَبَقَتْ غَضَبِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو اللہ

تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

ایک روایت میں غلبت غضبی کے الفاظ ہیں اور ایک روایت میں سبقت غضبی کے الفاظ ہیں۔

**تخریج حدیث (۴۱۹):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ويحذرکم اللہ نفسه، صحیح مسلم، کتاب

التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ.

**کلمات حدیث:** تغلب: غالب ہوتی ہے۔ غلبت: غالب ہوگئی۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ کی رحمت کائنات کی ہر شے کو محیط ہے اور رحمت غضب پر غالب ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

رحمت الہی کے غضب پر سابق اور غالب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اس کی رحمت سے حصہ وافر ملتا ہے جو اس سے کہیں

زیادہ ہے جو اس کے بندوں کو اس کی ناراضگی اور غضب سے ملتا ہے، کیوں کہ رحمت بلا استحقاق بھی ملتی ہے، رحمت کا وہ بھی مستحق ہے جس

نے کوئی حق بندگی بھی ادا نہ کیا ہو جبکہ غضب اور ناراضگی صرف اس وقت اور اس عمل تک محدود ہے جو انسان نے اللہ کی ناراضگی کا عمل کیا

ہو۔ (فتح الباری: ۲/۲۵۸، روضة المتقین: ۱/۴۵۰)

## اللہ تعالیٰ کی سرحمتوں میں سے ایک زمین پر اتاری گئی ہے

۴۲۰. وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "جَعَلَ اللَّهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ

فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَأَّحُمُ الْخَلَائِقُ

حَتَّى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ خَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةً أَنْ تُصِيبَهُ" وَفِي رِوَايَةٍ: "إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ

مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فِيهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَأَّحُمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ

الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَآخَرُ اللَّهِ تَعَالَى تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَأَّحُمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَتِسْعُونَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ"



وَفِي رِوَايَةٍ "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقٌ مَابَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فِيهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اكْتَمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ."

(۲۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو جزء بنائے، ننانوے اپنے پاس رکھے اور ایک جزء زمین پر اتارا، تمام مخلوقات اسی ایک جزء کے طفیل باہم ایک دوسرے سے رحم کا برتاؤ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانور اپنے بچے کے پاس سے اپنا کھر موڑ لیتا ہے کہ کہیں اسے نہ لگ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو درجے ہیں، اس میں سے اس نے ایک رحمت نازل فرما کر جن وانس بہائم اور ہوام کو عطا فرمائی جس سے وہ باہم رحمت و عطف سے پیش آتے ہیں اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچے سے مہربانی سے پیش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ننانوے حصے جو اپنے پاس رکھ لئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

ابامسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو اجزاء ہیں، رحمت کا ایک حصہ وہ ہے جس سے تمام مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے حصے روز قیامت کے لئے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو رحمت کے سو حصے پیدا فرمائے، ہر ایک رحمت کی وسعت آسمان سے زمین تک کے برابر ہے، اس میں سے ایک حصہ زمین میں رکھ دیا جس سے ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے اور وحشی جانور اور پرندے آپس میں محبت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس ایک حصے کو بھی ملا کر پوری سو رحمتیں فرمائے گا۔

**تخریج حدیث (۲۲۰):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب جعل اللہ الرحمة مائة جزء.

**کلمات حدیث:** يتراحم الخلائق: مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں۔ تراحم (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنا۔ يتعاطفون: آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ تعاطف (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی۔

**شرح حدیث:** علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے رحمت کو پیدا فرمایا اور اس کے سو حصے کئے اور ہر حصہ ایسا ہے کہ آسمان سے زمین تک ساری فضاء بھر جائے، اس حدیث کا مقتضاء یہ ہے کہ وہ تمام نعمتیں وہ جملہ انعام و اکرام اور وہ سارے احسان جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر فرمائے گا ان کی سو اقسام ہیں، ایک قسم تمام کائنات کو اور جملہ مخلوقات کو فی الوقت دیدی گئی جس سے تمام کائنات کا نظام چل رہا ہے اور جملہ مخلوقات کی مصالح کی تکمیل ہو رہی ہے اور سارے انسان بہرہ مند ہو رہے ہیں، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس حصہ رحمت کو ان ننانوے حصوں کے ساتھ ملا دیں گے جو اس کے پاس ہیں اور ان جملہ رحمتوں سے اپنے عباد مومنین پر فضل و کرم فرمائیں گے اور یہ وہ بات

ہوئی جیسے فرمایا ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (۱۲)

”اور وہ مومنوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔“ (فتح الباری : ۱۷۹/۳)

### توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

۴۲۱. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ : ” أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنْ لَّهِ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالدَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَادْنَبَ فَقَالَ : اَيُّ رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنْ لَّهِ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالدَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَادْنَبَ فَقَالَ : اَيُّ رَبِّ اَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنْ لَّهِ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالدَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ “ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَوْلُهُ ‘تَعَالَى : ‘فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ “ اَيُّ مَا دَامَ يَفْعَلْ هَكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوبُ اُغْفِرْ لَهُ ‘ فَإِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِيْهِمْ مَا قَبْلَهَا .

(۴۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے، اس نے پھر دوبارہ گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، یقیناً میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اب وہ جو چاہے کرے۔

(بخاری و مسلم)

جو چاہے کرے گا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرتا رہے گا یعنی جب تک وہ ہر گناہ کے بعد توبہ کرتے رہے گا میں اسے معاف کرتا رہوں گا، کہ توبہ سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

**تخریج حدیث (۴۲۱):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یریدوا کلام اللہ .

صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول التوبہ من الذنوب وان تکررت .

**کلمات حدیث:** اذنب : گناہ کیا، گناہ گار ہوا۔ ذنب : گناہ، جمع ذنوب .

**شرح حدیث:** ابن بطال فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہوں پر مصر ہو کہ بار بار گناہ کرتا اور بار بار استغفار کرتا ہو، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے، اور اس کی یہ نیکی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسی کو غالب قوت والا سمجھتا ہے کہ جس کا چاہے مواخذہ کرے اور جس کو چاہے معاف فرمادے، تمام گناہوں پر غالب آجائے کہ ہر نیکی کا اجر و ثواب دس گنا ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی توحید اور اس کی ربوبیت پر ایمان کامل یہ سب سے بڑی نیکی ہے۔

حدیث مبارک میں توبہ اور استغفار کی فضیلت کا بیان ہے، لیکن توبہ کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم صمیم ہو، اور اگر بالفعل گناہ میں مبتلا ہے تو اسی وقت چھوڑ دے، توبہ کی قبولیت کا قرآن کریم میں وعدہ فرمایا گیا ہے:

”وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ.“

”وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے برے کاموں سے درگزر فرمادیتا ہے۔“

(فتح الباری : ۸۸۷/۳ ، عمدۃ القاری)

## گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

۴۲۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ” وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا

لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ تَعَالَى فَيَغْفِرُ لَهُمْ “ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں

میری جان ہے، اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف کر دے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۲۲):** صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة .

**کلمات حدیث:** لذهب الله بكم : اللہ تمہیں لے جائے، یعنی تمہیں ختم کر دے۔ ذہب بہ : لے جانا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح حسن عمل کرنے والوں کو جزا اور صلہ عطا فرماتے ہیں اسی طرح

خطا کاروں سے درگزر فرماتے ہیں، وہ غفار ہیں حلیم ہیں، توبہ میں اور اپنے گنہگار بندوں کو بہت معاف کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ایک ایسی مخلوق جو اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الہی پر عمل کرے اور اس کے وجود میں خیر و شر کے ہر دو پہلو موجود ہوں، وہ ایسی مخلوق ہو جو فحور کی طرف مائل ہو سکتی ہو اور تقویٰ کی طرف بھی ملتفت ہو سکتی ہے، گناہ کرے اور طالب مغفرت ہو اور توبہ اور رجوع کرے، اور یہ اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی سنات غفار ستار اور غفور اور رحیم کا اظہار ہو ورنہ اگر خالص نیک اعمال بغیر گناہ اور خطا کے مقصود ہوتے تو اس کے لئے فرشتے پہلے ہی موجود تھے۔

(شرح صحیح مسلم النووی : ۵۵/۱۷، روضة المتقین : ۱/۴۵۴)



۴۲۳. وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ لَخَلَقَ اللَّهُ خَلْقًا يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرَ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۲۳) حضرت ابویوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۲۳):**

صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبہ.

**شرح حدیث:**

اس حدیث مبارک کا مضمون بھی وہی حدیث سابق والا ہے اور مقصود حدیث اللہ کی رحمت و فضل اور ان کے عفو و درگزر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ انسان اگر اللہ کی جانب توبہ و انابت کے ساتھ رجوع کرے تو وہ بہت معاف کرنے والے اور بہت درگزر کرنے والے ہیں۔ (شرح مسلم النووی : ۵۴/۷)



### لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری

۴۲۴. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُودًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزَعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزَعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ. وَذَكَرَ الْحَدِيثُ بِطَوِيلِهِ إِلَى قَوْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَأَى هَذَا الْحَائِطَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور چند اصحاب بھی تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھے اور تشریف لے گئے، خاصی دیر ہو گئی ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے، اس پر ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے خوف زدہ ہوا، سو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا، اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل حدیث بیان کی اور اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور جو اس باغ کے باہر ملے جو اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہو اور دل سے یقین رکھتا ہو اس کو جنت کی خوش خبری دیدو۔ (مسلم)



**تخریج حدیث (۲۲۲):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

**کلمات حدیث:** فأبطلأ: آپ ﷺ نے تاخیر کی۔ أبطلأ: ویر کرنا۔

**شرح حدیث:** ایسا شخص جس نے اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کی وحدانیت و ربوبیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا ہے اور اسی اقرار و اعتراف پر موت واقع ہو وہ جنت میں جائے گا، اگر اس نے اسلام کے بعد کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا اور اس کا انتقال ہو گیا تو وہ ابتداء ہی جنت میں جائے گا اور اگر اسلام کے بعد زندہ رہا اور اس نے کچھ صغیرہ گناہ بھی کئے لیکن اس کی نیکیاں اس کی حسنات پر غالب آگئیں یا اس نے سرے سے کوئی معصیت نہیں کی تو وہ بھی جنتی ہے اور اگر اس کی حسنات اتنی نہیں ہیں جو اس کے برائیوں پر غالب آجائیں یا اس نے کوئی کبیرہ گناہ بھی کیا ہے لیکن اس نے اس سے توبہ کر لی تو وہ بھی جنتی ہے، اور اگر صغیرہ گناہ حسنات سے زیادہ ہوں یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو اور بغیر توبہ مر جائے تو وہ جہنم میں کچھ وقت گناہوں کی سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا محض فضل الہی سے جنت میں پہنچ جائے گا اور اللہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا، جیسے فرمایا: ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ ”علاوہ شرک کے اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔“ (شرح مسلم النووی: ۲۰۷/۱)

### حضرات انبیاء علیہم السلام کی اپنی اپنی امتوں کے حق میں دعاء

۴۲۵. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي“ الْآيَةَ وَقَوْلُ عِيسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: ”اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي“ وَبَكَى فَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ”يَا جَبْرِئِلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَعْلَمُ فَسَلِّهُ مَا يُبْكِيهِ؟ فَاتَاهُ جَبْرِئِلُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ”يَا جَبْرِئِلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَرُّضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۴۲۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو عزیز و حکیم ہے)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے، اور کہنے لگے اے میری امت، اے میری امت، اور آپ ﷺ پر گریہ

طاری ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب تو جانتا ہے مگر تم ان سے پوچھو کہ ان کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبریل آئے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو مطلع کیا کہ آپ ﷺ نے کیا دعا فرمائی تھی، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے اور ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۲۵):** صحیح مسلم، کتاب الایمان، دعاء النبی ﷺ لأمتہ وبکائہ شفقة علیہم.

**کلمات حدیث:** لا تسوؤک: آپ کو برا نہ معلوم ہو۔ ساء سوءاً (باب نصر) ناگوار ہونا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک بہت اہم اور دقیق مضمون پر مشتمل ہے، حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق اور امت کی اخروی فلاح کے بارے میں کس قدر فکر مند ہیں، آپ ﷺ دونوں ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی اور آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو بھیجتے ہیں کہ آپ اپنی امت کے بارے میں اس قدر فکر مند نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو راضی فرمائے گا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾

”اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو عطا فرمائے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔“ (شرح مسلم النووی: ۶۶/۳)

## حق اللہ اور حق العبد کی تفصیل

۴۲۶. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِذْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ فَقَالَ ”يَا مُعَاذُ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّ لِلَّهِ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟“ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَعْلَمُ، قَالَ: ”فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا“ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: ”لَا تُبَشِّرُهُمْ فَيَتَكَلَّبُوا“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۲۶) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں لوگوں کو بشارت دیدوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بشارت نہ دو کہ کہیں بھروسہ کر کے بیٹھے رہیں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۲۶):**

صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمتہ الی تو حید اللہ.

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

**کلمات حدیث:** ردف: وہ شخص جو سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا۔ ردف ردفاً (باب نصر) ردیف ہونا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق مالک اور رازق ہے اس لئے انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس کی اطاعت و بندگی میں لگے رہیں۔ اگر اللہ کے بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے کہ وہ انہیں قیامت کے عذاب سے بچائے اور ان کو آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے پر بندوں کے لئے اپنے خاص فضل سے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا پورا ہونا یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وعدہ خلافی نہیں ہے: ”ان الله لا يخلف الميعاد“ (فتح الباری: ۱۶۶/۲)

### مومن کی قبر میں شہادتین کا اقرار

۴۲۷. وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۲۷) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال

ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

”اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔“

(بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۴۲۷):** صحیح البخاری، تفسیر سورة ابراهيم، صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها . باب

عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه .

**شرح حدیث:** مسلمان سے قبر میں سوال ہوگا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں،

مسلمان کی قبر میں یہ ثابت قدمی اور یہ استقلال اس فرمان الہی کے مطابق ہوگا۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

”اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مضبوط بات سے ثابت قدم رکھتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔“

مطلب یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی

آفات و حوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (فتح الباری : ۸۰۴/۱، تفسیر عثمانی)

### کافر کے نیک کاموں کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے

۴۲۸. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أَطْعَمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَذْخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ" وَفِي رِوَايَةٍ : إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطِي بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزِي بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتٍ مَا عَمِلَ لِلَّهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۲۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں اس کا صلہ دیدیا جاتا ہے اور مؤمن کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیتا ہے اور اس کی طاعت پر اسے دنیا میں بھی رزق ملتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی، اور کافر نے جو نیک کام اللہ کے لئے کئے ہوں اس کو دنیا ہی میں صلہ دیدیا جاتا ہے اور جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی جس کا بدلہ دیا جائے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۲۸):** صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة.

**کلمات حدیث:** يُعْقِبُهُ : اس کو بعد میں ملتا ہے، بعد میں آتا ہے۔ عَقِبَ : پیچھے، بعد میں۔ اعْقَبَ : پیچھے آنا، بعد میں لانا۔  
**شرح حدیث:** علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کافر اگر حالت کفر میں مر جائے تو اسے آخرت میں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا البتہ دنیا میں اس کی ان نیکیوں کا صلہ دیا جائے گا جو اس نے بطور تقرب الی اللہ کی ہوں گی اس کے برعکس مؤمن کو دنیا میں صلہ ملے گا اور اس کی نیکیاں آخرت کا ذخیرہ بن جائیں گی اور اس کو تمام اعمال صالحہ کا صلہ ملے گا۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ۱۷/۱۲۴)

### پانچوں نمازوں کی مثال

۴۲۹. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابٍ أَحَدُكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ



”الْعُمْرُ“ : الْكَثِيرُ .

(۴۲۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم

میں سے کسی کے دروازے کے سامنے ایک گہری نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

عمر : کے معنی ہیں زیادہ۔

**تخریج حدیث (۴۲۹):** صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة تمحی بہ الخطایا وترفع بہ

الدرجات .

**کلمات حدیث:** عمر : زیادہ پانی، بکثرت پانی۔ نہر جابرِ عمر : بہت پانی والی بہتی ہوئی نہر۔

**شرح حدیث:** جس طرح کسی انسان کو اگر ظاہری گندگی لگ جائے تو وہ اس کو دور کرنے کے لئے اسے پانی سے دھوتا ہے اور

دھونے سے ظاہری اور حسی نجاستیں جسم سے اور لباس سے دور ہو جاتی ہیں، یہ تو حال ظاہری اور حسی نجاستوں کا ہے باطنی نجاستوں کی گندگی حسی نجاستوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، ظاہری نجاست کو دور کرنے کا طریقہ وضو اور نماز ہے، اب اگر کسی کے گھر کے سامنے گہرے پانی کی نہر بہہ رہی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس کا جسم کس قدر صاف ستھرا ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی مؤمن ایمان اور حسن نیت اور خلوص کے ساتھ روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرے اور نماز کو اس کے جملہ آداب کے ساتھ ادا کرے، اس کی باطنی طہارت کا کیا عالم ہوگا یہی کہ اس کے اعضاء و ضرور قیامت چمک رہے ہوں گا اور اس کا چہرہ تروتازہ ہوگا اور وہ خوش ہو کر اپنے رب کی طرف دیکھ رہا ہوگا۔

(شرح صحیح مسلم النووی : ۱۴۴/۶، روضة المتقین : ۱/۴۶۰)

## جس خوش نصیب کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں

۴۳۰. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَعَهُمُ اللَّهُ فِيهِ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ مرنے والے کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۳۰):** صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ اربعون شفّعوا فیہ .

**کلمات حدیث:** شَفَعَهُمُ : اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ شَفَعَ، شَفَاعَة (باب فتح) سفارش کرنا۔

**شرح حدیث:** جنازے میں شرکت کرنا اور جنازے کے ساتھ چلنا بہت بڑی نیکی ہے اسی طرح نماز جنازہ میں شرکت کا بہت اجر

و ثواب ہے، اللہ تعالیٰ کا مسلمان پر فضل عظیم ہے کہ وہ مسلمانوں کی مسلمانوں کے حق میں کی جانے والی دعا بھی قبول فرماتے ہیں اور اسی لئے جنازے کی نماز میں مسلمانوں کا کثرت سے شرکت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے والے مسلمان کے جنازے میں سو آدمی ہوں اور وہ اس کی شفاعت کریں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرمالیتا ہے، ایک اور روایت میں تین صفوں کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے۔

ان میں سے کوئی بھی تعداد ہو، اللہ کی ذات کریم ہے اس سے امید ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی میت کے حق میں دعا اور ان کی شفاعت کو قبول فرمائیں گے۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ۱۶/۷، روضة المتقین : ۱/۶۱)

### جنت میں سب سے زیادہ تعداد امت محمدیہ ﷺ کی ہوگی

۴۳۱. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ فَقَالَ : "أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟" قُلْنَا : نَعَمْ. قَالَ : "أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟" قُلْنَا نَعَمْ قَالَ : "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَا رُجُوَ أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذَلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۳۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب افراد ایک خیمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو، ہم نے کہا، کہ ہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو، ہم نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں تو امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا آدھا ہو، اور یہ اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے اور مشرکین کے مقابلے میں تم ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۳۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب

کون هذه الأمة نصف أهل الجنة .

**کلمات حدیث:** قبۃ : خیمہ، عمارت جو اندر سے گولائی دار ہو، اور اوپر کواٹھی ہوئی ہو، جمع قباب ۔

**شرح حدیث:** نبی کریم ﷺ چڑے کے بنے ہوئے قبۃ سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے کہ جنت میں تمام امتوں اور ملتوں کی مجموعی تعداد کے بالمقابل تمہاری تعداد چوتھائی ہو، صحابہ کرام نے اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تم ایک تہائی ہو، صحابہ نے پھر خوشی کا اظہار فرمایا، تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ تمہاری تعداد نصف ہو۔

جامع ترمذی میں بروایت صحیحہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ (فتح الباری: ۴/۱۲، شرح مسلم النووی: ۳/۸۰، دلیل الفالحین:

(۲۷۱/۲)

## یہود و نصاریٰ کی جنت کے حصے مسلمانوں کو ملیں گے

۴۳۲. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللَّهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ هَذَا فِكَا كُكَ مِنَ النَّارِ" وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللَّهُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ: "دَفَعَ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ هَذَا فِكَا كُكَ مِنَ النَّارِ" مَعْنَاهُ مَا جَاءَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "لِكُلِّ أَحَدٍ مَنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَالْمُؤْمِنُ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ لِأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذَلِكَ بِكُفْرِهِ" وَمَعْنَى "فِكَا كُكَ" إِنَّكَ كُنْتَ مُعْرِضًا لِلدُّخُولِ النَّارِ وَهَذَا فِكَا كُكَ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَمْلَأُهَا فَإِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ صَارُوا فِي مَعْنَى الْفِكَاكَ لِلْمُسْلِمِينَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۴۳۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی سپرد فرمادے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا جہنم سے فدیہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کے مثل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادیں گے۔ (مسلم)

دَفَعَ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ: کے معنی وہی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آئے ہیں کہ ہر آدمی کا جنت میں ایک مقام ہے اور جہنم میں بھی ہے۔ ایمان دار آدمی جنت میں چلا جائے گا تو کافر اسکی جگہ دوزخ میں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔ فِكَا كُكَ: کا مطلب یہ ہے کہ تو جہنم میں جانے والوں میں ہو جاتا مگر یہ تیرا فدیہ بن گیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانے والوں کی مقدار متعین کی ہے جو اسے بھر دیں گے۔ گویا کافروں کا اپنے کفر اور اپنے گناہوں کی بنا پر جہنم میں جانا مسلمانوں کے لئے ایک طرح کا فدیہ ہو جائے گا۔

تخریج حدیث (۴۳۲): صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتله.

**کلمات حدیث:** فکاک : فدیہ۔ فکاک الا سیر : قیدی کو چھڑانا۔

**شرح حدیث:** قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مکلف انسان کا ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ اب ان مکلفین میں سے جو شخص ایمان لے آیا اور اس کا ایمان خالص ہوا تو اس کا جو ٹھکانہ جہنم میں ہے اس کی جگہ اس کو جنت میں مل جائے گا اور اگر ایمان نہ لایا تو اس کے برعکس ہو جائے گا گویا کافر جہنم میں مومنین کی جگہ ہیں اور چونکہ تقدیر الہی میں جہنم کا بھرا جانا ہے اور وہ بھری جائے گی کافروں سے تو گویا کفار مومنین کا کفارہ ہو گئے۔

بعض مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہوں کا انبار پہاڑوں کی طرح بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف فرمادیں گے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں جنہیں امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا کہ یہ گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کے مثل وہ گناہ جو یہود و نصاریٰ نے کئے ہوں گے ان پر ڈال دے گا، یعنی جتنے گناہ مسلمانوں کے معاف کئے جائیں گے، اسی قدر کافروں پر ان کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گناہ جن کا طریقہ کافروں نے جاری کیا ہو اور مسلمانوں نے ان کا ارتکاب کر لیا ہو وہ مسلمانوں سے معاف کر دیئے جائیں گے اور کافر ان گناہوں پر اس لئے مأخوذ ہوں گے کہ انہوں نے ان کا طریقہ جاری کیا ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ ہوگا جو بعد میں اس پر عمل کریں گے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۷۱)

### دنیا میں پردہ پوشی آخرت میں مغفرت

۴۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يُذْنِي الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ فَيَقْرَرُهُ، بِذُنُوبِهِ فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ رَبِّ أَعْرِفْ قَالَ: فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَعْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى صَحِيفَةً حَسَنَاتِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"كَنَفَهُ" سَتَرُهُ وَرَحْمَتُهُ.

(۴۳۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن روز قیامت اپنے پردہ و کار کے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دامن رحمت میں لے لے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور کہے گا کہ فلاں گناہ کو پہنچانتے ہو، وہ کہے گا اے رب جانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا، اور آج میں انہیں معاف کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو نیکیوں کا اعمال نامہ دیدیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

کنفہ: کے معنی اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا، اور پردہ ڈال دیا۔



**تخریج حدیث (۴۳۳):** صحیح البخاری، تفسیر سورة هود . صحیح مسلم، کتاب التوبة باب توبة القتال وان

کثر قتله .

**کلمات حدیث:** کَفَّه : اس کی حفاظت ۔ کَفَّ کَفًّا (باب نصر) کسی چیز کو حفاظت میں لینا۔

**شرح حدیث:** اللہ سبحانہ روز قیامت اپنے مؤمن بندوں پر لطف و کرم فرمائیں گے۔ انہیں اپنے دامن رحمت میں لیں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمہارے ان گناہوں پر دنیا میں پردہ ڈال دیا تھا اب میں یہاں بھی معاف کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے بندے کھلم کھلا گناہ نہیں کرتے بلکہ خطا اور لغزش سے ان سے کبھی کبھار گناہ سرزد ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ روز قیامت ان کے گناہوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے گا۔

(فتح الباری : ۱۴/۲ ، روضة المتقین : ۴۶۴/۱ ، مظاهر حق : ۱۳۶/۵)

## نماز کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۴۳۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى .

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ : أَلَيْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ " لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور اس نے آ کر نبی

کریم ﷺ کو اطلاع دی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، نماز قائم کرو صبح و شام، اور رات کے کچھ حصے میں بیشک اچھائیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ کیا یا رسول اللہ یہ میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ میری تمام امت کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۴۳۴):** صحیح البخاری، کتاب مواقیات الصلاة، باب الصلاة كفارة . صحیح مسلم، کتاب

التوبة باب ان الحسنات يذهبن السيئات .

**شرح حدیث:** امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ قصہ قدر بے تفصیل سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک عورت آئی جس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا تھا، اس نے کہا کہ مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیدو، اس شخص نے کہا کہ مجھے وہ عورت اچھی لگی، میں نے اس سے کہا کہ گھر میں آ جاؤ، وہاں میرے پاس زیادہ اچھی کھجوریں ہیں، میں اسے لے کر اندر آیا اسے چمٹایا اور بوسہ لیا، وہ عورت بولی اللہ سے ڈر، اس پر وہ شخص خوف زدہ ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ توبہ کر لو اور دوبارہ نہ کرنا،

پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اچھائیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو، مجاہد نے کہا کہ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ أَلْسَفَاتٍ﴾ میں حسنات سے مراد یہ کلمات ہیں، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

اس شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ حکم میرے لئے خاص ہے، یعنی یہ حکم کہ نماز سے میرا یہ گناہ معاف ہو گیا خاص میرے لئے ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کا انعام ایک شخص کے لئے نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمر نے ٹھیک کہا، اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اجتہادات میں سے ہے جن کی لسان نبوت ﷺ سے تصدیق کی گئی، اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ سوال کرنے والے حضرت معاذ بن جبل تھے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اصول کہ حسنات سے سینات مٹا دی جاتی ہیں میری تمام امت کے لئے ہے۔

(فتح الباری : ۲/۷۶۳، دلیل الفالحین : ۲/۲۷۳، نزہۃ المتقین : ۱/۳۷۷)

### نماز سے صغیرہ گناہ خود معاف ہو جاتے ہیں

۴۳۵. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمَّهُ عَلَيَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللَّهِ قَالَ : " هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلَاةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ قَالَ : " قَدْ غُفِرَ لَكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَقَوْلُهُ " أَصَبْتُ حَدًّا " مَعْنَاهُ : مَعْصِيَةٌ تُوجِبُ التَّعْزِيرَ وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْخُذُّ الشَّرْعِيُّ الْحَقِيقِيُّ كَحَدِّ الزَّانَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا فَإِنَّ هَذِهِ الْخُذُودَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلَاةِ وَلَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهَا .

(۲۳۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں نے گناہ کیا ہے، مجھ پر اللہ کی کتاب کا فیصلہ جاری کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

أَصَبْتُ حَدًّا : کے معنی ہیں کہ میں نے ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس پر تعزیر ہے، حد شرعی حقیقی یہاں مراد نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد خمر وغیرہ کیوں کہ یہ حد و نماز سے ساقط نہیں ہوتیں، اور نہ امام کے لیے ان کا ترک کرنا جائز ہے۔

**تخریج حدیث (۲۳۵):** صحیح البخاری، کتاب المحاربین، باب اذا اقر بالحد ولم یبین هل الامام ان یستر علیہ۔

صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب ان الحسنات یذہبن السیئات .

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، انہیں چھوٹی سی چھوٹی بات بھی کھٹکتی اور وہ اس کو بڑی بات سمجھتے، جب تک وہ اسے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کر کے اپنے لیے آپ سے دعا و استغفار نہ کرائیں۔ یہی حال ان صاحب کا تھا جن سے کوئی معمولی لغزش ہوئی اور وہ فوراً آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مجھ پر حد جاری فرما دیجئے۔ اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی انہوں نے یہ بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی تمہارا گناہ معاف کر دیا گیا۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے گناہ سے مطلع فرمادیا، اسی لیے آپ ﷺ نے استفسار نہیں فرمایا۔

### کھانے پینے کے بعد حمد سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

۴۳۶. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيُحَمِّدَهُ، عَلَيْهَا" أَوْ يَشْرِبُ الشَّرْبَةَ فَيُحَمِّدَهُ، عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، "أَلَا كَلَّةٌ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرْءَةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْأَكْلِ كَأَلْغَدْوَةٍ وَالْعَشْوَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۴۳۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا سے خوش ہوتے ہیں کہ جو کھائے اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو پیئے اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اُکلہ ایک مرتبہ کا کھانا۔ جیسے غدوۃ اور عشوۃ۔ واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۴۳۶):** صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب .

**کلمات حدیث:** اُکلہ : ایک مرتبہ کا کھانا۔ شربہ : ایک مرتبہ کا پینا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حساب ہیں اور منعم کا شکر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ حمد و شکر پر خوش بھی ہوتے ہیں اور نعمتوں میں اضافہ بھی فرماتے ہیں: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ "اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔" احادیث میں مختلف مواقع کے لیے مختلف کلمات شکر اور حمد بیان ہوئے ہیں، ان کو یاد کرنا اور ان کو ان مواقع پر ادا کرنا بڑے ثواب اور اجر کی بات ہے ورنہ صرف الحمد للہ یا الحمد للہ رب العالمین کہنا بھی کافی ہے۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

"الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغن عنه ربنا ."

"اے اللہ! ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہے، بہت حمد پاکیزہ حمد ایسی حمد جس سے اس کھانے میں برکت ہو جس سے ہمیں کفایت نہیں

ہے اور جسے ہم نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اے ہمارے رب۔“ (روضۃ المتقین : ۱/۴۶۵)

### اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ لوگ توبہ کریں

۴۳۷. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ” إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا. “ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ دن کو گناہ کرنے والے توبہ کر لیں اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ رات کو گناہ کرنے والے توبہ کر لیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب تک سورج مغرب سے نکل آئے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۳۷):** صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول التوبہ من الذنوب وان تکررت .

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ شب و روز دامنِ رحمت و مغفرت دراز کرتے ہیں کہ جو گنہگار بندے ہیں وہ توبہ و انابت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ ان پر مہربانیاں فرماتے اور ان کے گناہ معاف اور خطائیں درگزر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے کہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (روضۃ المتقین : ۱/۴۶۶)

اس حدیث کی توضیح اس سے قبل باب التوبہ میں بھی گزر چکی ہے۔

### حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

۴۳۸. وَعَنْ أَبِي نَجِيحٍ عُمَرُ بْنُ عَبْسَةَ ”بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْبَاءِ“ السُّلَمِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَأَنَّهُمْ لَيُسُوْا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ إِلَّا وَثَانٌ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءَ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهُ : مَا أَنْتَ؟ قَالَ : ”أَنَا نَبِيٌّ“ قُلْتُ : وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ : ”أُرْسَلَنِي اللَّهُ“ قُلْتُ : أَيُّ شَيْءٍ أُرْسَلَكَ؟ قَالَ ”أُرْسَلَنِي بِصَلَةِ الْأَرْحَامِ وَكُسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوحَّدَ اللَّهُ لَا يُشْرَكَ بِهِ شَيْءٌ“ قُلْتُ فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ : ”حُرٌّ وَعَبْدٌ وَمَعَهُ يَوْمِيذٌ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ : إِنِّي مُتَّبِعُكَ قَالَ : ”إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذَلِكَ يَوْمَكَ هَذَا إِلَّا تَرَى خَالِيَّ وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلَكِنْ ارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأَتِنِي“



قَالَ : فَذَهَبْتُ إِلَى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَكُنْتُ فِي أَهْلِي فَجَعَلْتُ  
 اتَّخَبِرُ إِلَّا خَبَارَ وَأَسْأَلَ النَّاسَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ حَتَّى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِي الْمَدِينَةَ فَقُلْتُ مَا فَعَلَ هَذَا  
 الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ؟ فَقَالُوا : النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَلِكَ  
 فَقَدِمَتْ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّعَرَّفْنِي قَالَ : "نَعَمْ أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ" قَالَ  
 فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ : "صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ  
 ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قَبْلَ رُوحٍ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ  
 يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مُحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّوحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ  
 الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسَجِّرُ جَهَنَّمَ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مُحْضُورَةٌ حَتَّى تَغْرُبَ  
 الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ" قَالَ فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَأَلَوْضُوءُ  
 حَدَّثَنِي عَنْهُ؟ فَقَالَ : "مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يَقْرُبُ وَضُوءُهُ فَيَتَمَضَّمُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَشِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا  
 وَجْهِهِ وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَسَمَا أَمَرَهُ  
 اللَّهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا  
 يَدَيْهِ مِنْ أَنْامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَغْسِلُ  
 قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنْامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى فَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى  
 وَأَتْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلَّهِ تَعَالَى إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ  
 أُمُّهُ" فَحَدَّثَ عُمَرُو بْنُ عَبْسَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَمَامَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ  
 أَبُو أَمَامَةَ يَا عُمَرُو بْنُ عَبْسَةَ أَنْظِرْ مَا تَقُولُ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هَذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُو : يَا أَبَا أَمَامَةَ  
 لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي وَرَقَّ عَظْمِي وَاقْتَرَبَ أَجَلِي وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا عَلَى رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا  
 حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، مَا حَدَّثْتُ أَبَدًا بِهِ وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ "جُرَاءٌ عَلَيْهِ قَوْمُهُ" هُوَ بِجِيمٍ مَضْمُومَةٍ وَبِالْمَدِّ عَلَى وَزْنِ عُلَمَاءَ : أَيْ جَاسِرُونَ مُسْتَطِيلُونَ  
 غَيْرُ هَائِبِينَ ، هَذِهِ الرِّوَايَةُ الْمَشْهُورَةُ ، وَرَوَاهُ الْحَمِيدِيُّ وَغَيْرُهُ "جُرَاءٌ" بِكسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَقَالَ  
 مَعْنَاهُ : غَضَابٌ ذُووْغَمٍ وَهُمْ قَدْ عِيلَ صَبْرُهُمْ بِهِ حَتَّى أَثَرُ فِي أَجْسَامِهِمْ مِنْ قَوْلِهِمْ : حَرَى جِسْمُهُ  
 يَحْرَى إِذَا نَقَصَ مِنْ أَلَمٍ أَوْ غَمٍّ أَوْ نَحْوِهِ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ بِالْجِيمِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَيْنَ قَرْنَيْ  
 شَيْطَانٍ" : أَيْ نَاحِيَتَيْ رَأْسِهِ وَالْمُرَادُ التَّمَثِيلُ مَعْنَاهُ أَنَّهُ حِينَئِذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيْطَانُ وَشِيعَتُهُ وَيَتَسَلْطُونَ

وَقَوْلُهُ "يُقَرَّبُ وَضُوءُهُ" مَعْنَاهُ يُحْضِرُ الْمَاءَ الَّذِي يَتَوَضَّأُ بِهِ . وَقَوْلُهُ "إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا" هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ : أَيْ سَقَطَتْ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ "جَرَتْ" بِالْجِيمِ وَالصَّحِيحُ بِالْخَاءِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَمْهُورِ وَقَوْلُهُ "فَيَنْتَشِرُ" : أَيْ يَسْتَخْرِجُ مَا فِي أَنْفِهِ مِنْ أَدْوِي . وَالنَّثْرَةُ : طَرْفُ الْأَنْفِ .

(۲۳۸) حضرت ابو جحج عمر بن عبسہ سلمی سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا زمانہ جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ لوگ گمراہ ہیں اور ان کے پاس کوئی دین نہیں ہے اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ میں ایک صاحب بعض اخبار بتا رہے ہیں۔ میں سواری پر بیٹھا اور میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قوم کی شدت مخالفت کی بنا پر چھپ چھپ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ میں بھی چپکے چپکے آپ ﷺ تک پہنچ گیا، میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے، میں نے کہا کہ کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں، بتوں کو توڑ دوں اور لوگوں کو بتاؤں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ اس وقت تک آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی آپ ﷺ کا پیروکار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت ایسا نہیں کر سکتے، تم دیکھ نہیں رہے کہ میرا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس وقت تو تم اپنے گھروالوں میں واپس چلے جاؤ۔ جب سنو کہ میں غالب آ گیا تب میرے پاس آنا۔ اس نے بیان کیا کہ میں اپنے گھروالوں میں واپس چلا گیا۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ میں اپنے گھروالوں میں تھا اور آپ ﷺ کے بارے میں خبریں لیتا رہتا تھا اور ان لوگوں سے بھی پوچھتا جن کا مدینہ آنا جانا ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے کچھ لوگ مدینہ سے آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ ان صاحب کا کیا حال ہے جو مدینہ آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ لوگ ان کی طرف تیزی سے آرہے ہیں اور ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ یہ سن کر میں مدینہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کے بارے میں بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رکے رہو تا آنکہ سورج ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے، اس لیے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سیٹلوں کے درمیان ٹکتا ہے اور اس وقت کا فرا سے سجدہ کرتے ہیں۔ اس وقت کے گزرنے کے بعد پھر نماز پڑھو کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لیے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ چڑھنے لگے تو نماز پڑھو اس لیے کہ نماز میں فرشتے حاضر اور گواہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سیٹلوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ وضو کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو پہلے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے تو اس کے چہرے ناک اور منہ کے گناہ گر جاتے ہیں پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کئی غلطیاں اس کی ڈاڑھی کے کناروں کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کی تمجید کی جس طرح کہ وہ حق رکھتا ہے اپنے دل کو اللہ کے لیے فارغ کر دیا تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

عمر بن عبسہ نے اس حدیث کو صحابی رسول ﷺ حضرت ابو امامہ کے سامنے بیان کیا۔ ابو امامہ نے کہا کہ اے عمرو بن عبسہ! دیکھو کیا بیان کر رہے ہو، کیا ایک ہی جگہ آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا۔ حضرت عمرو نے کہا کہ اے ابو امامہ! میری عمر بھی زیادہ ہو گئی، میری ہڈیاں بھی کمزور ہو گئیں اور میری موت بھی قریب آ گئی۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے ایک، دو، تین مرتبہ بلکہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو میں اس کو کبھی بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ (مسلم)

جرأ علیہ قومہ : یعنی وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حراء نقل کیا ہے۔ جس کے معنی غضبناک غم اور فکر والے کے ہیں، یہاں تک کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے۔ جیسے کہتے ہیں حری بحری جب جسم غم ورنج وغیرہ سے کمزور ہو جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے ساتھ ہے۔

بین قرنی شیطان : شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت میں ہوتا ہے اور تسلط و غلبہ کرتا ہے۔

یقرب وضوءہ : اس پانی کو قریب لائے جس سے وضو مقصود ہے۔

الاخرت خطایا : غلطیاں گر جاتی ہیں، بعض نے جرت روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کی روایت یہی ہے۔

فینثر : ناک صاف کرے۔ نثرۃ : ناک کی ایک جانب۔

**تخریج حدیث (۲۳۸):** صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها۔ باب اسلام عمرو بن عبسہ رضی اللہ

عنه .

**راوی حدیث:** حضرت ابو جحیم عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ طائف، فتح مکہ اور دیگر غزوات میں شرکت



کی۔ ان سے ۱۲۸ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

**کلمات حدیث:** فتلطفت : میں چپکے سے پہنچا۔ چھپتے چھپاتے پہنچا۔ تلطف : حیلہ کرے، بھید معلوم کرنا۔ حرث : گزرگئی۔ خر : للہ ساجداً : اللہ کے لیے سجدے میں گر گیا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نبوت و رسالت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں چھپ چھپ کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ چند اصحاب آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ وہ بھی قریش کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔ عرب میں بت پرستی اور ہر طرح کی برائیاں عام ہونے کے باوجود بعض لوگ ایسے تھے جن کے دل بت پرستی پر مطمئن نہ تھے اور کسی دین حق کی تلاش میں رہتے تھے۔ انہی پاکیزہ نفوس میں سے ایک حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ مسلسل ہر آنے جانے والے سے آپ ﷺ کے بارے میں خبریں معلوم کرتے رہتے تھے۔ بالآخر خود مکہ مکرمہ آ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چھپ چھپا کر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔ اور جب دین حق کو قوت اور غلبہ حاصل ہو جب میرے پاس آنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر ایمان کے لوٹا دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کر لیا لیکن اس وقت ان کا رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ قریش کے لوگ انہیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑتے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ایمان و اسلام کے ساتھ لوٹ جاؤ اور جب دیکھو کہ دین حق کو قوت حاصل ہوگئی ہے تب میرے پاس آنا۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور پورا مکہ آپ ﷺ کا دشمن تھا مگر آپ کو دعوت حق کے عام ہونے اور دین کے غالب ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ آپ ﷺ نے حتمی طریقے پر فرمایا کہ جب دیکھو دین قوی ہو گیا ہے جب میرے پاس آ جانا۔

نماز میں فرشتے حاضر بھی ہوتے ہیں اور نمازی کی کیفیات و احوال کی بالتفصیل حضور حق میں گواہی بھی دیتے ہیں۔ اس لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ نماز کامل خشوع و خضوع کے ساتھ عاجزی اور بندگی کے ساتھ ادا کریں کہ جب اس نماز کی حالت و کیفیت کا نقشہ فرشتے اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں تو رحمت حق جوش میں آئے اور نمازی کی کامیابی اور نجات کا پیغام لائے۔

### نبی کا انتقال پہلے ہونا قوم کے لیے خوشخبری ہے

۴۳۹. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِذَا أَرَادَ

اللَّهُ تَعَالَى رَحْمَةً أُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلْفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةً أُمَّةٍ عَذَّبَهَا



وَنَبِيَّهَا حَتَّىٰ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ فَاقْرَأْ عَيْنَهُ بِهَلَاكِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۹) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت

کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کے لیے آگے جانے والا اور میر سامان بنادیتا ہے۔ اور جب اللہ کسی امت کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو نبی زندہ ہوتا ہے اور قوم کی ہلاکت دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اس قوم کی تباہی سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جس نے اسے جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

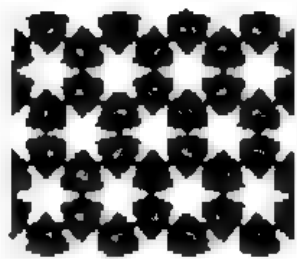
**تخریج حدیث (۴۳۹):** صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب إذا اراده الله رحمة امة قبض نبيها قبلها.

**کلمات حدیث:** فرطاً: مقدم آگے جانے والی شے۔ فرطاً فروطا (باب نصر) آگے بڑھنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں بشارت عظیم ہے تمام اہل اسلام کے لیے اور خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے اللہ کے گھر تشریف لے جا کر اپنی امت کا استقبال کریں گے اور ان کی شفاعت کریں گے اور یہ کہ اللہ نے اپنے رسول کی آنکھیں ٹھنڈی فرمادیں کہ آپ ﷺ کو ایسے جاں نثار متبعین کی جماعت ملی جنہوں نے آپ ﷺ کی ایک ایک ادا کی پیروی کی اور آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

پیغمبر کی امت سے قبل وفات کا امت کو فائدہ تب پہنچتا ہے جب کہ وہ امت ان کی اقتداء کرنے والی اور ان کے دین پر قائم رہنے والی ہو جیسا کہ صحابہ کرام اور سلف صالح نے آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کی اور دنیا کے کونے کونے میں دعوت حق کو پہنچا دیا۔

(نزہۃ المتقین: ۱/۳۸۳)



## بَابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ رجاء کی فضیلت

۱۵۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: اخْبَارَا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ

﴿وَأَفْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ (۱۱) فَوَقَّهَ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا

اللہ تعالیٰ عبد صالح کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان برائیوں سے بچا

لیا جن کی انہوں نے تدبیریں کیں۔“ (غافر: ۲۳)

**تفسیری نکات:** فرعون کی قوم میں سے ایک شخص ایمان لے آیا، یہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور چھپ چھپ کر اپنی قوم کے لوگوں کو حق کی جانب متوجہ کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ قوم فرعون کو اس کے ایمان کا علم ہو گیا اور وہ اس کے قتل کے درپے ہو گئے اور اس کے پکڑنے کے لیے دوڑے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کا محافظ اور ان کا نگران ہے اور یہ کہہ کہ یہ شخص پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور فرعون اور اس کے لوگوں کی گرفت سے بچ گیا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نجات عطا فرمائی۔

## اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں

۴۴۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ”قَالَ اللَّهُ

عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي وَأَنَا مَعَهُ، حَيْثُ يَذْكُرُنِي وَاللَّهِ اللَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ

صَالَتَهُ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِذَا

أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِي أَقْبَلْتُ إِلَيْهِ أَهْرُولُ، مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا لَفْظُ أَحَدِي رَوَايَاتُ مُسْلِمٍ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ فِي

الْبَابِ قَبْلَهُ، وَرَوَى فِي الصَّحِيحَيْنِ: ”وَأَنَا مَعَهُ، حِينَ يَذْكُرُنِي“ بِالنُّونِ وَفِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ

”حَيْثُ“ بِالشَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ.

(۴۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندے

کے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اللہ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے

زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے وہ شخص خوش ہوتا ہے جسے جنگل میں اپنی گم شدہ چیز مل جاتی ہے اور جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا

ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب

وہ میری طرف چتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے ہیں اور اس کی شرح سابق باب میں گزر چکی ہے اور صحیحین میں ہے کہ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے یعنی ان کے ساتھ چین اور اس روایت میں حیث ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

### تخریج حدیث (۴۴۰):

صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَحْذَرُ كَمَ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾

صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی الحَضَّ عَلٰی التَّوْبَةِ وَالْفَرَحَ بِهَا.

**کلمات حدیث:** ضالہ: اس کی گمشدہ شے اس کی گم شدہ سواری۔ ضل ضللاً (باب سمع و ضرب) راستہ سے بھٹکنا۔ راہ گم کر دینا، کسی چیز کا ضائع یا گم ہونا۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بہت مہربان ہیں وہ ان پر انعام و اکرام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ فضل و کرم فرماتے ہیں وہ اپنے بندوں کے گمان و خیال میں آنے والی باتوں کو بھی پورا فرما دیتے ہیں اور جب بندہ اپنے مالک کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ اس کی دعا قبول فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ احسان فرماتے اور اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں“ کے معنی ہیں؛ قبولیتِ توبہ کا گمان، استغفار کے وقت مغفرت کا گمان اور اعمالِ حسنہ پر ثواب و اجر کا گمان۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ مانگو کہ اللہ ضرور تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا۔ صرف دعا ہی نہیں بلکہ ہر عمل صالح میں یہی یقین واثق ہو کہ در قبول ضرور کھلا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے قبول فرمائیں گے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ فرمایا ہے کہ اور ان کے یہاں وعدہ میں تخلف نہیں ہے۔

اللہ کا بندہ اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے تو اللہ سبحانہ بھی اسے یاد فرماتے ہیں اگر بندہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اپنی رحمت و کرم سے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل و کرم فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔ اور جب بندہ رجوع اور انابت کے ساتھ پلٹ کر اللہ کی جانب آتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چٹیل بے گیاه میدان میں سفر کر رہا ہو، اس کی ذرا سی آنکھ لگ گئی۔ دیکھا تو سواری غائب اور اسی پر اس کا کھانے پینے کا سامان، اب سوائے اس کے کہ اس صحراء میں موت آکر اسے دبوچ لے کچھ بھی نہیں ہر امید منقطع اور ہر سہارا ختم۔ پریشانی کی شدت میں پھر غفلت ہوئی اب کہ جو آنکھ کھلی تو اس کی سواری پاس ہی کھڑی تھی۔ اس وقت اس شخص کو کس قدر خوشی ہوگی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(فتح الباری: ۸۵۱/۳۔ روضة المتقین: ۴۷۰/۱۔ دلیل الفالحین: ۲۸۶/۲)

### اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۴۴۱. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ





آدم کے بیٹے مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اگر تیری خطائیں آسمانوں کی بندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ آئے اور مجھ سے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر کر مغفرت لے آؤں گا۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا)

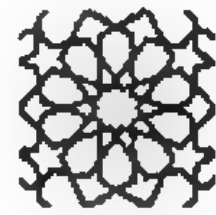
عنان السماء : عین کے زیر کے ساتھ یعنی وہ شے جو تیرے لیے ظاہر ہو اور اگر تو سراٹھائے تو اسے دیکھ لے۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی بادل کے ہیں۔ قراب الارض : ق کے پیش کے ساتھ۔ کسی نے کہا کہ ق کے زیر کے ساتھ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ یعنی اس کو بھر کر۔ واللہ اعلم

**تخریج حدیث (۲۴۲):** الجامع للترمذی ، ابواب الدعوات ، باب غفران الذنوب و منها عظمت .

**کلمات حدیث:** رجوتنی : تو نے مجھ سے امید کی۔ رجاء جاء (باب نصر) امید رکھنا۔

**شرح حدیث:** اللہ کا مؤمن بندہ ہر وقت اللہ سے اس کے فضل و کرم اور خیر کا طالب رہے اور اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر معافی کا طلب گار رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غفلت اور کوتاہی تو ہر وقت قابل معافی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سرکشی اور بغاوت نہ ہو اور ایسی غفلت نہ ہو کہ کبھی پلٹ کر رجوع کرنے کی توفیق نہ ہو، اگر بھول چوک سے بغیر اصرار کے اور بغیر تہمید اور سرکشی کے خطائیں سرزد ہو جائیں اور اللہ کا بندہ اللہ سے معافی کا خواستگار ہو اور اس سے دعا و رجاء کا تعلق ہو تو اگر اس کے گناہوں کی چٹان آسمانوں کو چھو لے اور اس کی لغزشوں کے انبار سے ساری زمین بھر جائے۔ اللہ ان سب کو معاف فرمادیں گے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں وہ سراپا رحمت ہیں اور ہر وقت درگزر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ شرط یہی ہے کہ بندے اس کی جانب رجوع کریں اور توبہ کریں اور دعاء کے لیے ہاتھ پھیلاویں۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۸۸)



الباب (۵۳)

## الْجَمْعُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ خوف اور رجاء دونوں کو جمع رکھنے کا بیان

اللہ کا بندہ حالتِ صحت میں ہو تو اس کے لیے پسندیدہ امر یہ ہے کہ وہ خائف اور راجی ہو اور خوف و رجاء ہر دو پہلو برابر ہوں اور حالتِ مرض میں رجاء کو غالب رکھے۔ کتاب اور سنت سے مأخوذ قواعد اس پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۵۷. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے ڈر سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔“ (الاعراف: ۹۹)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ جو دنیا کی عیش و راحت میں سست ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے۔ ان کو اس بات سے بے فکر نہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر رات کے وقت یا دن کے وقت کسی بھی حالت میں آسکتا ہے جیسا کہ پچھلی قوموں پر آیا ہے۔ اس لیے تقاضائے عقل یہ ہے کہ آدمی ان واقعات سے عبرت حاصل کرے اور اللہ کی گرفت اور اس کی ناراضگی سے بے فکر ہو کر نہ بیٹھا رہے۔ (معارف القرآن ۱/۱۶۴)

۱۵۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّهُ لَا يَأْتِسُّ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ کے ڈر سے وہی نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔“ (یوسف: ۸۷)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہیں اللہ کی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ کا صحیح ادراک ہی نہیں ہوتا ان کا سارا حساب مادی ہوتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر مایوسیوں کی گھٹائیں بھی اٹھائیں اور مشکلات کے پہاڑ راستے میں کھڑے ہو جائیں وہ ہرگز اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔

۱۵۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے کالے سیاہ۔“ (آل عمران: ۱۰۶)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں ایک جھلک ہے اس روز کی جب اہل ایمان کے چہرے سفید اور کافروں کے چہرے سیاہ پڑ چکے

ہوں گے۔ سورہ قیامہ میں ہے کہ کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ یعنی ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار مبارک سے روشن ہوں گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۶۰. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ۱۶۷

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔“ (الاعراف: ۱۶۷)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد عذاب دینے والا ہے یعنی بڑے لوگوں پر گرفت اور مواخذہ میں دیر نہیں لیکن جو توبہ کرے اور نادام ہو کر اللہ کی طرح رجوع کرے تو اس کی بخشش اور اس کی رحمت بے پایاں ہے۔

۱۶۱. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝﴾ ۱۶۸

اور فرمایا کہ

”بے شک نیکوکار نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور بدکردار جہنم میں جائیں گے۔“ (الانفطار: ۱۶۸)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ نیک لوگ ہمیشہ کی نعمتوں میں رہیں گے اور کافر آگ جہنم میں ہوں گے۔ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہیں اور اسی لیے جنت کا نام دار النعیم ہے۔ پھر یہ نعمتیں ہر خدشہ اور کھٹکے سے خالی ہیں اور ان میں یہ بھی اندیشہ نہیں کہ درمیان میں کوئی ایسی بات پیش آجائے گی جس سے نعمت اور تنعم کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

وزنی اعمال والے جنت میں جائیں گے

۱۶۲. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝﴾ ۷

﴿فَأَمَّهُ هَكَاوِيَةٌ ۝﴾ ۸

وَالْآيَاتُ فِي هَذَا الْمَعْنَى كَثِيرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِي آيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ أَوْ آيَاتٍ أَوْ آيَةٍ.

نیز فرمایا کہ

”جن کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے وہ ہادیہ میں ہوں گے۔“

(القارعة: ۶)

اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں جن میں خوف و رجاء کا دو متصل آیتوں میں یا ایک آیت میں بیان ہے۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ جس کے اعمال اس روز وزنی ہوں گے وہ سراسر عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن

اخلاص اور ایمان کی نسبت ہوگا۔ جس قدر ایمان گہرا اور مضبوط، جس قدر خلوص و یقین اور جس قدر حسن نیت ہوگی اسی قدر اعمال کا وزن بڑھ جائے گا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو لیکن روح اخلاص سے خالی ہو وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ﴿فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا﴾ ”ہم روز قیامت انہیں کوئی وزن نہیں دیں گے۔“ اور جن کے اعمال بے وزن اور بکے ہوں گے وہ ایک ٹرے میں پھینک دیئے جائیں گے جو نرم و شکنج ہوئی آگ سے لبریز ہوگا۔ (تفسیری مظہری۔ تفسیر عثمانی)

\*\*\*\*\*

## کافر کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا علم ہو جائے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو

۴۴۳. وَغْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمَعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدًا، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کیسی سزا ہے تو اس کی جنت کی آس ختم ہو جائے اور اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کس قدر رحمت ہے تو کوئی شخص مایوس نہ رہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۴۳): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب معة رحمة الله وانها سبقت غضبه.

کلمات حدیث: قنط: ناامید ہونا۔ قنط: قنوطاً (باب جمع وانصر) مایوس ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمتیں امتنا ہی اس کے پاس موجود نعمتیں بے شمار اور اس کا فضل و احسان بے حد و بے حساب، اسی طرح قہر و غضب کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اگر انسان کو سمجھ اندازہ ہو ان بے کراں رحمتوں کا اور ان بے حساب نعمتوں کا اور پھر اس کی بے دریغ عطاؤں بخشش کا تو کافر بھی آس لگا بیٹھے گا کہ یہ تو مجھے بھی مل جائے گا۔ یہی مضمون اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر فی الواقع اللہ کے عذاب کا پتہ چل جائے تو مؤمن جنت کی طمع چھوڑ کر کہے کہ بس میں سزا سے بچ جاؤں یہی غنیمت ہے۔ اور اگر کافر کو وہاں کی نعمتوں اور ان کی عطاؤں بخشش کی بے کرائیوں کا علم ہو تو وہ بھی جنت میں جانے کی طمع کر بیٹھے۔

مفسر و حدیث یہ ہے کہ آدمی خوف ورجاء کے ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر معاصی سے اجتناب کرنے اور اعمال صالحہ میں لگا

رہے۔ (روضة المتقين: ۴/۲۔ ذیل الفالحین: ۲۹۱/۲)

\*\*\*\*\*

## نیک صالح شخص کا جنازہ کہتا ہے جلدی پہنچاؤ

۴۴۴. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا وَضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ أَوْ الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ إِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي، قَدِّمُونِي،



وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ : يَا وَيْلَهَا : أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتُهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَهُ صَبَقَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۲۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے لوگ اٹھاتے ہیں یا مرد اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ مجھے جلدی آگے لے چلو مجھے جلدی آگے لے چلو اور اگر جنازہ برا آدمی کا ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہائے ہائے اس کی بلا کتنا ات کہاں لے جا رہے ہو، یہ آواز انسان کے سوا ہر شے سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۲۲۲):** صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حسن الخصال الجنائز.

**کلمات حدیث:** صَبَقَ : چیخ مار کر بے ہوش ہو جانا۔ صَبَقَ صَبَقًا (باب نصر) چیخ مارنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اللہ سبحانہ کی رحمت واسعہ اور عذاب شدید کا بیان ہے اور مقصود بیان یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے عمل نہ چھوڑے اور عذاب کے خوف سے مایوس نہ ہو جائے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ مومن وہ ہے جو عمل میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ بھی اسے آمادہ عمل کرتا ہے اور اللہ سبحانہ کی رحمتوں کا شوق اور ان رحمتوں کے مستحق ہونے کی امید بھی اسے عمل میں لگائے رکھتی ہے۔ اس طرح خوف اور رجاء دونوں ہی اس کے ایمان کے لیے مددگار اور معین ثابت ہوتے ہیں۔

اگر مرنے والا اللہ کا نیک بندہ ہے تو اسے اپنی منزل جنت کی جانب جانے کا اور جلد و ہاں پہنچ جانے کا اشتیاق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر مرنے والا برا آدمی تھا تو اس کا جنازہ پکارتا ہے تم مجھے اٹھا کر بلا کت کی کس وادی میں لے جا رہے ہو۔ یہ آواز تمام مخلوقات سنتی ہیں سوائے انسان کے اور اگر انسان سن لے تو اسے ضبط کا یا رانہ رہے اور بے ہوش ہو جائے۔

**تدفین میں جلدی کرنی چاہئے:**

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ صرف مرد اٹھائیں اور عورتوں کا جنازہ اٹھانا درست نہیں ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ کی تدفین میں جلدی کرنی چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کی تدفین سے فارغ ہو جائے کیونکہ اگر مرنے والا نیک اور صالح ہے تو وہ اپنی منزل کی جانب بسرعت روانہ ہو جائے اور اگر برا ہے تو انسان اس کے بوجھ سے جلد آزاد ہو جائیں۔

## جنت کا قرب

۴۴۵. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " الْجَنَّةُ

أَقْرَبُ إِلَيَّ أَحَدِكُمْ مِنْ شَرَاكٍ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلَ ذَلِكَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت جوت کے تئیں سے بھی

زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

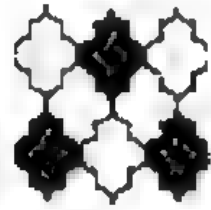
**تخریج حدیث (۴۴۵):** صحیح البخاری: کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب الی احدکم من شرک نعلہ۔

**کلمات حدیث:** شرک نعلہ: اس کے جوتے کا تسمہ۔ شرک النعل: جوتے کا تسمہ۔

**شرح حدیث:** حصول جنت کا بہت آسان ہے بس ایمان اور عمل اور ہر کام میں رضائے الہی کی جستجو، شریعت کے احکام پر عمل اور دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب آدمی عمل کرنے لگتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے اور پھر عمل کرتا رہتا ہے۔

تو اعمال صالحہ اس کی عادت اور فراغ کا حصہ بن جاتے ہیں اور اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتے ہیں اور پھر اسے کوئی دشواری باقی نہیں رہتی بلکہ عمل کرنا اس کے لیے زیادہ سہل اور آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ارشاد ہے: ”کن میسر لسا خلق“ ہر انسان کے لیے وہ عمل سہل بنا دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ طاعت و بندگی جنت میں پہنچانے والی ہے اور ہوائے نفس کی پیروی اور معصیت جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ بندہ کبھی بے دھیانی میں کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور کبھی بندہ بے خیالی میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور وہ بات اسے جہنم میں پھینک دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن کسی بھی عمل خیر کو چھوٹا اور کم نہ سمجھے کیا خبر ہے وہی عمل قلیل اللہ کی رضا کا سبب بن جائے اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھے ہو سکتا ہے کہ وہ برائی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور اس بات کا لحاظ اعمال، اخلاق، احوال اور اقوال ہر جگہ رہنا چاہیے۔ (فتح الباری: ۳/۳۸۴۔ عمدۃ القاری: ۲۳/۱۱۹۔ روضة المتقین: ۵/۲)



## فضل البکاء من خشية الله تعالى وشوقاً اليه گریہ از خشیت الہی اور شوق لقاء باری

۱۶۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ ﴿١٠٩﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”وہ روتے ہوئے تھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اس سے ان کے خشوع میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔“ (الاسراء: ۹-۱۰)

### قرآن کریم سننے وقت رونا مستحب ہے

**تفسیری نکات:** آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر ہوا جو اللہ کی خشیت سے روتے ہیں اور اس رونے سے ان کی خشیت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے سننے کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رو یا وہ جہنم میں نہ جائے گا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے اور چونکہ تھنوں سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ ان میں نہیں لوٹایا جاسکتا، اسی طرح اللہ کی خشیت میں رونے والا جہنم میں نہیں جاسکتا۔ بغوی نے حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کے خوف سے روئی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی ممنوعات سے بند رکھی گئی یا فرمایا اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں پھوڑی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مؤمن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، اللہ نے آگ کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ (تفسیر مظہری۔ معارف القرآن)

۱۶۴. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾﴾

اور فرمایا کہ

”کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔“ (النجم: ۵۹)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں کفار سے خطاب ہے کہ کیا تم اس کلام پر تعجب کر رہے ہو اور ہنس رہے ہو حالانکہ تمہیں یہ کلام

سن کر رونا چاہیے، یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے اور یہ کلام تمہارے سامنے آچکا ہے تم اس پر عمل کرو اور جو تمہاری کوتاہیاں اور برائیاں ہیں ان پر اللہ کے سامنے عاجزی کرو اور زوداً اور خشیت و تضرع کا اظہار کرو۔ ذکر قیامت اور عذاب آخرت کا سن کر چاہیے تھا کہ خشیت الہی سے رونے لگتے اور اس سے نجات کے لیے اللہ کی جانب رجوع کرتے کہ کسی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت

وفہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع و عباد ہو کر جہنم نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔ (تفسیر عثمانی)

\*\*\*\*\*

### رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا

۴۴۶. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ " قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ اقْرَأْ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ أَنْزَلَ ؟ قَالَ " أَنِّي أَحَبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي " فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى جِئْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ :

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۖ ﴾

قَالَ : " حُسْبُكَ الْآنَ " فَالْتَفَتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذَرٍ فَإِنْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن سنوں؟ قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند ہے۔ اس پر میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۖ ﴾

”اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس کافی ہے اور جب میں آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۴۶): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، باب ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا ۖ ﴾ . صحیح

مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل استماع القرآن .

کلمات حدیث: تذرفان : آنسو بہا رہی ہیں۔ ذرف ذرفاً (باب ضرب) آنسو بہنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سنناؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو سنائوں اور قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ ہی اس کے معانی اور حقائق سے بخوبی آشنا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی تلاوت کرنے کے علاوہ دوسروں سے بھی تلاوت کراؤں۔ غرض حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی مگر جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ ”اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔“ یعنی ان کافروں کا کیا برا حال ہوگا اس وقت جب ہم بلائیں گے ہر امت اور



ہر قوم میں سے گواہ جو ان کے حالات بیان کرے گا اور گواہی دے کہ انہوں نے کیا چھ لیا یعنی ہر امت کا نبی ان پر گواہی دے گا اور تم کو اے محمد ﷺ تمہاری امت پر گواہ بنائیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہولاء کا اشارہ انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی طرف ہے اور مطلب یہ ہوا کہ انبیاء سابقین جیسے اپنی امت کے کفار کے کفر اور فساق کے فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد ﷺ ان سب کی بد اعمالیوں پر گواہ ہو گے۔

اس آیت پر پہنچ کر رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بس کافی ہے۔ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ آبدیدہ تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اپنی امت پر شفقت کے طور اور احوال قیامت سے اثر انگیزی کی بنا پر آنسو بہہ رہے تھے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے کے وقت رونا اور آمادہ گریہ ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ طبیعت پر کلام الہی کی تاثیر مرتب ہوئی ہے جو بذات خود ایک امر مستحسن ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سنتے ہوئے رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شعار ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت یا اس کے سماع کے وقت رونا مستحب ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور اگر رونا نہ آتا ہو تو رونے کی صورت بنالینا اور خوف و خشیت کا اظہار بھی مستحب ہے۔

(فتح الباری : ۷۲۰/۲ - تحفة الأحوذی : ۳۷۲/۸ - شرح صحیح مسلم للحوئی : ۷۶/۶)

### صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خشیت الہی سے گریہ طاری ہونا

۴۴۷. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا" قَالَ فَقَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُوهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَسَبَقَ بَيَانُهُ فِي بَابِ الْخَوْفِ.

(۴۴۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ اس سے پہلے میں نے

اس جیسا خطبہ نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہے تو تم کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ۔" اس

پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز سنائی دی۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۴۷):** (یہ حدیث باب الخوف میں گزر چکی ہے)

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس امت مسلمہ کے سب سے بہترین سب سے زیادہ اعلیٰ اور منتخب افراد تھے، وہ

آپ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور آپ کی صحبت سے وہ روحانی ارتقاء اور تزکیہ نفس کے اس قدر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں ایسا محسوس کرتے تھے جیسے جنت و دوزخ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعتیں بڑی جلد فرمان نبوت ﷺ کا اثر قبول کر لیتیں۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ جانتا ہوں جو اگر تم جانتے تو ہستے کم اور رونا زیادہ ہو جاتا۔ تو

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جان گئے کہ آپ ﷺ عالم آخرت کے واقعات و حوادث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اس پر خشیت الہی سے ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ (روضۃ المنقین: ۶/۲۔ دلیل الفالحین: ۲۹۵/۲)

### جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار جمع نہیں ہو سکتے

۴۴۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۴۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رو پڑا ہو، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے میں ناک میں جانے والا غبار اور جہنم کا دھواں بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۴۴۸):** الجامع للترمذی، ابواب الجہاد، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ.

**کلمات حدیث:** دخان: دھواں۔ جمع أدخنه.

**شرح حدیث:** اللہ کی خشیت سے اگر کبھی کسی بندہ مؤمن کی آنکھ سے آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر رحمت و فضل و کرم فرمائیں گے کہ اس کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمادیں گے۔ ایسے شخص کو جہنم کی آگ پہنچنا اس قدر دشوار اور محال ہوگا جیسے جانور کے تھنوں سے دودھ نکال کر دوبارہ تھنوں میں واپس پہنچانا اور اسی طرح اگر کسی کی ناک میں جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں اٹھنے والا گرد و غبار چلا گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی ناک کو جہنم کی آگ کے دھوئیں سے محفوظ فرمادیں گے۔

(تحفة الاحوذی: ۱۶/۷۔ دلیل الفالحین: ۷/۲)

### تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے آنسو بہانا

۴۴۹. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمْنَهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات افراد ہیں جو روز قیامت

اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے یہ ایسا دن ہوگا جس دن اس کے سایہ رحمت کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) امام عادل، (۲) وہ

نو جوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق ہو، (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں، (۵) وہ شخص جسے کوئی حسین و صاحب حیثیت عورت (برائی کیلئے) بلائے اور وہ کہے کہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) اور وہ شخص جو صدقہ دے اور اس کو اس قدر چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا، (۷) اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۳۹):**

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ، کتاب الشعر، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ .

**شرح حدیث:** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں پہنچ جائے آپ نے فرمایا ہاں وہ جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہو۔ غرض یادِ الہی میں گریہ و زاری اللہ کے یہاں ایک محبوب عمل ہے اور ایسا شخص ان سات میں ایک ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی خوفِ خدا کی کیفیت

۴۵۰. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمَرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

(۲۵۰) حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سینہ میں سے رونے کی آواز اس طرح آرہی تھی جس طرح ہانڈی کے پکنے کی آواز آتی ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اپنی شمائل میں بسند صحیح ذکر کیا ہے)

**تخریج حدیث (۴۵۰):**

سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب البكاء فی الصلاة .

**راوی حدیث:** حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بنی عامر کے وفد میں شامل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے چھ احادیث مروی ہیں۔

**کلمات حدیث:** ازیز: ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ ازأ (باب نصر) دنگی کا جوش مارنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ اللہ کے رسول اور نبی ہیں، حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس وحی لے کر آتے تھے اللہ سبحانہ کے جلال و جمال کا جو شعور و احساس اللہ کے رسول ﷺ کو ہو سکتا ہے وہ دنیا کے کسی انسان کو نہیں ہو سکتا اور جن امور غیب پر رسول اللہ ﷺ مطلع تھے ان پر کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا اس لیے آپ ﷺ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد

فرمایا:

”لَا خَشَاكُمَ لِلَّهِ وَاتَّقَاكُمَ لَهُ“

”میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت اختیار کرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔“

غرض اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کا اثر رسول کریم ﷺ پر ہوتا اور آپ ﷺ گریہ فرماتے اور یہ گریہ وزاری آپ ﷺ کے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھی۔ (تحفة الاحوذی : ۱۰/۵۴۰۔ دلیل الفالحین : ۲/۲۹۷)

\*\*\*\*\*

### حضرت ابی بن کعب کو سورہ بینہ سنانا

۴۵۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَيَّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾“ قَالَ وَسَمَائِي؟ قَالَ : نَعَمْ ”فَبَكَى أَبِي، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ : فَجَعَلَ أَبِي يَبْكِي“

(۴۵۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ سناؤں حضرت ابی نے دریافت کیا کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رونے لگے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۵۱):** صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی رضی اللہ عنہ، صحیح مسلم، کتاب

المسافرین، باب استحباب قراءة القرآن على اهل الفضل.

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں سورہ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ تمہارے سامنے تلاوت کروں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا نام لے کر فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر شدت گریہ طاری ہو گیا، یہ گریہ تضرع و عاجزی کا تھا کہ کہاں میں اور کہاں اللہ سبحانہ کا میرا نام لے کر فرمانا، یا یہ گریہ سرور و شادمانی کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل و کرم کیا اور یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی کو تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بصراحت آپ کا نام لیا ہے اور گریہ یا تو خوشی اور مسرت سے تھا یا خوف و خشیت سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعام و اکرام کا شکر کیسے ادا ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنانا اس لیے تھا کہ انہیں اس سورہ میں مثبت حاصل ہو اور اس لیے کہ قرآن کریم کے سننے اور سنانے کی سنت قائم ہو۔ (فتح الباری : ۲/۴۵۲۔ روضة المتقين : ۱/۹۔ دلیل الفالحین : ۲/۹)

\*\*\*\*\*



## ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رلانے کا واقعہ

۴۵۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَّتْ " فَقَالَا لَهَا : مَا يُبْكِيكِ ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ، إِنِّي لَا أَبْكِي إِنْ لَمْ أَعْلَمْ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنِّي أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ .

(۴۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ چلو ہم ام ایمن سے ملاقات کے لیے چلتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے میں تو اس بات پر روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس بات کو سن کر ان دونوں کو بھی رونا آ گیا اور یہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۵۲):** صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن .

**کلمات حدیث:** انتھینا: ہم پہنچ گئے۔ انتھی انتھاء (باب افعال) نہایت تک پہنچنا۔

**شرح حدیث:** حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے اور یہ بات یاد آ گئی کہ کتنی بڑی خیر آپ ﷺ کے وجود سے امت کے لیے وابستہ تھی اور کس قدر خیر و برکات آپ ﷺ کے وجود سے قائم تھیں جو باقی نہ رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگوں کے لیے جو خیر وابستہ ہوتی ہے اور ان کے چلے جانے سے اہل دنیا ان کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں اس پر اللہ والوں کو رنج و افسوس ہوتا ہے کہ ہم خیر سے محروم ہو گئے۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۹۸)

## صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے امام مقرر فرمایا

۴۵۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُهُ، قِيلَ لَهُ، فِي الصَّلَاةِ : قَالَ : "مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قُرَأَ الْقُرْآنُ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ : فَقَالَ : "مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

قَالَتْ قُلْتُ :، إِنَّ أَبَاكَ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ

سے نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کر دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل آدمی ہیں جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو ان پر گریہ غالب آ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت گریہ سے اپنی آواز لوگوں کو نہ سنائیں گے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۲۵۳):** صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب صدا المریض ان یشہد الجماعة . صحیح مسلم،

کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام اذا، عرض له عذر .

**کلمات حدیث:** رقیق : نرم دل۔ رق رقة (باب ضرب) رحم کھانا۔ نرم دل ہونا۔ رقیق القلب : نرم دل۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حکم فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور آپ ﷺ نے اس بات کو تاکید اور مکرر فرمایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسی بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور فرمایا جس شخص کو اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اسے ہم اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب تھے اور تلاوت قرآن کے وقت آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب ہیں یہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز میں تلاوت قرآن کی آواز مقتدیوں تک پہنچ نہیں پائے گی۔

(فتح الباری : ۱/۵۳۶ - عمدة القاری : ۵/۴۰۰)

## حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کفن کا کافی ہونا

۴۵۴. وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَتَى

بِطَعَامٍ وَكَانَ ضَائِمًا فَقَالَ : قَتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عَمِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوَجِدْ لَهُ مَا يَكْفِي

فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ : إِنْ غُطِّيَ بِهَا رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، ثُمَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا

بَسِطَ . أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا . قَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عَجَلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي

حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۵۲) حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے ان کے سامنے افطار کے لیے کھانا لایا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مصعب شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے لیے کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی اگر سر ڈھانپ دیا جائے تو پیر کھل جائیں اور اگر پیر ڈھانپ دیئے جائیں تو سر کھل جائے۔ پھر دنیا کو ہمارے لیے وسیع کر دیا گیا۔ یا انہوں نے کہا کہ پھر ہم کو دنیا کی فراخی عطا کر دی گئی۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں تو نہیں دے دیا گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

**کلمات وحدیث:** عجلت: جلدی کر دی گئی، جلدی دیدی گئی۔ عجل تعجیلا (باب تفعیل) جلدی کرنا۔

**شرح حدیث:** حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ایک جلیل القدر صحابی ہیں ایک روز آپ روزے سے تھے افطار کے وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس وقت تک جو اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہو چکی تھی ان کا خیال کر کے آپ کا خیال اس دور کی طرف چلا گیا جب مسلمان عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور اسی حوالہ سے حضرت مصعب بن عمیر یاد آ گئے جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مصعب مجھ سے بہتر تھے مگر انہیں پورا کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے پیر ڈھکتے تو سر کھل جاتا تھا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے اس دور کا اس دور سے موازنہ کیا اور انہیں یہ فکر دامن گیر ہو گئی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم نے اسلام کے دور میں جو نیکیاں کیں ان کا اجر و ثواب دنیا میں ہی ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اس پر آپ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کھانے سے بھی دست کش ہو گئے۔ (فتح الباری: ۷۶۶/۱۔ دلیل الفالحین: ۳۰۰/۲)

### دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں

۳۵۵. وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صَدِيقِ بْنِ عُجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَآثَرَيْنِ قَطْرَةٌ دُمُوعٌ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَقَطْرَةٌ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. وَأَمَّا الْآثَرَانِ فَآثَرٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى وَآثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ تَعَالَى." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۳۵۵) حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے، آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے ٹپک پڑے اور قطرہ خون جو اللہ کے راستے میں بہا دیا جائے اور دو نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو اللہ کے راستے میں لگ جائے اور دوسرے وہ نشان جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو پورے کرتے ہوئے پہنچے۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور حسن کہا ہے)

**حدیث (۲۵۵):** الجامع للترمذی، ابواب الجہاد، باب ما جاء فی فضل المرباط.

**کلمات حدیث:** اثرین : دو اثر، دو نشان، دو عنایتیں، اثر کا تشبیہ۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بہت پسند ہیں، ایک قطرہ آب جو کسی صاحب ایمان و تقویٰ کی آنکھ سے خشیت الہی سے نکل آئے۔ دوسرا قطرہ خون جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شہید کے بدن سے بہہ نکلے اور دو نشانوں میں سے ایک اللہ کے راستے میں جہاد میں کوئی زخم مجاہد کے جسم پر آجائے اور وہ نشان جو اللہ کا مقرر کیا ہوا فرض پورا کرنے میں جسم پر لگ جائے۔ جیسے مسجد کی طرف جانے یا حج پر چل کے جانے میں پیروں پر نشان، یا سردی میں وضو سے ہاتھ پیروں کا پھٹنا، یا وضو کے پانی کا جسم پر باقی رہنا، گرم پتھر پلے زمین پر پیشانی کا پھٹ جانا اور روزہ دار کے منہ میں بو ہو جانا وغیرہ۔ غرض چھوٹا بڑا کوئی نشان جو اللہ کی بندگی میں جسم پر رہ جائے وہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۳۰۵/۵۔ روضة المتقین : ۱۱/۲)



۴۵۶. وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَارَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدْعِ.

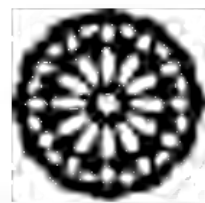
(۴۵۶) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسی پر اثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

**تخریج حدیث (۴۵۶):** سنن ابی داؤد، باب لزوم السنة، الجامع للترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ

فی السنة واجتناب البدعة.

**شرح حدیث:** مقصود حدیث خشیت الہی سے رونا ہے۔ اس باب میں متعدد احادیث اس موضوع پر آئی ہیں اور یہ حدیث کا ایک حصہ ہے مکمل حدیث اور اس کی شرح باب فی الامر بالمحافظة على السنة وادبها میں گزر چکی ہے۔

(روضۃ المتقین : ۱۴/۲)





فضل الزهد فی الدنیا والحث علی التقلل منها وفضل الفقر  
زہد فی الدنیا کی فضیلت اس میں کمی کی ہدایت اور فقر کی فضیلت

### دنیاوی زندگی کی مثال

۱۶۵. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازْبَيَّتْ وَطَرَكَ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُوا عَلَىٰهَا أَسْهَأَ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبْ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا پس اس زمین کا سبزہ جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہوئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اب اس پر بالکل قابض ہو گئے ہیں تو اس حال میں دن یا رات میں اس پر کوئی حادثہ آ پڑا تو وہ ایسی ہو گئی گویا بالکل یہاں پر کچھ بھی نہ تھا ہم اسی طرح صاف صاف نشانیوں کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“ (یونس: ۲۴)

**تفسیری نکات:** یہی آیت کریمہ میں انسان کی دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ جیسے آسمان سے خوب پانی برسا اور زرخیز زمین نے اپنی ساری زرخیزی اگل ڈالی اور خوب پھل پھول اور سبزہ نکل آیا اور کثرت نباتات کی یہ کیفیت ہوئی کہ پتے اور شاخیں آپس میں الجھ گئیں۔ غرض ہر طرف رونق چھا گئی اور ساری زمین مزین ہو گئی۔ اب مالکوں نے سمجھا کہ اب یہ سب پیداوار ہماری ہے تو ناگاہ ہمارا حکم آپہنچا اور سب کھیتی برباد ہو گئی اور ایسی ہو گئی جیسے یہاں پہلے کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح انسان کی دنیاوی زندگی کا حال ہے کہ خواہ کتنی ہی حسین اور دلکش نظر آئے حتیٰ کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق اور دلربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و محبت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیا منسیا ہو جائے گی۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

۱۶۶. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَأَضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ مِنْ دَرَبِكِ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿٤٦﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”ان سے دنیا کی مثال بیان کر دیجئے جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ رل مل گیا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔“ (الکہف: ۲۵)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ دنیا کی عارضی بہار اور فانی اور سریع الزوال تروتازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی انھی گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی آخر ایک وقت آیا کہ کانٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب و آبلہ فریب بناؤ سنگھار کا سمجھو چند روز کے لیے خوب ہری بھری نظر آتی ہے اور آخر میں فنا ہی فنا ہے۔ مال و اولاد تو دنیا کی زینت ہیں یہ آخرت میں کام نہیں آتے آخرت میں کام آنے والی وہ نیکیاں جو باقی رہیں گی کہ آخرت کی زندگی کا مدار عمل صالح پر ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

### دنیوی زندگی محض ایک کھیل کو دے

۱۶۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ فِيهَا مَرْغَبَاتٌ وَمُنَافَعَاتٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَمًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس میں فخر و مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ کی خواہش ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بارش کہ اس سے کھیتی انسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے، پھر اے دیکھنے والے تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں کافروں کے لیے سخت عذاب اور مؤمنوں کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو فریب کا سامان ہے۔“ (الحمدید: ۲۰)

**تفسیری نکات:** اس تیسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ دنیا کی زندگی لعب و لہو اور زینت و تفاخر ہے اور مال و اولاد کی کثرت ہے یہ سارا سامان فانی اور بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے جیسے کسی کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں اور خوبصورتی اور شادابی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور ایک دھوکہ کی مٹی ہے۔ آدمی اس کی ظاہری دلفریبی سے دھوکہ کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔

(معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

## لوگوں کے شہوات اور عورتوں کی محبت محبوب بنادی گئی

۱۶۸. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَتَابِ ﴿۱۶﴾﴾

اور فرمایا:

”لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزوں میں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان بگے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔“

(آل عمران: ۱۶۰)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ انسان کے لیے عورتوں، اولاد، سونا چاندی اور مال مویشی کی محبت کو خوبصورت اور دلآویز بنا دیا گیا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام انسان کی ان چیزوں سے قلبی الفت اور تعلق سے وابستہ ہے اگر انسان کی ان اشیاء سے محبت ختم ہو جائے تو دنیا کا سارا نظام برہم ہو جائے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے دیکھنا یہ ہے کہ کون باقی کو فانی پر ترجیح دیتا اور کون آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی متاع فانی پر ترجیح دیتا ہے اور عمل صالح کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتا ہے اور کون دنیا کی اس ظاہری اور فانی دلکشی میں کھوکرا اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

۱۶۹. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۱۷﴾﴾

اور فرمایا:

”اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور فریب دینے والا شیطان تم کو فریب نہ دے دے۔“

(فاطر: ۵)

**تفسیری نکات:** پانچویں آیت میں تمام عالم انسانیت کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی پرفریب زندگی سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاؤ اور شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دے۔ یعنی ایک دن دنیا کی یہ بہار ختم ہو جائے گی اور یہ باغ اجڑ جائے گا اور تمہیں اپنے اعمال کے حساب کے لیے پیش ہونا پڑے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی ابھی سے تیاری کی ضرورت ہے، دیکھو شیطان تمہارا دشمن ہے وہ کہیں تمہیں کسی فریب میں نہ مبتلا کر دے۔ (تفسیر عثمانی)

## مال و دولت کی بہتات نے غافل بنا دیا

۱۷۰۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿الْهَنَکُمُ التَّکَاثُرُ ۝۱ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۳ اِنَّکُمْ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۴ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۝۵﴾

اور فرمایا کہ:

”تم کو مال کی بہتات نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا دیکھو اگر تم جانتے

یعنی علم الیقین رکھتے۔“ (الکاثر: ۱)

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ تمہاری ہلاکت اور بربادی کا اصل سبب تکاثر ہے اسنے تمہیں حقیقت سے غافل کر دیا اور ایسی گہری غفلت طاری کر دی کہ قبروں میں جا پڑے مگر آنکھ نہ کھلی۔ یعنی مال و دولت کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے اور نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا اور موت آ جاتی ہے۔ دیکھو مال و اولاد کام آنے والی چیزیں نہیں ہیں یہ حقیقت عنقریب تم پر منکشف ہو جائے گی اور تم بالیقین جان لو گے کہ دنیا اور دنیا کی ہر شے فانی اور آخرت ہی دار البقاء ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

۱۷۱۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَمَا هَذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَّابَتْ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ لِهٰی الْحَيٰوَانُ لَوْ کَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

اور فرمایا:

”اور یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشہ ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ سمجھتے۔“

وَالْآیٰتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ، وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَاَکْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰی فَنَبِّہُ بِطَرَفٍ مِنْهَا عَلٰی مَا

سِوَاہُ۔

**تفسیری نکات:** ساتویں آیت میں فرمایا کہ دنیا کی زندگی تو بس لہو و لعب اور کھیل اور تماشہ ہے یعنی جس طرح کھیل اور تماشہ ایک وقتی دلچسپی کا مشغلہ ہوتا ہے اور اس کے ذرا دیر بعد ختم ہو جاتا ہے دنیا بھی ایک ذرا دیر کا شغل ہے اور پھر سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جانے والا ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو لافانی اور باقی رہنے والی ہے۔

اس مضمون سے متعلق آیات قرآن کریم میں بکثرت ہیں اور احادیث تو شمار سے بھی زیادہ ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی

ہیں۔



## دنیا کی کشمکش میں ہلاکت کا خوف

۴۵۷. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجَزِيرَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتْ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافُوا صَلَوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُمْ ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟ فَقَالُوا: أَجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ: "أَبْشِرُوا وَأَمْلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسِطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۵۷) حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بحرین سے جزیہ لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے ان کی واپسی کی خبر سنی تو نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ آپ کے سامنے آئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ تم نے ابو عبیدہ کے متعلق بحرین سے کچھ لانے کے بارے میں سنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اور خوشی والی چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے فقر سے اندیشہ نہیں ہے بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کی گئی پھر تم دنیا کے حصول کیلئے کشمکش کرنے لگو جیسا کہ انہوں نے کشمکش کی اور تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک ہوئے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۵۷):** صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، صحیح مسلم، کتاب الزهد والرفاق.

**راوی حدیث:** حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اولین دور میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ان سے سات احادیث مروی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاستیعاب: ۴۵۱/۲)

**کلمات حدیث:** جزیہ: مسلم ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں پر عائد ہونے والا ٹیکس جس کے بدلے حکومت ان کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ فتنافسوها: تم اس کے حصول کے لیے کشمکش کرو۔ تنافس (باب تفاعل) مال کے حصول اور اس کی طلب میں مسابقت اور خود لینا چاہنا اور دوسرے کا لینا ناپسند کرنا، یعنی حسد کا ابتدائی درجہ کہ حسد کے معنی ہیں دوسرے کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے معاہدہ صلح فرما کر وہاں علماء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا، بحرین کے بیشتر لوگ اس وقت مجوسی تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ کو اس علاقے کا جزیہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا جب وہ واپس آئے اور انصار

نے ان کی آمد کے بارے میں سنا تو صبح کی نماز میں جمع ہو گئے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور بھی مساجد تھیں اور انصار اپنی مساجد میں نماز پڑھا کرتے اور جب کوئی امر مہم و زپیش ہوتا تو سب مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہوا کرتے تھے جیسا کہ اس موقع پر جمع ہوئے۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو اور پر امید رہو کہ یہ خوشیاں ملیں گی اور راحتیں آئیں گی۔ یہ بات آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح ہوا کہ تھوڑی ہی وقت گزرا کہ مالی خوش حالی کا دورہ ہو گیا اور فقر و تنگی کی جگہ وسعت و فراخی نے لے لی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تنگی اور فقر سے کوئی ڈر نہیں ہے میں تمہارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے لیے معاشی فراخی پیدا ہو جائے اور تم دنیا کی کشمکش اور مزاحمت میں مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے دیگر قوموں میں ہوئیں اور تم بھی اسی طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک و برباد ہوئیں۔

مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث بنتی ہے کیونکہ مال کی کثرت سے مال کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر حصول مال و دولت میں باہم مزاحمت و منافست اور مقابلہ اور کشمکش پیدا ہوتی ہے جس سے نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں اور بخل و حرص اور حسد مزید خرابیاں پیدا کرتے ہیں جس سے آپس میں لڑائی جھگڑوں کی نوبت آتی ہے یہ تو دنیاوی اور معاشرتی نقصانات ہیں اور دین کا نقصان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوتی، جس قدر مال کی محبت میں اضافہ ہوگا اسی قدر خشیت الہی میں کمی آئے گی اور خشیت الہی میں کمی عمل صالح کے نقصان کا سبب بن جائے گی۔ (فتح الباری: ۲/۲۴۵۔ روضة المتقین: ۱۶/۲)

### مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث ہے

۳۵۸. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ: "إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

(۳۵۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بعد جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے وہ دنیا کی زینت و آرائش ہے جس کا دروازہ تمہارے اوپر کھول دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۵۸):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة علی الیتامی۔ صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنيا۔

**کلمات حدیث:** زہرہ: کلی، شگوفہ، جمع ازہار۔ زہرۃ الدنیا: دنیا کی دلکشی اور رونق۔

**شرح حدیث:** مال و دولت کی وہ آسودگی اور فراخی جو دنیا کی محبت دل میں ڈال دیتی اور اس کا گرویدہ بنا دیتی ہے اور حرص و طمع میں

بتلا کرتی ہے، چونکہ انسان کو اخلاقی اور روحانی طور پر تباہ کر دیتی ہے اور اخروی ہلاکت کا مستوجب بنا دیتی ہے اس لیے رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کی مالی خوشحالی اور دنیاوی فراخی سے خوف کا اظہار فرمایا۔ اس میں اصل نکتہ مال کی محبت ہے۔ جس قدر حسب مال بڑھے گی اسی قدر اس کے اخلاقی اور دینی مفاسد میں اضافہ ہوگا اور اگر دنیا کی محبت دل میں پیدا نہ ہو اور اکتساب مال اور اس کے خرچ میں ان حدود کی رعایت رکھی جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمائی اور بکثرت فی سبیل اللہ انفاق کیا جائے تو مال کے ان مفاسد سے اللہ کے حکم سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ (مظاہر حق: ۴۰/۶۳۵)

### دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچو

۴۵۹. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدُّنْيَا حُلُوةٌ خَصِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُسْتَحْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ: فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۵۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ

تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۵۹):** صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر أهل الجنة الفقراء.

**کلمات حدیث:** مستحلفکم: اللہ تمہیں اس دنیا میں نائب بنانے والا ہے تم اس میں وہی تصرف کرنا جس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک تنبیہ اور تحذیر ہے کہ اہل ایمان دنیا کے فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں بلکہ دنیا کے بارے میں محتاط رہیں اور اعمالِ آخرت میں لگے رہیں۔ دنیا شیریں بھی ہے اور تروتازہ بھی، جیسے کوئی بہت لذیذ پھل ہو جس میں لذت و شیرینی، خوبصورتی اور دلکشی، خوشبو اور مہک جمع ہو گئے ہوں اور انسان کی طبیعت میں اس کی شدید رغبت پیدا ہو جائے لیکن یہ لذت فانی ہے اور آتی ہے۔ اس کی خاطر دائمی اور باقی رہنے والے نعمتوں کا ضائع کر دینا خلاف عقل ہے اس لیے چاہیے کہ دنیا کا برتنا اور اس میں تصرف کرنا اس طرح ہو جیسے ایک نائب اور خلیفہ کا ہوتا ہے کہ اس کا تصرف وہی ہوتا ہے جو اس کے مالک کا حکم ہوتا ہے۔ دنیا سراسر آزمائش ہے اور اس آزمائش میں نمایاں فتنہ عورت کا ہے اس لیے دنیا میں محتاط رہو اور عورت کے باب میں محتاط رہو۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۷/۴۶)

۴۶۰. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ

الْآخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

(متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۶۰):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب التحریض علی القتال .

**کلمات حدیث:** عیش : زندگی۔ عاش عیشاً (باب ضرب) زندگی گزارنا۔

**شرح حدیث:** مراد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی فانی اور زائل ہونے والی جبکہ آخرت کی زندگی ابدی اور لا فانی ہے اور مومن دنیا میں دنیا کے لیے نہیں جیتا بلکہ اس کی دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے بنانے اور سنوارنے کے لیے ہے کہ آخرت کی زندگی ابدی اور سرمدی ہے اور وہ دارالقرار اور دارالبقاء ہے نہ وہاں دنیا کا رنج و غم نہ فکر و پریشانی نہ تردد و حیرانی بلکہ وہاں کی زندگی عیشۂ راضیہ مرضیہ کی تصویر ہے۔ اس لیے فرمایا اے اللہ زندگی درحقیقت آخرت کی زندگی ہے۔

خندق کی کھدائی کے موقع پر صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے اور خندق کی مٹی اپنی پیٹھ پر لا کر لے جا رہے تھے اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔“ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرام یہ رجز پڑھ رہے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما حینا ابدا

”ہم نے محمد سے بیعت کی ہے جہاد کی جب تک ہم زندہ ہیں۔“

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللهم لا عیش الا عیش الآخرة فاکرم الانصار والمہاجرۃ۔“

”اے اللہ! زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی۔ تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا فرما۔“

(فتح الباری : ۴۴۹/۲ - عمدۃ القاری : ۳۶۲/۱۷)

## میت کے تین ساتھی

۴۶۱. وَغْنُهُ عَزَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”يَتَّبِعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ اَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ“

فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰی وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَيَبْقٰی عَمَلُهُ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۴۶۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں اس

کے اہل و عیال، اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اہل و عیال اور مال واپس آ جاتے ہیں اور

عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۶۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت صحیح مسلم، ابواب الزہد والرقاق .

**کلمات حدیث:** يتبع : پیچھے جاتا ہے۔ تبع تبعاً (باب سمع) پیچھے چلنا، جمع اتباع .

**شرح حدیث:** دنیا کی زندگی میں آدمی کے تین رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں،



اہل و عیال، مال اور عمل۔ زندگی اختتام کو پہنچتی ہے تو سب سے پہلے مال ہے جو اپنے رفیق کو چھوڑتا ہے کہ ادھر جان نکلی ادھر مال غائب، اہل و عیال البتہ میت کو اٹھا کر قبرستان تک ساتھ چلتے ہیں اور قبرستان سے وہ بھی واپس آ جاتے ہیں۔ البتہ عمل ساتھ رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی قبر میں جاتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ”جب مردہ قبر میں لیٹ جاتا ہے تو ایک شخص حسین و جمیل خوش پوشاک اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔“

(فتح الباری : ۴۰۱/۳ - عمدۃ القاری : ۱۴۸/۲۳ - شرح صحیح مسلم للنووی : ۷۴/۱۸ - روضة المتقین : ۱۸/۲)

## جہنم میں غوطہ لگانے کے بعد آدمی دنیا کے ناز و نعمت کو بھول جائے گا

۴۶۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”يُوتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ : يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ : لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ، وَيُوتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ : يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ لَا وَاللَّهِ مَا مَرَّبِي بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۶۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتوں والا ہوگا اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ فرزند آدم کیا تو نے دنیا میں کوئی بھلائی دیکھی تھی کیا تجھے دنیا میں کوئی نعمت ملی تھی۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب۔ پھر جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ دکھی ہوگا۔ اسے جنت کا ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے فرزند آدم تو نے کبھی کوئی دکھ دیکھا ہے کبھی تیرے اوپر کوئی سخت وقت گزرا ہے۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب نہ میں نے کبھی کوئی دکھ دیکھا اور نہ مجھ پر کبھی سخت وقت گزرا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۶۲):** صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار.

**کلمات حدیث:** فیصْبَغُ: اسے ڈبوایا جائے گا، غوطہ دیا جائے گا۔ صَبْغًا (باب نصر) رنگنا، ڈبونا۔ صَبْغٌ يَدُهُ فِي الْمَاءِ: پانی میں ہاتھ ڈبوایا۔ صَبْغٌ فَلَانًا بِالنَّعِيمِ: نعمتوں سے چھپا دینا۔

**شرح حدیث:** دنیا کی جن نعمتوں کے پیچھے آدمی دیوانہ وار دوڑتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر ہر برائی کا ارتکاب کرتا ہے اس کی حقیقت مرنے کے بعد اتنی ہی ہوگی کہ جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ منعم ہوگا اسے ذرا سا جہنم کا مزہ چکھایا جائے گا اور وہ دنیا کی عیش اس طرح بھول جائے گا جیسے یہاں اسے کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہ تھی اور جو شخص یہاں دشواریوں اور تکالیف میں زندگی گزار رہا ہوگا اور اس نے کبھی کوئی راحت نہ دیکھی ہوگی اسے ذرا سی جنت کی جھلک دکھائی جائے گی وہ دنیا کی ہر کلفت اور مشقت کو بھول جائے گا اور کہے گا کہ میں

نے دنیا میں کوئی مشقت اور کلفت نہیں دیکھی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۲۲/۱۷۔ روضة المتقین: ۱۹/۲)

## دنیا کی قدر و قیمت

۴۶۳. وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا الدُّنْيَا فِيهِ إِلَّا خَيْرَةٌ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أُصْبَعَهُ فِي النَّيْمِ فَلْيَنْظُرْ بِمِ يَرْجِعُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۶۳) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے

مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈبوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی انگلی پر کتنا پانی لگا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۶۳):** صحیح مسلم، کتاب الجنة ونعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

**راوی حدیث:** حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں چھوٹے تھے۔ آپ سے

سات احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۳۱۴/۲)

**کلمات حدیث:** یم: دریا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں میں فرق کی نسبت کیا ہے فرمایا کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا کے پانی میں انگلی ڈبوئے تو جس قدر پانی اس کی انگلی کو لگ سکتا ہے یہی مناسبت ہے دنیا کی نعمتوں کی آخرت کی نعمتوں کے ساتھ، کیونکہ دنیا کی ہر نعمت فانی ہے اور آخرت کی ہر نعمت ابدی اور لازوال ہے۔ (روضۃ المتقین: ۲۰/۲)

## آپ ﷺ کا مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزر رہا

۴۶۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتْهُ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسْكٍ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ: بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ: "أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ هَذَا لَهُ بِدَرْهِمٍ؟" فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثُمَّ قَالَ: "أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ قَالُوا: وَاللَّهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا إِنَّهُ أَسْكٌ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: "قَوْلَ اللَّهِ لِلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۶۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے اور لوگ آپ ﷺ کے دونوں

جانب تھے۔ ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزر رہے جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون یہ چاہتا ہے کہ اس کو

ایک درہم میں لے لے صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو کسی بھی چیز کے عوض لینے کو تیار نہیں ہیں اور ہم اس کا کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے

پوچھا تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ بچہ تمہیں بلا عوض دے دیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ تو اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کہ اس کے کان

چھوٹے ہیں اور مردہ کا تو سوال ہی کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ نگی شے ہے جتنا یہ مردار

تمہارے لیے ہے۔ (مسلم)

کنفیہ: آپ ﷺ کے دونوں جانب۔ اُسک: چھوٹے کان والا۔

**تخریج حدیث (۴۶۳):** صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق۔

**کلمات حدیث:** جدی: بکری کا بچہ۔

**شرح حدیث:** دنیا اللہ کی نظر میں ایک عیب دار مردار بکری کے بچے سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے اس لیے دانائی یہ ہے کہ دنیا سے دل لگا کر آخرت کھوٹی نہ کی جائے اور یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ آدمی اس کے حصول کے لیے جدوجہد کرے اس پر وقت صرف کرے یا اس کی قیمت ادا کرے کہ اس ساری دنیا کی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہے۔ (روضۃ المتقین: ۲/۲۰۔ دلیل الفالحین: ۲/۳۱۵)

### احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو صدقہ کر دوں

۴۶۵. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرَّةٍ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا أَحَدٌ فَقَالَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: فَقَالَ: "مَا يَسُرُّنِي أَنْ عِنْدِي مِثْلُ أَحَدٍ هَذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا" عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَعَنْ خَلْفِهِ ثُمَّ سَارَ فَقَالَ "إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمْ الْأَقْلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْأَمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا" عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ "وَقَلِيلٌ مَا هُمْ" ثُمَّ قَالَ لِي: مَكَانَكَ لَا تَبْرُحْ حَتَّى آتِيكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ حَتَّى تَوَارَى فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدْ أَرْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ، فَلَذَكَّرْتُ قَوْلَهُ: "لَا تَبْرُحْ حَتَّى آتِيكَ فَلَمْ أَبْرُحْ حَتَّى آتَانِي فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ فَلَذَكَّرْتُ لَهُ، فَقَالَ: "وَهَلْ سَمِعْتَهُ؟" قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: ذَلِكَ جَبْرِيلُ آتَانِي فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: "وَأَنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَكَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ !!

(۴۶۵) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کی پتھریلی

زمین سے گزر رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ذر! میں نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس پر تین دن گزریں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بچا ہو سوائے اس کے کہ میں کچھ قرض کی ادائیگی کے لیے روک لوں۔ سوائے اس کے کہ میں اللہ کے بندوں میں پکاروں یہ لے لو یہ لے لو۔ یہ لو لے داکیں بائیں اور پیچھے، پھر آپ ﷺ ذرا آگے چلے اور فرمایا کہ زیادہ مال و دولت والے ہی قیامت کے روز اجر و ثواب میں کم

ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو یہ کہیں لے لو لے لو لے لو دائیں بائیں اور پیچھے۔ اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ، جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آؤں، آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں چلے گئے اور آپ ﷺ کا وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے ایک بلند ہوتی ہوئی آواز سنی اور مجھے ڈر ہوا کہ کہیں کوئی دشمن تو آپ ﷺ کے سامنے نہیں آ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچوں لیکن مجھے آپ ﷺ کی بات یاد آ گئی کہ یہیں ٹھہر جاؤ جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آ جاؤں۔ اس پر میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک آواز سنی تھی جسے سن کر میں ڈر گیا اور میں نے آپ ﷺ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بھی وہ آواز سنی؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص تمہاری امت میں سے اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ (متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

**تخریج حدیث (۴۶۵):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون۔

**کلمات حدیث:** تواری: چھپ گیا، آپ ﷺ کی ذات نظروں سے غائب ہو گئی۔ لا تبرح: تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

**شرح حدیث:** زہد اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اتنا مال اپنے پاس رکھے جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہو سکیں، ضرورت سے زیادہ مال بجائے خود ایک فتنہ اور آزمائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں اسے تین دن میں تقسیم کر دوں اور فرمایا کہ روز قیامت مال و دولت والے ہی اجر و ثواب میں کم ہوں گے سوائے اس دولت مند شخص کے جو دائیں اور پیچھے سب مال تقسیم کر دے۔

آخر میں فرمایا کہ جبریل نے آکر کہا کہ اے اللہ کے رسول! تمہاری امت میں سے جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ اس نے کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا، اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے گناہ معاف فرما دیں گے اور وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ (فتح الباری: ۱/۱۸۹ - روضة المتقین: ۲/۲۱ - تحفة الأحوذی: ۷/۴۳۹)

### بقدر دین مال کے علاوہ کا صدقہ

۴۶۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: 'لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ

أُحَدٍ ذَهَبًا لَسَرَّيْنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ!!

(۴۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو

مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو سوائے اتنے حصے کے جو



میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۳۶۶):**

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ما احب ان لی عندی مثل احد ذهباً.

**کلمات حدیث:** ارصدہ: میں اس کی حفاظت کروں۔ ارصدہ لدین: میں قرض کے لیے اس کو حفاظت سے رکھ لوں۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ اللہ کے راستے میں ہر وقت خرچ کیا جائے اور جوہ خیر میں صرف کیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں نہیں چاہتا کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس کوئی مال باقی رہے الا یہ کہ میں کچھ بچا کر بحفاظت اس لیے رکھوں کہ اس سے قرض کی ادائیگی کی جائے۔

(فتح الباری: ۱/۱۱۹۰)

### دنیا میں اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو دیکھنا چاہیے

۳۶۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ "إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَضَّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ"!

(۳۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے

نیچے ہیں اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہیں یہ بہتر طریقہ ہے اس بات کا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو کم نہ سمجھو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال میں اور حسن میں اس سے بڑھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کو بھی دیکھے جو اس سے نیچے ہو۔

**تخریج حدیث (۳۶۷):**

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من ينظر الى من هو اسفل منه . صحیح مسلم،

کتاب الزهد و الرقاق .

**کلمات حدیث:** أن لا تزدروا: یہ کہ تم حقیر نہ جانو۔ ازدراء: حقیر سمجھنا۔ أجدر: زیادہ حق دار، زیادہ موزوں، زیادہ مناسب۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک دانش و حکمت کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جس کو اللہ نے تم پر فضیلت دی ہے یعنی وہ صحت و حسن میں تم سے زیادہ ہے یا خاندان اور اولاد میں زیادہ ہے یا اس کے پاس مال تم سے زیادہ ہے تو تم اس آدمی کی طرف بھی نظر کرو جو دنیا کی حیثیت میں تم سے کم ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر تم اپنے سے زیادہ مالدار اور منعم کو دیکھو گے تو جن نعمتوں سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں کم اور بے حقیقت محسوس ہوں گی اور یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کی تلافی یہ ہے کہ پھر تم اس شخص کو بھی دیکھو جو نعمتوں کے اعتبار سے تم سے کم ہوتا کہ پھر تم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اللہ کا

شکر ہے کہ میرے پاس اس شخص سے زیادہ نعمتیں ہیں۔ حالانکہ جو نعمتیں اللہ نے تمہیں دی ہیں تم اگر ان کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا﴾ اور حضرت عبداللہ بن شہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”مالداروں سے میل ملاپ کم رکھو کہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کی ناشکری سے بچ جاؤ گے۔“

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک بہت عمدہ مضامین اور نفیس معانی پر مشتمل ہے اور وہ یہ کہ جب بھی انسان اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو ان نعمتوں سے محروم ہیں جو اس کو حاصل ہیں اور اس احساس کے ساتھ اس میں جذبہ شکر بیدار ہوگا اور شکر پر اللہ تعالیٰ مزید نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ جیسا کہ وعدہ الہی ہے: ﴿لَإِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ ”جس شخص میں دو خوبیاں ہیں وہ اللہ کے یہاں صابر و شاکر لکھا جائے گا، جو دنیا میں کسی کو اپنے سے کمتر دیکھے تو اپنے پاس موجود اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور جو دین میں اپنے سے بلند نظر آئے تو اس کی پیروی کرے۔“

(فتح الباری: ۳۸۴/۳ - عمدۃ القاری: ۱۲۰/۲ - روضة المتقین: ۲۳/۲ - دلیل الفالحین: ۳۲۰/۲)

### درہم و دنیا کے غلام کے لیے بددعاء

۴۶۸. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَعَسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقُطِيفَةِ

وَالْخَمِيصَةِ: إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(۴۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ برباد ہو اوہ آدمی جو مال و متاع کا غلام

ہے بل گیا تو خوش ہوا اور نہ ملا تو ناراض۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۴۶۸): صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الحراسة.

کلمات حدیث: تعس: ٹھوکر کھائے، گر پڑے، ہلاک ہو جائے۔ تعس تعسا (باب مع) ہلاک ہونا، منہ کے بل گرنا۔ قطیفہ:

کپڑے کی ایک قسم، ایک خاص قسم کی چادر، جمع قطائف۔ خمیصہ: سیاہ نشان والی چادر جمع خمائص۔ عبد الدینار والدیرہم والقטיפۃ والخمیصۃ: درہم و دینار اور لباس و چادر کا غلام۔

شرح حدیث: مال و دولت اور لباس و زیبائش کی ایسی محبت کہ آدمی پیسے کا اور اپنے لباس و آرائش تن کا غلام بن کر رہ جائے، ایسا

آدمی جو اس طرح دنیا کا بندہ غلام بن جائے تو گویا فانی اشیاء میں اپنا دل لگائے ہوئے اور آخرت کی لافانی نعمتوں سے غافل ہے۔ غرض مال و متاع کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اس کی غلامی میں مبتلا ہونا ہے جو ایک اخلاقی اور دینی برائی ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ اشیاء کا جمع کرنا بھی برا ہے اور دولت کی نمائش اور اس پر افتخار بھی برائی ہے۔ دنیا ایک عارضی مستقر ہے اور اس کی ساری چیزیں عارضی ہیں اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ ﴿وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ﴾ اس لیے ایک مؤمن کو چاہیے کہ دنیا میں دل

لگانے کی بجائے آخرت کی تیاری کر لے۔ (فتح الباری : ۳/۳۵۴)

### اصحاب صفہ کے فقر کی حالت

۴۶۹. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصِّفَةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ : إِمَّا إِزَارٌ وَ إِمَّا كِسَاءً قَدْ رَبَطُوا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةً أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ “ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(۴۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا جن میں سے کسی کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی یا تہبند یا کپڑا جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے جو کبھی پنڈلی کے نصف تک پہنچتی اور بعض کی ٹخنوں تک ہوتی اسے وہ اپنے سامنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے رہتا کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۴۶۹):** صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب نوم الرجال فی المسجد.

**کلمات حدیث:** صفہ: مسجد نبوی ﷺ میں چبوترہ جس پر فقراء صحابہ بیٹھا کرتے تھے۔ رداء: وہ کپڑا جس سے اوپر کے حصے کی پوشش کی جائے۔ ازار، تہبند: یعنی وہ کپڑا جو نیچے باندھا جائے۔ کساء: کپڑا، جمع اکسیۃ.

**شرح حدیث:** رسول کدیم ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد نبوی ﷺ میں زمین سے تھوڑا سا اونچا چبوترہ بنادیا گیا تھا (اب بھی ہے) اس پر بیشتر ایسے صحابہ جو علم دین کے حصول کے لیے باہر سے آتے اور جو صحابہ تنگدست تھے بیٹھا کرتے، یہاں وہ علوم نبوت سیکھتے اور شمع نبوت کی روشنی سے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ میں سے میں نے ستر صحابہ کرام ایسے دیکھے جن کو پورا لباس میسر نہ ہوتا یا صرف لنگی ہوتی جسے وہ باندھ لیتے یا چادر ہوتی جسے وہ گردن میں باندھ لیتے اور سامنے سے دونوں کندھے ہاتھوں سے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ یہ گویا صحابہ کرام کی زندگی کی تصویر ہے جس کا عنوان ہے زہد و تقویٰ اور اللہ کے دین کے حصول اور اس کی اشاعت کے لیے رغبات دنیا سے منہ موڑ لینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارک سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تھی، ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے اصحاب صفہ کے ستر اصحاب رسول اللہ نے ہر معونہ بھیجے تھے جو شہید ہو گئے تھے۔ حاکم اور ابونعیم وغیرہ نے اصحاب صفہ کے اسماء گرامی جمع کیے ہیں، جن سے ان کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری : ۱/۴۴۴)

### مومن کی دنیوی زندگی ایک قید خانہ ہے

۴۷۰. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ” الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ “

رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

(۴۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۷۰):** صحیح مسلم، کتاب الزہد و الرقاق،

**کلمات حدیث:** سجن: قید خانہ۔ سجن نسحنا (باب نصر) قید کرنا۔ سجن: قیدی۔

**شرح حدیث:** امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں مؤمن احکام الہی کا پابند ہے، اس پر محرمات سے اور ممنوعات سے بچنا لازم

ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رب چاہی زندگی گزارے من چاہی زندگی نہ گزارے۔ یعنی مؤمن کی زندگی پابند ہے اور اس کی آزادی مفقود ہے اور یہی قید کا مفہوم ہے۔ جبکہ کافر کو آزادی ہے جس طرح چاہے اپنی زندگی گزارے اور جو جی چاہے کرے تو گویا وہ جنت میں ہے۔

یہ کہ دنیا کافر کے لیے جنت ہے اس عذاب کے مقابلے میں جس سے وہ آخرت میں دو چار ہوگا اور مؤمن کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے ان نعمتوں کے مقابلے میں جن سے وہ آخرت میں سرفراز ہونے والا ہے۔ (روضۃ المتقین: ۲/۲۵۔ نزہۃ المتقین: ۲/۴۰۴)

## دنیا میں مسافروں کی طرح رہو

۴۷۱. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: "إِذَا أُمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصُّبْحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!!

قَالُوا فِي شَرْحِ هَذَا الْحَدِيثِ مَعْنَاهُ لَا تُرْكَنْ إِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُولِ الْبَقَاءِ فِيهَا وَلَا بِالْإِعْتِنَاءِ بِهَا وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا إِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيبُ فِي غَيْرِ وَطَنِهِ وَلَا تَشْتَغِلْ فِيهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيبُ الَّذِي يُرِيدُ الذَّهَابَ إِلَى أَهْلِهِ، وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ!!

(۴۷۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دو دونوں شانوں

پر ہاتھ رکھا اور فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر رہتا ہے، یا کوئی راستے سے گزر رہا ہوتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لیے تیاری کرو اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری نے روایت کیا)

علماء نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ دنیا کی طرف نہ جھکنا اسے اپنا مسکن بناؤ اور نہ دل میں یہ آرزو بساؤ کہ میں یہاں عرصہ دراز رہوں اور نہ اس کا زیادہ اہتمام کرو۔ دنیا سے تمہارا تعلق بس اتنا ہو جتنا مسافر کو پردیس سے ہوتا ہے اور دنیا میں ان اشیاء کے ساتھ

مشغول نہ ہو جنکے ساتھ وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے گھر واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وباللہ التوفیق

**تخریج حدیث (۴۷۱):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ .



**کلمات حدیث:** غریب: اجنبی، مسافر۔ جمع غرباء۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر کہیں سے کسی بستی میں آ جاتا ہے نہ لوگ اسے جانتے ہیں اور نہ وہ لوگوں کو جانتا ہے۔ وہ اس طرح ٹھہرتا ہے جیسے اسے کسی چیز سے رغبت نہیں ہے صرف چند روز وہ یہاں ٹھہرا ہے یہ وقت گزار کر وہ آگے چلا جائے گا۔ فرمایا بلکہ اس طرح زندگی گزارو جیسے کوئی راہروہوتا ہے کہ وہ صرف راستہ عبور کرتا ہے کہ کسی طرح منزل قطع ہو اور وہ اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ جائے۔

صحت کے زمانے میں بیماری کے زمانے کی تیاری کرو اور زندگی میں موت کی تیاری کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی سے اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرلو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے توانگری کو فقر سے پہلے فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

(فتح الباری: ۳/۳۴۷، عمدۃ القاری: ۲۲/۵۰۔ روضۃ المتقین: ۲/۲۵۔ تحفۃ الأحوذی: ۷/۴۲)

### محبوب بننے کے نسخے

۴۷۲. وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ، إِذَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ: "إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنَةٍ!!

(۴۷۲) حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھے محبوب بنالے اور لوگ بھی مجھے محبوب رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ وغیرہ نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہے)

**تخریج حدیث (۴۷۲):** سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا۔

**کلمات حدیث:** ازہد: بے رغبتی اختیار کرو۔ زہد زہدا (کرم) بے رغبتی سے کسی شے کو ترک کر دینا۔ زاهد: جو دنیا سے لگاؤ نہ رکھتا ہو، جمع زہاد۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں ہے کہ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ اللہ کے یہاں بھی محبوب ہو جاؤ اور اہل دنیا میں بھی محبوب ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا دنیا سے زہد اللہ کا محبوب بناتا ہے اور لوگوں کے پاس جو مال و متاع ہے اس

سے بے رغبتی ان کا منظور نظر بنادیتی ہے۔

زہد کے معنی ترک دنیا نہیں بلکہ زہد کے معنی ترک حب دنیا ہیں کہ دنیا کی اشیاء میں دل اٹکا ہوا نہ ہو بلکہ دل آخرت کی تیاری میں لگا ہو اور دنیا سے حسب ضرورت مستفید ہو اور جو زائد از ضرورت ہے اس سے اعراض کرے۔

امام طہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زہد اعلیٰ ترین مقام ہے اور سب مقامات میں افضل ہے کہ اس سے حب الہی عطا ہوتی ہے اور آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ (روضۃ المتقین : ۲۸/۲)

### آپ ﷺ کی بھوک کی کیفیت

۴۷۳. وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظُلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

”الدَّقْلُ“ بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهِمْلَةِ وَالْقَافِ : رَدِيءُ التَّمْرِ !!

(۴۷۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ لوگوں کے پاس کس قدر دنیا آگئی ہے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے پیٹ کے بل جھکے رہتے اور ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی کہ پیٹ بھر لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۷۳): صحیح مسلم، اوائل کتاب الزہد والرفاق .

کلمات حدیث: الدَّقْلُ : ردی اور نکمی کھجور۔ يلتوی : جھکے رہتے۔ اتوی التواء (باب افتعال) مڑنا۔ بھوک کا اضطراب۔

شرح حدیث: اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا یہ نقشہ تھا اور اہل ایمان کے لئے آپ کی سیرت مطہرہ کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی اقتداء اور پیروی لازم ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۸۶/۱۸)

### حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت

۴۷۴. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوِفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ دُوكِبِدٌ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفِّ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ فِكَلْتُهُ فَفَنِي “ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !!

”قَوْلُهَا شَطْرُ شَعِيرٍ“ : أَيُّ شَيْءٍ مِنْ شَعِيرٍ كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ !

(۴۷۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور میرے گھر میں

کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے البتہ تھوڑے سے جوتھے جو عرصے تک اس میں سے لے کر کھاتی رہی پھر جب میں نے وہ ناپ لئے۔ تب وہ ختم ہو گئے۔ (متفق علیہ)

شطر شعیر کے معنی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تھوڑے سے جو کے بیان کئے ہیں۔

**تخریج حدیث (۴۷۴):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب نفقة نساء النبی ﷺ

**کلمات حدیث:** رف: الماری، سامان رکھنے کا تختہ۔ جمع رفوف۔

**شرح حدیث:** یہ رسول کریم ﷺ کی ازواج کی زندگی کا نقشہ ہے۔ جزیرہ نمائے عرب سارا کا سارا آپ ﷺ کے تابع فرمان ہو چکا تھا اور اس کی آمدنی آپ ﷺ کے قدموں میں تھی اس کے باوجود آپ ﷺ کی محبوب ترین اہلیہ کے ہاں جو کی اس معمولی سی مقدار کے سوا کچھ نہ تھا۔ (فتح الباری: ۲/۲۲۴۔ نزہۃ المتقین: ۲/۴۰۷)

## رسول اللہ ﷺ کا ترکہ

۴۷۵. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكُبُهَا وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۷۵) حضرت عمرو بن الحارث، جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بوقت وفات دینار و درہم لونڈی اور غلام یا کوئی اور چیز چھوڑ کر نہیں گئے سوائے اس سفید خچر کے جس پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے اور ہتھیار اور زمین جو آپ نے مسافروں کے لئے وقف کر دی تھی۔ (بخاری)

**راوی حدیث:** حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ان سے بخاری میں یہی ایک حدیث مروی ہے، اور ایک مسلم میں ہے یعنی کل دو احادیث مروی ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

**تخریج حدیث (۴۷۵):** صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا۔

**کلمات حدیث:** سلاح۔ آپ ﷺ کے ہتھیار۔ سلاح ہتھیار جمع اسلحہ

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے اس دار فنا سے دار بقا کی جانب سفر فرمایا تو آپ ﷺ کے ترکہ میں درہم و دینار باندی اور غلام کچھ نہ تھا، سوائے سفید خچر، کچھ ہتھیار اور کچھ زمین کے۔ زمین سے مراد وہ باغ ہیں جو مدینہ منورہ فدک اور خیبر میں تھے۔ مدینہ میں بنو نضیر کی جائیداد تھی ۳۰ھ میں غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ کو چند باغ بہ کئے گئے تھے۔ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ نے مستحقین میں تقسیم فرمادیے تھے فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے وقف تھی اور خیبر کی آمدنی آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم فرمادی

تھی دو حصے عام مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے تھا اور اس سے بھی جو بچ جاتا وہ فقراء مہاجرین پر صرف ہوتا۔

تحفۃ القاری میں ہے کہ فدک کی زمیں کا نصف وادی قری کی زمین کا تہائی خمس خیبر کا حصہ اور بنو نضیر کی زمین تینوں کو آپ نے مسافروں کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ یعنی اس مال کے علاوہ جو مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا اور کوئی مال نہ تھا۔

(فتح الباری: ۱۱۹/۲ - روضة المتقین: ۲۹/۲ - دلیل الفالحین: ۳۳۰/۲ - روضة الصالحین: ۴۰۳/۲)

### حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر

۴۷۶. وَعَنْ خُبَابِ بْنِ الْأَرْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ يَوْمٍ أُحُدٍ وَتَرَكَ نِمْرَةً فَكُنَّا إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَغْطِيَ رَأْسَهُ وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْعَتْ لَهُ نِمْرَتُهُ فَهُوَ يَهْدُبُهَا مُتَفَقِّ عَلَيْهِ.

”النِّمْرَةُ“ كِسَاءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوفٍ وَقَوْلُهُ ”أَيْعَتْ“ أَيْ نَضِجَتْ وَأَذْرَكَتْ وَقَوْلُهُ ”يَهْدُبُهَا“ هُوَ يَفْتَحُ الْيَأْسَ وَضَمَّ الدَّالِ وَكَسَرِهَا لُغَتَانِ: أَيْ يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيهَا وَهَذِهِ إِسْتِعَارَةٌ لِمَا فَتَحَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوا فِيهَا.

(۴۷۶) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رضائے الہی کے لئے ہجرت کی، اور ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انھوں نے اپنے اجر (مال غنیمت) میں سے کچھ نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک مصعب بن عمیر تھے جو غزوہ احد میں شہید ہوئے انھوں نے ترکہ میں ایک چادر چھوڑی تھی اگر ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر ازخ گھاس ڈال دیں۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے اور وہ اسے چن رہے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

النمرة: اون سے بنی ہوئی دھاری دار چادر۔ ائعت: یعنی پھل پک گئے۔ يهدبها: وہ پھل کاٹ اور چن رہے ہیں۔ مطلب یہ

ہے کہ اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں وسعت پیدا کی اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

تخریج حدیث (۴۷۶): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا لم يجد كفنا الا ما يوارى رأسه او قدمه غطى

رأسه. صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب كفن الميت.



**کلمات حدیث:**

اینعت ینع ینعا (باب فتح) پھل کا پکنا۔ حدب حدبا (باب ضرب) حدب الثمر: پھل چننا۔

**شرح حدیث:**

صحابہ کرام نے اپنا وطن اور اپنا گھر بار اور رشتہ دار اور متعلقین چھوڑ کر اللہ کی رضا کے لئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور اللہ نے ان کے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا۔ ان میں بعض صحابہ کرام وہ ہیں جنہوں نے صرف تنگی کا زمانہ دیکھا اور دشواریوں اور تکالیف پر صبر کیا اللہ نے ان کا اجر جنت میں محفوظ کر لیا۔

جیسے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے ان کے ترکہ میں ایک چھوٹی سی چادر تھی اسی میں انہیں کفن دیدیا گیا۔ حال یہ تھا کہ سر ڈھانپتے تھے تو پیر کھلتے تھے اور پیر ڈھانپتے تھے تو سر کھلتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ سر ڈھانپ دیا جائے اور پیروں پر اذخر گھاس ڈال دی جائے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ہجرت خالصتاً لوجہ اللہ تھی اور انہوں نے اسلام کے راستے میں سختیاں جھیلیں مصائب برداشت کئے اذیتیں کیں اس کے بعد ان میں سے بعض تو جلد ہی اللہ سے جا ملے ان کی ان قربانیوں کا سارا اجر و ثواب اللہ کے یہاں محفوظ رہا اور کچھ اس وقت تک حیات رہے جب اللہ نے مسلمانوں کو فراخی عطا فرمائی اور یہ مسلمان اس سے بھی مستفید ہوئے۔

(فتح الباری: ۱/۷۶۶۔ شرح مسلم للنووی: ۶/۷)

## دنیا کی قدر و منزلت چھھر کے پر کے برابر بھی نہیں

۴۷۷. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ !!

(۴۷۷) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اگر دنیا

ایک چھھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی کسی کافر کو نہ پلاتا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۴۷۷):**

الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنيا علی اللہ.

**کلمات حدیث:**

جناح: پر، بازو، جمع اجنحة۔ جناح جنوحاً (باب فتح) مائل ہونا۔

**شرح حدیث:**

اللہ سبحانہ نے دنیا کو انسان کے لیے دار قرار اور بقاء نہیں بنایا بلکہ دار الامتحان بنایا ہے، یہاں انسان اس لیے آیا ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے اور اس کی بندگی کرے سو یہ دار العمل ہے اور یہاں سے انسان کو ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے اور یہاں کیے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اللہ کے نزدیک ساری دنیا اور اس کے مال و متاع کی حقیقت ایک چھھر کے پر برابر بھی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر ہے اگر دنیا کی اللہ کی نظر میں اتنی حیثیت بھی ہوتی جتنی چھھر کے ایک پر کی ہوتی ہے تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی میسر نہیں آتا۔ اس لیے کہ منعم

اپنی نعمتوں سے اپنے ماننے والوں کو سرفراز کرتا ہے اپنے دشمنوں کو اور نہ ماننے والوں کو نہیں دیتا۔  
ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لَبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ  
وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ﴾ ۱۳۲

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے لوگ ایک طریقے پر ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتوں ان کے اوپر چڑھنے والی  
سیڑھیوں کو اور ان کے گھروں کے دروازوں اور چھپر کھٹوں کو جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں سونے چاندی کا بنا دیتے۔  
یعنی اللہ کے ہاں دنیا کے مال و دولت کی کوئی قدر نہیں ہے اگر یہ مصلحت پیش نظر نہ ہوتی کہ کافروں کے پاس مال و دولت دنیا کی  
عمومی اور ہمہ گیر فراوانی دیکھ کر سارے لوگ ہی کافر نہ ہو جائیں تو ہم سب کافروں کو سونے اور چاندی کے گھر عطا کر دیتے۔  
اور اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ﴾ ۱۱۸

”اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔“ (تحفة الأحوذی: ۲۶/۷، روضة المتقین: ۳۱/۲)

### دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے

۴۷۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:  
”إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَّلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرُ اللَّهِ تَعَالَى وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ  
حَدِيثٌ ”حَسَنٌ“

(۴۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دنیا ملعون ہے  
اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور سوائے عالم کے اور علم  
سیکھنے والے کے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۴۷۸):** الجامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی ہو ان الدنيا على الله.

**کلمات حدیث:** ملعونہ: دھتکاری ہوئی۔ لعن لعناً (باب فتح) دھتکارنا، رحمت سے دور ہونا۔

**شرح حدیث:** دنیا اور دنیا کی ساری متاع اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے حقیقت ہے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونا مبغوض ہے،

سوائے اللہ کے ذکر کے اور ان امور کے جن کا تعلق اللہ کے ذکر سے ہو یعنی علم دین سیکھنا، سکھانا، اس پر عمل کرنا اور عبادت اور بندگی کرنا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دنیا کو برا کہنا اور اس پر لعنت بھیجنا مطلقاً ہے بلکہ اس حدیث

میں خود اس امر کی طرف اشارہ موجود ہے کہ دنیا نا پسندیدہ وہ ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ”دنیا کو برا نہ کہو کہ دنیا مؤمن کی اچھی سواری ہے اس سواری پر سوار ہو کر وہ خیر حاصل کرتا اور شر سے نجات حاصل کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ اللہ دنیا پر لعنت کرے تو دنیا کہتی ہے کہ اللہ کی لعنت اس پر جو ہم سب سے زیادہ اپنے رب کا نافرمان ہے۔“

غرض جن احادیث میں دنیا پر لعنت آئی ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کو اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہو کر اس طرح برتا جس طرح کافر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (تحفة الاحوذی: ۲۸/۷۔ روضة المتقین: ۳۲/۲۔ دلیل الغالطین: ۳۳۲/۲)

### جائیداد دنیا سے دنیا میں رغبت ہوتی ہے

۴۷۹. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فِتْرَ غِبْوَا فِي الدُّنْيَا.“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۴۷۹) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جائیداد نہ بناؤ کہ اس سے تمہاری دنیا میں رغبت میں اضافہ ہوگا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۴۷۹):** الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب لا تتخذوا الضیعة فترغبوا فی الدنیا.

**کلمات حدیث:** ضیعة: زمین، جائیداد۔

**شرح حدیث:** اہل ایمان کے لیے دنیا ایک بل صراط کی طرح ہے کہ اس پر سے گزر کر اسے جنت میں جانا ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور دنیا ایک مسافر خانہ ہے یہاں انسان اس طرح دل نہ لگائے جیسے یہی اس کی منزل ہے اور اب اسے آگے نہیں جانا۔ غرض مطلب یہ ہے کہ جائیداد بنانے یا مال و دولت کمانے میں اس قدر انہماک جو آخرت سے غافل بنا دے برا ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہوئے اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ صاحب ثروت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾

”ایسے لوگ جو تجارت اور خرید و فروخت سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔“ (تحفة الاحوذی: ۳۶/۷)

### دنیاوی زندگی کی مدت بہت قلیل ہے

۴۸۰. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ: ”مَا هَذَا؟“ فَقُلْنَا ”قَدْ وَهَىٰ فَتَحْنُ نُصْلِحُهُ“ فَقَالَ: ”مَا أَرَىٰ إِلَّا مَرًّا لَا أَعْجَلُ مِنْ ذَلِكَ“ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۴۸۰) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے

تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ یہ چھپر کمزور ہو گیا تھا ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے بخاری اور مسلم کی سند سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہیں)

**تخریج حدیث (۲۸۰):** الجامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی مختصر الامل.

**کلمات حدیث:** چھپر، بانس اور لکڑی کی چھت یا بانس اور لکڑی کی جھونپڑی۔

**شرح حدیث:** موت اتنی بڑی اور اہل حقیقت ہے کہ اس سے بڑی اور اہل حقیقت دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس سے انسان سب سے زیادہ غافل ہے۔ دنیا میں تو قیام اس طرح ہو جس طرح کوئی اجنبی کسی بستی میں آکر کسی کام کے لیے ٹھہر جائے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کام جلد از جلد ہو جائے تاکہ وہ یہاں سے واپس جائے یا اس شخص کی طرح ہوتا ہے کہ جو راستہ میں چل رہا ہے اور سانس لینے کے لیے درخت کے سائے میں رک جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے قریب دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چھپر کی مرمت کر کے پھر اس کے سائے میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تم ایک شخص کو بازار میں چتا پھرتا دیکھ رہے ہو اور اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں درج ہوتا ہے۔ (تحفة الاحوذی: ۵۵/۷)

### امت محمدیہ ﷺ کا فتنہ مال ہے

۲۸۱. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِمَاضٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي : الْمَالُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .  
(۲۸۱) حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کے لیے فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۲۸۱):** الجامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء ان فتنۃ هذه الأمة فی المال .

**کلمات حدیث:** فتنہ: آزمائش، ابتلاء جمع فتن.

**شرح حدیث:** مقصود حدیث یہ ہے کہ گزشتہ اقوام مختلف فتنوں میں مبتلا ہوئیں لیکن یہ امت جس بڑے فتنے میں مبتلا ہوگی وہ مال و دولت کی محبت ہے اور اس کے حصول کے لیے زندگی وقف کر دینا ہے اور اس طرح اوقات کا اعمالی صالحہ سے خالی ہو جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾

”مال واولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔“



غرض مال و دولت کے حصول میں ایسا انجھا ک اور اس کی اس قدر محبت کہ آدمی آخرت سے غافل ہو جائے اور جس مقصد کے لیے دنیا میں آیا ہے وہ مقصد فوت ہو جائے ظاہر ہے کہ ایسا ہونا صاحب ایمان کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ اور بڑی آزمائش ہے۔

(تحفة الاحوذی : ۴۶/۷ - روضة المتقین : ۳۴/۲)

## ابن آدم کا حق دنیا میں کیا ہے؟

۴۸۲. وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو وَيُقَالُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَيُقَالُ أَبُو لَيْلَى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَاءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

قَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِيُّ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُولُ: الْجِلْفُ: الْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ: هُوَ غَلِيظُ الْخُبْزِ وَقَالَ الْهَرَوِيُّ: الْمُرَادُ بِهِ هُنَا وَغَاءُ الْخُبْزِ كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۴۸۲) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو عمرو ابو عبد اللہ اور ابو لیلیٰ تھی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کے علاوہ فرزند آدم علیہ السلام کا کوئی اور حق نہیں رہنے کے لیے گھر، تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور خشک روٹی اور پانی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد اور سلیمان بن سالم بلخی سے سنا ہے کہ نصر بن شمیل نے بتایا کہ جلف بغیر سالن کی روٹی اور کسی نے کہا کہ موٹی روٹی اور ہرودی نے کہا کہ یہاں اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں روٹی رکھی جاتی ہے، جیسے بورے اور تھیلے۔

**تخریج حدیث (۴۸۲):** الجامع الترمذی، ابواب الرهد، باب لیس لابن آدم حق فیما سوی خصال ثلاث.

**راوی حدیث:** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اور تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ام کلثوم آپ کے نکاح میں آئیں اور حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی پھر باقی غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۲۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ مظلوم شہید ہوئے۔

**کلمات حدیث:** جلف: بغیر سالن کے خشک روٹی، یا موٹی روٹی۔

**شرح حدیث:** انسان کی بقا اور اس کی حیات تین چیزوں پر موقوف ہے اور یہی اس کا حق ہے اس کے علاوہ تمام چیزیں اس کی حقیقی ضرورت سے زائد ہیں۔ حقیقی ضرورت صرف اتنی ہے کہ سر چھپانے کی جگہ ہو تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو اور معمولی غذا اور پانی میسر آ جائے جس سے سلسلہ حیات جاری رہے۔ یہ ضرورتیں اگر حلال و طیب ذریعے سے حاصل ہوں تو ان کے بارے میں حساب نہ ہوگا۔ اس مفہوم کی

تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو رسول کریم ﷺ کے مولیٰ ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ”ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور میرے پاس آ کر مجھے بلایا میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ چلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں بلایا وہ بھی آگئے تو آپ ﷺ چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بلایا وہ بھی آئے تو آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں پہنچے اور ان سے فرمایا کہ ہمیں کھلاؤ۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجور کا ایک خوشہ اٹھایا جو وہ انصاری سے لے کر آئے تھے انہوں نے اسے زمین پر مارا اور کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھر گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے روز قیامت اس کا بھی سوال ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں سوائے تین چیزوں کے کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنا ستر چھپالے، روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک جاتی رہے اور کوئی سوراخ جس میں وہ سردی گرمی سے پناہ لے لے۔“ (تحفة الاحوذی: ۵۲/۷۔ دلیل الفالحین: ۳۳۶/۲)

### انسان مال سے کتنا استفادہ کرتا ہے؟

۴۸۳. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ "بِكَسْرِ الشَّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُشَدَّةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ" رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿الْهَكَمُ الْتَكَاثُرُ﴾ ۱ قَالَ: "يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتُ فَأَفْنَيْتُ أَوْ لَبَسْتُ فَأَبْلَيْتُ أَوْ تَصَدَّقْتُ فَأَمْضَيْتُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۸۳) حضرت عبد اللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ اس وقت ﴿الْهَكَمُ الْتَكَاثُرُ﴾ ۱ تلاوت فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور اے آدم کے بیٹے تیرے مال میں سے تیرا حصہ اتنا ہی ہے جتنا تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۸۳): صحیح مسلم، أوائل کتاب الزهد والرفاق.

کلمات حدیث: فأمضیت: تو نے اسے آگے بھیج دیا، تو نے نافذ کر دیا۔ امضی امضاء (باب افعال) پورا کرنا، نافذ کرنا۔

شرح حدیث: ﴿الْهَكَمُ الْتَكَاثُرُ﴾ ۱ تمہیں دنیا کے مال و دولت کی کثرت طلب اور طلب کثرت نے دھوکہ میں ڈال دیا، تم ایسی غفلت میں مبتلا ہوئے کہ تم اپنے اصل مقصد کو بھول کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تکاثر کے معنی مال و اولاد کی کثرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں مال اور اولاد کی محبت پیدا کی ہے جو ان کی محبت میں دوڑتے نکل جاتے وہ ان امور سے غافل ہو جائے گا جو زیادہ اہم ہیں اور جن کا پورا کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ موت اسے آئے گی اور وہ قبر میں جا لیٹے گا۔ حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ چاہے گا کہ دو وادیاں ہو جائیں اور ابن آدم کا منہ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔“

انسان کا مال بس اتنا ہی ہے کہ جو اس نے کھا لیا اور پہن لیا اور جو اس نے صدقہ کر کے اللہ کے گھر بھیج دیا، یعنی آدمی کی ذاتی منفعت اتنے مال سے وابستہ ہے اور باقی مال سے اس کا ذاتی نفع وابستہ نہیں بلکہ وہ فی الحقیقت وارثوں کا ہے۔ واضح رہے کہ جیسا کہ آیت مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے مال و اولاد کی وہ کثرت بری ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور فکر آخرت سے غافل کر دے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال و اولاد بھی کثرت سے عطا فرمائے اور وہ اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے غافل نہ ہو بلکہ اس مال کو امور خیر میں صرف کرے تو پھر اس میں برائی نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۵۳/۷)

### رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے فقر کے لیے تیار رہیں

۴۸۴. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ إِنِّي لَا حُبَّكَ فَقَالَ: "انْظُرْ مَاذَا تَقُولُ؟" قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا حُبَّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ: "إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدْ لِلْفَقْرِ تَجُفَافًا، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَيَّ مِنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

"التَّجَفَّافُ" بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُتَنَاءِ فَوْقَ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ وَبِالْفَاءِ الْمَكْرُورَةِ وَهُوَ شَيْءٌ يَلْبَسُهُ الْفَرَسُ لِيَتَّقَى بِهِ الْأَذَى وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْإِنْسَانُ.

(۴۸۴) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے۔ فرمایا: سوچ لو کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے پھر کہا اللہ کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے تین بار اس نے اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو فقر کا ٹاٹ تیار کر لو کہ فقر اس آدمی کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی سے جاتا ہے جتنا سیلاب اپنے بہاؤ کی طرف جاتا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے) نجفاف وہ چیز جو گھوڑے کو اس لیے پہناتے ہیں تاکہ اس تکلیف سے بچایا جاسکے اور کبھی بوقت ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

**تخریج حدیث (۴۸۴):** الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی فضل الفقر.

**کلمات حدیث:** تجفاف: ڈھال۔

**شرح حدیث:** ایک شخص نے آپ کے سامنے آپ ﷺ سے اپنی شدید محبت کا دعویٰ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کہ کیا کہہ رہے ہو کہ محبت کا اقتضاء اتباع اور اقتداء ہے اور ہر امر میں آپ ﷺ کی پیروی ہے اور جو زندگی آپ ﷺ نے زہد کی اور فقر کی گزاری اس میں بھی آپ ﷺ کی پیروی ضروری ہوگی۔ فرمایا کہ فقر مجھ سے محبت کرنے والے کی جانب اس طرح آتا ہے جیسے پانی کا ریلناشیب کی طرف جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ اگر چاہیں تو بطحاء مکہ آپ ﷺ کے لیے سونے سے بھری جائے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھروں جس دن بھوکا رہوں اس دن تجھے

یاد کروں اور تیرے سامنے عاجزی اور تضرع کروں اور جس دن کھاؤں اس دن تیری حمد کروں اور شکر ادا کروں۔

محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کی روش اختیار کرے اور ان صفات سے متصف ہو جو محبوب کے اوصاف ہیں اور لذات دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس طرح صبر کرے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ ایک امر عظیم ہے جس کے لیے صبر عظیم درکار ہے اور اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ غور کر لو اور سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ (تحفة الاحوذی : ۶۵/۷ - دلیل الفالحین : ۳۳۸/۲)

## حرص کی مثال بھوکے بھیڑیے کی طرح ہے

۴۸۵. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أَوْ سِلَافِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۴۸۵) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا مال کی حرص اور بڑائی کی حرص آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۴۸۵):** الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی معیشتہ اصحاب النبی ﷺ .

**راوی حدیث:** حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبہ ثانیہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی اور غزوہ تبوک میں خلفین میں رہ گئے اور مقاطعہ کے بعد توبہ قبول ہوئی۔ ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** شرف : عزت، بلندی، بزرگی۔ شرف شرفا (باب کرم) معزز ہونا۔ شریف : معزز جمع شرفاء .

**شرح حدیث:** مال و دولت کی حرص اور عزت و منصب کی حرص آدمی کے دین کی دشمن ہے کیونکہ حرص کا اگلہ درجہ شح اور شح (حرص مع بخل) ہلاک کر دیتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "شح سے بچو کہ اس سے پچھلے لوگ ہلاک ہو گئے۔" غرض حدیث مبارک کا مقصود مال کی حرص اور عزت و منصب کی حرص پر متنبہ کرنا ہے کہ اس سے آدمی کا دین برباد ہو جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذی : ۹۰/۷)

## آپ ﷺ کا چٹائی پر سونا

۴۸۶. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَرُ فِي جَنْبِهِ قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اتَّخَذْنَا، لَكَ وَطَاءً فَقَالَ مَالِي وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .



(۲۸۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ چٹائی پر سوئے ہوئے تھے جب آپ اٹھے تو آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشان تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے لیے گدا بنوادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں ذرا دیر ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر چل پڑتا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۲۸۶):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما انا فی الدنیا الا کراکب۔

**کلمات حدیث:** اثر فی جنبہ: پہلو پر نشان ڈال دیا۔ وطاء: نرم بستر۔ حصیر: چٹائی، جمع حصیر۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں انتباہ ہے کہ عرصہ دنیا بہت قلیل ہے اور اجل بہت نزدیک ہے، نیز حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے زہد کا بیان ہے اور چونکہ امت پر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع لازم ہے اس لیے ضروری ہے کہ اہل ایمان کا دنیا کی جانب میلان ضرورت کے مطابق ہو اور وہ دنیا کی لذتوں میں منہمک ہونے کی بجائے فکر آخرت اور اس کی تیاری پر توجہ کریں۔ دنیا میں تو انسان اس طرح ہے جیسے کوئی سوار گھڑی دو گھڑی درخت کے سائے میں ٹھہرتا ہے اور پھر چل پڑتا ہے، کیونکہ دنیا کی زندگی میں خواہ آدمی کتنی ہی طویل عمر گزارے اس کی حقیقت ساعت دو ساعت سے زیادہ نہیں ہے۔

﴿لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾

”ہم دنیا میں رہے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔“ (نحفة الاحوذی: ۹۳/۷۔ روضة المتقین: ۳۷/۲)

## فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے

۴۸۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”يَدْخُلُ

الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ: رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

(۲۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء جنت میں مالدار لوگوں سے پانچ

سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۲۸۷):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنیاء ہم۔

**کلمات حدیث:** فقراء: اہل احتیاج، جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ فقیر کی جمع فقر نہ ہونا۔

**شرح حدیث:** اس مؤمن صابر کی فضیلت کا بیان ہے جو تنگدستی اور احتیاج پر صبر کر کے اعمال صالحہ میں مصروف رہے۔ فقراء کا

جنت میں اغنیاء سے پہلے دخول دراصل ان کے صبر کا انعام ہے اور صلہ ہے دنیا کی نعمتوں سے محرومی کا تا کہ وہ دنیا میں جن نعمتوں سے محروم

رہے اور ان سے متمتع نہ ہو سکے جلد جنت میں پہنچ کر ان سے لطف اندوز ہوں۔ (روضۃ المتقین: ۳۸/۲)

۴۸۸. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعُمَرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أُطْلِعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَأُطْلِعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرِوَاةِ الْبُخَارِيِّ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عُمَرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ.

(۴۸۸) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں نے جہنم کو دیکھا کہ اکثر اہل جہنم عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ، از روایت ابن عباس، بخاری نے حضرت عمران بن الحصین سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)

**تخریج حدیث (۴۸۸):** صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة، صحیح مسلم، کتاب المرقا، باب اکثر اهل الجنة الفقراء.

**کلمات حدیث:** اضعت: میں مطلع ہوا، میں نے دیکھا۔ اضنع اضلاعا: جاننا۔

**شرح حدیث:** دنیا کی کثرت سے احتراز اور صرف قدر کفاف پر گزارا کرنا اور تر فہ اور عیش دنیا سے اجتناب کرنا اس حدیث کا اصل موضوع ہے اس طرح عورتوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں اور اپنے شوہروں کے حق میں نافرمانی نہ کریں۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے جہنم دکھائی گئی میں نے دیکھا کہ اکثریت اہل جہنم کی عورتیں ہیں اپنے کفر (نافرمانی) کی بناء پر، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان ناشناسی کرتی ہیں اگر تم ان کے ساتھ عرصے تک حسن سلوک کرتے رہو اور پھر وہ تمہاری ذرا سی بات دیکھیں گی تو یہیں کہیں گی کہ تو نے مجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی۔

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں دنیا کی محبت و رغبت زیادہ ہوتی ہے اور دنیا کی دلکشیوں کی جانب ان کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ آخرت سے اعراض کرنے والی ہوتی ہیں کیونکہ ان کی عقل کم ہوتی ہے اور ان میں دھوکہ کھا جانے کا میلان زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ اعمال صالحہ اور آخرت کی تیاری سے دور ہوتی ہیں۔

(تحفة الاحوذی: ۳۶۷/۷۔ فتح الباری: ۲/۲۶۹)

## جنت میں اکثر فقراء کو دیکھا گیا

۴۸۹. وَعَنْ إِسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ غَامَّةٌ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرُوا إِلَى النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْجَدُّ" الْحِطُّ وَالْغِنَى، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ فَضْلِ الضَّعْفَةِ.

(۲۸۹) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت مساکین کی ہے اور اصحاب مال و دولت روک دیئے گئے ہیں۔ البتہ اصحاب جہنم کے بارے میں انہیں جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔ (متفق علیہ)

جد کے معنی مال و دولت کے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث ضعفاء کی فضیلت کے باب میں آچکی ہے۔

**تخریج حدیث (۲۸۹):** صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها الا بإذنه۔ صحیح

مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء۔

**کلمات حدیث:** مساکین: جمع مسکین، جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ بقدر کفایت نہ رکھنے والا۔

**شرح حدیث:** امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جنت اور جہنم دکھائی گئی اور اسی طرح آپ ﷺ کو اہل جنت کے اوصاف و خصائص اور اہل جہنم کے احوال سے مطلع فرمایا گیا تاکہ آپ ﷺ اپنی امت کو ان تمام اوصاف و خصائص سے آگاہ فرمادیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں اور ان احوال پر متنبہ فرمادیں جو اہل جہنم کے ہیں۔

(فتح الباری: ۱۰۵۱/۲۔ روضة المتقین: ۴۰/۲)

اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۲۶۹) میں گزر چکی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی باطل ہے

۴۹۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةً لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی

ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔" (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۴۹۰):** صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ایام الجاہلیۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر۔

**کلمات حدیث:** ما خلا: ما سوا۔ ما خلا اللہ: اللہ کے سوا، اللہ کے علاوہ۔

**شرح حدیث:** حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے ان چند بڑے شعراء میں سے ہیں جو اصحاب المعلقات کہلاتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور طویل عمر پائی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ کہہ کر شاعری ترک کر دی تھی کہ کیا قرآن نازل ہونے کے بعد بھی کوئی شعر کہہ سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے بعض مواقع پر بعض اشعار کی تحسین فرمائی۔ انہی میں سے ایک مصرع یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا ہر شے باطل ہے۔

اگر شعر بامقصد اور اچھے اور عمدہ معانی پر مشتمل ہو تو اس کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۴۶۳/۲)

المبتات (۵۶)

فَضْلُ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ وَالْإِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيلِ مِنَ الْمَاكُولِ وَالْمَشْرُوبِ  
وَالْمَلْبُوسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حَضُوظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ  
بھوک جفاکشی اور اکل و شراب اور لباس میں کم سے کم پر اقتصار اور حظ نفس اور ترک خواہشات کی فضیلت

بعد میں آنے والوں نے نماز ضائع کی خواہشات کے پیروکار رہے

۱۷۲. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ  
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلْيَلِكِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سوان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ ہجران کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔“ (مریم: ۵۹)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ہدایت یافتہ اور منتخب لوگوں کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے اللہ کے مقرر کردہ اہم ترین فریضہ نماز کو بھی ضائع کر دیا اور دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر احکام الہی سے غافل ہو گئے یہ عنقریب اپنے نقصان اور خسارے کو دیکھ لیں گے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی غی ہے۔ سوائے ان کے جو سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور نیک اعمال کا راستہ اختیار کر لیں اور اپنی روش درست کر لیں تو ان کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہیں توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر مظہری۔ تفسیری عثمانی)

قارون کی دولت

۱۷۳. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَبِئْسَ لَنَا مَثَلُ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلْحَكُم ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ  
ءَامَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقَاهَا إِلَّا الْآصِفِيُونَ ۝﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ



”پس قارون اپنی پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا۔ تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے کہ کاش کہ میں بھی کسی طرح وہاں جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑی ہی قسمت کا دہنی ہے۔ ذی غم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں یہ بات انہی کے دل میں ڈال دی جاتی ہے جو صبر و سہار والے ہوں۔“

(التقصص: ۷۹)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ قارون کے پاس بڑا خزانہ تھا اور اسے بڑی قوت و شوکت حاصل تھی ایک روز جو وہ بڑی شان و شوکت سے مجمع میں آیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اسی طرح مال و دولت اور شان و شوکت ہمیں بھی ملی ہوتی تو ہم بھی خوش نصیب ہوتے لیکن اہل غم نے کہا کہ یہ دنیا کی شان و شوکت یہ مال و متاع ثواب آخرت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ نے اہل ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے جو اجر و ثواب رکھا ہے وہ اس دنیا اور اس دنیا کی ساری متاع سے کہیں زیادہ بہتر ہے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں ان کا گزر ہوا۔

۱۷۴۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔“ (النکاح: ۸)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ روز قیامت سوال ہوگا کہ بتاؤ کہ جو بے شمار نعمتیں تمہیں دنیا کی زندگی میں عطا کی گئی تھیں ان کا تم نے کیا شکر ادا کیا۔ نعمتوں میں تمام نعمتیں شامل ہیں خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہوں یا آرام و آسائش سے یا مال و اولاد سے یا حکومت و اقتدار۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

”ناک مکان اور دل سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز محشر آدمی اپنے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے گا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا؟ اپنی جوانی کو کہاں خرچ کیا؟ مال کس طرح حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو نعم اللہ تعالیٰ نے اسے دیا تھا اس پر اس نے کتنا عمل کیا؟

(معارف القرآن)

۱۷۵۔ وَقَالَ تَعَالَى :

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَذْحُورًا﴾ ﴿١٨﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سر دست دیتے ہیں

بالآخر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں کا دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ (الاسراء: ۸۱)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لیے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں تاکہ ان کی جدوجہد کا پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیئے جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

## آپ ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دو دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

۴۹۱. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبَرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا حَتَّى قُبِضَ.

(۴۹۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی جو کی روٹی

بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے مدینہ آنے کے بعد کبھی گندم کی روٹی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر نہیں

کھائی۔

**تخریج حدیث (۴۹۱):** صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما كان النبي ﷺ و اصحابه يأكلون . صحیح

مسلم، اوائل کتاب الزهد و الرقاق.

**کلمات حدیث:** ما شبع: پیٹ نہیں بھرا، سیر نہیں ہوا۔ شبع شبعاً (باب سمع) پیٹ بھرنا، سیر ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کی عادت طیبہ یہ تھی کہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور ایک دن

کھاتے تھے اور ایک دن فاقے سے رہتے یا روزہ رکھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پیشکش فرمائی کہ مکہ کے پہاڑوں کو آپ ﷺ

کے لیے سونا بنا دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں اے رب! میں تو چاہتا ہوں ایک دن پیٹ بھروں تو اللہ کا شکر کروں اور دوسرے

دن بھوکا رہوں تو صبر کروں۔“

صحیح بخاری میں حضرت ابو عازم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا کبھی رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی؟ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر اللہ کے ہاں تشریف لے جانے تک سفید چھنے ہوئے گندم کے آٹے کی روٹی دیکھی بھی نہیں۔ میں نے دریافت کیا تمہارے پاس زمانہ نبوت میں چھلتیاں تھیں۔ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے وقت سے دنیا سے تشریف لے جانے تک چھلنی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کہ تم بغیر چھنے جو کی روٹی کیسے کھا لیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسے پیس کر پھونک مارتے تھے جتنا (بھوسہ) اس میں سے اڑا اڑ گیا اور جو بچتا اسے پانی میں تر کر کے کھا لیتے تھے۔

فتوحات کی کثرت سے مال غنیمت بکثرت آتا لیکن آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرمادیتے اور رات ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ ہوتا۔ آپ ﷺ کا فقر اختیار تھا جیسا کہ متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے رب! میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں تو تیرا شکر کروں اور دوسرے دن نہ کھاؤں اور صبر کروں۔“

(فتح الباری: ۱۱۵۶/۲ - تحفة الأحوذی: ۷۰/۷ - شرح مسلم للنووی: ۸۳/۱۸)

### دودھ پینے آپ ﷺ کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا

۴۹۲. وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ : وَاللَّهِ يَا ابْنَ أَخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْتَظِرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهْلَةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ : قُلْتُ : يَا خَالَةَ فَمَا كَانَ يُعِيشُكُمْ ؟ قَالَتْ : الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَاحٍ وَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَانِهَا فَيَسْقِينَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۹۲) حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اے میرے خواہر زادہم چاند کی طرف دیکھتے پھر ایک اور چاند پھر ایک اور چاند یعنی دو مہینوں میں تین چاند گزر جاتے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ آپ کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی البتہ رسول اللہ ﷺ کے انصاری پڑوسی جن کے یہاں دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۹۲): صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ . صحیح

مسلم، اوائل کتاب الزہد والرفاق .

**کلمات حدیث:** مساجح: دودھ دینے والے جانور، قمع مسیحة: دودھ دینے والا جانور جو کسی کو دودھ کے استعمال کے لیے بہہ کر دیا جائے اور وہ دودھ ختم ہونے کے بعد اسے واپس کر دے۔

**شرح حدیث:** اللہ کے رسول ﷺ کے گھروں میں دودھ ہر وقت آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزرا ہوتا تھا۔ یعنی زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی یہ فضا تھی اور یہ اس لیے تھا تا کہ امت کے لیے ایک مثال اور نمونہ قائم ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے:

”اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ مُحَمَّدٍ قَوْتًا“

”اے اللہ! محمد کا رزق بتدرکفاف فرما دے۔“

یہاں قوت کا لفظ ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس اتنی روزی کہ سوان کی حاجت نہ رہے اور نہ ہی وہ زائد ہو کہ ترفہ کے زمرے میں آئے کہ قوت وہ ہے جس سے بدن کی قوت باقی رہے۔

(محکمۃ الأحادیث: ۲۲۷- فتح الباری: ۵۴۲- روضة المتقين: ۲۴۴)

## جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

۴۹۳. و عن أبي سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه مر بقوم بين أيديهم شاة مصلية فدعوه فابى أن يأكل وقال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الدنيا ولم يشبع من خبز الشعير رواه البخاري.

”مصلية“ بفتح الميم: ای مشویۃ۔

(۴۹۳) حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت دی، مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

مصيبة: مہم کے زبردستی ساتھ یعنی بھنی ہوئی۔

**تخریج حدیث (۴۹۳):** صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ يأكلون

**کلمات حدیث:** مصيبة: بھنی ہوئی۔ صنی صلیا (باب ضرب) گوشت بھوننا۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی سے مخاطب ہوتے تو برجستہ ان کی زبانوں پر جملہ آتا ”فداک الی وای یا رسول اللہ“ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ بھی آپ پر قربان۔ انہوں نے یہ بات صرف زبانی نہیں کی بلکہ اس دین کے لیے جو رسول اللہ ﷺ لائے تھے اس پر اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ



ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی ایسی اقتداء کی اور آپ کی ایک ایک بات کی اس طرح پیروی کی کہ تاریخ عالم میں اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہنسنا ہوا گوشت کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ کی آنکھوں کے سامنے حیات طیبہ کا نقشہ آگیا اور انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی جوئی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(فتح الباری : ۲/ ۱۱۵۶ - عمدة القاری : ۲۱/ ۷۸)

### آپ ﷺ نے میز پر رکھ کر کبھی کھانا نہیں کھایا

۴۹۴. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ : وَلَا رَأْيَ شَاةٍ سَمِيطًا بَعِيْهَ قَطُّ.

(۴۹۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرتے دم خوان پر رکھ کر کھانا

نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ ﷺ نے تکی چپاتی کھائی۔ (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھنی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔

**تخریج حدیث (۴۹۴):** صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة.

**کلمات حدیث:** خوان : چوکی یا تخت، جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے، تاکہ کھانے کے لیے زیادہ جھکنا نہ پڑے۔ سمیط : بکری کا چھوٹا سا بچہ جسے بھون لیا جائے۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ اراونا طیبات دنیا کو ترک کر کے کھانے، پینے اور لباس میں سادگی اختیار کیے ہوئے تھے اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نعیم آخرت کو طیبات دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ فخر کو غنا پر سادگی کو توسع پر اور قدر کفاف کو وسعت رزق پر ترجیح دیتے تھے۔ (تحفة الأحوذی : ۷۴ - فتح الباری : ۲/ ۱۱۵۶ - عمدة القاری : ۲۱/ ۲۲)

### روٹی کھجور سے بھی پیٹ نہیں بھرا

۴۹۵. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الدَّقْلُ" تَمْرٌ دِيءٌ.

(۴۹۵) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں

دیکھا ہے کہ روٹی کھجور بھی آپ ﷺ کو اتنی نہ ملتی کہ پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

دقل : روٹی کھجور۔

**تخریج حدیث (۴۹۵):** صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد والرفاق.

**کلمات حدیث:** دقل: زدی اور ادنیٰ قسم کی کھجور۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے عملی نمونہ ہے آپ ﷺ نے زہد کی زندگی گزاری اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں پر ہمیشہ آخرت کے انعام و اکرام اور وہاں کی نعمتوں کو ترجیح اور فوقیت دی۔ غرض آپ ﷺ کی تمام زندگی سادگی اور سخت کوشی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس طرح کی زندگی آپ ﷺ نے امت مسلمہ کے سامنے بطور مثال رکھی تاکہ امت کے لوگ اس طرزِ حیات کو برضا و رغبت اختیار کریں کیونکہ یہ طرزِ حیات لوگوں میں جفاکشی اور سادگی پیدا کرتا ہے انہیں بلند اور اعلیٰ قدروں کے لیے جینا سکھاتا ہے انہیں اصولوں کے لیے مرنا سکھاتا ہے اور ان کے اندر دین کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس طرزِ حیات کے لوگ حبِ دنیا سے حسد سے باہمی بغض و نفرت سے اور دنیا کے حصول کی کشمکش سے محفوظ رہتے ہیں۔ جبکہ اربابِ ثروت بالعموم پہلے بیان کردہ خصائص سے محروم رہتے اور ان اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو بیان کی گئیں۔ اسی لیے فرمایا کہ میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا تمہارے اوپر دنیا کی فراوانی سے اندیشہ کرتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح لوگوں کو کھاتے پیتے دیکھا تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ یاد آگئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کو ردی کھجور بھی اتنی میسر نہ ہوتی کہ آپ اس سے پیٹ بھر لیتے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے تمہارے نبی کے الفاظ بطور تنبیہ استعمال کیے تاکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی جانب متوجہ کر سکیں۔ (دلیل الفالحین: ۲/۳۵۳)

### آپ ﷺ نے زندگی بھر چھلنی نہیں دیکھی

۴۹۶. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقْيَ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ تَعَالَى! فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاحِلُ؟ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاحِلًا مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ تَعَالَى، فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنَحُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحُهُ، وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرِينَاهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

”قَوْلُهُ“ ”النَّقْيُ“ هُوَ ”بِفَتْحِ النُّونِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ“ وَهُوَ الْخُبْزُ الْخَوَّارِيُّ وَهُوَ الدَّرْمَكُ: قَوْلُهُ ”ثَرِينَاهُ“ هُوَ بِشَاءٍ مُثَلَّثَةٍ ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاهُ مِنْ تَحْتِ ثَمَّ نُونٍ: أَيْ بَلَلْنَاهُ وَعَجَلْنَاهُ.

(۴۹۶) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت کے وقت سے لے کر وفات تک

رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آنے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں

چھلنیاں نہیں تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی نہیں دیکھی، پھر ان سے پوچھا کہ بغیر چھنے ہوئے جو کی روئی کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جو کو پیتے پھر اس میں پھونک مارتے جواز تا وہ اڑ جاتا باقی ہم آٹا گوندھ لیتے۔ (بخاری)

نقی : سفید چھنے ہوئے آٹے کی روئی۔ ثرینا، ہم اسے بھگوتے اور آٹا گوندھ لیتے۔

**تخریج حدیث (۴۹۶):** صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب النفع فی الشعر.

**کلمات حدیث:** ثریناہ : ہم اسے تر کر لیتے اسے بھگو لیتے۔ مناخل : جمع منخل چھلنی۔

**شرح حدیث:** حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جس عظیم مشن کو لے کر اٹھے تھے کہ اللہ سے بھگے ہوئے انسانوں کو اللہ کی طرف لانا اس میں اس کی گنجائش ہی کہاں تھی کہ آپ ﷺ طیبات دنیا کا اہتمام فرماتے۔ اسی طرح جو جماعت آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی اس مشن کی تکمیل کے لیے تیار کی تھی وہ ہر وقت جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے انہیں کب فرصت تھی کہ دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالتے۔ مزید یہ کہ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فقر اختیار تھا اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتے تھے اور ہر معاملے میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔

(فتح الباری : ۲/۱۱۵۵۔ دلیل الفالحین : ۲/۳۵۴)

## آپ ﷺ حضرات شیخین کو لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے

۴۹۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ "مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ؟" قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ "وَأَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَخْرَجْنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا قَوْمًا" فَقَامَا مَعَهُ فَاتَى رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِي بَيْتِهِ، فَلَمَّا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَأَهْلًا: فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَيْنَ فَلَانٌ؟"

"قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعِذُّ لَنَا الْمَاءَ إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا أَحَدٌ. الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَصْيَافًا مِنِّي، فَأَنْطَلِقُ فَجَاءَ هُمْ بِعِدْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطْبٌ فَقَالَ كُلُوا وَآخِذُوا الْمُدِيَّةَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكَ وَالْحُلُوبَ" فَذَبَحَ لَهُمْ فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذَلِكَ الْعِدْقِ وَشَرِبُوا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسَالُنَّ عَنْ هَذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتَّى أَصَابَكُمُ هَذَا النَّعِيمُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

قَوْلُهَا "يَسْتَعْدِبُ" : اِنِّ يَطْلُبُ الْمَاءَ الْعَذْبَ وَهُوَ الطَّيِّبُ : "وَالْعَذْبُ بِكُسْرِ الْعَيْنِ وَاسْكَانِ الدَّالِّ الْمُنْعَجِمَةُ وَهُوَ الْكَبَاسَةُ وَهِيَ الْغُضُّنُ" : وَالْمُذْيَةُ بِضَمِّ الْمِيمِ وَكُسْرُهَا : هِيَ السَّكِينُ "وَالْحَلُوبُ" ذَاتُ اللَّبِ : وَالشَّوَالُ عَنْ هَذَا النَّعِيمِ شَوَالٌ تَعْدِيدُ النَّعْمِ لَا شَوَالٌ تَوْبِيخٌ وَتُعْذِيبُ : وَاللَّهُ اعْلَمُ . وَهَذَا الْاَنْصَارِيُّ الَّذِي اتَوْهُ هُوَ ابُو الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، كَذَا جَاءَ مُبَيَّنًا فِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ .

(۴۹۷) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کو یارات کو سہرت باہر تشریف لائے وہاں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت اس جگہ سے اپنے گھروں سے باہر آنے والوں نے جو آپ و یہ رسول اللہ ﷺ (جو تھے) بھوکے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں بھی اتنی ہی مجھ سے باہر آیا ہوں جس مجھ سے تم آئے ہو۔ چلو احوال دو دونوں اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ آپ ﷺ ایک انصاری سے پانی پینے لگے وہ اس پر نہیں تھے لیکن ان کی بیوی نے دیکھا اور وہ بولی مرحبا خوش آمدید۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ فلاں جگہ سے رہا ہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے مینھ پانی پینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہا کہ الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ کوئی شخص معزز اور معلوم مہمان والا نہیں ہے اتنا کہا اور چلے گئے۔ وہ گئے اور جا کر کھجور کا ایک خوشہ لے کر اس میں کدوئی، خشک اور تر کھجوریں تھیں انہوں نے کہا کہ چائے اور یہ بہ کر چھری اٹھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دھو دینے والی بھری ذرا نہ کرے۔ بہر حال انہوں نے بھری ذرا کی۔ سب نے بھری کا گوشت اور کھجوریں اور پانی پیا۔ جب یہ دم گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ضرور ان نعمتوں سے بارے میں سوال ہوگا۔ تمہیں بھوک کے تمہارے گھروں سے لگا لگا۔ ابھی تم پتے بھی نہ تھے کہ تمہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کو یارات کو سہرت باہر تشریف لائے وہاں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت اس جگہ سے اپنے گھروں سے باہر آنے والوں نے جو آپ و یہ رسول اللہ ﷺ (جو تھے) بھوکے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں بھی اتنی ہی مجھ سے باہر آیا ہوں جس مجھ سے تم آئے ہو۔ چلو احوال دو دونوں اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ آپ ﷺ ایک انصاری سے پانی پینے لگے وہ اس پر نہیں تھے لیکن ان کی بیوی نے دیکھا اور وہ بولی مرحبا خوش آمدید۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ فلاں جگہ سے رہا ہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے مینھ پانی پینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہا کہ الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ کوئی شخص معزز اور معلوم مہمان والا نہیں ہے اتنا کہا اور چلے گئے۔ وہ گئے اور جا کر کھجور کا ایک خوشہ لے کر اس میں کدوئی، خشک اور تر کھجوریں تھیں انہوں نے کہا کہ چائے اور یہ بہ کر چھری اٹھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دھو دینے والی بھری ذرا نہ کرے۔ بہر حال انہوں نے بھری ذرا کی۔ سب نے بھری کا گوشت اور کھجوریں اور پانی پیا۔ جب یہ دم گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ضرور ان نعمتوں سے بارے میں سوال ہوگا۔ تمہیں بھوک کے تمہارے گھروں سے لگا لگا۔ ابھی تم پتے بھی نہ تھے کہ تمہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۴۹۷):** صحیح مسلم، کتاب الاشریۃ، باب جواز الشباعہ غیرہ لہی غیرہ سی دار میں شیف رضاء ذلت۔

**کلمات حدیث:** روایت ابو بکر (باب سمع) پانی سے سیراب ہونا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی میں مصروف اور اس کے حضور میں

حاضر تھے کہ بھوک کی شدت نے کیسوکی اور استغفار میں کمی پیدا کر دی اور بھوک کی بے چینی نشاط عبادت میں مانع بن گئی تو دونوں حضرات باہر تشریف لے آئے اتنی ہی دیر میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ جو حال صحابین کا ہے وہی میرا ہے۔



بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما کا یہ حال فتوحات سے پہلے تھا۔ یہ بات صحیح نہیں اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی کے بعد اسلام لائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ ہی رسول اللہ ﷺ اس حال میں رہے کہ سیر اور غمزدوش بدوش چلتے رہے۔ اگر کہیں سے آپ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرمادیتے اور آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ اکثر جو اور کھجور اور پانی پر گزارا فرماتے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد سے آل رسول نے مسلسل تین رات کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جب آپ نے وقت پانی تو اس وقت آپ کی زرد تھوڑے سے جو کے بدلے جو آپ کے گھوڑوں نے قریش کی تھی رہن رکھی ہوئی تھی۔ غرض جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ اسے فوراً صرف فرمادیتے تھے جوں کو دیدیتے مہمان نوازی فرماتے اور سرایا اور لشکروں کی تیاری پر صرف کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے اپنی یہ حالت چھپایا کرتے تھے لیکن جوں ہی جائنار صبح کو تم: ہوتا تو وہ فوراً جو میسر ہوتا خدمت اقدس میں حاضر کر دیتے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی آواز سے آپ کی بھوک کا اندازہ ہوا انہوں نے اسی وقت کھانا حاضہ کیا اور حضرت ابو شعیب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب انور کی طرف دیکھ کر بھانپ لیا کہ سرکار جو کئے ہیں وہ اسی وقت کھانا لانے دوڑے۔ خود اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال ہوتا تھا لیکن جب سرکار کے بارے میں علم ہوتا کہ بھوک کی شدت ہے تو خود نہ کھاتے آپ ﷺ کو پیش کر دیتے۔

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

”وہ خود بھوکے ہوتے ہوئے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔“

(شرح صحیح مسلم نسوی: ۱۳، ۱۷۷۔ تحفۃ الاحیادی: ۱/۲۔ روضة المحققین: ۵۷/۲)

### دنیا منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے

۳۹۸. وَعَنْ خَالِدِ بْنِ غَمِيرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُثْمَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ أَمِيرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَحَمَدَ اللَّهَ وَأَثْنَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ أَذْنَتْ بِضُرْمٍ وَوَلَّتْ خَدَاءً وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا ضَبَابَةٌ كَضَبَابَةِ الْإِنَاءِ يَتَصَابُهَا صَاحِبُهَا، وَإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُونَ مِنْهَا إِلَى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوا بِخَيْرٍ مَا بَخَصَرْتُكُمْ فَإِنَّهُ قَدْ ذَكَرَ لَنَا أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقَىٰ مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَيَهْرِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللَّهُ لَتَمْلَأَنَّ أَفْعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذَكَرَ لَنَا أَنَّ مَابَيْنَ مَصْرَعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ أَرْبَعِينَ عَامًا وَلِيَاتَيْنِ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَطِيطٍ مِنَ الزَّخَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي، سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَّقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّبَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِمَّا أَخَذَ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيرًا عَلَى مَصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ

وَأَنِّي أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيمًا وَعِنْدَ اللَّهِ صَغِيرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ " اذْنَتْ " هُوَ بِمَدِّ الْأَلِفِ أَيُّ أَعْلَمْتُ : وَقَوْلُهُ " بِصُرْمٍ " هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ : أَيُّ بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا، قَوْلُهُ " وَوَلَّتْ حَدَاءً " هُوَ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ أَلِفٍ مَمْدُودَةٍ : أَيُّ سَرِيعَةٍ : "وَالصُّبَابَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ الْبَقِيَّةُ الْيُسْرَى وَقَوْلُهُ " يَتَصَابُهَا " هُوَ بِتَشْدِيدِ الْبَاءِ قَبْلَ الْهَاءِ أَيُّ يَجْمَعُهَا " "وَالْكُظَيْطُ" الْكَثِيرُ الْمُتَمَلِّي : وَقَوْلُهُ " قَرَحَتْ " هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكُسْرِ الرَّاءِ أَيُّ صَارَتْ فِيهَا قَرُوحٌ .

(۴۹۸) خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے امیر عتبہ بن غزوہ ان نے خطبہ دیا اور بعد حمد و ثناء کہا کہ دنیا اختتام کے قریب ہے اور پلٹ کر بھاگ رہی ہے۔ بس اب دنیا کے برتن میں دنیا کی تلچھٹ باقی رہ گئی ہے جسے صاف کرنے والا صاف کرتا ہے۔ اب تمہیں یہاں سے ایک اور گھر منتقل ہونا ہے جو ایسا گھر ہے جس میں زوال نہیں ہے تمہارے پاس جو بہتر سے بہتر سامان ہے اس کے ساتھ اس گھر میں منتقل ہو۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے پتھر لڑھکایا جائے گا وہ ستر برس تک لڑھکتا رہے گا مگر تہہ میں نہیں پہنچ پائے گا۔ اللہ کی قسم جہنم بھردی جائے گی، کیا تمہیں تعجب ہے اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوگی۔ تحقیق میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات افراد میں ساتواں پایا ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کچھ کھانے کو نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہماری باجھیں زخمی ہو گئیں۔ اس زمانے میں مجھے ایک چادر ملی میں نے وہ پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان تقسیم کر لی آدھی کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھی سعد بن مالک نے ازار بنالی۔ لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنی نظر میں بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

اذنت : اعلان کیا، مطلع کیا۔ صرم : ختم کر دیا گیا، کاٹ دیا گیا۔ ولت حداء : تیزی سے پلٹ گئی، الٹے پاؤں پلٹ گئی۔ صبابہ : تلچھٹ، پچا ہوا حصہ۔ يتصابها : وہ اسے پیتا ہے۔ كظيظ : بھرا ہوا، قرحت : زخم ہو گئے۔

تخریج حدیث (۴۹۸): صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفاق .

راوی حدیث: حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں حبشہ کی جانب ہجرت کی، مشہور تیر انداز تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ بصرہ خود عتبہ بن غزوہ ان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مکہ میں بسایا تھا اور خود ہی اس کے امیر ہوئے۔ آپ سے چار احادیث مروی ہیں۔ صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مذکور ہے۔ ربذہ میں وفات پائی۔

(دلیل الفالحین : ۲/۳۶۰)

کلمات حدیث: قرحت : زخمی ہو گئے۔ قرح قرحاً (باب فتح) زخمی کرنا۔ اشد افنا : ہماری باجھیں۔ شوق : بانچہ، ہونٹوں کے کنارے۔

**شرح حدیث:**

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بے انتہاء دکھا اٹھائے اور ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں اور اسلام کا بیج جزیرہ عرب میں بویا اور اس کی آبیاری کی یہاں تک کہ یہ ایک تناور درخت بن گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اس وقت کی ساری معلوم دنیا میں پہنچ گیا اور دنیا اسلام اور اہل اسلام کے سرنگوں ہو گئی۔ محکوم حاکم بن گئے اور حاکم محکوم ہو گئے اور پتے چبا کر جنگیں لڑنے والے شہروں کے امیر ہو گئے۔ اور یہ انقلاب عظیم ربع صدی میں برپا ہو گیا۔

حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ شہر بسایا تھا اور وہ اس کے امیر تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے تقریر کی اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا نقشہ کھینچا اور جنت و جہنم کا ذکر کیا اور بتایا کہ سات اصحاب رسول اللہ ﷺ تھے اور میں ان میں ساتواں تھا۔ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا اور ہم بھوک کی شدت برداشت نہ کر پاتے تو پتے چبایا کرتے تھے جس سے ہمارے ہونٹوں کے کناروں پر زخم ہو گئے تھے۔ لباس بھی میسر نہ تھا۔ مجھے کہیں سے ایک چادر مل گئی تھی جسے میں نے پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور ایک ٹکڑا میں نے باندھ لیا اور ایک سعد بن مالک نے باندھ لیا۔ آج میں اور سعد بن مالک دونوں امیر شہر ہیں۔ (شرح صحیح مسلم لنووی: ۸۰/۱۸)

**جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت فرمایا**

۴۹۹. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَخْرَجْتُ لَنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا قَالَتْ : قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَيْنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۹۹) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں اوپر پہننے کی ایک موٹی چادر اور ایک ازار نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کپڑوں میں وفات پائی۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۴۹۹):**

صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه وسيفه .

**کلمات حدیث:** کساء: کپڑا، چادر جو اوپر پہنی جائے، یا قمیص۔ ازار: تہبند، غلیظ، موٹی۔

**شرح حدیث:**

حیات طیبہ پوری کی پوری زہد اور دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کی نعمتوں پر اللہ کے یہاں ملنے والی نعمتوں کو ترجیح دینے کی مثال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ کپڑے دکھائے جن میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی ایک موٹی چادر اور اوڑھنے کی اور ایک ازار، زیر نظر حدیث میں لفظ غلیظ ہے جس کے معنی موٹے کپڑے کے ہیں لیکن صحیح مسلم کی ایک روایت میں ملبد کا لفظ ہے، یعنی پیوند لگا ہوا۔ یعنی چادر میں اتنے پیوند لگے ہوئے تھے کہ درمیان میں گٹھل بن گیا تھا۔ (فتح الباری: ۲۲۶/۲۔ روضة المتقین: ۵۰/۲)

**حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا**

۵۰۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

نجاهد مع صلی اللہ علیہ وسلم ما لنا طعام الا ورق الخبلة وهذا السمُّ حتی ان کان احدا لیضع  
کما تضع الشاة ماله خلط یتفق علیہ .

”الخبلة“ بضم الحاء السهلة واسکان الباء الموحدة : وهي السمُّ نوعان معروفان من  
شجر البادية

(۵۰۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس  
نے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا سوائے ٹیکڑا اور تیر کے  
پتوں کے۔ یہاں تک کہ ہم بکری کی پٹھنیوں کی طرح قضا کے جاہت کرتے کہ آئیں تو جنت نہ ہوتی۔

حیات اور تیر جنگل کے درختوں کی قسمیں ہیں (ٹیکڑا اور بھول)

**تخریج حدیث (۵۰۰):** مسیحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما ذکر من ذریع النبی ﷺ وعصاه و سیفہ .

**کلمات حدیث:** خلط : لٹی ہوئی شے۔ خلط خلطاً (باب نسب) مذاہ۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے ہم میں ساتھ سواروں کا ایک دستہ عبیدہ بن عمارت کی سرکردگی میں ابوسفیان بن حرب اور  
اس کے ساتھی مشرکین کے قتلے پر نظر رکھنے کے لیے رابع روانہ فرمایا تھا اس میں نہ جنگ کی نوبت آئی اور نہ تلواریں باہر نکلیں صرف  
فریقین میں تیر اندازی ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چلایا۔ جو اسلام کی  
تاریخ میں دشمنان اسلام پر چلایا جانے والا پہلا تیر تھا۔

مقتصد بیان یہی ہے کہ یہ مذہبی نہ ہندی ہے بلکہ اسلام کا کلمہ اللہ نے یہی صحیح قرار دیا ہے اس قدر مصائب برداشت کیے اور اس  
قدر ثابت حیات سے نرسا اور یہ حیات میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

(فتح الباری : ۲ / ۴۳۵ - مضاہر حق : ۵ / ۷۴۱ - روضة السنین : ۲ / ۵۱)

## یا اللہ بقدر ضرورت روزی عطا فرما

۱۰۵۰ . وعن ابی حریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ”اللہم اجعل  
رزق ال محمد قوتاً یتفق علیہ .

قال اهل اللغة والغریب معنی ”قوتاً“ ائی ما یسئل الرقیق .

(۵۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ آل محمد ﷺ کو  
رزق عطا فرما۔ (متفق علیہ)

اہل لغت کہتے ہیں قوت سے مراد خوراک کی اتنی مقدار جس سے بھوک مٹ جائے۔



**تخریج حدیث (۵۰۱):**

صحیح البخاری، کتاب البرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و صحاح صحیح

مسلم، اوائل کتاب الزهد والبرقاق۔

**کلمات حدیث:** قوت: بقدر کثافت روزی، اتنی خوراک جس سے جھوک مٹ جائے۔ اسباب زندگی کی کم سے کم مقدار، معیشت کی

لازمی مقدار۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک دلیل ہے کہ بقدر کثافت روزی سب سے اچھی روزی ہے کہ اس میں دنیا سے زبرد اور آخرت کی

نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دینا اور باقی کوفانی پر فوقیت دینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کی ساری زندگی ایک ایسے مسفر کی

زندگی ہو جسے یہ ہستی چھوڑ کر اپنے اصل وطن جانا ہے جہاں ہر طرح کی راحت و آرام اس کا منتظر ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ہر سنت قابل

اتباع ہے اور ہر مومن کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے۔ (فتح الباری: ۳/۳۷۲)

**رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ**

۵۰۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَا عَتَمِدَ بِكَدَى عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لَا شَدُّ الْحَجَرِ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَأَيْتُ وَعَرَفَ مَا فِي وَجْهِی وَمَا فِي نَفْسِي ثُمَّ قَالَ "أَبَاهِرَ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ "الْحَقُّ" وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاِسْتَاذَنَ فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَنَا فِي قَدَحٍ فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ؟ قَالُوا أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ. أَوْ فُلَانَةٌ. قَالَ "أَبَاهِرَ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "الْحَقُّ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَأَدْعُهُمْ لِي، قَالَ وَاهْلُ الصُّفَّةِ أَصْيَافُ إِلَّا سَلَامٌ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلِ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى أَحَدٍ وَكَانَ إِذَا آتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَسْأَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا آتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ وَأَصَابَ مِنْهَا وَاشْرَكَهُمْ فِيهَا. فَسَاءَ بِي ذَلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هَذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ أَصِيبَ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اتَّقَوْنِي بِهَا فَإِذَا جَاءَ وَأَمَرَ بِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ: وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هَذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدًّا، فَاتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا وَاسْتَاذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ وَاخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ. "أَبَاهِرَ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ "خُذْ فَأَعْطِهِمْ قَالَ فَاخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ فَأَعْطِيهِ الْآخَرَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ فَاعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ حَتَّى أَنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ

فَقَالَ "أَبَاهِرَ" قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: بَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ " قُلْتُ : صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ " أَقْعُدْ فَاشْرَبْ " فَقَعَدْتُ، فَشَرِبْتُ فَقَالَ : اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُولُ : اشْرَبْ حَتَّى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا، قَالَ : "فَارِنِي" فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللَّهُ تَعَالَى وَسَمِيَ وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۰۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتا اور کبھی بھوک کی شدت سے پتھر پیٹ پر باندھ لیتا ایک روز میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں سے لوگ نکل رہے تھے۔ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور مجھے دیکھ کر میرے چہرے اور میرے دل کی کیفیت جان گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اباہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ۔ یہ کہہ کر آپ چل پڑے میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ آپ کو ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا ملا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اباہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! اہل صفہ کے پاس جاؤ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا نہ گھر یا راور نہ مال نہ کوئی سہارا رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو ان کو بھجوا دیتے اور آپ ﷺ اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب ہدیہ آتا تو انہیں بلوا لیتے خود بھی اس میں استعمال فرماتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔

مجھے یہ بات گراں ہوئی میں نے سوچا کہ اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ اہل صفہ کے بجائے میں زیادہ حق دار تھا کہ یہ دودھ پی لیتا کہ کچھ تو انائی آتی جب وہ آئیں گے تو آپ مجھے حکم فرمائیں گے کہ میں انہیں دیدوں پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دودھ مجھ تک نہ پہنچے۔ لیکن اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں۔

غرض اہل صفہ کے پاس آیا اور ان کو بلا لایا وہ سب آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اباہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! یہ لو اور انہیں دیدو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا ایک شخص کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدتا میں دوسرے کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدتا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا اور سب لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اباہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میں اور تم رہ گئے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صحیح فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیو میں نے پیا۔ آپ یہ فرماتے گئے کہ پیو یہاں تک کہ میں نے عرض کیا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو

حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب میرے پیٹ میں جگہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھالاؤ مجھے دو میں نے وہ پیالہ آپ کو دیدیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ کا نام لیا اور بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۰۲):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ .

**کلمات حدیث:** اتَّقَوْنِ: میں قوت حاصل کرلوں، مجھے تو انائی مل جائے۔ قوی خوة (باب سمع) طاقت ہونا، کسی کام پر قادر ہونا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے کہ دودھ کا ایک پیالہ کثیر آدمیوں کو کافی ہو گیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس موقع پر اصحاب صفہ کی تعداد ستر تھی اور کسی نے کہا کہ چار سو تھی۔ حاکم اپنی مستدرک میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام احادیث کا جائزہ لیا جو اصحاب صفہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تمام اکابر صحابہ تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کو اور اس کی خشیت کو اپنا شعار بنالیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں حاضری کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی اتباع و اقتداء میں مسکنت فقر اور تضرع اختیار کر لیا تھا اور اپنے آپ کو اللہ کی عبادت اور اس کے سامنے عاجزی اور بندگی کے لیے وقف کر دیا تھا اور نیا دنیا والوں کے لیے چھوڑ کر خود اللہ کے لیے ہو گئے تھے۔

علماء نے فرمایا کہ اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف ہوتی تھی کبھی تعداد زیادہ ہوتی اور کبھی غزوات یا کسی اور مقصد کے لیے چلے جاتے تو تعداد کم ہو جاتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتے یا پتھر باندھ لیتے۔ خود رسول کریم ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پیٹ پر پتھر باندھا ہے یعنی ایک پتلا اور چھٹا پتھر لے لیتے جس کی لمبائی بالشت بھر ہوتی اسے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے کپڑا باندھ لیتے تھے اس سے کھڑا ہونے میں مدد ملتی تھی۔

بخاری اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راستے میں آکر بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر سے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے جائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان سے بھی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید عمر مجھے ساتھ لے جائیں گے اور پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مجھے مسکرا کر دیکھا اور کہا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا البیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ آ جاؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کو نہیں سمجھا اور ان کے آیت قرآن کے بارے میں سوال کو اس کے ظاہر پر لیا۔ چنانچہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسوس کا اظہار بھی کیا کہ کیوں نہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔ اللہ کی قسم اگر میں تمہیں ساتھ لے جاتا تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام اصحاب صفہ کو دودھ پلا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اشارہ ہے اس امر کا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں موجود اس بات کو جان گئے کہ شاید دودھ میرے لیے نہ بچے۔ بہر کیف آخر میں رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ لیا اللہ کی حمد کی اس نعمت پر جو اس نے عطا فرمائی اور اس برکت کی جو اس دودھ میں اس نے پیدا فرمائی اور بسم اللہ کہہ کر آپ ﷺ نے بقیہ دودھ نوش فرمایا۔ (فتح الباری: ۳/۳۶۷۔ عمدۃ القاری: ۲۳/۸۸۔ تحفۃ الأخوذی: ۷/۲۲۲)

### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو جانا

۵۰۳. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُ فِيمَا بَيْنَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَغْشِيًا عَلَى فَيْجِي الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى غُنْفِي وَيَرَى إِنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۰۳) محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر جاتا کوئی آنے والا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا اور یہ سمجھتا کہ میں مجنون ہوں مجھے جنون نہیں ہوتا بھوک کی شدت سے یہ حال ہو جاتا۔ (بخاری)

**مخرج حدیث (۵۰۳):** صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اہل العلم۔  
**کلمات حدیث:** لآخر: میں گر جاتا، میں گر پڑتا۔ خرخرورًا: اوپر سے نیچے گرنا۔ خسر اللہ ساجدًا: اللہ کے لیے سجدے میں نیچے گر گیا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی تہجدی تھی اور اپنے اوقات کو علوم نبوت کے حصول اور ان کی اشاعت میں لگا دیا تھا۔ ان کا نہ کوئی ذریعہ معاش تھا نہ تجارت اور زراعت ان کا شب و روز ایک ہی مشغلہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت اور آپ کی احادیث کو حفظ کرنا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ایک حصہ عبادت کے لیے اور ایک حصہ آرام کے لیے اور ایک حصہ اللہ کے رسول کی احادیث یاد کرنے کے لیے۔ نیز فرماتے کہ میرے مہاجر بھائی کاروبار میں اور میرے انصاری بھائی زمینوں میں مصروف رہتے میرا کوئی کام نہ تھا سوائے اس کے کہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا اور جو کھانے کو مل جاتا کھا لیتا۔ نتیجہ یہ کہ میں ان مجالس نبوت میں حاضر ہوتا جن میں دوسرے غیر موجود ہوتے اور میں وہ احادیث بھی یاد رکھتا جو دوسرے بھول جاتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے اپنی چادر بچھا دی آپ نے فرمایا اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا لو۔ میں نے اسی طرح کیا اور میں اس کے بعد سے آپ ﷺ کی کوئی حدیث نہیں

بھولا۔ (فتح الباری: ۳/۸۱۸۔ روضة المتقین: ۲/۵۵)



## رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت آپ کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی

۵۰۴. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ فِي ثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۰۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۰۴):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ.

**کلمات حدیث:** مرہونہ: رہن رکھی ہوئی۔ رہن رہنا (باب نصر) رہن رکھنا، گروی رکھنا۔

**شرح حدیث:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اس یہودی کا نام ابوالشتم تھا۔ آپ ﷺ بعض اوقات یہودیوں سے قرض لے لیا کرتے تھے اور مسلمان صحابہ سے اس لیے نہ لیتے کہ وہ آپ سے قرض واپس نہ لیں گے، جو آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے یا اس لیے لیتے تھے کہ جواز کا بیان ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب سے قرض لینا درست ہے۔

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ذمیوں سے اور کافروں سے معاملات درست ہیں سوائے اس کے کہ یہ علم ہو کہ اس کے پاس جو عی ہے وہ حرام ہے۔ (فتح الباری: ۱۰۹۰۔ روضة المتقین: ۵۶/۲۔ دلیل الفالحین: ۳۷۲/۲)



۵۰۵. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ وَمَشِيتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ شَعِيرٍ وَاهَالَةَ سِنَخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَصْبَحَ لَالٍ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا أَمْسَى وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ“ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

”الَاهَالَةُ“ بِكُسْرِ الهمزة: الشَّحْمُ الدَّائِبُ: ”وَالسِّنَخَةُ“ بِالنُّونِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ الْمُتَغَيَّرَةُ.

(۵۰۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے رہن رکھی اور میں آپ ﷺ کے لیے جو کی روٹی اور چربی جو قدرے متغیر ہو گئی تھی لے کر گیا اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد ﷺ کے پاس صبح کو یا شام کو ایک صاع بھی خوراک نہیں ہوتی اور اس وقت آپ ﷺ کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اہالہ: پگھلی ہوئی چربی۔ بسنخہ: جس میں قدرے تغیر آ گیا ہو۔

**تخریج حدیث (۵۰۵):** صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسيئة.

**کلمات حدیث:** اہالہ: پگھلی ہوئی چربی، کسی نے کہا کہ خشک چکنائی یا وہ چکنائی جو بطور سالن استعمال ہو۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا یہی نقشہ ہے جو آپ ﷺ کی وفات تک برقرار رہا کہ آپ ﷺ آخرت کو دنیا پر ترجیح اور دنیا میں زہد و فقر اختیار فرمایا اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیش کش ہوئی کہ احد پہاڑ سونے کا بنا دیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب! مجھے تو یہی پسند ہے کہ ایک دن کھانے کو مل جائے تو شکر کروں اور دوسرے دن کھانے کا نہ ملے تو صبر کروں۔ (فتح الباری: ۱/۱۰۹۰۔ دلیل الفالحین: ۲/۳۷۴)

### اصحاب صفہ کی ناداری

۵۰۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِذَاءٌ أَوْ إِزَارٌ وَأَمَّا كِسَاءٌ فَقَدْ رَبَطُوا فِي، أَغْنَاهُمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةً أَنْ تَرَى عَوْرَتَهُ زَوَاهُ الْبُخَارَى.

(۵۰۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ دیکھے کسی کے پاس بھی چادر (رداء نہیں تھی یا تو ازار ہوتی یا چادر جسے گردن سے باندھ لیتے جو آدھی پنڈلیوں تک آتی یا ٹخنوں تک پہنچتی وہ اسے جمع کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے کہ کہیں ستر نہ نظر آئے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۰۶):** صحیح البخاری، ابواب المساجد، باب نوم الرجال فی المساجد۔

**کلمات حدیث:** کراہیۃ: ناپسند کرتے ہوئے۔ کرہ کمرھا (باب سمع) ناپسند کرنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ زہد اور دنیا سے استغناء کی زندگی گزارتے تھے۔ خاص طور پر اصحاب صفہ زہد اور دنیا سے بے رغبتی میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے متبع تھے۔ اصحاب صفہ کا کوئی کاروبار یا زراعت نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقات میں اگر کچھ آجاتا تو ان اصحاب کو بھیج دیتے اور اگر آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو ان اصحاب کو بلوا کر اپنے ساتھ شریک فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت حضور ﷺ کی وفات تک اصحاب صفہ میں ہی شامل رہے اور وہ اصحاب کے تمام لوگوں سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب اصحاب صفہ کو کھانے پر بلاتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کو حکم فرماتے کہ ان حضرات کو لے کر آؤ۔

اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہتی کبھی غزوات میں شرکت کی وجہ سے بھی کم ہو جاتی۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں ان کی تعداد ۳۴ بتائی ہے۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ۴۴، علامہ سیوطی رحمہ اللہ ۱۰۱ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے چار سو تعداد بتائی ہے۔

(روضة المتقين: ۲/۲۵)

اس حدیث کی شرح باب فضل الزہد فی الدنیا میں بھی گزر چکی ہے۔

## آپ ﷺ کا بچھونا

۵۰۷. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَدَمِ حَشْوُهُ، لَيْفٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۰۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کی چھال اور پتے

بھرے ہوئے تھے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۰۷):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ.

**کلمات حدیث:** آدم: چمڑا جسے دباغت دیدی گئی۔ لیف: کھجور کی چھال اور پتے۔

**شرح حدیث:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر ابھر آئے تھے۔ کسی نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کیلئے کوئی بستر لے آئیں تاکہ آپ اس سے بچ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو وہ سوار ہوں جو دو گھڑی درخت کے سائے میں رکتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ ﷺ کا بستر دیکھا کہ چادر دھری کر کے ڈال دی گئی تھی۔ تو اس نے ایک گدا بھیج دیا جس میں روٹی بھری ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ گدا دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

(فتح الباری: ۳/۳۶۷۔ عمدۃ القاری: ۲۳/۹۳)

## صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقر کی حالت

۵۰۸. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَذْبَرَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا أَخَا الْأَنْصَارِ كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟" فَقَالَ: صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ؟" فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضَعَةِ عَشْرٍ مَا عَلَيْنَا نِعَالَ وَلَا خِفَافَ وَلَا قَلَانِسَ وَلَا قُمُصَ نَمْشِي فِي تِلْكَ السَّبَاخِ حَتَّى جِئْنَاهُ فَاسْتَخَرْنَا قَوْمَهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتَّى دَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۰۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے کہ ایک انصاری شخص آیا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے انصاری بھائی، میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے جائے گا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہم دس سے زیادہ افراد تھے ہم میں سے کسی کے پاس چیل، جوتے، ٹوپی یا قمیص کچھ نہ تھا ہم شور والی زمین میں پیدل چل رہے تھے، یہاں تک کہ ہم حضرت سعد کے گھر پہنچ گئے۔ اور ان کی قوم کے لوگ ان کے گرد سے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے حضرت سعد کے قریب ہو گئے۔ (مسلم)

### تخریج حدیث (۵۰۸):

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عیادة المرضى .

کلمات حدیث: سباخ: ایسی زمین جس میں ہل نہ چلایا گیا ہو۔ شور والی زمین۔ سبخ سبخا (باب سبخ) زمین میں شور ہونا۔

قلانس جمع قلنسوة: ٹوپی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری نے آکر سلام کیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہمارے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا ٹھیک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح رہتے تھے کہ کوئی فرق و امتیاز نہ ہوتا تھا اور باہر سے آنیوالے ناواقف آدمی کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں محمد کون ہیں؟ آپ ہر ایک کا خیال رکھتے مزاج پرسی فرماتے اور عیادت کے لیے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کو بھائی کہا اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔

دس سے زائد صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو روانہ ہوئے ان سب کا یہ حال تھا کہ کسی کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور کسی کے سر پر ٹوپی نہیں اور لباس ہر ایک کا نامکمل تھا، اسی طرح پیدل چلتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے حضرت سعد بن عبادہ کے گرد ان کی قوم کے لوگ جمع تھے، رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔

بیمار کی عیادت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس کا بڑا اجر اور اس عمل کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، اہل خانہ کو چاہیے کہ جب کوئی مریض کی عیادت کے لیے آئے تو اسے جگہ دیں اور اسے مریض کے قریب آنے دیں تاکہ وہ اس کی مزاج پرسی کر سکے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۲۰۱/۶۔ دلیل الفالحین: ۳۷۶/۲)

### سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے

۵۰۹. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ حَشَدُونَ وَلَا يَسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يَأْتَمِنُونَ وَيَنْذِرُونَ



وَلَا يُوَفُّونَ، وَيُظْهِرُ فِيهِمُ السِّمْنَ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ.

(۵۰۹) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں سمجھا جائے گا نہ رمانیں گے اور پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹا پاٹا ہر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

**مخرج حدیث (۵۰۹):**

صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور . صحيح مسلم،

کتاب فضائل الصحابة، باب افضل الصحابة ثم الذين يلونهم .

**کلمات حدیث:** سمن : موٹا پا۔ سمن سمن (باب سمع) موٹا ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر جو ان کے بعد آئیں گے پھر جو ان کے بعد آئیں گے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرن کے معنی ہیں وہ لوگ جو ایک ہی دور میں ہوں اور امور مقصودہ میں مشترک ہوں۔ صحیح یہ ہے کہ قرن کا لفظ مدت مقررہ کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قرن (زمانہ) آپ ﷺ کا اور آپ کے اصحاب کا زمانہ ہے جو بعثت مبارکہ سے لے کر آخری صحابی کی موت تک جاری رہا۔ یعنی ایک سو بیس برس (عصر صحابہ بن تاریخ کے اعتبار سے ۱۰۰ھ میں ختم ہو گیا کیونکہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی) پھر قرن تابعین ہے جو ۱۰۰ھ تک رہا پھر اتباع تابعین کا زمانہ ہے جو دو سو بیس ۲۲۰ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد بدعات عام ہو گئیں معزلہ کی موشگافیاں شروع ہو گئیں اور فلاسفہ کی آراء ذہنوں میں سرایت کر گئیں۔ خلق قرآن جیسے فتنے کھڑے ہو گئے اور اس حالت میں بہت کچھ تغیر واقع ہو گیا جو سلف صالح (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) کے دور میں تھی۔ حضرت عمران بن حصین نے فرمایا کہ مجھے نہیں یاد کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ کہ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔ دو مرتبہ کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور اتباع تابعین کے ادوار ہو گئے اور اگر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تو چوتھے دور میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے مدافعت عن السنہ کا فریضہ ادا کیا اور انتہائی عزیمت کے ساتھ اصل دین کی تبلیغ کی اور اس کے لیے عظیم قربانیاں دیں۔

پھر حدیث نبوی ﷺ کے مطابق لوگوں میں اخلاقی فساد دینی کمزوری اور دیگر عیوب پیدا ہو گئے امانت میں خیانت عام ہو گئی، لوگ نذر مانتے اسے پورا نہیں کرتے، یعنی اللہ سے کیا ہوا عہد پورا نہیں کرتے تو انسانوں سے کیے ہوئے عہد کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ دولت دنیا پر فخر عیش کوشی اور آرام و آسائش کی زندگی عام ہو گئی۔ (فتح الباری : ۸۰/۲ - دلیل الفالحین : ۳۷۷/۲)

## بقدر ضرورت مال اپنے پاس رکھنا جائز ہے

۵۱۰. وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا ابْنَ آدَمَ : إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تُمَسِّكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تَلَامَ عَلَى كِفَافٍ، وَأَبْدًا بِمَنْ تَعُولُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۵۱۰) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو زائد مال خرچ کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لیے برا ہوگا۔ بقدر کفاف مال ہونے پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۵۱۰):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح.

الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب اليد العليا خير من اليد السفلى.

**کلمات حدیث:** کفاف: کافی رزق، وہ مقدار جو انسان کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ جو مال و اشیاء اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہوں انہیں خرچ کر دے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہو جائے گا۔ اور جو مال اپنے پاس روک لیا ہے وہ شر ہے اس لیے کہ اس کی آخرت میں جو ابد ہی کرنی ہوگی اور خرچ کرنے سے جو ثواب ہوتا اس سے محروم رہے گا۔ لیکن اگر آدمی کے پاس بقدر کفاف ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اور جو لوگ زیر کفالت ہیں ان پر پہلے خرچ کیا جائے۔ اہل و عیال اور زیر کفالت افراد پر صرف کرنے کی فضیلت متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۱۳/۷ - تحفة الأحوذی: ۵۴/۷)

## صحت اور ایک دن کی غذا اہل جائے

۵۱۱. وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِخْصَنٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخُطَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ أَمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوَّةٌ يَوْمَهُ فَكَأَنَّمَا حَبِزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَا فِيرَهَا." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

"سِرْبِهِ" بِكَسْرِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ : أَيِ نَفْسِهِ، وَقِيلَ قُوَّمِهِ.

(۵۱۱) حضرت عبید اللہ بن محسن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص

صبح کرے اس حال میں کہ اس کی جان سلامت ہو، جسم بیماری سے محفوظ ہو اور اس دن کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا ساری دنیا مع اس کے ساز و سامان اس کیلئے جمع کر دی گئی ہو۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

سربہ : یعنی اس کی جان اور کسی نے کہا کہ اس کی قوم۔

**تخریج حدیث (۵۱۱):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی الزہادۃ فی الدنیا۔

**کلمات حدیث:** اَمِنَا فِی سَرِبَہ : جان کی سلامتی کے ساتھ۔ اَمِنَ فِی سَرِبَہ : اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کو کوئی اندیشہ اور خوف نہ ہو۔ بحذا فیرھا : دنیا کے تمام ساز و سامان کے ساتھ۔ حذا فیر : جمع حذف کی جس کے معنی جماعت کے ہیں۔

**شرح حدیث:** جو انسان صبح کو اٹھا اور اسے کوئی ڈر اور خوف نہیں جان اس کی سلامت ہے صحت کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوا اور آج کے دن کا رزق بھی اس کے پاس موجود ہے۔ تو یہ ایسا ہے جیسے اس کی ساری دنیا اس کے جملہ ساز و سامان کے ساتھ مل گئی ہو۔ کہ صحت و عافیت اللہ کے ہاتھ میں اور رزق اللہ دینے والا ہے۔ جس نے آج دیا ہے وہی کل بھی دے گا جس نے آج صحت دی ہے وہی کل کو بھی صحت مند رکھے گا اور جس نے آج بے خوف بنایا اور عافیت عطا کی ہے وہی کل کو بھی کرے گا اور زندگی تو آج ہی کی ہے کل کا کیا پتہ۔ رسول اللہ ﷺ کسی جگہ گزر رہے تھے دیکھا کہ لوگ چھپر کی مرمت کر رہے ہیں آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چھپر خراب ہو گیا اس کی مرمت کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا موت تو اس سے بھی قریب ہے۔

(روضۃ المتقین : ۶۱/۲ - دلیل الفالحین : ۳۷۹/۲)

### وہ خوش نصیب ہے جس کو ایمان کے بعد بقدر کفاف روزی مل جائے

۵۱۲. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَقَنَعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا

جس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے پاس بقدر کفاف روزی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اسے اس پر قناعت بھی عطا فرمادی ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۱۲):** صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکفاف والقناعة۔

**کلمات حدیث:** قنعه : اسے قانع بنا دیا، اسے قناعت عطا فرمادی۔ قنع قناعة (باب سمع) جو کچھ ملے اس پر صبر کرنا، قناعت اختیار کرنا۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اس شخص کیلئے بشارت ہے فلاح دنیا اور فلاح آخرت کی جو اللہ کے فضل سے مسلمان ہو اس کو بقدر ضرورت رزق میسر ہو اور جو اللہ نے اسے دیا ہے وہ اس پر قانع ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کو قناعت حاصل ہو گئی اسے مطلوب حاصل ہو گیا اور مقصود مل گیا کہ قناعت ایسی بڑی دولت ہے جسکی برکت سے انسان دنیا کے بے شمار آزار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(روضۃ المتقین : ۶۱/۲ - دلیل الفالحین : ۳۸۰/۲)

۵۱۳. وَعَنْ أَبِي مُسْعَدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ النَّصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كِفَافًا وَقِنَعٌ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۵۱۳) حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خوش خبری ہو اس شخص کو جسے اسلام کی ہدایت ملی اور رزق کفاف ملا اور وہ اس پر قانع ہو گیا۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

**تخریج حدیث (۵۱۳):** الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف.

**کلمات حدیث:** طوبی: خوشخبری، مبارکباد، جنت کا ایک نام۔

**راوی حدیث:** حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی فتح مصر میں شرکت کی اور بعد میں دمشق میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے قاضی بنائے گئے۔ ان سے پچاس احادیث مروی ہیں، ۵۳ھ میں انتقال ہوا۔  
**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اس مسلمان کو خوشخبری دی گئی ہے جسے اسلام کی ہدایت ملی اور وہ اس ہدایت پر پوری طرح عمل پیرا ہو اور اسے قدر کفاف رزق حاصل ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔ حدیث مبارک دراصل دعا ہے ہر اس مسلمان کے حق میں جو اپنے ایمان پر قائم ہو عمل صالح کرتا ہو اور رزق کو اللہ کی طرف سے جان کر جو اس کی طرف سے ملے اس پر قانع اور صابر اور شاکر ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحَسَنُ مَثَابٌ﴾

”خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔“

(روضة المتقين: ۶۲/۲ - دليل الفالحين: ۳۸۰/۲)

## آپ ﷺ کئی کئی رات بھوکے رہتے تھے

۵۱۴. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْرِهِمْ خُبْرَ الشَّعِيرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۵۱۴) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی رات مسلسل بھوکے رہتے اور اہل خانہ کے پاس رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا ان کی خوراک اکثر اوقات جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور



کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے

**تخریج حدیث (۵۱۴):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی معیشتہ النبی ﷺ.

**کلمات حدیث:** طاویاً: بھوکا۔ طوی طوی (باب سمع) بھوکا ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا اور آپ ﷺ مسلسل کئی کئی راتیں بھوکے گزارتے اور بیشتر حالات میں جو کی روٹی ہی تناول فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد جب کبھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبدیدہ ہو گئیں اور رسول اللہ ﷺ یاد آگئے کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر زندگی بھر ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ روٹی اور گوشت ایک دن میں دو مرتبہ تناول فرمایا ہو۔ (تحفة الأحوذی: ۷۰/۷)

### بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھوک کی وجہ سے نماز میں گر جاتے تھے

۵۱۵. وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخْرُجُ رَجُلًا مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخِصَاصَةِ. وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى يَقُولَ الْأَعْرَابُ: هَؤُلَاءِ مَجَانِنٌ فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: "لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ. "الْخِصَاصَةُ: الْفَاقَةُ وَالْجُوعُ الشَّدِيدُ."

(۵۱۵) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کھڑے ہوتے اور صف میں کھڑے ہوئے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ تھے حتیٰ کہ اعراب انہیں مجنون کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے کیا اجر و ثواب ہے تو تم اس فاقہ اور حاجت میں اضافہ کی آرزو کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے) خصاصۃ کے معنی فاقہ اور شدید بھوک کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۱۵):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی معیشتہ النبی ﷺ.

**کلمات حدیث:** خصاصۃ: شدت بھوک اور اس سے پیدا ہونے والی کمزوری اور ضعف۔

**شرح حدیث:** مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنادیا گیا تھا اور اس پر کھجور کے پتوں سے سایہ کر دیا گیا تھا، دور دراز سے لوگ اسلام قبول کرنے اور دین سیکھنے آتے وہ یہیں رہتے تھے رات دن علم دین سیکھتے رسول اللہ ﷺ کی احادیث یاد کرتے اور عبادت و بندگی میں لگے رہتے۔ ان لوگوں کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کہیں سے کچھ آجاتا تو ان

لوگوں کو بھیج دیتے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لیے جو کچھ میسر ہوتا فراہم کرتے تھے۔

بعض اوقات بھوک کی شدت کا یہ عالم ہو جاتا کہ اصحاب صفہ میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے کھڑے گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کس قدر نعمتیں تمہارے لیے رکھی ہیں تو تم تمنا کرو کہ بھوک اور فاقہ میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ اس سے پہلے روایت گزر چکی ہے کہ فقراء مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (روضۃ المتقین: ۶۳/۲۔ دلیل الفالحین: ۳۸۲/۲)

### پیٹ کی تین حصے کرنا چاہیے

۵۱۶. وَعَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمُقَدَّادِ بْنِ مَعْدِيكَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وَغَاءَ شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أَكْلَاتٌ يُقْمَنُ صَلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مُحَالَاةَ فَنَلَتْ لِبَطْنِهِ وَتَلَتْ لَشَرَابِهِ وَتَلَتْ لِنَفْسِهِ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. "أَكْلَاتٌ" أَيْ لُقْمٌ.

(۵۱۶) حضرت ابو کریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا کہ اس کا بھرنا پیٹ کے بھرنے سے برا ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کھانا ہی ہے تو تہائی کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) اکلات کے معنی ہیں چند لقمے۔

**تخریج حدیث (۵۱۶):** الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی کراهیة کثرة الاکل.

**کلمات حدیث:** و غاء: برتن جمع اوعیة.

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے پیٹ کو ایک برتن قرار دیا جیسا کہ گھر میں برتن ہوتے ہیں جن میں کھانا پکا یا جاتا ہے پھر اس برتن کو برابر برتن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ کسی برتن کا بھرنا برا نہیں ہے جتنا اس برتن کا بھرنا برا ہے کیونکہ پیٹ بھرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس نظام کو چلانے کے لیے جو اللہ نے اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے جبکہ پیٹ کے بھرنے سے دین اور دنیا دونوں کا فساد پیدا ہوتا ہے۔ پیٹ کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے آدمی کی کمر سیدھی ہو جائے۔ اگر اس حد سے تجاوز کرنا ہے تو انتہائی حد یہ ہے کہ ایک تہائی غذا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس لینے کی جگہ۔

حدیث کا مقصود یہ بیان ہے کہ بسیار خوری انسان کے لیے بیماریاں لاتی ہے اور اس پر وبال بن جاتی ہے۔

(روضۃ المتقین: ۶۴/۲۔ دلیل الفالحین: ۳۸۲/۲)

## سادگی ایمان کا حصہ ہے

۵۱۷. وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَّاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيِّ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا تَسْمَعُونَ؟" "أَلَا تَسْمَعُونَ؟" إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ "يَعْنِي" التَّقَحُّلُ: رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

"الْبَذَاذَةُ" بِالْبَاءِ الْمُسَوَّجَةِ وَالذَّالِّينِ الْمُعْجَمَتَيْنِ وَهِيَ رَثَائَةُ الْهَيْئَةِ وَتَرْكُ فَاحِرِ اللَّبَاسِ وَأَمَّا "التَّقَحُّلُ" فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ: قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْيَبَسُ الْجِلْدُ مِنْ خَشُونَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفِّهِ.

(۵۱۷) حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب رسول ﷺ نے آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں ہو کیا تم سنتے نہیں ہو کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ آپ ﷺ کی مراد تھی آرام و آسائش سے گریز۔

بذاذہ کے معنی ہیں انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا عمدہ قیمتی لباس ترک کرنا اور قحط سے مراد وہ ہے جو اہل لغت قحط کے مراد لیتے ہیں یعنی وہ شخص جس کی جلد جفاکشی سخت کوشی اور عدم راحت سے جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

**تخریج حدیث (۵۱۷):** سنن ابی داؤد، اوائل کتاب الترحل.

**کلمات حدیث:** بذاذہ: بدحالی، شکستگی، سادگی۔

**شرح حدیث:** اسلام نے تکبر کو گناہ قرار دیا ہے کیونکہ تکبر ایسی اخلاقی برائی ہے جس سے بہت سے محاسن اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ کہ تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں اس وجہ سے ان امور سے بھی منع کیا گیا جو تکبر کا سبب بن سکتے ہوں یعنی لباس اور ہیئت ایسی ہونا جس سے تفاخر پیدا ہوتا ہے۔

اسلام نے سادگی اور تواضع پر زور دیا ہے کہ لباس سادہ ہو رہن بہن سادہ ہو خوراک سادہ ہو اور یہ اس لیے کہ یہ سادگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ دنیا ہمارا مستقل مستقر نہیں ہے یہ عارضی ٹھکانا ہے جسے جلد چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ چنانچہ فرمایا سادگی ایمان کا حصہ ہے یعنی ایسی زندگی جو آرام و آسائش سے دور اور جفاکشی اور سخت کوشی سے عبارت ہو۔

(روضۃ المتقین: ۶۵/۲۔ دلیل الفالحین: ۳۸۳/۲۔ نزہۃ المتقین: ۴۳۴/۱)

## عزیر مچھلی ملنے کا واقعہ

۵۱۸. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَتَلَقَى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَرَوْدَنَا جَرَابًا مِنْ تَمَرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ.



فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً فَقِيلَ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِهَا ؟ قَالَ : نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرِبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعَصِينَا الْخَبْطَ ثُمَّ نَبْلُهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ قَالَ وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرَفَعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكُثْبِ الضَّخْمِ فَاتَيْنَاهُ فَإِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعُبَيْرَ : فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ : مَيْتَةٌ ثُمَّ قَالَ : لَا ، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ اضْطَرَرُّتُمْ فَكُلُوا ، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ حَتَّى سَمِنَّا ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا نَعْتَرِفَ مِنْ رُقَبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنِ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفَدْرَ كَالثَّوْرِ أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ ، وَلَقَدْ أَخَذْنَا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَأَقْعَدَهُمْ فِي رُقَبِ عَيْنِهِ وَأَخَذَ ضِلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقٍ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَذَكَرْنَا صَلَاحَ لَهُ فَقُلْ هُوَ رَزَقَ أَخْرَجَهُ اللَّهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتَطْعَمُونَا فَارْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مِنْهُ فَأَكَلَهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ "الْجِرَابُ" وَغَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوفٍ ، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيمِ وَفَتْحِهَا ، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ . قَوْلُهُ "نَمَصُّهَا" بِفَتْحِ الْمِيمِ "وَالْخَبْطُ" وَرَقٌ شَجَرٍ مَعْرُوفٍ تَأْكُلُهُ الْإِبِلُ "وَالْكُثْبُ" التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ وَالْوَقْبُ "بِفَتْحِ الْوَاوِ وَإِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَهُوَ نَقْرَةُ الْعَيْنِ . "وَالْقِلَالُ" الْجِرَارُ "وَالْفَدْرُ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الدَّالِ الْقِطْعُ "رَحَلَ الْبَعِيرُ" بِتَخْفِيفِ الْحَاءِ ! أَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ : "الْوَشَائِقُ" بِالشَّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ : اللَّحْمُ الَّذِي اقْتِطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ . وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۵۱۸) حضرت ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہمارا مقصد قریش کے قافلہ کا تعاقب کرنا تھا اور ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلا دیا اس کے علاوہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ ابو عبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ پھر آپ کیسے گزارا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم اس کھجور کو بچوں کی طرح چوستے رہتے پھر پانی پی لیتے اس طرح یہ کھجور اور پانی ہمارے دن سے رات تک کافی ہو جاتا۔ ہم لائھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے اور ان کو پانی سے تر کر کے کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ سمندر کے ساحل پر ہمارے سامنے ریت کے ٹیلے کی طرح ایک چیز ظاہر ہوئی ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ایک جانور تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بولے یہ تو مردار ہے۔ پھر کہا کہ نہیں ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم اضطراب کی حالت میں ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو۔ ہم نے ایک مہینہ اس کے گوشت پر گزارا کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے چربی کے ڈول نکالتے تھے اور نیل کے برابر اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا اور اس کی آنکھ کے ایک گڑھے میں بٹھایا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا پھر اپنے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے زاہرہ کے طور پر اس کے گوشت کے ٹکڑے لیے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کا خدمت میں حاضر



ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا اگر تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا گوشت بھیجا جو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

جواب : چمڑے کا تھیلا۔ یہ لفظ جیم کے زبر اور زبردوں طرح بولا جاتا ہے مگر زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ نمصھا : نون کے زبر کے ساتھ۔ الخبط : درخت کے پتے جنہیں اونٹ کھاتے ہیں۔ کنیب : ریت کا ٹیلہ۔ وفب : آنکھ کا گڑھا۔ قلال : منکے قدر ٹکڑے۔ رحل البعیر : اونٹ پر کجاوہ۔ وشائق : وہ گوشت جسے سکھانے کے لیے کاٹا جائے۔

### تخریج حدیث (۵۱۸):

صحیح مسلم، کتاب الصيد و الذبائح، باب اباحۃ میتۃ البحر۔

کلمات حدیث: وشائق: جمع و شیفہ: کاٹ کر ٹکڑوں میں خشک کیا ہوا گوشت۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک لشکر بھیجا تا کہ وہ قافلہ قریش کا تعاقب کریں۔ اس غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ لشکر ساحل سمندر کی طرف جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف ۸۰ھ میں بھیجا گیا تھا ہو سکتا ہے دونوں مقاصد اس لشکر کے سامنے ہوں یعنی قریش کے قافلہ کا تعاقب اور جہینہ دونوں ہی مد نظر تھے۔ لیکن ۸۰ھ کا ذکر محل نظر آتا ہے کہ یہ زمانہ صلح تھا ہو سکتا ہے کہ قریش کے قافلہ کی جہینہ سے حفاظت مقصود ہو یہی وجہ ہے کہ کسی سے مقابلہ نہیں ہوا اور یہ لشکر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہا۔

صحابہ کرام سب کے سب زائد تھے اور یہ ان کی کرامت تھی کہ وہ اس قدر عرصہ ایک کھجور پر گزارا کرتے ہیں۔ اولاً اہل لشکر کے پاس اپنی اشیاء جو بھی کھانے کی تھیں وہ ختم ہو گئیں تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سب کے پاس بچی ہوئی اشیاء جمع کر کے ان کو اجتماعی تقسیم کیا، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر اسی طرح کیا اور اشعری قبیلہ کے لوگوں نے جب یہ طریقہ اختیار کیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پہلے ایک ایک مٹھی کھجور تقسیم کرتے تھے بعد میں ایک ایک کھجور تقسیم ہوئی۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایک کھجور اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا تا آنکہ انہیں ایک بہت بڑی عنبر مچھلی ملی۔ اولاً حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہوا کہ یہ مچھلی مردار ہے اور حلال نہیں ہے بلکہ پھر جب رفقاء کی اضطراری حالت پر نظر کی تو یہ اجتہاد فرمایا کہ اس مچھلی کو کھانا جائز ہے۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اصحاب لشکر کی تطیب خاطر کے لیے خود بھی اس مچھلی کے گوشت کو تناول

فرمایا۔ (فتح الباری: ۶۴۸/۲۔ عمدۃ القاری: ۱۹/۱۸۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۷۲/۱۳)

### آپ ﷺ کی آستین کی لمبائی

۵۱۹. وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ كُمُ قَمِيصِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِلَى الرُّضْغِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

”الرُّصْعُ“ بِالضَّادِ وَالرُّسْعُ بِالسَّيْنِ أَيْضًا : هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ .

(۵۱۹) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین

پہونچے تک ہوتی تھیں۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

رِصْع اور رِسْع کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کا جوڑ۔

**تخریج حدیث (۵۱۹):** سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القميص . الجامع للترمذی، ابواب اللباس

باب ما جاء فی القميص .

**راوی حدیث:** حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ہجرت نبوی ﷺ کے بعد اسلام قبول کیا۔ ۱۵ھ میں جنگ میں انہوں نے

اپنے خیمے کی لکڑی سے نورومیوں کو مارا۔ آپ سے ۸۱ روایات منقول ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

**کلمات حدیث:** رِصْع اور رِسْع دونوں طرح مستعمل ہے۔ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان کا جوڑ۔ جمع اِرْصَاغ اور اِرْصَاغ .

**شرح حدیث:** آستین کا چھوٹا ہونا ممکن ہے کہ ہاتھ کو سردی اور گرمی سے نہ بچائے اور زیادہ لمبی آستین ہونا زائد از ضرورت اور تکبر

کی علامت ہے۔ اور خیر الأمور اوسطها . (دلیل الفالحین : ۳۹۰/۲)

## جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت

۵۲۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُذْيَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَآءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا، هَذِهِ كُذْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ : ”أَنَا نَازِلٌ“ ثُمَّ قَامَ وَبَطَّنَهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا فَآخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضْرَبَ فَعَادَ كَثِيرًا أَهِيلَ أَوْ أَهَيْمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لَا مُرَاتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا فِي ذَلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكَ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ : عِنْدِي شَعِيرٌ وَعِنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعِنَاقَ وَطَعَنْتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدْ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِي قَدْ كَادَتْ تَنْصُجُ فَقُلْتُ : طُعِمْتُ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، قَالَ كَمْ هُوَ؟ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ ”كَثِيرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُورِ حَتَّى آتِي“ فَقَالَ ”قُومُوا“ فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فَدَخَلَتْ عَلَيْهَا فَقُلْتُ : وَيْحَكَ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ قَالَتْ : هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : ”ادْخُلُوا وَلَا تَصَاغَطُوا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيُغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِيَ مِنْهُ فَقَالَ : ”كُلِي هَذَا وَاهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ

أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حَفَرَ الْخَنْدَقَ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَأَنْكَفَأْتُ إِلَى أُمِّ أَبِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا؟ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جَرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهِيمَةٌ دَاجِنٌ قَدْ بَحَثْتُهَا وَطَحَنْتِ الشَّعِيرَ فَفَرَعْتُ إِلَى فَرَاعِي وَقَطَعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهِ، فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَبَحْنَا بُهِيمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحِيْهَلَا بِكُمْ "فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ، وَلَا تَخْبِرُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتَّى آجِيءَ" فَجِئْتُ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ أُمِّ أَبِي فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتَ، فَأَخْرَجْتُ عَجِيْنًا فَبَسَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ: "إِذْ عَنِ خَابِرَةَ فَلْتَخْبِرْ مَعَكَ، وَأَقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا" وَهُمْ أَلْفٌ فَأَقْسَمَ بِاللَّهِ لَا كُلُّوْا حَتَّى تَرْكُوْهُ وَانْحَرِفُوا وَإِنْ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنْ عَجِيْنَنَا لِيُخْبِرُ كَمَا هُوَ. قَوْلُهُ "عَرَضْتُ كُذِيَّةً" بِضَمِّ الْكَافِ وَإِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَاءِ تَحْتُ وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ صُلْبَةٌ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَأْسُ: وَ الْكَثِيبُ "أَصْلُهُ" قُلُّ الرَّمْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا وَهُوَ مَعْنَى "أَهْيَلْ" "وَالْإِثَافِي": الْأَحْجَارُ الَّتِي يَكُونُ عَلَيْهَا الْقَدْرُ: "وَتَضَاغَطُوا" تَزَاحَمُوا "وَالْمَجَاعَةُ الْجُوعُ وَهُوَ يَفْتَحُ الْمِيمُ: وَالْخَمَصُ يَفْتَحُ الْخَاءَ الْمُعْجَمَةُ وَالْمِيمُ: الْجُوعُ: وَأَنْكَفَأْتُ، انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ وَالْبُهَيْمَةُ بِضَمِّ الْبَاءِ تَصْغِيرُ بُهْمَةٍ وَهِيَ: الْعِنَاقُ يَفْتَحُ الْعَيْنُ "وَالدَّاجِنُ" هِيَ الَّتِي أَلْفَتْ الْبَيْتَ: وَالسُّورُ": الطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ، وَهُوَ بِالْفَارَسِيَّةِ "وَحِيْهَلَا": أَيْ تَعَالَوْا وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" أَيْ خَاصَمْتُهُ وَسَبَّتُهُ لِأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِي عِنْدَهَا لَا يَكْفِيْهِمْ فَاسْتَحْيَتْ وَخَبَّرَتْ بِهَا مَا أَكْرَمَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذِهِ الْمُعْجَزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْآيَةُ الْبَاهِرَةُ: "بَسَقَ": أَيْ بَصَقَ وَيُقَالُ أَيْضًا: بَزَقَ: ثَلَاثُ لُغَاتٍ "وَعَمَدَ" يَفْتَحُ الْمِيمُ: أَيْ قَصَدَ: وَأَقْدَحِي "أَيْ اغْرِفِيْ وَالْمِقْدَحَةُ الْمِعْرَفَةُ: "وَتَغِطُّ" أَيْ لِيُعْلِيَانَهَا صَوْتُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۵۲۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آگئی۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ایک چٹان ہمارے لیے رکاوٹ بن گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خود اترتا ہوں۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہمارے تین دن ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی تھی۔ آپ ﷺ نے کدال لی اور چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کے نیلے کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی میں نے کہا کہ یا



رسول اللہ مجھے گھر جانے دیجئے۔ میں نے بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا کہ جس پر صبر نہیں کیا جاسکتا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا کہ جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس نے جو پیسے گوشت کو ہانڈی میں ڈالا پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آنا تیار تھا اور ہنڈیا چولھے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے تو آپ ﷺ انھیں اور ایک یا دو آدمی اور ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کتنا ہے؟ میں نے بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے، بیوی کو جا کر کہو کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے جب تک میں نہ آ جاؤں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو مہاجرین اور انصار سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اللہ تیرا بھلا کرے رسول اللہ ﷺ مع مہاجرین اور انصار اور جوان کے ساتھ ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا تم نے حضور ﷺ سے پوچھا ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا داخل ہو جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ روٹی کو توڑ کر اس پر گوشت رکھتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور صحابہ کی طرف بھیج دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ بچ گیا۔ اس کے بعد میری بیوی سے فرمایا کہ تو بھی اس میں سے کھالے اور ہدیہ بھی بھیج دے لوگ بھوکے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جابر نے کہا کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھی اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا میں نے اسے ذبح کر لیا اور بیوی نے جو کا آنا پیس لیا۔ میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میری بیوی نے کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ چنانچہ میں آیا اور میں نے چپکے سے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں، آپ ﷺ چلے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند افراد چلیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، چلو سب لوگ چلو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ لگانا جب تک میں نہ آ جاؤں۔

میں گھر آیا، رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں سے پہلے تشریف لے آئے۔ میں بیوی کے پاس آیا تو وہ بولی یہ تو نے کیا کیا میں نے کہا کہ میں نے تو وہی کیا جو تو نے کہا تھا، غرض اس نے آنا نکالا اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ ہماری ہانڈی کی طرف آئے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی بلا لو تاکہ وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے سالن پیالہ میں ڈالتی جاؤ اور ہانڈی کو چولھے سے مت اتارو۔ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی، اللہ کی قسم ہے کہ ان سب نے کھایا اور کھانا باقی چھوڑ کر چلے گئے، ہماری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹیاں اسی طرح پک رہی تھیں۔



کدیہ: مٹی کی سخت چٹان جسے کھاڑے کے بغیر نہ توڑا جاسکے۔ کثیب: کے معنی مٹی کا تودہ، یہاں معنی ہیں کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی۔ یہی معنی اہیل کی ہے۔ الاثافی: چوہے کے وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔ تضاعطوا: بھیڑ کرو۔ المحاعہ: بھوک۔ حمص: بھوک۔ انکفات: پلٹ گئی، لوٹ گئی۔ بہیمۃ بہیمۃ: کی تصغیر عناق کو کہتے ہیں یعنی بکری کا چھوٹا بچہ۔ داجن: وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ سور: اس کھانے کو کہتے ہیں جس پر لوگوں کو دعوت دی جائے، یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ حیہلا: کے معنی ہیں آؤ۔ بک و بک: اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا، کیونکہ اس نے سمجھا کہ ان کے پاس جتنا کھانا ہے وہ اتنے لوگوں کو کافی نہ ہوگا، اور وہ شرمندہ ہوگی ظاہر ہے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا کس قدر اکرام فرمائیں گے اور کس قدر بڑی نشانی اور عظیم معجزہ ظاہر ہوگا۔ بسق، بسق: اور بزرق تین الفاظ ہم معنی ہیں یعنی لعاب دہن لگایا۔ عمد: ارادہ کیا، قصد کیا۔ اقدحی: پیچھے سے نکال کر دے۔ مقدحہ: چمچ۔ تغط: کھولنے اور پکنے کی آواز۔ واللہ اعلم

### تخریج حدیث (۵۲۰):

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، صحیح مسلم، کتاب الاشراف،

باب جواز استتباعه غیرہ الی دار من یشق برضاء ذالک .

**کلمات حدیث:** لا تضاعطوا: ہجوم نہ کرو، ایک دوسرے کو راستے میں نہ دباؤ۔ ضغط ضغطا (باب فتح) دبانا، بھیچنا، گھر میں داخلے کے وقت آپ ﷺ نے اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ آرام سے گھر میں داخل ہو اور ہجوم کر کے گھر میں مت جاؤ۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک دو عظیم الشان معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب خندق کھود رہے تھے تین دن کے بھوکے تھے اور پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، خندق کھودنے کے وقت ایک مقام پر سخت نیلہ درمیان میں آگیا، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا میں اترتا ہوں، آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لی اللہ اکبر کہا اور ایک ضرب لگائی تو اس چٹان کا ایک حصہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کی طرح بکھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اور میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی چٹان کا ایک اور حصہ بکھر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنایت کر دی گئیں اور میں مدائن کے سفید قصور دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی اور بسم اللہ کہا۔ چٹان کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اللہ کی قسم میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کے حصے کر کے ایک ایک حصہ دس دس آدمیوں کے سپرد فرمایا تھا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ جس حصے میں ہم کھدائی کر رہے تھے درمیان میں ایک سفید چٹان آگئی جس کے توڑنے کی کوشش میں ہماری کدالیں ٹوٹ گئیں، ہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے ایک ضرب لگائی جس سے چٹان ٹوٹی اور اس سے روشنی کی ایک چمک پیدا ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور سب نے اللہ اکبر کہا۔ پھر بعد میں ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی چمک پر قصور شام روشن ہو گئے اور جبریل امین نے مجھے بتایا کہ آپ

ﷺ کی امت کو ان پر فتح حاصل ہوگی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مسلمان یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے تو وہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آئے اور گھر آ کر چند آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا ان کی اہلیہ نے بھی انہیں تاکید کی کہ دیکھو چند آدمی ہوں زیادہ نہ آ جائیں اور شرمندگی ہو کہ کھانا کم پڑ گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو چپکے سے بتایا کہ آپ ﷺ چلیے اور چند اور اصحاب ساتھ لے لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمادیا: ”اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کر لیا ہے آؤ سب چلو۔“ آپ ﷺ نے جابر سے فرمایا تم جا کر بیوی سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں نہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاریں اور نہ روٹی پکانا شروع کریں۔ جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اہلیہ اولاد پریشان ہوئیں اور جابر کو برا بھلا کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا نہیں کہ کھانا کتنے افراد کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے انہیں ساری بات بتائی تو انہیں اطمینان ہوا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ ایک عورت اور بلواؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور تم سالن نکال کر دیتی رہو۔ سب نے کھانا کھالیا اور بچ گیا۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ تم بھی کھا لو اور ہدیہ بھیج دو۔ اصحاب خندق نے کھانا کھالیا اور پڑوسیوں کو بھی بھیجا گیا اور اصحاب خندق کی تعداد ایک ہزار تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں اضافہ ہو جانا اور چند آدمیوں کا کھانا سینکڑوں اور ہزاروں کو کافی ہو جانا علامات نبوت میں سے ہے اور متعدد واقعات سے متعلق احادیث اس قدر کثرت سے ہیں کہ متواتر کے درجے میں ہو گئی یعنی مضمون کہ حضور ﷺ کی برکت سے کھانا بڑھ گیا اور چند آدمیوں کا کھانا ایک پوری جماعت کو کافی ہو گیا متواتر کے درجے میں ہے کہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے کھانے کا بڑھ جانا ایک خلاف عادت امر ہے اس لیے معجزہ ہے۔ علمائے کرام نے ان دلائل نبوت ﷺ کو مستقل مؤلفات میں جمع کیا ہے جیسے بیہقی کی دلائل النبوة جو اس موضوع پر سب سے عمدہ تالیف ہے۔

خندق فارس لفظ کنده کا معرب ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے اور انہوں نے مکہ میں سرداران قریش کو آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں چنانچہ ان سازشوں کے نتیجے میں ابوسفیان کی سربراہی میں چار ہزار کا لشکر جمع ہو گیا اور عرب کے دیگر قبائل بھی جمع ہو گئے۔ اسی لیے اسے غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے اور یہ سب مل کر دس ہزار کا لشکر ہو گیا تھا جو مدینہ منورہ پر چڑھ آیا تھا اور صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار تھی، یہ ۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔

(فتح الباری: ۵۶۴/۲۔ عمدۃ القاری: ۲۳۶/۱۷۔ شرح مسلم للنووی: ۱۸۴/۱۳)

### آپ ﷺ کا معجزہ، تھوڑا سا کھانا اسی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھالیا

۵۲۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لَأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا اَعْرَفَ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ اخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَقَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ ارْسَلَتْنِي اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ارْسَلِكِ اَبُو طَلْحَةَ؟" فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: "الطَّعَامُ" فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُومُوا" فَاُنْطَلَقُوا وَاُنْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ: فَقَالَ اَبُو طَلْحَةَ: يَا اُمَّ سُلَيْمٍ: قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، اَعْلَمُ فَاُنْطَلَقْتُ اَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ" فَاتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَّتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ ذَنْ لِعَشْرَةٍ، فَاِذِنْ لَهُمْ فَاَكْلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ ذَنْ لِعَشْرَةٍ" فَاِذِنْ لَهُمْ فَاَكْلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ "اِنَّ ذَنْ لِعَشْرَةٍ" فَاِذِنْ لَهُمْ حَتَّى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُونَ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشْرَةً وَيَخْرُجُ عَشْرَةً حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ فَاَكَلَ، حَتَّى شَبِعَ ثُمَّ

هَيَّاهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوا مِنْهَا، وَفِي رِوَايَةٍ فَاَكْلُوا عَشْرَةَ عَشْرَةً حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكَوْا سُورًا. وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ اَفْضَلُوا مَا بَلَّغُوا جِيْرَانَهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهِ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنُهُ، بِعَصَابَةٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهِ لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنُهُ؟ فَقَالُوا: مِنَ الْجُوعِ، فَذَهَبْتُ اِلَى اَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ يَا اَبَتَاهُ قَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنُهُ، بِعَصَابَةٍ فَسَأَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهِ فَقَالُوا مِنَ الْجُوعِ فَدَخَلَ اَبُو طَلْحَةَ عَلَيَّ اُمِّي فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ عِنْدِي كِسْرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمْرَاتٍ، فَاِنْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ، اَشْبَعْنَاهُ، وَاِنْ جَاءَ اٰخَرٌ مَعَهُ، قُلْ عَنْهُمْ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ.

(۵۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا میں نے رسول اللہ

ﷺ کی آواز سنی اس میں کچھ ضعف تھا میں سمجھتا ہوں کہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہیں۔ کہنے لگیں



ہاں ہے انہوں نے جو کی چند روٹیاں اور اپنا دوپٹہ لے کر اس کے ایک کنارے میں دو روٹیاں لپیٹیں اور میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے گرد لپیٹ دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کر دیا۔ میں وہ لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ تھے میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا چلو کھڑے ہو۔ وہ سب لوگ چلے میں ان کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ میں ابو طلحہ کے پاس پہنچ گیا اور میں نے انہیں بتلایا۔ ابو طلحہ بولے اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے ہیں ہمارے پاس تو ان سب کے کھلانے کے لیے نہیں ہے وہ بولیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

بہر حال ابو طلحہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور باہر آ کر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا، رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے اور گھر کے اندر تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے ام سلیم! جو تمہارے پاس کھانا ہے وہ یہاں لے آؤ۔ وہ روٹیاں لے آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان روٹیوں کو توڑ دو تو انہیں توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کچی نیچوڑ کر ان پر گویا سالن لگا دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلا لو۔ چنانچہ دس آدمیوں کو بلایا گیا انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلا لو۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا چلے گئے۔ اور آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ دس آدمی بلائے گئے یہاں تک کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ کل ستر یا اسی آدمی تھے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ دس اندر جاتے اور دس باہر جاتے یہاں تک کہ کوئی آدمی نہیں جو اندر جا کر سیر ہو کر نہ آ گیا ہو۔ پھر اس کھانے کو جمع کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دس دس کھاتے رہے، یہاں تک کہ اسی لوگوں نے کھانا کھایا پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور اہل خانہ نے کھایا اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پھر اتنا بچا کہ پڑوسیوں کو بھیج دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی، میں نے بعض صحابہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہوئی ہے۔ میں ابو طلحہ کے پاس آیا، وہ ام سلیم بنت ملحان کے شوہر تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ابا جان رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی میں نے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہے۔ ابو طلحہ میری ماں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں روٹی کے ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر آپ ﷺ تنہا تشریف لے آئیں تو سیر ہو جائیں گے اور اگر



اور لوگ بھی ہوئے تو کم پڑے گا۔ اس کے بعد پھر باقی حدیث بیان کی۔

### تخریج حدیث (۵۲۱):

صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوة فی الاسلام: صحیح مسلم، کتاب

الاشربة، باب جواز استتباعه غیرہ الی دار من یشق رضاه بذلک۔

**کلمات حدیث:** ملفت: انہوں نے لپیٹ دیا۔ لف لفا (باب نصر) لپیٹنا۔ ففت: توڑا گیا، ٹکڑے کیے گئے۔ فت فتا (باب نصر) چھوئے چھوئے ٹکڑے کرنا۔

**شرح حدیث:** حضرت ابو طلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے دوسرے شوہر تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے صاحبزادے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کو شدت بھوک سے ضعف ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پنی بندھی ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت انس بچے تھے، آپ نے صحابہ میں کسی صحابی سے وجہ دریافت کی۔ بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے شکم مبارک بھوک کی شدت سے باندھا ہوا ہے۔ انہوں نے آکر یہ احوال اپنی ماں ام سلیم سے بیان کیا۔ ام سلیم نے اسی وقت کچھ روٹیاں اپنے دوپٹے کے ایک کنارے میں باندھیں اور اسی بندھے ہوئے حصہ کو حضرت انس کے کپڑوں میں چھپا کر دوپٹہ کا باقی حصہ اوپر سے لپیٹ دیا۔

حضرت انس جا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ان کے اصحاب کے پاس کھڑے ہو گئے، ایک روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے کہا تھا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کھڑے ہو جانا جب آپ ﷺ کے اصحاب اٹھ جائیں اور رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے جانے لگیں تو تم ان کے ساتھ جانا جب دروازے کے قریب پہنچو تو جب عرض کرنا کہ ابا جان آپ ﷺ کو بلا تے ہیں۔ غرض حضرت انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کے لیے بلایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں۔

غرض رسول کریم ﷺ اور تمام اصحاب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئے اور چند روٹیاں تھیں جن پر گھی چکا دیا گیا روٹیاں ایک بڑے برتن میں تھیں رسول اللہ ﷺ انگشت شہادت سے روٹی پر پھیلاتے اور بسم اللہ پڑھتے یہاں تک کہ بڑھنے لگیں اور اوپر اٹھنے لگیں اور سارا لگن بھر گیا۔ دس دس آدمیوں نے کھایا، اس طرح اسی آدمیوں نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور بچا ہوا کھانا پڑوس میں بھی بھیج دیا گیا۔

(ارشاد الساری: ۷۰/۸۔ فتح الباری: ۳۸۲/۲۔ عمدۃ القاری: ۱۶۶/۱۶۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۸۰/۱۳)



بَابُ الْقِنَاعَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالْاِنْفَاقِ،  
وَذَمُّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

قناعت و عفاف معیشت و انفاق میں اقتصاد اور بلا ضرورت سوال کی مذمت

۱۷۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”کوئی شے زمین پر چلنے والی ایسی نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔“ (ہود: ۶)

**تفسیری نکات:**

پہلی آیت کریمہ میں فرمایا کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو اس کو روزی پہنچانا اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے، جس قدر روزی جس کے لیے مقدر ہے وہ اسے یقیناً پہنچ کر رہے گی جو وسائل و اسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں اگر آدمی کی نظر اسباب و وسائل کو اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ان وسائل و اسباب میں مقید اور محصور سمجھنا درست نہیں وہ گاہ بگاہ سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر روزی پہنچا دیتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

**اصل فقیر وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے**

۱۷۷. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي  
الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ  
النَّاسَ الْحَافَا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”ان فقراء کے لیے جو اللہ کے راستے میں محصور ہو گئے، وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے، تاوقتیکہ انہیں تعفف کی بنا پر غنی سمجھتے ہیں مگر تم انہیں ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانتے۔“ (البقرہ: ۲۷۳)

**تفسیری نکات:**

دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے صدقات اور انفاق کے مستحق وہ فقراء ہیں اور ان کو دینا بڑا اجر و ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے صحابہ کرام اور خاص طور پر اہل صفہ تھے، جنہوں نے گھریاں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کر لی تھی اور علوم نبوی ﷺ کے حصول ہی میں لگے رہتے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

## میانہ روی شرعاً پسندیدہ ہے

۱۷۸. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝۱۷﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی، وہ ان دونوں کے درمیان معتدل ہوتے ہیں۔“

(الفرقان: ۶۷)

**تفسیری نکات:**

تیسری آیت میں معیشت میں اور خرچ میں اقتصاد اور اعتدال پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان ذاتی زندگی میں خرچ میں نہ اسراف کرے اور نہ بالکل ہاتھ روک لے بلکہ اعتدال کے ساتھ میانہ روی اختیار کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق اور صدقات میں بھی اعتدال اور توازن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ (تفسیر عثمانی - معارف القرآن)

## انسان وجنات کی تخلیق عبادت کے لیے ہے

۱۷۹. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝۱۸ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ ۝۱۹﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”اور میں نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا ہے سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں نہ میں ان سے رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا

ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔“ (الذاریات: ۵۶)

وَأَمَّا الْآحَادِيثُ فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمَ.

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث پہلے دو ابواب میں گزر چکی ہیں کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

**تفسیری نکات:**

چوتھی آیت میں فرمایا کہ جن و انس عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیے گئے اللہ کا کوئی نفع یا فائدہ ان سے متعلق نہیں ہے وہ ان سے روزی طلب نہیں کرتا بلکہ ان کو روزی پہنچاتا ہے وہ ان سے کھانا نہیں مانگتا بلکہ ساری مخلوقات کو وہ کھلاتا ہے، جب وہ خالق بھی اور رازق بھی ہے تو بندگی اور عبادت بھی اسی کی کی جائے۔ (معارف القرآن)

## اصل مال داری دل کا غنی ہونا ہے

۵۲۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ

الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى عَنِ النَّفْسِ. "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." "الْعَرَضُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّاءِ هُوَ الْمَالُ

(۵۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال و اسباب کی زیادتی کا نام غنا نہیں

ہے۔ غنا تو نفس کے استغناء کا نام ہے۔ (متفق علیہ) عرض کے معنی مال کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۲۲):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ،

باب لیس الغنی عن کثرة العرض۔

**کلمات حدیث:** عرض : سامان، اشیاء، جمع عروض۔

**شرح حدیث:** ابن بطال فرماتے ہیں کہ حقیقت غنا کثرت مال نہیں ہے کیونکہ بہت سے ایسے مالدار ہوتے ہیں کہ کثرت مال کے باوجود ان کی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور قناعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جس قدر مال بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی حرص بڑھتی جاتی ہے اور اس دھن میں لگا رہتا ہے کہ کہیں سے اور مال آجائے اور اس دھن میں اچھے برے کی بھی تمیز جاتی رہتی ہے، بلکہ حرص تو یہ بتلاتی ہے کہ وہ درحقیقت فقیر ہے کیونکہ فقر تو نام ہی احتیاج کا ہے جب احتیاج باقی ہے تو فقر بھی باقی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جسے حقیقی غنا حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر قانع ہوتا ہے، وہ حرص کا شکار نہیں ہوتا، وہ غیر ضروری طور پر دنیا کے مال و اسباب کے پیچھے نہیں بھاگتا وہ دست سوال دراز نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے اور اگر کوئی شے ضائع ہو جائے یا مال تلف ہو جائے تو رنج و غم میں مبتلا نہیں ہوتا اور مال و دولت آجائے تو ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہوتا بلکہ دینے والے کا حمد و شکر کرتا ہے۔

نفس کا غنا دراصل قلب کا مستغنی ہونا ہے اور قلب تب مستغنی ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کا محتاج اور اس کا دست نگر ہو جائے اور انسانوں سے اپنی احتیاج کا تعلق منقطع کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی احتیاج کا رشتہ استوار کر لے جو مانگے اسی سے مانگے اور جو ملے اس پر راضی برضا ہو کر شکر گزار بندہ بن جائے۔ (ارشاد انصاری : ۱۳ / ۴۸۸ - روضة المتقین : ۲ / ۷۴ - دلیل الفالحین : ۲ / .....)

\*\*\*\*\*

۵۲۳. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرَزَقَ كَفَافًا وَقَنَعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۲۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے

اسلام قبول کیا اسے بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا اس پر قناعت کی توفیق بھی مل گئی۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۲۳):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الکفاف والقناعة۔

**کلمات حدیث:** افلح : کامیاب ہوا۔ فلاح : کامیابی۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی۔

**شرح حدیث:** اللہ تعالیٰ کی بندگی کی توفیق، رزق کفاف اور قناعت اس قدر بڑی اور عظیم نعمتیں ہیں کہ دنیا بھر کی نعمتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، حافظ المہذری الترغیب والترہیب میں فرماتے ہیں کہ رزق کفاف کے معنی ہیں کہ آدمی کو اتنا میسر ہو کہ اسے کسی سے مانگنے کی حاجت نہ ہو اور حاجت سے زائد بھی نہ ہو لیکن جو حاصل ہو اس پر قناعت حاصل ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنا مال جس



سے ضرورتیں پوری ہو جائیں اور ترقی میں داخل نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی: ۷/۱۳۰ - دلیل الفالحین: ۲/۴۰۸) اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

### اشرافِ نفس سے ممانعت

۵۲۴. وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ "يَا حَكِيمُ: إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ خُلُوْهُ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ: "وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى" قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرَى أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أَشْهَدُكُمْ عَلَى حَكِيمٍ إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَهُ اللَّهُ لَهُ فِي هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرَزَا حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوَفِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"يَرَزَا" بِرَاءٍ ثُمَّ زَايَ ثُمَّ هَمْزَةٌ، أَيْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا، وَأَصْلُ الرُّزْءِ النُّقْصَانُ: أَيْ لَمْ يَنْقُصْ أَحَدًا شَيْئًا بِالْأَخْذِ مِنْهُ، وَإِشْرَافُ النَّفْسِ "تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ" وَسَخَاوَةُ النَّفْسِ "هِيَ عَدَمُ الْإِشْرَافِ إِلَى شَيْءٍ وَالطَّمَعُ فِيهِ وَالْمُبَالَاقَةُ فِيهِ وَالشَّرُّهُ".

(۵۲۴) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز و شیریں ہے جو شخص اسے سخاوتِ نفس سے حاصل کرے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ کوئی چیز لوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حکیم کو دینے کے لیے بلائے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں دینے کے لیے بلائے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت تم گواہ رہو کہ میں حکیم کو اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فتنے میں مقرر کیا ہے مگر حکیم اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ غرض حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سے لے کر اپنی وفات تک کبھی کوئی چیز کسی سے نہیں لی۔ (متفق علیہ) ریزا: یعنی کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رزء کی اصل نقصان ہے یعنی کسی سے

کوئی چیز لے کر اس کا نقصان نہیں کیا۔ اشراف نفس: کسی چیز کی آس لگانا اور اس کا لالچ کرنا۔ سخاوت نفس: یعنی کسی چیز کی آس نہ لگانا اور نہ اس کی طمع کرنا اور نہ اس کی پرواہ کرنا اور نہ حرص کرنا۔

### تخریج حدیث (۵۲۴):

صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب بیان أن اليد العليا خير من اليد السفلى.

کلمات حدیث: لا أرأ: میں کوئی کمی نہیں کروں گا، میں کسی سے نہیں مانگوں گا، میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔

### شرح حدیث:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد بار سوال کیا اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ عطا فرمایا اور پھر انہیں نصیحت فرمائی کہ دنیا کا مال و دولت دنیا کی آرائش و زیبائش ہے۔ ﴿زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ یہ وقتی چمک دک ہے اور جلد زائل ہو جانے والی ہے، یہ سرسبز و شاداب اور شیریں یعنی انسانی نفس کو مرغوب ہے اور نفس کے اندر اس کی جانب طبعی میل موجود ہے مگر اس کا حصول اسی وقت خوب اور بہتر ہے اور انسان کے حق میں مفید ہے جب سوال نہ ہو، اشراف نفس نہ ہو، طمع اور لالچ نہ ہو، انسان اپنی غیرت اور عزت نفس مال کی خاطر پامال نہ کرے بلکہ جب اللہ تعالیٰ دے تو عزت نفس کے ساتھ اور بغیر طمع و لالچ لے لے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو ملا اس پر قناعت کرے زیادہ کی حرص نہ کرے یہ وہ مال ہے جس میں برکت ہوتی ہے اور غنا حاصل ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اس میں برکت باقی نہیں رہتی اور آدمی اس سے پوری طرح مستفید نہیں ہو پاتا کہ وہ جاتا رہتا ہے پھر اور طلب کرتا ہے اور اس طرح وہ ایک ایسی وادی میں بھٹک جاتا ہے جہاں سے واپسی کا راستہ باقی نہیں رہتا اور بالآخر وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا رہے اور اس کا پیٹ نہ بھرے۔

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے، کہ لینے میں بہت سی اخلاقی، دینی اور معاشرتی برائیاں اور خرابیاں ہیں اور دینے میں ہر طرح کی خوبیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس فیض نبوی ﷺ سے محلی اور مصفی ہو گئے، حضرت حکیم بن حزام پر اس نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اس وقت قسم کھالی کہ کسی سے کبھی کچھ نہ لوں گا اور انہوں نے اس پر عمل کر دکھایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مال فئے میں سے اپنا وہ حصہ بھی نہیں لیا جو سب مسلمانوں کو ملتا تھا۔

(فتح الباری: ۳/۳۵۶۔ ارشاد الساری: ۷/۶۲۷)

## غزوة ذات الرقاع

۵۲۵. وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَتَقَبَّضْتُ أَقْدَامُنَا وَنَقَبْتُ قَدَمِي وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي فَكُنَّا نَلْفُ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرْقَ فُسِّمَتْ غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعَصِبُ عَلَى أَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرْقِ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ: فَحَدَّثْتُ أَبُو مُوسَى بِهَذَا الْحَدِيثِ ثُمَّ كَرِهَ ذَلِكَ وَقَالَ: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بَانَ

أَذْكُرُهُ : قَالَ كَانََّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْئًا مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۲۵) حضرت العزوة رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ

کے ساتھ گئے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے پیدل چلنے سے ہمارے پیر پھٹ گئے اور میرے پیر بھی پھٹ گئے اور میرے ناخن بھی ٹوٹ کر گر گئے۔ ہم نے اپنے پیروں پر پٹیاں لپیٹ لی تھیں، اس لیے اس غزوہ کا نام ہی غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھ لیے تھے۔

حضرت ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی پھر انہیں کچھ اچھا نہ لگا اور کہنے لگے میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بات کا ذکر کروں یعنی انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے کسی عمل کو بیان کریں۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۲۵):** صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ ذات الرقاع . صحیح مسلم، کتاب

الجهاد والسير، باب غزوہ ذات الرقاع .

**کلمات حدیث:** نقبت : پھٹ گئے، زخمی ہو گئے۔ نقب نقباً (باب سمع) موزے کا پھٹنا ہوا ہونا۔

**شرح حدیث:** غزوہ ذات الرقاع کے نام اور وقت کے بارے میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ فتح خیبر کے بعد ہوا اور ذات الرقاع نام ہونے کی ایک وجہ تو خود اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اور دیگر وجوہات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ جھنڈوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایک درخت اس نام کا کسی مقام پر تھا، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اسی سبب کو ترجیح دی ہے جو خود اس حدیث میں بیان ہوا کیونکہ اس غزوہ میں صحابہ کے پیر زخمی ہو گئے اور انہوں نے پیروں پر پٹیاں باندھ لی تھیں اس لیے اس کا نام غزوہ ذات الرقاع ہو گیا۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جفاکشی اور سخت کوشی کا عالم تھا کہ ایک اونٹ چھ آدمیوں کے پاس ہے اور اس پر باری باری سوار ہو رہے ہیں اور پیدل چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، ناخن تک ٹوٹ کر گر گئے مگر صبر و انتقامت کے یہ پیکر اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدمی سے آگے بڑھتے گئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حکم پر جاں نثاری اور فداکاری کے ثبوت پیش کر گئے۔

پھر حضرت ابو موسیٰ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ان کے احوال کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور بیان کرتے ہوئے متامل بھی ہوتے ہیں کہ اس میں خود ان کی بھی آزمائش اور اس پر صبر کا ذکر آتا ہے کہ نیکی اللہ کے اور اللہ کے بندے کے درمیان معاملہ ہے۔ (فتح الباری : ۵۷۳/۲ - روضة المتقين : ۷۸/۲ - دلیل الفالحین : ۴۱۱/۲)

## رسول اللہ ﷺ کا عمرو بن حرام کے استغناء کی تعریف

۵۲۶. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ "بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُشْتَاءِ فَوْقَ وَاسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ"

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِمَالٍ أَوْ سَبِيٍّ فَقَسَّمَهُ فَأَعْطَى رَجُلًا وَتَرَكَ

رَجَالًا فَلَعَهُ أَنْ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا فَحَمِدَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ "أَمَّا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ وَادَّعَ الرَّجُلَ وَالَّذِي أَدَّعَى أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ وَلَكِنِّي إِنَّمَا أُعْطِي أَقْوَامًا لَمَّا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكُلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ" قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، فَوَاللَّهِ مَا أَحَبُّ أَنْ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرُ النَّعَمِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"الْهَلَعُ" هُوَ أَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيلَ الضَّجَرُ.

(۵۲۶) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (تغلب تاء کے زبر غین کے سکون اور لام کے زیر کے ساتھ ہے) کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی یا مال آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں تقسیم فرما دیا، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا۔ پھر آپ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپ ﷺ نے نہیں دیا وہ ناراض ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اما بعد! اللہ کی قسم میں کچھ لوگوں کو دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتا اور جن لوگوں کو میں نہیں دیتا وہ مجھے ان سے محبوب ہیں جنہیں میں دیتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو دیدیتا ہوں جن کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی دیکھتا ہوں اور جن لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں خیر اور استغناء پیدا کیا ہے تو میں انہیں اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں انہی میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کروں گا۔ بلع کے معنی گھبراہٹ کے ہیں اور بعض نے اس کا ترجمہ بے قراری کیا ہے۔

**تخریج حدیث (۵۲۶):** صحیح البخاری، کتاب الخمسة، باب من قال فی الخطبة بعد الشاء اما بعد.

**کلمات حدیث:** عتبا۔ ناراضگی کا اظہار کیا۔ عتب عتبا (باب نصر) خفا ہونا، ناراض ہونا۔

**راوی حدیث:** حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور پھر بصرہ میں آباد ہو گئے آپ سے دو

احادیث مروی ہیں اور دونوں بخاری نے روایت کی ہیں۔ (ذیل الفالحین: ۲/۴۱۲)

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیتے اور فراست نبوی ﷺ سے ان کے

امور کو نمٹاتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: مجھے جن لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو وہ پریشان ہوں گے اور ان

کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب ہوگا تو آپ ﷺ انہیں عطا فرماتے اور جن کے بارے میں آپ ﷺ سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں

قناعت سے نوازا ہے اور ان کو صبر و ہمت عطا فرمائی ہے ان کو آپ ﷺ نہ دیتے اور فرمایا کہ یہی لوگ مجھے محبوب ہیں یعنی مال کی محبت نہ

ہونے اور اس کے حصول کے لیے جزع و فزع نہ ہونے کی بنا پر اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر و استقامت سے نوازا ہے، ان

اوصاف کی بنا پر وہ آپ ﷺ کو محبوب تھے اور فرمایا کہ ان میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں۔

عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کوئی اس جملے کے بدلے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرخ اونٹ بھی دیدے تو میں



نہ لوں، مطلب یہ نہیں کہ عمرو بن تغلب اپنے بارے میں تعریفی جملے سے خوش ہو رہے ہیں بلکہ وہ اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنے محبوبین میں شامل فرمایا ہے۔ (ارشاد الساری: ۵۹۷/۲۔ دلیل الفالحین: ۴۱۳/۲)

### بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو

۵۲۷. وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَيْدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ أَلَيْدِ السُّفْلَىٰ وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرٍ غَنَى، وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُعْفُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ. مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ أَخْصَرُ.

(۵۲۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت تمہارے ذمے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو ضروریات کی تکمیل کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچا لیتا ہے اور جو استغناء اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث بخاری کے ہیں، مسلم کے الفاظ مختصر ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۲۷):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النفقة على العيال .

**کلمات حدیث:** تعول: تم کفالت کرتے ہو۔ عاں عولاً (باب نصر) آل و اولاد کی معاشی کفالت کرنا۔ عیال: آل اولاد۔

**شرح حدیث:** مؤمن کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے لیکن اس سلسلے میں بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ جانے دے بلکہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے کہ افضل صدقہ وہ ہے کہ آدمی دے کر تنگی محسوس نہ کرے، بلکہ دینے کے بعد بھی مستغنی رہے اور اتنا مال باقی رہے جس سے وہ اپنی حوائج اور ضروریات پوری کر سکے۔ جو شخص انسانوں کے سامنے اپنی احتیاج بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجات کو رکھتا ہے اور اس سے مانگتا ہے اور انسانوں سے مانگنے سے گریز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مستغنی فرما دیتے ہیں۔

(فتح الباری: ۸۲۸/۱۔ ارشاد الباری: ۵۵۰/۳۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱۲/۷)

### مانگنے میں اصرار نہیں کرنا چاہیے

۵۲۸. وَعَنْ أَبِي سُوَيْبَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِقُوا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللَّهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ 'مَسْأَلَتَهُ' مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارَةٌ فَيَبَارِكْ لَهُ، فِيمَا أُعْطِيَتْهُ. "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۲۸) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے میں اصرار نہ کرو۔ اللہ کی قسم تم سے اگر کوئی مجھ سے کچھ مانگے اور اس کے سوال پر میں ناپسندیدگی کے ساتھ اسے دیدوں تو اس کو اس مال میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۲۸):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النہی عن المسألة.

**کلمات حدیث:** لا تلحفوا: تم اصرار مت کرو۔ ألحف إلحافا (باب أفعال) اصرار کے ساتھ اور لپٹ کر مانگنا۔  
**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے اصرار کے ساتھ سوال نہ کرو ہو سکتا ہے کہ میں اس وقت کسی مصلحت کی بناء پر نہ دینا چاہوں لیکن سوال میں اصرار کی بناء پر دیدوں تو اس مال میں برکت نہیں ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/۱۱۴)

### لوگوں سے سوال نہ کرنے پر بیعت

۵۲۹. وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً فَقَالَ: "أَلَا تَبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَكُنَّا حَدِيثِي عَهْدٍ بَبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ "ثُمَّ قَالَ: "أَلَا تَبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ" فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَّامٌ تُبَايِعُكَ؟ قَالَ: عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَالصَّلَاةَ الْخُمْسَ وَتُطِيعُوا" وَأَسْرَ كَلِمَةً خَفِيفَةً "وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا" فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أَوْلِيكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَلَا يَسْأَلُ أَحَدًا يَنَالُ لَهُ آيَاهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۲۹) حضرت ابو عبد الرحمن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات افراد آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے؟ حالانکہ ہم کچھ ہی دن پہلے بیعت ہو چکے تھے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو آپ ﷺ سے پہلے ہی بیعت ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے۔ اس پر ہم نے بیعت کے لیے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا ایک بیعت تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اب ہم کس امر پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بیعت کرو کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض لوگوں کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے اس کو اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۲۹):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراهية المسألة بالناس.

**راوی حدیث:** حضرت ابو عبد الرحمن مالک بن عوف اشجعی رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں شرکت فرمائی، رسول اللہ ﷺ سے سرسٹھا احادیث

روایات کی ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۴۱۶/۲)

**شرح حدیث:** صحابہ رسول اللہ ﷺ کی ہر معاملے میں اقتداء کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے تھے اور آپ ﷺ کی نصائح خواہ معاشرت سے متعلق ہو یا معیشت سے، اخلاق سے متعلق ہوں یا اعمال سے وہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کی اتباع اپنے لیے لازم سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ کسی سے کوئی سوال نہ کرو تو انہوں نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اگر سواری پر سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ سواری سے اترتا اپنا کوڑا اٹھاتا اور دوبارہ سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا لیکن پاس سے گزرنے والے سے یہ نہ کہتا کہ میرا کوڑا اٹھا دو۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۱۶/۷۔ روضہ المتقین : ۸۲/۲)

## مانگنے والوں کا چہرہ قیامت کے دن گوشت سے خالی ہوگا

۵۳۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مَرْعَةٌ لَحْمٍ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .  
" الْمَرْعَةُ " بِضَمِّ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْفَيْنِ الْمُهِمْلَةِ . الْقِطْعَةُ .

(۵۳۰) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو آدمی سوال کرتا

رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ تو وہ اس خال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)  
مرعۃ : میم کے پیش کے ساتھ، بوٹی کا ٹکڑا، گوشت کا ٹکڑا۔

**تخریج حدیث (۵۳۰):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب من سأل الناس تكثراً، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب كراهة المسألة للناس۔

**کلمات حدیث:** مسألة : سوال، مانگنا۔

**شرح حدیث:** امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو دنیا میں سوال کرتا رہا ہو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی یا اس کے چہرے پر عذاب ہوگا جس سے اس کے چہرے کا گوشت گر جائے گا۔ ابن ابی جمرہ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں کہ اس کے چہرے کا حسن باقی نہیں رہے گا۔ المہلب کہتے ہیں کہ حدیث سے اپنے ظاہری معنی مراد ہیں۔ یعنی اس کے چہرے پر گوشت نہیں رہے گا اور یہ اس کی سزا ہوگی اور اس کی علامت بھی ہوگی۔

بہر حال یہ حدیث اس شخص سے متعلق ہے جو بلا ضرورت ایسا سوال کرے جس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث مرفوعہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنے مال میں اضافے کے لیے لوگوں سے مانگے تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوئی ہوں گی اگر کوئی چاہے تو ان کو کم کرے اور چاہے تو زیادہ کر لے۔" (فتح الباری : ۸۴۶/۱)

## دینے والا لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۵۳۱. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمُسْأَلَةِ "الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَالْيَدُ الْعُلْيَا وَهِيَ الْمُنْفِقَةُ، السُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۳۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ کا اور تعفف یعنی سوال سے احتراز کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا سوال کرنے والا ہاتھ ہے۔“ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۳۱):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى . صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب النفقة على العيال .

**کلمات حدیث:** الید العلویا: اوپر والا ہاتھ، جو ہاتھ اوپر ہو، یعنی دینے والا ہاتھ۔ الید السفلی: نیچلا ہاتھ، یعنی وہ ہاتھ جو نیچے ہو یعنی لینے والا ہاتھ۔

**شرح حدیث:** مقصود حدیث انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ بغیر حق اور بلا ضرورت سوال کرنا بہت بڑی اخلاقی برائی ہے جس سے اجتناب ضروری ہے کہ اس سے انسان کی عزت نفس پامال ہوتی ہے اور بہت سی اخلاقی اور دینی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی ۷۷ میں گزر چکی ہے۔ (دلیل الغالحنین: ۲/۴۱۸)

## مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگنا آگ کے انگارے جمع کرنا ہے

۵۳۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكْثُرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لْيَسْتَكَثِرْ. "رَوَاهُ مُسْلِمٌ."

(۵۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی سے اس لیے سوال کرے کہ اس کے مال میں اضافہ ہو۔ وہ مال نہیں جمع کر رہا انگارے جمع کر رہا ہے خواہ کم جمع کرے یا زیادہ کر لے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۳۲):** صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراهت المسألة بالناس .

**کلمات حدیث:** جمرًا: انگارہ، جہنم کا انگارہ۔

**شرح حدیث:** وعید شدید ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں سے بلا ضرورت بکثرت سوال کرے اس کا یہ سوال دھکتے ہوئے انگارے اور عذاب جہنم ہے۔ (روضة المتقين: ۲/۸۴)



## بھیک مانگنے والا اپنے چہرہ زخمی کرتا ہے

۵۳۳. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَذُّ يَكْذِبِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، إِلَّا أَنْ يُسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. "الْكُذُّ" الْخَدَشُ وَنَحْوُهُ.

(۵۳۳) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنا خراش ہے اور آدمی

سوال کر کے اپنا چہرہ چھیلتا ہے، مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملہ میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

(اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) کد کے معنی خراش کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۳۳):** الجامع للترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی النهی عن المسألة.

**کلمات حدیث:** کد : خراش۔

**شرح حدیث:** خطابي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مانگنے کی اس صورت میں اجازت ہے جب آدمی صاحب اختیار اور اقتدار سے اپنا

حق مانگے، اگرچہ یہ مانگنے والا غنی ہو یا ایسی صورت پیدا ہوگئی ہو کہ اس کے پاس مال باقی نہ رہا ہو یا مال تک اس کی رسائی نہ ہو مثلاً سفر میں

ہو یا کوئی حادثہ یا مصیبت پیش آگئی ہو جس کی وجہ سے مجبور ہو گیا ہو پھر سوال جائز ہے اور بلا ضرورت سوال کی وعید حدیث میں بیان ہوئی

ہے۔ (تحفة الأحوذی : ۴/۶۰۶)

## لوگوں کے سامنے فقر ظاہر کرنے کی مذمت

۵۳۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدِّ فَاقَتَهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللَّهِ فَيُوشِكُ اللَّهُ لَهُ، بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ.

"يُوشِكُ" بِكَسْرِ الشَّيْنِ : أَيْ يَسْرَعُ.

(۵۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فاقہ سے ہو تو وہ لوگوں

کے سامنے اس کا اظہار کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے روزی عطا فرما

دیتے ہیں۔ (ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

یوشک کے معنی ہیں جلدی کرے۔

**تخریج حدیث (۵۳۴):** سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف . الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما

جاء فی الهم فی الدنيا.

**کلمات حدیث:** لم تسد فاقته: اس کا فاقہ دور نہ ہوگا، اس کی بھوک نہیں مٹے گی۔

**شرح حدیث:** جو شخص فاقہ سے ہو یعنی بھوک کی شدت کا شکار ہو اور وہ اس کا اظہار انسانوں کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا ہی رکھتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ کے لیے وہ ہر دروازے پر جاتا رہے کیونکہ اس نے رازق کو رازق نہیں مانا بلکہ انسانوں کو رازق جانا تو پھر اسے انسانوں کے دروازے ہی پر جانا چاہیے اور جس نے اپنی بھوک کا اظہار اللہ کے سامنے کیا اللہ تعالیٰ اس کی بھوک رفع فرمادیں گے۔

﴿وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

اس کو اس طرح رزق پہنچادیں گے اس کا گمان اور اس کا خیال تک بھی وہاں نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بات کیفیت، کمیت اور نوعیت تینوں سے متعلق ہے، آدمی کو معلوم نہیں ہے اور نہ اس کے گمان کی رسائی ہے کہ اللہ جو رزق اسے عطا فرمائیں گے اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور وہ کس طرح اور کس ذریعے سے اس تک پہنچے گا؟ نہ اسے کمیت کا اندازہ ہوگا کہ اس کی مقدار کیا ہوگی؟ اور نہ اسے یہ پتہ ہوگا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی؟

وہب بن منبہ نے ایک شخص کو کہا جو ارباب ثروت اور اصحاب اقتدار سے ملا کرتا تھا۔ براہوتیرا تو لوگوں کے دروازے پر جاتا ہے جو چاہیں تجھ سے اپنا دروازہ بند کر لیں اور اپنی دولت تجھ سے چھپا لیں اور اس کے دروازے پر نہیں گیا جو اپنا دروازہ کبھی کسی سائل سے نہیں بند کرتا اور جو خود بلا بلا کر شب و روز تقسیم کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے:

﴿وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ﴾

”اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرو“ (دلیل الفالحین: ۲/۴۲۰)

## سوال نہ کرنے پر جنت کی ضمانت

۵۳۵. وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ تَكْفَّلَ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَاتَّكْفَلَ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟“ فَقُلْتُ: أَنَا: فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

(۵۳۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں ضمانت دیتا ہوں۔ اس کے بعد ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔ (ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

**تخریج حدیث (۵۳۵):** سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب کراہیۃ المسألة.

**کلمات حدیث:** تکفل: کفیل بن گیا، ضامن ہو گیا۔ کفل کفالة (باب نصر) کسی کی ذمہ داری قبول کرنا۔

**شرح حدیث:** اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہو اور اسی پر اس کا توکل ہو اور وہ اللہ کے سوا انسان سے کوئی سوال نہ

کرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا ان کا کوڑا اگر جاتا تھا تو وہ سواری سے اتر کر خود اٹھاتے تھے اور کسی سے نہ کہتے تھے نہ جھکے دیدے۔

(روضۃ المتقین: ۲/۸۴)

## تین آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے

۵۳۶. وَعَنْ أَبِي بَشْرٍ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حِمَالَةَ فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ "اقُمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرُكَ بِهَا" ثُمَّ قَالَ: "يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَجِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحْمِلُ حِمَالَةَ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمَسِّكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاكَ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةً مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فَلَانًا فَاقَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سَحَتْ يَا كُلُّهَا صَاحِبُهَا سَحَتْ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"الْحِمَالَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ: أَنْ يَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهُ، بَيْنَ فَرِيقَيْنِ فَيُصْلِحُ إِنْسَانٌ بَيْنَهُمْ عَلَى مَالٍ يَتَحَمَّلُهُ وَيَلْتَزِمُهُ عَلَى نَفْسِهِ: "وَالْجَائِحَةُ": الْفَقَةُ تُصِيبُ مَالَ الْإِنْسَانِ: "وَالْقِوَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا يَقُومُ بِهِ أَمْرُ الْإِنْسَانِ مِنْ مَالٍ وَنَحْوِهِ! "وَالسِّدَادُ" بِكَسْرِ السِّينِ: مَا يَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْزُورِ وَيَكْفِيهِ "وَالْفَاقَةُ" الْفَقْرُ: "وَالْحِجَى" الْعَقْلُ.

(۵۳۶) حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ذمہ ضمانت لے لی اور میں رسول اللہ

ﷺ کے پاس اس غرض کے لیے سوال کرنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس صدقہ کا مال آجائے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے قبیصہ سوال صرف تین صورتوں میں سے ایک میں جائز ہے۔ وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اپنے ذمہ لے لی اس کے لیے سوال اس وقت تک حلال ہے جب تک ضرورت پوری ہو اس کے بعد رک جائے۔ دوسرا وہ آدمی جسے کوئی حادثہ پیش آجائے جس سے اس کا مال ختم ہو جائے اس کے لیے سوال درست ہے یہاں تک کہ اتنی مقدار پالے جس سے زندگی گزار سکے یا اس کی ضرورت کو پوری کر دے اور تیسرے وہ جس کو فاقہ پہنچ جائے اور اس کی قوم کے تین عقلمند لوگ کہہ دیں کہ فلاں فاقے کا شکار ہے اس کو اس وقت تک سوال جائز ہے یہاں تک کہ اسے گزر اوقات مل جائے یا اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس کے سوا سوال اے قبیصہ! آگ ہے جس کو مانگنے والا کھاتا ہے اور حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

حِمَالَةُ: ح کے فتح کے ساتھ، ایسی صورت جب فریقین میں لڑائی یا کوئی اور واقعہ ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی صلح کرانے کے

لیے کوئی مال اپنے ذمہ لے لے۔ جائحہ: ایسی آفت جس میں انسان کا مال ضائع ہو جائے۔ قوام: ہر وہ شے جس سے انسان کے معاملات استوار ہوں جیسے مال۔ سداد: جس سے تنگدستی کی حاجت پوری ہو اور اسے کافی ہو جائے۔ فاقہ: کے معنی فقر کے ہیں۔ حسی: کے معنی عقل کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۳۶):** صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل له المسألة.

**راوی حدیث:** حضرت ابو بشر قبیصہ بن الخارق رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں آئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چھ احادیث مروی ہیں۔

**کلمات حدیث:** جائحہ: ہلاکت، بڑی آفت، خشک سالی، جمع جائحات.

**شرح حدیث:** سوال کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے اور ان تینوں صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے۔

دو انسانوں کے درمیان کسی طرح کے نزاع کو رفع کرنے کے لیے ایک تیسرا شخص کوئی مال یا قرض وغیرہ اپنے ذمہ لے لے تو اس کی ادائیگی کے لیے سوال کرنا درست ہے، جب یہ ذمہ داری پوری ہو جائے تو اس کے بعد سوال سے باز آ جائے۔ کسی قدرتی آفت کی بناء پر یا کسی افتاد کی وجہ سے اس کا مال ضائع ہو جائے اور سارا مال ختم ہو جائے تو وہ بقدر ضرورت کا سوال کر سکتا ہے یا کوئی شخص فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس قدر سوال کرے کہ اس کی بھوک رفع ہو جائے۔

تین آدمیوں کی گواہی کی شرط فقہاء کے نزدیک ثبوت اِعسار (Insolvency) کے لیے ہے اور یہی رائے صحیح ہے ایک اور رائے یہ ہے کہ دیگر معاملات کی طرح یہاں بھی دو گواہوں کی گواہی کافی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی جن کے لیے سوال کرنا جائز ہے تین قسمیں کی ہیں: ان میں سے ایک غنی ہے اور دو فقیر ہیں۔ غنی صاحب جمالہ ہے یعنی وہ شخص جس نے اصلاح ذات البین کی خاطر کوئی مالی ذمہ داری قبول کر لی۔ اسے صدقہ دیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کر لے۔ دو فقروں میں سے ایک فقیر وہ ہے جو پہلے صاحب مال تھا پھر اس کے مال پر کوئی ظاہری آفت آ گئی جس کا سبب کو علم ہو گیا، مثلاً اس کے سارے سامان تجارت کو آگ لگ گئی یا باغ یا کھیتی باڑی بارش کی نذر ہو گئی۔ دوسرا فقیر وہ ہے جو پہلے صاحب مال تھا لیکن اس کا مال اس طرح ضائع ہوا ہے کہ اس کا سبب کسی کو معلوم نہیں ہے جیسے اس کا مال چوری ہو گیا ہو یا کسی کے پاس رکھوایا ہو اور اس نے واپسی سے انکار کر دیا ہو۔ اس آخری صورت میں ضرورت ہوگی کہ صورت حال کی وضاحت کے لیے گواہ موجود ہوں اور وہ گواہی دیں کہ یہ شخص فقیر ہو گیا ہے۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۱۸/۷۔ روضة المتقین: ۸۶/۲)

### اصل فقیر وہ نہیں لوگوں کے گھروں کا چکر کاٹے

۵۳۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ



الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غَنًى يَغْنِيهِ وَلَا يَقْطُنُ لَهُ، فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ، "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

(۵۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے کہ جو لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور لوگ ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجور دے کر لونادیں۔ لیکن اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے دوسروں سے مستغنی کر دے اور اس کی مسکنت کا علم نہ ہو کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے مانگنے کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔

(متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۳۷):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا یسألون الناس انحافاً، صحیح مسلم، کتاب

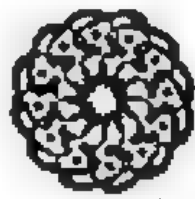
الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی.

**کلمات حدیث:** مسکین: وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا اتنا نہ ہو جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو۔ سکون کے معنی ہیں عدم حرکت، گویا مسکین وہ ہے جو نہ ہونے کی بنا پر حرکت کے قابل نہ رہے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو در در مانگتا پھرے کہیں سے لقمہ مل جائے اور کہیں سے دو لقمے اور دینے والا کہے کہ چلو آگے بڑھو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو جو دوسروں سے مستغنی کر دے اور کسی کو پتہ بھی نہ ہو کہ وہ مسکین ہے اور وہ خود سوال نہ کرتا ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین سکون سے بنا ہے گویا وہ مال کی کمی کی وجہ سے اس قابل بھی نہ رہا کہ کوئی حرکت و عمل کر سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ (۱۱)

”یا مسکین جو مٹی میں رُل گیا ہو۔“ (فتح الباری: ۸۴۸/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱۵/۷)



## بَابُ جَوَازِ الْأَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا تَطَلُّعٍ إِلَيْهِ جو شے بلا طلب اور بغیر خواہش مل جائے اس کے لینے کا جواز

۵۳۸. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ "خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ" فَإِنْ شِئْتَ كُلُّهُ وَإِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهِ وَأَمَّا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".  
"مُشْرِفٌ" بِالشَّيْنِ الْمُعْجَمَةِ أَيْ مُتَطَلِّعٌ إِلَيْهِ.

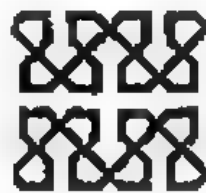
(۵۳۸) حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ عطا فرماتے تو میں ان سے کہتا کہ اس کو دیدیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ ﷺ فرماتے کہ لے لو جو مال تمہارے پاس خود آئے اور تمہیں اس کی حرص نہ ہو اور نہ تم اس کے طلبگار ہو تو تم اسے لے لو۔ اگر چاہو تو اپنے استعمال میں لاؤ ورنہ صدقہ کرو اور جو مال اس طرح نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔  
(متفق علیہ)

مشرف: مشرف وہ میلان رکھتا ہو اور توقع رکھتا ہو کہ اسے کچھ ملے یعنی اس کے دل میں طمع اور حرص ہو۔

تخریج حدیث (۵۳۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب من اعطى الله شيئاً من غير المسألة.

کلمات حدیث: فتمولہ: تو تم مالدار بن جاؤ، تم مالی حاصل کر لو، تم مال کے مالک ہو جاؤ۔ موتی: کسی کو مالدار بنایا۔ تمولی (باب تفعل) مالدار بنانا۔ مشرف: مال ملنے کی خواہش اور آرزو رکھنے والا۔ اشرف کے معنی ہیں دل میں یہ امید لگانا کہ مجھے فلاں شخص کچھ دے گا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال عطا فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی اور کو دیدیجئے اس پر ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال تمہارے پاس از خود آئے اور تمہیں نہ اس کی حرص ہو اور نہ خواہش ہو تو اس کو لے لو پھر چاہے خود استعمال کرو اور خواہ صدقہ کرو۔ (فتح الباری: ۸۴۷/۱۔ ارشاد الساری: ۶۰۵/۳)



(الباب ۵۹)

الْحَتِّ عَلَى الْأَكْلِ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ وَالتَّعَفُّفِ بِهِ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْإِعْطَاءِ  
اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا سوال سے احتراز اور دوسروں کو دینے کی تاکید

۱۸۰۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔“ (الجمعة: ۱۰)

**تفسیری نکات:** آیت مبارکہ سے پہلے بیان ہوا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو مسجد میں آ جاؤ اور خرید و فروخت بند کر دو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ سلف صالح سے مروی ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کاروبار میں سترگنا برکت ہے۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو کہ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

### جنگل کی لکڑیاں بیچ کر کھانا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۳۹۔ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَآنُ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبِلَهُ، ثُمَّ يَأْتِيَ الْجَبَلَ فَيَأْتِي بِحِزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعُهَا فَيَكْفِيَ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ، مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ اعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۳۹) حضرت ابو عبد اللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کا اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر چلا جانا اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی کمر پر لا کر لانا اور انہیں فروخت کرنا کہ اللہ اس کے چہرے کو شرمندگی سے محفوظ رکھے اس سے بہتر ہے کہ وہ سوال کرے اور لوگ دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۳۹):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستغفار عن المسألة .

**کلمات حدیث:** حزمة: لکڑی کا گٹھا۔ أحبله: اس کی رسیاں۔ حبل: رسی جمع أحبل .

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں اپنے ہاتھ کی کمائی کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے جو کسب کرے وہ بہترین ہے خواہ اسے معاشرے میں لوگ کمتر ہی سمجھیں۔ اگر کوئی عیب کی یا شرمندگی کی بات ہے تو وہ سوال کرنے اور مانگنے میں ہے۔ کسب خواہ کوئی بھی ہو اور کسی طرح کا ہو اس میں کوئی عیب ہے اور نہ برائی۔ (فتح الباری: ۱/۸۴۵۔ روضة المتقین: ۲/۹۰)

### مزدوری کرنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۴۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآنُ يَحْتَطِبُ

أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ، أَوْ يَمْنَعَهُ، "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر ایک شخص لکڑی کا گٹھا

اپنی پیٹھ پر لا دکر لاتا ہے اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج حدیث (۵۲۰):** صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسألة، صحیح مسلم، کتاب

الزکوۃ، باب کراهية المسألة بالناس.

**کلمات حدیث:** یحتطب: لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ حطب حطباً (ض) لکڑی چٹنا۔ حاطب: لکڑیاں چٹنے والا یا جمع کرنے والا۔

**شرح حدیث:** لکڑیاں کمر پر لا دکر بیچنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی دست سوال دراز کرے۔ کہ مانگنے میں شرمندگی اور ندامت ہے

اور جس سے مانگا جائے اور وہ نہ دے تو اور زیادہ شرمندگی کا باعث ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۴۴۔ روضة المتقین: ۲/۹۰)

## حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے

۵۴۱. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ

يَدِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی

کھاتے تھے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۴۱):** صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بيده.

**شرح حدیث:** حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے الوعزم پیغمبر تھے وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنے کسب سے رزق

حاصل کرتے تھے۔ وہ زرہیں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا وہ بغیر آگ اور

بغیر آلات کے لوہے کو جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کرتے تھے، زرہ میں حلقیات سب سے پہلے انہوں نے ہی بنائے

تاکہ فراخ اور کشادہ رہیں اور انہوں نے ان حلقوں کو چھوٹے بڑے بنا کر ایک مناسب ترتیب سے جوڑا تاکہ ان کے اندر جسم سہولت کے

ساتھ حرکت کر سکے۔ (فتح الباری: ۱/۳۲۶۔ عمدة القاری: ۱۶/۱۰۔ روضة المتقین: ۲/۹۰۔ دلیل الفالحین: ۲/۴۲۷)

## حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے

۵۴۲. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نجار تھے۔ (مسلم)



**تخریج حدیث (۵۲۲):**

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام۔

**کلمات حدیث:**

نجار: بڑھئی۔ نجر الخشب: لکڑی چھیلنا۔

**شرح حدیث:**

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ سورہ مریم کے آغاز میں آپ کے اللہ سے دعا مانگنے کا ذکر ہے کہ آپ نے بہت عاجزی اور تضرع سے اللہ سے دعا کی اور اللہ کو چپکے چپکے پکارا اپنی کمزوری اور بجز کا اظہار کیا کہ میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور بڑھاپے کی آگ جنگل کی آگ کی طرح میرے سر میں بھڑک اٹھی ہے اور اے اللہ! میں نے جب کبھی دعا مانگی میں محروم نہیں رہا۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے دعا مانگی ہو اور میرے رب کے حضور قبول نہیں ہوئی ہو۔

حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی عمل کمتر نہیں ہے اور کسی کام میں انسان کے لیے کوئی عیب کا یا شرمندگی کا کوئی پہلو نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اہمیت رزقِ حلال اور کسبِ طیب کی ہے جس عمل سے بھی انسان کو پاکیزہ اور ستھرا رزق حاصل ہو وہی عمدہ اور بہترین ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۱۰/۱۶۔ روضة المتقین: ۹۰/۲۔ دلیل الفالحین: ۴۲۷/۲)

**سب سے بہتر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے**

۵۲۳۔ وَعَنِ الْمُقَدَّادِ بْنِ مَعْدِيكَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلٍ يَدِيهِ وَإِنْ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۲۳) حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے کوئی کھانا نہیں کھایا بہتر اس کھانے سے جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا ہو اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کے کھاتے تھے۔

(بخاری)

**تخریج حدیث (۵۲۳):**

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیدہ۔

**کلمات حدیث:**

قط: کبھی، عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے یہ ظرفِ زمان ہے اور منفی کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے ما فعلت هذا قط۔ (میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا)

**شرح حدیث:**

حدیث مبارک میں ہاتھ سے کام کرنے اور کسبِ ید سے رزق حاصل کرنے کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے۔ ابن المذرفر ماتے ہیں کہ اگر ہاتھ سے کام کرنے والا اور عملِ ید سے رزق حاصل کرنے والا متوکل ہو اور یقین کامل رکھتا ہو کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے اور جو اس کے عملِ ید سے مستفید ہو اس کا خیر خواہ ہو اور اس کی بھلائی چاہتا ہو تو ہاتھ سے رزق کمانا سب سے بہتر اور سب سے افضل ہے۔ (فتح الباری: ۱۰۹۰/۱۔ ارشاد الساری: ۳۳/۵)

البَّتَاب (۶۰)

الْكَرَمِ وَالْجُودِ وَالْإِنْفَاقِ فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ ثَقَّةً بِاللَّهِ تَعَالَى  
کرم اور جود اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ وجوہ خیر میں انفاق

۱۸۱۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تمہیں اس کا بدلہ ملے گا۔“ (سبا: ۳۹)

جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے اس کا اجر ضرور ملے گا

۱۸۲۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا تُنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”جو تم مال میں سے خرچ کرو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم نہیں خرچ کرو گے مگر اللہ کے رضا جوئی کے لیے اور جو تم خرچ کرو گے

مال میں سے وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔“ (البقرہ: ۲۷۲)

۱۸۳۔ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اور جو تم خرچ کرو مال میں اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔“ (البقرہ: ۲۷۳)

**تفسیری نکات:** آیات کریمہ کا مضمون مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون کتنا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا

ہے۔ بہر حال جو کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے یعنی کسی کو صدقہ دے اور کسی پر انفاق کرو، وہ سب باقی رہے گا بلکہ اس میں اور اضافہ ہوگا

اور یہ اضافہ شدہ مال واپس ملے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اصل یہ ہے کہ تمام اعمال کی اساس خلوص اور نیت ہے اگر محض

رضائے الہی کی خاطر آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اسے بڑھ چڑھ کر واپس ملے گا اور ہر نیکی سات سو گنا تک بڑھے گی اور اللہ

چاہے گا تو اس میں اور اضافہ فرما دے گا۔

## دو آدمی قابل رشک ہیں

۵۴۳. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ! رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكْتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ: يَنْبَغِي أَنْ لَا يُغْبَطَ أَحَدٌ إِلَّا عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْخَصْلَتَيْنِ.

(۵۴۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے ہمت دی ہو کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے سمجھ دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (متفق علیہ)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دو خوبیوں کے علاوہ اور کسی بات پر رشک کرنا درست نہیں ہے۔

**تخریج حدیث (۵۴۳):** صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاعتبار فی العلم والحکم، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه.

**کلمات حدیث:** بقضی: فیصلہ کرتا ہے۔ قضی قضاء (باب ضرب) فیصلہ کرنا۔

**شرح حدیث:** اس حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں جن پر حسد کرنا روا ہے، یہاں درحقیقت حسد کے معنی رشک کے ہیں یعنی یہ خواہش کرنا یہ نعمت مجھے بھی عطا ہو جائے جبکہ حسد کے معنی ہیں دوسرے سے زوال نعمت کی تمنا کرنا۔ حسد ممنوع اور حرام ہے۔

غرض حدیث میں ارشاد فرمایا گیا دو آدمیوں سے رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے علم و حکمت اور دانائی عطا کی گئی وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا روا نہیں ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا، وہ شب و روز اسی میں مصروف ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ شب و روز اس مال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ (فتح الباری: ۷۴۲/۳۔ روضة المتقين: ۹۳/۲)

## انسان کا اپنا مال وہی ہے جو صدقہ کیا

۵۴۵. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّكُمْ مَالٌ وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟"

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ. قَالَ "فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالٌ وَارِثُهُ مَا أَخَّرَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جسے اپنے

وارث کا مال زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے صدقہ کر کے آگے بھیج دیا اور وارثوں کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۳۵):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له .

**کلمات حدیث:** وارثہ : اس کا وارث۔ ورث وراثۃ : وارث ہونا۔ وارث : میراث پانے والا جمع وراثۃ اور وراثاء .

**شرح حدیث:** حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک مقرر اور متعین مدت کے لیے دنیا کی چیزوں سے متمتع ہوتا ہے اور پھر اسے یہ سب چھوڑ کر جانا ہے جو اس کے وارث لے لیتے ہیں اور مالک بن جاتے ہیں، لیکن جو مال آدمی نے خلوص سے اور حسن نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا وہ اللہ کے یہاں جمع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس پر اضافہ فرماتے ہیں اس طرح اللہ کے یہاں اجر و ثواب عظیم جمع ہو جاتا ہے۔ (روضۃ المتقین : ۹۴/۲)

### صدقہ کے ذریعہ جہنم سے بچو

۵۳۶. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۳۶) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۳۶):** صحیح البخاری، کتاب الادب، باب طیب الکلام . صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب البحث علی الصدقة ولو بشق تمره .

**کلمات حدیث:** اتقوا : بچو۔ اتقوا النار : آگ سے بچو۔ تقوا : اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، اللہ کے خوف سے پرہیز گاری اختیار کرنا اور عمل صالح کرنا۔ منہیات سے اجتناب اور اوامر پر عمل کرنا۔

**شرح حدیث:** علاوہ فرض زکوہ کے آدمی کو چاہیے کہ نفلی صدقات بھی دیتا رہے اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے کم زیادہ کی کوئی قید نہیں اصل چیز حسن نیت ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی بھی صورت ہو وہ آدمی کو جہنم کی آگ سے بچانے والی ہے۔ یہاں بھی اسی امر کی تاکید کی گئی کہ اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیتے رہو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کہ یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

(دلیل القالین : ۴۳۱/۲ - روضۃ المتقین : ۹۴/۲)

### رسول اللہ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے کو نہیں نہیں کہا

۵۳۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا .



مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۲۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ

نے نہیں کہا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۲۷):

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل .

صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب ما سئل الرسول ﷺ شیئاً قط فقال لا .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا آپ جو دوسخا کے پیکر تھے چنانچہ آپ ﷺ نے کبھی سوال

کرنے والے یا مانگنے والے کے جواب میں نہیں ہے نہیں کہا۔ اگر سائل کی ضرورت کی شے آپ کے پاس موجود ہوتی تو آپ عطا فرما

دیتے بلکہ اکثر اس کے سوال سے زیادہ دیتے اور نہ ہوتا تو آپ آئندہ کے لیے وعدہ فرماتے اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا فرماتے تھے

اور اگر آپ کسی سبب کی بنا پر دینا خلاف مصلحت خیال فرماتے تو آپ ﷺ سکوت فرمالیا کرتے تھے۔

(فتح الباری: ۱۸۹/۳ - روضة المتقین: ۹۵/۲)

## سخاوت کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعاء

۵۲۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ

يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا االلَّهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ: االلَّهُمَّ اَعْطِ

مُمْسِكًا تَلْفًا. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز جب اللہ کے بندے صبح کرتے

ہیں تو آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے

اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے کا مال تلف فرما دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۲۸):

صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب قوله تعالى فاما من اعطى واتقى . صحیح مسلم،

کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك .

کلمات حدیث: منفق: خرچ کرنے والا، اسم فاعل انفاق سے۔ ممسك: روکنے والا۔ مال کو روکنے والا۔ بخیل: امساک

سے اسم فاعل امساک کے معنی روکنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود اللہ کے مقرر کردہ مالی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور نفلی صدقات کی اہمیت کا بیان ہے اس

مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز طلوع

آفتاب کے وقت دو فرشتے اس کے دونوں کناروں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں کہ جس کو جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں

کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جس میں کفایت ہو وہ اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔  
حدیث مبارک میں انفاق کرنے والے کے حق میں دعا فرمائی گئی ہے خواہ وہ انفاق واجب ہو یا نفل۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا  
کہ یہ دعا واجبات اور مستحبات ہر طرح کے انفاق کو شامل ہے لیکن مستحبات سے رکنے والا اور نہ دینے والا بددعا کا مستحق نہیں، الا یہ کہ اس کا  
نہ دنیا غلبہ بخل کی بنا پر ہو تو وہ بھی اس بددعا میں شامل ہوگا۔ (دلیل الفالحین: ۴۳۲/۲ - نزہۃ المتقین: ۴۵۸/۲)

### خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا

۵۴۹. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ يُنْفِقُ عَلَيْكَ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اے فرزند آدم! خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔" (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۴۹):** صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى و كان عرشه على الماء. صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف.

**کلمات حدیث:** انفق: خرچ کر۔ ینفق عليك: تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔

**شرح حدیث:** اے مؤمن! تو بھلائی کے کاموں میں اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کے مطابق خرچ کر اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں بھی وسعت عطا فرمائیں گے اور آخرت کا اجر و ثواب تو بے حد و حساب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں دن و رات دیتے رہنے سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔" قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾

"اور تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے۔" (سبا: ۳۶)

خرچ کرنے سے اور اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں صرف کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ بڑھتا ہے اور نشوونما پاتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا استغناء کی صورت اور اللہ کے یہاں تو اس کا اجر و ثواب بے حساب ہے۔ (روضۃ المتقین: ۹۶/۲ - دلیل الفالحین: ۴۳۲/۲ - نزہۃ المتقین: ۴۵۸/۱)

### سلام کرنا، کھانا کھلانا بہترین عمل ہے

۵۵۰. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ. وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ

سے دریافت کیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے۔

(متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۵۰):** صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام، صحیح مسلم، کتاب الایمان،

باب بیان تفاضل الایمان وفی ای امورہ افضل.

**کلمات حدیث:** الاسلام: گردن نہاد، مطیع و فرماں بردار ہونا۔ انقیاد کامل: احکام اسلام کا دل سے قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا۔ اُی الاسلام: کون سی خصلت یا کون سی خوبیوں والے مسلمان افضل ہیں۔

**شرح حدیث:** ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام اپنے ماننے والوں کے درمیان بہت سی عمدہ صفات پیدا کرتا ہے انہیں نہایت بہترین خصوصیات حاصل ہو جاتی ہیں ان کی نفیس ترین فطری صلاحیتیں ابھر کر اور نکھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔ ان میں سے کون سی خوبیاں سب سے عمدہ اور سب سے بہترین ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے والے کے بارے میں علم نہیں کہ کون ہیں، مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا اسلام سب سے افضل ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت اور دانائی اور فراست عطا فرمائی، آپ ﷺ ہر سوال کا جواب سائل کے حالات اس کے مزاج اور اس کی نفسیات کو مد نظر رکھ کر فرماتے اس طرح بظاہر یہ جواب مختلف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین کی تمام باتیں اور اسلام کے جملہ امور باہم ایک دوسرے میں مربوط اور پیوست ہیں ان میں باہم کوئی فرق و اختلاف نہیں بلکہ موافقت اور مجانست ہے۔ اسلام کے لفظی معنی سلامتی کے ہیں دنیا کی بھی سلامتی اور آخرت کی بھی سلامتی۔ اسلام میں داخل ہونے والے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی ذات میں سلامتی کا پیکر بن جائے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ یہ پیکر سلامتی اپنے وجود سے بھی امن و سلامتی کا چلتا پھرتا پیامبر ہے اور اپنی زبان سے بھی وہ جس سے اس کا سامنا ہوتا ہے یہی کہتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو کہ یہ جنت کا باسی ہے اور جنت کا نام دار السلام ہے اور وہاں کا تحیہ (Greeting) بھی سلام ہے اور اسلام چونکہ سلامتی کا علم بردار ہے اس لیے اسلام کا شعار بھی سلام ہے۔ اس لیے فرمایا کہ کثرت سے کھانا کھانا اور بکثرت سلام کرنا اسلام کی نمایاں خوبیاں اور مسلمان کا نمایاں وصف ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد نبوت "کہ سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے۔" کا مطلب یہ ہے کہ سلام

صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو یہ نہ ہو کہ جس کو جانتے ہو اسے سلام کر لیا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس میں تمہاری ذات کا دخل ہو گیا اور یہ سلام خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں رہا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو سلام کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہر ایک کو سلام کرنے سے اجنبیت دور ہو کر باہم رشتہ اخوت مضبوط ہوگا۔ قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان باہم مودت اور محبت کو اجاگر کرنا اور ان کے درمیان الفت کو فروغ دینا فرائض دین اور ارکان شریعت میں سے ہے اور سلام کرنا اس کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

(فتح الباری : ۳/۲۶۰ - شرح صحیح مسلم للنووی : ۲/۱۰ - روضة المتقین : ۲/۹۷ - عمدة القاری : ۲۲/۳۶۸)



۵۵۱. وَعَنْهُ قَالَ ! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَغْلَاهَا مَنِيحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءُ ثَوَابِهَا وَتَصَدِيقُ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ.

(۵۵۱) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی پر اس کے بارے میں کیے ہوئے وعدے پر یقین کے ساتھ عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری)

اس حدیث کا بیان باب بیان کثرت طرق الخیر میں ہو چکا ہے۔

**تخریج حدیث (۵۵۱):** صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب فضل المنيحة.

**کلمات حدیث:** منيحة: دودھ دینے والا جانور جو کسی کو اس لیے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائے اور پھر واپس کر دے۔

**شرح حدیث:** اسلام تو سارا ہی خیر ہے اور اس کی ہر بات خیر پر مشتمل ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں یا چالیس نیکیاں ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر کسی ایک نیکی پر کوئی اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور حسن نیت کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ رسول کریم ﷺ یقیناً ان خصلتوں کو یا ان حسنات کو جانتے تھے اور آپ اگر مصلحت کے مطابق سمجھتے تو آپ ﷺ ان کو بیان بھی فرما دیتے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کی تعین اس طرح نہ کی گئی ہو جس طرح شب قدر کی تعین نہیں فرمائی۔ ہو سکتا ہے کہ تعین نہ فرمانے میں یہ مصلحت ہو کہ کہیں لوگ انہی چالیس نیکیوں میں مصروف ہو کر باقی نیکیوں سے بے اعتنائی کرنے لگیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر وہ نیکی جس کو حسن نیت سے خالصتاً اللہ ایمان و یقین کے ساتھ کیا جائے وہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل

سے جنت میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۳۳ - نزہة المتقین : ۱/۴۵۹)





## ضرورت سے زائد صدقہ کر دینا بہتر ہے

۵۵۲. وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ صُدِّي بْنِ عَجَلَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تُمْسِكَ شَرٌّ لَكَ وَلَا تَلَامَ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى . ” رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۲) حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اسے روک رکھے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدر ضرورت پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۵۲):**

صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان ان الید العلویا خیر من السفلی .

**کلمات حدیث:** فضل : ہر وہ چیز جو ضرورت سے زائد ہو۔ تبذل الفضل : وہ مال اور اشیاء جو ضرورت سے زائد ہوں ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دو۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں وجوہ خیر میں صرف کرنے کی فضیلت بیان کی گئی اور نہ دینے اور مال کو روک رکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث: ۵۱۰) میں گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۴۳۴/۲ - نزہۃ المتقین : ۱/۴۶۰)

## آپ ﷺ کی سخاوت عظیم کی مثال

۵۵۳. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ : يَا قَوْمِ اسْلِمُوا فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً مَنْ لَا يَخْشَى الْفَقْرَ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لِيُسْلِمَ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى يَكُونَ إِلَّا سَلَامٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر جب کبھی کچھ مانگا گیا آپ ﷺ نے ضرور دیا۔ ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان ساری بکریاں دیدیں۔ وہ اپنی قوم میں واپس آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم! اسلام قبول کر لو۔ محمد ﷺ اس شخص کی طرح دیتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہ ہو۔ ہوتا یہ تھا کہ کوئی شخص دنیا کی خاطر اسلام قبول کر لیتا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے اسلام دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء سے محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۵۳):**

صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شئاً قط .

**کلمات حدیث:** فما يلبث إلا يسيراً : نہیں ٹھہرا مگر تھوڑا سا۔ ما لبث : نہیں ٹھہرا۔ نہیں توقف کیا۔ ما لبث أن فعل : اس نے

اس کام کو کرنے میں دیر نہیں کی۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کی جو دو بخشش اور عطا میں کوئی مثال نہ تھی اور اگر دینے میں اسلام کی کوئی مصلحت مد نظر ہوتی تو اور بھی زیادہ جو دو سخا کا مظاہرہ فرماتے ایک شخص کو اس قدر بڑی تعداد میں بکریاں عطا فرمادیں کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں ساتیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس پہنچا تو وہ اپنی قوم میں اسلام کا داعی تھا۔ رسول کریم ﷺ بعض کافروں کو بھی عطا فرماتے اور ارادہ یہ فرماتے کہ اس سے ان کے دل میں اسلام کی جانب میلان پیدا ہو اور بعض نو مسلموں کو بھی عطا فرماتے، تاکہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں۔ اس طرح کے لوگوں کو ”مؤلفۃ القلوب“ کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مؤلفۃ القلوب کی تالیف قلب کا سلسلہ روک دیا تھا۔

اولاً بعض کافر آپ ﷺ کی داد و دہش سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے لیکن چند دن نہ گزرتے کہ اسلام دل میں گھر کر لیتا اور اسلام ساری دنیا کی دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی فراست نبوی سے لوگوں کے امراض کو جان لیتے تھے اور ان کی قلبی کیفیات کو پہچان لیتے اور کمال رحمت و شفقت سے دنیا کے حریص اور مال کے طالب کا علاج مال دے کر فرماتے اور جب وہ ایک مرتبہ فیض نبوی ﷺ سے فیضیاب ہو جاتا ہے تو اس دروازے پر آنے والا خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا ہے۔ حب ایمان دل میں گھر کر جاتی اور اسلام دنیا کی ساری دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۳۴۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۵۸/۱۶)

### اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو عطیہ دینا

۵۵۴. وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمًا فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَغَيْرِ هَؤُلَاءِ كَانُوا أَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ؟ قَالَ : ”إِنَّهُمْ خَيْرٌ مِنِّي أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ أَوْ يَخْلُونِي وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۵۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان لوگوں سے دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا کہ وہ مجھ سے سخت انداز سے سوال کریں اور میں انہیں دوں یا وہ مجھے بخیل قرار دیں اور میں ان کو دوں، حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۵۴):** صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکفاف والقناعة.

**کلمات حدیث:** الفحش : برائی، بدزبانی، بدکلامی، سختی۔ الفاحش قبیح، فحش فحشا (باب کرم) برا ہونا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ کو خلق عظیم اور صبر اور حلم عطا کیا گیا تھا آپ ﷺ جو دو سخا کرنے والے تھے، جاہلوں اور ناشائستہ لوگوں کی باتوں کو بہت تحمل اور شائستگی سے برداشت فرماتے اور اس کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے جو آپ ﷺ سے غیر مناسب طریقے پر پیش آتا۔ عرب کے بہت سے لوگوں میں طبعی جفا اور درشتی تھی ان کی طبیعت میں غلظت اور شدت تھی جب وہ اسلام

قبول کر لیتے تو رفتہ رفتہ یہ برائیاں محاسن میں تبدیل ہو جاتیں۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ابتدائی ایام میں ان کی جاہلی زندگی کا رنگ باقی رہتا۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر کچھ مال عطا فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات میں اس لیے دیتا ہوں کہ وہ مانگنے میں یا تو سختی اور تندہی کا مظاہرہ کریں گے یا مجھے بخیل قرار دیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کو عطا فرما کر ان کی تالیف قلب فرمائی اور بخل کے لفظ سے اپنی ذات مبارک کو محفوظ فرمایا۔

(شرح مسلم للنووی : ۱۳۰/۷۔ روضہ المستقین : ۶۸/۲۔ ذیل الفالحین : ۴۳۵/۲)

## میں نہ بخیل ہوں اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل

۵۵۵. وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ إِلَّا غَرَابٌ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمْرَةٍ فَخَطَفَتْ رِذَاءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "أَعْطُونِي رِذَائِي فَلَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعْمًا لَقَسَمْتُهِ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بِخِيَلًا وَلَا كَذَّابًا وَلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

"مَقْفَلَهُ" : اِی فِی حَالِ رَجُوعِهِ "وَالسَّمْرَةُ" : شَجَرَةٌ . "وَالْعِضَاهُ" : شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ .

(۵۵۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوہ حنین سے واپس پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے اعراب (یعنی دیہاتی) آپ ﷺ کے پاس آئے اور لپٹ کر آپ ﷺ سے سوال کرنے لگے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ نے ایک درخت کا سہارا لے لیا۔ انہوں نے آپ کی چادر بھی لے لی آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دیدو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ (بخاری)

مقفله : واپس آتے ہوئے۔ السمرہ : ایک قسم کا درخت۔ العضاء : خاردار درخت۔

**تخریج حدیث (۵۵۵):** صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما کان النبی ﷺ یعطى المؤلفة قلوبهم .

**کلمات حدیث:** مقفله : آپ کی واپسی کے وقت۔ قفل قفلا قفولا (باب نصر و ضرب) سفر سے واپس آنا۔

**شرح حدیث:** رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے یہ غزوہ ۸ھ میں حنین کے مقام پر ہوا، آپ ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ اولاً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت سے نوازا۔ راستہ میں کچھ اعراب آپ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو گھیر لیا، آپ ایک کیکر کے درخت کے قریب جا گئے اس میں چادر مبارک کسی جھاڑی میں الجھ کر جسم مبارک سے اتر گئی مگر پیکرِ حلم نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا اور پھر کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا کہ میں نے کوئی جھوٹ بولا ہے یا وعدہ خلافی کی ہے یا

بخل کیا ہے۔ (فتح الباری : ۲/۲۴۳۔ ارشاد الساری : ۷/۶۷۔ دلیل الفالحین : ۲/۴۳۶۔ روضة المتقین : ۲/۹۹)

### غزوہ حنین کا مختصر خاکہ

۸ھ میں فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف وغیرہ کے متعدد قبائل نے ایک لشکر جرار تیار کیا ہے اور بڑا ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دس ہزار مہاجرین و انصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کیا دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو بعض صحابہ بے ساختہ بول اٹھے کہ ہم تو بہت تھوڑے تھے جب ہم غالب آتے رہے آج تو ہمارے ساتھ ایک بڑا لشکر ہے۔ یہ جملہ بارگاہِ واحدیت میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا۔ فریقِ مخالف ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار تھا ہوازن کا قبیلہ فن تیر اندازی میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے تیر اندازوں کا ایک دستہ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا اولاً کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سامان چھوڑ کر پسپا ہوئے دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے تیروں کا ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ صرف اللہ کا رسول ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا محیر العقول نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں عباس ایک رکاب اور سفیان بن الحارث دوسری رکاب تھا مے ہوئے سامنے سے چار ہزار کا لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹ پڑتا ہے، ہر طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ رفیقِ اعلیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ہے ربانی تائید اور آسمانی سیکندہ کی غیر مرئی بارش آپ ﷺ پر اور آپ کے رفقاء پر ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں اطمینان و سکون کے ساتھ آواز دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی انہوں نے آپ ﷺ کی طرف سے صحابہ کو پکارا۔ آواز کا پہنچنا تھا کہ صحابہ کرام پلٹ آئے اور ہر ایک کا رخ آپ کی طرف ہو گیا اسی اثناء میں آپ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھائیں اور لشکرِ کفار کی طرف پھینک دیں جو اللہ کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں۔ کفار کنکریوں کے آنکھوں پر پڑنے سے ابھی آنکھیں مل رہے تھے کہ اثناء میں لشکرِ اسلام دوبارہ مجتمع ہو گیا اور اب جو حملہ کیا تو فتح سے ہمکنار تھے۔ بہت سا مال غنیمت ملا اور لشکرِ اسلام نے مدینہ منورہ روانگی کا ارادہ کیا۔

اس واپسی کے سفر میں بعض اعراب نے آکر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا وہ آپ ﷺ سے مال کا سوال کر رہے تھے انہوں نے آپ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ راستے سے ہٹ کر ایک کیکر کے درخت کی طرف چلے گئے اسی اثناء میں چادرِ مبارک جھاڑیوں میں پھنس کر جسم مبارک سے اتر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دید و اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا کیونکہ میں نہ جھوٹا ہوں نہ وعدہ خلاف اور نہ بخل۔

غرض ان اعراب کی تندہ شدت اور سختی پر آپ ﷺ نے کوئی ناگواری ظاہر فرمائی نہ غصہ کا اظہار کیا بلکہ انتہائی صبر و وقار کے ساتھ ان



کی زیادتی کو برداشت فرمایا۔ (فتح الباری: ۲/۲۴۲۔ روضة المتقین: ۲/۹۹، تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

## معاف کرنے سے عزت میں تواضع سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے

۵۵۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ عَرْوًا جَلًّا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی معاف کر دینے سے اللہ کے یہاں عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند فرما دیتے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۵۶):** صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب استحباب العفو والتواضع.

**کلمات حدیث:** صدقہ: جو مال بطور تقرب الی اللہ دیا جائے۔ جمع صدقات.

**شرح حدیث:** اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرما دیتے ہیں اور اس میں سے جو صرف ہو جاتا ہے اور اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور آخرت میں ملنے والا اجر تو بے حساب ہے۔ جو آدمی درگزر سے کام لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں محترم بن جاتا ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت قائم ہو جاتی ہے اور آخرت کا اجر و ثواب اور وہاں کے مقامات بلند اس کے سوا ہیں۔ اسی طرح تواضع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں میں بلند فرما دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۵/۱۱۶۔ روضة المتقین: ۲/۱۰۰۔ نزہة المتقین: ۱/۴۶۲)

## صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی

۵۵۷. وَعَنْ أَبِي كَبْشَةَ عُمَرُو بْنِ سَعْدٍ الْأَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "ثَلَاثَةٌ أَقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظَلَمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لَا رُبْعَةَ نَفَرٍ: عَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرَزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النَّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بَيْنَتِهِمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرَزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَلَا

يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فَلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهُ فَوَزَّرَهُمَا سَوَاءً“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(۵۵۷) حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں تم اسے یاد کر لو صدقہ سے آدمی کا مال کم نہیں ہوتا اور اگر کسی بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ یا آپ ﷺ نے اسی طرح کی کوئی بات فرمائی اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد کر لو۔ دنیا کے اعتبار سے لوگ چار قسم کے ہیں۔ وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا حق اس میں پہچانتا ہے یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ والا ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا لیکن مال نہیں دیا مگر اس کی نیت سچی ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور دونوں کا بدلہ برابر ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ کا حق پہچانتا ہے یہ بدترین مرتبہ والا ہے۔ اور وہ بندہ جس کو اللہ نے نہ علم دیا اور نہ مال دیا مگر وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح برے کام کرتا تو یہ اس کی نیت ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

### تخریج حدیث (۵۵۷):

الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل اربعة نفر .

راوی حدیث: حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت فرمائی بعض احادیث مروی ہیں لیکن تعداد کا تعین نہیں ہے۔ ۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب : ۶۷۴/۲)

کلمات حدیث: مظلمة : وہ شے جو کسی نے کسی سے ظلماً لے لی ہو۔ یا ظالم نے کوئی زیادتی کی ہو جس کا بدلہ نہ لیا جاسکا ہو۔

### شرح حدیث:

حدیث مبارک میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ نشوونما پاتا ہے اور بڑھتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے اور اللہ کے یہاں اجر و ثواب ہے۔ کسی زیادتی پر صبر کرنے کا اللہ کے یہاں بہت بڑا صلہ ہے اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مال اور علم دونوں حاصل ہوں اور انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور دین کی ہدایت پر عمل کرے تو یہ سب سے افضل ہے۔ اگر صرف علم ہو مال نہ ہو لیکن نیت صالح ہو کہ اگر مال بھی ہوتا تو میں کارِ خیر میں خرچ کرتا یہ بھی اپنی نیت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے پہلے ہی کے برابر ہے اور دونوں کا اجر و ثواب مساوی ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کے پاس مال تو ہے مگر وہ علم سے محروم ہے اور وہ مال کو غلط جگہوں پر خرچ کرتا ہے اور اللہ سے بے خوف ہو کر زندگی گزارتا ہے اور ایک اور شخص جس کے پاس نہ علم ہے اور نہ مال ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ مال ہوتا تو میں بھی اس شخص کی طرح فضول خرچی کرتا تو یہ دونوں برابر ہیں اور ان کا گناہ برابر ہے۔ (تحفة الأحمدي : ۳۱/۷۔ روضة المتقين : ۱۰۲/۲۔ نزہة المتقين : ۴۶۳/۱)

## صدقہ کیا ہوا سارا مال باقی ہے

۵۵۸. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا ذَبَحُوا شاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَقِيَ مِنْهَا؟" قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنَاهُ: تَصَدَّقُوا بِهَا إِلَّا كَتِفُهَا فَقَالَ بَقِيََتْ لَنَا فِي الْآخِرَةِ كُلُّهَا إِلَّا كَتِفُهَا.

(۵۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بکری ذبح کی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس بکری میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صرف شانہ باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سب باقی ہے سوائے شانے کے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

معنی یہ ہیں کہ سارا گوشت صدقہ کر دیا گیا تھا۔ سوائے شانہ کے گوشت کے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخرت میں ہمارے لیے سب باقی ہے سوائے اس شانے کے گوشت کے۔

**تخریج حدیث (۵۵۸):** الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فضل التصديق.

**شرح حدیث:** صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے کہ جو مال اللہ کی راہ میں صدقہ دیا گیا ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور اس کا اجر و ثواب باقی رہنے والا ہے اور جو مال اپنے پاس باقی رہ گیا وہ باقی رہنے والا نہیں بلکہ فنا ہونے والا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ﴾

”جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔“ (النحل: ۹۶)

(تحفة الأحوذی: ۲۱۳/۷۔ روضة المتقين: ۱۰۳/۲۔ دلیل الفالحین: ۴۴۰/۲)

## اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو گن گن کر خرچ مت کرو

۵۵۹. وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُؤْكَبِ قِوَاكِي عَلَيْكَ، وَفِي رِوَايَةٍ "أَنْفَقِي أَوْ أَنْفَجِي أَوْ أَنْصَحِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَلَا تُؤْعِي فَيُؤْعِي اللَّهُ عَلَيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَأَنْفَجِي" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنَى "أَنْفَقِي" كَذَلِكَ "أَنْصَحِي".

(۵۵۹) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”مال کو روک کر نہ رکھو کہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔“

اور ایک اور روایت میں ہے کہ خرچ کرو یا عطیہ دو یا پھینک دو۔ گن گن کر نہ رکھو کہ اللہ بھی گن کر دیں گے۔ اور جمع نہ کر کہ اللہ بھی روک لیں گے۔ (متفق علیہ)

انفحی : جاء کے ساتھ اور انفعی ضاد کے ساتھ دونوں کے معنی انفحی کے ہیں۔

**تخریج حدیث (۵۵۹):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقة، صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب البحث علی الانفاق و کراهة الاحصاء.

**کلمات حدیث:** لا تو کی : جمع مت کرو اور باندھ کر مت رکھو اور جو تمہارے پاس ہے اسے روک کر نہ رکھو۔ فیو کی : کہ وہ منقطع ہو جائے گی۔ لا تحصی : مال کو شمار نہ کرو۔ فیحصی : کہ تمہیں دیتے وقت بھی گنا بئے۔ لا نوعی : جو بچ جائے اس برتن میں سنبھال کر نہ رکھو۔ فیوعی اللہ علیک : کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سے اپنے فضل کو روک لیں گے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب دیتے ہیں اسی طرح اللہ کے بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ کے راستے میں بے حساب دیا کریں کیونکہ جزاء عمل عمل کے مساوی ہوتی ہے اگر تم اللہ کے راستے میں دینے میں گنتی اور شمار کرو گے تو اللہ کے یہاں بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔ مؤمن جو اللہ کے رازق ہونے پر یقین کامل رکھتا ہے وہ بچا کر نہیں رکھتا اور ذخیرہ نہیں کرتا بلکہ جس طرح اسے بے حساب ملا ہے اسی طرح بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔

(فتح الباری : ۱/۸۳۰۔ روضة المتقین : ۲/۱۰۳)

## بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال

۵۶۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ تُدِيهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يَنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانُهُ، وَتَعْفُو أَثَرُهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يَنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ خَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوسِعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْجَنَّةُ" الدَّرْعُ، وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْمُنْفِقَ كُلَّمَا أَنْفَقَ سَبَغَتْ وَطَالَتْ حَتَّى تَجْرُورَ آدَاهُ وَتُخْفِيَ رِجْلِيهِ وَآثَرُ مَشْيِهِ وَخُطَوَاتِهِ.

(۵۶۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہوں ان کے بدن پر سینے سے ہنسی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور اس کی کھال پر محیط ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے نشان قدم منادیتی ہے اور بخیل آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ جم جاتا ہے اور وہ اسے کھولنا



چاہتا ہے اور وہ کھلتی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

جنت: زرہ اس کے معنی ہیں کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے گھسنے لگتی ہے اور اس کے پیروں اور اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپا لیتی ہے۔

**تخریج حدیث (۵۶۰):** صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب مثل البخیل والمتصدق۔ صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب مثل المنفق والبخیل۔

**کلمات حدیث:** ثدیہما: ان دونوں کے پستان، ان دونوں کے سینے۔ ثدی ثدی کی جمع ہے۔ تراقیہما: ان دونوں کی ہنسلیاں۔ ترقوۃ: ہنسل جمع تراقی۔ لزقت: چمٹ گئی۔ لزق، لزوقا (باب سمع) چپکنا۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کی اور بخیل کی ایک بہت ہی بلیغ مثال بیان فرمائی کہ دو آدمی ہیں جو زرہ پہننا چاہتے ہیں ان میں سے ایک نے زرہ پہنی تو وہ اس کے جسم پر پھیل گئی اور کھل گئی اور اس کے جسم پر محیط ہو گئی یہاں تک کہ پیروں کی انگلیاں بھی چھپ گئیں اب وہ آدمی چلتا ہے تو اس کے پیروں کے نشان مٹتے جاتے ہیں۔ اور یہ شخص بڑی فراخی اور کشادگی محسوس کرتا ہے اور کسی طرح کی تنگی اور دشواری محسوس نہیں کرتا۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے زرہ پہنی تو وہ اس کے سینہ پر اور اس کی گردن میں پھنس کر رہ گئی نہ وہ کھلتی اور نہ نیچے آتی ہے اور وہ اس کے کھولنے کی جس قدر کوشش کرتا ہے اسی قدر وہ تنگ ہوتی ہے اور سکڑتی ہے اور اس کے حلقے چمٹ کر رہ جاتے ہیں۔

پہلا شخص اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا ہے وہ جس قدر خرچ کرتا ہے اتنا ہی اس کا سینہ وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے قلب میں توسع پیدا ہوتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دوسرا شخص بخیل ہے کہ اگر وہ خرچ کرنا چاہے تو وہ خرچ نہیں کر سکتا کہ اس کا سینہ جکڑا ہوتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے اور مال کی محبت اسے بھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباری: ۱/۸۸۳۔ إرشاد الساری: ۳/۵۶۴۔ روضة المتقین: ۲/۱۰۴۔ دلیل الفالحین: ۲/۴۴۲)

## صرف حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے

۵۶۱. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ ثَمَرَةٍ مِنْ كَسَبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّئُهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّئُ أَحَدُكُمْ فَلَوْهَ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

(۵۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی پاکیزہ کمائی سے کھجور

کے برابر بھی صدقہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی میں سے دیتے ہوئے صدقہ کو قبول فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے

ہاتھ میں لیتے ہیں پھر اس کے دینے والے کے لیے اسے بڑھاتے اور نشوونما دیتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچہ کو پالتا ہے۔  
یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

فلو : گھوڑے کا بچہ۔

### تخریج حدیث (۵۶۱):

صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة من کسب طیب، صحیح مسلم، کتاب

الزکوٰۃ، باب الصدقة من الکسب الطیب.

**کلمات حدیث:** کسب طیب : حلال کمائی۔ ولا یقبل اللہ الا الطیب : اور اللہ تعالیٰ صرف طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں۔

**شرح حدیث:** صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی حلال اور طیب کمائی سے ایک کھجور کی مالیت کے برابر اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتے ہیں یعنی اسے شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں پھر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں اور نشوونما دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ صدقہ بڑھ کر ایک پہاڑ بن جاتا ہے یا اس کا اجر و ثواب مثل پہاڑ کے ہو جاتا ہے۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ صدقہ کی کمی یا زیادتی اہم نہیں ہے، اہم اخلاص اور حسن نیت ہے، خلوص اور حسن نیت سے دیا گیا صدقہ خواہ مقدار میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ اللہ کی رضا اور قبولیت حاصل کرتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ صدقہ کو نشوونما دے کر اور اسے بڑھا کر پہاڑ کے برابر بنادینے کے دونوں معنی ہیں کہ وہ فی الواقع مثل پہاڑ کے ہو جائے گا کہ میزان عمل میں اس کا وزن زیادہ ہو یا یہ کہ اس کا اجر و ثواب بڑھ کر پہاڑ کے مانند ہو جائے گا۔

(فتح الباری : ۱/۸۲۲۔ إرشاد الساری : ۳/۵۲۶۔ عمدة القاری : ۸/۳۸۸۔ مرقاة المصابیح : ۴/۲۰۰)

## صرف کرنے والے کی زمین پر بارش برسنے کا واقعہ

۵۶۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شُرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدْ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَبَعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمُسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنْ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَا وَهُ يَقُولُ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا؟ فَقَالَ: أَمَا إِذْ قُلْتُ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَأَكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَارُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

”الْحَرَّةُ“: الْأَرْضُ الْمَلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ، ”الشَّرْجَةُ“ بَفَتْحِ الشَّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَإِسْكَانِ الرَّاءِ

## وَبِالْجِيمِ : هِيَ مَسِيلُ الْمَاءِ .

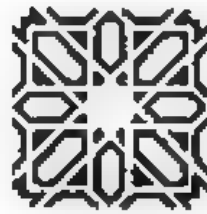
(۵۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک بادل میں سے آواز آتی ہوئی سنی کہ فلاں باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل ہٹ گیا اور اس نے ایک پتھر ملی زمین پر پانی برسا دیا اور نالوں میں سے ایک نالہ میں سارا پانی جمع ہو گیا اور وہ پانی نالے میں چلنے لگا یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے چلا۔ دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا بیچے سے پانی لگا رہا ہے۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز میں سنا تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! تو کیوں میرا نام پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ کیا عمل ہے جو تو کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے یہ بات کہی ہے تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ باغ کی پیداوار کا اندازہ کر کے ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں ایک تہائی اپنے عیال پر صرف کرتا ہوں اور باقی ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

حرہ : پتھر ملی زمین، سیاہ پتھروں والی زمین۔ شرحہ : پانی کی گزرگاہ، برساتی نالہ۔

**تخریج حدیث (۵۶۲):** صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفاق، باب الصدقة فی المساکین۔

**کلمات حدیث:** حرہ : سیاہ پتھروں والی زمین۔ شرحہ : پانی کا نالہ، برساتی پانی کی گزرگاہ۔ فتنحی : ہٹ گیا اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

**شرح حدیث:** حدیث میں صدقہ کی فضیلت اور مساکین اور مسافروں سے حسن سلوک کا اجر اور اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نہ صرف یہ کہ آخرت میں بھی اجر و ثواب ہے بلکہ دنیا میں بھی اس میں اضافہ اور برکت ہوتی اور اللہ کی رحمت اس مال کی جانب متوجہ ہوتی ہے جس میں صدقہ دیا گیا ہو۔ (شرح مسلم للنووی ۸۸/۱۸)



الباب (۶۱)

## النَّهْيُ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ بخل اور حرص کی ممانعت

مرنے کے بعد اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا

۱۸۴. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحَسَنَى ﴿۹﴾ فَسَيَسِيرُهُ لِلْعُسْرَى ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ﴿۱۱﴾﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”جس نے بخل کیا ہے پرواہ ہو گیا اور اچھی بات کی تکذیب کی، ہم اس کو عنقریب پہنچا دیں گے سختی میں اور جب یہ گڑھے میں گرے گا

تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (اللیل: ۸)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا اس کی خوشنودی اور آخرت کی پروا نہ کی اور اللہ کے وعدوں

اور اس کی ہدایات کو جھوٹ جانا اس کا دل روز بروز سخت اور تنگ ہوتا چلا جائے گا نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الہی کی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب برے عمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لیے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الہی کے موافق اپنے ارادے اور اختیار سے پسند کر لیا ہے۔

**جو شخص بخل سے بچا رہے وہ کامیاب ہے**

۱۸۵. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۱﴾﴾

وَأَمَّا الْآخَادِيثُ فَتَقَدَّمَ جُمْلَةٌ مِنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ (التغابن: ۱۶)

پچھلے باب میں متعدد احادیث اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں۔

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ مراد کو وہی پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچا لے اور حرص و بخل سے

محفوظ فرمادے، کیونکہ اللہ کی راہ میں خلوص اور حسن نیت کے ساتھ حلال اور طیب مال خرچ کرنا ہی فلاح اور کامیابی ہے کہ یہ مال آگے پہنچ

کرؤ خیرہ ہو جاتا ہے اور ختم ہونے اور فنا ہونے سے بچ جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)



## ظلم قیامت کے روز اندھیرے کا باعث ہوگا

۵۶۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۶۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے اور بخل و حرص سے بچو، بخل اور حرص ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور انہیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۶۳):** صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم الظلم.

**کلمات حدیث:** سفکوا: خون بہایا، انہوں نے خون ریزی کی۔ سفک سفکاً (باب ضرب) خون بہانا، خونریزی کرنا۔  
**شرح حدیث:** ظلم و زیادتی اور کسی کے ساتھ نا انصافی سے پیش آنا قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ روز قیامت سخت اندھیرا ہوگا اور ایک اندھیرا ظلم کا ہوگا جس میں ظالم بھٹکتا پھرے گا اور نجات کا راستہ نہ پاسکے گا۔ جبکہ مومن کے آگے پیچھے نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلے گا اور جنت کا راستہ پالے گا۔ بہر حال ظلم و زیادتی سے بچنا اور بخل سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نفس کا شح لوگوں کا مال نا جائز ذرائع سے کھانے کو کہا جاتا ہے۔ صرف اپنا مال روک رکھنا اور اسے خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱۰۸/۲ - نزہۃ المتقین: ۴۶۸/۱ - مظاہر حق: ۲/۲۴۴)



## الْإِثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ ایثار و مواسات

### انصارِ مدینہ کی تعریف

۱۸۶. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”اور وہ ان کو اپنی جان پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ سے ہوں۔“ (الحشر: ۹)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابہ خود تنگی اور احتیاج کے باوجود اپنے آپ پر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور خود سختیاں اٹھا کر اور فاقے برادشت کر کے اگر ان کی بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔

### ضرورت کے باوجود مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں

۱۸۷. وَقَالَ تَعَالَى :

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین کو یتیم کو اور اسیر کو۔“ (الذہر: ۸)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وصف بیان ہو رہا ہے کہ وہ باوجود خواہش اور احتیاج کے اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر، حدیث میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ صحابہ کرام اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے، حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ (تفسیر عثمانی - معارف القرآن)

### مہمان کی خاطر چراغ گل کرنے کا واقعہ

۵۶۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنِّي

مَجْهُودٌ فَأَرْسَلْ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَقَالَتْ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى

فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ، حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ، لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ يُصِيفُ هَذَا اللَّيْلَةَ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَنْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ فَقَالَ لَامْرَأَتِهِ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ "قَالَ لَامْرَأَتِهِ: هَلْ لَكَ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟" قَالَتْ، لَا، إِلَّا قُوتٌ صِبْيَانِي قَالَ: عَلَيْهِمْ بِشَيْءٍ فَإِذَا ارَادُوا الْعِشَاءَ فَتَوَمِّمِهِمْ وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاطْفِي السِّيرَاجَ وَارِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ فَقَعِدُوا وَآكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَارِئِينَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: "لَقَدْ عَجَبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ آپ ﷺ نے ازواج میں سے کسی کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ آج کی رات کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں، وہ اسے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کا اکرام کر۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان صحابی نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا کہ نہیں صرف میرے بچوں کی خوراک ہے انہوں نے کہا کہ بچوں کو کسی طرح بہلا دو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اور جب مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ گویا ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ غرض سب بیٹھ گئے مہمان نے کھانا کھایا اور ان دونوں نے رات بھوکے گزاری۔ اگلی صبح جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ کل رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اللہ بہت خوش ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج حدیث (۵۶۲):** صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة۔

صحیح مسلم، کتاب الاشریۃ، باب اکرام الضیف وفضل الایثار۔

**کلمات حدیث:** مجھو د: تکلیف رسیدہ، بد حال، بھوک کا ستایا ہوا۔ جھد عیشہ: اس کی زندگی دشوار اور پر مشقت ہوگی۔ رحل: فرود گاہ، اقامت گاہ۔ فعللیہم: تم انہیں بہلا دو اور کسی بات میں مشغول کر دو کہ وہ کھانا نہ مانگیں۔

**شرح حدیث:** ایک صاحب سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک کی شکایت کی، آپ کے گھر میں پانی کے سوا

کچھ نہ تھا، آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کون اس کی مہمان نوازی کرے گا ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کروں گا۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی ابو طلحہ تھے کسی نے کہا کہ ثابت بن قیس تھے اور ایک اور قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ تھے۔

اگلے دن جب یہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رات کے عمل پر

رضامندی اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

”اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ضرورت مند ہوں۔“

(فتح الباری : ۴۵۰/۲ - إرشاد الساری : ۲۷۱/۸ - روضة المتقين : ۱۰۹/۲ - دليل الفالحين : ۴۵۰/۲)

## دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے

۵۶۵. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ”طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ.“

(۵۶۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین

کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہے دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے۔

تخریج حدیث (۵۶۵): صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنین . صحیح مسلم،

کتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل .

کلمات حدیث: کافی : پورا۔ کافی : کفایت کرنے والا۔ کفی کفاية (باب ضرب) کافی ہونا۔

شرح حدیث: ایک آدمی اگر سیر ہو کر کھائے تو اتنا کھانا دو آدمی کھا سکتے ہیں جس سے ان کی بھوک رفع ہو جائے گی اور جسمانی قوت عمل و حرکت کے لیے برقرار رہے گی۔ مقصود حدیث یہ ہے کہ انسان پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے بلکہ اپنے کھانے میں ضرورت مندوں اور محتاجوں کو شریک کرے کہ قدر کفایت پر گزارا کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اگر آدمی کے پاس کھانا کم ہو تو دوسروں کو اس میں شریک کرنے سے حجاب نہ ہونا چاہیے۔ ابن المہلب فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک کا مطلوب قدر کفایت پر قناعت اختیار کرنے کی ترغیب اور دوسروں کے ساتھ مواسات اور مہمان نوازی کی ترغیب ہے۔ (فتح الباری : ۱۱۵۰/۲ - إرشاد الساری : ۱۶۲/۱۲)

## جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہو وہ دوسرے کو دیدے

۵۶۶. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ” مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ ظَهَرَ فَلْيُعْذِ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهَرَ لَهُ ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيُعْذِ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ ، ” فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لَهَا فِي فَضْلِ رِوَاةٍ مُسْلِمٌ

(۵۶۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظریں گھما کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس کھانا نہ ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف اشیاء کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کا اس کی ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

**تخریج حدیث (۵۶۶):** صحیح البخاری، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال .

**کلمات حدیث:** راحلته : اس کی سواری، سواری کا جانور۔ رحل رحلة (باب فتح) سفر کرنا۔ رحلة : سفر۔ الرحلة فی طلب العلم : علم کے حصول کے لیے سفر کرنا، بطور خاص حدیث کے سماع کے لیے سفر کرنا۔ علامہ خطیب بغدادی کی کتاب ہے جس میں ان محدثین کا ذکر ہے جنہوں نے حدیث کے سننے کے لیے سفر کیا۔

**شرح حدیث:** مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور مواسات اور تعاون کا معاملہ کریں جس چیز کی جس کو ضرورت ہو اور اپنی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دیدینا چاہیے۔ صحابہ کرام کی زندگی اس طرز حیات کی مکمل تعبیر ہے۔ وہ ایثار و قربانی تعاون باہمی اور اخوت و مودت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ وہ بنی نوع انسان کی طویل تاریخ میں انسانیت کا اس قدر اعلیٰ مثال تھے کہ ان کی طرح کی جماعت نہ پہلے کبھی آئی اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔ (رضی اللہ عنہم ورضوانہ)

(روضۃ المتقین : ۱۱۱/۲ - دلیل الفالحین : ۴۵۲/۲)

### رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی کو کفن کے لیے اپنی چادر عطیہ کرنا

۵۶۷. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُذَّةٍ مَنْسُوجَةٍ فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لَا كُسُوكَهَا فَآخِذْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لِإِزَارُهُ، فَقَالَ فَلَانٌ: اكْسِينِيهَا مَا أَحْسَنَهَا! فَقَالَ: ”نَعَمْ“ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَّأَهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ لِبِسِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا! فَقَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ، لَا لِبِسِهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لَتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۶۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی ایک بٹی ہوئی چادر

لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے تاکہ آپ ﷺ کو پہناؤں۔ آپ نے اپنی حاجت کے پیش نظر قبول فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے بطور تہنید باندھ کر تشریف لائے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر بہت اچھی ہے، یہ آپ مجھے دیدیتے آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ مجلس سے اٹھ گئے پھر اسے لپیٹ کر اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا رسول اللہ کو ضرورت تھی اور آپ نے اسے پہن لیا تھا تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی ہے بلکہ اس لیے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن بن جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ اس شخص کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔ (بخاری)

### تخریج حدیث (۵۶۷):

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ.

کلمات حدیث: منسوجة: بنی ہوئی۔ بردة منسوجة: بنی ہوئی چادر۔ نسج نسجاً (باب نصر) کپڑا بننا۔

### شرح حدیث:

رسول اللہ ﷺ جو دو سخا میں مثل باد نسیم تھے آپ ﷺ نے کبھی سائل کے جواب میں انکار نہیں فرمایا، ہمیشہ جس نے جو سوال کیا وہ پورا فرما دیا اگرچہ کچھ نہ ہو تو آئندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ کسی عورت نے آپ ﷺ کو ایک چادر اپنے ہاتھوں سے بن کر پیش کی آپ ﷺ کو بھی حاجت تھی آپ ﷺ نے پہن لی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! بہت اچھی ہے مجھے عنایت فرمادیتے۔ اسی وقت اٹھ کر اندر چلے گئے اور چادر ان صحابی کو بھجوا دی۔ محبت الطبری کا بیان ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا کہ آپ نے کیوں یہ چادر مانگ لی جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی اور تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے کفن کے لیے لی ہے اور انہیں اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے کفن کا انتظام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں موت کا سامان تیار کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اوقات فراغ میں بطور خاص موت کو یاد کرے اور اس کی تیاری کرے۔ ایک حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”سب سے افضل مؤمن وہ شخص ہے جو کثرت سے موت کو یاد کرے اور اس کی خوب تیاری کرے۔“

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صلحاء نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر بھی کھودی ہے تاکہ قبر اور موت کا تصور متماثل ہو جائے، جبکہ بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ کوئی امر مستحب ہوتا تو صحابہ کرام ضرور فرماتے صحیح یہ ہے کہ اہل ایمان جس کام کو اچھا جانیں وہ اللہ کی نظر میں بھی اچھا ہے۔ خاص طور پر جبکہ یہ عمل صلحاء اختیار کا ہو۔ واللہ اعلم

(فتح الباری: ۱/۷۶۶۔ عمدۃ القاری: ۸/۸۸۔ إرشاد الساری: ۳/۳۵۰)

## اشعریین کی تعریف

۵۶۸. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنَّ الْأَشْعَرِيَّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قُلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عَنْدهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .  
 " أَرْمَلُوا " فَرَّغَ زَادُهُمْ أَوْ قَارَبَ .

(۵۶۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اشعر کے لوگ جب جہاد میں ان کا زور ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ میں ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو سب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں پھر اس کو برتنوں میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (متفق علیہ)  
 ارملا: کے معنی ہیں ان کا زور ختم ہو گیا یا ختم ہونے کے قریب ہے۔

**تخریج حدیث (۵۶۸):** صحیح البخاری، کتاب الشریکۃ، باب الشریکۃ فی الطعام، صحیح مسلم، کتاب فضائل

الصحابۃ، باب من فضائل الاشعریین۔

**کلمات حدیث:** ارملا: فقیر ہو گئے، کھانے کے لیے کچھ نہ رہا۔ فہو منی: وہ مجھ سے ہیں، یعنی اخلاق و عادات میں مجھ سے قریب ہیں۔ انا منہم: میں ان میں سے ہوں، اتحاد اور اللہ کے احکام کی اتباع میں ہم باہم متفق ہیں۔

**شرح حدیث:** اشعری قبیلے کے لوگوں کا یہ طریقہ مروج تھا کہ جب وہ فقر و احتیاج کے دور سے گزرتے اور کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہو جاتی تو تمام لوگ اپنی اشیاء لا کر ایک چادر پر رکھ دیتے پھر یہ اشیاء سب کے درمیان برابر تقسیم کر دی جاتیں۔ یہ باہمی تعاون، ہمدردی اور مواسات کی ایک اعلیٰ مثال ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس حدیث میں اشعری قبیلے کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا اور اس ایثار اور مواسات کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو ان کے

درمیان موجود تھی۔ (فتح الباری: ۲/۲۷۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۵۰/۱۵۔ روضة المتقین: ۱۱۳/۲)



الباب (۶۳)

التَّنَافُسُ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ وَالْأَسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ  
امورِ آخرت میں تنافس اور اشیاءِ متبرکہ کی کثرت کی رغبت

۱۸۸. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَفِسُونَ﴾ (۶۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

”حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے۔“ (المطففين: ۲۶)

**تفسیری نکات:** مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تنافس کے معنی امورِ خیر میں مسابقت کے ہیں کہ مرغوب اور اچھی شے کے حصول کے لیے سب لوگ سعی کریں اور اس کے حصول میں مسابقت کریں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری نیکیوں میں مسابقت اور امورِ خیر کی طرف بڑھنے میں جلدی اور عجلت محبوب ہے کہ اعمالِ صالحہ ہی جنت کی جانب لے جانے والے ہیں۔

(معارف القرآن۔ تفسیری مظہری)

### دائیں طرف سے تقسیم کرنا مستحب ہے

۵۶۹. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْإِسْخَاقُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ”أَنَا ذَنْ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟“ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أُؤَيِّرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. فَتَلَّهٗ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”تَلَّهٗ“ بِالتَّاءِ الْمُثَنَاءِ فَوْقَ : آيَ وَضَعَهُ وَهَذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

(۵۶۹) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان لوگوں کو دے دوں مگر لڑکے نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ملنے والے حصے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (متفق علیہ)

تلہ : یعنی رکھ دیا۔ یہ غلام (لڑکا) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

**تخریج حدیث (۵۶۹):** صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب إذا اذن له . صحیح مسلم، کتاب الاشرۃ، باب

استحباب ادارة الماء واللبن نحوهما على يمين المبتدى .



**کلمات حدیث:**

شراب: مشروب جمع اشربة۔ بنصیبی: آپ ﷺ کے بچے ہوئے میں سے مجھے جو حصہ ملا ہے۔

**شرح حدیث:**

رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا، اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو اس وقت نو عمر تھے لیکن نو عمری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل اور فراست سے نوازا تھا۔ انہوں نے بیت نبوت ﷺ ہی میں نشوونما پائی تھی وہ حضور کے چچا زاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعاء فرمائی تھی:

”اللہم فقه فی الدین“

”اے اللہ اسے دین کا فہم عطا فرما۔“

اور جو بزرگ حضور ﷺ کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مشروب میں سے پیا پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان بزرگوں کو دیدوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے مجھے حصہ ملے تو میں اس میں اپنے آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے گھر کی ایک بکری کا دودھ دوھا گیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں موجود ایک کنوئیں کا پانی ملایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کو پیالہ میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور جب آپ ﷺ نے پیالہ منہ سے ہٹایا تو اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ اپنا بچا ہوا اس اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہیں انہیں دیدیتے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ہوئے اعرابی کو دیدیا اور فرمایا کہ دائیں جانب کو مقدم رکھا جائے۔

ہر معاملہ میں ابتداء بالیمین یعنی داہنے ہاتھ سے کام کرنا اور داہنی طرف سے ابتداء کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ اسی طرح فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ کم سن تھے اس لیے ان سے پوچھ لیا لیکن اعرابی سے نہیں پوچھا بلکہ حضرت عمر کے کہنے کے باوجود کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیدیتے اعرابی کو دیدیا جس سے یہ بات موکد ہو گئی کہ اگر مجلس میں ایک سے زیادہ لوگ ہوں اور کوئی شے دینا ہو تو دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے۔

ابو یعلیٰ موصلی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”بڑوں کو پہلے دو“ تو یہ غالباً اس صورت پر محمول ہے جبکہ شرکاء مجلس دائیں جانب نہ ہوں بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے ہوں۔

## حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈیوں کی بارش

۵۷۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " بَيْنَا أَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ غُرِيَانَا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ . فَنَادَاهُ رَبُّهُ 'عَزَّوَجَلَّ' : يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنِيْكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ : بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام پر ہنہ غسل کر رہے تھے کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پکارا اے ایوب! کیا میں نے تمہیں ان چیزوں سے مستغنی نہیں کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہاں بلاشبہ لیکن آپ کی عزت کی قسم آپ کی برکتوں سے بے نیازی نہیں ہو سکتی!

**تخریج حدیث (۵۷۰):** صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ وایوب اذ نادى ربه .

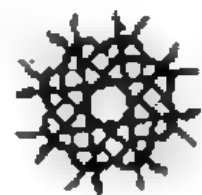
**کلمات حدیث:** جراد : ٹڈی۔ جراد من ذهب : سونے کی ٹکڑے جو ٹڈی کے مشابہ تھے۔ یحییٰ : ان کو پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔

**شرح حدیث:** علماء فرماتے ہیں کہ اگر آدمی ایسی جگہ ہو جہاں اس کے جسم پر کسی کی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو برہنہ نہا سکتا ہے، البتہ مستحب یہ ہے اور حیا کا تقاضا ہے کہ پھر بھی ستر پوشی کا اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان کے فضل و کرم کا انسان ہر حال میں اور ہر وقت محتاج ہے کوئی خواہ کتنا ہی توانگر ہو اللہ کے سامنے تو وہ فقیر اور محتاج ہی ہے دولت مند اور صاحب ثروت تو وہ دوسرے انسانوں کے سامنے ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم سے کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب کی عزت کی قسم بلاشبہ آپ کی نوازشیں پہلے ہی بے شمار ہیں لیکن میں آپ کی مزید نعمتوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں اس نعمت کو بھی سمیٹ رہا ہوں جو آپ نے اس وقت میری جانب بھیجی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو کہ مال و دولت کی کثرت کی حرص اسے اللہ کے احکام سے نہیں ہٹائے گی بلکہ وہ مال کی زیادتی کی صورت میں اسے زیادہ وجوہ خیر میں صرف کر سکے گا تو ایسے شخص کو مال کی حرص کرنا اور اس کے حصول کی تمنا کرنا درست ہے۔

(فتح الباری : ۳۸۲/۱۔ إرشاد الساری : ۵۱۹/۱۔ روضة المتقین : ۱۱۵/۲۔ مظاهر حق : ۲۷۶/۵)



الباقی (۶۴)

فَضْلُ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ أَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَجْهِهِ وَصَرَفَهُ  
فِي وَجْهِهِ الْمَأْمُورِ بِهَا  
غنی شاکر کی فضیلت یعنی جو مال جائز طریقے پر حاصل کر لے  
اور ان مصارف میں صرف کرے جن میں صرف کرنے کا حکم ہے

### کس کو نیک اعمال کی توفیق ملے

۱۷۹. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيسِرُّهُ لِّلْیُسْرَى ۝ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھائی کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی کی طرف پہنچادیں گے۔“

(اللیل: ۵)

**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص خیر کے کاموں میں اپنے مال کو صرف کرتا ہے اور اللہ کی خشت اس کے دل میں جاگزیں ہے اور وہ ہر مرحلے پر اپنے رب سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات کو سچ جانتا ہے اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے ہم نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام میں پہنچادیں گے جس کا نام جنت ہے۔

(تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

### اللہ کی خاطر مال دینے والا جہنم سے محفوظ رہے گا

۱۸۰. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا  
أَبْغَاءَ وَجْهِ رِئْهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان

پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔“ (اللیل: ۱۷۹)

**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اس خرچ کرنے سے کسی کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں ہے

بلکہ خالص رضائے مولیٰ اور دیدار الہی کی تمنا میں گھریا رٹا رہا ہے تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا۔ اگرچہ یہ مضمون عام ہے لیکن بہت سی روایات معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا نزول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے، زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی ہونے کی تصدیق قرآن کریم میں کی جائے اور اسے ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ (۲۱) کی بشارت سنائی جائے۔ (تفسیر عثمانی - تفسیری مظہری)

## چھپا کر صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے

۱۹۱. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿إِنْ بُدُّوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (۷۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”اگر تم ظاہر کر کے صدقہ دو جب بھی اچھی بات ہے اور اگر اس کو مخفی طور سے فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ

تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔“ (البقرہ: ۲۷۱)

**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر تم علی الاعلان راہ حق میں صرف کرو اور کھلم کھلا وجوہ خیر میں خرچ کرو کہ اس سے دیکھنے والوں کو بھی رغبت اور شوق پیدا ہو اور وہ بھی وجوہ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں تو یہ بہت خوب ہے اور اگر چھپا کر خیرات کرو تا کہ تمہارا عمل شائبہ ریا سے پاک ہو تو یہ بھی اچھا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال صرف کرنا اور وجوہ خیر میں دینا ہر حال میں بہتر ہے خواہ اس کا اظہار ہو یا اخفاء کہ دونوں ہی بہتر ہیں البتہ موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری ہے۔ (تفسیر عثمانی)

## اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب چیز صدقہ کرنا

۱۹۲. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿لَنْ نَسْأَلَهُمُ الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (۹۲)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”تم نیکی کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتے ہیں۔“

(آل عمران: ۹۲)

طاعتوں میں مال خرچ کرنے کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو مشہور و معلوم ہیں۔



**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں فرمایا کہ کمالِ برتو اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنا محبوب ترین مال اللہ کے راستے میں دو گے جس قدر پیاری اور محبوب چیز ہو اور جس قدر خلوص اور اخلاص نیت ہو اسی کے مطابق اللہ کے یہاں سے اس کا صلہ ملے گا۔

### قابل رشک مسلمان

۵۷۱. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَةٍ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ قَرِيبًا .

(۵۷۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو باتوں میں رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے حق کے راستے میں صرف کرے اور وہ شخص جسے اللہ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ)  
اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے۔

**تخریج حدیث (۵۷۱):** صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة . صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن و یعلمه .

**کلمات حدیث:** حکمت: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد قرآن ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنت رسول ﷺ ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ حکمت سے مراد وہ تمام احکام و علوم ہیں جن پر قرآن و سنت مشتمل ہیں۔  
**شرح حدیث:** مال کو اس لیے کمانا چاہیے کہ اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیا جائے اور اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں ان پر عمل کیا جائے اور علم اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھایا جائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا جائے۔ مال اور علم یہ دو ایسے چیزیں ہیں جن میں رشک کرنا جائز ہے اور آدمی ان کے حصول کی اللہ سے دعا کر سکتا ہے، بشرطیکہ ان کے صحیح استعمال کی نیت ہو، حقیقت ہے کہ مال کا وجوہ خیر میں صرف کرنا اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اور علم کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہونا نعمتِ علم کا شکر ادا کرنا ہے۔  
اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۵۴۲) گزر چکی ہے۔ (نزہۃ المتقین: ۲/۴۷۵)

### صرف دو آدمیوں پر حسد جائز ہے

۵۷۲. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”الْأَنَاءُ“ : السَّاعَاتُ .

(۵۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو باتوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا اور وہ اس پر عمل پیرا ہے شب و روز کے تمام اوقات میں اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے شب و روز کے تمام اوقات میں۔ (متفق علیہ)

آناء : کے معنی ساعات یعنی اوقات۔

**تخریج حدیث (۵۷۲):** صحیح البخاری، کتاب التوحید، صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

**کلمات حدیث:** آتاه القرآن : اللہ نے اسے قرآن عطا کیا یعنی فہم قرآن عطا کیا اور اس نے حفظ کیا اور سمجھا۔ فہو يقوم به : وہ اس کو قائم کرتا ہے، یعنی اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

**شرح حدیث:** حدیث مبارک میں حسد کا لفظ استعمال ہوا۔ حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرنا۔ بعض علماء نے کہا کہ حسد وہ ہے کہ یہ تمنا کرے کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو جائے اور اسے مل جائے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ حسد کے معنی زوال نعمت غیر کے ہیں مگر اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ ہے جس کے معنی ہیں کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہو لیکن دوسرے کے پاس سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا نہ کرے۔ یعنی اگر کسی کے پاس مال ہو اور کوئی شخص اپنے دل میں یہ آرزو کرے کہ اگر اللہ مجھے بھی مال عطا کر دے تو میں بھی اللہ کے راستے میں خرچ کروں تو یہ غبطہ (رشک) ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں فرمایا کہ رشک کے جواز کی بھی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کسی کے پاس مال ہو اور وہ اس مال کو شب و روز اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہو دوسرا آدمی جس کے پاس مال نہیں ہے وہ یہ خواہش کرے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کروں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ نے قرآن کا علم اور اس کا فہم عطا فرمایا ہے اور وہ شب و روز خود بھی اس کے مطابق عمل کر رہا ہے اور لوگوں کو بھی تعلیم دے کہ قرآن کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

علماء کرام نے فرمایا کہ حسد کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور مجازی۔ حقیقی حسد کسی کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، یہ حسد حرام ہے اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ مجازی حسد وہ ہے جسے غبطہ (رشک) کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں اس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسرے کے پاس ہے بغیر اس کے کہ دوسرے شخص سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرے اگر اس کا تعلق مباح امور سے ہے تو یہ رشک مباح ہوگا اور اگر اس کا تعلق طاعات سے ہے تو یہ مستحب ہوگا۔ (روضۃ المتقین: ۱۶۷/۲ - شرح صحیح مسلم للنووی: ۸۴/۶)

### تسبیحات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

۵۷۳. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ اتَّوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْدرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ فَقَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟" فَقَالُوا: يَصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيَعْتِقُونَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تَذَرُكُمْ بِهِ مِنْ سَبَقِكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟" قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "تُسَبِّحُونَ . وَتُحَمِّدُونَ وَتُكَبِّرُونَ ذُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً" فَرَجَعَ فَقَرَأَ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهَذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ .

"الدُّثُورُ" الْأَمْوَالُ الْكَثِيرَةُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

(۵۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراءِ مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اربابِ ثروت بلند درجات اور دائمی نعمتیں لے گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں مگر وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے پاتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ذریعے تم ان کو پالو جو تم سے آگے نکل گئے اور ان سے آگے نکل جاؤ جو تمہارے بعد ہیں اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو جب تک وہی عمل نہ کرے جو تم کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔ فقراءِ مہاجرین دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے عمل کا علم ہو گیا اور وہ بھی اسی طرح کرنے لگے جس طرح ہم کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمادے۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

"دثور" کے معنی اموال کثیرہ کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

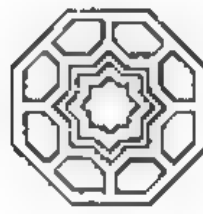
**تخریج حدیث (۵۷۳):** صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوة . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة .

**کلمات حدیث:** الدرجات العلی: بلند درجات، علی مقامات، قرب الہی۔ النعیم المقیم: ایسی نعمتیں جو نعم کے پاس ہمیشہ رہیں اور اس سے کبھی واپس نہ لی جائیں۔ یعنی جنت کی نعمتیں۔ تسبحون: تم سبحان اللہ کہو، تم تسبیح کرو۔ سبح نسبحا (باب تفعیل) اللہ کی تسبیح کرنا۔ سبحان اللہ کہنا۔ تحمدون: تم اللہ کی حمد بیان کرو، یعنی الحمد للہ کہو۔ تکبرون: تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، یعنی اللہ اکبر کہو۔

**شرح حدیث:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمالِ خیر میں مسابقت فرماتے اور ان کی سعی و کوشش ہوتی کہ اعمالِ خیر میں جس قدر ہو سکے اضافہ ہو اور جو بات لسانِ نبوت ﷺ سے صادر ہو اس پر فوراً عمل کریں اسی جذبہ شوق عمل کے تحت بعض فقراءِ مہاجرین رسول اللہ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ایک حضرت ابودرداء تھے جیسا کہ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ان حضرات نے عرض کیا کہ ارباب ثروت آخرت کے بلند مقامات اور جنت کی دائمی نعمتوں میں ہم پر بازی لے گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ عرض کیا کہ جسمانی اور بدنی عبادتیں جو ہم کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ جو مالی عبادات انجام دیتے ہیں ہم مال نہ ہونے کی بناء پر ان سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ ان صحابہ کرام نے یہ عمل شروع کیا تو تمام صحابہ کو علم ہو گیا اور سب تسبیح، تحمید اور تکبیر کرنے لگے۔ یہ حضرات پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ جو عمل آپ ﷺ نے ہمیں بتایا ہمارے بھائیوں کو اس کا علم ہو گیا اور وہ بھی یہ عمل کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہے عطا فرما دے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں حدیث سے متعلق متعدد پہلوؤں پر گفتگو کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کیا غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔ اکثر صوفیہ کی رائے یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ طریقت کا مدار تہذیب نفس اور اس کی ریاضت پر ہے اور یہ وصف فقراء میں بہ نسبت اغنیاء کے زیادہ ہوتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہی پسند ہے جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اور آپ کے صحابہ کے لیے پسند فرمایا یعنی فقر اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ فقراء مسلمین جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے اور اغنیاء جنت اور جہنم کے درمیان پل پر روک لیے جائیں گے اور وہاں ان سے ان کے زائد اموال کے بارے میں سوال ہو رہا ہوگا۔

(فتح الباری : ۶۰۱/۱۔ ارشاد الساری : ۵۰۳/۲۔ عمدۃ القاری : ۱۸۳/۷۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۷۹/۵)





المبانی (۶۵)

ذِكْرُ الْمَوْتِ وَقَصْرُ الْأَمَلِ  
موت کو یاد کرنا اور آرزوؤں کو کم کرنا

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

۱۹۴. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُ أَجُورَ كُفٍّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَن زُحِرَ عَنِ النَّكَارِ  
وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَمْتَعٌ الْغُرُورِ ۝۱۸۵﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکہ کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)“  
**تفسیری نکات:** پہلی آیت میں فرمایا کہ ہر ذی روح اور جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ ایسی اٹل حقیقت ہے اور اس قدر واضح حقیقت ہے کہ کسی دلیل کی بھی محتاج نہیں ہے مگر تعجب ہے کہ انسان سب سے زیادہ اسی سے غافل اور بے پرواہ ہے موت کے بعد ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری)

۱۹۵. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا ذَاتُكَ سِبْ غَدًا وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَأْيَ أَرْضٍ تَمُوتُ ۝۱۸۶﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

”نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کل کیا کچھ کرے گا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔“ (لقمان: ۳۳)  
**تفسیری نکات:** دوسری آیت میں فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی، کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، کسی کو خبر نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کے لیے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آجائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کہاں سے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل کی نیکی سے ضرور کر لے گا اور توبہ کی توفیق مل جائے گی؟ (تفسیر عثمانی)

۱۹۶. وَقَالَ تَعَالَى:

﴿فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَشْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝۱۸۷﴾

اور فرمایا کہ

”جب ان کی اجل آجائے گی تو نہ ایک گھڑی موخر ہوگی اور نہ مقدم۔ (النحل: ۶۱)“  
**تفسیری نکات:** تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بد عملی اور نافرمانی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو

چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ نے اجل کا یعنی موت کا اور موت کے بعد جزا و سزا کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقرر وقت سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

## موت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لے

۱۹۷۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُلْهِكُمْ ءَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١﴾ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢﴾ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٣﴾﴾

اور فرمایا کہ

”اے اہل ایمان تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کر دو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے رب اگر تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیتا تو میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا اور جب کسی کا مقرر وقت آ جاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“ (المنافقون: ۹)

**تفسیری نکات:** چوتھی آیت میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے یعنی آدمی کے لیے بڑے خسارے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے۔ مال و اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور عبادت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون نہ ملا۔ (تفسیر عثمانی)

## مرنے کے بعد دنیا میں آنے کی تمنا

۱۹۸۔ وَقَالَ تَعَالَى:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿١﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٢﴾ فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٣﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٤﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٥﴾ تَلْفَحُ وُجُوهُهُمُ النَّارَ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿٦﴾ أَلَمْ تَكُنْ ءَايَتِي تُلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهِ تَكْذِبُونَ ﴿٧﴾﴾

إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٤﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلُ الْعَادِينَ ﴿١١٥﴾ قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٦﴾ أَفَجَسِبْتُمْ أَنْتُمْ أَنْ تَخْلُقَنَّهُمْ عِيشًا وَأَنْتُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَرْجَعُونَ ﴿١١٧﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں برگزایا نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ایک بات ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔ پس جب کہ صور پھونک دیا جائے اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ بچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ نجات والے ہوں گے اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرایا جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بد بختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ لیکن تم انہیں مذاق ہی میں اڑاتے رہے یہاں تک کہ تم نے میری یاد بھلا دی اور تم ان سے مذاق ہی کرتے رہے۔ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا کہ وہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے۔ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم گنتی گئے والوں سے پوچھ بیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کافی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، اے کاش! تم اسے پہلے ہی جان لیتے، کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہیں جاؤ گے۔“ (المؤمنون: ۹۹-۱۱۵)

**تفسیری نکات:** پانچویں نمبر پر جو آیات قرآنی آئی ہیں ان میں ارشاد ہوا ہے کہ جب ان کافروں کی موت کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اے اللہ! مجھے واپس بھیج دے میں پھر سے عمل صالح کروں گا اور جو تفسیرات سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی کروں گا، لیکن اجل کا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ ابھی تو مرحلہ موت کا ہے جب آگے ایک برزخ آتا ہے جس سے جہاں والوں سے پردہ ہو جاتا ہے اور مردوں کے درمیان اور دنیا کے لوگوں کے درمیان آخرت تک یہ پردہ قائم رہے گا کہ مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس نہیں جاسکتا اور جب صور پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا اولاد ماں باپ سے بھائی بھائی اور میاں بیوی سے کوئی سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ اس بعد جن کے اعمال صالحہ کا وزن زیادہ ہو گا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کی میزان عمل خالی ہوگی وہ اپنی جان ہار بیٹھیں اب وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جہاں جھلس دے گی ان کو جہنم کی آگ اور وہ وہاں بد شکل ہو رہے ہوں گے یعنی جہنم میں جلتے جلتے بدن سوچ جائے گا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا

اب بتاؤ جو آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں وہ جھوٹی تھیں یا سچی؟ کہیں گے اے ہمارے رب! اس وقت ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم راستے سے بھٹک گئے تھے۔ اب آپ ہمیں اس عذاب سے نکال لیجئے۔ اب ہم دوبارہ نافرمانی کریں تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ جو کیا تھا اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد فریاد منقطع ہو جائے گی اور زفر و شہیق کے سوا کوئی کلام نہ کر سکیں گے۔

اہل ایمان دنیا کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحمت فرما۔ اور آپ سب سے بڑے کر رحم فرمانے والوں میں سے ہیں۔ لیکن ان کا مذاق اڑایا اور ان کے استہزاء کو تم نے ایسا مشغلہ بنایا کہ تمہیں ہماری یاد بھی باقی نہ رہی۔ اہل ایمان نے تمہاری اس ایذا رسانی پر صبر کیا اور آج انہیں ان کے صبر کا پھل مل گیا اور وہ کامیاب و کامران قرار پائے۔ کہا جائے گا کہ یہ درست ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے اور واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہے لیکن اگر اس حقیقت کا ادراک اس وقت کر لیتے یعنی دنیا کی بے ثباتی اور فنا کی حقیقت کو سمجھ کر آخرت کی تیاری کر لیتے تو آج اس انجام سے دو چار نہ ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ سارا کارخانہ ایک کھیل تماشا ہے اور اس کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ اگر اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی نہ ہو تو یہ سارا نظام عبث ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ (تفسیر عثمانی - معارف القرآن)

## کیا مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وقت نہیں آیا

۱۹۹۔ وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ ۱۶

اور فرمایا کہ

”کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔“ (الحمدید: ۱۶)

اس مضمون سے متعلق آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

**تفسیری نکات:** چھٹی آیت میں فرمایا کہ وقت آگیا ہے کہ اہل ایمان کے دل قرآن، اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گزر گزائے لگیں اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں یہ باتیں اپنے رسولوں کے ذریعے معلوم ہوئیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کے دل سخت ہو گئے اور نافرمانی پر اتر آئے۔ اب مسلمانوں کی باری آتی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے مستفید ہو کر نرم دلی، انقیاد کامل اور خشوع لہذا کر اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اس بلند مقام پر پہنچیں جہاں آج تک کوئی امت نہیں پہنچی۔ (تفسیر عثمانی)



## دنیا میں مسافر کی طرح رہو

۵۷۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ "وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ" وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے شانوں پر دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ صحت کے زمانے میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۷۴):**

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ کن فی الدنیا.

**کلمات حدیث:** غریب: وہ مسافر جو کسی بستی میں چند روز کے لیے آیا ہو اور واپس جلد از جلد اپنے وطن جانے کی فکر میں لگا ہوا ہو۔ عابر

سبیل: راستے سے گزرنے والا، وہ مسافر جو دوران سفر کسی درخت کے سائے میں گھڑی دو گھڑی رک جائے اور پھر سفر شروع کر دے۔

**شرح حدیث:** دنیا کی زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو مگر وہ ختم ہونے والی ہے زندگی جب اختتام پر پہنچتی ہے تو انسان محسوس کرتا ہے کہ جیسے

ساری زندگی جو اس نے گزاری ہے ایک دن کے بقدر ہے یا جیسے آدھے دن کے برابر ہے۔ آدمی جب بھی پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھتا ہے

سوائے حسرتوں، کلفتوں اور ناتمام آرزوؤں کے کچھ بھی نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے کہیں سے کوئی مسافر آیا اور

کسی بستی میں چند روز کے لیے ٹھہر گیا اب اس کو یہ فکر ہے کہ جس کام کے لیے آیا ہے وہ کر لے اور واپس وطن روانہ ہو جائے یا انسان کی زندگی

اس راہ گزر کی سی ہے جو چلتے چلتے کہیں دو گھڑی سانس لینے کو رک جائے۔ اس اجنبی مسافر کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ وہ جس بستی میں آیا

ہے وہاں دل لگائے اور راہ گزر کے لیے کہاں موقع ہے کہ وہ زیر سایہ شجر ہی پڑاؤ ڈال لے۔ اگر ایسا کرے گا تو اپنی منزل کھوٹی کرے گا۔

دنیا میں مومن کی زندگی ایک اجنبی مسافر کی سی ہے وہ خود بھی دنیا کے لیے اجنبی ہے اور دنیا اس کے لیے اجنبی ہے اسے جلدی ہے کہ

بھینچنے والے نے اس کو جس کام کے لیے بھیجا ہے وہ انجام دے کر اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے اور اس سے ابدی اور دائمی نعمتوں کا انعام

حاصل کرے۔ (روضۃ المتقین: ۱۲۴/۲ دلیل الفالحین: ۷/۳)

اس حدیث کی شرح باب الزہد (۲۷۱) میں بھی گزر چکی ہے۔

## وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھے

۵۷۵. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّثَ عَلَى لَيْلَةٍ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ

إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي .

(۵۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس کچھ ہو جس میں وہ وصیت کرنا چاہے اور وہ دو راتیں ایسی گزارے اور اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس موجود نہ ہو۔

(مشق علیہ)

الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہ گزری کہ میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔

**تخریج حدیث (۵۷۵):** صحیح البخاری، کتاب الوصایا وقول النبی ﷺ وصیۃ الرجل مکتوبۃ . صحیح مسلم، اول کتاب الوصیۃ .

**کلمات حدیث:** یوصی : وصیت کرنا چاہتا ہے۔ لہ مال یوصی فیہ : اس کے پاس مال ہے جس میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ اوصی ابصاء (باب افعال) وصیت کرنا۔

**شرح حدیث:** امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ مؤمن کو چاہیے کہ موت سے کسی وقت غافل نہ رہے اور ہر وقت موت کی تیاری میں رہے اسی تیاری میں سے ایک وصیت کا لکھا ہوا موجود ہونا ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ آدمی وصیت لکھ کر رکھ لے۔ وصیت کا جلد لکھ لینا اور صحت کے زمانے میں لکھ لینا مستحب ہے اور اس پر دو گواہ بھی بنالے۔ اس لیے کہ ارشاد الہی ہے:

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ حِينَ الْوَصِيَّةِ أَتْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾

”اے ایمان والو! اپنے درمیان گواہ بنا لو تم میں سے دو عادل گواہ وصیت کے وقت جب تم میں سے کسی کو موت آئے۔“

(المائدہ: ۱۰۶)

اکثر فقہاء کے نزدیک وصیت مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ بہر حال وصیت کے لکھنے میں جلدی کرنا مستحب ہے کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب آئے گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱/۶۴۔ روضة المتقین: ۲/۱۲۴۔ دلیل الفالحین: ۸/۳)

### لمی امیدیں باندھنا درست نہیں

۵۷۶. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا فَقَالَ : ” هَذَا إِلَّا نَسَانٌ وَهَذَا أَجَلُهُ ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَهُ الْخَطُّ إِلَّا قُرْبُ “ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۷۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ

انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، ابھی وہ تمناؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ موت اسے آتی ہے۔ (بخاری)

**تخریج حدیث (۵۷۶):** صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وضولہ .

**کلمات حدیث:** خطوط : لکیریں، جمع خط : لکیر خط خطا (باب نصر) لکھیر کھینچنا، لکھنا۔

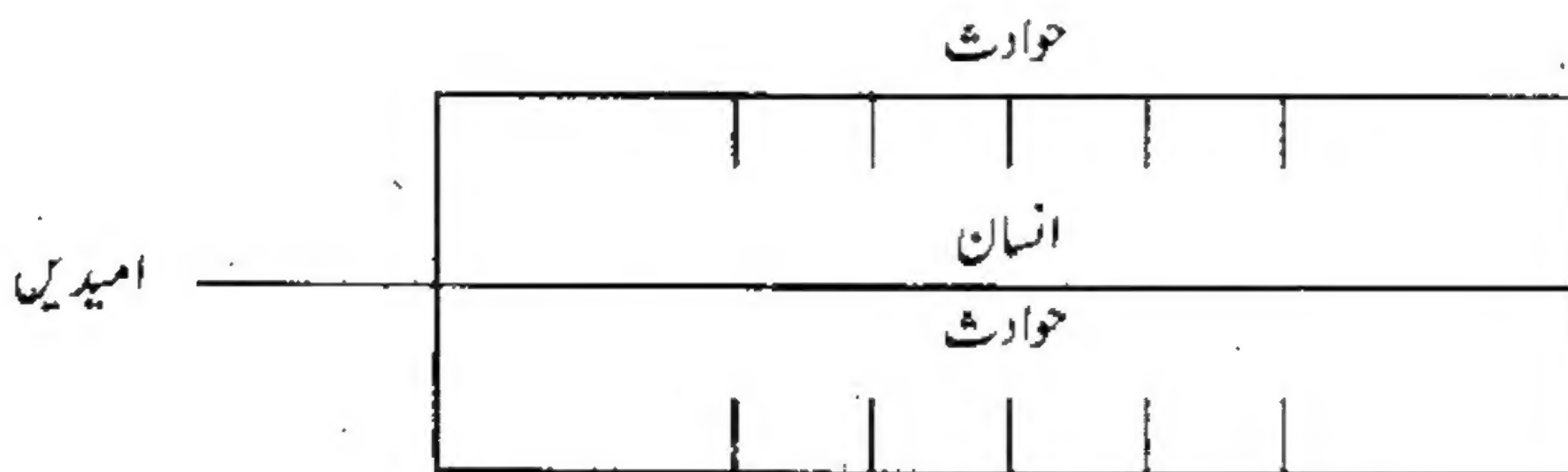
**شرح حدیث:** انسان اس دنیا کی زندگی میں آرزوؤں اور تمناؤں میں پھنسا رہتا ہے اور موت اچانک آ کر دبوچ لیتی ہے اور تمنائیں تشنہ تکمیل رہ جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ حکیم اور مربی تھے اور آپ بہت دقیق معافی کو مثالوں کے ذریعہ سمجھاتے تھے اور واقعات و مثال سے ان کی وضاحت فرماتے تھے اور کبھی بر موقعہ اور برجستہ جملہ فرمادیتے جو سامعین کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کر دیتا جو آپ ﷺ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کچھ لوگ اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا چھپر کی مرمت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اس سے پہلے ہے۔ یعنی چھپر کی مرمت اور پھر اس سے مستفید ہونا تو آرزوئیں ہیں اور موت ان آرزوؤں کو منقطع کر دینے والی ہے، موت کا آنا یقینی اور اٹل ہے اور تمناؤں کو پورا کرنا غیر یقینی اور موہوم ہے۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے جو لکیریں کھینچیں محدثین کرام نے احادیث کی روشنی میں ان کے متعدد نقشے بنائے ہیں جو فتح الباری میں دیئے گئے ہیں۔

### آدمی حوادث سے بچ سکتا ہے، موت سے نہیں

۵۷۷. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسْطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صُغَارًا إِلَى هَذَا الَّذِي فِي الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسْطِ فَقَالَ : " هَذَا الْإِنْسَانُ ، وَهَذَا أَجَلُهُ ، مُحِيطًا بِهِ . أَوْ قَدْ أَخَاطَ بِهِ . وَهَذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ ، وَهَذِهِ الْخُطَطُ الصُّغَارُ الْأَعْرَاضُ ، فَإِنْ أَخْطَاهُ ، هَذَا نَهْشُهُ ، هَذَا وَإِنْ أَخْطَاهُ ، هَذَا نَهْشُهُ هَذَا . " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ . وَهَذِهِ صُورَتُهُ .

(۵۷۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور درمیانی والے خط کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اس کے بعد فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور باہر نکلنے والا خط اس کی امیدیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں حوادث ہیں اگر ایک حادثہ خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اس کو دبوچ لیتا ہے اگر اس سے بچ جاتا ہے تو دوسرا آلیتا ہے۔ (بخاری) اور یہ اس کی صورت ہے:



صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل و طوله .

تخریج حدیث (۵۷۷):

**کلمات حدیث:** أعراض : جمع عرض۔ وہ بات جو پیش آئے یعنی حادثہ، مصیبت اور آفت۔ نهشه : اسے نوچ لیا، کھسٹ لیا،



ہلاک کر دیا۔ نہش نہشاً (باب فتح دانتوں سے نوچنا)۔

**شرح حدیث:** اس دنیا میں انسان کی زندگی ہموار اور پرسکون نہیں ہے بلکہ بے شمار حوادث، مصائب اور رنج و محن سے بھری ہوئی ہے۔ کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں ایسا نہیں تھا جب وہ ہر فتنے اور ہر طرح کی تشویش اور تردد سے آزاد ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾

”ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔“

انسان کی زندگی میں مصائب و آلام کی جس قدر کثرت ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں جو مرتے دم تک انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کی زندگی کی کیفیات و احوال کو ایک نقشہ کی صورت میں واضح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک مربع بنایا۔ اس کے درمیان ایک سیدھی لکیر بنائی جو اس مربع سے باہر نکل گئی اور جو لکیر مربع کے درمیان چھوٹی چھوٹی لکیریں اس درمیانی لکیر کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہر طرف سے موت اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے اس کی امیدوں اور تمنائوں کی لکیر خود اس کی حیات سے زیادہ لمبی ہے۔ زندگی میں بھی امیدوں کے بر آنے کا کوئی وقت آتا ہے تو حوادث اسے درمیان میں سے اچک لیتے ہیں، ایک حادثہ سے اگر بچاؤ ہو بھی گیا تو دوسرا حادثہ اس امید کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے۔ انسان بیم ورجا میں گرفتار اور امیدوں اور حوادث کی چکی میں پستار ہوتا ہے کہ اس کی موت اسے آکر دبوچ لیتی ہے۔

اگر دنیا کی زندگی کا یہی نقشہ ہے تو اس زندگی کے لیے تیاری کیوں نہ کی جائے جہاں نقشہ اس سے مختلف ہوگا اور مومن کو وہ کچھ ملے گا جس کا ذکر اس کے کانوں نے نہ سنا ہوگا اس کی آنکھوں نے نہ دیکھا نہ ہوگا اور اسے اس کا خیال تک نہ آیا ہوگا۔

(روضۃ المتقین: ۱۲۶/۲ - دلیل الفالحین: ۹/۳)

## سات حالات سے پہلے موت کی تیاری کر لیں

۵۷۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ"

سَبْعًا "هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًّا، أَوْ غِنًى مُطْغِيًّا، أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا أَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا

أَوِ الدَّجَالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةِ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرٌ؟" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۵۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات باتوں سے پہلے اعمال میں جلدی

کرو۔ کیا تم انتظار کر رہے ہو بھلا دینے والے فقر کا، سرکش بنادینے والی دولت کا، بگاڑ دینے والی بیماری کا، ٹھیا دینے والے بڑھاپے کا،

تیار موت کا، یا دجال کا، وہ بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت کا قیامت تو بہت بڑی مصیبت اور بڑی تلخ حقیقت

ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۵۷۸):** الجامع للترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل.



**کلمات حدیث:** باذروا: جلدی کرو۔ بادر مبادرة (باب مفاعله) جلدی کرنا۔ فقر منسی: بھلا دینے والا فقر، ایسی تنگدستی اور تنگ حالی کہ آدمی پریشانی میں مبتلا ہو کر نسیان کا شکار ہو جائے۔ غنی مطع: ایسی دولت جس سے طبیعت میں سرکشی اور نافرمانی پیدا ہو جائے۔ هرم مفند: ایسا بڑھا پا کہ آدمی کی عقل خبط ہو جائے۔ فند: بڑھاپے یا بیماری سے عقل کا جاتا رہنا۔

**شرح حدیث:** ہر مسلمان کو چاہیے کہ نیک عمل میں جلدی کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور وہ عمل کرنے سے رہ جائے، فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے کس بات کا انتظار ہے، حوادث و آفات انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں مدت عمل محدود ہے اور موت قریب ہے اس لیے عمل میں مسابقت اور مبادرت کرنی چاہیے۔ (تحفة الأخوذی: ۸/۷)

\*\*\*\*\*

### موت کو کثرت سے یاد کرو

۵۷۹. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَٰذِمِ اللَّذَاتِ" يَعْنِي الْمَوْتَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۵۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی بات موت

کو کثرت سے یاد کرو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے)

**تخریج حدیث (۵۷۹):** الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی ذکر الموت.

**کلمات حدیث:** هاذم اللذات: لذتوں کو قطع کرنے والی۔ هذم هذما (باب نصر) قطع کرنا، کاٹنا۔

**شرح حدیث:** موت، احوال موت اور آخرت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے کہ موت کی یاد سے دنیا کی رغبتوں میں کمی ہوتی ہے اور

امیدیں دم توڑ دیتی ہیں اور انسان آخرت کی تیاری کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور گناہوں سے توبہ کی توفیق ملتی ہے اس وجہ سے موت کا یاد کرنا زبان سے بھی اور دل سے بھی مستحب ہے کہ اس کی یاد کی وجہ سے آدمی معصیتوں سے احتراز کرتا اور اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو کہ اگر کوئی تنگی معاش میں اسے یاد کرتا ہے تو اس پر وسعت ہو جاتی ہے اور جو وسعت میں یاد کرتا ہے وہ اس پر تنگی کر دیتی ہے۔

(تحفة الأخوذی: ۱۰/۷ - دلیل القالچین: ۱۲/۳)

\*\*\*\*\*

### رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو آخرت یاد دلانا

۵۸۰. وَعَنْ أَبِي يَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ

تِلْكَ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَذْكُرُوا اللَّهَ، جَاءَتْ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ

جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ" قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟

فَقَالَ: "مَا شِئْتَ؟ قُلْتُ: الرَّبْعَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ". قُلْتُ: فَالْبَيْضُ؟ قَالَ: "مَا

شئت، فإن ردت فهو خير لك قلت: اجعل لك صلاتي كلها؟ قال، "إذا تكفي همك ويغفر لك ذنبك" رواه الترمذی وقال: حديث حسن.

(۵۸۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک تہائی رات گزر جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اے لوگو! اللہ کو یاد کرو کہ لرزہ طاری کر دینے والی اور اس کے پیچھے آنے والی آگنی یعنی موت اپنی ساری ہولناکیوں کے ساتھ آگنی موت اپنی ساری ہولناکیوں کے ساتھ آگنی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اکثر آپ پر درود پڑھتا ہوں میں کتنا وقت درود کے لیے مقرر کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ آدھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ دو تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے تیرے غموں کی تلافی کر دی جائے گی اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۵۸۰): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة.

**کلمات حدیث:** راجفة: قیامت کے روز پہلا نفلہ صور جس کی وجہ سے پہاڑ کانپ جائیں گے۔ رادفة: نفلہ ثانیہ۔ جہات الراجفة تتبعها الرادفة: علامہ طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راجفة سے مراد پہلا نفلہ صور ہے جس میں سب زندہ لوگ مرجائیں گے اور رادفة سے مراد اس کے بعد آنے والا دوسرا نفلہ صور ہے جس میں سب لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

**شرح حدیث:** رسول کریم ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تھے تو سب اہل خانہ کو اور متعلقین کو بیدار فرماتے، آپ ﷺ کہتے کہ اے لوگو! اٹھو اور اللہ کو یاد کرو کہ قیامت قریب آگنی اور موت قریب ہو چکی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں صرف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سارے غموں کی تلافی کی جائے گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنا سارا درود آپ کے لیے کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت کے جملہ امور کو کافی ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی بڑی فضیلت اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں تو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۱۴/۳ - روضة المتقین: ۱۲۸/۲)

